

فتوحاتِ جہانگیری

شرح

المؤطا

امام محمد



متن

امام محمد بن حسن شیبانی

ترجمہ و شرح

ابو العلا محمد محی الدین جہانگیر

دام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ



علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
"فقہ حنفی PDF BOOK"
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری



فہرست نمبر ۱ (?)



الموطا

امام محمد

متن

امام محمد بن حسن شیبانی

ترجمہ و شرح

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

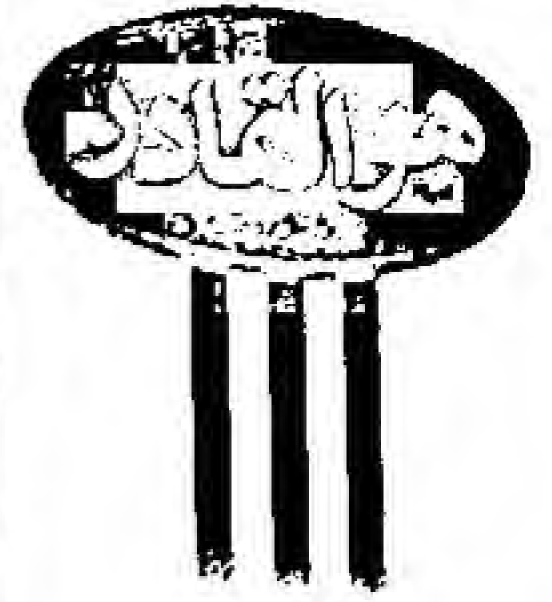
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



نام کتاب ـــــــــ شرح الموطا امام محمد

ترجمہ و شرح ـــــــــ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

پروف ریڈنگ ـــــــــ ملک محمد یونس

کمپوزنگ ـــــــــ ورڈز میکر

باہتمام ـــــــــ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ـــــــــ مئی 2012ء

سرورق ـــــــــ اے ایف ایس ایڈورٹائزر

طباعت ـــــــــ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ـــــــــ روپے

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر 40، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔



شرفِ انتساب

خلیفۂ اعلیٰ حضرت محقق اہلسنّت

مفتی برہان الحق جبل پوری

کی نذر

اُٹھنا ہی تیری بزم سے دشوار تھا مجھے
اس پر سنبھالنا دِل بے اختیار کا

محمد محی الدین

(اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور درس و تدریس کرنے والوں کے لیے

دعائے نبوی

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جو ہم سے کوئی بات سن کر اسی طرح آگے پہنچا دے جیسے سنی تھی

الحدیث

اخرجہ الترمذی، بہذ اللفظانی "جامعہ" کتاب العلم، باب: ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم الحدیث 2657 (وفی معناہ) ابوداؤد 3660، ترمذی 2656، 2658، ابن ماجہ 230، 231، 232، مسند احمد 4157، 16784 دارمی 229، 230، معجم اوسط 5179، 5392، 7004، 9444، شعب الایمان 1736، مجمع الزوائد 582، 583، 584، 588، 589، 591، کنز العمال 29165، 29166، 29200، 29375

اس روایت کے طرق کی وضاحت کے بارے میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے جس کا نام "جزء فیہ قول النبی ﷺ نضر اللہ امرأ" ہے اس کے مؤلف شیخ ابوعمرو احمد بن محمد اصبہانی مدینی ہیں۔ یہ رسالہ "دار ابن حزم" بیروت لبنان سے 1994ء میں شیخ بدر بن عبداللہ البدر کی تحقیق کے ہمراہ شائع ہوا تھا۔

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے لیے ہر طرح کی حمد مخصوص ہے، جس کے فضل وکرم اور عنایت ومہربانی کی بدولت ہم اس لائق ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کی تعلیمات کی نشر واشاعت کی شکل میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر بے حد وشمار درود وسلام نازل ہو، جو اپنے پروردگار کے سب سے برگزیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں، آپ کے ہمراہ آپ کے تمام اصحاب، اہلِ بیت، آپ کی اُمت سے تعلق رکھنے والے تمام اہلِ علم اور عام افراد پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

•••———•••———•••

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کے فضل وکرم کے تحت آپ کا ادارہ شبیر برادرز ایک طویل عرصے سے مختلف اسلامی علوم وفنون سے متعلق کتب کی اشاعت کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ مختلف علوم وفنون میں سے علم حدیث، علم فقہ اور علم تصوف سے متعلق کتب کی اشاعت آپ کے ادارے کا طرۂ امتیاز ہے، آپ کے ادارے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے جہاں ایک طرف احادیث کی مستند ترین کتابوں کو جدید، آسان، عام فہم ترجمے کے ہمراہ حواشی وتحقیقات سے مزین کروا کر شائع کیا ہے، وہاں دوسری طرف ایسی کتابوں کو شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل کی ہے، جو اس سے پہلے اُردو زبان میں منتقل نہیں ہو سکی تھیں۔

•••———•••———•••

علم حدیث سے متعلق کتب میں سے سنن دارمی، مستدرک حاکم، سنن دار قطنی، مسند امام زید اور مسند امام شافعی کو سب سے پہلے آپ کے ادارے نے ہی شائع کیا جبکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مؤطا امام مالک، اللؤلؤ والمرجان، ریاض الصالحین جیسی کتب اگرچہ دیگر اداروں کی طرف سے بھی شائع ہو چکی ہیں، لیکن آپ کے ادارے کی پیش کی ہوئی خدمت اپنی مثال آپ ہے۔

•••———•••———•••

آپ کے ادارے نے علم حدیث سے متعلق جو کتب شائع کی ہیں، ان میں سے اکثر کے ترجمہ، تحقیق، تخریج کی خدمت حضرت استاذ زمن واقف اسرار آیات وسنن ابوالعلیٰ محمد محی الدین جہانگیر نے سرانجام دی ہے۔ چند برس پیشتر جب حضرت استاذ زمن نے "مؤطا امام مالک" کا ترجمہ کیا تو انہوں نے مؤطا میں مذکور احادیث کی مفصل تخریج کرنے کے ساتھ کتاب میں مذکور احادیث نبویہ، آثارِ صحابہ، اقوالِ تابعین اور امام مالک کی اپنی فقہی آراء کو ذیلی سرخیوں کے ذریعے نمایاں کر دیا، جس کے نتیجے میں

آپ کے ادارے کے شائع کردہ نسخے کو دیگر تمام اداروں کی طرف سے شائع ہونے والے اس کتاب کے نسخوں کے مقابلے میں امتیازی حیثیت حاصل ہوگئی اور خواص وعوام نے اس خدمت کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا۔

•••——•••——•••

اب ہم آپ کے سامنے "موطا امام محمد" پیش کر رہے ہیں' فاضل مترجم نے احادیث وآثار کے ترجمے کے ساتھ احادیث کی تخریج بھی کردی ہے اوراس کی مختصر مگر جامع شرح بھی تحریر کردی ہے۔یہ کتاب اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

•••——•••——•••

ہم سے جو خدمت ہوسکتی تھی' وہ ہم نے کردی ہے' اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اس عظیم نعمت کے فیوض وبرکات سے خود بھی فیض یاب ہوں اور اسے دوسروں تک بھی پہنچائیں' اس کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے مصنف اور مترجم کے ہمراہ ادارہ' اس کی انتظامیہ اور متعلقین کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے دین کی تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر خدمت کرنے کی توفیق عطاء کرے۔آمین!

ملک شبیر حسین

حدیثِ دل

اللہ تعالیٰ کے لیے ہر طرح کی حمد وثنا مخصوص ہے' جو ہمارا خالق بھی ہے'' مالک'' بھی ہے' رازق بھی ہے' جس نے ہمیں یہ سعادت اور توفیق عطا کی ہے کہ ہم اس کی وحدانیت کے قائل ہیں' اس کے پیارے نبی کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں' اور بہترین انجام پرہیزگاروں کے لیے مخصوص ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حد وشمار درود وسلام' صبح وشام' تا قیامِ قیامت' بلکہ تا ابدالآباد نازل ہوتا رہے' جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل اور برگزیدہ ہیں۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اصحاب' اہل بیت' آپ کی اُمت کے اہلِ علم اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

•••——•••——•••

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے تحت ہم نے علومِ دینیہ کی ترجمہ وتصنیف کی شکل میں خدمت کے جس کام کا آغاز کیا تھا' اس میں ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس وقت ہم آپ کے سامنے علم حدیث کی مشہور کتاب ''مؤطا امام محمد'' کا ترجمہ' مختصر تشریح کے ہمراہ پیش کر رہے ہیں۔ گزشتہ سال کے وسط میں جب ہم نے ''مؤطا امام محمد'' پر کام کا آغاز کیا تو اس کے کچھ دن بعد ہمارے والد ماجد علیل ہو گئے' اس لیے اس کام کو درمیان میں روکنا پڑا' ایک ماہ تک ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کے چکر لگانے کے بعد آخر کار حکمِ ربی آ گیا اور والد صاحب اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

پل بھر کے لیے تھک کے ذرا آنکھ لگی تھی
سو کر ہی نہ اُٹھیں یہ ارادہ تو نہیں تھا

•••——•••——•••

اس جانکاہ صدمے کا سامنا کرنے کے بعد کئی دن حیرانی وسرگردانی میں گزر گئے اور طبیعت تحریر ومطالعہ کے کام سے مکمل طور پر اُچاٹ ہو گئی۔

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

لیکن دنیا کا دستور ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اس کے معاملات سے دور نہیں رہا جا سکتا' تو آخر کار دوبارہ پھر اسی کی طرف لوٹنا پڑا' طبیعت کو آمادہ کرتے ہوئے' حرف ومعنی کے ساتھ ذہنی مطابقت پیدا کرتے ہوئے' مزید کچھ دن گزر گئے' پھر توفیق حق نے

دستگیری کی اور مؤطا امام محمد کے ترجمہ و مختصر تشریح کا یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔

...——...——...

اس کتاب کا انتساب ہم نے مفتی برہان الحق جبل پوری کے نام کیا ہے' جو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان محدث بریلوی کے خلیفہ و شاگرد ہیں اور اپنے زمانے کے اکابر علماء میں سے ایک ہیں' کئی برس پیشتر ان کی یادداشتیں "اکرام امام احمد رضا" کے نام سے نظر نواز ہوئی تھیں' پھر کچھ عرصے بعد کسی مہربان نے ان کا دیوان عاریۃً پڑھنے کے لیے دیا' تو ان کی عظمت کا نقش مزید گہرا ہو گیا۔

...——...——...

اس کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے جن احباب کا تعاون ہمیں حاصل رہا' ہم ان سب کے شکر گزار ہیں' جن میں سرِفہرست برادرِ محترم خرم زاہد ہیں جنہوں نے تصنیف و تالیف کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا' اس کے بعد ملک محمد یونس جنہوں نے ترجمہ و تصحیح کے کام میں ہماری مدد کی' محترم محمد حسین' محترم منیر احمد اور محترم عبدالعزیز جنہوں نے کتاب کا مسودہ تحریر کیا' ریحان علی' کاشف عباس جنہوں نے مسودے کو تیزی سے کمپوز کیا' مخدوم قاسم شاہد جنہوں نے اسے دیدہ زیب انداز میں مرتب کیا۔ شبیر احمد جنہوں نے سرورق ڈیزائن کیا' منصور احمد جنہوں نے اپنی ذاتی نگرانی میں یہ کام کروایا' افضال احمد اور عرفان حسین جنہوں نے خوبصورت جلد بندی کی اور ملک شبیر حسین جنہوں نے تمام سہولیات بہم پہنچا کر کتاب کی تیز رفتار نشر و اشاعت کا بندوبست کیا۔

...——...——...

تشکر و امتنان کے ان جذبات میں ایک بڑا حصہ ہمارے اساتذہ مشائخ' والدین' بہن بھائیوں' دوست احباب اور قارئین کا بھی ہے' جن کی دعاؤں کے طفیل ہم اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے قابل ہوئے ہیں۔

سب سے آخر میں حضرت حسن رضا خان بریلوی کا یہ شعر یقیناً ہمارے حسبِ حال ہے۔

کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کار ساز کا

محمد محی الدین

(اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے)

ترتیب

جنائز سے متعلق ابواب

زکوٰۃ کا بیان

روزوں سے متعلق ابواب

حج کا بیان

نکاح کا بیان

طلاق کا بیان

قربانی کے احکام

دیت سے متعلق احکام

چوری کرنے کی حد کے احکام

زنا کی حدود کے بارے میں ابواب

وراثت کا بیان

بیع صرف کے احکام

گری ہوئی چیز ملنے کے احکام

سیر سے متعلق ابواب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام مالک بن انس ہے۔آپ کا نسب یہ ہے: مالک بن انس بن مالک بن ابوعامر بن عمرو بن حارث ۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ جبکہ اسم منسوب اصبحی مدنی ہے'امام مالک کے جدامجد''حضرت ابوعامر''صحابی رسول ہیں'جوغزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت ابوعامر کے صاحبزادے''مالک بن ابوعامر''اکابر تابعین میں سے ایک ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۹۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے تابعین سے استفادہ کیا ہے'ایک روایت کے مطابق ایک سو سے زیادہ اساتذہ سے آپ نے کسب فیض کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ کی علمی مسند پر رونق افروز ہوئے تو تمام عالم اسلام سے طالبانِ علم استفادے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

ایک طویل عرصے تک آپ علم حدیث وفقہ کا درس دیتے رہے'یہاں تک کہ آپ کے مشائخ میں سے ابن شہاب زہری'ربیعہ الرائے اور یحییٰ بن سعید انصاری جیسے بعض اکابرین نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے۔

آپ کے روایتی شاگردوں میں امام محمد بن حسن شیبانی'امام شافعی'امام اوزاعی'امام عبداللہ بن مبارک جیسے اکابرین شامل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

''عنقریب وہ وقت آئے گا جب لوگ (علم کے حصول کے لیے بکثرت سفر کرتے ہوئے) اونٹوں کے جگر پگھلا دیں گے لیکن اس وقت انہیں مدینہ منورہ کے عالم سے بڑا کوئی عالم نہیں ملے گا''۔

یہی روایت امام ابن حبان'امام حاکم'امام احمد بن حنبل'امام نسائی اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہم نے بھی نقل کی ہے۔

علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس سے مراد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں کیونکہ ان سے استفادہ کے لیے جتنے افراد نے سفر کیا ہے'اتنا سفر کسی اور عالم سے استفادے کے لیے نہیں کیا گیا۔

مؤرخین نے یہ بات نقل کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ حدیث دینے اور فتویٰ نویسی کے کام کا آغاز اس وقت تک نہیں کیا جب تک ستر اہل علم نے اس بات کی گواہی نہیں دی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے اہل ہیں۔

علماء ومحدثین نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت شان کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

خراجِ تحسین

- محمد بن اسحٰق ثقفی بیان کرتے ہیں: امام بخاری سے سب سے زیادہ مستند "سند" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ امام مالک کا نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر سے (حدیث نقل کرنا)
- علی بن مدینی' ابن عیینہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں (علم حدیث کے) راویوں پر تنقید کے والے سے امام مالک سب سے زیادہ سخت ہیں اور راویوں کے احوال سے سب سے زیادہ آگاہی رکھتے ہیں۔
- علی بن مدینی بیان کرتے ہیں: سفیان سے سوال کیا گیا' سمی اور سالم ابوالنضر میں کون زیادہ مستند ہے؟ انہوں نے جواب دیا' امام مالک نے دونوں حضرات سے احادیث روایت کی ہیں۔
- علی فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق امام مالک نے صرف اسی آدمی (یعنی راوی) کو ترک کیا ہے جس (کی روایت کردہ) حدیث میں کوئی خامی موجود ہو۔
- یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: امام مالک جس بھی راوی سے روایت کریں وہ مستند ہوگا' البتہ عبدالکریم کا حکم مختلف ہے (وہ مستند نہیں ہے)
- علی بن مدینی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' نافع کے حقیقی شاگرد جنہوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' یہ حضرات ہیں' ایوب' عبداللہ اور مالک
- علی بن مدینی فرماتے ہیں' یہ حضرات نافع کے مستند ترین شاگرد ہیں۔
- یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: ان حضرات میں سب سے زیادہ مستند امام مالک ہیں' ان کی مراد ہے سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ سے امام مالک زیادہ مستند ہیں۔
- یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں' معمر کے مقابلے میں امام مالک میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ شخصیت ہیں۔
- یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں' زہری کے شاگردوں میں مالک ہیں اور فلاں ہیں اور فلاں ہیں' یعنی انہوں نے سب سے پہلے امام مالک کا تذکرہ کیا۔
- ابن مہدی کسی کو بھی امام مالک سے مقدم قرار نہیں دیتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۰ ربیع الاوّل ۱۷۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ وفات کے وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ (الروم:۴)

''پہلے اور بعد حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مخصوص ہے''۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ' اکابر علمائے اسلام میں سے ایک ہیں۔

آپ کو علمِ حدیث، علمِ فقہ، علمِ کلام' عربی زبان وادب میں امامت کا درجہ حاصل ہے۔

آپ کی عظمتِ شان کا اندازہ صرف اس ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مشہور امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ' مدینہ منورہ کے سب سے جلیل القدر امام دارالہجرہ مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے کے بعد امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ ہی کی خدمت میں ہی حاضر ہوئے تھے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے: انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور اپنی فقہی آراء کو کتابی شکل میں مدون کیا' جس کے نتیجے میں ایک بڑا فقہی ذخیرہ اُمت تک منتقل ہوگیا۔

اس کام کی اہمیت کا اندازہ اس وقت لگایا جاسکتا ہے جب آپ مؤطا امام مالک (بروایت یحییٰ مصمودی) میں منقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی آراء کا' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی تصانیف کے ساتھ تقابلی جائزہ لیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام محمد بن حسن بن فرقد شیبانی ہے' ایک روایت کے مطابق آپ کا یہ اسم منسوب نسبت ولا کے اعتبار سے ہے اور ایک روایت کے مطابق نسبی اعتبار سے ہے۔

ان کے آباء واجداد دمشق کی ایک بستی ''حرستا'' کے رہنے والے تھے' پھر ان کے والد ''عراق'' منتقل ہوگئے جہاں واسط میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی' ان کی نشوونما کوفہ میں ہوئی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد انہوں نے امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ واستفادہ کیا۔

بعد میں آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے' جہاں تین برس تک آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔

ان حضرات کے علاوہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری' مسعر بن کدام' مالک بن مغول' عمرو بن ذر اور عبداللہ بن مبارک جیسے اکابرین سے بھی اخذ واستفادہ کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۳۲ ہجری میں ہوئی تھی' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں سکونت اختیار کی اور ایک طویل عرصے تک یہاں درس وتدریس کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

علماء نے علمِ فقہ اور عربی زبان وادب میں آپ کی امامت کو تسلیم کیا ہے۔

شیخ عبدالوہاب عبداللطیف نے اپنے مقدمے میں یہ بات تحریر کی ہے:
(امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے جلیل القدر شاگرد) مزنی سے ایک شخص نے عراق کے اہلِ علم کے بارے میں دریافت کیا' اس نے پوچھا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ مزنی نے جواب دیا: وہ ان (عراق کے اہلِ علم) کے سردار ہیں' سائل نے پوچھا: ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ؟ انہوں نے جواب دیا: حدیث کی سب سے زیادہ پیروی کرنے والے ہیں۔ سائل نے پوچھا: محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ' انہوں نے جواب دیا: سب سے زیادہ فروعی جزئیات بیان کرتے ہیں۔ سائل نے پوچھا: زفر۔ انہوں نے جواب دیا: سب سے زیادہ قیاس کرتے ہیں۔

آپ سے استفادہ کرنے والوں میں سب سے مشہور شخصیت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے' وہ فرماتے ہیں: جب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ قرآن ان ہی کی لغت پر نازل ہوا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی آراء کو کتابی شکل میں مدون کیا' جس کے نتیجے میں یہ بڑا علمی ذخیرہ اُمت تک پہنچ سکا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں صرف چند ایک کے اسماء درج ہیں:

(i) الجامع الصغیر: یہ علمِ فقہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر تصنیف ہے۔

(ii) الجامع الکبیر: یہ بھی علمِ فقہ کے بارے میں ہے تاہم اس میں نسبتاً زیادہ مسائل ذکر ہوئے ہیں۔

(iii) السیر الصغیر: یہ علمِ فقہ کے ایک مخصوص باب ''قانون بین الاقوام'' سے متعلق مسائل کے بارے میں ہے۔

(iv) السیر الکبیر: اس کتاب کا موضوع بھی ''قانون بین الاقوام'' ہے۔ تاہم اس میں نسبتاً زیادہ بحث کی گئی ہے۔
مشہور فقیہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مفصل شرح تحریر کی ہے۔

(v) المبسوط: اسے کتاب الاصل بھی کہا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی زیادہ تر فقہی آراء اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد خلافت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ''رقہ'' کے قاضی مقرر ہوئے' پھر انہوں نے اس منصب سے علیحدگی اختیار کر لی اور بغداد تشریف لے آئے' ایک مرتبہ آپ خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ ''رے'' تشریف لائے' وہیں ۱۸۹ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

مؤطا امام محمد

(اجمالی تعارف)

علم حدیث کی اوّلین کتاب ''المؤطا'' کے مؤلف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

...——...——...

مشہور روایات کے مطابق سولہ افراد نے ''مؤطا امام مالک'' کو نقل کیا ہے۔

...——...——...

ہمارے زمانے میں جو کتاب مؤطا امام مالک کے نام سے معروف ہے اس کے راوی یحییٰ بن یحییٰ مصمودی ہیں' یہ اندلس کے رہنے والے تھے۔ ۱۷۹ھ میں جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا' یہ اسی برس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' یحییٰ مصمودی کا انتقال ۲۳۴ ہجری میں ہوا۔

...——...——...

مؤطا امام مالک کے دوسرے مشہور راوی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں' جو تین برس تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے اور ان سے مکمل مؤطا کا سماع کیا۔

(اس وقت آپ کے ہاتھوں میں یہی کتاب موجود ہے)

...——...——...

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا امام مالک کو نقل کرتے ہوئے اس میں بعض روایات کا اضافہ کر دیا' جو دیگر محدثین سے منقول ہیں اور ان میں سے بعض روایات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی رائے کے خلاف ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی رائے کے مطابق ہیں۔ اس لیے یہ کتاب ایک مستقل تصنیف کے طور پر ''مؤطا امام محمد'' کے نام سے معروف ہوگئی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اسلوب ہے کہ وہ ''مؤطا'' میں اپنے اجتہاد کا ذکر کرتے ہیں' خواہ وہ امام مالک یا کسی دوسرے امام کے فقہی نظریے کے مطابق ہو یا اس کے خلاف ہو۔

...——...——...

مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر کئی اہل علم نے اس کی شرح تحریر کی ہے' جن میں مفتی مکہ ابراہیم بن حسین' ملا علی

قاری، شیخ عثمان بن یعقوب ترکمانی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

ہندوستان کے مشہور عالم دین علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن عبدالحلیم لکھنوی نے بھی مؤطا امام محمد پر تعلیقات تحریر کی ہیں، جن کا نام "التعلیق الممجد علی مؤطا الامام محمد" ہے۔

فاضل لکھنوی ۱۲۶۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۴ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

•••———•••———•••

شیخ قاسم بن قطلو بغا نے مؤطا امام محمد کے رجال پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

•••———•••———•••

ہمارے سامنے اس کتاب کے دو نسخے تھے:

پہلا نسخہ المکتبہ العلمیہ، بیروت، لبنان سے شائع ہوا، اس کی تحقیق اور تعلیق نگاری کی خدمت عالم اسلام کی مشہور مادر علمی جامعۃ الازہر میں علم حدیث کے استاد شیخ عبدالوہاب عبداللطیف نے سرانجام دی ہے، جو "رئیس قسم السنۃ، کلیہ اصول الدین، جامعۃ الازہر" ہیں۔ انہوں نے دارالکتب المصریہ میں موجود ایک قلمی نسخے کو سامنے رکھ کر متن کی تصحیح کی ہے۔

•••———•••———•••

مؤطا امام محمد کا دوسرا نسخہ تین جلدوں میں ہے، اس میں متن کے ساتھ فاضل لکھنوی کا حاشیہ "التعلیق الممجد" بھی ہے۔ اور اس کی تحقیق وتعلیق کی خدمت ڈاکٹر تقی الدین ندوی نے سرانجام دی ہے، ہم نے مؤطا امام محمد کی شرح تحریر کرتے ہوئے فاضل لکھنوی کے اس حاشیے سے بہت استفادہ کیا ہے۔



العقد الثمین من کلام محی الدین

عرض کی گئی: امام محمد بن حسن بہت بڑے امام ہیں۔
ارشاد فرمایا: آپ علم حدیث، علم فقہ اور علم الکلام میں بلند حیثیت کے مالک ہیں۔
عرض کی گئی: علم فقہ اور علم حدیث تک تو ٹھیک ہے لیکن علم الکلام کی بات کہاں سے آگئی؟
ارشاد فرمایا: ''علم الکلام'' عقائد سے متعلق علم کو کہتے ہیں۔
اس موضوع پر امام ابوجعفر طحاوی نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے' جس کا نام ''العقیدۃ الطحاویۃ'' ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں۔
اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے' سعودی عرب کے مفتی اعظم عبدالعزیز بن باز نے اس کتاب پر تعلیقات تحریر کی ہیں۔
ویسے بھی علمائے اسلام نے اس مبارک رسالے کو مسلمانوں کے اعتقادی نظریات کا اہم ماخذ قرار دیا ہے۔
اس رسالے کے آغاز میں امام طحاوی نے یہ بات تحریر کی ہے۔

ھذا ذکر بیان عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ علی مذھب فقھاء الملۃ ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی و ابی یوسف یعقوب بن ابراھیم الانصاری و ابی عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضوان اللہ علیھم اجمعین

''یہ اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے بیان کا تذکرہ ہے' جو فقہائے ملت' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی کے مذہب کے مطابق ہے۔''
یعنی امام طحاوی نے ان تینوں ائمہ کے عقائد و نظریات کی پیروی کرتے ہوئے انہیں تحریری شکل میں جمع کر دیا۔
عرض کی گئی: ہمارے زمانے کے بعض نجدی وہابی لوگ' امام محمد کے بارے میں کچھ ایسی باتیں بیان کرتے ہیں' جو گستاخی کے زمرے میں آتی ہیں۔
ارشاد فرمایا: یہ نجدیوں کی بدنصیبی ہے کہ وہ اپنی مسجد کے امام کو مسلمانوں کے ''ائمہ متبوعین'' کے مقابلے میں لاکر کھڑا کر دیتے ہیں۔
عرض کی گئی: لیکن یہ لوگ اس حوالے سے کچھ کتابوں کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔
ارشاد فرمایا: ان بیچاروں نے کیا حوالہ پیش کرنا ہے؟

یہ خود کو ''غیر مقلد'' قرار دیتے ہیں جبکہ خود ان کے پاس کوئی ایک ایسی سند نہیں ہے جس میں ہمارے زمانے کے ''نجدی'' مولوی سے لے کر امام بخاری یا کسی بھی محدث تک آنے والے تمام مشائخ اور راویان حدیث یعنی کتب حدیث کی روایت' درس و تدریس کی اجازت دینے والے تمام مشائخ ''غیر مقلد'' ہوں۔

ان کے نزدیک تو تقلید ''شرک فی الرسالۃ'' کے مترادف ہے تو یقیناً ایسا شیخ اور ایسا راوی قابل اعتماد نہیں رہے گا جو کسی امام کی تقلید کرتا ہو۔ اس لئے عدم تقلید کے دعوے داروں اور اتباع حدیث کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے سامنے سب سے پہلا سوال یہ رکھا جائے گا کہ تم ایسی سند پیش کرو! جو تمہارے بقول ''مستند'' ہو، یعنی جس کے راویوں میں سے کسی ایک پر بھی تقلید کا الزام نہ ہو۔

عرض کی گئی: ان کی تمام اسناد شاہ عبدالعزیز اور شاہ ولی اللہ تک پہنچتی ہیں اور یہ دونوں حضرات امام ابوحنیفہ کے پیروکار تھے اور روایتی اعتبار سے صوفیائے کرام کے وابستہ دامن تھے۔

ارشاد فرمایا: ''نجدی'' حضرات عالم عرب میں سے ناصر الدین البانی اور احمد شاکر جیسے بعض نام نہاد محققین کی اسناد پیش کرتے ہیں لیکن دنیا میں ایسی کوئی بھی سند موجود نہیں ہے جس میں ہمارے زمانے کے ان نام نہاد محققین سے لے کر' کتب حدیث کے مصنفین تک ایسے افراد پائے جاتے ہوں جو سب عدم تقلید کے قائل تھے۔

عرض کی گئی: ناصر الدین البانی اور احمد شاکر کو عہد قریب کا بڑا محقق سمجھا جاتا ہے آپ نے ان کو ''نام نہاد محقق'' کیوں کہا ہے؟

ارشاد فرمایا: سامنے کی بات ہے البانی کیا کرتا ہے۔

البانی کہتا ہے'' جامع ترمذی کی فلاں حدیث ضعیف ہے'' حالانکہ وہ حدیث اس کتاب میں موجود ہے۔

یہ حدیث کیوں ضعیف ہے؟

کیونکہ اس میں ایک راوی فلاں بن فلاں ہے اور اسے یحییٰ بن معین، ابن عدی، ابن حبان، یحییٰ بن سعید القطان، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام نسائی یا کسی بھی اور محدث نے ''ضعیف'' یا ''متروک الحدیث'' قرار دیا ہے۔

اس سے پوچھیں! خدا کے بندے! ان محدثین نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے یہ بات کہاں لکھی ہوئی ہے؟

وہ جواب دے گا امام بخاری کی تاریخ الکبیر میں' عقیلی کی کتاب الضعفاء میں' ذہبی کی میزان الاعتدال میں اور اس جیسی دیگر کتابوں میں۔

آپ اس سے کہیں تم اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہو؟ اس کے راوی کے ضعیف ہونے کی بنیاد پر! اور راوی کو ضعیف قرار دے رہے ہو۔ ان کتابوں یا ان میں سے کسی ایک کتاب میں لکھے ہوئے دو تین الفاظ کی بنیاد پر؟

یعنی تم حدیث کا ضعیف ہونا ایک ایسے حوالے سے ثابت کر رہے ہو' جو بذاتِ خود ضعیف ہے بلکہ زیادہ ضعیف ہے۔

کیونکہ امام ترمذی نے اس حدیث کو ''نبی اکرم کی حدیث'' کے طور پر نقل کیا ہے۔

بخاری، عقیلی، نسائی یا ذہبی میں سے کسی نے کسی ایک راوی پر جرح کی ہے تو اس جرح کا قابل اعتبار ہونا کہاں سے ثابت ہو گا؟

آپ کہیں گے ابن حجر، ابن بطال، ذہبی، عقیلی جیسے اکابرین نے اس جرح کو نقل کیا ہے۔

ہم آپ سے پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں؟
آپ طنزیہ انداز میں مسکرادیں گے اور حیرت سے دریافت کریں گے: تم ابن حجر کو نہیں جانتے؟
میرے بھائی ہم ان سب ''اِبنوں'' کو جانتے ہیں
لیکن ہمیں آپ کی عقل پر حیرت ہے کہ آپ رسول اللہ کی حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے اتنے ''کثیر ابنوں'' کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔

عرض کی گئی: تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینے کی بحث چھیڑنا غلط ہے۔

ارشاد فرمایا: عام طور پر یہ لوگ سمجھتے ہیں
جو حدیث ''صحیح'' نہ ہو' وہ غلط ہوتی ہے' جو حدیث ''ضعیف'' ہو' وہ غلط ہوتی ہے۔
حالانکہ جو حدیث غلط ہوتی ہے' یعنی جو جھوٹی بات نبی اکرم کی طرف منسوب کی گئی ہوتی ہے' اسے محدثین کی اصلاح میں ''موضوع'' یعنی ''گھڑی ہوئی روایت'' کہا جاتا ہے۔
جو روایت موضوع نہ ہو' وہ نبی اکرم کی حدیث ہے۔ خواہ محدثین نے اپنے علم کی بنیاد پر سند کے حوالے سے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہو یا اپنے علم کے مطابق اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہو۔

عرض کی گئی: اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دین میں ضعیف روایات بھی شامل ہو جائیں گی؟

ارشاد فرمایا: میں پہلے یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ روایت کو ''ضعیف'' قرار دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ سرے سے حدیث ہی نہیں' بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے' اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کرنے والے محدث نے' جس سند کے ساتھ' وہ روایت ذکر کی ہے' اس سند کے کسی ایک راوی کو ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

عرض کی گئی: اس کا مطلب ہے ''ضعیف'' روایت نقل کی جا سکتی ہے؟

ارشاد فرمایا: یقیناً کی جا سکتی ہے' اگر ضعیف روایت نقل کرنا ممنوع ہوتا' تو محدثین اپنی تصانیف میں سرے سے کوئی بھی ''ضعیف'' روایت نقل ہی نہ کرتے۔
باقی سب کو تو ایک طرف رہنے دیں' خود امام بخاری کی مشہور کتاب ''الادب المفرد'' کی کئی روایات کو ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے اور یہ خدمت بھی شیخ ناصر الدین البانی نے سرانجام دی ہے۔

عرض کی گئی: البانی نے جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ کی صحیح اور ضعیف روایات کو 'الگ' الگ کیا ہے۔

ارشاد فرمایا: اب صحاح ستہ کے عظیم المرتبت مؤلفین ہی اگر ضعیف روایات نقل کرنے سے باز نہیں آئے' تو پھر آپ مجھ جیسے ایک عام مسلمان کو ضعیف روایت نقل کرنے سے کیسے روک سکتے ہیں؟

عرض کی گئی: آج کے زمانے میں آلِ نجد صرف ''صحیح'' اور ''حسن'' روایات کی پیروی کا نعرہ لگاتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: آپ ان سے پوچھیں پہلی بات تو یہ ہے آلِ نجد کے قافلہ سالار ''محمد بن عبدالوہاب نجدی'' امام احمد بن حنبل کے پیروکار تھے اور آج بھی ''آلِ نجدی'' سے تعلق رکھنے والا سعودی عرب کا مفتی اعظم ''حنبلی'' ہوتا ہے۔

ہمارے یہاں کے نجدیوں کی طرح ''شتر بے مہار'' نہیں ہوتا۔
عرض کی گئی: لیکن وہ لوگ کہتے ہیں ہم رسول اللہ کی احادیث کی پیروی کرتے ہیں کسی ''امام'' کی پیروی نہیں کرتے ہیں۔
ارشاد فرمایا: اور پھر رسول اللہ کی احادیث میں سے بعض کو ''اختیار کرنے'' اور بعض کو ''اختیار نہ کرنے'' کے لئے ''ابنوں'' کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ ابن حجر نے یہ کہا ہے اور ابن فلاں نے وہ کہا ہے؟
جہاں تک ''صحیح'' اور ''حسن'' روایات کی پیروی کے دعویٰ کا تعلق ہے۔
تو اس پر سب سے پہلا سوال یہ ہے:
کیا ''صحیح'' روایت ''حسن'' نہیں ہوتی؟ ''قبیح'' ہوتی ہے؟
کیا ''حسن'' روایت ''صحیح'' نہیں ہوتی؟ ''غلط'' ہوتی ہے؟
سوال یہ ہے: ''صحیح'' کی تعریف کیا ہے؟
''وہ خبر واحد، جس کو ''عادل'' راوی نے نقل کیا ہو جس کا ضبط ''تام'' ہو اس روایت کی سند متصل ہو اس میں کوئی علت نہ ہو وہ شاذ نہ ہو''۔ (شرح نخبۃ الفکر)
یہ تعریف کس نے بیان کی ہے؟
ابن حجر نے
پھر وہی ''ابنے''؟
ابن حجر کا زمانہ کون سا ہے؟
ابن حجر 773 ہجری میں پیدا ہوئے اور 852ھ میں انتقال کیا۔
کیا پہلی صدیوں کے محدثین نے ''صحیح حدیث'' کی کوئی تعریف تحریر نہیں کی؟
''صحاح ستہ'' کے مؤلفین میں سے کسی ایک نے ''صحیح حدیث'' کی کوئی تعریف بیان کی ہے؟
امام ترمذی تو ایک ہی حدیث کو ''حسن صحیح'' قرار دے دیتے ہیں۔
پھر آپ جس ''صحیح'' کی پیروی کرنا چاہتے ہیں اس کا مستند ہونا کہاں سے ثابت ہوگا؟
عرض کی گئی: وہ کہتے ہیں ہم صرف ''صحیحین'' یعنی ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی پیروی کرتے ہیں۔
ارشاد فرمایا: اس کا مطلب یہ ہوا آپ ''صحاح ستہ'' کی باقی چار کتابوں کو ''صحیح'' نہیں مانتے ہیں؟
چلیں ہم آپ کی ''صحیحین'' ہی کی بات کر لیتے ہیں۔
صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے کون سی کتاب زیادہ مستند ہے؟
عرض کی گئی: یقینی طور پر ''صحیح بخاری''
ارشاد فرمایا: کیا صحیح بخاری کی تمام تر احادیث ''صحیح'' ہیں؟
عرض کی گئی: جی ہاں! ''صحیح بخاری'' کی تمام تر احادیث ''صحیح'' ہیں۔

ارشاد فرمایا: کیا صحیح بخاری کے راویوں میں سے کسی پر ''جرح'' بھی کی گئی ہے؟
عرض کی گئی: بعض لوگوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن امام بخاری کے مقابلے میں ان معترضین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا: امام بخاری نے 296 اساتذہ سے، صحیح بخاری کی تمام تر روایات نقل کی ہیں۔
ان 296 اساتذہ میں سے ایک امام بخاری وامام مسلم کے استاد محمد بن یحییٰ بن عبداللہ ذہلی ہیں۔
جنہوں نے اپنے (اور امام مسلم کے) وطن مالوف ''نیشاپور'' میں امام بخاری کا ''درس حدیث'' بند کروا دیا تھا
کیونکہ ''ذہلی'' کے نزدیک ''بخاری'' کا ''عقیدہ'' ٹھیک نہیں تھا۔
ذہلی، بخاری و مسلم کے استاد ہیں، ''اہل رائے'' نہیں ہیں۔
عرض کی گئی: ذہلی نے یہ ''غلط'' کیا تھا۔ مؤرخین نے یہ بات بیان کی ہے۔
ارشاد فرمایا: چلیں ہم مان لیتے ہیں۔ ذہلی نے ''غلطی'' یا ''غلط فہمی'' کی وجہ سے ''بخاری'' کا درس بند کروا دیا تھا مگر آپ کی ''دوسری صحیح'' کے مؤلف ''امام مسلم'' کے سامنے تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی ''صحیح مسلم'' میں امام بخاری سے کوئی ایک بھی روایت نقل کیوں نہیں کی؟
ذہلی نے بخاری کا ''درس'' بند کروا دیا اور مسلم نے ان سے کوئی ایک روایت نقل کرنے کی بھی زحمت نہیں کی۔
اس کا مطلب کیا ہوا؟
ان دونوں نے عملی طور پر بخاری کو ''متروک الحدیث'' قرار دیدیا؟
عرض کی گئی: امام مسلم نے امام بخاری سے روایات اس لئے نقل نہیں کی ہیں کیونکہ امام بخاری اپنی ''صحیح'' میں انہیں نقل کر چکے تھے۔
ارشاد فرمایا: اگر اس توجیہہ کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر امام مسلم کو ایسی کوئی بھی ''صحیح روایت'' نقل نہیں کرنی چاہئے تھی جسے امام بخاری اپنی ''صحیح'' میں نقل کر چکے ہوں۔
حالانکہ ایسا نہیں ہے انہوں نے ایسی بہت سی روایات نقل کی ہیں جنہیں امام بخاری بھی اپنی ''صحیح'' میں نقل کر چکے تھے، ان روایات کو شیخ فو اد عبدالباقی نے ''اللؤلؤ والمرجان'' میں نقل کیا ہے۔
''اللؤلؤ والمرجان'' کی احادیث کی تعداد 1906 ہے۔
یہاں یہ بات یاد رہے امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں جو روایات نقل کی ہیں۔ الفاظ یا سند کے اختلاف کے ہمراہ ان ''مکرر'' روایات کی تعداد 7000 سے کچھ زیادہ ہے۔
ورنہ اگر ان میں سے ''مکررات'' کو حذف کر دیا جائے تو ان کی تعداد 2000 کے لگ بھگ رہ جائے گی۔
یہاں ایک اور پہلو بھی ہے۔
بعض روایات نقل کرنے میں ''امام بخاری'' منفرد بھی ہیں۔

یعنی بعض ایسی روایات بھی ہیں جنہیں امام بخاری نے ''صحیح روایت'' کے طور پر اپنی ''صحیح'' میں نقل کیا ہے مگر امام مسلم نے ''صحیح مسلم'' میں اسے نقل نہیں کیا۔

اگر امام مسلم، امام بخاری کو ''متروک الحدیث'' نہیں سمجھتے تھے؟ تو ان روایات میں سے ہی کوئی ''ایک آدھ صحیح'' روایت نقل کر دیتے۔

''صحاح ستہ'' کے بقیہ چار مؤلفین میں سے امام ترمذی نے 49 روایات امام بخاری کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ کچھ باقاعدہ روایات ہیں اور کچھ کی سند میں ''تحویل'' کے بعد یہ ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

امام نسائی نے امام بخاری کے حوالے سے صرف ''1'' روایت ''سنن نسائی'' میں نقل کی ہے۔

ارشاد فرمایا: یہ تمام تفصیلات حیران کن ہیں۔

عرض کی گئی: آج ہمارے بعض مہربان جس ''صحیح بخاری'' کی بنیاد پر امام اعظم کے خلاف زبانِ طعن دراز کرتے ہیں اس کی اصل حقیقت یہ ہے۔

''صحاح ستہ'' کے بقیہ پانچ مؤلفین میں سے کسی ایک نے بھی امام بخاری سے ''صحیح بخاری'' کو روایت نہیں کیا ہے۔

صحیح بخاری روایت کرنے والا شخص کون ہے؟

امام بخاری سے ''صحیح بخاری'' کے راوی امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر فربری ہیں۔ جو صحیح بخاری روایت کرنے والے سب سے مشہور راوی ہیں۔

آپ صرف اس ایک نقطے پر غور کر لیں کہ صحاح ستہ کے بقیہ پانچ مؤلفین کے بارے میں ''مؤرخین'' نے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے امام بخاری سے احادیث کا ''سماع'' کیا ہے۔

اس سماع میں سے صرف پچاس روایات ثابت ہیں۔

اور کسی مؤرخ نے یہ بات بیان نہیں کی ہے کہ صحاح ستہ کے بقیہ پانچ مؤلفین نے ''درس بخاری'' لیا ہو۔

بعد کے زمانوں میں آنے والے محدثین میں سے ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم نیشاپوری اور دار قطنی نے علم حدیث کی تدوین کے کام میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں لیکن آپ ان کتابوں کی تحقیق کر لیں۔

ان میں سے کتنی روایات ''صحیحین'' کے فاضل مؤلفین یعنی ''امامین'' سے منقول ہیں؟

''صحیح بخاری'' کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' قرار دینے والے افراد ''بعد کی صدیوں'' سے تعلق رکھتے ہیں۔

کم از کم صحاح ستہ کے بقیہ پانچ مؤلفین تو اس نظریے کے قائل نظر نہیں آتے۔

اس تمام بحث کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی ذاتی ترجیح کے مطابق عقیدہ اور نظریہ اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔

کوئی شخص ''ائمہ متبوعین'' کو چھوڑ کر اپنے مسلک کی ''مساجد کے ائمہ'' کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو اس کی مرضی ہے لیکن جب وہ ہمارے عقائد و نظریات پہ انگلی اٹھانے کی کوشش کرے گا تو پھر ہم اس پر واضح کر دیں گے کہ تم جس چیز کو بنیاد بنا رہے ہو وہ اس لائق نہیں ہے کہ اسے دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

عرض کی گئی: ہم نے یہ گزارش کی تھی کہ امام محمد پر بعض لوگوں نے کچھ منفی قسم کے ریمارکس دیئے ہیں۔ ان کے بارے میں

آپ کیا کہتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: اس بارے میں ہمارے ہاں دو حوالے رائج ہیں۔

پہلا حوالہ ''میزان الاعتدال'' ہے اس کتاب کے مصنف شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی ہیں جو 673 ہجری میں پیدا ہوئے اور 748 ہجری میں فوت ہوئے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام محمد کے بارے میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔

''ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی فقہاء میں سے ہیں۔ امام نسائی اور دیگر فقہاء نے ان کے حافظے کے حوالے سے انہیں ''لین'' قرار دیا ہے۔ انہوں نے امام مالک اور دیگر حضرات سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ علم اور فقہ کا سمندر ہے جبکہ امام مالک سے روایات نقل کرنے میں ''قوی'' حیثیت کے مالک ہیں''۔

آٹھویں صدی ہجری سے تعلق رکھنے والے حافظ ابوالفضل احمد بن علی عسقلانی شافعی جو تاریخ میں ''ابن حجر'' کے نام سے معروف ہیں۔ انہوں نے ''میزان الاعتدال'' کی تہذیب وتشریح کی ہے جس کا نام انہوں نے ''لسان المیزان'' تجویز کیا۔

ابن حجر نے ذہبی کے الفاظ نقل کرنے کے بعد امام محمد کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔

اس تعارف کے دوران ابن حجر نے یہ بات تحریر کی ہے۔

عباس دوری نے یحیٰی بن معین کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

''میں نے محمد بن حسن سے (ان کی کتاب) الجامع الصغیر نوٹ کی ہے۔''

اس کے بعد ابن حجر نے محمد بن سعد صوفی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ یحیٰی بن معین نے ان پر کذب (جھوٹی روایات نقل کرنے) کا الزام لگایا ہے۔

ابن حجر نے امام محمد پر تیسرا الزام یہ نقل کیا ہے۔

''وہ جہمی عقائد کے مالک تھے جبکہ بعض نے یہ کہا ہے وہ عقیدہ ارجاء رکھتے تھے۔''

یہ چار بنیادی نکات ہیں۔

1- امام محمد ضعیف تھے

2- ان پر کذب کا الزام ہے

3- وہ جہمی عقائد کے مالک تھے

4- وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے

شیخ ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی نے اپنی کتاب ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' میں عباس دوری کے حوالے سے یحیٰی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

محمد بن حسن شیبانی ''لیس بشیء'' ہیں۔

جبکہ معاویہ نامی راوی کے حوالے سے یحیٰی بن معین کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

''محمد بن حسن بغدادی ضعیف ہے۔''

شیخ ابو حاتم محمد بن حبان نے اپنی کتاب ''المجروحین'' میں یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے ''محمد بن حسن کذاب ہے''
جبکہ شیخ ابو جعفر محمد بن عمر بن ابو موسیٰ العقیلی نے اپنی کتاب ''الضعفاء الکبیر'' میں یحییٰ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''محمد بن حسن ''لیس بشیء'' ہیں''

ابن جوزی نے احمد بن حنبل کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

''وہ لیس بشیء ہے اور اس کی حدیث نوٹ نہیں کی جائے گی۔''

ان تمام روایات کی روشنی میں ہمارے سامنے یہ بات آگئی۔

احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے امام محمد بن حسن شیبانی کو ''لیس بشیء'' قرار دیا ہے۔

بعض راویوں کے مطابق ان حضرات نے انہیں ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

نسائی نے انہیں ''لین'' قرار دیا ہے۔

اور یہ سب باتیں متاخرین اہل علم میں سے شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن حجر عسقلانی نے نقل کی ہیں۔

یہاں پہلی بات یہ ہے ذہبی نے صرف یہ نقل کیا ہے۔

''نسائی اور دیگر محدثین نے انہیں ان کے حافظے کے حوالے سے ''لین'' (کمزور) قرار دیا ہے''۔

اس کا مطلب یہ ہوا' پھر امام محمد کے بارے میں نسائی کی وہ رائے نہیں ہے' جو یحییٰ بن معین کے حوالے سے نقل کی گئی ہے' جس کے مطابق یحییٰ نے امام محمد پر کذب کا الزام لگایا ہے۔

اس کے بعد ذہبی کا اپنا تبصرہ یہ ہے: امام مالک سے روایات نقل کرنے میں وہ ''قوی'' حیثیت کے مالک ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نسائی کا امام محمد کو مطلق طور پر ''لین'' قرار دینا ذہبی کے نزدیک محل نظر ہے۔

ذہبی نے خود امام محمد کو ''علم اور فقہ کا سمندر'' قرار دیا ہے۔

یعنی یہاں ذہبی نے نسائی کے الفاظ نقل کیے ہیں لیکن ان کی اپنی رائے نسائی سے مختلف ہے۔

ہوسکتا ہے یہاں آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ذہبی کے بقول امام محمد' امام مالک سے روایات نقل کرنے میں قوی ہیں جب کہ باقی محدثین سے روایات نقل کرنے میں ضعیف ہیں۔

تو یہاں سوال یہ پیدا ہوگا۔

وہ ''ضعف'' امام محمد میں موجود ہے۔

یا پھر وہ ''ضعف'' ان روایات میں پایا جاتا ہے جو امام محمد نے دیگر محدثین کے حوالے سے نقل کی ہیں؟

اگر یہ ضعف امام محمد میں موجود ہوتا تو انہیں ''قوی'' نہ کہا جاتا۔

اب دوسری صورت صرف یہ رہ جاتی ہے کہ وہ ضعف ان روایات میں موجود ہے جو امام محمد نے دوسرے محدثین کے حوالے سے نقل کی ہیں۔

میرے عزیز! یہ امام محمد کی انفرادیت نہیں ہے۔

یہ ضعف تو امام بخاری کی نقل کردہ روایات میں بھی پایا جاتا ہے۔
ناصر الدین البانی نے ''الادب المفرد'' کی کئی احادیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔
آپ یہ کہہ سکتے ہیں ''الادب المفرد'' مجرد صحیح احادیث کا مجموعہ نہیں ہے۔ اس لئے بخاری نے اس میں صحت کا التزام نہیں کیا۔
ہم یہ گزارش کریں گے موطا بھی مجرد صحیح احادیث کا مجموعہ نہیں ہے۔ اس لئے امام محمد نے بھی اس میں صحت کا التزام نہیں کیا۔
امام نسائی نے امام محمد کو ''لین'' قرار دے دیا ہے لیکن خود انہوں نے اپنی ''سنن کبریٰ'' اور ''سنن صغریٰ'' جو ہمارے ہاں سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے، ان میں کتنے ہی ضعیف راویوں سے روایات نقل کی ہیں۔
اور سنن نسائی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے بہت زیادہ مکرر روایات نقل کی ہیں۔
امام محمد جتنا ضعف تو صحاح ستہ کے ''سینکڑوں'' راویوں میں پایا جاتا ہے۔
امام محمد پر دوسرا الزام کذب کا ہے۔
اس الزام کی نسبت احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کی طرف کی گئی ہے۔
بعض راویوں نے یہ بات نقل کی ہے۔
امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے انہیں کذاب قرار دیا ہے۔
یہاں ہم سب سے پہلے امام محمد پر لگائے جانے والے ''کذب'' کے الزام کا جائزہ لیتے ہیں۔
سوال یہ ہے: امام محمد نے کون سی بات ''کذب'' کے طور پر بیان کی ہے؟
اگر آپ یہ کہیں: یحییٰ بن معین نے غلط کہا ہوگا؟
تو ہم یہ گزارش کریں گے: کیا یحییٰ بن معین معصوم عن الخطاء ہیں؟
یحییٰ بن معین نے کذب کا الزام بلوچستان کے کسی پسماندہ گاؤں کی مسجد کے امام پر نہیں لگایا۔
امام محمد بن حسن شیبانی مسلمانوں کے جلیل القدر امام ہیں۔
جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا کہ امام ابوجعفر طحاوی نے ''العقیدۃ الطحاویہ'' میں فقہائے ملت کے نظریات کے مطابق عقائد کا تذکرہ کیا ہے' تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ تمام بدمذہب لوگوں کے باطل نظریات کے مقابلے میں مسلمانوں کا صحیح عقیدہ یہ ہونا چاہیے۔
اب اگر کوئی شخص ہمارے زمانے میں کھڑا ہو کر امام محمد کو نعوذ باللہ ''جہمی'' کہتا ہے تو ہم اُسے یہی کہیں گے: اس طرح تو امام بخاری بھی ''معتزلی'' تھے ورنہ ذہلی کو کیا ضرورت تھی کہ ان کا درسِ حدیث بند کرواتے؟
اور امام مسلم کو کیا ضرورت تھی کہ وہ بخاری کی روایات ترک کر دیتے؟
اس سے بھی آگے آجائیں بعد میں آنے والے زمانوں کے محدثین نے بخاری کے حوالے سے کیا نقل کیا ہے؟
آپ اس کتاب ''موطا امام محمد'' کی تحقیق کریں۔
اس میں جو روایات امام مالک کے حوالے سے منقول ہیں' وہی روایات آپ کو ''موطا امام مالک'' کے اس نسخے میں مل جائیں گی جسے یحییٰ بن یحییٰ مصمودی نے نقل کیا ہے' اور وہی روایات بخاری' مسلم' نسائی' ابوداؤد' ترمذی' ابن ابی شیبہ' عبدالرزاق' ابن حبان

وغیرہ سب نے امام مالک کی اسی سند کے حوالے سے نقل کی ہوں گی۔

ابن حبان اور ابن خزیمہ کی ہم بات نہیں کرتے لیکن ان دونوں کا دعویٰ تو یہی ہے کہ ان کی مرتب کردہ کتابیں ''صحیح'' احادیث کا مجموعہ ہیں تو ان میں سے کتنی صحیح احادیث امام بخاری یا امام مسلم کے حوالے سے منقول ہیں۔

امام بخاری کا انتقال 250 ہجری کے آس پاس ہوا۔ ان کے انتقال کے کم وبیش 70 سال بعد امام حاکم پیدا ہوئے جنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ ''شیخین'' کی ''صحیحین'' پر استدراک لکھیں گے۔

سوال یہ ہے: اس استدراک میں شیخین کے حوالے سے کتنے روایات نقل ہوئیں؟

آخر بخاری کی وہ ہزاروں اسانید کہاں گئیں؟

ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں: مسلمانوں کے جلیل القدر ائمہ متبوعین کو ''ضعیف'' کہنا بھی زیادتی ہے چہ جائیکہ انہیں ''کذاب'' کہہ دیا جائے۔

امام محمد کے قریبی زمانے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے عظیم امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی امام مالک سے استفادہ کرنے کے بعد عراق میں امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

انہوں نے بعض فقہی جزئیات میں امام محمد سے اختلاف کیا بالکل اسی طرح جس طرح امام محمد نے بعض فقہی جزئیات میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک سے اختلاف کیا ہے۔

عرض کی گئی: بعض حضرات یہ کہتے ہیں: آپ حنفی ہیں تو پھر آپ تمام مسائل میں امام ابوحنیفہ کی بات کیوں نہیں مانتے؟

ارشاد فرمایا: اگر آپ تحقیق کرنا چاہیں تو آپ کو احادیث وآثار کے قدیم ماخذ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو بخاری اور مسلم سے پہلے تصنیف ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک ماخذ مؤطا امام مالک ہے جس میں نبی اکرم کی احادیث کے ساتھ صحابہ کرام کے آثار اور تابعین کے اقوال سمیت امام مالک کی اپنی ذاتی فقہی آراء بھی منقول ہیں۔

سوال یہ ہے: امام مالک نے جو مؤطا تصنیف کی تھی اس میں انہوں نے اپنی ذاتی فقہی آراء بھی لکھی تھیں؟

امام مالک کی جو فقہی آراء ہیں اگر ان کے بارے میں حدیث موجود ہے تو پھر وہ امام مالک کی رائے تو نہ ہوئی حدیث کے مطابق فتویٰ ہوا تو وہاں حدیث نقل کرنے کی بجائے امام مالک کی فقہی رائے کیوں نقل کی گئی؟

اور اگر امام مالک کی فقہی رائے کے بارے میں حدیث منقول نہیں تھی اور یہ ان کی ''اپنی ذاتی رائے'' تھی تو پھر امام مالک ''اہلِ حدیث'' تو نہ ہوئے تو وہ ''اہل الرائے'' ہو گئے۔

یہی طرزِ عمل امام عبدالرزاق صنعانی اور امام ابن ابی شیبہ کوفی نے اختیار کیا ہے۔

یعنی انہوں نے ایک ہی مسئلے کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں صحابہ کرام کے آثار نقل کیے ہیں تابعین کی فقہی آراء نقل کی ہیں اور فقہی جزئیات کے بارے میں ان حضرات کی آراء کا مختلف ہونا بیان کیا ہے۔

تو آپ کیا کہیں گے؟

اگر ایک مسئلے کے بارے میں حضرت علی کی رائے حضرت عمر سے مختلف ہے تو کیا حضرت علی حضرت عمر کو نہیں مانتے تھے؟ یا حضرت عمر، حضرت علی کو نہیں مانتے تھے؟

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں دونوں میں سے کس کی رائے کو ماننا چاہیے؟

میرے عزیز!

مجتہد دلیل کا تابع ہوتا ہے اور دلیل کے اختلاف کی وجہ سے فقہی رائے مختلف ہو جاتی ہے۔

شیخ ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:

ومن ظن بابی حنیفة او غیره من ائمة المسلمین انهم یتعمدون مخالفة الحدیث الصحیح لقیاس او غیره فقد اخطأ علیهم وتکلم اما بظن واما بهوی

''اور جو شخص ابوحنیفہ یا مسلمانوں کے دوسرے کسی بھی امام کے بارے میں یہ گمان کرے کہ ان حضرات نے قیاس یا کسی اور وجہ سے حدیثِ صحیح کی مخالفت کی ہوگی تو اُس نے ان حضرات کے بارے میں **غلط سمجھا** اور اس کا یہ کلام (یعنی سوچ) یا گمان کی وجہ سے ہوگی یا خواہشِ نفس (کی پیروی) کی وجہ سے ہوگی''۔

(حرانی، ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ ''مجموع الفتاویٰ'' جزء ۲۰ (باب) صحة مذهب اهل المدینه)

ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم ائمہ متبوعین کے بارے میں زبانِ طعن دراز کریں۔

اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے کہ ائمہ متبوعین نے اگر کسی مقام پر کسی منقول روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیا تو اُس کی ممکنہ وجوہات کیا ہو سکتی ہیں؟ اور ساتھ میں انہوں نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے، جس کا نام ''رفع الملام عن ائمة الاعلام'' ہے۔

عرض کی گئی: بعض راویوں نے یہ بات نقل کی ہے ان حضرات نے انہیں ''لیس بشیء'' قرار دیا ہے۔

ارشاد فرمایا: یحییٰ بن معین کے شاگرد خاص عباس بن محمد دوری نے ''تاریخ ابن معین'' کے نام سے جو کتاب مرتب کی ہے اس میں یہی مذکور ہے۔

(عباس دوری بیان کرتے ہیں)

سمعت یحییٰ یقول محمد بن حسن الشیبانی لیس بشیء

میں نے یحییٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا محمد بن حسن الشیبانی لیس بشیء ہیں۔

سوال یہ ہے ''لیس بشیء'' سے مراد کیا ہے؟

اس کا جواب حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمے میں دیا ہے، وہ کہتے ہیں۔

''وذکر بن القطان الفاسی ان مراد بن معین بقوله فی بعض الروایات لیس بشیء یعنی ان احادیثه قلیلة جدا (الہدی الساری مقدمہ فتح الباری۔ الفصل التاسع فی سیاق اسماء من طعن فیه 421/1)

''ابن قطان نے یہ بات ذکر کی ہے کہ جب یحییٰ بن معین لیس بشیء کہیں تو اس سے مراد یہ ہے اس راوی کی روایات

بہت کم ہیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ اس توجیہہ کو تسلیم کر لیا جائے، تو پھر یہ سوال سامنے آئے گا خود یحییٰ بن معین سے کتنی روایات منقول ہیں؟

یحییٰ بن معین کے شاگردوں کی صف میں صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد شامل ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل نے بھی آپ سے احادیث روایت کی ہیں حالانکہ امام احمد بن حنبل آپ کے معاصرین میں شامل ہیں۔ یہ بات تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب میں مذکور ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن معین کے حوالے سے 3 روایات نقل کی ہیں۔

پہلی روایت کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین میں ہے۔

دوسری روایت کتاب المناقب باب اسلام ابی بکر الصدیق میں ہے۔

تیسری روایت کتاب تفسیر القرآن، سورۃ البقرہ باب قولہ: ثانی اثنین اذھمافی الغار میں ہے۔

امام مسلم نے بھی ان سے 3 روایات نقل کی ہیں۔

پہلی روایت کتاب الزکاۃ باب الحمل أجرۃ یتصدق بھا میں ہے۔

دوسری روایت کتاب النکاح باب ندب النظر الی وجہ المرأۃ میں ہے۔

تیسری روایت کتاب البیوع باب تحریم بیع الرطب بالتمر میں ہے۔

امام ابوداؤد نے یحییٰ بن معین کے حوالے سے 28 روایات نقل کی ہیں۔

امام ابن ماجہ نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے یحییٰ بن معین سے صرف ایک روایت نقل کی ہے جو کتاب الزھد باب ذکر القبر و البلی میں ہے۔

امام ترمذی نے یحییٰ بن معین کے حوالے سے دو روایات نقل کی ہیں۔

پہلی روایت ھناد کے حوالے سے یحییٰ بن معین سے منقول ہے جو ابواب الزھد میں ہے۔

دوسری روایت امام ابوداؤد کے حوالے سے یحییٰ بن معین سے منقول ہے جو ابواب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی میں ہے۔

حالانکہ اس روایت کو امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد میں نقل نہیں کیا ہے۔

تو پھر کیا خیال ہے؟ ہم یحییٰ بن معین کو بھی "لیس بشئ" اور "قلیل الحدیث" قرار دیدیں؟

عرض کی گئی: یحییٰ بن معین کو "امام الجرح والتعدیل" قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا: میرے بھائی امام محمد بن الحسن شیبانی" آپ کے ممدوح "یحییٰ بن معین" سے "بڑے امام" ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وُقُوْتُ الصَّلٰوةِ

باب 1 - نماز کے اوقات

1- قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ مَوْلٰى بَنِىْ هَاشِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَاَلَهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَا اُخْبِرُكَ صَلِّ الظُّهْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَآءَ مَابَيْنَكَ وَ بَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ فَاِنْ نِمْتَ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ فَلَا نَامَتْ عَيْنَاكَ وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ فِىْ وَقْتِ الْعَصْرِ وَكَانَ يَرَى الْاِسْفَارَ بِالْفَجْرِ .

وَاَمَّا فِىْ قَوْلِنَا فَاِنَّا نَقُوْلُ اِذَازَادَ الظِّلُّ عَلَى الْمِثْلِ فَصَارَمِثْلَ الشَّىْءِ وَزِيَادَةً مِّنْ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ وَ اَمَّا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ لَا يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ حَتّٰى يَصِيْرَ الظِّلُّ مِثْلَيْهِ .

✦✦ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں' تم ظہر کی نماز اس وقت ادا کرو' جب تمہارا سایہ تمہارے جتنا ہو اور عصر کی نماز اس وقت ادا کرو' جب تمہارا سایہ تم سے دوگنا (بڑا) ہو' مغرب اس وقت ادا کرو' جب سورج غروب ہو جائے' عشاء ایک تہائی رات تک ادا کر سکتے ہو۔ اگر تم نصف رات تک سوئے رہو' تو تمہاری آنکھ نہ لگے' صبح کی نماز تم اندھیرے میں ادا کرو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عصر کی نماز کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے ہے' تاہم وہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھنے کے قائل ہیں۔

جہاں تک ہماری رائے کا تعلق ہے' تو ہم بھی یہ کہتے ہیں: جب سایہ ایک مثل سے زیادہ ہو جائے' تو یہ شے کی مثل اور مزید ہوگا۔ اس وقت سے جب سورج ڈھل گیا تھا' تو اس وقت عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے' تو وہ فرماتے ہیں: عصر کا وقت اس وقت تک شروع نہیں ہوگا' جب تک سایہ دو مثل نہیں ہو جاتا۔

•••——•••——•••

حدیث 1: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب وقوت الصلاة' باب وقوت الصلاة .

حديث: 8اخرجه عبدالرزاق الصنعاني فى "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب المواقيت - حديث: 1970

شرح: یہاں مصنف نے باب میں لفظ ''وقوت'' استعمال کیا ہے' یہ جمع کثرت کا صیغہ ہے' امام مالک سے مؤطا نقل کرنے والے حضرات میں سے ایک بزرگ شیخ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ہیں جو ''ابن بکیر مصری'' کے نام سے معروف ہیں' انہوں نے مؤطا کا جو نسخہ نقل کیا ہے' اس میں یہاں لفظ ''اوقات'' استعمال کیا گیا ہے' جو جمع قلت کا صیغہ ہے اور جمع قلت کا صیغہ استعمال کرنا یہاں زیادہ مناسب ہوگا' کیونکہ فرض نمازوں کے اوقات صرف پانچ ہیں' لیکن کیونکہ روزانہ یہ اوقات بار بار سامنے آتے ہیں' اس لیے یہاں جمع کثرت کا صیغہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور جمع کے یہ دونوں صیغے ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں۔

یہ روایت ''موقوف'' ہے' جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن رافع کو نمازوں کے اوقات کے بارے میں بتایا۔

نمازوں کے اوقات کے بارے میں فقہائے کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''بے شک اہلِ ایمان پر نماز مخصوص اوقات میں لازم کی گئی ہے''۔ (النساء:۱۰۳)

اس بات پر بھی تمام مسلمانوں کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے پانچ نمازوں کے اپنے' اپنے مخصوص اوقات ہیں اور ان نمازوں کے لیے یہ اوقات شرط ہیں۔

اس بات پر بھی تمام مسلمانوں کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ ہر نماز کے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ایک وہ وقت ہے' جس میں نماز ادا کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' جبکہ دوسرا وہ وقت ہے' جس میں نماز ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

ظہر کی نماز کا وقت

اس بات پر بھی تمام اہلِ علم کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ ظہر کی نماز کے وقت کا آغاز سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے۔

ظہر کی نماز کا وقت ختم کس وقت ہوتا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کی رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ امام محمد نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے۔

امام ابویوسف' امام محمد کے ہمراہ امام مالک' امام شافعی اور دیگر بہت سے فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' کہ ظہر کی نماز کا آخری وقت وہ ہے' جب کسی بھی چیز کا سایہ زوال کے وقت موجود اس کے اصلی سایہ کے علاوہ' ایک مثل ہو جائے۔

اس مؤقف کے قائلین اپنے مؤقف کی تائید میں وہ روایت پیش کرتے ہیں' کہ جس میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں پڑھائی تھیں' پھر یہ بتایا تھا کہ ان دو اوقات کا درمیانی وقت آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے نمازوں کا مخصوص وقت ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

''ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک نماز کو تاخیر سے ادا کیا' تو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور انہیں بتایا: ایک مرتبہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک نماز کو تاخیر سے ادا

کیا تھا۔ ان دنوں وہ عراق کے گورنر تھے تو حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے مغیرہ! یہ آپ نے کیا کیا ہے آپ کو پتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تھے۔ انہوں نے نماز ادا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے نماز ادا کی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے بھی نماز ادا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے نماز ادا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے نماز ادا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز ادا کی پھر انہوں نے بتایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ذرا جائزہ لیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اوقات کے بارے میں بتایا ہوگا؟ تو عروہ نے کہا: حضرت بشیر بن ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے اسی طرح حدیث نقل کی ہے"۔

اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کی نماز اس وقت پڑھائی تھی جب کسی بھی چیز کا سایہ ایک مثل تھا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ ظہر کی نماز کا آخری وقت ایک مثل سایہ تک ہے' اس کے بعد عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

لیکن احناف کی طرف سے اس روایت پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن عصر کی نماز اور دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت ادا کی تھی جب کسی بھی چیز کا سایہ ایک مثل ہوتا ہے۔

جبکہ اس بات پر تمام اہل علم کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ ہر نماز کا اپنا مخصوص وقت ہوتا ہے' کوئی وقت ایسا نہیں ہے' جس میں دو نمازیں ادا کرنا درست ہو' اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی وقت میں پہلے دن عصر کی نماز اور دوسرے دن ظہر کی نماز ادا کی تھی اور یہ بات اصولی طور پر درست نہیں ہو سکتی' اس لیے یہاں اس بات کا امکان موجود ہے کہ راوی کو یہ روایت نقل کرنے میں سہو ہو گیا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی امامت سے متعلق روایت کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

حدیث جبریل میں نمازوں کے اوقات کے حوالے سے ایک اور سوال بھی احناف کی طرف سے اُٹھایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام نے دوسرے دن عصر کی نماز اس وقت ادا کی تھی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جاتا ہے اور اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کا وقت ہے اور ان دونوں اوقات کا درمیانی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن عصر کی نماز ایک مثل ہونے پر ادا کی تھی اور دوسرے دن دو مثل ہونے پر ادا کی تھی۔ اور روایت کے آخری الفاظ سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ان دونوں اوقات کے درمیان ہے' حالانکہ اس بات پر تمام اہل علم کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ عصر کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے سے پہلے تک باقی رہتا ہے۔

عصر کے آخری وقت کے بارے میں بعض روایات منقول ہیں' جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ''جو شخص سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت پالیتا ہے' وہ صبح کی نماز کو پالیتا ہے اور جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت پالیتا ہے' وہ عصر کی نماز پالیتا ہے''۔

یہ حدیث مختلف اسناد کے ساتھ منقول ہے۔

ظہر کے آخری وقت کے بارے میں فقہائے احناف کی طرف سے بعض دیگر روایات بھی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی نماز کے لیے اذان دینے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی گرمی کم ہو جانے دو' ابھی گرمی کم ہو جانے دو۔ (روایت کے الفاظ کا لغوی ترجمہ یہ ہے: ابھی ٹھنڈک ہو جانے دو' ابھی ٹھنڈک ہو جانے دو)

راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں: ابھی انتظار کرو' ابھی انتظار کرو۔

(راوی کہتے ہیں' کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) بے شک گرمی کی شدت' دوزخ کی تپش کا حصہ ہے' تو جب گرمی زیادہ ہو' تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کیا کرو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ہم لوگ ظہر کی نماز کو اس وقت ادا کیا کرتے تھے) جب ہم ٹیلوں کے سائے کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

اس روایت کو مختلف طرق سے روایت کیا گیا ہے۔

احناف یہ سوال اُٹھاتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: ''ابھی ٹھنڈک ہو جانے دو''۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ذرا تاخیر سے ادا کیا کرتے تھے اور حجاز کی سرزمین کی صورت حال دیکھتے ہوئے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز اس وقت ادا کرتے ہوں گے جب کسی بھی چیز کا سایہ اس کے اصل سایہ سے ایک مثل سے زیادہ ہو چکا ہوتا تھا' کیونکہ کھلے ریگستان میں ٹیلوں کا سایہ اس وقت تک نمودار نہیں ہوتا جب تک سورج زیادہ ڈھل نہ چکا ہو۔

احناف نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی امامت سے متعلق روایت اور ظہر کی نماز ٹھنڈک میں ادا کرنے کی روایت کے درمیان اگر تعارض کو درست تسلیم کر لیا جائے' تو امامت جبریل سے متعلق روایت کیونکہ پہلے کی ہے' اس لیے اسے ''منسوخ'' قرار دیا جائے گا۔

احناف اپنے مؤقف کی تائید میں ایک اور روایت بھی پیش کرتے ہیں' کہ جس میں ایک اور بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عصر کی نما کا وقت ظہر کی نماز کے وقت سے کم ہوتا ہے۔

اس روایت میں یہ بات صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ جن لوگوں نے ظہر سے لے کر عصر تک کام کیا تھا' کام کی مدت زیادہ تھی اور انہیں اجر کم ملا۔

ظہر سے لے کر عصر تک کام اسی وقت زیادہ ہوسکتا ہے کہ جب ظہر سے لے کر عصر تک کا درمیانی وقت اس وقت سے زیادہ ہو جو عصر اور مغرب کے درمیان ہوتا ہے۔

اگر ایک مثل سائے کو ظہر کا آخری وقت تسلیم کر لیا جائے' تو اس صورت میں عصر کے وقت کا دورانیہ زیادہ ہو جائے گا اور ظہر کے وقت کا دورانیہ کم ہو جائے گا۔

کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کے خلاف ہے۔

اس لیے انہوں نے یہاں اپنے مؤقف کی تائید میں روایات نقل کر دی ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت نقل کی ہے' یہ روایت ''موقوف'' ہے' لیکن چونکہ نمازوں کے اوقات کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے ذریعے ہوسکتا ہے' اس لیے حکمی اعتبار سے یہ روایت ''مرفوع'' شمار ہو گی۔

اس روایت کے ذریعے بھی احناف کے مؤقف کی تائید ہو جاتی ہے' کیونکہ اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن رافع کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ تم ظہر کی نماز اس وقت ادا کرو' جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کے مطابق اگر ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے' تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مخاطب کو عصر کی نماز کے وقت میں ظہر کی نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔

یہاں یہ سوال اُٹھایا جا سکتا ہے کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ شاید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہو کہ تم ظہر کی نماز اس وقت ادا کیا کرو' جب تمہارا سایہ ایک مثل ہونے کے قریب ہو' لیکن روایت کے الفاظ سے اس بات کی تائید نہیں ہوتی' کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازوں کے اوقات کے لیے لفظ ''اذا'' استعمال کیا ہے' یعنی جب اس طرح کی صورتِ حال ہو جائے' تو اس کے بعد تم نے نماز ادا کرنی ہے' جیسا کہ مغرب کی نماز کے بارے میں ان کے یہ الفاظ ہیں: ''جب سورج غروب ہو جائے'' یعنی سورج غروب ہو جانے کے بعد تم نے مغرب کی نماز ادا کرنی ہے' تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ ظہر کی نماز کے بارے میں بھی انہوں نے یہی فرمایا ہے کہ جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو چکا ہو' اس وقت تم نے ظہر کی نماز ادا کرنی ہے اور جب تمہارا سایہ دو مثل ہو چکا ہو' تو اس کے بعد تم نے عصر کی نماز ادا کرنی ہے۔ اس کا مطلب یہی بنتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو مثل سایہ ہونے سے پہلے عصر کی نماز ادا کرنا درست نہیں ہوگا اور ایک مثل سایہ ہونے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا درست ہوگا' باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

قاضی ابن رشد مالکی کے بیان کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عصر کے آخری وقت کے بارے میں دو طرح کی روایات منقول ہیں۔

ایک روایت کے مطابق ان کے نزدیک جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جاتا ہے' تو عصر کا آخری وقت ختم ہو جاتا ہے' امام شافعی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک کے نزدیک عصر کی نماز کا آخری وقت اس وقت تک برقرار رہتا ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو چکا ہو۔ امام احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی مؤقف کے قائل ہیں۔

لیکن ان کا یہ مؤقف دیگر احادیث سے غلط ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے یہ روایت نقل کر چکے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی:

''جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت پالے اس نے عصر کی نماز کو پالیا''۔

احناف کے نزدیک عصر کی نماز کو سورج زرد ہونے کے بعد ادا کرنا مکروہ ہے' تاہم اس کا آخری وقت سورج غروب ہونے تک برقرار رہتا ہے۔ احناف کے نزدیک عصر کی نماز اس کے ابتدائی وقت میں ادا کر لینا مستحب ہے۔

مغرب کی نماز کے وقت کے بارے میں بھی اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث امامت جبریل میں یہ بات منقول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دونوں دنوں میں مغرب کی نماز ایک ہی وقت میں ادا کی تھی' اس لیے بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ مغرب کی نماز کا ایک وقت متعین ہے' اس میں توسیع کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مشہور روایات کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک مغرب کی نماز کے وقت میں بھی توسیع کی گنجائش موجود ہوتی ہے' ان فقہاء کے نزدیک مغرب کا وقت سورج غروب ہونے سے شروع ہو کر شفق غروب ہونے تک باقی رہتا ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام احمد بن حنبل اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' بعض روایات کے مطابق امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مؤقف ہے۔

عشاء کی نماز کے بارے میں بھی اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کس وقت تک باقی رہتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشاء کا ابتدائی وقت اس وقت شروع ہوتا ہے' جب شفق غروب ہو جاتی ہے' تاہم شفق غروب ہونے سے مراد کیا ہے' اس کے بارے میں اہلِ علم کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو آسمان پر نمودار ہوتی ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق سے مراد وہ سفیدی ہے' جو سرخی کے چھپ جانے کے بعد آسمان پر نظر آتی ہے' شفق غروب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشاء کی نماز کو تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے' جس کے یہ الفاظ ہیں:

''اگر مجھے اپنی اُمت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس نماز کو نصف رات تک مؤخر کر دیتا''۔

عشاء کی نماز کے آخری وقت کے بارے میں تین اقوال موجود ہیں:

ایک قول کے مطابق جب تک رات کا تہائی حصہ نہیں گزر جاتا' تب تک عشاء کا وقت باقی رہتا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق

نصف رات تک باقی رہتا ہے اور تیسرے قول کے مطابق صبح صادق تک عشاء کا آخری وقت باقی رہتا ہے۔

فجر کی نماز کے وقت کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان یہ اتفاق پایا جاتا ہے کہ فجر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے' جب صبح صادق طلوع ہوچکی ہوتی ہے اور اس وقت تک باقی رہتا ہے' جب تک سورج نہیں نکل آتا۔

تاہم فجر کے مستحب وقت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب' سفیان ثوری اور عراق سے تعلق رکھنے والے فقہاء کے نزدیک فجر کی نماز کا مستحب وقت وہ ہے' جب صبح روشن ہوچکی ہوتی ہے۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک فجر کی نماز کو اندھیرے میں ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو کیونکہ یہ چیز زیادہ اجر کا باعث ہے''۔

2- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ .

✧✧ عروہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا کر لیتے تھے جبکہ دھوپ ان (یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کے حجرے میں موجود ہوتی تھی اور ابھی اوپر نہیں چڑھی ہوتی تھی۔

•••——•••——•••

حدیث 2: يصلي العصر والشمس في حجرتها قبل أن تظهر اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب مواقيت الصلاة' باب مواقيت الصلاة وفضلها - حديث:508 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب أوقات الصلوات الخمس - حديث:992 مستخرج أبي عوانة - مبتدأ أبواب مواقيت الصلاة' وان جبريل ام بالنبي صلى الله عليه وسلم فصلى فبين له - حديث:771 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب فرض الصلاة - ذكر عدد الصلوات المفروضات على المرء في يومه وليلته' حديث:1466 اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب وقوت الصلاة' باب وقوت الصلاة - حديث:1 اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الصلاة' باب في مواقيت الصلاة - حديث:1217 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب في وقت صلاة العصر - حديث:348 اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب وقت العصر - حديث:2001 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب صلاة العصر هل تعجل أو تؤخر ؟' حديث:702 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب المواقيت - حديث:1573 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب تعجيل صلاة العصر' حديث:1927 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب تعجيل صلاة العصر' حديث:1928 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' جماع مواقيت الصلاة - حديث:592 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' العصر - حديث:679

شرح: اس روایت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت عصر کی نماز ادا کرتے تھے' اس وقت دھوپ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں موجود ہوتی تھی اور ابھی وہ اوپر نہیں گئی ہوتی تھی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس وقت سورج زیادہ ڈھلا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ روایت کے الفاظ میں ''شمس'' یعنی سورج سے مراد اس کی روشنی یعنی دھوپ ہے اور ظاہر ہونے سے مراد دھوپ کا اوپر جانا اور سائے کا پھیل جانا ہے۔

3- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِی ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلٰی قُبَا فَيَاْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

✧✧ ابن شہاب زہری' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: ہم عصر کی نماز ادا کر لیتے تھے۔ پھر کوئی شخص قباء کی طرف جاتا تھا اور وہاں پہنچ جاتا تھا تو سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

شرح: اس روایت میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ جب ہم لوگ عصر کی نماز ادا کر لیتے تھے' تو اس کے بعد اگر کوئی شخص قبا چلا جاتا تو وہاں پہنچنے کے باوجود سورج بلند نہ ہوتا تھا۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ امام نسائی نے یہ بات بیان کی ہے کہ روایت کے الفاظ میں لفظ ''قبا'' نقل کرنے میں امام مالک کی متابعت نہیں کی گئی' زیادہ تر راویوں نے لفظ (عوالی) یعنی نواحی علاقہ نقل کیا ہے۔

جیسا کہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے حوالے سے ابن شہاب زہری کا یہ بیان نقل کیا ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''نواحی علاقے تک''۔

شیخ ابن عبدالبر نے بھی یہ بات نقل کی ہے کہ ابن شہاب زہری کے اکثر شاگردوں نے ''نواحی علاقے'' نقل کیا ہے۔

حدیث 3: ثم يذهب الذاهب اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب مواقيت الصلاة' باب وقت العصر - حديث:536 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب استحباب التبكير بالعصر - حديث:1019 مستخرج أبی عوانة - مبتدأ ابواب مواقيت الصلاة' صفة وقت صلاة العصر - حديث:805 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب مواقيت الصلاة - ذكر خبر ثان يصرح بصحة ما ذكرناه' حديث:1537 اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودی - كتاب الصلاة' باب وقوت الصلاة - حديث:10 اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب وقت العصر - حديث:1237 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب صلاة العصر هل تعجل أو تؤخر ؟' حديث:691 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب صلاة العصر هل تعجل أو تؤخر ؟' حديث:692 اخرجه الدارقطنی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب ذكر بيان المواقيت واختلاف الروايات فی ذلك - حديث:856 ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب تعجيل صلاة العصر' حديث:1920 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' العصر - حديث:676 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند أنس بن مالك رضی الله تعالى عنه - حديث:13007 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند أنس بن مالك رضی الله تعالى عنه - حديث:13044 مسند الشافعی - باب : ومن كتاب استقبال القبلة فی الصلاة' حديث:100 اخرجه ابويعلى فی "مسنده"، الزهری' حديث:3505

فاضل لکھنوی کے بیان کے مطابق تنویرالحوالک میں یہ بات مذکور ہے کہ قبا' مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

4- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰی بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ تَاْخِيْرُ الْعَصْرِ اَفْضَلُ عِنْدَنَا مِنْ تَعْجِيْلِهَا اِذَا صَلَّيْتَهَا وَالشَّمْسُ بَيْضَآءُ نَقِيَّةٌ لَمْ تَدْخُلْهَا صُفْرَةٌ وَبِذٰلِكَ جَاءَتْ عَامَّةُ الْاٰثَارِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ الْفُقَهَآءِ اِنَّمَا سُمِّيَتِ الْعَصْرُ لِاَنَّهَا تُعْصَرُ وَتُؤَخَّرُ

✧ ✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ پھر کوئی شخص بنوعمرو بن عوف کے (محلے کی طرف) جاتا تھا تو انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا تھا۔

☆ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' ہمارے نزدیک عصر کی نماز جلدی ادا کرنے کے مقابلے میں تاخیر سے ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' جبکہ آپ اسے اس وقت ادا کریں' جب سورج روشن اور چمکدار ہو' اس میں زردی داخل نہ ہوئی ہو۔

عام روایات اسی حوالے سے منقول ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے' اس کا نام "عصر" اس لیے رکھا گیا ہے' کیونکہ اسے دیر سے اور مؤخر کر کے ادا کیا جاتا ہے۔

شرح: اس روایت میں بھی حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ہم لوگ عصر اس وقت تک ادا کر لیتے تھے کہ اگر عصر کی نماز پڑھنے کے کوئی شخص بنوعمرو بن عوف کے محلے میں جانا چاہتا تو جب وہ وہاں پہنچتا تو وہاں کے لوگ عصر کی نماز ادا کر رہے ہوتے تھے۔

محدثین کے بیان کے مطابق بنوعمرو بن عوف کا محلّہ مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔

حدیث 4: اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب مواقيت الصلاة' باب وقت العصر - حديث: 533اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب استحباب التبكير بالعصر - حديث: 1020مستخرج أبی عوانة - مبتدأ أبواب مواقيت الصلاة' صفة وقت صلاة العصر - حديث: 806اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب وقوت الصلاة' باب وقوت الصلاة - حديث: 9اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب وقت العصر - حديث: 2008اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب صلاة العصر هل تعجل أو تؤخر ؟' حديث: 690ذكره البيهقی فی "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب تعجيل صلاة العصر' حديث: 1932

بَابُ اِبْتِدَاءُ الْوُضُوْءِ

باب 2: وضو کا آغاز

5- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ الْمَازِنِيُّ عَنْ اَبِيهِ يَحْيَى اَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ اَبَاحَسَنٍ يَسْاَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ مِنْ مُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ مِنْهُ بَدَاَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا حَسَنٌ وَالْوُضُوْءُ ثَلٰثًا ثَلٰثًا اَفْضَلُ وَالْاِثْنَانِ يُجْزِئَانِ وَالْوَاحِدَةُ اِذَا اَسْبَغَتْ تُجْزِئُ اَيْضًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✧✧ عمرو بن یحییٰ اپنے والد یحییٰ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنے دادا ابوالحسن کو حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے یہ سوال کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا: کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! پھر انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر بہایا' پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے۔ پھر کلی کی۔ پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک 2,2 مرتبہ دھویا پھر انہوں نے سر کے آگے والے حصے کا مسح کیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں (ہاتھوں کو) گدی تک لے گئے۔ پھر ان دونوں کو واپس اسی جگہ تک لائے جہاں سے انہوں نے (مسح کا) آغاز کیا تھا۔ پھر انہوں نے دونوں پاؤں دھوئے۔

☆ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں یہ بہتر ہے: تین تین مرتبہ وضو میں (تمام اعضاء کو دھونا) زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ دو

حدیث 5 اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الطهارة' باب العمل في الوضوء - حديث: 31 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الطهارة' باب صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم - حديث: 105 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' باب ما جاء في مسح الرأس - حديث: 431 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' عدد مسح الرأس وكيفيته - حديث: 102 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب فرض الرجلين في وضوء الصلاة' حديث: 121 اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الطهارة' باب وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم - حديث: 230 مسند الشافعي - باب ما خرج من كتاب الوضوء' حديث: 44 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند المدنيين' حديث عبد الله بن زيد بن عاصم المازني وكانت له صحبة - حديث: 16135 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الوضوء' جماع أبواب الوضوء وسننه - باب إباحة غسل بعض أعضاء الوضوء شفعا' حديث: 173 مستخرج أبي عوانة - مبتدأ كتاب الطهارة' باب إباحة الوضوء مرتين مرتين - حديث: 506 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب سنن الوضوء - ذكر وصف مسح الرأس إذا أراد المرء الوضوء' حديث: 1090

مرتبہ جائز ہے اگر اچھی طرح وضو کیا جائے تو ایک مرتبہ بھی جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••—•••—•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں اس بات کی صراحت کردی ہے کہ وضو کرتے ہوئے اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور دو دو مرتبہ دھولینا بھی جائز ہے اگر کوئی شخص ایک مرتبہ پورے عضو کو دھولیتا ہے تو ایسا کرنا بھی اس کے لیے جائز ہوگا دیگر تمام فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

محدثین کے پیشوا امام محمد بن اسماعیل بخاری "صحیح" میں اس حوالے سے تین تراجم ابواب قائم کیے گئے ہیں اور ان کے بعد روایات ذکر کی ہیں۔

6- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِیْ اَنْفِهٖ مَاءً ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب کوئی شخص وضو کرے تو وہ اپنی ناک میں پانی ڈالے اور پھر اسے صاف کرے۔

7- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ اَبِیْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَ مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْبَغِیْ لِلْمُتَوَضِّیْ اَنْ يَتَمَضْمَضَ وَ يَسْتَنْثِرَ وَ يَنْبَغِیْ لَهٗ اَيْضًا اَنْ يَسْتَجْمِرَ

حدیث 6 :مرفوعاً اخرجہ احمد فی "مسندہ"، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ - حدیث: 7139 اخرجہ ابویعلی فی "مسندہ"، الأعرج' حدیث: 6123

حدیث 7: اخرجہ البخاری فی "صحیحہ"، کتاب الوضوء' باب الاستنثار فی الوضوء - حدیث: 158 اخرجہ المسلم فی "صحیحہ"، کتاب الطہارۃ' باب الإیتار فی الاستنثار والاستجمار - حدیث: 376 اخرجہ مالک فی "الموطا" بروایۃ یحیی بن یحیی المصمودی - کتاب الطہارۃ' باب العمل فی الوضوء - حدیث: 33 اخرجہ ابن ماجۃ فی "سننہ"، کتاب الطہارۃ وسننہا' المبالغۃ فی الاستنشاق والاستنثار - حدیث: 406 اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبری"، کتاب الطہارۃ' الأمر بالاستنثار - حدیث: 93 اخرجہ ابن خزیمۃ فی "صحیحہ"، کتاب الوضوء' جماع أبواب الاستنجاء بالأحجار - باب الأمر بالاستطابۃ بالأحجار وترا لا شفعا' حدیث: 74 مستخرج أبی عوانۃ - مبتدأ کتاب الطہارۃ' بیان إیجاب الاستنشاق فی الوضوء وإیجاب الاستنثار علی المستیقظ من نومہ - حدیث: 518 مستخرج أبی عوانۃ - مبتدأ کتاب الطہارۃ' بیان إیجاب الاستنشاق فی الوضوء وإیجاب الاستنثار علی المستیقظ من نومہ - حدیث: 520 اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ"، کتاب الطہارۃ' باب الاستطابۃ - ذکر العلۃ التی من أجلہا أمر بہذا الأمر' حدیث: 1454 ذکرہ البیہقی فی "سننہ الکبری"، کتاب الطہارۃ' جماع أبواب سنۃ الوضوء وفرضہ - باب تأکید المضمضۃ والاستنشاق' حدیث: 220 اخرجہ اسحاق بن راہویہ فی "مسندہ"، ما یروی عن محمد بن قیس وغیرہ عن أبی ہریرۃ' حدیث: 465 المعجم الأوسط للطبرانی - باب الألف' من اسمہ أحمد - حدیث: 2278

وَالِاسْتِجْمَارُ الِاسْتِنْجَاءُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ

✦✦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' جو شخص وضو کرے' وہ ناک صاف کرے اور جو شخص ڈھیلوں کے ذریعے استنجاء کرے' وہ طاق تعداد میں ڈھیلے استعمال کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں' وضو کرنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ کلی کرے اور ناک صاف کرے اور اسے یہ بھی چاہیے کہ وہ ڈھیلوں سے استنجاء کرے۔ لفظ ''استجمار'' کا مطلب استنجاء کرنا ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: وضو کرتے ہوئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اور تین مرتبہ ایسا کرنا سنت ہے' جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت میں یہ بات مذکور ہے۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

''دس چیزیں فطرت کا حصہ ہیں''۔

اس روایت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو فطرت کا حصہ قرار دیا ہے' یہاں فطرت سے مراد سنت ہے۔

احناف کے نزدیک کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے مسئلے میں پانچ چیزیں سنت ہیں' انہیں ترتیب کے ساتھ کیا جائے' ان میں سے ہر ایک عمل کو تین مرتبہ کیا جائے' ہر مرتبہ نئے سرے سے پانی لے کر کلی کی جائے یا ناک میں پانی ڈالا جائے' دائیں ہاتھ سے کلی کی جائے یا پانی ڈالا جائے' کلی کرتے ہوئے غرارہ کیا جائے اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے ناک کے بانسے تک پانی پہنچانے کی کوشش کی جائے' تاہم یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس نے روزہ نہ رکھا ہوا ہو' کیونکہ اگر روزہ دار شخص ایسا کرے گا' تو اس میں اس بات کا اندیشہ موجود ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے۔

فقہائے مالکیہ کے نزدیک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا مستحب ہے' جبکہ شوافع کے نزدیک ترتیب لازم نہیں ہے' تاہم ترتیب کے ساتھ ایسا کرنا مستحب ہے۔

———

8- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِیْ صَلَاةٍ مَا كَانَ يَعْمَدُ وَ اَنَّهُ تُكْتَبُ لَهُ بِاِحْدٰى خُطْوَتَيْهِ حَسَنَةٌ وَ تُمْحٰى عَنْهُ بِالْاُخْرٰى سَيِّئَةٌ فَاِنْ سَمِعَ اَحَدُكُمُ الْاِقَامَةَ فَلَا يَسْعَ فَاِنَّ اَعْظَمَكُمْ اَجْرًا اَبْعَدُكُمْ دَارًا قَالُوْا لِمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ مِنْ اَجْلِ كَثْرَةِ الْخُطٰى ۔

✦✦ نعیم بن عبداللہ مجمر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: جو

حدیث 8 :اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودی - كتاب الطهارة' باب جامع الوضوء - حديث:62

شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے وضو کرے۔ پھر نماز کے ارادے سے (گھر سے) نکلے تو جب تک وہ نماز کے ارادے سے ہے' وہ نماز کی حالت میں شمار ہوگا۔ اس کے دو قدموں میں سے ایک کے عوض میں اس کے حق میں نیکی لکھی جائے گی اور دوسرے کے عوض میں اس کی ایک برائی کو مٹا دیا جائے گا۔ پس اگر کوئی شخص اقامت سنے تو وہ دوڑ کر نہ آئے (بلکہ وقار سے چلتا ہوا آئے) بے شک تم میں سے سب سے زیادہ اجر اس شخص کو ملے گا' جس شخص کا گھر (مسجد سے) زیادہ دور ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا: اے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! وہ کس وجہ سے؟ تو انہوں نے فرمایا: زیادہ قدم (یعنی زیادہ دور سے چل کر آنے) کی وجہ سے۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے' پہلا مسئلہ یہ ہے کہ انسان جب وضو کرے تو اسے اچھے طریقے سے وضو کرنا چاہیے اور پھر نماز کے لیے روانہ ہونا چاہیے' اس سے بالواسطہ طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف جانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

دوسرا مسئلہ اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب آدمی نماز کے لیے جاتا ہے' تو اس وقت وہ آدمی نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے' یعنی اسے نماز پڑھنے کی طرح اجر وثواب حاصل ہوتا ہے' تیسری بات یہ ذکر کی گئی ہے کہ جب انسان چل کر نماز کی طرف جاتا ہے' تو ایک قدم کے بدلے میں اسے نیکی حاصل ہوتی ہے اور دوسرے قدم کے بدلے میں اس کا ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

اگلا مسئلہ اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اقامت کی آواز سن لے' تو وہ دوڑتے ہوئے جا کر جماعت میں شریک ہونے کی کوشش نہ کرے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک روایت کو ''موقوف'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے' لیکن امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جب تم اقامت سنو تو سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے نماز کی طرف جاؤ''۔

دور سے مسجد کی طرف آنے کے پس منظر کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے:

''مسجد کے اردگرد کا کچھ حصہ خالی ہو گیا تو بنوسلمہ قبیلہ کے لوگوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا''۔

یہ مسئلہ بعض دیگر روایات سے بھی ثابت ہے۔

بَابُ غَسْلُ الْيَدَيْنِ فِي الْوُضُوْءِ

باب 3: وضو میں دونوں ہاتھ دھونا

9- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِّنْ نَّوْمِهٖ فَلْيَغْسِلْ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهَا فِيْ وَضُوْءِهٖ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا حَسَنٌ وَهٰكَذَا يَنْبَغِىْ اَنْ يَّفْعَلَ وَ لَيْسَ مِنَ الْاَمْرِ الْوَاجِبِ الَّذِىْ اِنْ تَرَكَهٗ تَارِكٌ اَثِمَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص نیند سے بیدار ہو تو اسے اپنا ہاتھ وضو کے پانی میں داخل کرنے سے پہلے اسے دھو لینا چاہئے کیونکہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ عمدہ ہے اور ایسا ہی کرنا چاہئے۔ تاہم ایسا کرنا اس طرح واجب نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اسے ترک کر دے تو وہ گنہگار ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحیٔ لکھنوی تحریر کرتے ہیں' کہ امام شافعی اور جمہور نے اس کے عموم کو اختیار کیا ہے اور بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کو مستحب قرار دیا ہے' جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حکم رات والی نیند سے بیدار ہونے کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا ہے'' اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس حوالے سے بعض دیگر روایات کی نشاندہی کرنے کے بعد یہ بات ذکر کی ہے کہ اس حدیث میں موجود علت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ دن کے وقت سونے کو بھی رات کے وقت سونے کے ساتھ شامل کیا جائے اور روایت میں رات کی نیند کا ذکر بطورِ خاص اس لیے ذکر کیا گیا ہے' کیونکہ عام طور پر لوگ رات کے وقت ہی سویا کرتے ہیں' جبکہ شیخ رافعی نے ''شرح المسند'' میں یہ بات بیان کی ہے: یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بھی کہا جائے کہ رات سونے کے بعد بیدار ہونے والے شخص کے لیے ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں داخل کرنے کی کراہت دن کے وقت سو کے بیدار ہونے والے شخص کے مقابلے میں زیادہ شدید ہو' کیونکہ رات کے وقت کی نیند میں (ہاتھ کسی ناپاک چیز کے مس ہونے) کا احتمال زیادہ ہوتا ہے' کیونکہ عام رواج یہی ہے کہ رات کی نیند طویل ہوتی ہے' تاہم جمہور کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے' امام احمد بن حنبل نے رات کی نیند کے بعد بیدار ہونے کی صورت میں اسے وجوب پر محمول کیا ہے' لیکن یہ حکم دن کی نیند سے بیدار ہونے کے بارے میں نہیں ہے۔

ایک روایت کے مطابق دن کی نیند سے بیدار ہونے کے وقت ہاتھ کو دھونا ان کے نزدیک بھی مستحب ہے۔

حدیث 9: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الطهارة' باب وضوء النائم إذا قام إلى الصلاة - حديث: 36' اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب سنن الوضوء - ذكر الأمر بغسل اليدين للمستيقظ من نومه قبل ابتداء الوضوء' حديث: 1069' مشكل الآثار للطحاوي - باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 4458 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' جماع أبواب سنة الوضوء وفرضه - باب غسل اليدين قبل إدخالهما في الإناء' حديث: 189 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، باب سنة الوضوء وفرضه' حديث: 55' اخرجه احمد في "مسنده"، مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث: 9803 مسند الشافعي - باب ما خرج من كتاب الوضوء' حديث: 22

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سو کر بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں داخل کر لیتا ہے تو اس سے پانی کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا۔

صرف امام اسحاق بن راہویہ شیخ داؤد ظاہری اور شیخ ابن جریر طبری کے نزدیک ایسی صورت میں پانی ناپاک ہو جائے گا۔

فاضل لکھنوی نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ صحیح مسلم اور ابوداؤد اور ان کے علاوہ دیگر محدثین کی روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ ایسی صورت میں اس شخص کو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ کو تین مرتبہ دھونا چاہیے۔

بَابُ الْوُضُوْءُ فِی الْاِسْتِنْجَآءِ

باب 4: استنجاء کے بعد وضو کرنا

10-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَحْلَاءَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءً لِّمَا تَحْتَ اِزَارِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَالْاِسْتِنْجَآءُ بِالْمَاءِ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ غَيْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ عثمان بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بتایا ہے: انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کے بارے میں) سنا کہ وہ "ازار" سے نیچے کے مقام کو پانی کے ذریعے دھوتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور پانی کے ذریعے استنجاء کرنا ہمارے نزدیک کسی دوسری چیز سے استنجاء کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اپنی موطا میں اس لیے نقل کیا ہے تاکہ ان لوگوں کی تردید کریں جنہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی کے ذریعے استنجاء نہیں کیا کرتے تھے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام مہاجرین صرف پتھر کے ذریعے استنجاء کیا کرتے تھے۔

پانی کے ذریعے استنجاء کے مستحب ہونے کے حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض روایات نقل کی ہیں۔

بَابُ الْوُضُوْءُ مِنْ مَّسِّ الذَّكَرِ

باب 5: شرمگاہ کو چھونے سے وضو (لازم ہونا)

11-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ مُّصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنْتُ اَمْسِكُ الْمُصْحَفَ عَلٰى سَعْدٍ فَاحْتَكَكْتُ فَقَالَ لَعَلَّكَ مَسِسْتَ ذَكَرَكَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ قُمْ فَتَوَضَّأْ قَالَ قُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ .

✦✦ مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں' میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید پکڑا کرتا تھا' ایک مرتبہ میں نے (اپنی شرمگاہ پر) خارش کی تو انہوں نے فرمایا: شاید تم نے اپنی شرمگاہ کو چھولیا ہے' تو میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: تم اٹھو اور وضو کرو! مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں: میں اٹھا' میں نے وضو کیا اور پھر واپس آیا۔

•••——•••——•••

شرح: کیا شرمگاہ کو چھونے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کوئی مرد اپنی شرمگاہ کو چھولیتا ہے' تو اس پر وضو کرنا لازم ہوگا خواہ اس نے کسی بھی طرح سے اس کو چھولیا ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' ان کے اصحاب' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ شرمگاہ کو چھونے کے نتیجے میں وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے دونوں طرح کی روایات منقول ہیں جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں بعض روایات کا تذکرہ کیا ہے۔

دیگر محدثین نے بھی اس موضوع سے متعلق روایات اپنی کتب میں نقل کی ہیں۔

12- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِی ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ لَهُ اَمَا يُجْزِئُكَ الْغُسْلُ مِنَ الْوُضُوْءِ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنِّیْ اَحْيَانًا اَمَسُّ ذَكَرِیْ فَاَتَوَضَّأُ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا وُضُوْءَ فِیْ مَسِّ الذَّكَرِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ فِیْ ذٰلِكَ اٰثَارٌ كَثِيْرَةٌ

✦✦ سالم بن عبداللہ (اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے غسل کرنے کے بعد پھر وضو کیا' تو سالم نے ان سے کہا: کیا وضو کی جگہ غسل کر لینا' آپ کے لئے کافی نہیں تھا۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں! لیکن بعض اوقات میں اپنی شرمگاہ کو چھولیتا ہوں' تو میں ازسرنو وضو کرتا ہوں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: شرمگاہ کو چھونے سے وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور اس بارے میں کئی روایات منقول ہیں۔

13- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ بْنُ عُتْبَةَ التَّيْمِیُّ قَاضِی الْيَمَامَةِ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ اَيَتَوَضَّأُ قَالَ هَلْ هُوَ اِلَّا بَضْعَةٌ مِّنْ جَسَدِكَ ۔

✦✦ قیس بن طلق بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی ہے۔ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو اپنی شرمگاہ کو چھولیتا ہے' کیا وہ دوبارہ وضو کرے گا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے جسم کا ہی ایک حصہ ہے۔

14- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ عَمْرٍو الْمَكِّیُّ اَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ مَسِّ

الذَّكَرِ وَ اَنْتَ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ مَا اُبَالِىْ مَسِسْتُهٗ اَوْمَسِسْتُ اَنْفِىْ .

✧✧ عطاء بن ابی رباح' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے نماز کے دوران شرمگاہ کو چھو لینے کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں نے اسے چھو لیا ہے یا اپنی ناک کو چھو لیا ہے۔

15- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِنِ الْمَدَنِىُّ اَخْبَرَنَا صَالِحٌ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَيْسَ فِىْ مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوْءٌ .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: شرمگاہ کو چھو لینے سے وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔

16- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ نِالْمَدَنِىُّ اَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنَ اَبِىْ ذُبَابِ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ لَيْسَ فِىْ مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوْءٌ .

✧✧ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: شرمگاہ کو چھو لینے سے وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔

17- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الْعَوَّامِ الْبَصْرِىُّ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ عَطَاءَ بْنَ اَبِىْ رَبَاحٍ قَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ رَجُلٌ مَسَّ فَرْجَهٗ بَعْدَ مَاتَوَضَّاَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقُوْلُ اِنْ كُنْتَ تَسْتَنْجِسُهٗ فَاقْطَعْهُ قَالَ عَطَاءُ بْنُ اَبِىْ رَبَاحٍ هٰذَا وَاللّٰهِ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ .

✧✧ ابوعوام بصری بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عطاء بن ابی رباح سے سوال کیا۔ وہ شخص بولا: اے ابومحمد! ایک شخص وضو کر لینے کے بعد اپنی شرمگاہ کو چھو لیتا ہے (تو اس کا کیا حکم ہوگا) تو حاضرین میں سے ایک صاحب بولے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے: اگر تم اسے ناپاک سمجھتے ہو' تو اسے کاٹ دو! تو عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔

18- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِىِّ عَنْ عَلِىِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ فِىْ مَسِّ الذَّكَرِ قَالَ مَا اُبَالِىْ مَسِسْتُهٗ اَوْطَرَفَ اَنْفِىْ .

✧✧ ابراہیم نخعی' حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا' شرمگاہ کو چھو لینے کے بارے میں یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں نے اسے چھو لیا ہے یا اپنی ناک کے کنارے کو چھو لیا ہے۔

19- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ اِنْ كَانَ نَجِسًا فَاقْطَعْهُ .

✧✧ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شرمگاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اگر یہ ناپاک ہے' تو اسے کاٹ دو۔

20- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحِلُّ نِ الضَّبِّىُّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِىِّ فِىْ مَسِّ الذَّكَرِ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ اِنَّمَا هُوَ

بَضْعَةٌ مِّنْكَ .

✧✧ ابراہیم نخعی نماز کے دوران شرمگاہ کو چھو لینے کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

21- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سَلَامُ بْنُ سُلَيْمٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اَبِيْ قَيْسٍ عَنْ اَرْقَمِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِنِّيْ اَحُكُّ جَسَدِيْ وَ اَنَا فِي الصَّلٰوةِ فَاَمَسُّ ذَكَرِيْ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ .

✧✧ ارقم بن شرحبیل فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا۔ بعض اوقات میں اپنے جسم کو کھجاتا ہوں جبکہ میں نماز کی حالت میں ہوتا ہوں اور اپنی شرمگاہ کو بھی چھو لیتا ہوں تو انہوں نے فرمایا: وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

22- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سَلَامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنِ السَّدُوْسِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ عَنِ الرَّجُلِ مَسَّ ذَكَرَهُ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ كَمَسِّهِ رَاْسَهُ .

✧✧ براء بن قیس بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی شرمگاہ کو چھو لیتا ہے تو انہوں نے فرمایا: یہ اس شخص کے اپنے سر کو چھونے کی مانند ہے۔

23- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعْدِ النَّخَعِيِّ قَالَ كُنْتُ فِيْ مَجْلِسٍ فِيْهِ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَذُكِرَ مَسُّ الذَّكَرِ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ وَ اِنَّ لِكَفِّكَ لَمَوْضِعًا غَيْرَهُ .

✧✧ عمیر بن سعد نخعی فرماتے ہیں: میں ایک محفل میں موجود تھا جس میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس میں شرمگاہ کو چھو لینے کے مسئلے کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا: وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے ویسے تمہاری ہتھیلی کے لئے (چھونے کے لئے) اس کے علاوہ اور بھی (اعضاء) ہیں۔

24- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ عَنْ اِيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ مَسُّ الذَّكَرِ مِثْلُ اَنْفِكَ .

✧✧ براء بن قیس بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے شرمگاہ کو چھونے کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے: یہ تمہاری ناک کی مانند ہے۔

25- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ حَدَّثَنَا قَابُوْسُ عَنْ اَبِيْ ظَبْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ مَا اُبَالِيْ اِيَّاهُ مَسِسْتُ اَوْ اَنْفِيْ اَوْ اُذُنِيْ .

✧✧ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں نے اسے (یعنی شرمگاہ کو) چھولیا ہے یا اپنے ناک کو یا کان کو (چھولیا ہے)۔

26- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ كُدَيْنَةَ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَبِيْ قَيْسٍ عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَرْوَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنِّىْ مَسِسْتُ ذَكَرِىْ وَاَنَا فِى الصَّلٰوةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَلَا قَطَعْتَهٗ ثُمَّ قَالَ وَهَلْ ذَكَرُكَ اِلَّا كَسَائِرِ جَسَدِكَ .

✧ ✧ قیس بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' وہ بولا: میں نے اپنی شرمگاہ کو چھولیا تھا جبکہ میں نماز کی حالت میں تھا (تو اس کا کیا حکم ہوگا؟) تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اسے کاٹ کیوں نہیں دیا۔ پھر انہوں نے ارشاد فرمایا: تمہاری شرمگاہ بھی تمہارے سارے جسم کی مانند ہے۔

27-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى سَعْدِ ابْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ اَيَحِلُّ لِىْ اَنْ اَمَسَّ ذَكَرِىْ وَاَنَا فِى الصَّلٰوةِ فَقَالَ اِنْ عَلِمْتَ اَنَّ مِنْكَ بُضْعَةً نَجِسَةً فَاقْطَعْهَا .

✧ ✧ قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: کیا یہ بات جائز ہے کہ میں نماز کے دوران اپنی شرمگاہ کو چھولوں؟ تو انہوں نے فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے جسم کا حصہ ناپاک ہے' تو اسے کاٹ دو۔

28-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ .

✧ ✧ حبیب بن عبید حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں: ان سے شرمگاہ کو چھونے کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ

باب 6: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا

29-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ رَاَيْتُ اَبَابَكْرِنِ الصِّدِّيْقَ اَكَلَ لَحْمًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ .

✧ ✧ وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے گوشت کھایا اور پھر نماز ادا کرلی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

————***

شرح: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا وضو نہیں ٹوٹتا ہے؟ اس بارے میں مختلف طرح کی روایات منقول ہیں۔

صحیح مسلم کے مشہور شارح شیخ ابوزکریا نووی نے اس حدیث کی شرح میں یہ بات تحریر کی ہے۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر' حضرت عثمان غنی' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابودرداء' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت انس بن مالک' حضرت جابر بن سمرہ' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابوموسیٰ اشعری' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابوطلحہ' حضرت عمرو بن ربیعہ' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابوامامہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔

جمہور تابعین بھی اسی بات کے قائل ہیں' کہ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' اسحاق بن راہویہ اور دیگر فقہاء (رحمۃ اللہ علیہم) بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جمہور فقہاء نے اپنے مؤقف کی تائید میں ان احادیث کو پیش کیا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو لازم نہیں ہوتا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں وہ روایات نقل کی ہیں' اسی طرح دوسری کتب احادیث میں بھی اس طرح کی روایات منقول ہیں۔

جس روایت میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنے کا ذکر ہے' جمہور نے اس کے دو جواب دیئے ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت سے یہ حدیث منسوخ ثابت ہو جاتی ہے' یعنی وہ روایت جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارے میں آخری عمل کا تذکرہ کیا ہے اور اس صحیح حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے' اس کی سند مستند ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں وضو کرنے سے مراد منہ دھونا اور دونوں ہاتھ دھونا ہے۔

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جانے کے بارے میں اختلاف ابتدائی زمانے میں تھا' اس کے بعد تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے' باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔ (شرح نووی)

30- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حدیث30: يتوضأ (6) (7) وضوء (8) لما تحت إزاره المصحف على سعد (6) فاحككتعن رجل مس ذكره أيتوضأ بضعة (6) من جسد كمستته أو مسست أنفيشاة ثم صلى ولم يتوضأاخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الوضوء ' باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق - حديث: 203اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الحيض' باب نسخ الوضوء مما مست النار - حديث: 557اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الطهارة' باب ترك الوضوء مما مسته النار - حديث: 47اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الطهارة' باب في ترك الوضوء مما مست النار - حديث: 161اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الوضوء ' جماع أبواب الأفعال اللواتي لا توجب الوضوء - باب ذكر الدليل على أن اللحم الذي ترك النبي صلى الله' حديث: 41مستخرج أبي عوانة - مبتدأ كتاب الطهارة' بيان إيجاب الوضوء مما مست النار - حديث: 578اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب نواقض الوضوء - ذكر البيان بأن الكتف الذي لم يتوضأ صلى الله عليه وسلم' حديث: 1156اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب اكل ما غيرت النار ، هل يوجب الوضوء أم لا' حديث: 243ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' جماع أبواب الحدث - باب ترك الوضوء مما مست النار' حديث: 666ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، لا وضوء مما يطعم أحد' حديث: 350المعجم الأوسط للطبراني - باب العين' باب الميم من اسمه : محمد - حديث: 6765المعجم الكبير للطبراني - من اسمه عبد الله' وما أسند عبد الله بن عباس رضي الله عنهما - عطاء بن يسار عن ابن عباس' حديث: 10568شعب الإيمان للبيهقي - التاسع والثلاثون من شعب الإيمان' الفصل الرابع في آداب الأكل والشرب وغسل اليد قبل الطعام وبعده - حديث: 5560

وَسَلَّمَ اَكَلَ جَنْبَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰی وَ لَمْ یَتَوَضَّأْ .

✧✧ عطاء بن یسار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا گوشت کھایا اور پھر آپ نے نماز ادا کر لی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

31- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ عَنْ رَبِیْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ تَعَشّٰی مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ

✧✧ ربیعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رات کا کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے نماز ادا کر لی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

32- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ ضَمْرَةُ ابْنُ سَعِیْدِ نِ الْمَازِنِیُّ عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اَكَلَ لَحْمًا وَ خُبْزًا فَتَمَضْمَضَ وَ غَسَلَ یَدَیْهِ ثُمَّ مَسَحَهُمَا بِوَجْهِهٖ ثُمَّ صَلّٰی وَ لَمْ یَتَوَضَّأْ .

✧✧ ابان بن عثمان بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گوشت اور روٹی کھائی۔ پھر آپ نے کلی کی دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ ان دونوں کو اپنے چہرے پر پھیرا اور پھر نماز ادا کر لی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

33- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ الْعَدَوِیَّ عَنِ الرَّجُلِ یَتَوَضَّأُ ثُمَّ یُصِیْبُ الطَّعَامَ قَدْ مَسَّتْهُ النَّارُ اَیَتَوَضَّأُ مِنْهُ قَالَ قَدْ رَاَیْتُ اَبِیْ یَفْعَلُ ذٰلِكَ ثُمَّ لَمْ یَتَوَضَّأْ .

✧✧ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو وضو کرتا ہے۔ پھر کچھ کھا لیتا ہے جو آگ پر پکا ہوا ہو تو کیا وہ اس کے بعد دوبارہ وضو کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد کو دیکھا ہے وہ ایسا کرتے تھے لیکن پھر انہوں نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

34- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ بُشَیْرِ بْنِ یَسَارٍ مَوْلٰی بَنِیْ حَارِثَةَ اَنَّ سُوَیْدَ بْنَ نُعْمَانَ اَخْبَرَهٗ

حدیث 34: كانوا بالصهباء (7) - وهی (8) أدنی خیبر اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب الوضوء ' باب من مضمض من السویق ولم یتوضأ - حدیث: 205 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب الوضوء ' باب الوضوء من غیر حدث - حدیث: 211 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب الجهاد والسیر ' باب حمل الزاد فی الغزو - حدیث: 2840 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب المغازی ' باب غزوة خیبر - حدیث: 3973 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب الأطعمة ' باب لیس علی الأعمی حرج - حدیث: 5075 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب الأطعمة ' باب السویق - حدیث: 5081 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب الأطعمة ' باب المضمضة بعد الطعام - حدیث: 5144 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، كتاب الطهارة ' باب نواقض الوضوء - ذكر إباحة ترك الوضوء مما مسته النار من الأسوقة ' حدیث: 1168 اخرجه مالك فی "الموطأ" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی - كتاب الطهارة ' باب ترك الوضوء مما مسته النار - حدیث: 48 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الطهارة وسننها ' باب الرخصة فی ذلك - حدیث: 489 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، باب المضمضة من الأشربة ' حدیث: 665 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات ' من كان لا یتوضأ مما مست النار - حدیث: 520 الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم - سوید بن النعمان رضی الله عنه ' حدیث: 1757 اخرجه النسائی فی "سننه الكبری"، ذكر ما ینقض الوضوء وما لا ینقضه ' المضمضة من السویق - حدیث: 186 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب أكل ما غیرت النار ، هل یوجب الوضوء أم لا ' حدیث: 255 ذكره البیهقی فی "سننه الكبری"، كتاب الطهارة ' جماع أبواب الحدث - باب المضمضة من شرب اللبن وغیره مما له دسومة ' حدیث: 701 ذكره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، لا وضوء مما یطعم أحد ' حدیث: 351

اَنَّہٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ خَیْبَرَ حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِالصَّھْبَآءِ وَ ھِیَ اَدْنٰی خَیْبَرَ صَلُّوا الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ یُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِیْقِ فَاَمَرَ بِہٖ فَثُرِّیَ لَھُمْ بِالْمَآءِ فَاَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَکَلْنَا ۔ ثُمَّ قَامَ اِلَی الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَ مَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰی وَ لَمْ یَتَوَضَّاْ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِھٰذَا نَاْخُذُ لَا وُضُوْءَ مِمَّا مَسَّتْہُ النَّارُ وَلَا مِمَّا دَخَلَ اِنَّمَا الْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ مِنَ الْحَدَثِ فَاَمَّا مَا دَخَلَ مِنَ الطَّعَامِ مِمَّا مَسَّتْہُ النَّارُ اَوْلَمْ تَمَسَّسْہُ فَلَا وُضُوْءَ فِیْہِ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ۔

✦✦ بنو حارثہ کے آزاد کردہ غلام بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بتایا ہے کہ غزوہ خیبر کے سال وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے جب لوگ "صہباء" کے مقام پر پہنچے۔ یہ خیبر سے سب سے قریب جگہ تھی تو لوگوں نے عصر کی نماز ادا کر لی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کا سامان منگوایا تو آپ کی خدمت میں صرف ستو پیش کیے گئے۔ آپ کے حکم کے تحت انہیں پانی میں گھول دیا گیا تو آپ نے انہیں کھالیا اور ہم نے بھی کھالیا۔ پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی۔ پھر آپ نے نماز ادا کی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد یا (حلق کے راستے جسم کے) اندر کوئی چیز داخل کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ وضو اس وقت لازم ہوتا ہے جب حدث کی صورت میں کوئی چیز جسم سے باہر آتی ہے۔ جسم کے اندر جانے والا طعام خواہ وہ آگ پر پکا ہو یا آگ پر نہ پکا ہو (اسے کھانے سے) وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ وَالْمَرْاَۃُ یَتَوَضَّانِ مِنْ اِنَآءٍ وَّاحِدٍ

باب 7: مرد اور عورت کا ایک ہی برتن سے وضو کرنا

35- اَخْبَرَنَا مَالِکٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ یَتَوَضَّئُوْنَ جَمِیْعًا فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

حدیث 35: کان الرجال (4) والنساء یتوضؤونـاخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الوضوء' باب وضوء الرجل مع امرأته. حدیث:189اخرجه ابن خزیمة فی "صحیحه"، کتاب الوضوء' جماع أبواب ذکر الماء الذی لا ینجس - باب ذکر الدلیل علی أن لا توقیت فی قدر الماء الذی' حدیث:121اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب الطهارة' باب الوضوء بفضل وضوء المرأة - ذکر الإباحة للرجال والنساء أن یتوضؤوا من إناء واحد' حدیث 281 : اخرجه الحاکم فی "المستدرک"، کتاب الطهارة' وأما حدیث عائشة - حدیث: 527اخرجه مالک فی "الموطا" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی - کتاب الطهارة' باب الطهور للوضوء - حدیث:43اخرجه ابو داؤد فی "سننه"، کتاب الطهارة' باب الوضوء بفضل وضوء المرأة - حدیث:72اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب الطهارة وسننها' باب الرجل والمرأة یتوضآن من إناء واحد - حدیث:378ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب الطهارة' جماع أبواب الغسل من الجنابة - باب فضل المحدث' حدیث:861ذکره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، باب فضل الجنب وغیره' حدیث:403اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حدیث:5640مسند الشافعی - باب ما خرج من کتاب الوضوء' حدیث:11مسند ابن الجعد - من حدیث صخر بن جویریة' حدیث:2557

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَأسَ بِاَنْ يَّتَوَضَّاَ الْمَرْءَةُ وَ تَغْتَسِلُ مَعَ الرَّجُلِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ اِنْ بَدَاَتْ قَبْلَهُ اَوْ بَدَاَ قَبْلَهَا وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مرد اور خواتین ایک ہی برتن سے وضو کرلیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت (بیوی) مرد (شوہر) کے ہمراہ وضو کرلے یا غسل کرلے اگرچہ وہ عورت غسل کا آغاز مرد سے پہلے کرے یا وہ مرد اس عورت سے پہلے آغاز کردے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ کیا مرد اور عورت ایک ہی برتن سے ایک ساتھ وضو کرسکتے ہیں اس بارے میں مختلف طرح کی روایات منقول ہیں۔

مؤطا امام محمد کے شارح علامہ عبدالحئی لکھنوی نے اس حوالے سے بعض روایات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد یہ بات ذکر کی ہے اس بارے میں پانچ اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کا وضو کرنا مکروہ ہے اور اس کے برعکس (یعنی عورت کے بچائے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا مکروہ ہے)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا مکروہ ہے البتہ اس کے برعکس جائز ہے یعنی عورت مرد کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرسکتی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں ایک ساتھ پانی حاصل کرتے ہیں تو ایسی صورت میں وضو کرنا جائز ہوگا لیکن اگر عورت پہلے سے وضو کرچکی ہو تو اس کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مرد اور عورت میں سے کسی ایک کے لیے بھی دوسرے فریق کے وضو سے بچائے ہوئے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ ان دونوں نے ایک ساتھ وضو کیا ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے پہلے وضو کرلیا ہو عام فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

پانچواں قول یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے جبکہ مرد جنابت کی حالت میں نہ ہو یا عورت حیض کی حالت میں نہ ہو۔

فاضل لکھنوی نے مزید یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جمہور صحابہ اور تابعین سے اس بات کا جواز منقول ہے کہ مرد عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرسکتا ہے صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے مختلف ہے کہ ان کے نزدیک جنابت والے شخص یا حیض والی عورت کے وضو سے بچائے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ (مؤطا امام مالک کی شرح) ''الاستذکار'' میں یہ احکام ذکر کیے گئے ہیں۔

جن احادیث میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ مرد عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو نہیں کر سکتا' اس کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں اس طرزِ عمل کی اباحت کا تذکرہ ہے' ان کے مقابلے میں ممانعت والی روایات ضعیف ہیں۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد اس پانی کو استعمال کرنے کی ممانعت ہے' جو عورت کے جسم سے مس ہونے کے بعد گرتا ہے' یعنی آبِ مستعمل ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں ممانعت کا حکم استحباب اور زیادہ فضیلت کے حوالے سے ہے۔

فاضل لکھنوی نے وضاحت کی ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءُ مِنَ الرُّعَافِ

باب 8: نکسیر بہنے کے بعد وضو کرنا

36-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَعُفَ رَجَعَ فَتَوَضَّاَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى عَلٰى مَا صَلّٰى .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب کبھی ان کی نکسیر جاری ہوتی تھی' تو وہ واپس جا کر وضو کرتے تھے اور اس دوران کوئی کلام نہیں کرتے تھے۔ پھر واپس آ کر وہیں سے نماز پڑھنا شروع کر دیتے تھے جہاں چھوڑ کر گئے تھے۔

37-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ اَنَّهٗ رَاٰى سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ رَعُفَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَاَتٰى حُجْرَةَ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى عَلٰى مَا قَدْ صَلّٰى .

✧✧ یزید بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے سعید بن مسیب کو دیکھا کہ ان کی نکسیر پھوٹ گئی تھی اور وہ نماز ادا کر رہے تھے تو وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس آئے۔ پھر ان کے لئے وضو کا پانی لایا گیا۔ انہوں نے وضو کیا' پھر واپس جا کر وہیں سے نماز پڑھنا شروع کر دی جہاں سے چھوڑی تھی۔

38-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الَّذِيْ يَرْعُفُ فَيَكْثُرُ عَلَيْهِ الدَّمُ كَيْفَ يُصَلِّيْ قَالَ يُوْمِيْ اِيْمَاءً بِرَاْسِهٖ فِي الصَّلٰوةِ .

✧✧ یحییٰ بن سعید' سعید بن مسیب کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ان سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی نکسیر پھوٹ جاتی ہے اور بکثرت خون نکلتا ہے' تو وہ شخص کس طرح نماز ادا کرے؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ اپنے سر کے ذریعے اشارہ کر کے نماز ادا کرے گا۔

39-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُجَبَّرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ رَاٰى سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يُدْخِلُ اِصْبَعَهٗ فِيْ اَنْفِهٖ اَوْ اَصْبَعَيْهِ ثُمَّ يُخْرِجُهَا وَ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ دَمٍ فَيَفْتِلُهٗ ثُمَّ يُصَلِّيْ وَلَا يَتَوَضَّأُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ فَاَمَّا الرُّعَافُ فَاِنَّ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ كَانَ لَا يَاْخُذُ بِذٰلِكَ وَ يَرٰى اِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِيْ صَلَاتِهٖ اَنْ يَغْسِلَ الدَّمَ وَ يَسْتَقْبِلَ الصَّلٰوةَ وَاَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ بِمَا رَوٰى مَالِكٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ يَنْصَرِفُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَبْنِيْ عَلٰى مَا صَلّٰى اِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ وَ هُوَ قَوْلُنَا وَ اَمَّا اِذَا كَثُرَ الرُّعَافُ . عَلَى الرَّجُلِ فَكَانَ اِنْ اَوْمٰى بِرَاْسِهٖ اِيْمَاءً لَمْ يَرْعَفْ وَاِنْ سَجَدَ رَعَفَ اَوْمٰى بِرَاْسِهٖ اِيْمَاءً وَ اَجْزَاَهٗ وَاِنْ كَانَ يَرْعُفُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ سَجَدَ وَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ الرَّجُلُ اِصْبَعَهٗ فِيْ اَنْفِهٖ فَاَخْرَجَ عَلَيْهَا شَيْئًا مِنْ دَمٍ فَهٰذَا لَا وُضُوْءَ فِيْهِ لِاَنَّهٗ غَيْرُ سَائِلٍ وَلَا قَاطِرٍ وَّ اِنَّمَا الْوُضُوْءُ فِي الدَّمِ مِمَّا سَالَ اَوْقَطَرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ عبدالرحمٰن بن مجبر بیان کرتے ہیں: انہوں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی انگلی ناک میں داخل کی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) دو انگلیاں ناک میں داخل کیں۔ پھر اسے نکالا تو اس میں کچھ خون لگا ہوا تھا تو انہوں نے اسے مل دیا اور پھر نماز ادا کرتے رہے اور از سرِ نو وضو نہیں کیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم ان تمام روایات کو اختیار کرتے ہیں۔

جہاں تک نکسیر پھوٹنے کا تعلق ہے' تو امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات کو اختیار نہیں کیا ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں: جب نماز کے دوران آدمی کی نکسیر پھوٹ پڑے تو وہ خون کو دھودے اور نماز ادا کرتا رہے۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے' تو وہ اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرات واپس جا کر از سرِ نو وضو کرتے تھے اور پھر وہیں سے نماز پڑھنا شروع کر دیتے تھے جہاں سے چھوڑ کر گئے تھے۔ اگر انہوں نے (اس دوران) کوئی کلام نہ کیا ہو۔

ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

لیکن اگر کسی شخص کی بکثرت نکسیر پھوٹتی ہو اور صورتحال یہ ہو کہ اگر وہ اپنے سر کے ذریعے اشارہ کرتا ہو' تو نکسیر نہ پھوٹے' اگر سجدے میں جائے' تو نکسیر پھوٹ پڑے تو وہ شخص سر کے ذریعے اشارہ کر کے نماز ادا کرے گا اور یہی اس کے لئے جائز ہوگا لیکن اگر ہر حالت میں اس کی نکسیر بہتی رہتی ہے' تو پھر وہ سجدہ کرے گا۔

اگر کوئی شخص اپنی انگلی ناک میں داخل کرتا ہے اور جب اسے نکالتا ہے' تو اس پر خون لگا ہوا ہوتا ہے' تو ایسی صورت میں وضو کرنا لازم نہیں ہوگا' کیونکہ یہ بہنے والا نہیں ہے اور قطروں کی شکل میں نہیں ہے۔ وضو اس خون کے نکلنے پر لازم ہوتا ہے جو بہہ جائے' یا قطروں کی شکل میں ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ ہم ان سب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے وضوٹوٹ جاتا ہے' اگر نماز کے دوران اس طرح کی صورتِ حال ہو' تو وضو کر کے آ کے وہیں سے نماز جاری رکھی جاسکتی ہے' اگر نکسیر بہت زیادہ نکل رہی ہو' تو اشارے کے ذریعے نماز ادا کی جاسکتی ہے' اگر ناک میں خون ہوتا ہے اور وہ بہتا نہیں' تو اس کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا' ہم ان تمام اقوال کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ بات بیان کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے نزدیک نکسیر پھوٹنے کے نتیجے میں وضو نہیں ٹوٹتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک نکسیر پھوٹنے یا قے آ جانے یا جسم سے کوئی اور مواد خارج ہونے کے نتیجے میں وضو نہیں ٹوٹتا' ان کے نزدیک وضو صرف اس وقت ٹوٹتا ہے' جب اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے کوئی چیز خارج ہو یا سونے کی وجہ سے ٹوٹتا ہے۔ ان کے اصحاب کی ایک جماعت بھی اسی بات کی قائل ہے۔

اسی طرح ان کے نزدیک اگر پاخانے کے مقام سے خون نکل آتا ہے' تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا' کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات شرط ہے کہ اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے وہی چیز خارج ہو جو عام عادت میں وہاں سے نکلتی ہے یعنی پیشاب یا پاخانہ۔

ان میں سے بعض جزئیات میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہے' جبکہ بعض مسائل میں ان کی رائے مختلف ہے' مؤطا کے شارح امام ابن عبدالبر اندلسی نے اپنی کتاب ''الاستذکار'' میں وضاحت کے ساتھ فقہاء کے اس اختلاف کی وضاحت کی ہے۔

اس حوالے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو اس بات کے قائل ہیں' کہ وہ شخص خون کو دھولے گا' تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حوالے سے منقول روایات میں وضو سے مراد خون کو دھونا ہی شمار ہوگا' کیونکہ لفظ وضو کا لغوی معنی نظافت کا حصول ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے اس حوالے سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی طرزِ عمل تھا کہ وہ خون کو دھو کر نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔

اس کے برعکس اہلِ عراق نے اس تاویل کو قبول نہیں کیا ہے' ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ جب لفظ وضو مطلق طور پر ذکر کیا جائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو کہ خون وغیرہ کو دھونا ہے' تو اس صورت میں وضو کا وہی معنی مراد لیا جائے گا' جو متعارف ہے' یعنی جو وضو نماز کے لیے کیا جاتا ہے' حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں یعنی نکسیر پھوٹنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ بات بیان کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم کے بارے میں نقل کیا ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ عبدالحیٔ لکھنوی تحریر کرتے ہیں' کہ اس کی بنیاد یہ ہے کہ سبیلین (یعنی پیشاب یا پاخانے کے مقام) کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے نکلنے والا مواد وضو توڑ دیتا ہے' جبکہ وہ بہہ رہا ہو۔

عشرہ مبشرہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت زید بن ثابت' حضرت

ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابودرداء اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم اسی بات کے قائل ہیں۔

امام بدرالدین محمود عینی نے اپنی تصنیف "البنایہ" میں یہ بات ذکر کی ہے۔

تابعین میں سے ابن شہاب زہری، علقمہ، شعبی، عروہ بن زبیر، ابراہیم نخعی، قتادہ، مکحم، حماد، ثوری، حسن بن صالح، عبیداللہ بن حسین، امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم بھی اس بات کے قائل ہیں۔ یہ بات امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف سبیلین سے نکلنے والی چیز کے نتیجے میں وضوٹوٹتا ہے، لیکن دیگر احادیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سبیلین کے علاوہ بھی اگر جسم سے کوئی مواد باہر نکل آتا ہے، تو وہ ناقض وضو ہوتا ہے۔ جس طرح قے کے ناقض وضو ہونے کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔

اسی طرح امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ اس حوالے سے بعض روایات نقل کی ہیں۔

بَابُ الْغَسْلِ مِنْ بَوْلِ الصَّبِيِّ

باب 9: بچے کے پیشاب کو دھونا

40-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا جَاءَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَّمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَغْسِلْهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدْ جَآءَتْ رُخْصَةٌ فِيْ بَوْلِ الْغُلَامِ اِذَا كَانَ لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ وَاُمِرَ بِغَسْلِ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَ غَسْلُهُمَا جَمِيْعًا اَحَبُّ اِلَيْنَا وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ سیدہ اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، وہ اپنے کم سن صاحب زادے، جو ابھی کچھ کھاتا نہیں تھا، کو ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس پر چھڑک دیا۔ آپ نے اسے دھویا نہیں۔

حدیث40: فی حجرہ (8) فبال علٰی ثوبہا خرجہ البخاری فی "صحیحہ"، کتاب الوضوء، باب بول الصبیان - حدیث: 219اخرجہ مالک فی "المؤطا" بروایۃ یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی بول الصبی - حدیث: 139اخرجہ ابوداؤد فی "سننہ"، کتاب الطہارۃ، باب بول الصبی یصیب الثوب - حدیث: 322اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبرٰی"، ذکر ما ینقض الوضوء وما لا ینقضہ، بول الصبی الذی لم یأکل الطعام ویصیب الثوب - حدیث: 282اخرجہ الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب حکم بول الغلام والجاریۃ قبل أن یأکلا الطعام، حدیث: 356ذکرہ البیہقی فی "معرفۃ السنن والآثار"، کتاب الصلاۃ، الرش علی بول الصبی - حدیث: 1342المعجم الکبیر للطبرانی - باب الفاء، أم قیس بنت محصن الأسدیۃ أخت عکاشۃ - عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ، حدیث: 21333

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جو بچہ ابھی کچھ کھاتا نہ ہو۔ اس کے پیشاب کے بارے میں رخصت منقول ہے۔ تاہم یہ حکم دیا گیا ہے کہ بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' ویسے ان دونوں کے پیشاب کو دھونا ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کی راوی سیّدہ اُم قیس ہیں' یہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی بہن ہے' انہوں نے آغاز ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام جذامہ اور ایک روایت کے مطابق ان کا نام آمنہ ہے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں: مجھے ان کے نام کا پتا نہیں چل سکا' تاہم امام نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے وہ صاحبزادے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کم سنی میں ہی انتقال کر گئے تھے۔

روایت میں جو یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں' کہ وہ بچہ کچھ کھاتا نہیں تھا' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دودھ کے علاوہ کچھ کھاتا نہیں تھا' اس میں وہ کھجور شامل نہیں ہوگی جو گھٹی دیتے ہوئے بچے کو چوسنے کے لیے دی جاتی ہے اور وہ شہد بھی شامل نہیں ہوگا' جو بچے کو دوا کے طور پر چٹایا جاتا ہے' یعنی اس سے مراد یہ ہوگی کہ جب بچے کی مستقل غذا دودھ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔

یہ وضاحت امام نووی نے کی ہے۔

روایت میں استعمال ہونے والے لفظ ''نضح'' سے مراد صرف پانی چھڑکنا ہے' جب پانی چھڑکنے کے بعد کپڑے کو ملا نہ جائے اور دھونے سے مراد یہ ہے کہ مبالغے کے بغیر پانی بہایا جائے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بات بیان کی ہے کہ بچے اور بچی کے پیشاب کو دھونے کے بارے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے' اس بارے میں تین مذہب ہیں۔

اس بارے میں صحیح' مشہور اور مختار مذہب یہ ہے کہ بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دینا کافی ہے اور بچی کے پیشاب کے لیے محض چھڑکنا کافی نہیں ہوگا' بلکہ دیگر نجاسات کی طرح اسے دھونا ضروری ہوگا۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ بچے اور بچی دونوں کے پیشاب میں پانی چھڑک دینا کافی ہے۔

تیسرا مذہب یہ ہے کہ بچی اور بچے کے پیشاب میں محض پانی چھڑکنا کافی نہیں ہوگا' بلکہ اس کپڑے کو باقاعدہ طور پر دھویا جائے گا۔

جن حضرات کے نزدیک بچے اور بچی کے پیشاب کے حکم میں فرق ہے۔ ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور اسلاف کی ایک جماعت شامل ہے۔ اس کے علاوہ محدثین بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' تاہم مستند طور پر امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بارے میں یہ بات منقول ہے کہ بچے اور بچی دونوں کے پیشاب کو دھونا لازم ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت بھی یہی ہے۔

یہاں آپ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ علماء کے درمیان یہ اختلاف اس چیز کو پاک کرنے کی کیفیت کے بارے میں ہے' جس پر بچے نے پیشاب کردیا تھا' اس کے پیشاب کے نجس ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بلکہ بعض علماء نے تو یہ بات نقل کی ہے کہ بچے کے پیشاب کے نجس ہونے پر علماء کا اجماع ہے اور اس بارے میں صرف داؤد ظاہری کی رائے مختلف ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ الفاظ استعمال کیے ہیں' کہ بچے کے پیشاب کے بارے میں رخصت منقول ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے' اس کی پہلی دلیل تو سیّدہ اُم قیس کی یہ حدیث ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''تو آپ نے اس پر پانی چھڑک دیا' اس کو دھویا نہیں''۔

اسی طرح امام ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

''بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے گا اور بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا''۔

اسی طرح سیّدہ لبابہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کردیا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے اپنا کپڑا دیجیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کوئی دوسرا کپڑا پہن لیجیے (تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو دھودوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جاتا ہے اور بچی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔

اسی طرح امام ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ لبابہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر پیشاب کردیا' میں اُسے دھونے کے لیے آگے بڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جاتا ہے۔

امام نسائی نے بھی اسی حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے' تو یہ اور اس جیسی دیگر روایات اس بات کی شہادت دیتی ہیں' کہ بچے کے پیشاب کے بارے میں یہ رخصت منقول ہے کہ اس پر پانی چھڑک دیا جائے گا' اور بچے اور بچی کے پیشاب کے حکم میں فرق پایا جاتا ہے۔

ہمارے علماء نے پانی چھڑکنے سے مراد یہ لیا ہے کہ صرف پانی چھڑکا جائے گا' مبالغے کے بغیر اور ملے بغیر اس کو صاف کیا جائے گا' جبکہ دھونے سے مراد یہ ہے کہ مبالغے کے ساتھ اس کو دھویا جائے گا۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے ''عمدۃ القاری'' کے حوالے سے اس مسئلے کی مزید جزئیات بیان کی ہیں' جنہیں تفصیل کے ساتھ یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں ہے۔

تاہم مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ لفظ نضح کا لغوی مطلب چھڑکنا بھی لیا جاتا ہے' لیکن عربی زبان کے محاورے میں اس کا مطلب دھونا بھی لیا جاتا ہے اور احناف اسی بات کے قائل ہیں' کہ اس حوالے سے بچے اور بچی کے پیشاب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

41-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِه فَدَعَا بِمَآءٍ فَاَتْبَعَهُ اِيَّاهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ نُتْبِعُهُ اِيَّاهُ غَسْلًا حَتّٰى نُنَقِّيَهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچے کو لایا گیا۔ اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوا کر اس جگہ پر بہا دیا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں (ایسی صورت میں) تم اس پر پانی ڈال کر دھو لو گے۔ یہاں تک کہ اسے صاف کر لو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

حدیث41: بصبی (5) فبال علی ثوبه فدعا بماء اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الوضوء' باب بول الصبیان - حدیث: 218اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب العقیقة' باب تسمیة المولود غداة یولد - حدیث: 5156اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الأدب' باب وضع الصبی فی الحجر - حدیث: 5663اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الدعوات' باب الدعاء للصبیان بالبرکة - حدیث: 6004اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الطهارة' باب حکم بول الطفل الرضیع وکیفیة غسله - حدیث: 456اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الطهارة' باب حکم بول الطفل الرضیع وکیفیة غسله ، حدیث: 457مستخرج أبی عوانة - مبتدأ کتاب الطهارة' بیان تطهیر الثوب الذی یصلی فیه من بول المولود الذکر الذی - حدیث: 386اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب الطهارة' باب النجاسة وتطهیرها - ذکر الإباحة للمرء ترك غسل الثوب الذی أصابه بول الصبی المرضع' حدیث: 1388اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الطهارة' باب ما جاء فی بول الصبی -حدیث: 138اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب الطهارة وسننها' باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم - حدیث: 520اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' باب بول الصبی - حدیث: 1432اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الطهارات' فی بول الصبی الصغیر یصیب الثوب - حدیث: 1276اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ"، ذکر ما ینقض الوضوء وما لا ینقضه' بول الصبی الذی لم یاکل الطعام ویصیب الثوب - حدیث: 283اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب حکم بول الغلام والجاریة قبل أن یاکلا الطعام' حدیث: 357ذکره البیهقی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب الصلاة' جماع أبواب الصلاة بالنجاسة وموضع الصلاة من مسجد وغیره - باب الرش علی بول الصبی الذی لم یاکل الطعام' حدیث: 3865اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حدیث السیدة عائشة رضی الله عنها' حدیث: 23728مسند الحمیدی - أحادیث عائشة أم المؤمنین رضی الله عنها عن رسول الله صلی' حدیث: 161اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده"، ما یروی عن عروة بن الزبیر ' حدیث: 516اخرجه ابویعلیٰ فی "مسنده"، مسند عائشة' حدیث: 4501

بَابُ اَلْوُضُوْءُ مِنَ الْمَذِيِّ

باب 10: مذی (کے خروج) پر وضو (لازم ہونا)

42-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَبْنِ عُبَيْدِ بْنِ مَعْمَرِ التَّيْمِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَمَرَهٗ اَنْ يَّسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ اِذَا دَنٰی مِنْ اَهْلِهٖ فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذِیُّ مَاذَا عَلَيْهِ فَاِنَّ عِنْدِیْ اِبْنَتَهٗ وَاَنَا اَسْتَحْيِیْ اَنْ اَسْاَلَهٗ فَقَالَ الْمِقْدَادُ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَنْضَحْ فَرْجَهٗ وَلْيَتَوَضَّاْ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ.

✧✧ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ ہدایت کی' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسے شخص کے بارے میں دریافت کریں' جو اپنی اہلیہ کے قریب جاتا ہے' تو اس کی مذی خارج ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص پر کیا لازم ہوگا؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میری اہلیہ ہیں' تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص ایسی صورتحال پائے' تو وہ اپنی شرمگاہ کو دھودے اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرلے (یعنی اس پر صرف وضو کرنا لازم ہوتا ہے)

•••——•••——•••

شرح: مذی اُس مادے کو کہتے ہیں جو سفید رنگ کا ہوتا ہے اور پتلا ہوتا ہے اور یہ اس وقت خارج ہوتا ہے' جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس ہو' اُسے صحبت کرنے کا خیال آجائے یا اُس نے صحبت کرنے کا ارادہ کیا ہو۔

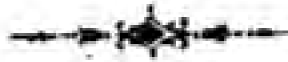
اس بارے میں تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ مذی کے خروج کی وجہ سے وضو لازم ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا حکم ہے

حدیث 42 : اخرجه ابن خزيمة فی "صحيحه"، كتاب الوضوء ' جماع أبواب الأحداث الموجبة للوضوء - باب الأمر بنضح الفرج من المذی' حديث: 21اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب نواقض الوضوء - ذكر الأمر بالوضوء من المذی وضوء الصلاة' حديث: 1107اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب نواقض الوضوء - ذكر خبر ثالث يوهم من لم يطلب العلم من مظانه أنه' حديث: 1112اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الطهارة' باب فی المذی - حديث: 182اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' باب الوضوء من المذی - حديث: 502اخرجه النسائی فی "سننه"، سؤر الهرة' صفة الوضوء - باب ما ينقض الوضوء وما لا ينقض الوضوء من المذی' حديث: 156اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، باب المذی' حديث: 577ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' جماع أبواب الحدث - باب الوضوء من المذی والودی' حديث: 524ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، باب الحدث' حديث: 251اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند المدنيين' حديث المقداد بن الأسود - حديث: 16428مسند الشافعی - باب ما خرج من كتاب الوضوء' حديث: 29المعجم الكبير للطبرانی - بقية الميم' ما أسند المقداد بن الأسود - علی بن أبی طالب' حديث: 17358

جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تاہم ایک جزوی مسئلے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے وہ یہ فرماتے ہیں: اگر کسی بیماری کی وجہ سے مذی خارج ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں وضو لازم نہیں ہوگا۔ تاہم باقی تین ائمہ کی رائے اس حوالے سے مختلف ہے چونکہ ان کے نزدیک بیماری کی وجہ سے بھی مذی کے خروج پر بھی وضو لازم ہو جاتا ہے البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایسا شخص ہر نماز کے لیے وضو کرے گا جبکہ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ ایسا شخص نماز کے وقت میں ایک مرتبہ وضو کر لے گا (اور پھر اس وضو کے ساتھ جتنی چاہے گا نمازیں ادا کر لے گا) یعنی ایسی صورت میں اس شخص کا حکم معذور شخص کی مانند ہوگا۔

مذی کے خروج کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف شرمگاہ کے اس حصے کو دھونا لازم ہے جہاں نجاست لگی ہوئی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ مذی کے خروج کی صورت میں پوری شرمگاہ کو دھونا لازم ہے۔



43- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِنِّىْ لَاَجِدُهُ يَتَحَدَّرُ مِنِّىْ مِثْلُ الْخُرَيْزَةِ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَغْسِلْ فَرْجَهُ وَلْيَتَوَضَّاْ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْمَذْىِ وَ يَتَوَضَّاُ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

✦✦ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی: میں اسے (یعنی مذی کے خروج کو) یوں پاتا ہوں کہ گویا مجھ سے موتی نکل رہے ہیں (یعنی یکے بعد دیگرے قطرے نکلتے ہیں) جب کسی شخص کو ایسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے تو وہ اپنی شرمگاہ کو دھودے اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔ ایسا شخص مذی کے مقام کو دھولے گا اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

44- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ زُبَيْدٍ اَنَّهُ سَاَلَ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الْبَلَلِ يَجِدُهُ فَقَالَ انْضَحْ مَا تَحْتَ ثَوْبِكَ وَالْهَ عَنْهُ ۔

حدیث 43: اخرجه مالك فى "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الطهارة' باب الوضوء من المذى - حديث: 84 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، باب المذى' حديث: 581 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' كتاب الحيض - باب الرجل يبتلى بالمذى أو البول' حديث: 1544 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، باب : إذا وجد المذى دون المنى لم يجب به غسل' حديث: 379

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا كَثُرَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِنْسَانِ وَاَدْخَلَ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ فِيْهِ الشَّكَّ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ صلت بن زبید بیان کرتے ہیں: انہوں نے سلیمان بن یسار سے اس تری کے بارے میں دریافت کیا جسے کوئی شخص پاتا ہے تو انہوں نے فرمایا: تمہارے کپڑے کے نیچے جو جگہ ہے اسے دھولو اور پھر اس سے غافل ہو جاؤ۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں جب کہ کسی انسان کو ایسی صورتحال کا بکثرت سامنا کرنا پڑے اور شیطان اسے شک میں مبتلا کرتا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِمَّا يَشْرَبُ مِنْهُ السِّبَاعُ وَ تَلِغُ فِيْهِ

باب 11: جس پانی کو درندے پیتے ہوں یا جس میں منہ ڈالتے ہوں اس کے ذریعے وضو کرنا

45-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبِ بْنِ اَبِىْ بَلْتَعَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ فِىْ رَكْبٍ فِيْهِ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ عَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرْنَا فَاِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَ تَرِدُ عَلَيْنَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا كَانَ الْحَوْضُ عَظِيْمًا اِنْ حُرِّكَتْ مِنْهُ نَاحِيَةٌ لَّمْ يَتَحَرَّكِ النَّاحِيَةُ الْاُخْرٰى لَمْ يُفْسِدْ ذٰلِكَ الْمَآءَ مَا وَلَغَ فِيْهِ مِنْ سَبُعٍ وَّلَا مَا وَقَعَ فِيْهِ مِنْ قَذَرٍ اِلَّا اَنْ يَّغْلِبَ عَلٰى رِيْحٍ اَوْ طَعْمٍ فَاِذَا كَانَ حَوْضًا صَغِيْرًا اِنْ حُرِّكَتْ مِنْهُ نَاحِيَةٌ تَحَرَّكَتِ النَّاحِيَةُ الْاُخْرٰى فَوَلَغَ فِيْهِ السِّبَاعُ اَوْوَقَعَ فِيْهِ الْقَذَرُ لَا يُتَوَضَّاُ مِنْهُ اَلَايُرٰى اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَرِهَ اَنْ يُّخْبِرَهٗ وَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ وَ هٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چند سواروں کے ہمراہ نکلے جن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ حضرات ایک حوض کے پاس پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حوض کے مالک! کیا تمہارے حوض پر درندے تو نہیں آتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حوض کے مالک! تم ہمیں نہ بتاؤ کیونکہ کبھی ہم درندوں کے بعد آ جاتے ہیں اور کبھی وہ ہمارے بعد آ جاتے ہیں۔

حدیث 45: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الطهارة' باب الطهور للوضوء - حدیث: 42اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، باب الماء ترده الکلاب والسباع' حدیث: 245اخرجه الدارقطنی فی "سننه"، کتاب الطهارة' باب الماء المتغیر - حدیث: 45ذکره البیهقی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب الطهارة' جماع أبواب ما یفسد الماء - باب سؤر سائر الحیوانات سوی الکلب والخنزیر' حدیث: 1106ذکره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، باب الماء الکثیر لا ینجس بنجاسة تحدث فیه ما لم تغیره' حدیث: 493

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اگر حوض اتنا بڑا ہو کہ اس کے ایک کنارے میں حرکت دینے کی وجہ سے دوسرے کنارے میں حرکت پیدا نہ ہوتی ہو تو وہ پانی فاسد نہیں ہوگا اس وجہ سے کہ درندوں نے اس میں منہ ڈالا ہے اور نہ کسی گندگی کے اس میں گرنے کی وجہ سے وہ پانی فاسد ہوگا ماسوائے اس صورت کے جب وہ (نجاست) اس کی بو یا ذائقے پر غالب آ جائے لیکن جب حوض چھوٹا ہو کہ اس کے ایک کنارے کو حرکت دینے کی وجہ سے دوسرے کنارے میں بھی حرکت پیدا ہو جاتی ہو اور اس میں کوئی درندہ منہ ڈال دے یا اس میں کوئی نجاست گر جائے' تو آدمی اس سے وضو نہیں کر سکتا کیا یہ بات معلوم نہیں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس بات کو ناپسند کیا تھا کہ وہ شخص انہیں اس بارے میں بتائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اُس سے منع کر دیا تھا۔

یہ تمام امور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ درندے کے جوٹھے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس روایت میں درندے کے لیے لفظ سباع اس سے مراد وہ جانور ہیں جو دوسرے جانوروں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں' جیسے شیر' چیتا' بھیڑیا وغیرہ۔ اس بارے میں مختلف طرح کی روایات منقول ہیں۔ جیسا کہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایات نقل کی ہیں۔

ان احادیث کی بنیاد پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ درندوں کا جوٹھا پاک ہوتا ہے' اگر وہ پانی میں مل جائے' تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

جبکہ ہمارے اصحاب فقہاء احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ درندوں کا جوٹھا ناپاک ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو طرح کی روایات منقول ہیں۔

اس حدیث کے بعد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے حوض اور چھوٹے حوض کی بحث چھیڑی ہے۔

☆ اس بحث کی بنیاد یہ ہے کہ اگر پانی میں کوئی ناپاک چیز مل جائے' تو اس کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

اس بارے میں تین مختلف آراء ہیں' پہلا موقف اہل ظاہر کا ہے' وہ اس بات کے قائل ہیں' کہ پانی مطلق طور پر ناپاک ہوتا ہی نہیں ہے خواہ اس کا رنگ' ذائقہ یا بُو تبدیل ہو جائے۔ ان حضرات کی دلیل وہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی''۔ (جامع ترمذی)

دوسرا موقف فقہاء مالکیہ کا ہے' ان کے نزدیک پانی اسی صورت میں ناپاک ہوتا ہے' جب اس کا رنگ یا ذائقہ یا بُو تبدیل ہو جائے۔

تیسرا موقف فقہاء شافعیہ کا ہے' ان کے نزدیک اگر پانی دو قلے ہو' تو وہ ناپاک نہیں ہوتا ورنہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ جب پانی دو قلے ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ اس حوالے سے کم اور زیادہ پانی کے درمیان فرق ہوتا ہے' لیکن اس زیادہ کی حد بندی کس

اعتبار سے ہوگی؟ اس بارے میں فقہاء احناف کے مختلف اقوال ہیں' بعض حضرات کے نزدیک ہاتھ کے ذریعے حرکت دینے کے اعتبار سے حد بندی ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک 10x10 ہونا شرط ہے' جمہور متاخرین فقہاء احناف اسی بات کے قائل ہیں۔

اس کے علاوہ بعض دیگر اقوال بھی علامہ عبدالحی لکھنوی نے ذکر کیے ہیں' جن کا یہاں تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔

بَابُ الْوُضُوْءِ بِمَآءِ الْبَحْرِ

باب 12: سمندر کے پانی سے وضو کرنا

46- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَزْرَقِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَ نَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيْلَ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ تَوَضَّاْنَا بِهٖ عَطِشْنَا اَفَنَتَوَضَّاُ بِمَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهٗ الْحَلَالُ مَيْتَتُهٗ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ مَآءُ الْبَحْرِ طَهُوْرٌ كَغَيْرِهٖ مِنَ الْمِيَاهِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ۔

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے عرض کی: ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے کر جاتے ہیں۔ اگر ہم اس کے ذریعے وضو کرلیں تو خود پیاسے رہ جائیں' تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا

حدیث 46: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الطهارة' باب الطهور للوضوء - حديث: 40 اخرجه الدارمى فى "سننه"، كتاب الطهارة' باب الوضوء من ماء البحر - حديث: 763 اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب الطهارة' باب الوضوء بماء البحر - حديث: 76 اخرجه ابن ماجة فى "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' باب الوضوء بماء البحر - حديث: 383 اخرجه الترمذى فى "سننه"، أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم' باب ما جاء فى ماء البحر أنه طهور - حديث: 67 اخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه"، كتاب الوضوء' جماع أبواب ذكر الماء الذى لا ينجس - باب الرخصة فى الغسل والوضوء من ماء البحر' حديث: 112 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب المياه - ذكر الخبر المدحض قول من نفى جواز الوضوء بماء البحر' حديث: 1259 اخرجه الحاكم فى "المستدرك"، كتاب الطهارة' ومنهم أبو الأسود حميد بن الأسود البصرى الثقة المأمون - حديث: 444 اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب المياه' الوضوء بماء البحر - حديث: 331 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' ذكر ماء البحر والوضوء منه - حديث: 57 اخرجه الدارقطنى فى "سننه"، كتاب الطهارة' باب فى ماء البحر - حديث: 62 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' باب التطهير بماء البحر - حديث: 1 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، باب ما تكون به الطهارة من الماء' حديث: 108 اخرجه احمد فى "مسنده"، مسند أبى هريرة رضى الله عنه - حديث: 8554 مسند الشافعى - باب ما خرج من كتاب الوضوء' حديث: 1

مردار حلال ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں' سمندر کا پانی پاک ہے، جس طرح دیگر پانی پاک ہوتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عام (فقہاء) کی یہی رائے ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مضمون سمندر کے پانی کے ذریعے وضو کا جائز ہونا ہے۔

جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں' کہ سمندر کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

اس حوالے سے صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے مختلف ہے' ان کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے سمندر کے پانی سے وضو کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

فاضل لکھنوی نے علامہ عبدالوہاب شعرانی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سمندر کے پانی سے وضو کو اس لیے پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ سمندر کے نیچے آگ موجود ہے اور قیامت کے دن سمندروں کو آگ کی شکل میں بھڑکایا جائے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے آخر میں جو یہ الفاظ استعمال کیے ہیں' اسی طرح کے دوسرے پانی' اس سے مراد بارش کا پانی' اولے برف کے نتیجے میں پگھلنے والا پانی وغیرہ شامل ہے۔

بَابُ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب 13: موزوں پر مسح کرنا

47-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ عن عَبَّادِ بْنِ زِيَادٍ مِّنْ وُّلْدِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

حدیث 47: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الطهارة' باب ما جاء في المسح على الخفين - حديث: 70 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الوضوء' باب: الرجل يوضء صاحبه - حديث: 179 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب المسح على الخفين - حديث: 430 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الإمامة في الصلاة' باب الرخصة في صلاة الإمام الأعظم خلف من أم الناس من - حديث: 1427 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب المسح على الخفين' وغيرهما - ذكر البيان بأن هذه اللفظة " ومسح ناصيته " في هذا' حديث: 1363 اخرجه الحاكم في "المستدرك"، كتاب الطهارة' وأما حديث عائشة - حديث: 557 اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الطهارة' باب في المسح على الخفين - حديث: 747 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الطهارة' باب المسح على الخفين - حديث: 130 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' باب الرجل يستعين على وضوئه فيصب عليه - حديث: 386 اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، باب المسح على الخفين' حديث: 722 اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الطهارات' في المسح على الخفين - حديث: 1857 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' المسح على العمامة مع الناصية - حديث: 107

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ لِحَاجَتِهٖ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَالَ فَذَهَبْتُ مَعَهٗ بِمَآءٍ قَالَ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَبْتُ عَلَيْهِ قَالَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ مِنْ ضِيْقِ كُمَّيْ جُبَّتِهٖ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهٖ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ . ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يَؤُمُّهُمْ قَدْ صَلّٰى بِهِمْ سَجْدَةً فَصَلّٰى مَعَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ فَفَزِعَ النَّاسُ لَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ قَدْ اَحْسَنْتُمْ .

✦✦ ابن شہاب زہری حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عباس بن زیاد سے یہ روایت کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) میں بھی پانی لے کر آپ کے ساتھ چل پڑا۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ کے لئے پانی انڈیلنا شروع کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: آپ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا۔ پھر آپ نے دونوں بازو باہر نکالنے چاہے لیکن آپ کے جبے کی آستینیں تنگ ہونے کی وجہ سے آپ انہیں باہر نہیں نکال سکے تو آپ نے جبے کے نیچے سے ان دونوں کو باہر نکالا اور دونوں بازوؤں کو دھویا۔ پھر آپ نے اپنے سر مبارک کا مسح کیا اور پھر دونوں موزوں پر مسح کر لیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے ہمراہ نماز ادا کی۔ پھر جو رکعت باقی رہ گئی تھی اسے ادا کیا لوگ اس بات سے گھبرا گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: تم نے اچھا کیا ہے۔

•••———•••———•••

موزوں پر مسح کا حکم

شرح: علامہ ابن رشد نے یہ بات بیان کی ہے کہ موزوں پر مسح کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

مشہور رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے اور جمہور فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سفر کے دوران مسح کرنا جائز ہے البتہ حضر یعنی مقیم ہونے کی صورت میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

جبکہ تیسرا قول بعض افراد کا ہے جن کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا مطلق طور پر جائز نہیں ہے۔

مختلف محدثین نے مسح کے جواز کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے یہ بات ذکر کی ہے کہ علامہ ابن رشد نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے: ان کے نزدیک سفر کی حالت میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے لیکن مقیم کی حالت میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں بھی یہی بات نقل کی ہے۔

علامہ ابن رشد نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ موزوں پر مسح کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان میں سے زیادہ کا تعلق سفر کے ساتھ ہے اور سفر کے بارے میں اصول یہ ہے کہ اس میں بیشتر احکام میں رخصت اور تخفیف کا پہلو پایا جاتا ہے کیونکہ موزوں

پر مسح کرنے کا حکم بھی اپنی اصل کے اعتبار سے تخفیف کی حیثیت رکھتا ہے' اس لیے اس کا حکم سفر کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کی اس بات سے تردید ہو جاتی ہے جیسا کہ اس حدیث میں یہ بات مذکور ہے:

''مسافر شخص تین دن اور تین راتوں تک اور مقیم شخص ایک دن اور ایک رات تک موزوں پر مسح کرے گا''۔

موزے میں کس جگہ پر مسح کیا جائے گا؟ اس کے بارے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موزے کے اوپر والے حصے پر مسح کرنا واجب ہے' جبکہ نیچے والے حصے پر مسح کرنا مستحب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ موزے کے اوپر والے حصے پر مسح کرنا واجب ہے' نیچے والے حصے پر مسح کرنا واجب نہیں ہے۔

موزے پر مسح کرنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ صحیح اور سالم ہو' اگر کوئی موزہ پھٹا ہوا ہو' تو اس پر مسح کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر موزے کا سوراخ چھوٹا ہو' تو اس پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ سوراخ تین انگلیوں سے کم ہونا چاہیے۔

کوئی شخص کتنی مدت تک موزہ اتارے بغیر اس پر مسح کر سکتا ہے۔ اس بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بارے میں وقت کی کوئی مخصوص حد نہیں ہے' موزہ پہننے والا شخص اس پر مسح کرتا رہے گا' جب تک وہ اسے اتار نہیں دیتا۔ جب تک اُسے جنابت کی حالت لاحق نہیں ہو جاتی' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی متعین مدت ہے' ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات مدت متعین کی ہے''۔

(بحوالہ صحیح مسلم)

موزے پر مسح کرنے کے لیے یہ بات شرط ہے کہ انسان نے وضو کرنے کے بعد موزے پہنے ہوں' اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے۔

اس کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ جب وہ آگے ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ اتارنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رہنے دو! میں نے انہیں باوضو حالت میں پہنا تھا۔

(حوالہ صحیح بخاری)

علماء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' ان کی وجہ سے موزوں پر مسح کا حکم بھی ٹوٹ جاتا ہے' یعنی جب کسی شخص پر وضو کرنا لازم ہوگا' تو اس پر موزے پر دوبارہ مسح کرنا بھی لازم ہوگا۔

تاہم فقہاء کے درمیان اس حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص موزہ اتار دیتا ہے' تو کیا اس سے مسح ٹوٹ جائے

گا یا نہیں ٹوٹے گا؟

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص موزہ اتارنے کے بعد دونوں پاؤں دھولیتا ہے تو اس کا وضو برقرار رہتا ہے اگر کوئی شخص موزہ اتارنے کے بعد پاؤں دھوئے بغیر نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ دوبارہ پاؤں دھوکر دوبارہ اس نماز کو ادا کرے گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

تاہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص موزہ اتارنے کے بعد پاؤں دھونے میں تاخیر کر دیتا ہے تو وہ نئے سرے سے وضو کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ وضو کے اعضاء کو دھونے میں مسلسل وضو کرنا ضروری ہے۔

48- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رُقَيْشٍ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ اَتٰى قُبَآءَ فَبَالَ ثُمَّ اُتِيَ بِمَآءٍ فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثُمَّ صَلّٰى .

✦✦ سعید بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ قباء تشریف لائے۔ انہوں نے پیشاب کیا پھر پانی لایا گیا تو انہوں نے وضو کیا۔ اپنے چہرے کو دھویا۔ دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک دھویا۔ پھر انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا پھر دونوں موزوں پر مسح کر لیا پھر نماز ادا کی۔

49- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ وَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَدِمَ الْكُوْفَةَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَهُوَ اَمِيْرُهَا فَرَاٰهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَهُوَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ سَلْ اَبَاكَ اِذَا قَدِمْتَ عَلَيْهِ فَنَسِيَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْ يَّسْاَلَهٗ حَتّٰى قَدِمَ سَعْدٌ فَقَالَ اَسَاَلْتَ اَبَاكَ فَقَالَ لَا فَسَاَلَهٗ عَبْدُاللّٰهِ . فَقَالَ اِذَا دَخَلْتَ رِجْلَيْكَ فِي الْخُفَّيْنِ وَ هُمَا طَاهِرَتَانِ فَامْسَحْ عَلَيْهِمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاِنْ جَآءَ اَحَدُنَا مِنَ الْغَائِطِ قَالَ وَ اِنْ جَآءَ اَحَدُكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ .

✦✦ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے جو وہاں کے امیر تھے حضرت عبداللہ نے انہیں موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تو اس بات پر ان پر اعتراض کیا، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اپنے والد سے پوچھئے گا جب آپ ان کے پاس جائیں گے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان سے یہ سوال کرنا یاد نہیں رہا یہاں تک کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ (مدینہ منورہ) آئے، تو انہوں

حدیث 48: مسند الشافعی - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعی رضی الله عنهما' حدیث: 1014 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، باب المسح على الخفين' حديث: 518 .

حدیث 49: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودی - كتاب الطهارة' باب ما جاء فی المسح على الخفين - حديث: 71 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' باب ما جاء فی المسح على الخفين - حديث: 543 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، باب المسح على الخفين' حديث: 736 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات' فی المسح على الخفين - حديث: 1867 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند العشرة المبشرين بالجنة' مسند الخلفاء الراشدين - اول مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه' حديث: 88 مسند الشافعی - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعی رضی الله عنهما' حديث: 1012

نے دریافت کیا: کیا آپ نے اپنے والد سے سوال کیا' تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) سوال کیا' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے دونوں پاؤں موزوں میں ایسی حالت میں داخل کرو کہ وہ دونوں پاک ہوں' تو تم ان دونوں پر مسح کر لو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔ اگرچہ کوئی شخص پاخانہ کر کے آیا ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگرچہ کوئی شخص پاخانہ کر کے آیا ہو۔

50-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ بَالَ بِالسُّوْقِ ثُمَّ تَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَ يَدَيْهِ وَ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ دُعِیَ لِجَنَازَةٍ حِيْنَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ لِيُصَلِّیْ عَلَيْهِ فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلّٰى .

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بازار میں (ایک طرف) پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا' تو اپنے چہرے کو اور دونوں بازوؤں کو دھویا اور سر پر مسح کیا۔ پھر جب وہ مسجد میں داخل ہونے لگے تو انہیں نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا تا کہ وہ اس کی نماز جنازہ ادا کریں تو انہوں نے اپنے موزوں پر مسح کر کے نماز جنازہ ادا کر لی۔

51-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَاٰى اَبَاهُ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلٰى ظُهُوْرِهِمَا لَا يَمْسَحُ بُطُوْنَهُمَا قَالَ ثُمَّ يَرْفَعُ الْعِمَامَةَ فَيَمْسَحُ بِرَاْسِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ نَرَى الْمَسْحَ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا لِلْمُسَافِرِ وَ قَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَا يَمْسَحُ الْمُقِيْمُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَ عَامَّةُ هٰذِهِ الْاٰثَارِ الَّتِیْ رَوٰى مَالِكٌ فِی الْمَسْحِ اِنَّمَا هِیَ فِی الْمُقِيْمِ ثُمَّ قَالَ لَا يَمْسَحُ الْمُقِيْمُ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

✦✦ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنے والد کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے موزوں پر ان کے باہر والے حصے پر مسح کیا۔ ان کے اندرونی حصے پر مسح نہیں کیا۔ پھر انہوں نے اپنے عمامے کو اٹھایا اور اپنے سر پر مسح کیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم ان سب کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک مقیم شخص کے لئے اس کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لئے اس کی مدت تین دن اور تین راتیں ہے۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: مقیم شخص موزوں پر مسح نہیں کرے گا۔ عام روایات وہی ہیں جنہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مسح کے بارے میں نقل کیا ہے اور یہ مقیم شخص کے بارے میں ہیں' لیکن پھر انہوں نے خود یہ بات بیان کی ہے کہ مقیم شخص موزوں پر مسح نہیں کرے گا۔

حدیث 50: اخرجہ مالک فی "المؤطا" بروایۃ یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الطھارۃ' باب ما جاء فی المسح علی الخفین - حدیث: 72 مسند الشافعی - باب ما خرج من کتاب الوضوء' حدیث: 47 ذکرہ البیھقی فی "معرفۃ السنن و الآثار"' باب المسح علی الخفین' حدیث: 517

حدیث 51: اخرجہ مالک فی "المؤطا" بروایۃ یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الطھارۃ' باب العمل فی المسح علی الخفین - حدیث: 74 ذکرہ البیھقی فی "معرفۃ السنن و الآثار"' باب المسح علی الخفین' حدیث: 520

بَابُ الْمَسْحُ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْخِمَارِ

باب 14: عمامہ اور اوڑھنی پر مسح کرنا

52- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ بَلَغَنِیْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْعِمَامَةِ فَقَالَ لَا حَتّٰى يَمَسَّ الشَّعْرَ الْمَآءُ . قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے: ان سے عمامے کے بارے میں دریافت کیا گیا (یعنی اس پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا) تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ جب تک پانی بالوں کو چھو نہیں لیتا (مسح نہیں ہوگا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

...——...——...

شرح: عمامے پر مسح کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہاء حنابلہ اس بات کے قائل ہیں کہ عمامے پر مسح کرنا جائز ہے انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عمامے اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمامے اور موزوں پر مسح کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزوں اور چادر پر مسح کیا۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت انس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم بھی اسی بات کے قائل تھے بلکہ ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ منقول ہیں:

''جو شخص عمامے پر مسح کر کے باوضو نہیں ہو سکتا' اللہ تعالیٰ اُسے کبھی باوضو نہ کرے''۔

حنبلی فقہاء کے نزدیک عمامے کے اکثر حصے پر مسح کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بدل کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح موزہ بدل کی حیثیت رکھتا ہے' تاہم عمامے پر مسح کرتے ہوئے اس کے اطراف میں مسح کیا جائے گا' درمیان میں مسح نہیں کیا جائے گا' کیونکہ وہ

حدیث 52: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودی - كتاب الطهارة' باب ما جاء فی المسح بالرأس والاذنين - حديث: 67 اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم' باب ما جاء فی المسح على العمامة - حديث: 98 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات' من كان لا يرى المسح عليها ويمسح على رأسه - حديث: 229 ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' جماع أبواب سنة الوضوء وفرضه . باب إيجاب المسح بالرأس وإن كان متعمما' حديث: 267 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات' من كان لا يرى المسح عليها ويمسح على رأسه - حديث: 229 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، فريضة الوضوء فی غسل الوجه' حديث: 167

حصہ موزے کے نیچے والے حصے کی مانند ہے۔

تاہم احناف اس بات کے قائل ہیں کہ عمامے پر مسح کرنا یا ٹوپی پر مسح کرنا یا برقعے پر یا دستانوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ موزوں پر مسح کا حکم قیاس کے خلاف ہے لیکن چونکہ وہ ثابت ہے اس لیے ہم اُس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں تو کسی دوسری چیز کو اُس کے ساتھ شامل نہیں کیا جاسکتا۔

نبی اکرم ﷺ سے اس حوالے سے مختلف طرح کی روایات منقول ہیں۔

عمامے پر مسح کے جواز میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں اُن کے بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ رائے پیش کی ہے کہ عمامے پر مسح کرنے کی اجازت تھی پھر اس حکم کو ترک کر دیا گیا باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

عمامے پر مسح کرنے کے بارے میں مولانا عبدالحئی لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس بارے میں مختلف آثار منقول ہیں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے عمامہ شریف پر مسح کیا ہے اور اس روایت کو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ حضرت بلال بن مغیرہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے لیکن یہ تمام روایات ایسی ہیں جن میں علت پائی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے بارے میں بھی مختلف محدثین نے یہ بات نقل کی ہے کہ وہ لوگ اپنے عمامے پر مسح کیا کرتے تھے۔ ان محدثین میں امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق شامل ہیں۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل اس بارے میں منقول روایات ہیں اور ان حضرات کی دوسری دلیل موزوں پر مسح کے حکم پر اس مسئلے کو قیاس کرنا ہے۔

یہ حضرات اس بات کے بھی قائل ہیں کہ عورت اپنی چادر پر مسح کر سکتی ہے ان حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی چادر پر مسح کر لیا کرتی تھیں۔

جو حضرات عمامے یا چادر پر مسح کرنا درست نہیں سمجھتے اُن میں عروہ بن زبیر قاسم بن محمد ابراہیم نخعی حماد بن ابوسلیمان شامل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم اپنے سروں پر مسح کرو''۔

تو جو شخص اپنے عمامے پر مسح کرتا ہے وہ اپنے سر پر مسح کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔ ''الاستذکار'' میں یہی بات منقول ہے۔

53- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ رَاَيْتُ صَفِيَّةَ ابْنَةَ اَبِي عُبَيْدَةَ تَتَوَضَّأُ وَتَنْزِعُ خِمَارَهَا ثُمَّ تَمْسَحُ بِرَأْسِهَا قَالَ نَافِعٌ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ صَغِيْرٌ .

حدیث 53: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی - کتاب الطهارة' باب ما جاء فی المسح بالرأس والأذنین - حدیث: 69 ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب الطهارة' جماع أبواب سنة الوضوء وفرضه - باب إیجاب المسح بالرأس وإن کان متعمما' حدیث: 269

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُلَا يُمْسَحُ عَلَى الْخِمَارِ وَلَا الْعِمَامَةِ بَلَغَنَآ اَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْعِمَامَةِ كَانَ فَتُرِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ صفیہ بنت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنی اوڑھنی الگ کر کے پھر اپنے سر پر مسح کیا۔ نافع بیان کرتے ہیں' میں ان دنوں بچہ تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں یعنی اوڑھنی پر یا عمامے پر مسح نہیں کیا جا سکتا ہم تک یہ روایات پہنچی ہیں: پہلے عمامے پر مسح کیا جاتا تھا لیکن پھر اسے ترک کر دیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے اور ہمارے عام فقہاء کی بھی یہی رائے ہے۔

بَابُ الْاِغْتِسَالُ مِنَ الْجَنَابَةِ

باب 15: غسل جنابت کرنا

54-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ اَفْرَغَ عَلٰى يَدِهِ الْيُمْنٰى فَغَسَلَهَا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ وَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَنَضَحَ فِىْ عَيْنَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ الْيُسْرٰى ثُمَّ غَسَلَ رَاْسَهٗ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَاَفَاضَ الْمَآءَ عَلٰى جِلْدِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ اِلَّا النَّضْحَ فِى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ عَلَى النَّاسِ فِى الْجَنَابَةِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَ الْعَآمَّةِ .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب غسل جنابت کرتے تھے' تو پہلے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی انڈیل کر اسے دھوتے تھے۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھوتے تھے پھر کلی کرتے تھے۔ پھر ناک میں پانی ڈالتے تھے۔ پھر اپنے چہرے کو دھوتے تھے۔ پھر اپنی آنکھوں پر پانی ڈالتے تھے پھر اپنے دائیں ہاتھ کو دھوتے تھے۔ پھر بائیں کو دھوتے تھے۔ پھر اپنے سر کو دھوتے تھے اور پھر غسل کرتے تھے اور اپنے پورے جسم پر پانی بہا لیتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس پوری روایت کو اختیار کرتے ہیں' سوائے آنکھوں میں چھینٹے مارنے کے' کیونکہ غسل جنابت میں ایسا کرنا لوگوں پر واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور عام فقہاء کی یہی رائے ہے۔

•••———•••———•••

حدیث 54: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الطهارة' باب العمل فى غسل الجنابة - حديث: 99 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، باب اغتسال الجنب' حديث: 956 اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، كتاب الطهارات' من كان يقول: بالغ فى غسل الشعر - حديث: 1057 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب الطهارة' جماع أبواب الغسل من الجنابة - باب نضح الماء فى العينين وإدخال الإصبع فى السرة' حديث: 791

شرح: لفظ غسل میں اگر غین پر پیش پڑھی جائے' تو اس کا مطلب غسل کرنا ہے' اگر غین پر زبر پڑھی جائے' تو اس سے مراد وہ پانی ہے' جس کے ذریعے غسل کیا جاتا ہے۔

لفظ غسل کا لغوی معنی مطلق طور پر کسی بھی چیز پر پانی بہانا ہے' اگر لفظ غسل میں غین پر زیر پڑھی جائے' تو اس کا مطلب وہ چیز ہے' جسے غسل کے دوران استعمال کیا جاتا ہے' جیسے صابن وغیرہ۔

شرعی طور پر غسل کا مطلب پاک پانی کو مخصوص طریقے سے پورے جسم پر بہانا ہے۔

غسل کی مشروعیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہے:

''اور جب تم جنابت کی حالت میں ہو' تو اچھی طرح سے پاکیزگی حاصل کرو''۔ (المائدہ: ۵)

یہاں پورے بدن کو صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے' البتہ جس حصے تک پانی پہنچانا ناممکن ہو' جیسے آنکھوں کا اندرونی حصہ ہے' وہ اس حکم میں شامل نہیں ہوگا' کیونکہ اس کو دھونے میں ضرر اور اذیت کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔

غسل کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے' تا کہ اس کے کرنے کے نتیجے میں انسان کو ثواب حاصل ہو اور جن عبادات کی ادائیگی اُس کے لیے ممنوع تھی' وہ اُسے ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔

احناف کے نزدیک سات اسباب ایسے ہیں جو غسل کو واجب کر دیتے ہیں۔

(۱) منی کا خروج: اس سے مراد وہ گاڑھا مادہ ہے' جو شہوت کی شدت کے وقت مرد یا عورت کی شرمگاہ سے خارج ہوتا ہے' تاہم اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ یہ کسی لذت کی وجہ سے خارج ہو' اس بارے میں سونے یا جاگنے کا حکم برابر ہے' لیکن اگر کوئی شخص کوئی وزن اُٹھاتا ہے یا کسی بلند جگہ سے گرتا ہے اور اس دوران اُس کی منی خارج ہو جائے' تو احناف کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا' البتہ شوافع کے نزدیک غسل واجب ہو جائے گا۔

منی کے خروج کی وجہ سے غسل کے وجوب کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں:

''میری مذی بکثرت خارج ہوا کرتی تھی' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مذی کے خروج پر وضو لازم ہوتا ہے اور منی کے خروج پر غسل لازم ہوتا ہے''۔ (جامع ترمذی)

اسی طرح سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ ایک مرتبہ اُم سلیم نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں کرتا' اگر عورت کو احتلام ہو جائے' تو اُس پر غسل واجب ہوگا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! جب وہ پانی کو دیکھ لے' سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں! تو پھر بچہ اُس کے ساتھ مشابہت کس وجہ سے رکھتا ہے؟

(۲) غسل کے وجوب کی دوسری بنیادی وجہ شرمگاہوں کا باہم مل جانا ہے' خواہ اس میں انزال نہ بھی ہو۔

(۳) غسل کے وجوب کی تیسری وجہ حیض کے اختتام پر عورت پر غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

(۴) غسل کے وجوب کی چوتھی بنیادی وجہ نفاس ہے' یہ وہ خون ہے' جو ولادت کے بعد خارج ہوتا ہے۔

(۵) غسل کے وجوب کی پانچویں وجہ مسلمان کا انتقال کرنا ہے' بشرطیکہ وہ شہید نہ ہو یعنی مردے کو غسل دینا بھی واجب ہے' اس بارے میں مذاہبِ اربعہ میں اتفاق پایا جاتا ہے۔

(٦) غسل کے وُجوب کی چھٹی وجہ کافر شخص کا اسلام قبول کرنا ہے خواہ وہ کافر ہو یا مرتد ہونے کے بعد دوبارہ اسلام قبول کر رہا ہو' البتہ یہاں فقہاء مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مطلق طور پر کافر کے لیے اسلام قبول کرنے کے لیے غسل کرنا واجب ہے' جبکہ احناف اور شوافع اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کافر شخص جنابت کی حالت میں نہیں ہے' تو اب اُس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے' اگر وہ صرف وضو کر لیتا ہے' تو یہ بھی جائز ہوگا۔

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں:

کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا اور پورے جسم کو دھونا۔

البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔

حالتِ جنابت والا اگر کوئی شخص سمندر میں یا بڑے کنویں میں یا بہتے ہوئے پانی میں ایک مرتبہ غوطہ لگا لیتا ہے اور وہ پانی اُس کے پورے جسم تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ شخص کلی کر لیتا ہے اور ناک میں پانی ڈال لیتا ہے' تو ایسا کرنا بھی اُس کے لیے جائز ہوگا۔

بَابُ اَلرَّجُلُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ

باب 16: جو شخص رات کے وقت جنبی ہو جائے

55-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ذَكَرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ تَوَضَّاْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ وَنَمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاِنْ لَّمْ يَتَوَضَّاْ وَلَمْ يَغْسِلْ ذَكَرَهٗ حَتّٰى يَنَامَ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ اَيْضًا .

حديث 55:اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودي - كتاب الطهارة' باب وضوء الجنب إذا أراد أن ينام أو يطعم قبل أن - حديث:106 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الغسل' باب الجنب يتوضأ ثم ينام - حديث:286 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الحيض' باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له - حديث: 490 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الطهارة' باب في الجنب ينام - حديث: 194 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' أبواب التيمم - باب من قال : لا ينام الجنب حتى يتوضأ وضوء ه للصلاة' حديث: 582 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، ذكر ما ينقض الوضوء وما لا ينقضه' وضوء الجنب وغسله ذكره إذا أراد أن ينام - حديث: 248 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 4907 اخرجه الطيالسي في "مسنده"، أحاديث النساء ' وما أسند عبد الله بن عمر بن الخطاب رحمه الله عن - وما روى عبد الله بن دينار عن ابن عمر' حديث: 1976 مسند الحميدي - أحاديث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنه' حديث: 633 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الوضوء ' جماع أبواب فضول التطهير والاستحباب من غير إيجاب - باب استحباب غسل الذكر مع الوضوء إذا أراد الجنب النوم' حديث: 213 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب أحكام الجنب - ذكر الإخبار عما يعمل الجنب إذا أراد النوم قبل الاغتسال' حديث: 1229

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ انہیں رات کے وقت جنابت لاحق ہو جاتی ہے۔ پھر (انہیں کیا کرنا چاہئے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی شرمگاہ کو دھو کر وضو کر لو اور پھر سو جاؤ۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اگر کوئی شخص وضو نہیں کرتا اور اپنی شرمگاہ کو دھوئے بغیر سو جاتا ہے تو اس وجہ سے اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

56-اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ السُّبَيْعِیِّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصِيْبُ مِنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ يَنَامُ وَلَا يَمَسُّ مَآءً فَاِنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ عَادَ وَاغْتَسَلَ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَرْفَقُ بِالنَّاسِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد غسل کیے بغیر سو جایا کرتے تھے۔ پھر جب رات کے آخری حصے میں آپ بیدار ہوتے تو دوبارہ صحبت کرتے اور پھر غسل کرتے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث لوگوں کے لیے زیادہ آسانی کی حامل ہے۔ (کہ وہ غسل کیے بغیر سو سکتے ہیں)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: شمس الائمہ سرخسی تحریر کرتے ہیں: جنابت والے شخص کے لیے اس بارے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وضو کرنے سے پہلے سو جائے یا وضو کرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ دوبارہ صحبت کر لے البتہ اگر وہ سونے سے پہلے وضو کر لے تو یہ چیز زیادہ فضیلت رکھتی ہے اگر (جنابت) کی حالت میں کچھ کھانا چاہتا ہو تو اس کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھو کر پھر کلی کر کے کچھ کھائے۔ شمس الائمہ تحریر کرتے ہیں: اس کی دلیل اسود کے حوالے سے منقول سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے:

حدیث56: اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها' حديث: 24229اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' أبواب التيمم - باب فی الجنب ينام كهيئته لا يمس ماء' حديث: 579اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم' باب فی الجنب ينام قبل أن يغتسل - حديث: 113اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، باب الرجل ينام وهو جنب أو يطعم أو يشرب' حديث: 1043اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات؛ فی الغسل من قال لا بأس أن يؤخره - حديث: 675اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، كتاب عشرة النساء ' الجنب إذا أراد أن ينام وذكر اختلاف الناقلين لخبر عائشة فی - حديث: 8774اخرجه الطيالسی فی "مسنده"، أحاديث النساء ' مسند عائشة أم المؤمنين رضی الله عنها - ما روى الأسود عن عائشة رضی الله عنها' حديث: 1486مسند ابن الجعد - حديث سفيان بن سعيد الثوری' حديث: 1432اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده"، ما يروى ' حديث: 1348اخرجه ابويعلی فی "مسنده"، مسند عائشة' حديث: 4604

''نبی اکرم ﷺ اپنی اہلیہ کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد پانی استعمال کیے بغیر (وضو یا غسل کیے بغیر) سو جایا کرتے تھے' پھر جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تھے' تو بعض اوقات دوبارہ یہ عمل کر لیتے تھے اور بعض اوقات اُٹھ کر غسل کر لیتے تھے''۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک ہی رات میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ صحبت کیا کرتے تھے' پھر ایک ہی مرتبہ غسل کر لیتے تھے۔

شمس الائمہ نے جو یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر وہ شخص سونے سے پہلے وضو کر لے تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے' اس کی دلیل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ حدیث ہے' جس میں وہ یہ بیان کرتی ہیں:

''نبی اکرم ﷺ اپنی اہلیہ کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد وضو کرتے تھے اور پھر سویا کرتے تھے''۔

شمس الائمہ فرماتے ہیں: غسل کرنے اور وضو کرنے کی ضرورت نماز کے لیے پیش آتی ہے' سونے کے لیے پیش نہیں آتی یا دوبارہ صحبت کے لیے پیش نہیں آتی' البتہ اگر کوئی شخص وضو کر لیتا ہے' تو اس میں زیادہ نظافت پائی جاتی ہے' اس لیے اسے زیادہ فضیلت والا قرار دیا گیا ہے۔

جنابت کی حالت میں کھانے پینے سے پہلے ہاتھ دھونے اور کلی کر کے کھانے کی مستحب ہونے کی دلیل ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ یہ روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے جنابت والے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: کیا وہ کچھ کھا سکتا ہے یا پی سکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! جب وہ وضو کر لے۔

شمس الائمہ فرماتے ہیں: یہاں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے' کیونکہ عام طور پر ہاتھ پر نجاست لگی ہوتی ہے' تو اُسے پانی کے ذریعے صاف کرنا ضروری ہوگا۔ (مبسوط سرخسی ج۱ص۱۹۳)

بَابُ الْاِغْتِسَالُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 17: جمعہ کے دن غسل کرنا

57–اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ

حديث 57: إذا جاء أحدكم الجمعة اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الجمعة' باب فضل الغسل يوم الجمعة - حديث: 851 اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الجمعة' باب العمل في غسل يوم الجمعة - حديث: 228 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الجمعة المختصر من المختصر من المسند على الشرط الذي ذكرنا' جماع أبواب الغسل للجمعة - باب ذكر الخبر المفسر للفظة المجملة التي ذكرتها' حديث: 1642 اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الصلاة' باب الغسل يوم الجمعة - حديث: 1550 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الجمعة' الغسل يوم الجمعة - حديث: 1659 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الجمعة' باب الأمر بالغسل يوم الجمعة - حديث: 1365 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب غسل يوم الجمعة' حديث: 418 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 5018 المعجم الأوسط للطبراني - باب الألف' من اسمه أحمد - حديث: 25

الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص جمعہ (کی نماز ادا کرنے کے لئے) آئے تو اسے غسل کر لینا چاہئے۔

58- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ ابْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ .

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ شخص پر فرض ہے۔

59- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ

حديث58: اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الأذان' أبواب صفة الصلاة - باب وضوء الصبيان ' حديث: 834 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الجمعة' باب فضل الغسل يوم الجمعة - حديث: 853 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الجمعة' باب الطيب للجمعة - حديث: 854 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الجمعة' باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان - حديث: 869 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الشهادات' باب بلوغ الصبيان وشهادتهم - حديث: 2543 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الجمعة' باب وجوب غسل الجمعة على كل بالغ من الرجال - حديث: 1442 اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب الجمعة' باب العمل فی غسل يوم الجمعة - حديث: 225 اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب الجمعة' باب العمل فی غسل يوم الجمعة - حديث: 227 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الطهارة' باب فی الغسل يوم الجمعة - حديث: 291 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب إقامة الصلاة ' باب ما جاء فی الغسل يوم الجمعة - حديث: 1085 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الجمعة' باب الأمر بالسواك يوم الجمعة - حديث: 1364 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الجمعة' فی غسل الجمعة - حديث: 4918 اخرجه النسائی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الجمعة' السواك يوم الجمعة - حديث: 1648 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب غسل يوم الجمعة' حديث: 423 ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الجمعة' جماع أبواب الغسل للجمعة والخطبة وما يجب فی صلاة الجمعة - باب السنة لمن أراد الجمعة أن يغتسل ' حديث: 5279 مسند الشافعی - من الجزء الثانی من اختلاف الحديث من الأصل العتيق' حديث: 770 مسند الحميدی - أحاديث أبی سعيد الخدری رضی الله عنه' حديث: 709 اخرجه ابويعلیٰ فی "مسنده"، من مسند أبی سعيد الخدری' حديث: 942 المعجم الأوسط للطبرانی - باب الألف' من اسمه أحمد - حديث: 307 اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب الغسل يوم الجمعة - حديث: 1551 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب غسل الجمعة - ذكر خبر ثان ذهب إليه بعض ائمتنا ' حديث: 1244 اخرجه ابن خزيمة فی "صحيحه"، كتاب الجمعة المختصر من المختصر من المسند على الشرط الذی ذكرنا' جماع أبواب الغسل للجمعة - باب ذكر الدليل على أن النبی صلى الله عليه وسلم إنما' حديث: 1641

حديث59: اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب الطهارة' باب ما جاء فی السواك - حديث: 142 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الجمعة' باب الغسل يوم الجمعة والطيب والسواك - حديث: 5142 ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الجمعة' ومن جماع أبواب الهيئة للجمعة - باب السنة فی التنظيف يوم الجمعة بغسل ' حديث: 5566 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الجمعة' باب الهيئة للجمعة - حديث: 1824 مسند الشافعی - ومن كتاب إيجاب الجمعة' حديث: 251 المعجم الصغير للطبرانی - من اسمه القاسم' حديث: 763

الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا یَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِیْدًا لِلْمُسْلِمِیْنَ فَاغْتَسِلُوْا وَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِیْبٌ فَلَا یَضُرُّهُ اَنْ یَّمَسَّ مِنْهُ وَ عَلَیْكُمْ بِالسِّوَاكِ ۔

✧✧ حضرت ابن سباق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! یہ وہ دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے عید قرار دیا ہے تو تم غسل کیا کرو اور جس شخص کے پاس خوشبو ہو اگر وہ اسے استعمال کرے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا' تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔

60-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِی الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهُ قَالَ غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُحْتَلِمٍ كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ شخص پر لازم ہے جس طرح غسل جنابت کیا جاتا ہے۔

61-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا یَرُوْحُ اِلَی الْجُمُعَةِ اِلَّا اغْتَسَلَ ۔

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے لئے جاتے ہوئے پہلے غسل ضرور کیا کرتے تھے۔

62-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِی الزُّهْرِیُّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ اَیَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ

حدیث 60: اخرجه مالک فی "المؤطا" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی - کتاب الجمعة' باب العمل فی غسل یوم الجمعة - حدیث: 225 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الجمعة' باب الغسل یوم الجمعة والطیب والسواک - حدیث: 5146

حدیث 62: اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الجمعة' باب فضل الغسل یوم الجمعة - حدیث: 852 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الجمعة' باب فضل الجمعة - حدیث: 856 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الجمعة' حدیث: 1440 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الجمعة' حدیث: 1441 اخرجه الترمذی فی "سننه"، ابواب الجمعة' باب ما جاء فی الاغتسال یوم الجمعة - حدیث: 477 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، کتاب الطهارة' باب فی الغسل یوم الجمعة - حدیث: 290 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الجمعة' باب الغسل یوم الجمعة والطیب والسواک - حدیث: 5133 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الجمعة' فی غسل الجمعة - حدیث: 4925 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب غسل یوم الجمعة' حدیث: 427 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند العشرة المبشرین بالجنة' مسند الخلفاء الراشدین - أول مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه' حدیث: 92 مسند الشافعی - باب ما خرج من کتاب الوضوء ' حدیث: 58 اخرجه الطیالسی فی "مسنده"، الأفراد عن عمر ' حدیث: 51 مسند عبد بن حمید - مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه' حدیث: 8 البحر الزخار مسند البزار - ما روی ابن عمر ' حدیث: 125 اخرجه ابویعلی فی "مسنده"، مسند عمر بن الخطاب رضی الله عنه' حدیث: 242 اخرجه الدارمی فی "سننه"، کتاب الصلاة' باب الغسل یوم الجمعة - حدیث: 1552 اخرجه مالک فی "المؤطا" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی - کتاب الجمعة' باب العمل فی غسل یوم الجمعة - حدیث: 226 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب الطهارة' باب غسل الجمعة - ذکر الخبر الدال علی أن الأمر بالاغتسال للجمعة فی الاخبار التی' حدیث: 1246 اخرجه ابن خزیمة فی "صحیحه"، کتاب الجمعة المختصر من المختصر من المسند علی الشرط الذی ذکرنا' جماع أبواب الغسل للجمعة - باب ذکر الخبر المفسر للفظة المجملة التی ذکرتها ' حدیث: 1642

فَقَالَ الرَّجُلُ انْقَلَبْتُ مِنَ السُّوْقِ فَسَمِعْتُ النِّدَآءَ فَمَازِدْتُّ عَلٰى اَنْ تَوَضَّاْتُ ثُمَّ اَقْبَلْتُ قَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوْءَ اَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِالْغُسْلِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْغُسْلُ اَفْضَلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ وَفِىْ هٰذَا اٰثَارٌ كَثِيْرَةٌ .

✦✦ حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوئے (خلیفہ وقت) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: یہ کون سا وقت ہے (مسجد میں آنے کا؟) تو وہ صاحب بولے: میں بازار سے جیسے ہی واپس آیا' میں نے اذان کی آواز سنی اور وضو کر کے اور کوئی دوسرا کام نہیں کیا اور ادھر آ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف وضو کرنا بھی (ایک غلطی ہے) آپ یہ بات جانتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کے دن) غسل کرنے کا حکم دیتے تھے۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ تاہم یہ واجب نہیں ہے اور اس بارے میں کئی روایات منقول ہیں۔

63- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ صَبِيْحٍ عَنْ سَعِيْدِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ كِلَاهُمَا يَرْفَعَانِهِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَ نِعِمَتْ وَ مَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ .

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن وضو کر لے تو یہ کافی ہوگا اور ٹھیک ہے' لیکن جو غسل کر لے تو غسل زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

64- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ سَاَلْتُهُ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْحِجَامَةِ وَالْغُسْلِ فِى الْعِيْدَيْنِ قَالَ اِنِ اغْتَسَلْتَ فَحَسَنٌ وَاِنْ تَرَكْتَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فَقُلْتُ لَهُ اَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاحَ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِنَ الْاُمُوْرِ الْوَاجِبَةِ وَاِنَّمَا هُوَ كَقَوْلِهٖ وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ فَمَنْ اَشْهَدَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَ مَنْ تَرَكَ فَلَيْسَ عَلَيْهِ وَ كَقَوْلِهٖ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ" فَمَنِ انْتَشَرَ فَلَا بَاْسَ وَ مَنْ جَلَسَ فَلَا بَاْسَ قَالَ حَمَّادٌ وَ لَقَدْ رَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيَّ يَاْتِى الْعِيْدَيْنِ وَمَا يَغْتَسِلُ .

✦✦ حماد بیان کرتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی سے جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں' پچھنے لگوانے کے بعد غسل کرنے کے بارے میں اور عیدین کے دن غسل کرنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اگر تم غسل کر لیتے ہو تو یہ بہتر ہے' لیکن اگر تم اسے ترک کر دیتے ہو' تو تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ میں نے ان سے کہا: کیا

نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:
جو شخص جمعہ کے لئے جائے اسے غسل کرنا چاہئے
تو انہوں نے فرمایا: ہاں! لیکن یہ واجب امور میں سے نہیں ہے۔ اس کی مثال اس فرمان کی طرح ہے:
''اور جب تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو''
تو جو شخص کسی کو گواہ بنالے تو اس نے اچھا کیا لیکن جو ایسا نہ کرے تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا
یا جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:
''جب نماز ختم ہو جائے' تو زمین میں پھیل جاؤ''۔
تو جو شخص پھیل گیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو شخص بیٹھا رہا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔
حماد بیان کرتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی کو دیکھا کہ وہ (بعض مرتبہ) عیدین کے لئے جاتے ہوئے غسل نہیں کرتے تھے۔

65-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ اَىِ الْجُمُعَةُ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ اَلَا تَغْتَسِلُ قَالَ الْيَوْمَ يَوْمٌ بَارِدٌ فَتَوَضَّاَ .

✧✧ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز کا وقت ہو گیا یعنی جمعہ کی نماز کا تو' انہوں نے وضو کے لئے پانی منگوایا جب وضو کرنا شروع کیا' تو ان کے ایک ساتھی نے ان سے کہا: آپ غسل نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: آج دن بہت ٹھنڈا ہے' پھر انہوں نے وضو کر لیا۔

66-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ نِ الْحَنَفِىُّ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ عَلْقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ اِذَا سَافَرَ لَمْ يُصَلِّ الضُّحٰى وَلَمْ يَغْتَسِلْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

✧✧ ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں: علقمہ بن قیس جب سفر میں ہوتے تھے' تو وہ چاشت کی نماز ادا نہیں کرتے تھے اور جمعہ کے دن غسل نہیں کیا کرتے تھے۔

67-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اَجْزَاَهٗ عَنْ غُسْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ .

✧✧ مجاہد بیان کرتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن صبح صادق کے بعد غسل کر لے تو یہ جمعہ کے دن کے غسل کی جگہ کافی ہوگا۔

68-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ عُمَّالَ اَنْفُسِهِمْ فَكَانُوْا يَرُوْحُوْنَ اِلَى الْجُمُعَةِ بِهَيْئَتِهِمْ فَكَانَ يُقَالُ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ .

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' لوگ پہلے خود کام کاج کیا کرتے تھے جب وہ جمعہ کے لئے اسی حالت میں آجاتے تھے (تو ان سے بو آیا کرتی تھی) تو انہیں یہ حکم دیا گیا کہ اگر تم غسل کرلو (تو یہ مناسب ہوگا)۔

•••———•••———•••

شرح: امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے لئے' عیدین کے لیے اور احرام کے لیے غسل کو سنت قرار دیا ہے۔

اس کی شرح کرتے ہوئے ابوبکر بن علی زبیدی تحریر کرتے ہیں:

احرام میں حکم مطلق ہے خواہ حج کا احرام ہو یا عمرے کا ہو' اسی طرح عرفہ کے دن وقوف کے لیے بھی یہی حکم ہوگا۔ تاہم ہمارے فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن کا غسل نماز کے لیے ہوتا ہے یا اُس دن کے لئے ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ یہ نماز کے لیے ہوتا ہے' جبکہ حسن کا یہ مؤقف ہے کہ یہ اُس دن کے لیے ہوتا ہے۔

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص صبح صادق ہونے سے پہلے غسل کر لیتا ہے اور پھر اُسے کوئی حدث لاحق نہیں ہوتا' یہاں تک کہ وہ جمعہ کی نماز ادا کر لے تو کیا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ سنت پر عمل کرنے والا شمار ہوگا' جبکہ حسن کے نزدیک وہ سنت پر عمل کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز کے بعد غسل کرتا ہے' تو حسن کے نزدیک وہ سنت پر عمل کرنے والا شمار ہوگا' جب کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔

اسی طرح اگر کوئی عورت جمعہ کے دن غسل کر لیتی ہے تو جمعہ کے غسل کرنے کی فضیلت اُسے حاصل نہیں ہوگی' یہ حکم امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت پر جمعہ پڑھنا لازم نہیں ہے' جبکہ حسن کے نزدیک اُسے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

بَابُ الْاِغْتِسَالُ يَوْمَ الْعِيْدَ

باب 18: عید کے دن غسل کرنا

69- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ اَنْ يَّغْدُوَ اِلَى الْعِيْدِ .

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔

70- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ اَنْ يَّغْدُوَ .
قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْعِيْدِ حَسَنٌ وَّلَيْسَ بِوَاجِبٍ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

حدیث 70: اخرجہ مالك فی "الموطا" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی - کتاب العیدین' باب العمل فی غسل العیدین - حدیث: 430 اخرجہ عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب صلاة العیدین' باب الاغتسال فی یوم العید - حدیث: 5571 ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب صلاة العیدین' باب غسل العیدین - حدیث: 5725 ذکره البیهقی فی "معرفة السنن و الآثار"، کتاب صلاة الخوف' الغسل للعیدین - حدیث: 1878 مسند الشافعی - کتاب العیدین' حدیث: 295

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عیدالفطر کے دن (عیدگاہ) جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عید کے دن غسل کرنا اچھا ہے' تاہم یہ واجب نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: جن حضرات کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے' اُن کے نزدیک عیدین کے دن بھی غسل کرنا سنت ہے اور جن حضرات کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے' اُن کے نزدیک عیدین کے دن بھی غسل کرنا مستحب ہے' تاہم پہلا قول راجح ہے۔

اس کی دلیل امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ وہ روایت ہے' جو حضرت فاکہہ بن سعد بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن غسل کیا کرتے تھے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس روایت کی بعض دیگر اسناد کا تذکرہ کیا ہے۔

بَابُ اَلتَّيَمُّمُ بِالصَّعِيْدِ

باب 19: مٹی سے تیمم کرنا

71- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّهُ اَقْبَلَ هُوَ وَعَبْدُ للهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْجُرُفِ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْمِرْبَدِ نَزَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَتَيَمَّمَ صَعِيْدًا طَيِّبًا فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى .

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: وہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جرف (نامی جگہ) سے آ رہے تھے۔ جب وہ ''مربد'' پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سواری سے) اترے۔ انہوں نے پاک مٹی کے ذریعے تیمم کیا اور اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں پر کہنیوں تک مسح کیا اور نماز ادا کر لی۔

شرح: لفظ تیمم کا مطلب کسی چیز کا قصد اور ارادہ کرنا ہے' جبکہ شرعی طور پر اس سے مراد شرعی طہارت کے حصول کے پانی کی عدم موجودگی میں پاک مٹی پہ ہاتھ مار کے اُن ہاتھوں کو دونوں بازوؤں اور چہرے پر پھیر لینا ہے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: جو شخص پانی نہ پائے جبکہ وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو اور اُس کے اور شہر کے درمیان ایک میل کا فاصلہ یا زیادہ فاصلہ موجود ہو' یا اُسے پانی مل جاتا ہے' لیکن وہ بیمار ہے اور اُسے یہ اندیشہ ہے کہ اگر اُس نے پانی استعمال کیا' تو اُس کی بیماری شدید ہو جائے گی یا جنابت والے شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے پانی کے ذریعے غسل کیا' تو ٹھنڈک کی وجہ سے وہ مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا' تو ایسا شخص تیمم کرے گا۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے امام ابوبکر بن علی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہاں پانی پانے سے مراد پانی کے استعمال کی

قدرت ہے' تاکہ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا کسی کنویں کے پاس موجود ہو اور پانی نکالنے کے لیے ڈول موجود نہ ہو یا کسی چشمے کے پاس موجود ہو اور چشمے پر دشمن ہو یا کوئی درندہ ہو یا سانپ ہو' جس کی وجہ سے وہ چشمے سے پانی حاصل نہ کر سکتا ہو' تو اب اس صورت میں وہ پانی کو پانے والا شمار نہیں ہوگا۔

اسی طرح پانی کو پانے سے یہ مراد بھی ہے کہ اتنا پانی ہونا چاہیے جس کے ذریعے انسان حدث کو ختم کر سکتا ہو' اس سے کم پانی کا حکم یونہی ہوگا جیسے وہ پانی موجود ہی نہیں ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ص ٦٦)

تیمم نبی اکرم ﷺ کی اُمت کی خصوصیت ہے' تیمم کے حکم کے شانِ نزول کا واقعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے' محققین نے یہ بات بیان کی ہے یہ غزوہ بنو مصطلق' یعنی غزوۂ مریسیع کا واقعہ ہے' جو چھٹے سن ہجری میں پیش آیا' جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا۔

فقہاء کے نزدیک تیمم کا حکم رخصت ہے' جبکہ حنابلہ کے نزدیک یہ حکم عزیمت ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا کوئی شخص قضائے حاجت کر کے آئے یا تم عورتوں کے ساتھ صحبت کر لو اور پھر تمہیں (غسل کرنے یا وضو کرنے کے لیے) پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی کے ساتھ تیمم کر لو' تم اپنے چہروں پر اُس سے مسح کر لو''۔

(المائدہ: ۵)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پانی کے ذریعے غسل کرنے کی جگہ تیمم کرنا بدل ہے۔

تیمم کے بارے میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

تمام فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ تیمم وضو کا قائم مقام بن جاتا ہے' اسی طرح وہ غسل جنابت کا قائم مقام بن جاتا ہے' اسی طرح حیض یا نفاس کے بعد کیے جانے والے غسل کا بھی قائم مقام بن جاتا ہے' البتہ احناف کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک حیض والی عورت جب تک پانی کے ذریعے غسل نہیں کرتی' اُس وقت تک اُس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا۔

احناف کے نزدیک تیمم مطلق طور پر پانی کے ذریعے وضو یا غسل کرنے کے بدل کی حیثیت رکھتا ہے' یہ مجبوری کے اعتبار سے بدل کی حیثیت نہیں رکھتا' یعنی تیمم کرنے کی وجہ سے حدث اُس وقت تک ختم ہو جاتا ہے' جب تک تیمم کرنے والے شخص کو پانی نہیں مل جاتا یا کسی اور وجہ سے حدث لاحق نہیں ہو جاتا۔

احناف کے علاوہ دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ تیمم مجبوری کی صورت میں بدل کی حیثیت رکھتا ہے' اس لیے تیمم کر کے صرف اُس وقت ہی نماز ادا کرنا جائز ہوگا حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے حدث اپنی جگہ پر موجود ہوگا' اس کی مثال استحاضہ کا شکار عورت کے طہارت حاصل کرنے کے مانند ہے۔

احناف کیونکہ اس بات کے قائل ہیں' کہ تیمم مطلق بدل کی حیثیت رکھتا ہے' تو اُن کے نزدیک کسی بھی نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے' اسی طرح احناف کے نزدیک ایک تیمم ایک نماز سے زیادہ فرض نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں' یا نوافل

بھی ادا کیے جاسکتے ہیں' جبکہ دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ تیمم صرف اُسی وقت درست ہوگا' جب نماز کا وقت شروع ہو چکا ہو اور ایک تیمم کے ذریعے ایک فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ نوافل کے لیے از سرِ نو تیمم کیا جائے گا۔

فرض نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کسی شخص کو پانی نہیں ملتا اور اُسے یہ امید ہے کہ شاید آگے جا کر پانی مل جائے' تو کیا ایسا شخص تیمم اور تیمم کے نتیجے میں ادا کی جانے والی نماز کو مؤخر کر سکتا ہے؟

اس حوالے سے مذاہب اربعہ کے ائمہ کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ تیمم کو نماز کے آخری وقت تک مؤخر کرنا افضل ہے' اگر نماز کے وقت پانی مل جانے کی اُمید ہو' اگر آدمی کو یہ اُمید نہ ہو کہ پانی دستیاب ہو سکتا ہے' تو ایسے وقت میں مستحب یہ ہے کہ نماز کے ابتدائی وقت میں تیمم کر کے انسان نماز ادا کر لے۔ یہ حکم جمہور فقہاء کے نزدیک ہے' البتہ حنابلہ کا مؤقف اس بارے میں مختلف ہے۔

تیمم کے جواز کے عذر درج ذیل ہیں:

(۱) ایسا پانی دستیاب نہ ہو' جو وضو اور غسل کرنے کے لیے کافی ہو۔

(۲) پانی موجود ہو' لیکن اُس کے استعمال کی قدرت نہ ہو۔

(۳) تیمم کی صورت میں بیماری بڑھ جانے یا بیماری طویل ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۴) پانی موجود ہو' لیکن زمانۂ حال کی بجائے' مستقبل میں اُس کی زیادہ ضرورت ہو اور پانی استعمال کرنے کے نتیجے میں وہ ضرورت پوری نہ ہو سکتی ہو۔

(۵) پانی کے حصول کے نتیجے میں مال ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۶) سردی کی شدت کی وجہ سے انسان پانی استعمال کرنے کے قابل نہ ہو۔

(۷) پانی کے حصول کا آلہ دستیاب نہ ہو' جیسے کنویں سے پانی نکالنے کے لیے رسّی یا ڈول موجود نہ ہو۔

(۸) نماز کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

اس حوالے سے بعض جزئیات میں فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ جس شخص کو پانی نہیں ملتا اور وہ تیمم کر کے نماز ادا کر لیتا ہے' پھر اُس نماز کا وقت گزر جانے کے بعد پانی ملتا ہے' تو اب اس نماز کو دُہرانا ضروری نہیں ہوگا' لیکن اگر اُس نماز کے وقت کے دوران اُسے پانی مل جاتا ہے یا کسی دوسرے سبب کی وجہ سے اُس نے تیمم کیا تھا تو اس بارے میں بعض جزوی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف کے نزدیک تیمم سے پہلے نیت کرنا شرط ہے۔

تیمم میں یہ بات فرض ہے کہ انسان اپنے چہرے اور کہنیوں تک دونوں بازوؤں پر مکمل طور پر مسح کرے۔

تیمم کے طریقے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف اور شوافع اس بات کے قائل ہیں' کہ تیمم میں دو مرتبہ ضرب لگائی جائے گی' ایک چہرے کے لیے ہوگی اور دوسری ضرب بازوؤں پر مسح کرنے کے لیے ہوگی' جبکہ مالکیوں اور حنابلہ کی یہ رائے ہے کہ تیمم میں ایک مرتبہ زمین پر ضرب لگائی جائے گی اور دوسری مرتبہ اُسی کے ذریعے چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کرلیا جائے گا۔

اس بارے میں دونوں فریقین اپنے' اپنے مؤقف کی تائید میں بعض روایات پیش کرتے ہیں۔

72-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ الْاَسْفَارِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدِيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَ اَقَامَ النَّاسُ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّ لَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ قَالَتْ فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِىْ قَدْنَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَ لَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِىْ وَ قَالَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَ جَعَلَ يَطْعُنُنِىْ بِيَدِهٖ فِىْ خَاصِرَتِىْ فَلَا يَمْنَعُنِىْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا رَاْسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِىْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَآءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَتَيَمَّمْنَا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَا هِىَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ وَ بَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِىْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ جب ہم ''بیداء'' کے مقام پر یا شاید ''ذات الجیش'' کے مقام تک پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر (گر گیا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لئے وہیں پڑاؤ کیا۔ لوگ بھی ٹھہر گئے۔ وہاں پانی موجود نہیں تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں تھا۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: آپ نے ملاحظہ فرمایا' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا دیا ہے اور لوگوں کو بھی' جبکہ یہاں کوئی پانی نہیں ہے اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے زانوں پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اللہ کے رسول کو اور لوگوں کو یہاں رکنے پر مجبور کیا ہے؟ جہاں پانی نہیں ہے اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے مجھ پر ناراضگی کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ وہ کہا' پھر انہوں نے میرے پہلو میں ہاتھ مارا' میں نے حرکت اس لیے نہیں کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے زانوں پر تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت جب پانی موجود نہیں تھا' تو اللہ تعالیٰ سے تیمم کے متعلق آیت نازل کی تو لوگوں نے تیمم کیا اور ہم نے بھی تیمم کیا۔

اس وقت حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا: اے ابوبکر کے گھر والو! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں جس اونٹ پر موجود تھی' جب ہم نے اسے کھڑا کیا' تو وہ ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں یعنی تیمم میں دو ضربیں ہوں گی۔ ایک صرف چہرے کے لئے ہو گی اور ایک ضرب دونوں بازوؤں پر کہنیوں تک (مسح کرنے کے لئے) ہو گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ اَلرَّجُلُ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْاَةِ اَوْيُبَاشِرُهَا وَ هِيَ حَائِضٌ

باب 20: آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ قربت کرنا یا مباشرت کرنا جبکہ وہ عورت حیض کی حالت میں ہو

73-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلٰى عَآئِشَةَ يَسْئَلُهَا هَلْ يُبَاشِرُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَ هِيَ حَائِضٌ فَقَالَتْ لِتَشُدَّ اِزَارَهَا عَلٰى اَسْفَلِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا اِنْ شَآءَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی شخص کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا تا کہ ان سے یہ مسئلہ دریافت کرے کہ کیا کوئی شخص اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ قربت اختیار کر سکتا ہے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ عورت اپنے زیریں حصے پر تہبند باندھ لے گی اور پھر وہ مرد اگر چاہے' تو اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: لفظ مباشرت کا لغوی مطلب مرد اور عورت کا اپنی جلد کو ساتھ ملانا ہے' اگرچہ صحبت نہ کی جائے۔

حدیث 73: مسند الشافعي - ومن كتاب أحكام القرآن' حديث: 1234 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"' كتاب النكاح' جماع أبواب إتيان المرأة - باب إتيان الحائض' حديث: 13170 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"' كتاب النكاح' إتيان الحائض - حديث: 4432

حیض والی عورت کے ساتھ مباشرت کس حد تک جائز ہے؟ اس بارے میں امام ابوحنیفہ امام ابویوسف امام مالک امام شافعی اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کے تہبند کے اوپر کے حصے میں مرد اُس کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے۔

سالم بن عبداللہ اور قاسم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

سفیان ثوری امام محمد بن حسن اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ حیض والی عورت کے خون نکلنے کے مقام کے علاوہ مرد اُس کے جسم کے کسی بھی حصے کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے۔

اسی طرح کی روایات حضرت عبداللہ بن عباس مسروق بن اجدع ابراہیم نخعی عکرمہ سے منقول ہیں۔

ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''نکاح (صحبت) کے علاوہ اُس کے ساتھ جو مرضی کرلو''۔

یہاں نکاح سے مراد صحبت کرنا ہے۔

74- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الثِّقَةُ عِنْدِیْ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ اَنَّهُمَا سُئِلَا عَنِ الْحَآئِضِ هَلْ يُصِيْبُهَا زَوْجُهَا اِذَارَاَتِ الطُّهْرَ قَبْلَ اَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَا لَا حَتّٰى تَغْتَسِلَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا تُبَاشَرُ حَآئِضٌ عِنْدَنَا حَتّٰى تَحِلَّ لَهَا الصَّلٰوةُ اَوْ تَجِبَ عَلَيْهَا وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

✧✧ سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار سے حائضہ عورت کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جب وہ عورت طہر دیکھ لے اور ابھی اس نے غسل نہ کیا ہو تو کیا اس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت کرسکتا ہے؟ تو ان دونوں نے یہ جواب دیا: نہیں۔ جب تک وہ عورت غسل نہیں کرلیتی (اس کا شوہر ایسا نہیں کرسکتا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ہمارے نزدیک حیض والی عورت کے ساتھ اس وقت تک مباشرت (یعنی صحبت) نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے لئے نماز پڑھنا جائز نہ ہو جائے یا اس پر نماز واجب نہ ہو جائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: روایت کے الفاظ: ''نہیں وہ جب تک غسل نہیں کرلیتی''۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

حدیث 74: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب الطهارة' باب ما يحل للرجل من امراته وهی حائض - حديث: 126 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الحيض' باب الرجل يصيب امراته وقد رات الطهر ولم تغتسل - حديث: 1228 ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الطهارة' كتاب الحيض - باب الحائض لا توطا حتى تطهر وتغتسل' حديث: 1379

''جب تک وہ پاک نہیں ہو جاتیں' تم اُن کے قریب نہ جاؤ''۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: ''ہم اُس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ مدینہ میں سے اکثر حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ جب عورت کے خون کی آمد منقطع ہو جائے' تو اُس کے غسل کرنے سے پہلے اُس کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور طبری رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر دس دن گزر جانے کے بعد خون کی آمد منقطع ہوتی ہے' تو اب مرد کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ عورت کے غسل کرنے سے پہلے اُس سے صحبت کر لے' لیکن اگر خون کی آمد دس دن پورے ہونے سے پہلے منقطع ہو جاتی ہے' تو اب مرد کا عورت کے ساتھ صحبت کرنا اُس وقت تک جائز نہیں ہوگا' جب تک وہ غسل نہیں کر لیتی' یا ایک نماز کا وقت نہیں آ جاتا۔

75- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحِلُّ لِيْ مِنِ امْرَاَتِيْ وَ هِيَ حَائِضٌ قَالَ تَشُدُّ عَلَيْهَا اِزَارَهَا ثُمَّ شَانَكَ بِاَعْلَاهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَ مَا هُوَ اَرْخَصُ مِنْ هٰذَا عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَجْتَنِبُ شِعَارَ الدَّمِ وَلَهُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ .

✧✧ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: جب میری بیوی حیض کی حالت میں ہو' تو اس وقت میرے لیے اس کے ساتھ کیا کرنا جائز ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ عورت اپنا تہبند باندھ لے گی اور پھر تم اس کے بالائی جسم کے ساتھ (مباشرت کر سکتے ہو)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ تاہم ایک ایسی روایت بھی موجود ہے' جس میں اس سے زیادہ رخصت ہے اور یہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں: خون کے مخصوص مقام سے مرد اجتناب کرے گا۔ اس کے علاوہ جسم کے ساتھ (مباشرت کر سکتا ہے)۔

بَابُ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ هَلْ يَجِبُ الْغُسْلُ

باب 21: جب شرمگاہیں مل جائیں' تو کیا غسل کرنا واجب ہوتا ہے؟

76- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَآئِشَةَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اِذَا

حديث 75: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الطهارة' باب ما يحل للرجل من امرأته وهي حائض - حديث: 123 اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الطهارة' باب: مباشرة الحائض - حديث: 1066 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الطهارة' باب في المذي - حديث: 185 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب النكاح' جماع أبواب إتيان المرأة - باب إتيان الحائض' حديث: 13171

مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ ۔

✦✦ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ فرمایا کرتے تھے: جب شرمگاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے (یعنی انزال شرط نہیں ہے)۔

77-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ مَا يُوْجِبُ الْغُسْلَ فَقَالَتْ اَتَدْرِىْ مَا مَثَلُكَ يَا اَبَا سَلَمَةَ مَثَلُ الْفَرُّوْجِ ۔ يَسْمَعُ الدِّيْكَةَ تَصْرُخُ فَيَصْرُخُ مَعَهَا اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ ۔

✦✦ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: غسل کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابوسلمہ! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری مثال اس چوزے کی طرح ہے جو مرغ کو آواز نکالتے ہوئے سنتا ہے تو اس کے ساتھ آواز نکالنے کی کوشش کرتا ہے جب شرمگاہ شرمگاہ سے مل جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔

78-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ مَحْمُوْدَ بْنَ لَبِيْدٍ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الرَّجُلِ يُصِيْبُ اَهْلَهٗ ثُمَّ يُكْسِلُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَغْتَسِلُ فَقَالَ لَهٗ مَحْمُوْدُ بْنُ لَبِيْدٍ

حدیث76 :اخرجہ البخاری فی "صحیحہ"، کتاب التیمم' حدیث: 331 اخرجہ البخاری فی "صحیحہ"، کتاب المناقب' باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : "لو کنت - حدیث: 3490 اخرجہ البخاری فی "صحیحہ"، کتاب تفسیر القرآن' سورۃ البقرۃ - باب قولہ : فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا' حدیث: 4340 اخرجہ المسلم فی "صحیحہ"، کتاب الحیض' باب التیمم - حدیث: 576 اخرجہ مالک فی "المؤطا" بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ المصمودی - کتاب الطہارۃ' ھذا باب فی التیمم - حدیث: ۱۱۹ اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبریٰ"، بدء التیمم' حدیث: 290 اخرجہ احمد فی "مسندہ"، مسند الأنصار' الملحق المستدرک من مسند الأنصار - حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا' حدیث: 24913 المعجم الکبیر للطبرانی - باب الیاء' ذکر أزواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہن - باب قصۃ التیمم' حدیث: 19044 اخرجہ اسحاق بن راھویہ فی "مسندہ"، ما یروی عن القاسم بن محمد عن عائشۃ عن النبی صلی' حدیث: 846 اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ"، کتاب الطہارۃ' باب التیمم - حدیث: 1316

حدیث76 :اخرجہ مالک فی "المؤطا" بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ المصمودی - کتاب الطہارۃ' باب واجب الغسل إذا التقی الختانان - حدیث: 101 اخرجہ الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب الذی یجامع ولا ینزل' حدیث: 218 ذکرہ البیہقی فی "سننہ الکبریٰ"، کتاب الطہارۃ' جماع أبواب ما یوجب الغسل - باب وجوب الغسل بالتقاء الختانین' حدیث: 736 ذکرہ البیہقی فی "معرفۃ السنن والآثار"، باب ما یوجب الغسل' حدیث: 374

حدیث77 :اخرجہ مالک فی "المؤطا" بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ المصمودی - کتاب الطہارۃ' باب واجب الغسل إذا التقی الختانان - حدیث: 102 اخرجہ عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفہ"، باب ما یوجب الغسل' حدیث: 906 ذکرہ البیہقی فی "سننہ الکبریٰ"، کتاب الطہارۃ' جماع أبواب ما یوجب الغسل - باب وجوب الغسل بالتقاء الختانین' حدیث: 738

حدیث78 :اخرجہ مالک فی "المؤطا" بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ المصمودی - کتاب الطہارۃ' باب واجب الغسل إذا التقی الختانان - حدیث: 104 اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی "مصنفہ"، کتاب الطہارات' من قال إذا التقی الختانان فقد وجب الغسل - حدیث: 939 اخرجہ الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب الذی یجامع ولا ینزل' حدیث: 217 ذکرہ البیہقی فی "سننہ الکبریٰ"، کتاب الطہارۃ' جماع أبواب ما یوجب الغسل - باب وجوب الغسل بالتقاء الختانین' حدیث: 735 ذکرہ البیہقی فی "معرفۃ السنن والآثار"، باب ما یوجب الغسل' حدیث: 365

فَاِنَّ اُبَیَّ ابْنَ کَعْبٍ لَّا یَرَی الْغُسْلَ فَقَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ نَزَعَ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِھٰذَا نَاْخُذُ اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ وَتَوَارَتِ الْحَشْفَۃُ وَجَبَ الْغُسْلُ اَنْزَلَ اَوْلَمْ یُنْزِلْ وَ ھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ ۔

✧✧ عبداللہ بن کعب جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت محمود بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ صحبت کرتا ہے اور پھر انزال سے پہلے الگ ہو جاتا ہے' تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شخص غسل کرے گا' تو حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے نزدیک (ایسی صورت میں) غسل کرنا واجب نہیں ہے' تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے انتقال سے پہلے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں یعنی جب شرمگاہیں مل جائیں' حشفہ چھپ جائے' تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ فاضل لکھنوی بیان کرتے ہیں: امام مالک' امام شافعی' سفیان ثوری' امام احمد بن حنبل' اسحاق بن راہویہ' شیخ ابوثور' امام ابن جریر طبری' ابوعبید رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر علماء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

داؤد ظاہری کے اکثر شاگرد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

البتہ بعض نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب تک انزال نہیں ہوتا' اُس وقت تک غسل واجب نہیں ہوگا۔

ان حضرات نے دلیل کے طور پر یہ روایت بیان کی ہے:

''پانی صرف پانی کے نتیجے میں لازم ہوتا ہے''۔

اس مسئلے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف پایا جاتا تھا' اُن میں سے اکثریت ایسی صورت میں غسل کے وجوب کی قائل ہے' اگرچہ انزال نہ ہوا ہو' جبکہ بعض صحابہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر انزال نہ ہوا ہو' تو صرف وضو کرنا لازم ہوگا۔

اس مؤقف کے قائلین میں سے بعض نے اپنے اس مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔

غسل کے وجوب کے قائلین میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت عثمان غنی اور حضرت زید رضی اللہ عنہما شامل ہیں' جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور اُن کی روایات ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کے قائل تھے۔ اس روایت کو امام عبدالرزاق نے نقل کیا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما' عام صحابہ اور تابعین اس بات کے قائل ہیں' جس کا تذکرہ امام ابن

عبدالبر نے کیا ہے۔

بَابُ الرَّجُلُ يَنَامُ هَلْ يَنْقُضُ ذٰلِكَ وُضُوْءَهٗ

باب 22: جب کوئی شخص سو جائے' تو کیا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

79- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِذَانَامَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ فَلْيَتَوَضَّاْ.

✦✦ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص لیٹ کر سو جائے' تو وہ (بیدار ہوکر) ازسرنو وضو کرے گا۔

80- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَنَامُ وَ هُوَ قَاعِدٌ فَلَا يَتَوَضَّاُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ فِی الْوَجْهَيْنِ جَمِيْعًا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے سو جایا کرتے تھے۔ وہ (بیدار ہونے کے بعد) ازسرنو وضو نہیں کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم دونوں صورتوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو اختیار کریں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: علامہ ابن رُشد تحریر کرتے ہیں: نیند کے ناقض وضو ہونے کے بارے میں علماء کا یہ اختلاف تین اقوال پر مشتمل ہے' بعض حضرات نے نیند کو حدث شمار کیا ہے' خواہ نیند کم ہو یا زیادہ ہو اور نیند آنے کے نتیجے میں وضو واجب قرار دیا ہے۔

اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ نیند حدث نہیں ہوتی' اس سے وضو اس وقت واجب ہوتا ہے' جب حدث لاحق ہو جانے کا یقین ہو' جو لوگ اس موقف کے قائل ہیں وہ شک کا اعتبار نہیں کرتے لیکن جو لوگ شک کا اعتبار کرتے ہیں' اُن کے نزدیک شبہ ہونے کی صورت میں وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہے' بعض اسلاف کے بارے میں یہ بات مذکور ہے کہ وہ سوتے وقت کسی شخص کی یہ ذمہ داری لگا دیا کرتے تھے کہ وہ اُن کی حالت کی نگرانی کرتا رہے' اگر نیند کے دوران اُن سے حدث کا خروج ہوا ہے' تو (وہ وضو کر لیتے تھے ورنہ نہیں)۔

حدیث 79: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب الطهارة' باب وضوء النائم إذا قام إلی الصلاة - حدیث: 37 موقوفا بقول سیدنا عمر بن الخطاب 'ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، الوضوء من النوم' حدیث: 257

حدیث 80: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب الطهارة' باب وضوء النائم إذا قام إلی الصلاة - حدیث: 39 مسند الشافعی - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعی رضی الله عنهما' حدیث: 1046 ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الطهارة' جماع أبواب الحدث - باب ترك الوضوء من النوم قاعدا' حدیث: 553 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، إذا نام قاعدا' حدیث: 261

بعض حضرات نے کم اور گہری نیند کے درمیان فرق کیا ہے' ان کے نزدیک گہری نیند کی صورت میں وضو واجب ہوتا ہے ورنہ واجب نہیں ہوتا۔ جمہور فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

کیونکہ بعض حالتیں ایسی ہوتی ہیں' جن میں نیند بوجھل ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے' اسی طرح حدث کے خروج کا معاملہ بھی ہے۔ اس لیے فقہاء کا اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جو شخص پہلو کے بل سو جاتا ہے یا سجدے کی حالت میں سو جاتا ہے' تو اُس پر وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے' خواہ اُس کی نیند طویل ہو یا مختصر ہو' جو شخص بیٹھے ہوئے سو جاتا ہے اُس پر وضو کرنا واجب نہیں ہوگا' بیٹھے ہوئے شخص پر اُس وقت وضو واجب ہوگا' جب اُس کی نیند طویل ہو' جو شخص حالتِ رکوع میں سو جاتا ہے' اُس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' بعض اوقات یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اُس کا حکم کھڑے ہوئے شخص کی مانند ہے اور بعض اوقات یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اُس کا حکم سجدے کی حالت میں سو جانے والے شخص کی مانند ہے۔

اس حکم کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص لیٹ کر سو جائے یا سجدے کی حالت میں سو جائے' وہ وضو کرے گا اور جو شخص بیٹھ کر سو جائے وہ وضو نہیں کرے گا' البتہ اگر اُس کی نیند طویل ہو جائے' تو وہ بھی وضو کرے گا۔

امام زہری' امام ربیعہ' امام اوزاعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب اس بات کے قائل ہیں: وضو کرنا اُس شخص پر لازم ہو جاتا ہے' جو لیٹ کر سوتا ہے یا ٹیک لگا کر سوتا ہے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص سجدے کی حالت میں جان بوجھ کر سو جاتا ہے' تو اُس پر بھی وضو کرنا واجب ہوگا۔

امام سفیان ثوری' امام حسن بن حیی' حماد بن ابوسلیمان اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ وضو کرنا اُس شخص پر واجب ہوتا ہے' جو لیٹ کر سوتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی بھی حالت میں سونے والے شخص پر وضو واجب ہوگا' البتہ بیٹھ کر سونے والے کا حکم مختلف ہے (اُس پر وضو لازم نہیں ہوگا)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ سونے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا' خواہ کسی بھی حالت میں سوئے۔ شیخ ابن عبدالبر نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

احناف کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایسی نیند جس کے نتیجے میں جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں' جیسے لیٹ جانا یا چہرے کے بل سو جانا' یا پیٹ کے بل سو جانا' یا کسی چیز کے ساتھ ٹیک لگا کے سو جانا' تو ایسی نیند ناقضِ وضو شمار ہوگی' ایسی نیند جس میں جوڑ ڈھیلے پڑنے کا امکان نہ ہو' وہ ناقضِ وضو شمار نہیں ہوگی۔

بَابُ الْمَرْأَةُ تَرٰى فِىْ مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ

باب 23: جب کوئی عورت اسی طرح کا کوئی خواب دیکھے جو مرد دیکھتا ہے

81- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِىُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْمَرْاَةُ تَرٰى فِى الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ اَتَغْتَسِلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اُفٍّ لَّكِ وَهَلْ تَرٰى ذٰلِكَ الْمَرْاَةُ قَالَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ وَمِنْ اَيْنَ يَكُوْنُ الشِّبْهُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

✦✦ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں۔ سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! اگر کوئی عورت اسی طرح کا خواب دیکھے جس طرح کوئی مرد دیکھتا ہے (یعنی عورت کو احتلام ہو جائے) تو کیا وہ غسل کرے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! وہ غسل کرے گی' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم پر افسوس ہے (اے ام سلیم) کیا کوئی عورت بھی ایسا خواب دیکھ سکتی ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رخ کیا اور ارشاد فرمایا: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں (بچے کی ماں کے ساتھ) مشابہت اور کس وجہ سے ہوتی ہے؟

☆ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات تحریر کی ہے کہ موطا میں یہ روایت اسی طرح ہے' یعنی عروہ کے حوالے سے سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے منقول ہے' لیکن بعض دیگر راویوں نے اسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ یہ بیان کرتی ہیں' کہ سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تھی' سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ملحان بن خالد ہے' سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے نام کے بارے میں

حدیث 81: اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودی - كتاب الطهارة' باب غسل المرأة إذا رأت فی المنام مثل ما يری الرجل - حديث: 114 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب العلم' باب الحياء فی العلم - حديث: 129 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الحيض' باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المنی منها - حديث: 494 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الطهارة' باب فی المرأة تری ما يری الرجل - حديث: 208 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' أبواب التيمم - باب فی المرأة تری فی منامها ما يری الرجل' حديث: 597 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، باب احتلام المرأة' حديث: 1053 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات' فی المرأة تری فی منامها ما يری الرجل - حديث: 867 اخرجه النسائی فی "سننه الكبری"، ذكر ما ينقض الوضوء وما لا ينقضه' إيجاب الغسل على المرأة إذا احتلمت ورأت الماء - حديث: 198 ذكره البيهقی فی "سننه الكبری"، كتاب الطهارة' جماع أبواب ما يوجب الغسل - باب المرأة تری فی منامها ما يری الرجل' حديث: 747 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، باب احتلام المرأة' حديث: 377 اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم' باب ما جاء فی المرأة تری فی المنام مثل ما يری - حديث: 116

اختلاف پایا جاتا ہے'ایک قول کے مطابق ان کا نام "سہلہ" تھا' ایک قول کے مطابق "اصیلہ" تھا' ایک قول کے مطابق "ملیکہ" تھا اور ایک قول کے مطابق "غمیصاء" تھا' پہلے ان کی شادی مالک بن نضر سے ہوئی جس سے ان کے صاحبزادے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' جب سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا' تو انہوں نے اپنے شوہر کو بھی اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی لیکن وہ تیار نہیں ہوا اور بعد میں کفر کی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا' اس کے بعد حضرت سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کی تھی' جن سے ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

روایت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ: "کیا کوئی عورت ایسا دیکھ سکتی ہے؟" اس کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر یہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام خواتین کو احتلام نہیں ہوتا' ورنہ سیّدہ عائشہ اور سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہما اس بات کا انکار نہ کرتیں' انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ بعض اوقات کچھ مردوں کو بھی احتلام نہیں ہوتا ہے۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس حوالے میں کیا رکاوٹ ہے کہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی یہ خصوصیت ہے کہ انہیں احتلام نہیں ہوتا' کیونکہ انبیاء کو بھی احتلام نہیں ہوتا کیونکہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور انبیاء پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا تو انبیاء کرام کی عزت افزائی کے لیے ان کی ازواج کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ (فاضل لکھنوی نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ تبصرہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے)

مشابہت کے لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: امام نووی نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ مرد اور عورت دونوں کے نطفے سے پیدا ہوتا ہے' تو ان میں سے جس کا نطفہ غالب آ جاتا ہے' بچے کی مشابہت اسی سے ہوتی ہے' تو جب عورت کے جسم میں منی کا مادہ موجود ہوتا ہے' تو اس کے انزال اور باہر نکل آنے کا امکان پایا جاسکتا ہے۔

روایت کے الفاظ "بھذا فاخذ" کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت مرد کی طرح خواب دیکھتی ہے' جس کے نتیجے میں اسے تری محسوس ہوتی ہے' تو عورت پر بھی غسل کرنا واجب ہوگا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول کتب اصول کے علاوہ کتابوں میں یہ روایت ان کے حوالے سے نقل کی گئی ہے کہ جب کسی عورت کو احتلام یاد ہو' انزال یاد ہو' لذت کا حصول یاد ہو' لیکن اسے تری نظر نہ آئے' تو بھی اس پر غسل کرنا لازم ہوگا۔ لیکن شمس الائمہ حلوانی نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیا جائے گا' یہ بات صدر الشریعہ نے ذکر کی ہے' البتہ صاحب الہدایہ نے اپنی کتاب "مختارات النوازل" میں اس کی تاویل کی ہے' لیکن یہ ایک ضعیف تعلیل ہے' کیونکہ اس مسئلے کے بارے میں منقول روایات کے سیاق وسباق سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ غسل کے وجوب کے لیے تری نظر آنا ضروری ہے' محض یاد ہونا کافی نہیں ہے۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ

باب 24: مستحاضہ (کے احکام)

82-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدَّمَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلَمَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَنْظُرِ اللَّيَالِيَ وَ الْاَيَّامَ الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُّصِيْبَهَا الَّذِيْ اَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ وَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ فَلْتُصَلِّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَ تَتَوَضَّاُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ وَ تُصَلِّيْ اِلَى الْوَقْتِ الْاٰخَرِ وَاِنْ سَالَ دَمُهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ سلیمان بن یسار سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کا بکثرت خون خارج ہوتا تھا تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے حکم دریافت کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو اب جس صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' اس سے پہلے مہینے کے جن دنوں میں اسے حیض آیا کرتا تھا' وہ ان دنوں کا انتظار کرے گی۔ ان مخصوص دنوں میں نماز ترک کردے گی' جب وہ عرصہ گزر جائے گا' تو وہ غسل کرے گی اور پھر (اپنی شرمگاہ پر) کپڑا رکھ کر نماز ادا کرنا شروع کردے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اسے اختیار کرتے ہیں' ایسی عورت ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز ادا کر سکتی ہے' جب تک دوسری نماز کا وقت نہیں آجاتا۔ اگرچہ اس کا خون جاری ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: فاضل لکھنوی نے علامہ الباجی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ خاتون سیدہ فاطمہ بنت ابوحبیش تھیں اور سنن ابوداؤد میں یہ روایت حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ کے حوالے سے منقول ہے۔

حدیث82: اخرجه مالک فی "المؤطا" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی - کتاب الطهارة' باب المستحاضة - حدیث: 134اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، کتاب الطهارة' باب فی المرأة تستحاض - حدیث: 243مسند الشافعی - ومن کتاب اختلاف مالک والشافعی رضی الله عنهما' حدیث: 974السنن المأثورة للشافعی - باب ما جاء فی الصلاة علی الراحلة' حدیث: 132اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند الأنصار' مسند النساء - حدیث أم سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم' حدیث: 26156اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الحیض' باب المستحاضة - حدیث: 1137اخرجه الطحاوی فی "مشکل الآثار"، باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه' حدیث: 2288اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده"، ما یروی عن عطاء بن یسار وسلیمان بن یسار ونبهان وابن' حدیث: 1653اخرجه ابویعلی فی "مسنده"، مسند أم سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم' حدیث: 6740المعجم الکبیر للطبرانی - باب الیاء' ما أسندت أم سلمة - سلیمان بن یسار' حدیث: 19468

استحاضہ کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: نکسیر کے خون کی طرح استحاضہ کے خون کا بھی یہی حکم ہے یعنی یہ روزہ رکھنے نماز ادا کرنے یا صحبت کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا' اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''تم وضو کر کے نماز ادا کرو اگرچہ خون کے قطرے چٹائی پر گر رہے ہوں''۔

(صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) جب اس کے ذریعے نماز کا حکم پتہ چل گیا' تو روزے اور صحبت کرنے کا حکم بھی اجماع کے نتیجے میں ثابت ہو جائے گا۔

اگر کسی عورت کو دس دن گزر جانے کے بعد بھی خون آتا ہے' حالانکہ اس کی عام معروف عادت دس دن سے کم تھی' تو اب اس اضافی خون کو اس کی عام عادت کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اور معروف عادت کے بعد کا جو وقت ہے' وہ استحاضہ کا حصہ شمار ہو گا۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''استحاضہ والی عورت حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑ دے گی''۔

(صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) جو چیز اس کی عام عادت سے زائد ہو گی' وہ اُسی جنس سے تعلق رکھتی ہو گی جو دس دن سے زیادہ ہوتی ہے (یعنی اسے استحاضہ کا حصہ شمار کیا جائے گا) اس لیے اسے (استحاضہ کے ساتھ ہی لاحق کر دیں گے)۔

فقہاء نے استحاضہ کی مختلف صورتوں کی نشاندہی کی ہے' جس کا اجمالی خلاصہ درج ذیل ہے:

(i) حیض کے مخصوص ایام کے دوران اگر خون کی آمد تین دن سے کم رہتی ہے' تو یہ استحاضہ شمار ہو گا۔

(ii) حیض کے مخصوص ایام کے دوران دس دن گزرنے کے بعد جو خون نکلتا ہے' وہ استحاضہ شمار ہو گا۔

(iii) نفاس کا وہ خون جو چالیس دن کے بعد جاری رہے' وہ استحاضہ شمار ہو گا۔

(iv) حاملہ عورت کو حمل کے دوران جو خون نکلتا ہے وہ خواہ کتنے دن آتا رہے' وہ استحاضہ شمار ہو گا۔

(v) ۹ برس سے کم عمر لڑکی کا اگر خون نکل آتا ہے' تو وہ استحاضہ شمار ہو گا۔

(vi) بڑی عمر کی عورت' جس کو حیض کی آمد بند ہو چکی ہو' اگر اس کا خون نکل آتا ہے' تو یہ استحاضہ شمار ہو گا۔

(vii) دو حیض کے دوران طہر کی کم از کم مدت ۱۵ دن ہے' اگر ۱۵ دن سے پہلے خون نکل آتا ہے' تو وہ استحاضہ شمار ہو گا۔

احناف کے نزدیک استحاضہ کا شکار عورت یا جس شخص کو پیشاب کے قطرے آنے کی بیماری ہو' یا جس شخص کی نکسیر پھوٹ جاتی ہو یا کوئی ایسا زخم لگا ہوا ہو' جو بھرتا نہ ہو' ان جیسے تمام معذور لوگوں کے لیے حکم یہی ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضو کریں گے اور پھر اس نماز کے وقت کے دوران اسی ایک وضو کے ذریعے' جتنے بھی چاہیں' نوافل اور فرائض ادا کر سکیں گے' لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے (کسی اور وجہ سے ان کا وضو نہ ٹوٹا ہو)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ استحاضہ کا شکار عورت ہر نماز کے لیے از سر نو وضو کرے گی' انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''استحاضہ میں مبتلا عورت ہر نماز کے لیے از سر نو وضو کرے گی''۔

امام شافعی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ استحاضہ میں مبتلا عورت کو وضو کی اجازت فرض کی ادائیگی کے لیے ضرورت کی بناء پر دی گئی ہے اس لیے فرض کی ادائیگی سے فارغ ہونے کے بعد وہ طہارت باقی نہیں رہے گی۔ جبکہ احناف کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت وضو کرے گی''۔

(صاحب ہدایہ کہتے ہیں:) پہلی روایت میں بھی یہی مفہوم مراد ہے کیونکہ اس میں ''لام'' وقت کے لیے مستعمل لیا گیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ''بھذا ناخذ'' کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے مخصوص ایام ختم ہونے پر اس پر غسل کرنا واجب ہوگا۔

بعض فقہاء نے یہ رائے دی ہے کہ اس عورت پر ظہر اور عصر کی نماز کے لیے ایک مرتبہ وضو کرنا لازم ہوگا مغرب اور عشاء کی نماز کے لیے ایک مرتبہ وضو کرنا لازم ہوگا اور صبح کی نماز کے لیے ایک مرتبہ غسل کرنا لازم ہوگا۔

بعض روایات کے مطابق حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض دیگر فقہاء کے نزدیک وہ عورت روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی خواہ کسی بھی وقت کر لے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مؤقف ہے۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ عورت ایک ظہر سے لے کر اگلے دن ظہر تک ایک مرتبہ غسل کرے گی۔

اس بارے میں تفصیلی کلام امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''التمہید'' میں کیا ہے۔

83- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ سُمَیٌّ مَوْلٰی اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ الْقَعْقَاعَ بْنَ حَكِیْمٍ وَّزَیْدَبْنَ اَسْلَمَ اَرْسَلَاهُ اِلٰی سَعِیْدِبْنِ الْمُسَیَّبِ یَسْاَلُهٗ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ كَیْفَ تَغْتَسِلُ فَقَالَ سَعِیْدٌ تَغْتَسِلُ مِنْ طُهْرٍ اِلٰی طُهْرٍ وَ تَتَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلَاةٍ فَاِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اِسْتَثْفَرَتْ بِثَوْبٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ تَغْتَسِلُ اِذَا مَضَتْ اَیَّامُ اَقْرَآئِهَا ثُمَّ تَتَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَ تُصَلِّیْ حَتّٰی تَاْتِیَهَآ اَیَّامُ اَقْرَآئِهَا فَتَدَعُ الصَّلٰوةَ فَاِذَا مَضَتْ اِغْتَسَلَتْ غُسْلًا وَّاحِدًا ثُمَّ تَوَضَّاَتْ لِكُلِّ وَقْتِ صَلَاةٍ وَ تُصَلِّیْ حَتّٰی یَدْخُلَ الْوَقْتُ الْاٰخَرُ مَا دَامَتْ تَرَی الدَّمَ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام ''سمی'' بیان کرتے ہیں۔ قعقاع بن حکیم اور زید بن اسلم نے انہیں سعید بن مسیّب کے پاس بھیجا تا کہ ان سے مستحاضہ کا حکم دریافت کریں کہ وہ کیسے غسل کرے گی؟ تو سعید نے بتایا: وہ ایک طہر

حدیث83: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - كتاب الطهارة' باب المستحاضة - حدیث: 136 اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الطهارة' باب من قال تغتسل من الظهر إلی الظهر - حدیث: 840 اخرجه ابو داؤد فی "سننه"، كتاب الطهارة' باب من قال المستحاضة تغتسل من طهر إلی طهر - حدیث: 261 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات' المستحاضة كیف تصنع ؟ - حدیث: 1344 ذكره البیهقی فی "معرفة السنن و الآثار"، كتاب الحیض' غسل المستحاضة حدیث: 574

سے لے کر اگلے طہر تک کے لئے غسل کرے گی اور ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے گی۔ اگر اس کا خون زیادہ نکلتا ہو تو وہ کپڑا باندھ لے گی۔

☆ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب اس عورت کے حیض کے مخصوص ایام گزر جائیں گے تو پھر وہ ہر نماز کے لئے وضو کیا کرے گی اور وہ اس وقت تک نماز ادا کرتی رہے گی' جب تک اس کے حیض کے مخصوص ایام دوبارہ نہیں آ جاتے۔ پھر وہ نماز پڑھنا ترک کردے گی' جب وہ گزر جائیں گے تو وہ ایک مرتبہ غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے وقت وضو کیا کرے گی اور اس وضو کے ذریعے اس وقت تک نوافل ادا کرسکتی ہے' جب تک اگلی نماز کا وقت نہیں آ جاتا۔ جب تک اس عورت کا خون نکلتا رہتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: امام محمد کے یہ الفاظ ''پھر وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی'' ان کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: یعنی ہر نماز کے وقت میں وضو کرلے گی اور پھر اس وضو سے وہ فرض اور نفل نمازیں ادا کرے گی۔

امام اوزاعی' امام لیث اور امام احمد نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' شیخ ابوخطاب نے امام احمد کے حوالے سے یہی روایت نقل کی ہے' تاہم امام ابن قدامہ نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں یہ بات نقل کی ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔

امام شافعی اور امام ابوثور نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: امام احمد سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: استحاضہ کا شکار عورت' جس شخص کو پیشاب کے قطرے آنے کی بیماری ہو' یا ان کی مانند دیگر معذور لوگوں پر وضو کرنا واجب ہی نہیں ہوتا۔

ربیعہ' عکرمہ اور ایوب اسی بات کے قائل ہیں' ان کے نزدیک ہر نماز کے وقت وضو کرنا مستحب ہے۔ امام عینی نے ''البنایہ'' میں یہی بات نقل کی ہے۔

شیخ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الاستذکار'' میں یہ بات نقل کی ہے' جن حضرات نے ہر نماز کے لیے وضو کرنے کو واجب قرار دیا ہے' ان میں سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' لیث' امام شافعی اور امام اوزاعی شامل ہیں۔

فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: یہاں فاضل مصنف (یعنی علامہ ابن عبدالبر) کو غلط فہمی ہوئی ہے' کیونکہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ایک ہی ذکر کردیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ آپ پہلے بھی یہ بات جان چکے ہیں۔

جن حضرات نے یہ موقف پیش کیا ہے کہ ایسی عورت ہر نماز کے لیے ایک مرتبہ وضو کرے گی' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ظاہر کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جس کے یہ الفاظ ہیں:

''تم ہر نماز کے لیے وضو کرو اور نماز پڑھ لو''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سیّدہ فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تعلیق کے طور پر نقل کیا ہے اس کے علاوہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام ابوثعلبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ میں مبتلا عورت کو یہ ہدایت کی تھی: ہر نماز کے لیے وضو کیا کرے۔

جہاں تک ہمارے اصحاب (یعنی فقہائے احناف) کا تعلق ہے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: ''استحاضہ میں مبتلا عورت ہر نماز کے وقت وضو کرے گی''۔

اس روایت کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''المغنی'' میں اس روایت کے بعض الفاظ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نقل کیے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں:

''تم ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرو''۔

اسی طرح بعض دیگر محدثین نے سیّدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ ہر نماز کے وقت غسل کرلیا کریں علامہ عینی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ''یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے'' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس عورت کے لیے ناقض دوسرے وقت کا داخل ہونا ہے تو پھر تو اگر وہ عورت صبح کی نماز کے وقت وضو کرلے تو ہونا یہ چاہیے کہ اس وضو کے ذریعے اس عورت کے لیے اس وقت تک نمازیں ادا کرنا جائز ہو جب تک ظہر کا وقت داخل نہیں ہو جاتا لیکن ہمارے فقہاء کی معتمد کتابوں میں یہ بات مذکور ہے کہ بنیادی طور پر ناقض چیز (نماز کے) وقت کا ختم ہو جانا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے البتہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگلے وقت کا داخل ہونا ناقض شمار ہوگا۔

84- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَحَاضَةِ اَنْ تَغْتَسِلَ اِلَّا غُسْلًا وَّاحِدًا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ بَعْدَ ذٰلِكَ لِلصَّلٰوةِ ۔

✦✦ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ مستحاضہ عورت پر صرف ایک مرتبہ غسل کرنا لازم ہے۔ پھر وہ اس کے بعد نماز کے وقت وضو کرلیا کرے گی۔

حدیث 84: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودى - كتاب الطهارة' باب المستحاضة - حديث: 137 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب الطهارة' كتاب الحيض - باب غسل المستحاضة حديث: 1523 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الحيض' غسل المستحاضة - حديث: 575

بَابُ الْمَرْأَةُ تَرَى الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ

باب25: جس عورت کا زرد یا خاکی مواد خارج ہوتا ہو

85-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَلْقَمَةُ ابْنُ اَبِیْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ مَوْلَاةِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النِّسَآءُ يَبْعَثْنَ اِلٰى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ مِنَ الْحَيْضِ فَتَقُوْلُ لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَآءَ تُرِيْدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا تَطْهُرُ الْمَرْاَةُ مَا دَامَتْ تَرٰى حُمْرَةً اَوْ صُفْرَةً اَوْ كُدْرَةً حَتّٰى تَرَى الْبَيَاضَ خَالِصًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ علقمہ بن ابوعلقمہ اپنی والدہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں' (وہ بیان کرتی ہیں) خواتین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ڈبیہ بھیجتی تھیں' جس میں روئی ہوتی تھی' جس پر زرد مواد لگا ہوا ہوتا تھا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی تھیں: تم جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو' جب تک تم مکمل سفیدی نہ دیکھ لو' کیونکہ یہی پاک ہونے کی علامت ہے۔

☆ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یعنی عورت اس وقت تک پاک نہیں ہوگی' جب تک وہ سرخ یا زرد یا خاکی مواد دیکھتی ہے۔ (یعنی ایسے رنگ کا مواد خارج ہوتا ہے) یہاں تک کہ جب وہ خالص سفیدی دیکھے (تو پاک شمار ہوگی) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: حیض کے خون کے رنگ کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن رشد تحریر کرتے ہیں: فقہاء نے زرد رنگ کے مادے اور مٹیالے رنگ کے مادے کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا اسے حیض کا حصہ شمار کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ حیض کے مخصوص ایام کے درمیان انہیں حیض سمجھا جائے گا' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ایک روایت کے مطابق یہی ہے' جبکہ "المدونۃ الکبریٰ" میں ان کا یہ قول منقول ہے کہ تمام ایام کے درمیان زرد یا مٹیالے مادے کو حیض سمجھا جائے گا' خواہ وہ خون کے ساتھ آئے یا خون کے بغیر نکل آئے۔

امام داؤد ظاہری اور امام ابویوسف اس بات کے قائل ہیں' کہ زرد یا مٹیالہ مادہ حیض شمار نہیں ہوگا' وہ اس وقت حیض شمار ہوگا'

حدیث85: اخرجہ مالك فی "المؤطا" بروایۃ یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الطھارۃ' باب طھر الحائض - حدیث: 127 ذکرہ البیھقی فی "سننہ الکبریٰ"، کتاب الطھارۃ' کتاب الحیض - باب الصفرۃ والکدرۃ فی أیام الحیض حیض' حدیث: 1476 ذکرہ البیھقی فی "معرفۃ السنن والآثار"، کتاب الحیض' المستحاضۃ المعتادۃ - حدیث: 568'

جب وہ خون کے بعد آتا ہے۔

اس اختلاف کا بنیادی سبب یہ ہے کہ سیّدہ اُم عطیہ کے حوالے سے منقول روایت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت کے مقابل ہے کیونکہ سیّدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ غسل کرنے کے بعد زرد یا مٹیالے مادے کو کوئی اہمیت نہیں دیا کرتی تھیں۔

اس کے مقابلے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ خواتین ان کے پاس چھوٹی ڈبیا بھجوایا کرتی تھیں' جس میں روئی رکھی ہوتی تھی' اس پر زرد یا مٹیالے رنگ کا مادہ لگا ہوا ہوتا تھا' خواتین نماز کا حکم معلوم کیا کرتی تھیں تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جواب میں یہ کہتی تھیں کہ تم اس وقت تک جلدی نہ کرو' جب تک چونے کی طرح کا سفید رنگ نہیں دیکھ لیتیں۔

جن فقہاء نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح دی ہے انہوں نے زرد یا مٹیالے مادے کو حیض قرار دیا ہے' خواہ وہ حیض کے ایام کے دوران خارج ہو' یا عام دنوں میں نکل آئے' خواہ وہ خون کے ساتھ ظاہر ہو' یا خون کے بغیر نکل آئے۔ کیونکہ کسی ایک ہی چیز کا حکم تبدیل نہیں ہوا کرتا۔

جن فقہاء نے ان دونوں روایات کے درمیان جمع اور تطبیق دینے کی کوشش کی ہے' انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ سیّدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت خون کی آمد منقطع ہو جانے کے بعد کی صورت حال کے بارے میں ہے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت خون کے انقطاع کے ساتھ کی کیفیت کو بیان کرتی ہے' یا یہ تطبیق دی جا سکتی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت ایام حیض کے بارے میں ہے' سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت دیگر ایام کے بارے میں ہے۔ بعض حضرات نے سیّدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے ظاہر کو ترجیح دی ہے' انہوں نے تمام ایام میں زرد یا مٹیالے رنگ کو سرے سے کوئی اہمیت نہیں دی ہے' خواہ وہ خون کی آمد کے فوراً بعد آئے یا خون کے بند ہو جانے کے بعد آئے' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے جسے پہچانا جا سکتا ہے''۔

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ زرد یا مٹیالہ مادہ خون شمار نہیں ہوتا ہے' بلکہ اس کا تعلق رطوبت سے ہوتا ہے' جو رحم سے خارج ہوتی ہے۔ شیخ ابن حزم اسی بات کے قائل ہیں۔

احناف کے نزدیک اس حکم کی وضاحت کرتے ہوئے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: عورت جس زرد مٹیالے مادے کو حیض کی مخصوص مدت کے دوران دیکھتی ہے' وہ حیض شمار ہوگا خواہ اس نے وہ مٹیالہ مواد حیض کے ابتدائی ایام میں دیکھا ہو یا آخری ایام میں دیکھا ہو' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حیض شمار نہ ہوگا خواہ وہ پہلے آئے یا بعد میں آئے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر وہ حیض کے ابتدائی ایام میں اس مواد کو دیکھتی ہے' تو وہ حیض شمار نہیں ہوگا' اگر حیض کے آخری ایام میں دیکھتی ہے' تو وہ حیض شمار ہوگا' گویا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مٹیالے رنگ کا مواد اسی وقت حیض شمار ہوگا' جب وہ بعد میں آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کدورت ہمیشہ صاف چیز کے بعد ہی خارج ہوتی ہے' اگر اس سے پہلے خون نکل چکا

ہو تو اب اس بات کا امکان موجود ہے کہ تابع کے طور پر اسے حیض شمار کیا جائے لیکن اگر اس سے پہلے خون موجود نہ ہو اور ہم اسے حیض قرار دیدیں تو اس صورت میں یہ متبوع ہوگا' تابع نہیں ہوگا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں' جو چیز آخری دنوں میں حیض شمار ہوتی ہے' وہ ابتدائی دنوں میں بھی حیض شمار ہونی چاہیے' جیسے سرخ رنگ کے خون کا یہی حکم ہے' اُس کی وجہ یہ ہے کہ حیض کی پوری مدت کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔

86-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمَّتِهٖ عَنِ ابْنَةِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ بَلَغَهَا اَنَّ نِسَآءً كُنَّ يَدْعُوْنَ بِالْمَصَابِيْحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَيَنْظُرْنَ اِلَى الطُّهْرِ فَكَانَتْ تَعِيْبُ ذٰلِكَ عَلَيْهِنَّ وَ تَقُوْلُ مَا كَانَ النِّسَآءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا .

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر اپنی پھوپھی' جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں' کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔ انہیں یہ پتہ چلا کہ کچھ خواتین رات کے وقت چراغ لے کر اس بات کا جائزہ لیتی ہیں: وہ پاک ہو چکی ہیں؟ تو اس خاتون نے اس بارے میں ان خواتین پر اعتراض کیا اور یہ فرمایا: پہلے زمانے کی (یعنی صحابہ کرام کے زمانے کی) خواتین ایسا نہیں کیا کرتی تھیں۔

بَابُ الْمَرْاَةُ تَغْسِلُ بَعْضَ اَعْضَاءِ الرَّجُلِ وَ هِیَ حَآئِضٌ

باب 26: کوئی عورت اپنے شوہر کے بعض اعضاء کو دھو سکتی ہے جبکہ وہ عورت حیض کی حالت میں ہو

87-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ تَغْسِلُ جَوَارِيْهِ رِجْلَيْهِ وَ يُعْطِيْنَهُ الْخُمْرَةَ وَ هُنَّ حُيَّضٌ . قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیزیں ان کے پاؤں دھلوا دیا کرتی تھیں اور انہیں جائے نماز پکڑا دیا کرتی تھیں جبکہ وہ کنیزیں حیض کی حالت میں ہوتی تھیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

حدیث 86: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب الطهارة' باب طهر الحائض - حديث: 128 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات' فی الطهر ما هو وبم يعرف ؟ - حديث: 996 ذكره البيهقی فی "سننه الكبرٰی"، كتاب الطهارة' كتاب الحيض - باب الصفرة والكدرة فی أيام الحيض حيض' حديث: 1477

حديث 87: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب الطهارة' باب جامع غسل الجنابة - حديث: 118 اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الطهارة' باب الحائض تمشط زوجها - حديث: 1095 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الحيض' باب ترجيل الحائض - حديث: 1210

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے" کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض والی عورت کے اعضاء پاک ہوتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ اس کے ساتھ لیٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ناف سے اوپر اس سے "تمتع" کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ایسی عورت کا کسی مائع چیز میں ہاتھ ڈالنا بھی مکروہ نہیں ہے' اسی طرح اس عورت کا اپنے شوہر کے سر کو دھو دینا یا اس میں کنگھی کر دینا یا کوئی چیز پکانا یا آٹا گوندھنا وغیرہ باقی دیگر کام ہیں' یہ سب مکروہ نہیں ہے' جہاں تک ایسی عورت کے جوٹھے اور پسینے کا تعلق ہے' تو یہ دونوں بھی پاک ہیں اور یہ تمام احکام "متفق علیہ" ہیں۔

امام طبری نے اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے' یہ بات امام نووی نے "شرح صحیح مسلم" میں ذکر کی ہے۔



88- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُرَجِّلُ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ فرماتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کر دیا کرتی تھی حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يَغْتَسِلُ اَوْ يَتَوَضَّاُ بِسُؤْرِ الْمَرْاَةِ

باب 27: مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل یا وضو کرسکتا ہے

89- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ لَا بَاْسَ بِاَنْ يَّغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْاَةِ مَالَمْ

حدیث 88: اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودی - كتاب الطهارة' باب جامع الحيضة - حديث: 131 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الحيض' باب غسل الحائض راس زوجها وترجيله - حديث: 291 اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الطهارة' باب الحائض تمشط زوجها - حديث: 1093 اخرجه النسائی فی "سننه"، سؤر الهرة' صفة الوضوء - باب غسل الحائض رأس زوجها' حديث: 276 السنن المأثورة للشافعی - باب ما جاء فی الأذان' حديث: 136 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الطهارات' فی الرجل ترجله الحائض - حديث: 2092 اخرجه النسائی فی "سننه الكبریٰ"، ذكر ما ينقض الوضوء وما لا ينقضه' فی الحائض ترجل رأس زوجها - حديث: 262 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب الحيض والاستحاضة - ذكر إباحة ترجيل المرأة شعر زوجها وإن لم يحل لها أداء' حديث: 1375 ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الطهارة' جماع أبواب الغسل من الجنابة - باب الدليل على طهارة عرق الحائض والجنب' حديث: 836 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، باب فضل الجنب وغيره' حديث: 410 المعجم الأوسط للطبرانی - باب الألف' من اسمه أحمد - حديث: 1558 الشمائل المحمدية للترمذی - باب ما جاء فی ترجل رسول الله صلى الله عليه وسلم' حديث: 31

تَكُنْ جُنُبًا اَوْ حَآئِضًا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ لَابَاْسَ بِفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْاَةِ وَ غُسْلِهَا وَ سُؤْرِهَا وَ اِنْ كَانَتْ جُنُبًا اَوْ حَآئِضًا بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ هُوَ وَ عَآئِشَةُ مِنْ اِنَآءٍ وَّاحِدٍ لَيَتَنَازَعَانِ الْغُسْلَ فَهٰذَا فَضْلُ غُسْلِ الْمَرْءَةِ الْجُنُبِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✦✦ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مرد عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرلے جبکہ وہ عورت جنبی یا حیض کی حالت میں نہ ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عورت کے وضو یا غسل یا پیئے ہوئے سے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگرچہ وہ عورت جنابت کی حالت میں ہو یا حیض کی حالت میں ہو کیونکہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے سے آگے پیچھے پانی استعمال کرتے تھے تو یہ جنبی عورت کے غسل کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے کے مترادف ہوگا۔

حديث 89: البلاغ------- أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يغتسل هو وعائشة من إناء واحد' اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الغسل' باب غسل الرجل مع امرأته - حديث: 246 اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الغسل' باب : هل يدخل الجنب يده فى الإناء قبل أن يغسلها - حديث: 257 اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الغسل' باب : هل يدخل الجنب يده فى الإناء قبل أن يغسلها - حديث: 259 اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الحيض' باب مباشرة الحائض - حديث: 295 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب الحيض' باب القدر المستحب من الماء فى غسل الجنابة - حديث: 506 اخرجه الدارمى فى "سننه"، كتاب الطهارة' باب الرجل والمرأة يغتسلان من إناء واحد - حديث: 783 اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب الطهارة' باب الوضوء بفضل وضوء المرأة - حديث: 70 اخرجه ابن ماجة فى "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' باب الرجل والمرأة يغتسلان من إناء واحد - حديث: 373 اخرجه الترمذى فى "سننه"، أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم' باب فى وضوء الرجل والمرأة من إناء واحد - حديث: 60 اخرجه النسائى فى "سننه"، سؤر الهرة' باب فضل الجنب - حديث: 71 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، الجنبان يشرعان جميعا' حديث: 992 اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، كتاب الطهارات' فى الرجل والمرأة يغتسلان بماء واحد - حديث: 368 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ"، ذكر ما ينقض الوضوء وما لا ينقضه' اغتسال الرجل والمرأة من نسائه من الإناء الواحد - حديث: 226 اخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار"، باب سؤر بنى آدم' حديث: 59 الآثار للطحاوى - باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 2220 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب الطهارة' جماع أبواب الغسل من الجنابة - باب تخليل أصول الشعر بالماء وإيصاله إلى البشرة' حديث: 778 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، باب فضل الجنب وغيره' حديث: 407 اخرجه احمد فى "مسنده"، مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضى الله عنها' حديث: 23823 مسند الشافعى - باب ما خرج من كتاب الوضوء' حديث: 12 اخرجه الطيالسى فى "مسنده"، أحاديث النساء' علقمة بن قيس عن عائشة - القاسم عن عائشة' حديث: 1505 مسند الحميدى - أحاديث عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها عن رسول الله صلى' حديث: 165 إسحاق بن راهويه - ما يروى عن عروة بن الزبير' حديث: 493 اخرجه ابويعلى فى "مسنده"، مسند عائشة' حديث: 4313

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ''موقوف'' روایت نقل کی ہے یعنی ان کا اپنا قول نقل کیا ہے' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے مختلف رائے بیان کی ہے اور اپنے مؤقف کی تائید میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول حدیث پیش کی ہے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول حدیث کو کئی محدثین نے نقل کیا ہے۔

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے' صحابی کا قول جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل کے خلاف ہو' تو اس صورت میں ''مرفوع'' روایت (یعنی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل کا تذکرہ ہے) وہ حجت شمار ہوگی اور صحابی کو اس حوالے سے معذور سمجھا جائے گا' یعنی ہوسکتا ہے کہ ان تک یہ روایت نہ پہنچ سکی ہو یا انہوں نے اپنے مؤقف کو کسی اور دلیل کی روشنی میں ترجیح دی ہو' یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم نے اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے اعراض کیا ہے اور اس عمل کو جائز قرار دینے والی احادیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ بِسُؤْرِ الْهِرَّةِ

باب 28: بلّی کے جوٹھے سے وضو کرنا

90- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ امْرَاَتَهٗ حُمَيْدَةَ ابْنَةَ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ اَخْبَرَتْهُ

حديث 90: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الطهارة' باب الطهور للوضوء - حديث: 41 اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الطهارة' باب الهرة إذا ولغت في الإناء - حديث: 769 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الطهارة' باب سؤر الهرة - حديث: 68 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الطهارة وسننها' باب الوضوء بسؤر الهرة - حديث: 364 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم' باب ما جاء في سؤر الهرة - حديث: 88 اخرجه النسائي في "سننه"، سؤر الهرة' حديث: 67 اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، باب سؤر الهر' حديث: 338 اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الطهارات' من رخص في الوضوء بسؤر الهر - حديث: 324 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' سؤر الهر - حديث: 62 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب سؤر الهر' حديث: 35 اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 2223 اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الطهارة' باب سؤر الهرة - حديث: 187 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الطهارة' جماع أبواب ما يفسد الماء - باب سؤر الهرة' حديث: 1085 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، باب سؤر ما لا يؤكل لحمه سوى الكلب' حديث: 478 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند الأنصار' حديث أبي قتادة الأنصاري - حديث: 22005 مسند الشافعي - باب ما خرج من كتاب الوضوء' حديث: 9 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الطهارة' باب الأسآر - ذكر الخبر الدال على أن أسآر السباع كلها طاهرة' حديث: 1315 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الوضوء' جماع أبواب ذكر الماء الذي لا ينجس - باب الرخصة في الوضوء بسؤر الهرة' حديث: 105

عَنْ خَالَتِهَا كَبْشَةَ ابْنَةِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَ كَانَتْ تَحْتَ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَاقَتَادَةَ اَمَرَهَا فَسَكَبَتْ لَهٗ وَضُوْءً فَجَاءَ تْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَاَصْغٰى لَهَا الْاِنَاءَ فَشَرِبَتْ مِنْهُ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَاٰنِیْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِیْ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِاَنْ يَّتَوَضَّاَ بِفَضْلِ سُوْرِ الْهِرَّةِ وَ غَيْرُهٗ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ اسحاق بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ان کی اہلیہ حمیدہ بنت عبید بن رفاعہ نے انہیں اپنی خالہ کبشہ بنت کعب کے حوالے سے یہ بات بتائی ہے' جو حضرت ابوقتادہ کے بیٹے کی اہلیہ تھیں' ایک مرتبہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ ہدایت کی۔ انہوں نے ان کے لئے وضو کا پانی رکھا۔ اسی دوران ایک بلی آئی اور اس برتن میں سے پینے لگی' تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس بلی کے لئے اس برتن کو آگے کر دیا۔ اس بلی نے اس میں سے پی لیا۔ سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں (حیرانگی کے ساتھ) ان کی طرف دیکھ رہی ہوں' تو انہوں نے دریافت کیا: اے میری بھتیجی! کیا تم حیران ہو رہی ہو؟ سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی ہاں! تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہ ناپاک نہیں ہے' یہ تمہارے گھر میں (بکثرت آنے جانے والے جانوروں میں سے ایک ہے)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: بلی کے جوٹھے سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم ایسے پانی کے مقابلے میں دوسرا پانی ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: احناف کے نزدیک کسی کے بھی جوٹھے پانی کی چار صورتیں ہیں:

(۱) پاک (۲) مکروہ (۳) مشکوک (۴) نجس

ایسا جوٹھا جو خود بھی پاک ہوتا ہے اور جس کے ذریعے وضو بھی کیا جا سکتا ہے' اس میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے' یہ وہ جوٹھا ہے' جو کسی آدمی نے پیا ہو یا کسی ایسے جانور نے پیا ہو جس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے جیسے اونٹ' گائے' بکری اور صحیح قول کے مطابق گھوڑا بھی اس میں شامل ہے' بشرطیکہ یہ جانور کوئی ناپاک چیز نہ کھائے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں ملنے والا لعاب پاک خون سے بنا ہے' اس لیے وہ پانی پاک ہوگا اور اس حوالے سے کسی بھی انسان میں کوئی فرق نہیں ہوگا کہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے' مسلمان ہے یا کافر ہے' جنابت کی حالت میں ہے یا حیض کی حالت میں ہے' البتہ اگر کسی کافر شخص نے شراب پی ہوئی ہو اور پھر وہ اپنا ناپاک منہ پانی میں ڈال دے تو پھر اس صورت میں اس پانی سے وضو نہیں کیا جا سکتا۔

آدمی کے جوٹھا پاک ہونے کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ یہ روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب آپ ملے تھے اس وقت میں جنابت کی حالت میں تھا تو مجھے اچھا نہیں لگا کہ ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بیٹھوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سبحان اللہ! بے شک مؤمن ناپاک نہیں ہوتا''۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نقل کی ہے:

''بعض اوقات جب میں کوئی چیز پیتی تھی جب میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی پھر میں وہ برتن نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھادیتی تھی تو آپ ﷺ اپنا منہ اسی جگہ رکھتے تھے جہاں میں نے اپنا منہ رکھا ہوتا تھا''۔

دوسرا جوٹھا وہ ہے جو خود پاک ہوتا ہے لیکن کسی صاف پانی کی موجودگی میں اس جوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی ہے اس میں بلی کا جوٹھا' گندگی کھانے والی مرغی کا جوٹھا' گندگی کھانے والی گائے یا اونٹ وغیرہ کا جوٹھا' وحشی پرندوں کا جوٹھا جن میں عقاب' باز' شاہین' کوا وغیرہ شامل ہیں۔ گھر میں پائے جانے والے جانوروں کا جوٹھا جیسے چوہا وغیرہ شامل ہیں' لیکن ان کے لیے شرط یہ ہے کہ ان کے منہ پر نجاست نہ لگی ہو۔ اس کو ضرورت کے پیش نظر جائز قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے احتراز ممکن نہیں ہے۔ ویسے بھی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک صحابی نے اپنا وضو کا برتن بلی کی طرف کر دیا تھا۔ اس بلی نے اس میں سے پانی پیا تھا اور پھر نبی اکرم ﷺ نے اسی پانی سے وضو کر لیا تھا۔

تیسرا جوٹھا وہ ہے جس کے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا لیکن اس کے ذریعے وضو کرنا مشکوک ہے' اس میں خچر اور پالتو گدھے کا جوٹھا شامل ہے' ایسے پانی کے ذریعے وضو کرنے کے بعد احتیاط کے طور پر تیمم بھی کر لینا چاہیے۔ خواہ وضو کے بعد تیمم کیا جائے یا پہلے کر لیا جائے۔ اور یہ احتیاط صرف نماز ادا کرنے کے لیے ہے' اس بارے میں شک کی وجہ یہ ہے کہ ان کے گوشت کے مباح ہونے یا حرام ہونے کے بارے میں دلائل کے درمیان تعارض پایا جاتا ہے اور ان کی نجاست اور طہارت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

چوتھی قسم کا جوٹھا وہ ہے' جو ناپاک ہوتا ہے اور انتہائی نجس ہوتا ہے' انتہائی ضرورت کے علاوہ یعنی ایسی حالت جس میں مردار کھانا حلال ہو جاتا ہے' ایسی صورت کے علاوہ اس جوٹھے کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اس میں کتے' سؤر اور وحشی درندوں کا جوٹھا شامل ہے' جیسے چیتا' بھیڑیا' شیر وغیرہ شامل ہیں۔ کتے کے جوٹھے اور اس کی دلیل کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''کوئی کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھو''۔

تو جب برتن ناپاک ہو جاتا تو پانی بھی ناپاک ہوگا اور یہی چیز اس کے نجس ہونے کا فائدہ دیتی ہے' جہاں تک خنزیر کا تعلق ہے' تو وہ نجس عین ہے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''وہ ناپاک ہے''۔ (الانعام)

جہاں تک وحشی درندوں کا تعلق ہے' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا گوشت ناپاک ہوتا ہے' تو ان کا لعاب کیونکہ ان کے گوشت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے' اس لیے وہ لعاب بھی ناپاک ہوگا اور اس کی وجہ سے پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔

بَابُ الْاَذَانُ وَالتَّثْوِيْبُ

باب 29: اذان اور تثویب

91- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ

قَالَ مَالِكٌ بَلَغَنَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤْذِنُهُ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَوَجَدَهُ نَائِمًا فَقَالَ الْمُؤَذِّنُ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فَاَمَرَهُ عُمَرُ اَنْ يَّجْعَلَهَا فِيْ نِدَآءِ الصُّبْحِ ۔

✦✦ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم اذان سنو تو اُس کی مانند کلمات کہو! جو موذن کہتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ موذن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کے دورِ خلافت میں ان کے) پاس آیا تاکہ انہیں نماز کے لئے بلائے' تو اُس نے انہیں سوتے ہوئے پایا' تو موذن نے کہا:

اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

''نماز نیند سے بہتر ہے''۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایت کی: اس کلمے کو فجر کی اذان میں شامل کیا جائے۔

•••——•••——•••

شرح: اذان کا جواب دینے کے بارے میں احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے اور اقامت کا جواب دینا مستحب ہے' جبکہ احناف کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک اذان کا جواب دینا اور اقامت کا جواب دینا سنت ہے۔

حدیث 91: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الصلاة' باب ما جاء في النداء للصلاة - حديث: 146 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الأذان' باب ما يقول إذا سمع المنادي - حديث: 595 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه - حديث: 602 مسند الشافعي - باب : ومن كتاب استقبال القبلة في الصلاة' حديث: 123 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما يقول إذا أذن المؤذن' حديث: 197 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب ما يقول إذا سمع المؤذن - حديث: 443 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الأذان' القول مثل ما يقول المؤذن - حديث: 670 السنن المأثورة للشافعي - باب ما جاء في النداء في السفر' حديث: 36 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، مواقيت الصلوات' القول بمثل ما يقول المؤذن - حديث: 1618 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب القول مثل ما يقول المؤذن' حديث: 1782 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' القول مثل ما يقول المؤذن - حديث: 642 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه - حديث: 11293 اخرجه ابويعلى في "مسنده"، من مسند أبي سعيد الخدري' حديث: 1154' البلاغ.....عمر أن يجعلها في نداء الصبح' اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الصلاة' باب ما جاء في النداء للصلاة - حديث: 152

اذان کا جواب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ مؤذن جو کلمات کہتا ہے اُن کلمات کو دُہرا دیا جائے گا' البتہ جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح '' کہتا ہے' اُس وقت سننے والا شخص ''لا حول و لا قوۃ الا باللہ '' پڑھ لے گا۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ اُن کے نزدیک اس جملے کا مطلب یہ ہے: ''لاحول'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر بچنے کی توفیق دے تو ہی انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ سکتا ہے اور ''لاقوۃ'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی اُس کی فرمانبرداری کر سکتا ہے۔

اسی طرح فجر کی اذان میں جب مؤذن ''الصلوٰۃ خیر من النوم '' کہتا ہے' تو اُس کے جواب میں ''صدقت وبررت '' کہا جائے گا۔

احناف کے نزدیک ظاہر قول یہی ہے کہ زبان کے ذریعے اذان کا جواب دیا جائے۔

اگر کسی شخص کو مختلف اذانوں کی آواز آئی ہے' تو درمختار میں مذکور حکم کے مطابق پہلی اذان کا جواب دیا جائے گا' خواہ وہ پہلی اذان اُس کی اپنی قریبی مسجد کے مؤذن نے دی ہو یا کسی دوسری مسجد سے آواز آئی ہو۔

تاہم اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین نے یہ بات بیان کی ہے کہ میرے نزدیک تمام اذانوں کا جواب دیا جائے گا' کیونکہ سبب یعنی اذان کا سننا متعدد ہے۔

بعض شوافع نے بھی اسی بات پر اعتماد کیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''شرح المہذب'' میں یہ بات بیان کی ہے: اگر کوئی شخص ایک مؤذن کے بعد دوسرے مؤذن کو اذان دیتے سنتا ہے' تو مختار قول یہ ہے کہ جواب دینے کی فضیلت اپنی اصل پر برقرار رہے گی اور وہ تمام اذانوں کو شامل ہوگی' البتہ پہلی اذان کا جواب دینے کا حکم تاکیدی ہے جسے ترک کرنا مکروہ قرار دیا جائے گا۔

اس روایت کے آخر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مؤذن آیا' اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ عبدالحئی لکھتے ہیں: علامہ ابن عبدالبر اندلسی نے یہ بات بیان کی ہے کہ میرے علم میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جسے دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکے یا جو سند سمجھی جاسکے' جس میں یہ بات مذکور ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس روایت کے مختلف طرق پر بحث کی ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی نے ''شرح معانی الآثار'' میں یہ بات ذکر کی ہے کہ بعض لوگوں نے صبح کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جو اذان کے بارے میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے کلمات سکھا دیں۔

جبکہ بعض حضرات کی رائے اس بارے میں اُن سے مختلف ہے' اُن حضرات نے اذان میں ان کلمات کے کہنے کو مستحب قرار دیا

ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اگر چہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول روایت میں اذان کے کلمات میں ان کا اضافہ نہیں ہے لیکن اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو ان کلمات کی تعلیم دی تھی اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ صبح کی اذان میں یہ کلمات استعمال کیا کریں۔

پھر امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبح کی پہلی اذان دینے کا طریقہ تعلیم دیتے ہوئے ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کے الفاظ تعلیم دیئے تھے۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان منقول ہے وہ فرماتے ہیں: میں کمسن بچہ تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم ''الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم'' (اذان میں کہا کرو)۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اس کی تعلیم دی ہے تو یہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت پر اضافہ شمار ہوگا ان کلمات کو استعمال کرنا واجب ہو جائے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب نے ان کلمات کو استعمال کیا ہے جیسا کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ پہلی (یعنی فجر کی اذان میں) ''حی علی الفلاح'' کے بعد ''الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صبح کی نماز میں ''تھویب'' کہی جاتی ہے مؤذن جب ''حی علی الفلاح'' کہہ دے گا تو پھر وہ ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہے گا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم یہ بات بتا رہے ہیں کہ مؤذن صبح کی اذان میں یہ کلمات استعمال کیا کرتے تھے تو اس کے ذریعے ہمارے اس مؤقف کی تائید ہو جاتی ہے (صبح کی اذان میں ان کلمات کو استعمال کیا جائے گا)۔

امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ (حوالہ شرح معانی الآثار)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد فاضل لکھنوی نے اس روایت کے بعض مزید طرق کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس روایت کے ذریعے ''تھویب'' کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب اذان ہو جانے کے بعد حکمرانوں کو مطلع کرنے کے لیے دوبارہ انہیں اطلاع دینا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ چیز قیاس کے خلاف ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں تمام لوگ برابر کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس کو صحاح کی ان روایات کی بنیاد پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا جن میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے فجر کی اذان دیا کرتے تھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے دروازے پر آ کر آپ کو صبح کی نماز کے لیے اطلاع دیتے تھے۔

فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں بھی اس طرح کیا جا سکتا ہے لیکن امام ابن ابی شیبہ کی نقل کردہ روایت سے یہ حکم مخدوش ثابت ہوتا ہے۔ مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے (اذان ہو جانے کے بعد) (نماز) کا وقت ہو گیا ہے (نماز کا وقت ہو

گیا) کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو! کیا تم پاگل ہو؟ تم نے پہلے جو دعوت دی تھی (یعنی جو اذان کہی تھی) اُس میں وہ پیغام نہیں تھا کہ ہم یہاں آ جاتے؟

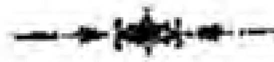
فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: اس روایت سے دوسرا حکم بھی ثابت ہوتا ہے کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد بعض اوقات سو جانا جائز ہے۔

اس روایت سے تیسرا حکم یہ ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہا جائے گا۔

یہاں چوتھی بحث یہ ہے کہ آیا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی وجہ سے شروع ہوا ہے؟

کیونکہ یہاں یہ اشکال سامنے آتا ہے کہ اذان میں یہ کلمات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تحت شامل کیے گئے تھے' جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تھی اور یہ کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت محذورہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول اذان کے کلمات میں شامل ہیں۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کے مؤذن تھے اور اس بارے میں روایات سنن ابن ماجہ' جامع ترمذی' ابوداؤد' معجم طبرانی اور شرح معانی الآثار میں موجود ہیں۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت صبح کی اذان میں ان کلمات کے اضافے سے متعلق مختلف سوالات اور اُن کے جوابات کا تذکرہ کیا ہے۔



92-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ فِي النِّدَآءِ ثَلٰثًا وَ يَتَشَهَّدُ ثَلٰثًا وَ كَانَ اَحْيَانًا اِذَا قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ عَلٰى اِثْرِهَا حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ يَكُوْنُ ذٰلِكَ فِي نِدَآءِ الصُّبْحِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ النِّدَآءِ وَلَا يُحِبُّ اَنْ يُّزَادَ فِي النِّدَآءِ مَالَمْ يَكُنْ مِنْهُ

✦✦ نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نقل کرتے ہیں: وہ اذان میں تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور تین مرتبہ کلمۂ شہادت پڑھتے تھے اور بعض اوقات وہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہنے کے بعد حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ کہتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا جملہ صبح کی اذان میں اذان ختم ہو جانے کے بعد ہوگا' کیونکہ ہم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اذان میں کسی ایسے جملے کا اضافہ کیا جائے جو اس کا حصہ نہ ہو۔



شرح: اس کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: (اذان میں) تکبیرات وتشہد کے کلمات کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ اذان کے آغاز میں چار مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہا جائے گا' جبکہ بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ دو مرتبہ کہا جائے گا۔ پہلی روایت مشہور ہے اور اذان کے آغاز اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اذان سے متعلق

حدیث 92: ذکرہ البیھقی فی "سننہ الکبرٰی"، کتاب الصلاۃ' ذکر جماع أبواب الأذان والإقامۃ - باب ما روی فی حی علی خیر العمل' حدیث: 1842

روایات میں اسی بات کا تذکرہ ہے (اذان کے آغاز میں چار مرتبہ تکبیرات کہی جائیں گی)۔

جمہور امام شافعی امام احمد بن حنبل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری رائے کو اختیار کیا ہے (یعنی اُن کے نزدیک) اذان کے آغاز میں دو مرتبہ "اللہ اکبر" کہا جائے گا۔

جہاں تک شہادت کے دو کلمات کا تعلق ہے تو مشہور روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ ان میں سے ہر کلمے کو دو دو مرتبہ کہا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے موافقین نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اذان کے بارے میں جو روایت منقول ہے اُس میں "ترجیع" کا ذکر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ کلمہ پڑھتے ہوئے آواز پست رکھی جائے اور دوسری مرتبہ بلند کی جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے موافقین نے اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہوئے "ترجیع" کا حکم دیا ہے۔

جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس طرزِ عمل کا تعلق ہے کہ اُنہوں نے کلمہ شہادت اور تکبیرات کو تین تین مرتبہ کہا تھا تو ہمارے علم میں ایسی کوئی "مرفوع" روایت نہیں ہے جس میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا ہو ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواز بیان کرنے کے لیے ایسا کیا ہو روایت میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ وہ بعض اوقات ایسا کیا کرتے تھے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ایسا کرنا سنت نہیں ہے بلکہ جواز کو بیان کرنے کے لیے وہ ایسا کیا کرتے تھے۔

اذان کے کلمات میں "حی علی خیر العمل" کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اُس کے بعد امام بیہقی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں اُن روایات میں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا طریقہ تعلیم دیا تھا اور نہ ہی اُن روایات میں ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا طریقہ تعلیم دیا تھا اور وہ اذان کے کلمات میں اضافے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ اُنہوں نے صبح کی اذان میں "حی علی خیر العمل" کے الفاظ استعمال کیے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں ہدایت کی کہ وہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ استعمال کریں اور "حی علی خیر العمل" کے الفاظ کو متروک قرار دیدیا گیا۔

لیکن شیخ ابن دقیق نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس روایت کے رجال مجہول ہیں (یعنی یہ روایت مستند نہیں ہے)۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح المہذب" میں یہ بات نقل کی ہے کہ اذان میں "حی علی خیر العمل" کہنا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں اور اذان میں الفاظ کا اضافہ کرنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "منہاج السنۃ" میں یہ بات تحریر کی ہے کہ وہ لوگ یعنی اہلِ تشیع اذان میں شعار کے طور پر ان کلمات کا اضافہ کرتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہیں تھے اور وہ کلمات "حی علی خیر العمل" ہیں۔

منقول روایات کو اگر درست تعلیم کرلیا جائے' تو اُس کی زیادہ سے زیادہ انتہا یہ ہوگی کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تثویب کے طور پر بعض اوقات یہ الفاظ استعمال کرلیا کرتے تھے۔

بعض اہلِ علم نے اسے حکمرانوں کو بلانے کے لیے ندا قرار دیا ہے اور بعض نے اسے تثویب رکھا ہے۔

بعض اہلِ علم نے ان کی اجازت دی ہے اور بعض علماء نے انہیں مکروہ قرار دیا ہے۔

علماء نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اُن کے صاحبزادے کے حوالے سے اس کی کراہت بھی ذکر کی ہے۔

بہرحال ہمیں یہ پتہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مسجد میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ جو اذان دیا کرتے تھے' مکہ میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جو اذان دیا کرتے تھے اور قباء میں حضرت سعد قرظی رضی اللہ عنہ جو اذان دیا کرتے تھے' اُن کی اذان میں یہ جملہ نہیں تھا۔

اگر اُن اذانوں میں یہ کلمات ہوتے تو مسلمان یہ ضرور نقل کرتے اور اس بارے میں لاپرواہی کا شکار نہ ہوتے اور اس بارے میں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور قباء کی مساجد میں جو اذان دی جاتی تھی' اذان کے وہ کلمات ہر خاص و عام کے نزدیک متواتر ہیں۔

بَابُ الْمَشْيُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَفَضْلُ الْمَسَاجِدِ

باب 30: نماز کے لیے پیدل چل کر جانا اور مساجد کی فضیلت

93- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَ اْتُوْهَا وَ عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا فَاِنَّ اَحَدَكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا كَانَ يَعْمِدُ اِلَى الصَّلٰوةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا تَعْجَلَنَّ بِرُكُوْعٍ وَلَا افْتِتَاحٍ حَتّٰى تَصِلَ اِلَى الصَّفِّ وَ تَقُوْمَ فِيْهِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے' تو تم دوڑتے ہوئے اس کی طرف نہ جاؤ بلکہ جب تم اس کی طرف آؤ تو سکون سے چلتے ہوئے آؤ' نماز کا جو حصہ تمہیں ملے اسے ادا کرلو اور جو رہ جائے اسے بعد میں مکمل کرلو' کیونکہ جو شخص نماز کی طرف جاتا ہے وہ نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے۔

حديث 93: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الصلاة' باب ما جاء في النداء للصلاة - حديث: 148 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة - حديث: 977 اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب صلاة التطوع والإمامة وأبواب متفرقة' من كره - حديث: 7289 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب من صلى خلف الصف وحده' حديث: 1491 اخرجه احمد في "مسنده"، ' مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث: 7071 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، جماع أبواب المواضع التي لتجوز الصلاة عليها' السهو في الصلاة - باب ذكر الدليل على أن المسبوق بركعة أو ثلاث لا تجب' حديث: 995

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: رکوع میں شریک ہونے یا تکبیر تحریمہ میں شریک ہونے کے لیے صف میں پہنچنے کے لیے ہرگز جلدی نہ کریں (بلکہ آرام سے چلتے ہوئے صف تک پہنچ کر) اس میں کھڑے ہو جائیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ جب کوئی شخص جماعت کے لیے جا رہا ہو تو جماعت میں شریک ہونے کے لیے اُسے دوڑنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ بات مسجد کے آداب کے بھی خلاف ہے اور مؤمن کے ذاتی سکون اور وقار کے بھی خلاف ہے۔

94- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ الْاِقَامَةَ وَ هُوَ بِالْبَقِيْعِ فَاَسْرَعَ الْمَشْىَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهٰذَا لَا بَاْسَ مَالَمْ يَجْهَدْ نَفْسَهٗ .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اقامت کی آواز سنی' وہ اس وقت "بقیع" میں تھے' تو وہ تیزی سے چلتے ہوئے گئے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب آدمی اپنے آپ کو مشقت کا شکار نہ کرے۔

95- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سُمَىٌّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَابَكْرٍ يَعْنِى ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ مَنْ غَدَا اَوْ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَايُرِيْدُ غَيْرَهٗ لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا اَوْيُعَلِّمَهٗ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهِ الَّذِىْ خَرَجَ مِنْهُ كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَجَعَ غَانِمًا .

ابوبکر بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص صبح و شام مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بھلائی کا علم حاصل کرے یا اس کی تعلیم دے تو وہ شخص جب اپنے گھر واپس جاتا ہے' جس گھر سے وہ نکل کر گیا تھا تو اس کی مثال واپس آنے تک ایسے مجاہد کی طرح ہوتی ہے' جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اسے مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے۔

حدیث 94: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودى - كتاب الصلاة' باب ما جاء فى النداء للصلاة - حديث: 154 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب المشى إلى الصلاة - حديث: 3295 اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، كتاب صلاة التطوع والإمامة وأبواب متفرقة' من كان يسرع إلى الصلاة - حديث: 7284 مسند الشافعى - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعى رضى الله عنهما' حديث: 1049 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الجمعة' المشى إلى الجمعة - حديث: 1804

حدیث 95: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودى - كتاب قصر الصلاة فى السفر' باب انتظار الصلاة والمشى إليها - حديث: 387

بَابُ الرَّجُلُ يُصَلِّىْ وَقَدْ اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِى الْاِقَامَةِ

باب 31: جو شخص نماز پڑھ رہا ہو جبکہ مؤذن اقامت شروع کرچکا ہو

96- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا شَرِيْكُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ نُمَيْرٍ اَنَّ اَبَاسَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعَ قَوْمٌ بِالْاِقَامَةِ فَقَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَاتَانِ مَعًا.

قَالَ مُحَمَّدٌ يُكْرَهُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ تَطَوُّعًا غَيْرَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ خَاصَّةً فَاِنَّهٗ لَا بَاْسَ اَنْ يُّصَلِّيَهَا الرَّجُلُ وَاِنْ اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِى الْاِقَامَةِ وَكَذٰلِكَ يَنْبَغِىْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

✧✧ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ لوگوں نے اقامت سنی لیکن انہوں نے کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا شروع کردی اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: کیا دو نمازیں ایک ساتھ ادا کی جارہی ہیں؟

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب اقامت کہی جاچکی ہو تو اس وقت نفل نماز ادا کرنا مکروہ ہے البتہ فجر کی پہلی دو سنتوں کا ذکر بطور خاص مختلف ہے (وہ ادا کی جاسکتی ہیں) کیونکہ انہیں اس وقت ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ مؤذن نے اقامت شروع کردی ہو۔

ہونا بھی یہی چاہیے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس چیز کو مکروہ قرار دیا ہے اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کی ہے۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

"جب نماز کھڑی ہوجائے تو صرف فرض نماز ہی ادا کی جاسکتی ہے"۔ (صحیح مسلم)

یہاں فجر کی دو رکعت سے مراد وہ دو رکعت ہیں جو فجر کی نماز میں فرض سے پہلے ادا کی جاتی ہیں۔

احناف کے نزدیک فجر کی نماز کی دو سنتیں ہیں سنتوں میں سب سے زیادہ مؤکد ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے:

"فجر کی یہ دو رکعت دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے"۔

حدیث 96: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب صلاة الليل' باب ما جاء فى ركعتى الفجر - حديث: 287 البحر الزخار مسند البزار - عكرمة' حديث: 1903 اخرجه ابويعلى فى "مسنده"، مسند أبى هريرة' حديث: 5848 المعجم الكبير للطبرانى - من اسمه عبد الله' وما أسند عبد الله بن عباس رضى الله عنهما - عكرمة عن ابن عباس' حديث: 11322 اخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه"، جماع أبواب ذكر الوتر وما فيه من السنن' جماع أبواب الركعتين قبل الفجر وما فيها من السنن - باب النهى عن أن يصلى ركعتى الفجر بعد الإقامة' حديث: 1056

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ فجر کی دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

ان روایات کی بنیاد پر احناف اس بات کے قائل ہیں کہ فجر کی دو سنتیں کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر یا سواری پر ادا نہیں کی جاسکتی ہیں اور احناف کے نزدیک فجر کی ان دو سنتوں کے علاوہ اور کسی بھی سنت کی قضاء نہیں کی جائے گی البتہ ان کی قضاء اسی دن زوال سے پہلے کی جائے گی لیکن یہ اُس وقت ہے جب سنتوں کے ساتھ فرض بھی قضاء ہو چکا ہو لیکن اگر کوئی شخص فرض ادا کر چکا ہو سنتیں ادا نہ کی ہوں تو اب وہ ان کی قضاء نہیں کرے گا۔ ان کا وقت وہی ہے جو فجر کی نماز کا وقت ہے۔ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص کی تلاوت کی جائے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں فجر کی نماز کے ابتدائی وقت میں ہی انہیں ادا کرلے۔

اگر آدمی نے ان دو رکعت کو ادا نہ کیا ہو تو فجر کی فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو یہ بات ممکن ہو کہ انسان ان دو رکعت کو ادا کرنے کے بعد جماعت میں شامل ہوسکتا ہے خواہ دوسری رکعت میں ہی شامل ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ پہلے دو سنتیں ادا کرے پھر با جماعت نماز میں شریک ہو لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ وہ جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا تو پھر ان سنتوں کو ترک کر دے اور جماعت میں شریک ہو جائے البتہ بعد میں وہ ان سنتوں کی قضاء نہیں کرے گا۔

احناف کے نزدیک فجر کی سنتیں روشنی میں پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (الفقہ الاسلامی جلد دوم ص ۱۰۵۷)



بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

باب 32: صفیں درست کرنا

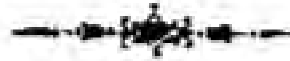
97- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَاْمُرُ رِجَالًا بِتَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ وَاِذَا جَآءُوْهُ وَ اَخْبَرُوْهُ بِتَسْوِيَتِهَا كَبَّرَ بَعْدُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کو صفیں ٹھیک کروانے کا کہتے تھے جب وہ لوگ آپ کے پاس آکر آپ کو بتاتے کہ صفیں ٹھیک ہو چکی ہیں تو اس کے بعد وہ تکبیر کہتے تھے۔

حدیث 97: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب قصر الصلاة فی السفر' باب ما جاء فی تسوية الصفوف - حديث: 378 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب الصفوف - حديث: 2349 ذكره البيهقی فی "سننه الكبرٰی"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب لا يكبر الإمام حتی يأمر بتسوية الصفوف خلفه' حديث: 2126 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' متی يكبر الإمام ؟ - حديث: 747

شرح: اس حدیث کا بنیادی موضوع صفوں کو درست کرنا ہے'امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ روایت نقل نہیں کی' تاہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "صفیں درست کرلو کیونکہ صف کو برابر کرنا نماز کی تکمیل کا حصہ ہے"۔ (حوالہ)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ صف کو سیدھا کرنا سنت ہے'امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ'امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔



98-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ سُهَيْلِ ابْنُ مَالِكٍ وَ اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَبِىْ عَامِرِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَقُوْلُ فِىْ خُطْبَتِهٖ اِذَا قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَاعْدِلُوا الصُّفُوْفَ وَ حَاذُوْا بِالْمَنَاكِبِ فَاِنَّ اِعْتِدَالَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يُكَبِّرُ حَتّٰى تَاْتِيَهٗ رِجَالٌ قَدْ وَكَّلَهُمْ بِتَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ فَيُخْبِرُوْنَهٗ اَنْ قَدِ اسْتَوَتْ فَيُكَبِّرُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ يَنْبَغِىْ لِلْقَوْمِ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَنْ يَّقُوْمُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ فَيَصُفُّوْا وَ يُسَوُّوا الصُّفُوْفَ وَ يُحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ فَاِذَا اَقَامَ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ الْاِمَامُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ مالک بن ابوعامر انصاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خطبے میں یہ بات ارشاد فرمائی: جب نماز کھڑی ہو جائے' تو تم صفیں ٹھیک کرلو' اپنے کندھے ایک دوسرے کے ساتھ ملالو' کیونکہ صفوں کو درست رکھنا' نماز مکمل کرنے کا حصہ ہے۔ پھر اس کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس وقت تک تکبیر نہیں' کہتے تھے جب تک لوگ آ کر انہیں بتا نہیں دیتے تھے جنہیں انہوں نے صفیں درست کرنے کے لیے مقرر کیا ہوتا تھا۔ جب وہ لوگ انہیں بتا دیتے تھے کہ صفیں ٹھیک ہو چکی ہیں' تو اس وقت وہ تکبیر کہتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: لوگوں کو یہ چاہیے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے' تو وہ لوگ نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں اور صفیں ٹھیک کرلیں' وہ اپنی صفوں کو برابر رکھیں اور کندھوں کو ملا کر رکھیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے' تو امام تکبیر کہہ دے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے' اُس وقت لوگ نماز کے لیے کھڑے

حدیث 98: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الجمعة' باب ما جاء فى الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب - حديث: 231 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب الجمعة' جماع أبواب آداب الخطبة - باب الإنصات للخطبة وإن لم يسمعها" حديث: 5448 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الجمعة' الإنصات للخطبة - حديث: 1782 مسند الشافعى - ومن كتاب إيجاب الجمعة' حديث: 271

ہوں۔اس کی شرح لکھتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں' کہ لوگ اُس وقت کھڑے ہوں گے جب اقامت پوری ہو چکی ہو۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ لوگ اقامت کے آغاز میں کھڑے ہو جائیں گے۔

جبکہ مؤطا میں ان سے یہ بات منقول ہے کہ اس بارے میں لوگوں کی طاقت کا جائزہ لیا جائے گا' کیونکہ ان میں بھاری بھر کم بھی ہوتے ہیں اور دُبلے پتلے بھی ہوتے ہیں۔

یہ بات امام قسطلانی نے ''ارشاد الساری'' میں تحریر کی ہے' متن کے یہ الفاظ کہ جب مؤذن نماز کے لیے اقامت کہہ دے یعنی جب مؤذن ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ'' کہہ دے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس میں دو صورتوں کا احتمال پایا جاتا ہے' یعنی اس وقت جب مؤذن ''قد قامت الصلوۃ'' کہنا شروع کرے اور اس وقت جب مؤذن ''قد قامت الصلوۃ'' کہہ چکا ہو۔

جامع الرموز میں ''محیط'' اور ''خلاصہ'' کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ پہلا قول ''طرفین'' کا ہے' جبکہ دوسرا قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' پہلا قول درست ہے جیسا کہ ''المحیط'' میں تحریر ہے' تاہم دوسرا قول زیادہ بہتر ہے جیسا کہ ''الخلاصہ'' میں تحریر ہے۔

(فاضل لکھنوی کہتے ہیں:) میں یہ کہتا ہوں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کی' جب انہوں نے ''قد قامت الصلوۃ'' کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری اقامت میں اسی طرح جواب دیا' جس طرح اذان کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایت میں مذکور ہے' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کلمے کا اسی طرح جواب دیا' صرف ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کا جواب مختلف دیا اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت تکبیر (تحریمہ) کہا کرتے تھے جب اقامت پوری ہو چکی ہوتی تھی' یعنی اُس کے تمام کلمات ادا کیے جا چکے ہوتے تھے۔

بَابُ اِفْتِتَاحُ الصَّلٰوۃِ

باب 33: نماز کے آغاز (کا طریقہ)

99-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

✦✦ سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تھے تو آپ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھایا کرتے تھے۔ جب آپ رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے پھر جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو رفع یدین کیا کرتے تھے پھر جب سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے تھے تو ربنا ولك الحمد بھی پڑھتے تھے۔

100-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا ابْتَدَأَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا دُوْنَ ذٰلِكَ

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز کے آغاز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کیا کرتے تھے پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس سے کچھ نیچے تک اٹھاتے تھے۔

101-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ كَانَ يُعَلِّمُهُمُ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلٰوةِ اَمَرَنَا اَنْ نُكَبِّرَ كُلَّمَا خَفَضْنَا وَرَفَعْنَا .

✦✦ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے لوگوں کو نماز کے دوران تکبیر کہنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے یہ بتایا: ہمیں یہ ہدایت کی گئی ہے (نماز پڑھتے ہوئے) ہم جب بھی جھکیں اور

حدیث99: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودی - كتاب الصلاة' باب افتتاح الصلاة - حديث: 161اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام - حديث:612اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب صفة الصلاة - ذكر ما يستحب للمصلی رفع اليدين عند إرادته الركوع ' حديث: 1883اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب : القول بعد رفع الرأس من الركوع - حديث: 1331اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب رفع اليدين إذا ركع - حديث: 854اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب صفة الصلاة - ذكر ما يستحب للمصلی رفع اليدين عند إرادته الركوع ' حديث: 1883اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الافتتاح' رفع اليدين حذو المنكبين - حديث:872اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، التطبيق' ما يقول الإمام إذا رفع رأسه من الركوع - حديث:637اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب التكبير للركوع والتكبير للسجود والرفع من الركوع هل مع ذلك' حديث: 835ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب رفع اليدين عند الركوع وعند رفع الرأس منه' حديث: 2326ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' رفع اليدين فی التكبير فی الصلاة - حديث: 750اخرجه احمد فی "مسنده"، ' مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حديث:4536مسند الشافعی - باب : ومن كتاب استقبال القبلة فی الصلاة' حديث: 129مسند الحميدی - أحاديث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنه' حديث: 593اخرجه ابويعلىٰ فی "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر' حديث: 5290المعجم الكبير للطبرانی - من اسمه عبد الله' ومما أسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - سالم عن ابن عمر' حديث:13022

حديث 100 :اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودی - كتاب الصلاة' باب افتتاح الصلاة - حديث: 166اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' أبواب تفريع استفتاح الصلاة - باب افتتاح الصلاة' حديث: 640ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' رفع اليدين عند الافتتاح والركوع ورفع الرأس من الركوع - حديث: 821مسند الشافعی - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعی رضی الله عنهما' حديث:950

حديث 101 :اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودی - كتاب الصلاة' باب افتتاح الصلاة - حديث: 167

جب بھی اُٹھیں تو تکبیر کہیں۔

102-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِی ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَ كُلَّمَا رَفَعَ فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلَاتَهٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ .

✦✦ امام زین العابدین رٹی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ جھکتے ہوئے اور اُٹھتے ہوئے تکبیر کہا کرتے تھے آپ اپنی نماز اسی طرح ادا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔

103-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةَ كَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ فَكَبَّرَ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ ثُمَّ اِذَا انْصَرَفَ قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

✦✦ ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے ہر مرتبہ جھکتے ہوئے اور اُٹھتے ہوئے تکبیر کہی جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو بولے: اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق نماز ادا کرتا ہوں۔

104-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ نُعَیْمُ الْمُجْمِرُ وَاَبُوْ جَعْفَرِ الْقَارِیُّ اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةَ كَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ فَكَبَّرَ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَّ كَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حِیْنَ یُكَبِّرُ وَ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلسُّنَّةُ اَنْ یُّكَبِّرَ الرَّجُلُ فِیْ صَلَاتِهٖ كُلَّمَا خَفَضَ وَكُلَّمَا رَفَعَ وَاِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُوْدِ كَبَّرَ وَاِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُوْدِ الثَّانِیْ كَبَّرَ فَاَمَّا رَفْعُ الْیَدَیْنِ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ یَرْفَعُ الْیَدَیْنِ حَذْوَ الْاُذُنَیْنِ فِیْ اِبْتِدَآءِ الصَّلٰوةِ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ لَا یَرْفَعُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَهٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ فِیْ ذٰلِكَ اٰثَارٌ كَثِیْرَةٌ .

حدیث 102: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - كتاب الصلاة' باب افتتاح الصلاة - حدیث: 162' ذكره البیهقی فی "سننه الكبرٰی"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب التكبیر للركوع وغیره' حدیث: 2318اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب التكبیر - حدیث: 2409مسند الشافعی - باب: ومن كتاب استقبال القبلة فی الصلاة' حدیث: 143

حدیث 103: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - كتاب الصلاة' باب افتتاح الصلاة - حدیث: 164اخرجه المسلم فی "صحیحه"، كتاب الصلاة' باب إثبات التكبیر فی كل خفض - حدیث: 616اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب التطبیق' باب التكبیر للنهوض - حدیث: 1148اخرجه النسائی فی "سننه الكبرٰی"، التطبیق' التكبیر للنهوض - حدیث: 730اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب الخفض فی الصلاة هل فیه تكبیر ؟' حدیث: 830ذكره البیهقی فی "سننه الكبرٰی"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب التكبیر للركوع وغیره' حدیث: 2316ذكره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' التكبیر للركوع وغیره - حدیث: 815مسند الشافعی - باب : ومن كتاب استقبال القبلة فی الصلاة' حدیث: 144

✧✧ ابوجعفر قاری بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں نماز پڑھائی تو انہوں نے جھکتے ہوئے اور اُٹھتے ہوئے تکبیر کہی۔

ابوجعفر نامی راوی کہتے ہیں: انہوں نے ''رفع یدین'' صرف اس وقت کیا تھا جب انہوں نے نماز کے آغاز میں تکبیر کہی تھی۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سنت یہ ہے کہ آدمی نماز کے دوران ہر مرتبہ جھکتے ہوئے اور ہر مرتبہ اُٹھتے ہوئے تکبیر کہے' جب وہ سجدہ کرنے کے لیے جھکے تو تکبیر کہے اور جب دوسرے سجدے کے لیے جھکے تو تکبیر کہے' لیکن رفع یدین کرنے کا حکم نماز میں صرف ایک مقام پر ہے اور وہ نماز کے آغاز میں ہے' اس وقت آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں اور اس بارے میں مختلف روایات منقول ہیں۔

105- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ وَلَمْ يَرْفَعْهُمَا فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ .

✧✧ عاصم بن کلیب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو نماز میں صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے' اس کے علاوہ انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

106- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ لَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى .

✧✧ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تم نماز کے دوران تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہیں کرو گے۔

107- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا كَبَّرَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ مَا اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ لَمْ يَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلَّا ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَحَفِظَ هٰذَا مِنْهُ وَلَمْ يَحْفَظْهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّ اَصْحَابُهٗ مَا سَمِعْتُهٗ مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اِنَّمَا كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِيْ بَدْءِ الصَّلٰوةِ حِيْنَ يُكَبِّرُوْنَ .

✧✧ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ' قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حصین بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ میں اور عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے' تو عمرو نے کہا: علقمہ بن وائل حضرمی نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا' پھر جب آپ رکوع میں گئے' تو آپ نے پھر رفع یدین کیا۔

اس پر ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے صرف اسی دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہوگا اور اس بات کو یاد رکھا ہوگا' تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس بات کو یاد نہیں رکھا ہوگا؟ میں نے ان میں سے کسی کو بھی یہ بیان کرتے ہوئے نہیں سنا' وہ لوگ صرف نماز کے آغاز میں جب تکبیر

تحریمہ کہتے تھے تو اس وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

108-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَآءَ اُذُنَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةِ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَرْفَعْهُمَا فِيْ مَا سِوٰى ذٰلِكَ .

✧✧ عبدالعزیز بن حکیم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پہلی تکبیر میں نماز کے آغاز میں دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کے علاوہ انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

109-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النَّهْشَلِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلَى الَّتِيْ يَفْتَتِحُ بِهَا الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ .

✧✧ عاصم بن کلیب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے' وہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت' یعنی وہ تکبیر جس کے ذریعے وہ نماز کا آغاز کرتے تھے' اس کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے' پھر اس کے بعد نماز کے دوران رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

110-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ .

✧✧ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: وہ (صرف) نماز کے آغاز میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

بَابُ الْقِرَآءَةُ فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ الْاِمَامِ

باب 34: امام کی اقتداء میں نماز کے دوران قرأت کرنا

111-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ ابْنِ اُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَآءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَءَ مَعِيْ مِنْكُمْ اَحَدٌ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَآءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا جَهَرَ بِهِ مِنَ الصَّلٰوةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ .

حديث 111: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الصلاة' باب ترك القراءة خلف الإمام فيما جهر فيه - حديث: 192' اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا - حديث: 845' اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب صفة الصلاة - ذكر البيان بأن هذا الكلام الأخير فانتهى الناس عن القراءة وانعظ' حديث: 1873' مسند الحميدي - أحاديث أبي هريرة رضي الله عنه' حديث: 925' ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب من قال يترك المأموم القراءة فيما جهر فيه الإمام بالقراءة' حديث: 2697

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے جس میں آپ نے بلند آواز میں قرأت کی تھی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میری اقتداء میں تم میں سے کسی نے قرأت کی تھی؟ تو ایک شخص نے عرض کی: میں نے کی تھی' یارسول اللہ! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بھی سوچ رہا تھا کہ میری قرأت میں کیوں رکاوٹ ڈالی جارہی ہے؟

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) اس کے بعد بلند قرأت والی نمازوں میں لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں قرأت کرنا ترک کردیا' (یعنی) جب انہوں نے یہ بات سنی۔

112-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ اَحَدٌ مَّعَ الْاِمَامِ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ مَعَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَآءَةُ الْاِمَامِ وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ مَعَ الْاِمَامِ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ان سے سوال کیا گیا کہ کیا کوئی شخص امام کی اقتداء میں قرأت کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جب کوئی شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو' تو امام کا قرأت کرنا ہی اس کے لیے کافی ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود امام کی اقتداء میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

113-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ كَيْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ .

✦✦ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو شخص ایک رکعت ادا کرے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ہوئی ہی نہیں' البتہ اگر وہ امام کے پیچھے ہو (تو حکم مختلف ہوگا)۔

114-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِى الْعَلَاءُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا السَّآئِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلَاةً

حديث113: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الصلاة' باب ما جاء في ام القرآن . حديث: 185 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب القراءة خلف الإمام' حديث: 810 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب من قال لا يقرأ خلف الإمام على الإطلاق' حديث: 2702 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' القراءة بعد أم القرآن - حديث: 812

حديث114: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الصلاة' باب القراءة خلف الإمام فيما لا يجهر فيه بالقراءة - حديث: 186 اخرجه الترمذي في "سننه"، الذبائح' أبواب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب: ومن سورة فاتحة الكتاب' حديث: 2956 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الرقائق' باب قراءة القرآن - ذكر كيفية قسمة فاتحة الكتاب بين العبد وبين ربه' حديث: 776 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الافتتاح' ترك قراءة بسم الله الرحمن الرحيم في فاتحة الكتاب - حديث: 904 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، العمل في افتتاح الصلاة' ترك قراءة بسم الله الرحمن الرحيم في فاتحة الكتاب - حديث: 964 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث: 9740 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' القراءة بعد التعوذ - حديث: 764

لَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَهِیَ خِدَاجٌ هِیَ خِدَاجٌ هِیَ خِدَاجٌ غَیْرُ تَمَامٍ قَالَ قُلْتُ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ اِنِّیْ اَحْیَانًا اَکُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ قَالَ فَغَمَزَ ذِرَاعِیْ وَ قَالَ یَا فَارِسِیُّ اِقْرَاْبِهَا فِیْ نَفْسِكَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ فَنِصْفُهَا لِیْ وَ نِصْفُهَا لِعَبْدِیْ وَ لِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُ وْا یَقُوْلُ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ یَقُوْلُ الْعَبْدُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ یَقُوْلُ الْعَبْدُ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ فَهٰذِهِ الْاٰیَةُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ وَ لِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ وَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ فَهٰؤُلَاءِ لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ لَاقِرَآءَةَ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْمَا جَهَرَ فِیْهِ وَلَا فِیْمَا لَمْ یَجْهَرْ بِذٰلِكَ جَآءَتْ عَامَّةُ الْاٰثَارِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص نماز پڑھتے ہوئے اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا تو اس کی وہ نماز نامکمل ہوتی ہے اس کی وہ نماز نامکمل ہوتی ہے اس کی وہ نماز نامکمل ہوتی ہے پوری نہیں ہوتی۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اے حضرت ابوہریرہ! بعض اوقات میں امام کی اقتداء میں ہوتا ہوں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرے پہلو میں ٹہوکا دیتے ہوئے فرمایا: اے فارسی! تم دل میں قرأت کرلیا کرو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''نماز میرے اور میرے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے اس کا نصف میرے لیے ہے اور نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ یہ پڑھتا ہے: ''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی ہے۔ بندہ یہ کہتا ہے: ''وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔ بندہ یہ کہتا ہے: ''وہ قیامت کے دن کا مالک ہے'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے۔ بندہ یہ پڑھتا ہے: ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگ رہا ہے وہ اسے ملے گا۔ بندہ یہ کہتا ہے: ''تو ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب کیا گیا اور جو گمراہ ہوگئے''۔

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) یہ حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے نے جو مانگا ہے وہ اسے ملے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام کی اقتداء میں قرأت نہیں کی جائے گی خواہ اس نماز میں بلند آواز میں قرأت کی

جائے یا بلند آواز میں قرأت نہ کی جائے۔

اکثر روایات میں یہی بات منقول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

115- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ كَفَتْهُ قِرَآءَتُهٗ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتا ہے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہوتی ہے۔

116- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْقِرَآءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ تَكْفِيْكَ قِرَآءَةُ الْاِمَامِ

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان سے امام کی اقتداء میں قرأت کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: امام کا قرأت کر لینا تمہارے لیے کافی ہے۔

117- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْحَسَنِ مُوْسٰى ابْنُ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَآءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَآءَةٌ .

✦✦ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہو تو امام کا قرأت کرنا اس کا قرأت کرنا شمار ہوگا۔

118- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اُسَامَةُ ابْنُ زَيْدِنِ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَاُ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ فَسَئَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاِنْ تَرَكْتَ فَقَدْ تَرَكَهٗ نَاسٌ يُقْتَدٰى بِهِمْ وَاِنْ قَرَاْتَ فَقَدْ قَرَاَهٗ نَاسٌ يُقْتَدٰى بِهِمْ وَ كَانَ الْقَاسِمُ مِمَّنْ لَّا يَقْرَاُ .

✦✦ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہوگی۔

119- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ سُئِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

حدیث 116: اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' من کره القراء ة خلف الإمام - حدیث: 3738

حدیث 117: اخرجه الدارقطنی فی "سننه"، کتاب الصلاة' باب ذکر نیابة الإمام عن قراء ة المأمومین - حدیث: 1305 ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب من قال لا یقرأ خلف الإمام علی الإطلاق' حدیث: 2699

حدیث 119: اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' باب القراء ة خلف الإمام - حدیث: 2708 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب القراء ة خلف الإمام' حدیث: 816 ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب من قال لا یقرأ خلف الإمام علی الإطلاق' حدیث: 2703 ذکره البیهقی فی "معرفة السنن و الآثار"، کتاب الصلاة' القراء ة خلف الإمام - حدیث: 969 المعجم الکبیر للطبرانی - من اسمه عبد الله' عبد الله بن مسعود الهذلی - باب' حدیث: 9166

مَسْعُوْدٍ عَنِ الْقِرَآءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ اَنْصِتْ فَاِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا سَیَکْفِیْکَ ذَاکَ الْاِمَامُ .

✧✧ سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کی اقتداء میں قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے قاسم بن محمد سے اس بارے میں دریافت کیا' تو وہ بولے: اگر تم اسے ترک کر دیتے ہو' تو بہت سے لوگوں نے اسے ترک کیا ہے' ایسے لوگ جن کی پیروی کی جاتی ہے' اگر تم اسے پڑھ لیتے ہو' تو ایسے لوگوں نے اسے پڑھا ہے' جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) قاسم خود قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابووائل نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کی اقتداء میں قرأت کرنے کا حکم دریافت کیا گیا' تو انہوں نے فرمایا: تم خاموش رہو' تمہارے لیے امام کافی ہے۔

120–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ بْنِ صَالِحِ الْقُرَشِیُّ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ قَیْسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ کَانَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْمَا یُجْهَرُ فِیْهِ وَفِیْمَا یُخَافَتُ فِیْهِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَلَا فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَ اِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ قَرَاَ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَ سُوْرَۃٍ وَّلَمْ یَقْرَاْ فِی الْاُخْرَیَیْنِ شَیْئًا .

✧✧ علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کی اقتداء میں قرأت نہیں کیا کرتے تھے' خواہ نماز میں بلند آواز میں قرأت کی گئی ہو یا پست آواز میں قرأت کی گئی ہو' پہلی دو رکعت میں اور آخری دو رکعت میں قرأت نہیں کرتے تھے' البتہ جب وہ نماز ادا کر رہے ہوتے تھے' تو اس کے ساتھ سورۂ فاتحہ اور آخری دو رکعت میں قرآن کی قرأت نہیں کرتے تھے (بلکہ تسبیح پڑھ لیا کرتے تھے)

121–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اَبِیْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ فَاِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا وَّ سَیَکْفِیْکَ الْاِمَامُ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم قرأت سے خاموش رہو کیونکہ نماز ایک مشغولیت ہے اور امام تمہارے لیے کافی ہے۔

122–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا بُکَیْرُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ النَّخْعِیُّ عَنْ عَلْقَمَۃَ ابْنِ قَیْسٍ قَالَ لَاَنْ اَعَضَّ عَلٰی جَمْرَۃٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقْرَاَ خَلْفَ الْاِمَامِ .

✧✧ علقمہ بن قیس فرماتے ہیں: میں انگارے کو منہ میں رکھ لوں' یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں امام کی اقتداء میں قرأت کروں۔

123–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِیْلُ ابْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ قَرَاَ خَلْفَ الْاِمَامِ رَجُلٌ اتُّهِمَ .

✧✧ ابراہیم فرماتے ہیں: سب سے پہلا شخص جس نے امام کی اقتداء میں قرأت کی' وہ شخص متنازعہ تھا۔

124- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيْلُ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ اَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنَّاسِ فِي الْعَصْرِ فَقَرَاَ رَجُلٌ خَلْفَهُ فَغَمَزَهُ الَّذِيْ يَلِيْهِ فَلَمَّا اَنْ صَلّٰى قَالَ لِمَ غَمَزْتَنِيْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُدَّامَكَ فَكَرِهْتُ اَنْ تَقْرَاَ خَلْفَهُ فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَاِنَّ قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاءَةٌ ۔

✦✦ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور قرأت کی اس کے ساتھ موجود شخص نے اس کو ہاتھ مارا اس نے جب نماز پڑھ لی تو اُس شخص سے دریافت کیا: تم نے مجھے ہاتھ کیوں مارا تھا؟ تو اس نے بتایا: نبی اکرم ﷺ تمہارے آگے موجود تھے مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ تم نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں قرأت کرو یہ بات نبی اکرم ﷺ نے سنی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کا امام موجود ہو یعنی جو امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے تو امام کا قرأت کرنا ہی اس کا قرأت کرنا ہے"۔

125- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ قَيْسٍ الْفَرَّاءُ الْمَدَنِيُّ اَخْبَرَنِيْ بَعْضُ وُلْدِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّهُ ذَكَرَ لَهُ اَنَّ سَعْدًا قَالَ وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِيْ يَقْرَاُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْ فِيْهِ جَمْرَةٌ ۔

✦✦ شیخ داؤد بن قیس الفراء مدنی' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کسی صاحب زادے کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مجھے یہ بات پسند ہے کہ جو شخص امام کی اقتداء میں قرأت کر رہا ہو اس کے منہ میں انگارہ رکھ دیا جائے۔

126- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ قَيْسٍ الْفَرَّاءُ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ فِيْ فَمِ الَّذِيْ يَقْرَاُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا ۔

✦✦ محمد بن عجلان بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کاش! اس کے منہ میں پتھر ہو جو امام کی اقتداء میں قرأت کرتا ہے۔

127- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ جَدِّهِ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَاَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ ۔

✦✦ عمر بن محمد اپنے دادا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

حدیث 124: اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' باب القراء ة خلف الإمام - حدیث: 2702 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' من کره القراء ة خلف الإمام - حدیث: 3733 ذکره البیهقی فی "سننه الکبرٰی"، کتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب من قال لا یقرأ خلف الإمام علی الإطلاق' حدیث: 2700

حدیث 125: اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' من کره القراء ة خلف الإمام - حدیث: 3736

حدیث 127: اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' باب القراء ة خلف الإمام - حدیث: 2707 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' من کره القراء ة خلف الإمام - حدیث: 3742

جو شخص امام کی اقتداء میں قرأت کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

بَابُ الرَّجُلِ يُسْبَقُ بِبَعْضِ الصَّلٰوةِ

باب 35: جس شخص کی نماز پہلے گزر چکی ہو

128-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا فَاتَهُ شَيْءٌ مِّنَ الصَّلٰوةِ مَعَ الْاِمَامِ الَّتِىْ يُعْلِنُ فِيْهَا بِالْقِرَآءَةِ فَاِذَا سَلَّمَ قَامَ ابْنُ عُمَرَ فَقَرَ اَلِنَفْسِهٖ يَقْضِىْ وَ جَهَر

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُلِاَنَّهٗ يَقْضِىْ اَوَّلَ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز کا کچھ حصہ امام کے ساتھ رہ جاتا تھا جس میں امام نے بلند آواز میں قرأت کی ہوتی تھی' جب امام سلام پھیرتا تھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اُٹھ کر کھڑے ہوجاتے تھے اور گزر جانے والے حصے میں خود قرأت کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی نماز کا ابتدائی حصہ گزر چکا ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ''بھذا ناخذ'' کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' مجاہد' ابن سیرین سے بھی یہی بات روایت کی گئی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام داؤد ظاہری رضی اللہ عنہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اس کے برخلاف ہے۔

سعید بن مسیب' عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ' مکحول رحمۃ اللہ علیہ' عطاء رحمۃ اللہ علیہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' یہ حضرات یہ کہتے ہیں: مسبوق شخص اپنی نماز کے آخری حصے کو قضاء کرے گا' یہ سب بحث ''الاستذکار'' میں مذکور ہے۔

129-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا جَآءَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ رَفَعُوْا مِنْ رَّكْعَتِهِمْ سَجَدَ مَعَهُمْ۔

حدیث 128: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الصلاة باب العمل فى القراءة -

حدیث: 178 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، كتاب الصلاة باب ما يقرأ فيما يقضى - حديث: 3069

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ يَسْجُدُ مَعَهُمْ وَلَا يَعْتَدُّ بِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز ادا کرنے کے لیے آتے اور لوگوں کو دیکھتے کہ وہ رکوع سے سر اُٹھا چکے ہیں' تو ان کے ساتھ سجدے میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسا شخص لوگوں کے ساتھ سجدہ کرے گا تاہم اس کی وہ رکعت (ادا) شمار نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: روایت کے یہ الفاظ ''وہ ان کے ساتھ سجدہ کرے گا'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ حدیث منقول ہے:

''جب تم آؤ اور ہم سجدے کی حالت میں ہوں' تو تم بھی سجدہ کرلو لیکن اُسے (رکعت) شمار نہ کرو''۔

(اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور اس نے یہ الفاظ مزید نقل کیے ہیں:)

''جو شخص ایک رکعت کو پالیتا ہے' وہ اس نماز کو پالیتا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے:

''جب کوئی شخص نماز کے لیے آئے' تو امام جس حالت میں بھی ہو' وہ ایسا ہی کرے جیسے امام کر رہا ہے''۔

(امام اگر رکوع یا سجدے کی حالت میں ہو' تو آدمی کو بھی رکوع یا سجدے میں چلے جانا چاہیے)

فاضل لکھنوی نے وضاحت کی ہے کہ اس روایت میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے' یہ روایت ''منقطع'' ہے' اس بات کا تذکرہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

یہاں روایت کے یہ الفاظ ''جو شخص ایک رکعت کو پالے وہ نماز کو پالیتا ہے''۔

اس کے مفہوم کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' بعض حضرات کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نماز کے وقت میں ایک رکعت کی ادائیگی پالے تو وہ اس نماز کو پالیتا ہے جیسا کہ احادیث میں بھی یہ بات مذکور ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیتا ہے' وہ عصر کی نماز کو پالیتا ہے اور جو شخص سورج کے نکلنے سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت کو پالیتا ہے' وہ صبح کی نماز کو پالیتا ہے''۔

شیخ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: حالانکہ ایسا نہیں ہے چونکہ یہ دو مختلف احادیث ہیں' ان دونوں میں ہر ایک کا معنی مخصوص ہے۔

بعض دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' روایت کے یہ الفاظ: ''جو شخص نماز کی ایک رکعت کو پالیتا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص جماعت سے نماز ادا کرنے کی فضیلت کو پالیتا ہے اور اپنے اسی اصول کی بنیاد پر انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز میں ایک رکعت کو امام کے ساتھ باجماعت پالیتا ہے' وہ دوبارہ اس نماز کو ادا نہیں کرے گا۔

بعض دیگر حضرات نے یہ بات بیان کی ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی ایک رکعت کو پا لینے والا شخص حکمی اعتبار سے پوری نماز کو پا لینے والا شخص شمار ہوگا اور اُس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی' جو پوری نماز کو پالیتا ہے' جس میں امام کا سہو کرنا یا سجدہ سہو کرنا وغیرہ شامل ہے۔

اس مفہوم پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ مغلطائی فرماتے ہیں: اگر ہم اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کرتے ہیں' کہ یہاں جماعت کی فضیلت کا ادراک موجود ہے' تو سوال یہ ہے کہ جو شخص باجماعت نماز کے ساتھ ایک رکعت کو پالیتا ہے' تو کیا اُسے ثواب بھی دگنا ملے گا؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر اسلاف کا یہ مؤقف ہے کہ اس شخص کو ثواب بھی دگنا ملے گا۔

130-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا وَجَدَ الْاِمَامَ قَدْ صَلّٰى بَعْضَ الصَّلٰوةِ صَلّٰى مَعَهٗ مَا اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ كَانَ قَائِمًا قَامَ وَاِنْ كَانَ قَاعِدًا قَعَدَ حَتّٰى يَقْضِيَ الْاِمَامُ صَلَاتَهٗ لَا يُخَالِفُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ . قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب وہ امام کو ایسی حالت میں پاتے کہ وہ بعض نماز ادا کر چکا ہوتا' وہ اس کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے' اگر امام قیام کی حالت میں ہوتا تو اس کے ساتھ کھڑے ہو جایا کرتے تھے' اگر امام بیٹھا ہوا ہوتا تو اس کے ساتھ بیٹھ جاتے' اگرچہ امام نماز پڑھ کر فارغ ہو چکا ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز کے بارے میں امام کے برخلاف عمل نہیں کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

131-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حديث 131: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودي - كتاب الجمعة' باب فيمن أدرك ركعة يوم الجمعة - حديث: 236اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب تفريع أبواب الركوع والسجود - باب في الرجل يدرك الإمام ساجدا كيف يصنع ؟' حديث: 772اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الجمعة' باب فيمن أدرك من الجمعة ركعة - حديث: 511اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب إقامة الصلاة ' باب ما جاء فيمن أدرك من الجمعة ركعة - حديث: 1118اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب المواقيت' من أدرك ركعة من الصلاة - حديث: 553اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب من أدرك ركعة أو سجدة - حديث: 3258السنن المأثورة للشافعي - باب ما جاء في الصلاة على الراحلة' حديث: 103اخرجه النسائي في "سننه الكبرىٰ"، مواقيت الصلوات' من أدرك ركعة من الصلاة - حديث: 1520اخرجه احمد في "مسنده"، ' مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث: 7426اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند أبي هريرة' حديث: 5851مسند الحميدي - أحاديث أبي هريرة رضي الله عنه' حديث: 919اخرجه الحاكم في "المستدرك"، ومن كتاب الإمامة ' حديث: 728اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب مواقيت الصلاة - ذكر خبر أوهم غير المتبحر في صناعة العلم أن المدرك ركعة' حديث: 1501اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الجمعة المختصر من المختصر من المسند على الشرط الذي ذكرنا' أبواب الصلاة قبل الجمعة - باب المدرك ركعة من صلاة الجمعة مع الإمام' حديث: 1732اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 1923اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الصلاة' باب من أدرك الإمام قبل إقامة صلبه فقد أدرك الصلاة - حديث: 1134ذكره البيهقي في "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب إدراك الإمام في الركوع' حديث: 2390ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الجمعة' من أدرك ركعة من الجمعة - حديث: 1758

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ
قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص نماز کی ایک رکعت کو پالے اُس نے اس نماز کو پالیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

182- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا فَاتَتْكَ الرَّكْعَةُ فَاتَتْكَ السَّجْدَةُ .
قَالَ مُحَمَّدٌ مَنْ سَجَدَ السَّجْدَتَيْنِ مَعَ الْاِمَامِ لَا يَعْتَدُّ بِهِمَا فَاِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَضٰى رَكْعَةً تَامَّةً بِسَجْدَتَيْهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب تمہارا رکوع فوت ہوگیا تو تمہارا سجدہ بھی فوت ہوگیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص امام کے ساتھ دو سجدے کر لیتا ہے' اس کے وہ سجدے شمار نہیں ہوں گے' جب امام سلام پھیرے گا' تو وہ مکمل رکعت کو ادا کرے گا' جن کے ساتھ وہ سجدے بھی کرے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں رکوع کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ امام کے رکوع سے سر اُٹھانے سے پہلے مقتدی بھی رکوع میں چلا جائے۔

تابعین کی ایک جماعت کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے' وہ حضرات فرماتے ہیں: جب کوئی شخص تکبیر تحریمہ کہہ دے اور لوگ اُس وقت رکوع کی حالت میں ہوں' تو ایسا کرنا اُس شخص کے لیے جائز ہوگا (یعنی اُس شخص کی وہ رکعت شمار ہو جائے گی) اگرچہ وہ رکوع کو نہ پاسکا ہو۔

امام ابن ابی لیلیٰ' امام لیث بن سعد' امام زفر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تم سب سے پیچھے والی صف تک پہنچ جاتے ہو اور لوگوں نے ابھی سر نہیں اُٹھایا تھا حالانکہ امام نے (رکوع سے) سر اٹھالیا تھا اور تم رکوع میں چلے گئے' تو تم نے اُس رکعت کو پالیا۔

جمہور فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے' تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کے رکوع سے سر اُٹھانے سے پہلے اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں تو وہ شخص رکوع کو پالیتا ہے' لیکن جو شخص اس چیز کو نہیں پاتا ہے اُس کا وہ رکوع فوت ہو جائے گا اور جس شخص کا رکوع فوت ہو جائے گا' اُس کا سجدہ بھی فوت ہو جائے گا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کو شمار نہیں کیا جائے گا' البتہ وہ شخص سجدہ کرلے گا (لیکن وہ ایک رکعت شمار نہیں ہوگا)۔

امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' اُن کے اصحاب' سفیان ثوری' امام اوزاعی' امام ابوثور' امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن

راہویہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے۔

حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت زید اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: میں نے اپنی کتاب ''التمہید'' میں یہ تمام روایات اُن کی اسناد کے ساتھ نقل کی ہیں۔



بَابُ الرَّجُلُ يَقْرَءُ السُّوَرَ فِي الرَّكْعَةِ مِنَ الْفَرِيْضَةِ .

باب 36: جو شخص فرض نماز کی ایک ہی رکعت میں مختلف سورتوں کی تلاوت کرے

133- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا صَلّٰى وَحْدَهُ يَقْرَاُ فِي الْاَرْبَعِ جَمِيْعًا مِّنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَكَانَ اَحْيَانًا يَّقْرَاُ بِالسُّوْرَتَيْنِ اَوِ الثَّلَاثِ فِي صَلَاةِ الْفَرِيْضَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْوَاحِدَةِ وَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ كَذٰلِكَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَ سُوْرَةٍ سُوْرَةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلسُّنَّةُ اَنْ تَقْرَاَ فِي الْفَرِيْضَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنْ لَّمْ تَقْرَاْ فِيْهِمَا اَجْزَاَكَ وَاِنْ سَبَّحْتَ فِيْهِمَا اَجْزَاَكَ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب تنہا نماز ادا کر رہے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی تمام رکعات میں' ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ' قرآن کی کوئی سورت پڑھتے تھے۔ بعض اوقات وہ فرض نماز کی ایک ہی رکعت میں دو یا تین سورتیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور وہ مغرب کی نماز کی پہلی دو رکعات میں اسی طرح سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت بھی ملا کر پڑھا کرتے تھے۔

☆ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ سنت یہ ہے کہ فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت بھی پڑھی جائے گی' جبکہ آخری دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جائے گی' اگر آخری دو رکعات میں قرأت نہیں کی جاتی' تو یہ بھی جائز ہے' اگر آپ ان دو رکعات میں صرف تسبیح پڑھ لیتے ہیں' تو یہ بھی جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس کے مقابلے میں وہ روایت پیش کی جاسکتی ہے' جو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے ایک رکعت میں مفصل سورت پڑھی (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) ایک ہی رکعت میں پوری سورت پڑھ لی' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس سورت کو ایک ہی مرتبہ نازل کر دیتا' لیکن اُس نے اس کو الگ' الگ کر کے نازل کیا ہے' تا کہ تم ہر سورت کو اس کا مخصوص حصہ رکوع اور سجود کے حوالے سے دو (یعنی اُس کے کچھ حصے کی تلاوت کرنے کے

بعد) رکوع اور سجدہ کرلیا کرو۔

لیکن اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اُن کا یہ طرزِ عمل جواز کو بیان کرنے کے لیے ہے اور اُن کا قول سنت طریقے کو بیان کرنے کے لیے ہے اور غور وفکر کیے بغیر تیزی سے قرأت کرنے سے روکنے کے لیے ہے۔

لہٰذا ان دونوں روایات میں کوئی منافات نہیں پائی جائے گی۔

ایک ہی رکعت میں قرآن کی ایک سے زیادہ سورتوں کی تلاوت کا جائز ہونا' اُن روایات سے ثابت ہوتا ہے' جسے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

نہیک بن سنان بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ عبداللہ بن شقیق' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: میں نے رات ایک ہی رکعت میں مفصل سورت پوری پڑھ لی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو تیزی سے شعر پڑھنے کی طرح ہے۔ اس کو الگ' الگ اس لیے کیا گیا ہے' تاکہ لوگ بھی الگ' الگ کر کے تلاوت کیا کریں۔

(فاضل لکھنوی فرماتے ہیں:) ہمارے علم میں ایسی نظائر موجود ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف سورتوں کو ملا کر پڑھ لیا کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ بیس سورتیں ایک ساتھ ملا کر پڑھ لیا کرتے تھے' بعض اوقات ایک ہی رکعت میں سورۂ نجم اور سورۂ رحمٰن پڑھ لیتے تھے اور اسی طرح سورۂ دخان اور سورۂ عم یتساءلون پڑھ لیتے تھے۔ تو یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات مختلف سورتوں کو ایک ساتھ پڑھ لیا کرتے تھے اور حدیث کی مشہور کتابوں میں مختلف روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ ایک ہی رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ ساری رات جاگ کر ایک ہی رکعت میں سارے قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

مسروق بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے کہا: یہاں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ رات کے وقت نوافل ادا کرتے ہیں۔ مسروق کہتے ہیں: میں نے اُنہیں دیکھا کہ وہ ساری رات قیام کی حالت میں رہے' یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

فاضل لکھنوی نے یہاں اس کے علاوہ بعض دیگر روایات بھی نقل کی ہیں۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ سنت سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ کے بعد صرف ایک سورت کی تلاوت کی جائے اور آخری دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی جائے۔ ورنہ فی نفسہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنا اور اُس کے ساتھ ایک سورت کو پڑھنا یا ایک سورت کی مقدار میں قرآن کے کسی حصے کی تلاوت کرنا' ہمارے نزدیک واجب ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ "تم فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت کی تلاوت کرو"۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام راویوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات نقل کی ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک سورت

کی تلاوت کیا کرتے تھے اور آخری دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "معجم" میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نماز میں قرأت کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک سورت کی قرأت کرے اور آخری دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر رکعت میں ایک سورت کی تلاوت کی جائے گی۔

اسی طرح امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور دوسری دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

تاہم اگر کوئی شخص آخری دو رکعات میں سورۂ فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کی بھی تلاوت کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعات میں سے ہر ایک رکعت میں تیس آیات کے قریب تلاوت کیا کرتے تھے اور آخری دو رکعات میں پندرہ کے قریب آیات تلاوت کیا کرتے تھے۔

ہمارے بعض اصحاب کا یہ کہنا خاصا حیران کن ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آخری دو رکعات میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی مزید سورت بھی پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اس کی تردید کرتے ہوئے "منیۃ المصلی" کے دو شارحین ابراہیم حلبی اور ابن الحاج حلبی نے بہترین تردید کی ہے اور مجھے اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ جن فقہاء نے یہ فتویٰ دیا ہے اُن تک یہ روایت نہیں پہنچی ہو گی کیونکہ اگر اُن تک یہ روایت پہنچی ہوتی تو وہ یہ فتویٰ نہ دیتے۔

روایت کے یہ الفاظ "تمہارے لیے جائز ہے" اس کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ وہ آخری دو رکعات میں کوئی تلاوت نہیں کرتے تھے۔

امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: تم پہلی دو رکعات میں تلاوت کیا کرو اور آخری دو رکعات میں تسبیح پڑھا کرو۔

"منیۃ المصلی" کی شرح میں یہ بات تحریر ہے اس بارے میں نمازی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو قرأت کرے اگر چاہے تو تسبیح پڑھ لے اگر چاہے تو خاموش رہے۔

یہ روایت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی ہے جو مختلف کتابوں میں مذکور ہے۔

"بدائع الصنائع" میں یہ بات مذکور ہے کہ ظاہر الروایت کے جواب میں یہ بات کہی جا سکتی ہے جو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے طور پر نقل کی گئی ہے اور یہ اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر قرأت نہیں کرتا اور تسبیح بھی نہیں

پڑھتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو شخص بھول کر ان دونوں کو ترک کر دیتا ہے' تو ایسے شخص پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں یہ وضاحت کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے' اس کے بعد قاضی خان نے خود یہ کہا ہے کہ اسی بات پر اعتماد ہے۔

''الذخیرہ'' نامی کتاب میں یہ بات تحریر ہے' روایات میں سے یہی روایت صحیح ہے' تاہم شیخ رضی الدین سرخسی کے ''محیط'' میں یہ بات مذکور ہے کہ ظاہر الروایت میں یہ بات ہے کہ آخری دو رکعات میں قرأت کرنا سنت ہے' اگر کوئی شخص ان دونوں رکعات میں تسبیح پڑھ لیتا ہے اور تلاوت نہیں کرتا تو وہ شخص غلطی کرنے والا شمار نہیں ہوگا' کیونکہ ان دو رکعات میں قرأت کرنے کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے طور پر مشروع قرار دیا گیا ہے' اگر کوئی شخص جان بوجھ کر خاموش رہتا ہے' تو ایسا شخص غلطی کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ اس نے سنت کو ترک کر دیا ہے۔

امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: آخری دو رکعات میں تلاوت کرنا واجب ہے' یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بھول کر اسے ترک کر دیتا ہے' تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا۔

جب کہ ''البدائع والصنائع'' میں یہ بات تحریر ہے کہ صحیح قول وہی ہے' جو ظاہر الروایت کے حوالے سے ہم نقل کر چکے ہیں' اس کی دلیل وہی روایت ہے' جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ یہ حضرات یہ فرماتے ہیں: نمازی کو اس بارے میں اختیار ہوگا۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے' جس کو قیاس کے طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے منقول ہونے کا مطلب یہی ہوگا کہ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

بَابُ الْجَهْرُ بِالْقِرَآءَةِ فِي الصَّلٰوةِ وَمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ ذٰلِكَ

باب 37: (بعض) نمازوں میں بلند آواز میں قرأت کرنا' اس حوالے سے کیا مستحب ہے؟

134- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ عَمِّىْ اَبُوْ سُهَيْلٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فِى الصَّلٰوةِ وَاِنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ قِرَآءَةَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عِنْدَ دَارِ اَبِىْ جَهْمٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْجَهْرُ بِالْقِرَآءَةِ فِى الصَّلٰوةِ فِيْمَا يُجْهَرُ فِيْهِ بِالْقِرَآءَةِ حَسَنٌ مَّالَمْ يَجْهَدِ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ .

✦✦ ابوسہیل بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی ہے: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک نماز میں بلند آواز میں قرأت کی تو وہ ابوجہم کے گھر کے پاس موجود تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاوت کی آواز سن رہے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جن نمازوں میں بلند آواز میں قرأت کی جاتی ہے' ان میں بلند آواز میں قرأت کرنا بہتر ہے' جبکہ کوئی شخص (زیادہ مشکل اور تکلف کے ساتھ) اپنی آواز بلند نہ کرے۔

شرح: یہ روایت ''موقوف'' ہے کیونکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کا تذکرہ موجود ہے۔

چونکہ ترجمۃ الباب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ جہری قرأت والی نمازوں سے کس حد تک آواز بلند کرنا مستحب ہے؟ اس حوالے سے انہوں نے اصول یہ ذکر کیا ہے کہ اتنی زیادہ بلند آواز نہیں ہونی چاہیے جس کی وجہ سے انسان مشقت کا شکار ہو جائے۔ ہمارے زمانے میں چونکہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال عام ہو گیا ہے' اس لیے یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہوگی کہ آدمی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ خود بھی مشقت کا شکار نہ ہو اور اس تلاوت کو سننے والے بھی مشقت کا شکار نہ ہوں' جیسا کہ عام طور پر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ لوگ باہر والے سپیکر پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا شروع کر دیتے ہیں' لیکن اپنے گھر میں بیٹھا ہوا آدمی یا اپنے کام کاج میں مصروف آدمی اس قرأت کی طرف توجہ نہیں دے سکتا اور یوں خواہ مخواہ اسے گنہگار رہنا پڑتا ہے۔

اس بارے میں قرآن مجید کا ایک باقاعدہ حکم موجود ہے' جس کی طرف فاضل لکھنوی نے اشارہ بھی کیا ہے:

''اور تم نماز کے دوران اپنی آواز کو زیادہ بلند نہ کرو اور زیادہ پست بھی نہ کرو بلکہ درمیانے راستے کو تلاش کرو''۔ (الاسراء:۱۱۰)

بَابُ التَّاْمِیْنُ فِی الصَّلٰوۃِ

باب 38: نماز کے دوران آمین کہنا

135- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ فَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اٰمِیْنَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ یَنْبَغِیْ اِذَا فَرَغَ الْاِمَامُ مِنْ اُمِّ الْكِتَابِ اَنْ یُّؤَمِّنَ الْاِمَامُ وَ یُؤَمِّنَ مَنْ خَلْفَهٗ وَلَا یَجْهَرُوْنَ بِذٰلِكَ فَاَمَّا اَبُوْحَنِیْفَةَ فَقَالَ یُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَلَا یُؤَمِّنُ الْاِمَامُ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب امام آمین کہے' تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ ہوگا' اس شخص کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

حدیث 135: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الصلاة' باب ما جاء بالتأمین خلف الإمام - حدیث: 193اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الأذان' أبواب صفة الصلاة - باب جهر الإمام بالتأمین' حدیث: 759اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الصلاة' باب التسمیع - حدیث: 647اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الصلاة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم - باب ما جاء فی فضل التأمین' حدیث: 238اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، کتاب الصلاة' باب تفریع أبواب الركوع والسجود - باب التأمین وراء الإمام' حدیث: 814السنن المأثورة للشافعی - باب ما جاء فی القراءة فی الركوع والسجود' حدیث: 160مسند الشافعی - باب : ومن كتاب استقبال القبلة فی الصلاة' حدیث: 140اخرجه النسائی فی "سننه الكبری"، العمل فی افتتاح الصلاة' جهر الإمام بآمین - حدیث: 983اخرجه ابن خزیمة فی "صحیحه"، کتاب الصلاة' باب الجهر بآمین عند انقضاء فاتحة الكتاب فی الصلاة التی یجهر - حدیث: 545ذكره البیهقی فی "سننه الكبری"، کتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاة - باب جهر الإمام بالتأمین' حدیث: 2272ذكره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، کتاب الصلاة' التأمین - حدیث: 798

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بھی آمین کہا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جب امام سورۂ فاتحہ پڑھ کر فارغ ہو جائے' تو اس وقت امام اور اس کے پیچھے موجود لوگوں کو آمین کہنا چاہیے تاہم وہ بلند آواز میں یہ نہیں' کہیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام کے پیچھے موجود شخص آمین کہے گا' امام آمین نہیں' کہے گا۔

•••—•••—•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مضمون نماز باجماعت کے دوران امام کے سورۂ فاتحہ کی تلاوت ختم کرنے پر آمین کہنا ہے۔

فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ ''جب امام آمین کہے'' اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ امام کو بھی آمین کہنی چاہیے' تاہم اس مسئلے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

شیخ ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ امام آمین نہیں' کہے گا' بلکہ مقتدی آمین کہیں گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے مصر سے تعلق رکھنے والے افراد اسی بات کے قائل ہیں' لیکن جمہور اہلِ علم کا موقف یہ ہے کہ جس طرح منفرد شخص آمین کہتا ہے' اس طرح آمین امام بھی کہے گا۔

اہلِ مدینہ کی روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' امام شافعی' امام سفیان ثوری' امام اوزاعی' امام ابن مبارک' امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن راہویہ' امام ابوعبید' امام ابوثور' امام داؤد ظاہری' امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ حضرات نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''تم لوگ مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کرو''۔

فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: ''الاستذکار'' میں اسی طرح تحریر ہے۔ روایت کے یہ الفاظ ''تم بھی آمین کہو'' کے بارے میں فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: بعض اہلِ علم کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے' ان کے نزدیک مقتدی پر آمین کہنا واجب ہے' کیونکہ یہاں امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے' جبکہ اصحاب ظواہر نے ہر نمازی کے لیے آمین کہنا واجب قرار دیا ہے' البتہ جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں' کہ یہاں امر کا صیغہ استحباب کے لیے ہے' ''فتح الباری'' میں اسی طرح تحریر ہے۔

روایت کے یہ الفاظ ''موافق ہو'' کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ شاید اس سے مراد اخلاص یا خشوع وخضوع میں موافق ہونا ہے۔ ایک قول کے مطابق جواب دینے میں موافق ہونا ہے' ایک قول کے مطابق وقت میں موافق ہونا ہے' یہی قول صحیح ہے۔

شیخ ابن مالک نے یہ بات ذکر کی ہے:

روایت کے یہ الفاظ فرشتے آمین کہتے ہیں' اس سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تمام فرشتے مراد ہیں۔

شیخ ابن بزیزہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے۔

تاہم ایک روایت کے مطابق انسان کے ساتھ مامور محافظ فرشتے مراد ہیں' اور ایک قول کے مطابق وہ فرشتے مراد ہیں جو زمین پر آتے جاتے ہیں۔

جبکہ حافظ صاحب نے یہ بات بیان کی ہے کہ جو بات ظاہر ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ زمین میں اور آسمان میں اس نماز میں جو فرشتے شامل ہوتے ہیں وہ آمین کہتے ہیں' کیونکہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''جب کوئی شخص آمین کہتا ہے اور آسمان میں موجود فرشتے آمین کہتے ہیں اور ان دونوں کا آمین کہنا ایک دوسرے کے ساتھ ہو جاتا ہے''۔

اسی طرح امام عبدالرزاق نے عکرمہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: اہل زمین کی کچھ صفیں ہوتی ہیں' اسی حساب سے اہل آسمان کی بھی کچھ صفیں ہوتی ہیں' تو زمین میں موجود لوگوں کا آمین کہنا جب آسمان میں موجود لوگوں کے آمین کہنے کے ساتھ ہو جائے' تو بندے کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

اس طرح کے الفاظ اپنی رائے کے ذریعے نہیں' کہے جا سکتے' اس لیے اس کی طرف رجوع کرنا زیادہ بہتر ہو گا۔

(مؤطا امام مالک کی شرح) ''تنویر'' میں یہ بات تحریر ہے:

روایت کے یہ الفاظ کہ اُس کی مغفرت ہو جاتی ہے' یہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں' کہ انسان کے گزشتہ تمام گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے' جبکہ بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں گناہوں سے مراد ''صغیرہ گناہ'' ہیں۔

آمین کی بحث

لفظ آمین کا مطلب یہ ہے:

''اے اللہ! تو اس دعا کو قبول کر لے!''

آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو' امام ہو یا مقتدی ہو' اس کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد آمین کہنا مستحب ہے۔

احناف اور مالکیوں کے نزدیک آمین پست آواز میں کہنا چاہیے جبکہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک سری نمازوں میں یہ پست آواز میں کہی جائے گی اور جن نمازوں میں بلند آواز میں قرأت کی جاتی ہے' ان میں امام کے آمین کہنے کے ساتھ مقتدی بھی آمین کہے گا۔

حنابلہ نے یہ بات اضافی نقل کی ہے کہ اگر امام آمین کہنا بھول جائے گا' تو مقتدی آمین کہے گا اور بلند آواز میں کہے گا تا کہ امام کو یاد دلا دے' اور امام اس پر عمل کر لے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قولی سنت ہے' جب امام اس کو ترک کر دے گا' تو مقتدی اس کو بجا لائے گا۔

جس طرح استعاذہ میں ہوتا ہے' اگر امام اسے پست آواز میں کہتا ہے' تو مقتدی اسے بلند آواز میں کہے گا۔

اگر کوئی نمازی آمین کہنا بھول جاتا ہے یا جان بوجھ کر آمین نہیں' کہتا اور اگلی سورت کی تلاوت شروع کر دیتا ہے' تو اب دہ

آمین نہیں' کہے گا' کیونکہ یہ ایک ایسی سنت ہے جس کا موقع باقی نہیں رہا۔ آمین بلند یا پست آواز میں کہنے کے بارے میں مختلف طرح کی روایات منقول ہیں۔ احناف نے ان روایات کو ترجیح دی ہے' جن میں پست آواز میں آمین کہنے کا ذکر ہے۔

بَابُ السَّهْوِ فِي الصَّلٰوةِ

باب 39: نماز کے دوران سہو کا حکم

136-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ جَآءَهُ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے' تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور اسے بھلا دیتا ہے' یہاں تک کہ اسے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اس نے کتنی رکعات ادا کی ہیں' جب کسی شخص کو ایسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے تو جب وہ (قعدہ میں) بیٹھا ہوا ہو اس وقت دو سجدے کرے۔

شرح: بعض اوقات انسان کو نماز پڑھنے کے دوران کوئی ایسی صورتِ حال پیش آجاتی ہے' جس کے نتیجے میں نماز فاسد ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے' ان میں بعض قسم کی صورتِ حال ایسی ہوتی ہے' جس میں انسان کو ازسرِنو نماز ادا کرنا پڑتی ہے اور بعض صورتِ حال ایسی ہوتی ہے' جس میں اگر انسان نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے تو نماز مکمل ہو جاتی ہے۔

حدیث 136: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب السهو' باب العمل في السهو - حديث: 221 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الجمعة' أبواب العمل في الصلاة - باب السهو في الفرض والتطوع' حديث: 1188 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب السهو في الصلاة والسجود له - حديث: 915 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب فيمن يشك في الزيادة والنقصان' حديث: 378 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب تفريع أبواب الركوع والسجود - باب من قال : يتم على أكبر ظنه' حديث: 882 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب السهو في الصلاة - حديث: 1200 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب السهو' باب التحري - حديث: 1240 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، العمل في افتتاح الصلاة' التحري - حديث: 1152 اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب السهو في الصلاة - حديث: 3345 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب الرجل يشك في صلاته فلا يدري أثلاثا صلى أم أربعا' حديث: 1599 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث في الصلاة - ذكر الأمر المجمل الذي فسرته أفعال المصطفى صلى الله عليه وسلم' حديث: 2728 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، جماع أبواب المواضع التي تجوز الصلاة عليها' السهو في الصلاة - باب ذكر المصلي يشك في صلاته والأمر بأن يسجد سجدتي السهو' حديث: 963 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب سجود السهو وسجود الشكر - باب لا تبطل صلاة المرء بالسهو فيها' حديث: 3546 اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند أبي هريرة' حديث: 5821 مسند الحميدي - أحاديث أبي هريرة رضي الله عنه' حديث: 920

اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں کسی بھی ایک فرض کو جان بوجھ کر یا بھول کر چھوڑ دے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے' ایسے شخص کو دوبارہ از سر نو نماز ادا کرنا پڑے گی۔

اگر کوئی شخص نماز کے کسی واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے' تو اس کا بھی کوئی تدارک نہیں ہو سکتا' ایسے شخص کو بھی نماز از سر نو ادا کرنا پڑے گی۔

لیکن اگر کوئی شخص بھول کر نماز کے کسی واجب کو ترک کر دیتا ہے' تو اب ایسی صورت میں اگر وہ نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لیتا ہے' تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص نماز میں کسی سنت یا کسی مستحب عمل کو ترک کر دیتا ہے' تو اس کے نتیجے میں نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا۔

سجدہ سہو کے احکام کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ تحریر کرتے ہیں: (نماز کے دوران) کسی اضافے یا کسی کمی کی وجہ سے' انسان سلام پھیرنے کے بعد دو مرتبہ سجدۂ سہو کرے گا' اس کے بعد پھر تشہد پڑھے گا اور پھر سلام پھیر دے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آدمی سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کرے گا' ان کی دلیل وہ روایت ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا تھا۔

ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''ہر سہو کے لیے دو سجدے کیے جائیں گے جو سلام پھیرنے کے بعد ہوں گے''۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی نقل کیا گیا ہے:

''سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے کے بعد ہوں گے''۔

اس لیے یہ دونوں روایات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے طرز عمل کے برخلاف سامنے آگئی ہیں' تو اب ایسی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو دلیل کے طور پر پیش کیا جائے گا۔

(احناف نے یہ حکم بیان کیا ہے:)

سجدہ سہو ایک ایسی چیز ہے' جس میں تکرار نہیں ہوتی' اس لیے اسے سلام سے مؤخر کیا جائے گا' تا کہ اگر بعد میں اس شخص سے سلام پھیرنے میں کوئی سہو ہو جاتا ہے' تو وہ پھر مکمل ہو جائے۔

اہل علم کے درمیان یہ اختلاف اس حوالے سے ہے کہ دونوں طریقوں میں سے اولیٰ کون سا ہے؟

آدمی کو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنا چاہیے' یہی بات صحیح ہے' کیونکہ احادیث میں جس سلام کا تذکرہ ہے' وہ مخصوص ہے۔

سجدۂ سہو کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ تحریر کرتے ہیں: جو شخص نماز میں کوئی ایسا عمل سرانجام دے' جس کے ذریعے نماز میں اضافہ ہو رہا ہو اور وہ عمل ایسا ہو' جو نماز کی جنس سے تعلق نہ رکھتا ہو' تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا' اور یہ چیز اس بات

پر دلالت کرتی ہے کہ سجدہ سہو کرنا واجب ہے اور یہی رائے درست ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز میں ہونے والی کمی کو پورا کرنے کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے' اس لیے اسے واجب ہونا چاہیے' یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے حج میں (کسی کوتاہی کو پورا کرنے کے لیے قربانی دینا) واجب قرار دیا گیا ہے' تو جب یہ خود واجب ہے' تو یہ اسی وقت لازم ہوگا' جب کسی واجب کو ترک کیا گیا ہو' یا کسی رکن (فرض) میں تاخیر کی گئی ہو' یا واجب میں تاخیر کی گئی ہو اور یہ بھول کر ہو' اس بارے میں بنیادی اصول یہی ہے۔

نماز میں کسی اضافے کی وجہ سے اسے اس لیے واجب قرار دیا گیا ہے' کیونکہ اس طرح کے کسی بھی اضافے کے نتیجے میں کسی فرض میں تاخیر ہو جاتی ہے یا واجب ترک ہو جاتا ہے۔

مصنف کا یہ کہنا کہ یہ اس وقت لازم ہوتا ہے' جب انسان کسی مسنون فعل کو ترک کر دے تو یہاں مصنف کی مراد "واجب فعل" ہے' البتہ انہوں نے اسے مسنون اس لیے قرار دیا ہے' کیونکہ اس فعل کا وجوب سنت سے ثابت ہوتا ہے۔

ماتن کا یہ کہنا یا کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنا ترک کر دے (تو بھی سجدہ سہو لازم ہو جائے گا) اس کی وجہ یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے' یا کوئی شخص دعائے قنوت یا تشہد یا عیدین کی تکبیرات ترک کر دے (تو بھی سجدہ سہو واجب ہو جائے گا) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اعمال واجب ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان اعمال کو باقاعدگی کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بھی انہیں ترک نہیں کیا اور یہ چیز اس بات کی نشانی ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے۔

کیونکہ یہ مکمل نماز کی طرف منسوب کی جاتی ہے' اس لیے ان کی دلالت اس بات پر بھی ہوگی کہ یہ چیزیں نماز کے خصائص میں شامل ہیں اور یہی خصوصیت وجوب (کے ثبوت کا ذریعہ) ہے۔ یہاں ماتن نے جس تشہد کا ذکر کیا ہے' اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد پہلے والا تشہد ہو' اسی طرح دونوں رکعت میں قرأت کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے چونکہ ان میں سے ہر ایک قرأت واجب ہے اور انہیں ترک کرنے کی صورت میں سجدہ کرنا لازم ہوگا' یہی قول صحیح ہے۔

137- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا دَاؤدُ ابْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ مَوْلٰی ابْنِ اَبِیْ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

حدیث 137: اخرجه مالك فی "الموطأ" برواية يحيی بن يحيی المصمودی - كتاب الصلاة' باب ما يفعل من سلم من ركعتين ساهيا - حديث: 209 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الجمعة' ابواب العمل فی الصلاة - باب من لم يتشهد فی سجدتی السهو' حديث: 1184 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب السهو فی الصلاة والسجود له - حديث: 929 اخرجه ابن خزيمة فی "صحيحه"، جماع ابواب المواضع التی تجوز الصلاة عليها' السهو فی الصلاة - باب إيجاب سجدتی السهو على المسلم قبل الفراغ من الصلاة ساهيا' حديث: 976 اخرجه الترمذی فی "سننه"، ابواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فی الرجل يسلم فی الركعتين من الظهر والعصر' حديث: 1380 اخرجه ابو داؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب تفريع ابواب الركوع والسجود - باب السهو فی السجدتين' حديث: 1869 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب السهو' ما يفعل من سلم من ركعتين ناسيا وتكلم - حديث: 1216 اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، كتاب السهو' ذكر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر ابی هريرة فی قصة ذی اليدين - حديث: 567 المنتقى لابن الجارود - كتاب الصلاة' باب السهو - (باقی تخریج اگلے صفحہ پر)

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃَ الْعَصْرِ فَسَلَّمَ فِیْ رَکْعَتَیْنِ فَقَامَ ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالَ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمْ نَسِیْتَ فَقَالَ کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ کَانَ بَعْضُ ذٰلِکَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَاَتَمَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَقِیَ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ بَعْدَ التَّسْلِیْمِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا نماز مختصر ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر دریافت کیا: کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے عرض کی، جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رہ جانے والی نماز کو مکمل ادا کر کے سلام پھیر دیا اور پھر آپ نے سلام پھیرنے کے بعد جب آپ بیٹھے ہوئے تھے دو سجدۂ سہو کر لیے۔

138-اَخْبَرَنَا مَالِکٌ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ فَلَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی ثَلٰثًا اَمْ اَرْبَعًا فَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ رَکْعَۃً وَّلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ فَاِنْ کَانَتِ الرَّکْعَۃُ الَّتِیْ صَلّٰی خَامِسَۃً شَفَعَھَا بِھَاتَیْنِ السَّجْدَتَیْنِ وَاِنْ کَانَتْ رَابِعَۃً فَالسَّجْدَتَانِ تَرْغِیْمٌ لِّلشَّیْطَانِ ۔

حدیث: 234اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب الکلام فی الصلاۃ لما یحدث فیھا من السھو' حدیث: 1641اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث فی الصلاۃ - ذکر الأمر المجمل الذی فسرته أفعال المصطفی صلی الله علیه وسلم' حدیث: 2729اخرجه الدارمی فی "سننه"، کتاب الصلاۃ' باب فی سجدتی السھو من الزیادۃ - حدیث: 1514اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصلاۃ' باب صلاۃ النبی صلی الله علیه وسلم - حدیث: 3330اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الصلاۃ' ما قالوا فیه إذا انصرف وقد نقص من صلاته وتکلم - حدیث: 4455اخرجه الدارقطنی فی "سننه"، کتاب الصلاۃ' باب صفة السھو فی الصلاۃ وأحکامه - حدیث: 1195ذکره البیھقی فی "سننه الکبری"، کتاب الصلاۃ' جماع أبواب سجود السھو وسجود الشکر - باب الکلام فی الصلاۃ علی وجه السھو' حدیث: 3649ذکره البیھقی فی "معرفة السنن والآثار"، کتاب الصلاۃ' الکلام فی الصلاۃ علی وجه السھو - حدیث: 1250اخرجه احمد فی "مسنده"، ' مسند أبی ھریرۃ رضی الله عنه - حدیث: 9733مسند الشافعی - من الجزء الثانی من اختلاف الحدیث من الأصل العتیق' حدیث: 830

حدیث138 :یدری کم صلی ثلاثا أم أربعااخرجه ابوداؤد فی "سننه"، کتاب الصلاۃ' باب تفریع أبواب الرکوع والسجود - باب إذا شك فی الثنتین والثلاث من قال یلقی الشك' حدیث: 879اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصلاۃ' باب السھو فی الصلاۃ - حدیث: 3347ذکره البیھقی فی "سننه الکبری"، کتاب الصلاۃ' جماع أبواب سجود السھو وسجود الشکر - باب من شك فی صلاته فلم یدر صلی ثلاثا أو أربعا' حدیث: 3549ذکره البیھقی فی "معرفة السنن والآثار"، کتاب الصلاۃ' سجود السھو - حدیث: 1214

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کسی شخص کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہو جائے اور اسے یہ پتہ نہ چل سکے کہ اس نے کتنی رکعات ادا کی ہیں' تین یا چار' تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت مزید ادا کرے اور بعد میں جب وہ بیٹھا ہوا ہو (یعنی قعدہ کے دوران) تو دو مرتبہ سجدۂ سہو کرے یا سلام پھیرنے سے پہلے کرے' اگر یہ اس کی ادا کی ہوئی رکعت پانچویں ہوگی' تو دو سجدے اسے جفت کر دیں گے' اگر یہ چوتھی ہوگی' تو دو سجدے شیطان کی رسوائی کا باعث بنیں گے۔

139- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ وَ نَظَرْنَا تَسْلِيْمَهٗ كَبَّرَ وَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَ هُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ ثُمَّ سَلَّمَ .

✧✧ حضرت ابن بحسینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے' دو رکعات کے بعد کھڑے ہو گئے' آپ بیٹھے نہیں' لوگ بھی کھڑے ہو گئے' جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی اور ہم آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے' تو آپ نے تکبیر کہہ کر دو مرتبہ سجدۂ سہو کیا' اس وقت جب آپ (قعدہ میں) بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے ایسا کیا اور پھر سلام پھیرا۔

140- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَفِيْفُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْمُسَيَّبِ السَّهْمِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَ كَعْبًا عَنِ الَّذِيْ يَشُكُّ كَمْ صَلّٰى ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَا فَلْيَقُمْ وَلْيُصَلِّ رَكْعَةً اُخْرٰى قَائِمًا ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ اِذَا صَلّٰى .

✧✧ عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت کعب رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جسے یہ شک ہو جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعات ادا کی ہیں تین یا چار' تو ان دونوں حضرات نے یہ جواب دیا: ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ کھڑا ہو کر ایک رکعت مزید ادا کرے اور پھر بعد میں جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے' تو (نماز کے آخر میں) سجدۂ سہو کرے۔

141- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنِ النِّسْيَانِ قَالَ يَتَوَخّٰى اَحَدُكُمُ الَّذِيْ يَظُنُّ اَنَّهٗ نَسِيَ مِنْ صَلَاتِهٖ .

حدیث 139: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الصلاة' باب من قام بعد الإتمام أو فی الركعتين حديث: 215 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الجمعة' أبواب العمل فی الصلاة - باب من يكبر فی سجدتی السهو' حديث: 1186 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب تفريع أبواب الركوع والسجود - باب من قام من ثنتين ولم يتشهد' حديث: 883 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب السهو' ما يفعل من قام من اثنتين ناسيا ولم يتشهد - حديث: 1212 اخرجه النسائی فی "سنه الكبرى"، كتاب السهو' ما يفعل من قام من اثنتين من الصلاة حديث: 591 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند الأنصار' حديث عبد الله بن مالك ابن بحينة - حديث: 22346 مسند الشافعی - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعی رضی الله عنهما' حديث. 946 اخرجه الحاكم فی "المستدرك"، كتاب السهو' حديث: 1136 اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب إذا كان فی الصلاة نقصان - حديث: 1516

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا نَاءَ لِلْقِيَامِ وَ تَغَيَّرَتْ حَالُهٗ عَنِ الْقُعُوْدِ وَجَبَ عَلَيْهِ لِذٰلِكَ سَجْدَتَا السَّهْوِ وَ كُلُّ سَهْوٍ وَّجَبَتْ فِيْهِ سَجْدَتَانِ مِنْ زِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ فَسَجْدَتَا السَّهْوِ فِيْهِ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ وَ مَنْ اَدْخَلَ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ الشَّكَّ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمْ يَدْرِ اَثَلٰثًا صَلّٰى اَمْ اَرْبَعًا فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ اَوَّلَ مَا لَقِيَ تَكَلَّمَ وَ اسْتَقْبَلَ صَلَاتَهٗ وَاِنْ كَانَ يُبْتَلٰى بِذٰلِكَ كَثِيْرًا مَضٰى عَلٰى اَكْثَرِ ظَنِّهٖ وَ رَاْيِهٖ وَلَمْ يَمْضِ عَلَى الْيَقِيْنِ فَاِنَّهٗ اِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَمْ يَنْجُ فِيْمَا يَرٰى مِنَ السَّهْوِ الَّذِيْ يُدْخِلُ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ وَ فِيْ ذٰلِكَ اٰثَارٌ كَثِيْرَةٌ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ ان سے نماز کے دوران بھول جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب کسی شخص کو اس بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ کچھ بھول گیا ہے تو وہ غور وفکر سے کام لے (اور اندازہ لگائے کہ اس نے کتنی رکعات ادا کی ہیں؟)

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جب کوئی شخص قیام کے لیے کھڑا ہو جائے اور اس کی قعدہ کی حالت تبدیل ہو جائے تو اس وجہ سے اس پر سجدۂ سہو کرنا لازم ہو جائے گا۔

نماز کے دوران جس بھی بھول کے نتیجے میں نماز میں کوئی کمی یا اضافہ ہو رہا ہو تو سلام پھیرنے کے بعد دو مرتبہ سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا۔

جس شخص کی نماز کے بارے میں شیطان شک داخل کر دے اور اسے یہ پتہ نہ چل سکے کہ اس نے تین رکعات ادا کی ہیں؟ یا چار ادا کی ہیں تو اگر یہ شک اسے پہلی مرتبہ لاحق ہوا ہے تو وہ نماز توڑ کر نئے سرے سے نماز ادا کرے اگر اسے اکثر اوقات شک لاحق ہوتا رہتا ہے تو وہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے گا اگر اس کی رائے کسی یقین پر نہیں ٹھہرتی اگر وہ ایسا کر لیتا ہے تو جس چیز کے بارے میں اس نے سہو کیا ہے اس سے اس کو نجات نہیں ملے گی جس کے بارے میں شیطان نے اس پر وسوسہ داخل کیا تھا۔

اس بارے میں بہت سے آثار منقول ہیں۔

142-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ صَلّٰى بِهِمْ فِيْ سَفَرٍ كَانَ مَعَهٗ فِيْهِ فَصَلّٰى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ نَاءَ لِلْقِيَامِ فَسَبَّحَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ فَرَجَعَ ثُمَّ لَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَالَ لَا اَدْرِيْ اَقَبْلَ التَّسْلِيْمِ اَوْ بَعْدَهٗ .

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس میں راوی بھی شامل تھے انہوں نے دو رکعات پڑھانے کے بعد (بیٹھنے کی بجائے) قیام کر لیا۔ ان کے بعض ساتھیوں نے سبحان اللہ کہا تو وہ واپس بیٹھ گئے جب انہوں نے نماز مکمل کی تو دو مرتبہ سجدۂ سہو کر لیا۔

راوی کہتے ہیں: مجھے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ سلام پھیرنے سے پہلے کیا تھا (یا بعد میں کیا تھا)۔

بَابُ الْعَبَثِ بِالْحَصا فِي الصَّلٰوةِ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ تَسْوِيَتِهٖ

باب 40: نماز کے دوران کنکریاں ہٹانا' یا انہیں برابر کرنا مکروہ ہے

143- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرِ الْقَارِئُ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ سَوَّى الْحَصٰى تَسْوِيَةً خَفِيْفَةً وَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ كُنْتُ يَوْمًا اُصَلِّيْ وَابْنُ عُمَرَ وَرَائِيْ فَالْتَفَتُّ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِيْ قَفَايَ فَغَمَزَنِيْ.

✧✧ ابوجعفر قاری بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ سجدے میں جانے لگے تو انہوں نے آرام سے (یعنی تھوڑے عمل کے ذریعے) کنکریاں برابر کر دیں۔

ابوجعفر نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میرے پیچھے موجود تھے' میں نے نماز کے دوران اِدھر اُدھر دیکھا تو انہوں نے اپنا ہاتھ میری گردن پر رکھ دیا اور مجھے ٹھوکا دیا۔

•••———•••———•••

شرح: لفظ ''الحصى'' لفظ ''حصاۃ'' کی جمع ہے' اس کا مطلب کنکری ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے' علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز کے دوران کنکریوں وغیرہ کو ہٹانا مکروہ ہے۔

فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: یہ بات محلِ نظر ہے' کیونکہ خطابی نے امام مالک کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ امام مالک تک یہ روایت نہ پہنچی ہو' ''الفتح'' میں اسی طرح تحریر ہے۔

تاہم اگر امام مالک کے حوالے سے یہ بات درست ہے' تو ہوسکتا ہے' ان کے نزدیک ایک مرتبہ معمولی سا ایسا کرنا درست ہو' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کر لیا کرتے تھے۔

یہاں حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے' تو وہ ایذاء سے بچنے کے لیے معمولی سا حرکت کر کے (اپنے سجدے وغیرہ کی جگہ سے کنکریوں کو) ہٹا سکتا ہے' تاہم ایسا شخص عملِ کثیر نہیں کرے گا۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس حوالے سے مختلف روایات کا تذکرہ کیا ہے۔

فاضل لکھنوی نے یہاں امام ابن ابی شیبہ کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے دوران کنکریاں چھونے کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم صرف ایک مرتبہ ایسا کر سکتے ہو' لیکن اگر تم ایسا نہ کرو تو یہ تمہارے لیے عمدہ قسم کی ایک سو اونٹنیاں (حاصل کر لینے) سے زیادہ بہتر ہے۔

———

144- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُسْلِمُ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِيِّ اَنَّهٗ قَالَ رَاٰنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَ اَنَا اَعْبَثُ بِالْحَصٰى فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفْتُ نَهَانِيْ وَ قَالَ اِصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فَقُلْتُ وَكَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَ کَفَّہُ الْیُمْنٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُمْنٰی وَ قَبَضَ اَصَابِعَہٗ کُلَّھَا وَ اَشَارَ بِاِصْبَعِہِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْھَامَ وَوَضَعَ کَفَّہُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِصَنِیْعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فَاَمَّا تَسْوِیَۃُ الْحَصٰی فَلَا بَاْسَ بِتَسْوِیَتِہٖ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً وَ تَرْکُھَا اَفْضَلُ وَ ھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ ۔

✦✦ علی بن عبدالرحمٰن معاوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھا کہ میں نماز کے دوران کنکریاں ہٹا رہا تھا' جب میں نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کر دیا اور بولے: تم ویسے کرو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے دوران بیٹھے ہوتے تھے' تو اپنا دایاں دست مبارک اپنے دائیں زانوں پر رکھتے تھے اور تمام انگلیوں کا حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے تھے' آپ نے اپنا بایاں دست مبارک اپنے بائیں زانوں پر رکھا ہوتا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کے مطابق ہم فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جہاں تک کنکریاں ٹھیک کرنے کا تعلق ہے' تو ایک مرتبہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' تاہم ایسا نہ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ اَلتَّشَھُّدُ فِی الصَّلٰوۃِ

باب 41: نماز میں تشہد (کے کلمات)

145-اَخْبَرَنَا مَالِکٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا کَانَتْ تَتَشَھَّدُ فَتَقُوْلُ اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ۔

✦✦ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ تشہد میں یہ کلمات پڑھا کرتی تھیں:

حدیث 144: اخرجہ المسلم فی "صحیحہ"، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ' باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ - حدیث: 945اخرجہ ابوداؤد فی "سننہ"، کتاب الصلاۃ' باب تفریع أبواب الرکوع والسجود - باب الإشارۃ فی التشھد' حدیث: 850اخرجہ النسائی فی "سننہ"، کتاب السھو' باب قبض الأصابع من الید الیمنی دون السبابۃ - حدیث: 1255اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبریٰ"، العمل فی افتتاح الصلاۃ' قبض الأصابع من الید الیمنی دون السبابۃ - حدیث: 1167اخرجہ احمد فی "مسندہ"، مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما - حدیث: 5175اخرجہ عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفہ"، کتاب الصلاۃ' باب رفع الیدین فی الدعاء - حدیث: 3131مسند الشافعی - باب : ومن کتاب استقبال القبلۃ فی الصلاۃ' حدیث: 159اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ"، کتاب الصلاۃ' باب صفۃ الصلاۃ - ذکر وضع الیدین علی الفخذین فی التشھد للمصلی' حدیث: 1966

''ہر طرح کی پاکیزہ جسمانی' مالی اور زبانی عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہیں' میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' وہی ایک معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں' ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو' تم پر سلام ہو''۔

•••——•••——•••

شرح: اس باب کا مرکزی مضمون تشہد سے متعلق احکام ہیں۔

فاضل لکھنوی نے اپنے حاشیے میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے منقول تشہد کے مختلف الفاظ نقل کیے ہیں۔

تشہد کے کلمات کے بارے میں فقہاء نے یہ بات واضح کی ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تشہد کے ان الفاظ کو ترجیح دی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہیں' جن کے بارے میں یہ بات منقول ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ کر تشہد کے ان الفاظ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ اور کوفہ سے تعلق رکھنے والے دیگر اہل علم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول تشہد کو ترجیح دی ہے' شیخ ابوعمرو نے یہ بات بیان کی ہے کہ امام احمد بن حنبل اور اکثر محدثین اسی تشہد کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس کا مستند طور پر نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونا ثابت ہے۔

یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول تشہد کے کلمات کو صحاح ستہ کے تمام مؤلفین نے نقل کیا ہے۔

فاضل لکھنوی نے اس بات کی وضاحت کی ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول تشہد کے الفاظ قابل ترجیح ہیں۔

فاضل لکھنوی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ اختلاف افضلیت کے بارے میں ہے' جیسا کہ ہمارے کئی اصحاب نے اس بات کی صراحت کی ہے اور یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

تشہد کا شرعی حکم

احناف کے نزدیک آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کی مقدار میں بیٹھنا فرض ہے۔

احناف کے نزدیک تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ کرنا واجب ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے باقاعدگی کے ساتھ اسے سرانجام دیا ہے' جبکہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے اسے ترک کر دیا تھا اور بھول کر کھڑے ہو گئے تھے' تو آپ ﷺ نے سجدہ سہو کیا تھا (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں ایسا کرنا واجب ہے) پہلے قعدہ میں تشہد کے الفاظ پڑھنا بھی صحیح قول کے مطابق واجب ہے' آخری تشہد میں بیٹھنا احناف کے نزدیک فرض ہے اور تشہد کے الفاظ پڑھنا واجب ہے۔

اگر کوئی شخص دونوں تشہد میں سے خواہ پہلا ہو یا بعد والا' ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دیتا ہے' تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا۔

تشہد کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف قعدہ کے اندر بیٹھنے کی ہیئت کے بارے میں ہے۔

امام مالک اور ان کے اصحاب اس بات کے قائل ہیں' کہ نمازی شخص اپنے سرین کو زمین پر اس طرح رکھے گا' دایاں پاؤں کھڑا رہے اور بایاں پاؤں مڑا ہوا ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خاتون بھی اسی طرح بیٹھے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک قعدہ کے دوران بیٹھتے ہوئے نمازی اپنے دایاں پاؤں کو کھڑا رکھے گا اور بایاں پاؤں پر بیٹھ جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اور دوسرے قعدہ کے درمیان فرق کیا ہے' ان کے نزدیک پہلے قعدہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قابلِ ترجیح طریقے کے مطابق بیٹھا جائے گا' جبکہ آخری قعدہ میں امام مالک کے نزدیک راجح طریقے کے مطابق بیٹھا جائے گا۔

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں منقول احادیث کے درمیان تعارض پایا جاتا ہے۔

ان میں سے ایک حدیث حضرت ابوحمید ساعدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے' جس میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے:

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات پڑھنے کے بعد تشریف فرما ہوتے تو آپ اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری قعدہ میں تشریف فرما ہوتے تھے' تو دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے اور بائیں پاؤں کو ایک طرف نکال کر سرین کے بل بیٹھا کرتے تھے۔

اس حوالے سے دوسری روایت حضرت وائل بن حجر سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قعدہ میں بیٹھتے تھے' تو آپ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھا کرتے تھے''۔

تیسری حدیث وہ ہے جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے:

''نماز میں سنت یہ ہے کہ تم اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں (اس کے نیچے سے نکال لو)''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول روایت کو ترجیح دی ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے منقول روایت کو ترجیح دی ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کو ترجیح دی ہے۔

جبکہ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں نمازی کو اختیار دیا ہے' وہ فرماتے ہیں: بیٹھنے کی یہ تمام صورتیں جائز ہیں اور یہ تمام طریقے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں' اس لیے ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح درمیانی قعدہ کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے' بعض فقہاء کے نزدیک درمیانی قعدہ سنت ہے' یہ فرض نہیں ہے۔

146-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ يُعَلِّمُ النَّاسَ التَّشَهُّدَ يَقُوْلُ قُوْلُوْا . اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ .

✧✧ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو برسر منبر لوگوں کو تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے سنا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ یہ پڑھا کرو:

''ہر طرح کی پاکیزہ زبانی' جسمانی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو! اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں' ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

147-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَتَشَهَّدُ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ وَالزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ شَهِدْتُّ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَقُوْلُ هٰذَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَيَدْعُوْا بِمَا بَدَالَهٗ اِذَا قَضٰى تَشَهُّدَهٗ فَاِذَا جَلَسَ فِيْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ تَشَهَّدَ كَذٰلِكَ اِلَّا اَنَّهٗ يُقَدِّمُ التَّشَهُّدَ ثُمَّ يَدْعُوْا بِمَا بَدَالَهٗ فَاِنْ اَرَادَ اَنْ يُّسَلِّمَ قَالَ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى الْاِمَامِ فَاِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ اَحَدٌ عَنْ يَّسَارِهٖ رَدَّ عَلَيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلتَّشَهُّدُ الَّذِيْ ذَكَرَهٗ كُلُّهٗ حَسَنٌ وَلَيْسَ يُشْبِهُ تَشَهُّدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعِنْدَنَا تَشَهُّدُهٗ لِاَنَّهٗ رَوَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهِ الْعَامَّةُ عِنْدَنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشہد میں یہ پڑھا کرتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے تمام جسمانی' مالی اور زبانی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں' ہم پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر بھی ہو' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد' اللہ کے رسول ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلی دو رکعات کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے' پھر اس کے بعد جو مناسب سمجھتے تھے وہ دعا مانگتے تھے' پھر جب وہ تشہد پورا کر لیتے تھے اور جب وہ نماز کے آخر میں بیٹھتے تھے' تو اسی طرح تشہد پڑھا کرتے تھے' البتہ اس میں تشہد پہلے پڑھ لیتے تھے اور اس کے بعد جو دعا مانگنی ہوتی تھی وہ مانگتے تھے' اس وقت جب انہوں نے سلام پھیرنا ہوتا تھا' تو وہ یہ کہتے تھے:

نبی اکرم ﷺ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو پھر دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم کہتے تھے پھر امام کے سلام کا جواب دیتے تھے اگر ان کے دائیں طرف موجود شخص نے سلام کیا ہوتا تھا تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتے تھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تشہد کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے یہ سب ٹھیک ہے۔ تاہم یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول تشہد کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔ ہمارے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول تشہد زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ انہوں نے تشہد کے وہ کلمات نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کیے ہیں اکثر فقہاء اس پر عمل کرتے ہیں۔

148- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحِلُّ بْنُ مُحْرِزِ الضَّبِّیُّ عَنْ شَقِیْقِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ وَائِلِ الْاَسَدِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَاتَهٗ ذَاتَ یَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا فَقَالَ لَا تَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَكْرَهُ اَنْ یُّزَادَ فِیْهِ حَرْفٌ اَوْ یُنْقَصَ مِنْهُ حَرْفٌ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوتے تھے تو ہم یہ کہتے تھے: اللہ تعالیٰ پر سلام ہو ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا، تم یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو سلامتی عطاء کرنے والا ہے۔ بلکہ تم یہ پڑھو:

''تمام ربانی' جسمانی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں اے نبی! آپ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کلمات میں کسی بھی حرف کی کمی یا اضافہ کیا جائے۔

بَابُ اَلسُّنَّةُ فِی السُّجُوْدِ

باب 42: سجدہ کرنے کا سنت طریقہ

149- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ كَفَّیْهِ عَلَى الَّذِیْ یَضَعُ جَبْهَتَهٗ عَلَیْهِ وَ قَالَ قَدْ رَاَیْتُهٗ فِیْ بَرْدٍ شَدِیْدٍ وَ اِنَّهٗ لَیُخْرِجُ كَفَّیْهِ مِنْ بُرْنُسِهٖ حَتّٰى یَضَعَهُمَا عَلَى الْحَصٰى

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سجدے میں جاتے تھے تو وہ اپنی دونوں ہتھیلیاں اسی

جگہ کے برابر رکھتے تھے جس جگہ اپنی پیشانی رکھتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے شدید سردی کے موسم میں انہیں دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے جبّے میں سے اپنی ہتھیلیاں باہر نکالیں اور کنکریوں کے اوپر رکھا (یعنی زمین پر رکھا)۔

•••———•••———•••

شرح: سجدہ کرنے کے طریقے کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ تحریر کرتے ہیں: نمازی شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے گا' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا' آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو (زمین پر رکھا) اور اپنی سرین کو بلند کر لیا' ماتن تحریر کرتے ہیں: نمازی شخص اپنے چہرے کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے گا اور اُس کے دونوں ہاتھ کانوں کے بالمقابل ہوں گے' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

ماتن کہتے ہیں: نمازی شخص اپنے ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے گا' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدگی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔

اگر نمازی ان دونوں میں سے کسی ایک پر ہی اکتفاء کر لیتا ہے' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہوگا۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے' تاہم اگر کوئی عذر ہو' تو اُس کا حکم الگ ہوگا۔

ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں پیشانی کو بھی شمار کیا گے'

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے کسی بھی حصے کو زمین پر رکھنے کی وجہ سے سجدہ ہو جاتا ہے اور اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

جہاں تک گال اور ٹھوڑی کا تعلق ہے' تو اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ چہرے کو زمین پر رکھنے کے حکم میں شامل نہیں ہے اور اس بارے میں منقول روایت میں چہرے کا جو ذکر کیا گیا ہے' اُس کا مفہوم مخصوص ہے۔

جہاں تک دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے رکھنے کا تعلق ہے' تو ہمارے نزدیک یہ سنت ہے' کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ ہو سکتا ہے۔

جہاں تک دونوں پاؤں رکھنے کا تعلق ہے' تو امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ سجدوں میں انہیں (زمین پر رکھنا) فرض ہے۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ مزید تحریر کرتے ہیں: اگر کوئی شخص عمامے کے پیچ پر یا اپنے اضافی کپڑے پر سجدہ کر لیتا ہے' تو ایسا کرنا جائز

ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمامہ شریف کے پیچ پر سجدہ کیا ہے۔

یہ روایت منقول ہے' نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ایک ہی کپڑا پہن کر نماز ادا کی تھی اور آپ ﷺ نے اُس کے اضافی حصے کو زمین کی تپش یا (راوی کو شک کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) ٹھنڈک سے بچنے کے لیے استعمال کیا تھا۔

نمازی شخص اپنے بازوؤں (یعنی کہنیوں) کو کشادہ رکھے گا' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھو''۔

یہاں روایت کے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے' ایک روایت کے مطابق لفظ ''ابد'' ہے اور یہ لفظ ''ابداد'' سے ماخوذ ہے' جس کا مطلب کسی چیز کو کھینچنا ہے اور پھیلانا ہے' جبکہ پہلے والا لفظ ''ابداء'' سے ماخوذ ہے' جس کا مطلب کسی چیز کو ظاہر کرنا ہے۔

نمازی شخص اپنے پیٹ کو اپنے زانوں سے الگ رکھے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب سجدہ کیا کرتے تھے' تو آپ ﷺ انہیں الگ رکھتے تھے' یہاں تک کہ اگر کوئی بکری کا بچہ ان کے درمیان میں سے گزرنا چاہتا تو وہ گزر سکتا تھا۔

ایک قول کے مطابق اگر کوئی شخص صف میں کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا ہو' تو پھر وہ اتنا فاصلہ نہیں رکھے گا تاکہ اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی کو ایذاء پہنچانے کا مرتکب نہ ہو۔

نمازی شخص اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی سمت میں رکھے گا' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''جب بندہ مؤمن سجدہ کرتا ہے' تو اُس کا ہر ایک عضو سجدہ کرتا ہے' اس لیے جہاں تک ممکن ہو سکے اُس کے اعضاء کا رُخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے''۔

نمازی شخص سجدے میں تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پڑھے گا' یہ اس کی کم از کم مقدار ہے' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''جب کوئی شخص سجدہ کرتا ہے' تو وہ سجدے میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' (یہ کلمات) تین مرتبہ پڑھے اور یہ اس کی کم از کم مقدار ہے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جمع کی کم از کم مقدار ہے۔

تاہم یہ بات مستحب ہے کہ آدمی رکوع اور سجدے کی تسبیحات کو تین سے زیادہ مرتبہ پڑھے' البتہ اُنہیں کسی طاق عدد پر ختم کرے کیونکہ نبی اکرم ﷺ تسبیحات کو طاق تعداد میں پڑھا کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص امام ہو' تو اُسے اتنی طویل تسبیح نہیں پڑھنی چاہیے' جس کے نتیجے میں وہ لوگوں کو اُکتاہٹ کا شکار کر دے کہ اس کے نتیجے میں لوگ متنفر ہو جائیں۔

رکوع اور سجدے کی تسبیحات سنت ہیں کیونکہ نص کے حکم میں صرف رکوع اور سجدے کا ذکر ہے' اُن کی تسبیحات کا ذکر نہیں' اس لیے نص پر اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

عورت سجدہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھے گی اور اپنے پیٹ کو زانوں کے ساتھ ملا دے گی' کیونکہ اس طرح اُس کا پردہ زیادہ بہتر ہو جائے گا۔

سجدے کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

احناف کے نزدیک چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا جائے گا۔ اس بارے میں تمام مذاہب میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہوگا' وہ مکمل بند بھی نہیں ہوں گی اور مکمل کھلی ہوئی بھی نہیں ہوں گی۔

احناف کے علاوہ دوسرے فقہاء کے نزدیک سجدے کے دوران دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل رکھے جائیں گے اور انہیں کپڑے سے باہر نکالا جائے گا اور ہتھیلی پر سہارا دیا جائے گا۔

شوافع کے نزدیک دونوں پاؤں دونوں گھٹنوں اور دونوں زانوں کے درمیان تقریباً ایک بالشت کا فاصلہ ہوگا۔

اس بنیاد پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہونا سنت ہے۔

پہلی حالت کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ روایت ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے' تو اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے تھے''۔

150-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ وَضَعَ جَبْهَتَهٗ بِالْاَرْضِ فَلْيَضَعْ كَفَّيْهِ ثُمَّ اِذَا رَفَعَ جَبْهَتَهٗ فَلْيَرْفَعْ كَفَّيْهِ فَاِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْبَغِيْ لِلرَّجُلِ اِذَا وَضَعَ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا اَنْ يَّضَعَ كَفَّيْهِ بِحِذَآءِ اُذُنَيْهِ وَيَجْمَعُ اَصَابِعَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَلَا يَفْتَحُهَا فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ رَفَعَهُمَا مَعَ ذٰلِكَ فَاَمَّا مَنْ اَصَابَهٗ بَرْدٌ يُؤْذِيْ وَجَعَلَ يَدَيْهِ عَلَى الْاَرْضِ مِنْ تَحْتِ كِسَآءٍ اَوْ ثَوْبٍ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنی پیشانی زمین پر رکھتا ہے اسے اپنی ہتھیلیاں بھی رکھنی چاہئیں اور جب کوئی شخص اپنی پیشانی اُٹھاتا ہے' تو اسے اپنے ہاتھ بھی اُٹھا لینے چاہئیں کیونکہ دونوں ہاتھ اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جس طرح چہرہ سجدہ کرتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی کو چاہیے کہ جب وہ سجدے کی حالت میں اپنی پیشانی رکھے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں بھی اپنے دونوں کانوں کے مقابلے میں رکھے اور اپنی انگلیاں ملا کے رکھے' ان کا رخ قبلے کی طرف ہونا چاہیے' وہ انہیں کشادہ نہ رکھے اور جب وہ اپنا سر اُٹھائے' تو دونوں ہاتھوں کو بھی اٹھائے۔ تاہم جس شخص کو ٹھنڈک تکلیف پہنچا رہی ہو' وہ اگر اپنے ہاتھ چادر یا کپڑے پر رکھتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ اَلْجُلُوْسُ فِی الصَّلٰوۃِ

باب 43: نماز میں بیٹھنے (کا طریقہ)

151-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ صَلّٰى اِلٰى جَنْبِهٖ رَجُلٌ فَلَمَّا جَلَسَ الرَّجُلُ تَرَبَّعَ وَثَنٰى رِجْلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ ابْنُ عُمَرَ عَابَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ قَالَ الرَّجُلُ فَاِنَّكَ تَفْعَلُهٗ قَالَ اِنِّىْ اَشْتَكِىْ

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان کے پہلو میں ایک شخص نے نماز ادا کی' جب وہ شخص بیٹھا تو چار زانو ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنی دونوں ٹانگیں سمیٹ لیں۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو انہوں نے اس شخص کے اس طرزِ عمل پر اعتراض کیا۔ وہ شخص بولا: آپ بھی تو ایسا کرتے ہیں' تو انہوں نے جواب دیا: میں تو بیمار ہوں (یعنی بیماری کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں)۔

•••——•••——•••

شرح: تشہد کے دوران بیٹھنے کی کیفیت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' جس کی وضاحت ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔

152-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَرٰى اَبَاهُ يَتَرَبَّعُ فِى الصَّلٰوةِ اِذَا جَلَسَ قَالَ فَفَعَلْتُهٗ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ فَنَهَانِىْ اَبِىْ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِسُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَ تَثْنِىْ رِجْلَكَ الْيُسْرٰى .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَكَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يَاْخُذُ بِذٰلِكَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَاَمَّا فِى الرَّابِعَةِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ يُفْضِى الرَّجُلُ بِاَلْيَتَيْهِ اِلَى الْاَرْضِ وَ يَجْعَلُ رِجْلَيْهِ اِلَى الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ .

✦✦ عبدالرحمٰن بن قاسم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے عبداللہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے والد کو نماز کے دوران چار زانو بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے بھی ایسا ہی کیا' میری عمر اس وقت کم تھی' تو میرے والد نے مجھے منع کر دیا اور بولے: نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ نہیں ہے' اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تم اپنا دایاں پاؤں کھڑا کرو اور بائیں پاؤں کو بچھا لو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دو رکعت کے بعد والے قعدہ میں اس پر عمل کرتے ہیں' البتہ چار رکعت کے بعد جو قعدہ ہے' اس میں وہ یہ فیصلہ دیتے ہیں' کہ آدمی اپنے سرین کے بل زمین پر بیٹھے گا اور دونوں ٹانگیں دائیں طرف نکال لے گا۔

153-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا صَدَقَةُ ابْنُ يَسَارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَجْلِسُ عَلٰى عَقِبَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فِى الصَّلٰوةِ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا فَعَلْتُهٗ مُنْذُ اِشْتَكَيْتُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى عَقِبَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَلٰكِنَّهٗ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا كَجُلُوْسِهٖ فِىْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ مغیرہ بن حکیم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا' میں نے ان سے اس بارے میں ذکر کیا' تو وہ بولے: جب سے میں بیمار ہوا ہوں' اسی طرح کر رہا ہوں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی کو دو سجدوں کے درمیان بھی اپنی ایڑیوں کے بل نہیں بیٹھنا چاہیے' بلکہ وہ اسی طرح بیٹھے گا' جس طرح نماز کے دوران (قعدے میں) بیٹھتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ صَلَاةُ الْقَاعِدِ

باب 44: بیٹھ کر نماز پڑھنا

154-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِىُّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْمُطَّلِبِ ابْنِ اَبِىْ وَدَاعَةَ السَّهْمِىِّ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ مَارَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِىْ سُبْحَتِهٖ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهٖ بِعَامٍ فَكَانَ يُصَلِّىْ فِىْ سُبْحَتِهٖ قَاعِدًا وَ يَقْرَاُ بِالسُّوْرَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْهَا .

حديث 154: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودى - كتاب صلاة الجماعة' باب ما جاء فى صلاة القاعد فى النافلة - حديث: 312 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب جواز النافلة قائما وقاعدا - حديث: 1248 اخرجه الترمذى فى "سننه"، ' أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب فيمن يتطوع جالسا' حديث: 355 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب قيام الليل وتطوع النهار' فضل السر على الجهر - حديث: 1353 اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب قيام الليل وتطوع النهار' باب صلاة القاعد فى النافلة - حديث: 1649 اخرجه الدارمى فى "سننه"، كتاب الصلاة' باب صلاة التطوع قاعدا - حديث: 1406 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث فى الصلاة - ذكر المدة التى كان فيها يصلى صلى الله عليه وسلم وهو' حديث: 2545 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صلاة التطوع - باب صلاة التطوع قائما ' حديث: 4259 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' صلاة النافلة جالسا ومن افتتحها جالسا - حديث: 1440 اخرجه احمد فى "مسنده"، مسند الأنصار' مسند النساء - حديث حفصة أم المؤمنين بنت عمر بن الخطاب رضى الله عنهما' حديث: 25897 اخرجه اسحاق بن راهويه فى "مسنده"، ما يروى عن حفصة زوج النبى صلى الله عليه وسلم عن' حديث: 1797 اخرجه ابويعلىٰ فى "مسنده"، حديث حفصة أم المؤمنين رضى الله عنها' حديث: 6896 المعجم الأوسط للطبرانى - باب السين' من اسمه سلمة - حديث: 3722 المعجم الكبير للطبرانى - باب الياء' ذكر أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم منهن - المطلب بن ابى وداعة السهمى ' حديث: 19246 الشمائل المحمدية للترمذى - باب ما جاء فى عبادة رسول الله صلى الله عليه وسلم' حديث: 270

سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نوافل ادا کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا' آپ کے وصال سے ایک سال پہلے آپ نے یہ معمول اختیار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا کیا کرتے تھے' آپ اس میں سورت کی تلاوت کرتے تھے' آپ اسے ترتیل سے پڑھتے تھے' یہاں تک کہ وہ سورت اپنے سے بڑی سورت سے بھی زیادہ بڑی محسوس ہوتی تھی۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مضمون بیٹھ کر نماز پڑھنا ہے۔

یہاں دو احتمال پائے جاتے ہیں' ایک تو یہ کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص بیمار ہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ حکم نفل نماز پڑھنے کے بارے میں ہے' یعنی یہ حکم کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلے میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت نصف رہ جاتی ہے۔

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ فقہاء کے نزدیک نماز یعنی فرض نماز میں قیام کرنا فرض ہے۔ البتہ نفل نماز میں کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر نماز ادا کی جا سکتی ہے' تاہم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہوگا۔

یہاں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہو' تو کیا مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں گے یا کھڑے ہو کر نماز ادا کریں گے؟

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن رشد تحریر کرتے ہیں' کہ علماء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ صحت مند شخص کے لیے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے' خواہ وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا کسی کی امامت کر رہا ہو (کیونکہ فرض نماز میں قیام فرض ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:)

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ کھڑے رہو''۔

البتہ اس مسئلے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر مقتدی صحت مند ہو اور وہ کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہو جو بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہو' تو اس صورت میں مقتدی کو کیا کرنا ہوگا؟

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ مقتدی بھی بیٹھ کر نماز ادا کرے گا' یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کھڑے ہو کر نماز ادا کرے گا۔

شیخ ابو عمرو بن عبدالبر نے یہ بات بیان کی ہے کہ فقہاء کا مذہب یہی ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب' اہلِ ظاہر' امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ان حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر امام رکوع اور سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو اور اشارے کے ذریعے نماز پڑھا رہا ہو' تو مقتدی بھی کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں گے۔

شیخ ابن قاسم کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ اُن کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کے لیے امامت کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر مقتدی کسی ایسے شخص کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں' تو اُن کی نماز باطل ہو جائے گی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت کے مطابق اس طرح نماز ادا کرنے والے مقتدی اُس وقت کے اندر ہی اس نماز کو دوبارہ ادا کریں گے' تاہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے' ممنوع قرار نہیں دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قول زیادہ مشہور ہے' اس اختلاف کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اس بارے میں روایات میں باہمی طور پر تعارض پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ اہلِ مدینہ کے عام معمول کا بعض روایات کے مقابل ہونا ہے' کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اہلِ مدینہ کے معمول کو بڑی اہمیت دیتے ہیں (اس لیے اُنہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے)۔

اس حوالے سے دو روایات منقول ہیں' جن میں تعارض پایا جاتا ہے' ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب امام بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو''۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بھی اسی مفہوم کی حدیث نقل کی گئی ہے' جس میں یہ بات منقول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تکلیف کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی' آپ ﷺ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے اُنہیں اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ کر نماز ادا کریں' جب آپ ﷺ نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا:

''امام کو اس لیے مقرر کیا گیا ہے' تاکہ اُس کی پیروی کی جائے' جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو' جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو''۔

اس کے مقابلے میں دوسری حدیث وہ ہے' جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ہی منقول ہے' وہ بیان کرتی ہیں: مرضِ وفات کے دوران نبی اکرم ﷺ بیماری کی حالت میں مسجد میں تشریف لائے' تو آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا تو نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں' پھر نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے۔

فقہاء نے ان دونوں روایات کے بارے میں یا تو ترجیح کے طریقِ کار کو اختیار کیا ہے یا نسخ کے طریقِ کار کو اختیار کیا ہے۔

جن فقہاء نے نسخ کے طریقِ کار کو اختیار کیا ہے' اُنہوں نے یہ کہا ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو امامت کروائی تھی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے الفاظ لوگوں تک پہنچا رہے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی نماز دو امام نہیں پڑھا سکتے ہیں' سب لوگ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے' اب آپ ﷺ کا آخری فعل کیونکہ یہی ہے' اس لیے یہی فعل واجب الاتباع قرار دیا جائے گا اور اس کے ذریعے پچھلے اقوال اور افعال منسوخ ہو جائیں گے۔ (بدایۃ المجتہد)

احناف کیونکہ اسی بات کے قائل ہیں' اس لیے اُنہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر امام کسی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہو' تو مقتدی اُس کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز ادا کریں گے۔

155-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ مَوْلًی لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ اَحَدِكُمْ وَهُوَ قَاعِدٌ مِثْلُ نِصْفِ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَائِمٌ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کی نماز' کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے شخص کی نماز کے نصف کے برابر ہوتی ہے (یعنی اسے نصف ثواب ملتا ہے)۔

156-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ نَالَنَا وَبَآءٌ مِنْ وَعْكِهَا شَدِيْدٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَى النَّاسِ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ فِیْ سُبْحَتِهِمْ قُعُوْدًا فَقَالَ صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلٰی نِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے' تو وہاں وبا پھیل گئی' جس کی وجہ سے لوگ شدید بیمار ہو گئے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے' تو وہ لوگ بیٹھ کر نوافل ادا کر رہے تھے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز' کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی نماز سے نصف ہوتی ہے (یعنی اسے نصف ثواب ملتا ہے)۔

157-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا

حدیث 155: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب صلاة الجماعة' باب فضل صلاة القائم على صلاة القاعد - حديث: 310

حدیث 156: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب صلاة الجماعة' باب فضل صلاة القائم على صلاة القاعد - حديث: 311

حدیث 157: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب صلاة الجماعة' باب صلاة الإمام وهو جالس - حديث: 307 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الأذان' أبواب صفة الصلاة - باب إيجاب التكبير' حديث: 711 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب ائتمام المأموم بالإمام - حديث: 651 اخرجه الترمذی فی "سننه"، ' أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء إذا صلى الإمام قاعدا فصلوا قعودا' حديث: 337 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب الإمام يصلی من قعود - حديث: 514 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب ما جاء فی إنما جعل الإمام ليؤتم به - حديث: 1234 اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب: فيمن يصلی خلف الإمام - حديث: 1283 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' فصل فی فضل الجماعة - ذكر خبر رابع يدل على أن هذا الأمر أمر فريضة وإيجاب' حديث: 2133 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الإمامة' الائتمام بالإمام يصلی قاعدا - حديث: 827 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب هل يؤم الرجل جالسا - حديث: 3942 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب صلاة التطوع والإمامة وأبواب متفرقة' فی الإمام يصلی جالسا - حديث: 7030 اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ"، ذكر الإمامة' الائتمام بالإمام يصلی قاعدا - حديث: 890 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب صلاة الصحيح خلف المريض' حديث: 1509 اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روی عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 4931 ذكره البيهقی فی "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صفة الصلاةباب ما استدل به من قال باقتصار المأموم على الحمد دون' حديث: 2435 اخرجه احمد فی "مسنده"، ' مسند أنس بن مالك رضی الله تعالی عنه - حديث: 11862 مسند الشافعی - ومن كتاب الإمامة' حديث: 123 اخرجه الطيالسی فی "مسنده"، أحاديث النساء' وما أسند أنس بن مالك الأنصاری - الزهری عن أنس' حديث: 2190

فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوٰتِ وَهُوَ جَالِسٌ فَصَلَّيْنَا جُلُوْسًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ اِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَ اِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَ اِنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا اَجْمَعِيْنَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا لِلتَّطَوُّعِ مِثْلُ نِصْفِ صَلَاتِهٖ قَائِمًا فَاَمَّا مَارُوِىَ مِنْ قَوْلِهٖ اِذَا صَلَّى الْاِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعِيْنَ فَقَدْ رُوِىَ ذٰلِكَ وَ قَدْ جَاءَ مَاقَدْ نَسَخَهٗ

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر گئے جس کے نتیجے میں آپ کے دائیں پہلو پر چوٹ لگی تو آپ نے کچھ نمازیں بیٹھ کر ادا کیں ہم نے بھی آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز ادا کی جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: امام کو اس لیے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اگر وہ بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اگر آدمی نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلے میں نصف ہوتا ہے۔

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے تعلق ہے:

''جب امام بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو''۔

تو اس بارے میں ایسی روایات بھی منقول ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔

158- قَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ السَّبِيْعِىِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ الْجُعْفِىِّ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَؤُمَّنَّ النَّاسَ اَحَدٌ بَعْدِىْ جَالِسًا فَاَخَذَ النَّاسُ بِهٰذَا .

✦✦ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عامر شعبی نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میرے بعد کوئی بھی شخص بیٹھ کر لوگوں کو نماز ہرگز نہ پڑھائے۔

تو لوگوں نے اس حکم کو حاصل کر لیا (یعنی اس پر عمل پیرا ہوئے اور پہلا حکم منسوخ سمجھا گیا)۔

حدیث 158: اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الصلاة' باب صلاة المريض جالسا بالمأمومين - حديث: 1289 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صلاة الإمام قاعدا بقيام - باب ما روي في النهي عن الإمامة جالسا' حديث: 4718 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' باب صلاة الإمام قاعدا بقيام - حديث: 1536

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

باب 45: ایک کپڑے میں نماز پڑھنا

159- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا بُكَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ كَانَتْ مَيْمُوْنَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُصَلِّيْ فِي الدِّرْعِ وَالْخِمَارِ لَيْسَ عَلَيْهَا اِزَارٌ .

✧✧ عبیداللہ خولانی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ایک کرتے اور چادر میں نماز ادا کر لیتی تھیں یعنی انہوں نے تہبند نہیں باندھا ہوتا تھا۔

•••——•••——•••

شرح: تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز ادا کرنے کے لیے ستر عورت شرط ہے' عورت کا لغوی معنی نقص (یعنی ناقص ہونا ہے) جبکہ شرعی طور پر اس سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے' جسے چھپانا لازم ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے جسم کے اس حصے کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

جمہور فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ تنہائی یا لوگوں کی موجودگی' دونوں صورتوں میں جسم کے مخصوص حصے کو ڈھانپ کر نماز ادا کرنا لازم ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک نماز اور نماز کے علاوہ مطلق طور پر ستر عورت واجب ہے۔ خواہ انسان اکیلا ہی کیوں نہ ہو' البتہ ضرورت کے پیش نظر جیسے غسل کرنے کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے ستر عورت کو بے پردہ کیا جا سکتا ہے۔

نماز کے لیے ستر عورت شرط ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''تم ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو''۔ (الاعراف: ۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: اس سے مراد نماز کے وقت کپڑے پہننا ہے۔

ستر عورت لازم ہونے کی دوسری دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز سر کی چادر کے بغیر قبول نہیں کرتا''۔

یہاں حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ خمار سے مراد وہ چیز ہے' جس کے ذریعے عورت اپنے سر کو ڈھانپتی ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے' تو اب اس کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس کے جسم کے اس حصے اور اس کے علاوہ کوئی اور حصہ نظر آئے' نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کر کے یہ بات فرمائی تھی۔

اس روایت کو امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اس بات پر تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ نماز کے لیے ستر شرط ہے' لیکن اس کی حدود کیا ہوں گی؟ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

مرد کے ستر کے بارے میں احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ یہ ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہوگا۔
صحیح قول کے مطابق گھٹنا زانوں کے حکم میں شامل ہوگا۔ (یعنی اسے چھپانا لازم ہے)
ان حضرات نے اس حوالے سے منقول روایات پر عمل کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا ہے' جیسا کہ یہ بات مذکور ہے:
''مرد کا قابل ستر حصہ ناف سے لے کر گھٹنوں کے درمیان والا ہوتا ہے''۔
ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:
''ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک (کا حصہ ستر ہے)''۔
اس کی ایک دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:
''گھٹنا ستر میں شامل ہے''۔

کنیز کے بارے میں احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ اس کے جسم کا وہی حصہ چھپانا لازم ہے' جو مرد کا ستر ہے' تاہم اس کے ساتھ اس کی ران اس کا پیٹ اور اس کے پہلو بھی شامل ہوں گے۔ اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ روایت ہے:

''(وہ کنیزوں کو یہ کہا کرتے تھے:) او نالائق! تم اپنے سر سے چادر کو اتار دو' کیا تم آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا چاہتی ہو''۔

آزاد عورت کے بارے میں احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اس کا پورا جسم یہاں تک کہ اس کے بال بھی ستر میں شامل ہیں۔
یہی قول صحیح ہے' صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اس میں شامل نہیں ہوں گی' دونوں پاؤں کے اوپر والے اور نیچے والے حصے کے بارے میں معتمد حکم یہ ہے کہ وہ ستر میں شامل نہیں ہوں گے کیونکہ عمومی طور پر ضرورت کے پیش نظر انہیں کھولا جا سکتا ہے۔
راجح قول کے مطابق عورت کی آواز ستر کے حکم میں شامل نہیں ہوگی۔

تاہم درست مؤقف یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے دوران عورت کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ستر کے حکم میں شامل نہیں ہوں گے' لیکن اجنبی مرد کے دیکھنے اور چھونے کے حوالے سے یہ ستر میں شامل ہوں گے۔ (الفقہ الاسلامی تلخیص)
لیکن یہ تمام احکام اس صورت میں تھے جو نماز کی ادائیگی کے لیے شرط ہے' اگر کوئی شخص اہتمام کے ساتھ صاف ستھرا اچھا لباس پہن کر نماز ادا کرتا ہے' تو ایسا کرنا مستحب ہے' اگر کوئی شخص نماز ادا کرتے ہوئے عمامہ باندھ لیتا ہے' تو اسے زیادہ فضیلت حاصل ہوتی ہے' جیسا کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے فضائل کے بارے میں حدیث بھی منقول ہے۔

160- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ قَالَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑا پہن کر نماز ادا کرنے کے

بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں؟

161-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُوْسَى ابْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ اَبِىْ مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ عَنْ اُمِّ هَانِىءٍ بِنْتِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ صَلّٰى عَامَ الْفَتْحِ ثَمَانَ رَكْعَاتٍ مُلْتَحِفًا بِثَوْبٍ .

✦✦ سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ایک ہی کپڑے کو جسم پر لپیٹ کر آٹھ رکعات نماز ادا کی تھی۔

162-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ اَبُو النَّضْرِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِىءٍ بِنْتَ اَبِىْ طَالِبٍ تُحَدِّثُ اَنَّهَا ذَهَبَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدَتْهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ اِبْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ بِثَوْبٍ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ وَذٰلِكَ ضُحًى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِىءٍ بِنْتُ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِىءٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانِىَ رَكْعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِىْ ثَوْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ

حديث160: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب صلاة الجماعة' باب الرخصة في الصلاة في الثوب الواحد - حديث: 321اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به - حديث: 354اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب الصلاة في ثوب واحد وصفة لبسه - حديث: 830اخرجه ابو داؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب جماع أثواب ما يصلي فيه - حديث: 535اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب الصلاة في الثوب الواحد - حديث: 1043اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الصلاة' جماع أبواب اللباس في الصلاة - باب الرخصة في الصلاة في الثوب الواحد' حديث: 733اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث في الصلاة - ذكر الإباحة للمصلي أن يصلي في الثوب الواحد' حديث: 2326اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب القبلة' الصلاة في الثوب الواحد - حديث: 759اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب ما يكفي الرجل من الثياب - حديث: 1312اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الصلاة' في الصلاة في الثوب الواحد - حديث: 3125اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، الصلاة في الثوب الواحد' حديث: 824اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب الصلاة في الثوب الواحد' حديث: 1428اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الصلاة' باب الصلاة في الثوب الواحد - حديث: 940ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب لبس المصلي - باب الصلاة في ثوب واحد' حديث: 3049اخرجه احمد في "مسنده"، مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث: 7092اخرجه الطيالسي في "مسنده"، أحاديث النساء' ما أسند أبو هريرة - ومحمد بن سيرين' حديث: 2607مسند الحميدي - أحاديث أبي هريرة رضي الله عنه' حديث: 909اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند أبي هريرة' حديث: 5748المعجم الصغير للطبراني - من اسمه الوليد' حديث: 1113

حديث162: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب قصر الصلاة في السفر' باب صلاة الضحى - حديث: 360اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به - حديث: 353اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب استحباب صلاة الضحى - حديث: 1214اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الصلاة' باب صلاة الضحى - حديث: 1473اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب استحباب صلاة الضحى - حديث: 1214اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب صلاة الضحى - حديث: 4708اخرجه احمد في "مسنده"، مسند الأنصار' من مسند القبائل - ومن حديث أم هانىء بنت أبي طالب' حديث: 26789المعجم الكبير للطبراني - باب الفاء' ما أسندت أم هانىء - أبو مرة مولى عقيل' حديث: 20843

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّيْ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا اَجَرْتُهٗ فُلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِيءٍ .

✧✧ سیّدہ اُم ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو غسل کرتے ہوئے پایا' آپ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے کے ذریعے پردہ تان رکھا تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں: میں نے سلام کیا' چاشت کا وقت تھا' نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کون ہے؟ میں نے جواب دیا: میں اُم ہانی بنت ابو طالب ہوں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اُم ہانی کو خوش آمدید ہو! پھر جب آپ غسل کر کے فارغ ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعات نماز ادا کی' جس میں آپ نے کپڑے کو لحاف کے طور پر لپیٹا ہوا تھا' جب آپ نماز پڑھ کے فارغ ہوئے' تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں جائے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایک شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں جسے میں نے پناہ دیدی ہے' وہ فلاں بن ہبیرہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اُم ہانی! جسے تم نے پناہ دی ہے اسے ہم بھی پناہ دیتے ہیں۔

163- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ ابْنُ زَيْدٍ التَّيْمِيُّ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّهَا سَاَلَتْ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَاذَا تُصَلِّيْ فِيْهِ الْمَرْاَةُ قَالَتْ فِي الْخِمَارِ وَالدِّرْعِ السَّابِغِ الَّذِيْ يُغَيِّبُ ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ فَاِذَا صَلَّى الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ تَوَشَّحَ بِهٖ تَوَشُّحًا جَازَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ محمد بن یزید اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کر سکتی ہے؟ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: سر کی چادر اور لمبے کرتے میں جو اس کے پاؤں کو بھی ڈھانپ لے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر نماز ادا کرے گا اور اس نے توشیح کے طور پر اسے لپیٹا ہو' تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب 46: رات کی (نفل) نماز کا بیان

164- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَيْفَ الصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّصْبِحَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: رات کے وقت نوافل کس طرح ادا کیے جائیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: دو دو کر کے اور جب کسی شخص کو صبح صادق (قریب) ہونے کا اندیشہ ہو' تو وہ اس وقت ایک رکعت پڑھ کے اپنی پڑھی ہوئی سابقہ نماز کو وتر کر لے (یعنی اسے طاق کر لے)۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں روایات میں وتر کی نماز کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز کے آخر میں وتر کی نماز ادا کیا کرتے تھے'اس لیے ہم ذیل میں وتر کے احکام کی وضاحت کریں گے۔

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وتر کی نماز مطلوب ہے (یعنی اسے ادا کیا جانا چاہیے)۔

اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے'اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

''اے اہل قرآن! تم وتر کی نماز ادا کیا کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات طاق ہے اور وہ طاق چیزوں کو پسند کرتا ہے''۔(جامع ترمذی)

وتر کی نماز نبی اکرم ﷺ پر ادا کرنا واجب تھا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

''تین چیزیں مجھ پر لازم قرار دی گئی ہیں' لیکن تم پر لازم قرار نہیں دی گئیں ہیں' چاشت کی نماز' قربانی اور وتر کی نماز''۔

اس روایت کو امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کا حکم بیان نہیں کیا' تاہم امام ذہبی نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ روایت ''غریب'' اور منکر ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عیدین کی نماز کی طرح وتر کی نماز بھی واجب ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں شاگردوں کے نزدیک اور دیگر فقہاء کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے اور باقی تمام سنتوں کے مقابلے میں اس میں زیادہ تاکید پائی جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک مزید نماز عطا کی ہے' یاد رکھنا! وہ وتر کی نماز ہے' تم اسے عشاء سے لے کر صبح صادق کے درمیانی وقت میں ادا کیا کرو''۔

اس کے حاشیے میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہ روایت آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے' جن کے نام یہ ہیں: حضرت خارجہ بن حذافہ' حضرت عمرو بن العاص' حضرت عقبہ بن عامر' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت ابوبصرہ غفاری' عمرو

حديث 164: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب صلاة الليل' باب الأمر بالوتر - حديث: 269اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الصلاة' أبواب استقبال القبلة - باب الحلق والجلوس في المسجد' حديث: 462اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب صلاة الليل مثنى مثنى - حديث: 1280اخرجه الترمذي في "سننه"، 'أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء أن صلاة الليل مثنى مثنى' حديث: 418اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' أبواب قيام الليل - باب صلاة الليل مثنى مثنى' حديث: 1143اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب ما جاء في صلاة الليل ركعتين - حديث: 1316اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الصلاة' باب في صلاة الليل - حديث: 1479اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب قيام الليل وتطوع النهار' باب كيف صلاة الليل - حديث: 1661اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' كم صلاة النهار - حديث: 470اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب الوتر' حديث: 1036ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صلاة التطوع - باب صلاة الليل مثنى مثنى' حديث: 4243اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، جماع أبواب ذكر الوتر وما فيه من السنن' باب ذكر الأخبار المنصوصة عن النبي صلى الله عليه وسلم أن - حديث: 1000اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث في الصلاة - ذكر الخبر المدحض قول من أبطل الوتر بركعة واحدة' حديث: 2457

بن شعیب' اُن کے والد کے حوالے سے' اُن کے دادا (یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے)' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم (ان صحابہ سے یہ روایت منقول ہے)۔ امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ نے حضرت خارجہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: یہ روایت ''غریب'' ہے۔

جبکہ امام حاکم نے اسے نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اس کی سند ''صحیح'' ہے' تاہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر کرتے ہیں' کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ یہاں ''امر'' کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور ''امر'' وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

تاہم اس بات پر احناف میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ اس کے منکر کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا واجب ہونا خبر واحد کے ذریعے ثابت ہے۔

احناف کے بعض فقہاء جو اس بات کے قائل ہیں' کہ یہ سنت ہے' اس کی بنیاد بھی یہی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیونکہ وتر کی نماز واجب ہے' اس لیے ان کے نزدیک اس نماز کو بیٹھ کر ادا نہیں کیا جاسکتا' یا سواری پر بیٹھ کر ادا نہیں کیا جا سکتا' البتہ کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا جائے' تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔ بعض دیگر روایات سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''وتر حق ہے' جو شخص پانچ وتر ادا کرنا چاہے وہ ایسا کر لے' جو شخص تین وتر ادا کرنا چاہے وہ ایسا کر لے' جو شخص ایک وتر ادا کرنا چاہے وہ ایسا کر لے''۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کہتے ہیں: اس روایت کو امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے:

''وتر کی نماز حق ہے' جو شخص وتر کی نماز ادا نہیں کرتا' اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

ڈاکٹر زحیلی کہتے ہیں: اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے نقل کیا ہے۔

اس کے برعکس بعض روایات ایسی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی نماز واجب نہیں ہے' ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے ان روایات کا تذکرہ بھی یہاں کیا ہے' لیکن ہم طوالت کی وجہ سے انہیں یہاں ذکر نہیں کر رہے۔

وتر کی تعداد

احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں اور ان کے درمیان سلام نہیں پھیرا جائے گا' بلکہ آخر میں سلام پھیرا جائے گا' جس طرح مغرب کی نماز میں ہوتا ہے' یہاں تک کہ اگر کوئی شخص وتر کی پہلی دو رکعات ادا کرنے کے بعد' پہلے تشہد میں بیٹھنا بھول جاتا ہے' تو وہ دوبارہ اس میں نہیں بیٹھے گا' اگر وہ ایسا کرے گا' تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ان حضرات کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول یہ روایت ہے:

''نبی اکرم ﷺ تین رکعات وتر ادا کیا کرتے تھے اور ان کے آخر میں ہی سلام پھیرا کرتے تھے''۔

وتر کی نماز وتر کی نیت کے بغیر درست نہیں ہوتی' آدمی تین رکعات نماز ادا کرنے کی نیت کرے گا۔

تینوں رکعات میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک سورت کی تلاوت کرے گا اور اس نماز کے دوران دو مرتبہ تشہد پڑھے گا' ایک مرتبہ دو رکعات ادا کرنے کے بعد اور ایک مرتبہ تیسری رکعت ادا کرنے کے بعد۔

تیسری رکعت کے آغاز میں آدمی ''سبحانك اللّٰهم'' نہیں پڑھے گا' تیسری رکعت کے آخر میں آدمی تکبیر کہنے کے بعد دونوں ہاتھ بلند کرے گا اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھ لے گا' اس نماز کے اختتام پر وہ دائیں بائیں دونوں طرف سلام پھیرے گا' یعنی اس نماز میں ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کہی جائے گی اور دو مرتبہ سلام پھیرا جائے گا۔

جبکہ بعض دیگر فقہاء کا مؤقف اس بارے میں مختلف ہے' اس بارے میں ان کی اپنی بیان کردہ جزئیات ہیں' جنہیں ہم طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔

وتر کا وقت

وتر کے وقت کے بارے میں دو صورتیں ہیں' ایک اس کا مستحب وقت کون سا ہے اور دوسرا یہ کہ اس کا اصل وقت کون سا ہے؟

جمہور کے نزدیک وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر صبح صادق تک کا ہے' اس لیے عشاء کی نماز سے پہلے اس کا ادا کرنا درست نہیں ہوگا' اگر کوئی شخص جان بوجھ کر یا غلطی سے عشاء کی نماز سے پہلے انہیں ادا کر لیتا ہے' تو وہ وتر کی نماز شمار نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ وتر کا وقت بھی وہی ہے' جو عشاء کی نماز کا وقت ہے' البتہ وتر کے بارے میں حکم یہ ہے کہ یہ عشاء کے بعد ادا کیے جائیں گے' اس لیے عشاء کی نماز سے پہلے انہیں ادا کرنا درست نہیں ہوگا' اگرچہ عشاء کا شرعی وقت موجود ہو' کیونکہ یہاں شرط نہیں پائی جا رہی اور وہ شرط ترتیب ہے' یعنی پہلے عشاء کی نماز ادا کی جائے اور پھر وتر کی نماز ادا کی جائے' البتہ اگر کوئی شخص بھول کر ایسا کر لیتا ہے' یعنی وتر کی نماز عشاء سے پہلے بھول کر ادا کر لیتا ہے' تو اب وہ اس کو دوبارہ ادا نہیں کرے گا۔

صاحبین اور دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' ایسی صورت میں وہ شخص اس نماز کو دوبارہ ادا کرے گا' کیونکہ حدیث میں یہ بات منقول ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک مزید نماز عطاء کی ہے' جو تمہارے لیے سو اونٹ ملنے سے زیادہ بہتر ہے' یہ وتر کی نماز ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے عشاء کی نماز سے لے کر صبح صادق تک (کے درمیانی وقت میں) تمہارے لیے مقرر کیا ہے''۔

وتر کا شرعی وقت پوری رات پر مشتمل ہوتا ہے' اس کی دلیل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت ہے' وہ بیان کرتی ہیں:

''نبی اکرم ﷺ پوری رات کے کسی بھی وقت میں وتر ادا کر لیا کرتے تھے' بعض اوقات ابتدائی وقت میں ادا کر لیتے تھے اور بعض اوقات درمیانی وقت میں بھی اور آخری وقت میں بھی (آپ وتر ادا کر لیتے تھے) آپ کے وتر ادا کرنے کا آخری وقت صبح صادق کے قریب ہوتا تھا''۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:
''صبح صادق ہو جانے سے پہلے وتر ادا کرلو''۔

165- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ اَحَدَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ.

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے' آپ ایک رکعت کے ذریعے انہیں طاق کر لیتے تھے' جب آپ ان کو پڑھ کے فارغ ہوتے تو دائیں پہلو کے بل لیٹ جایا کرتے تھے۔

شرح: یہاں رات کی نماز سے مراد نمازِ تہجد ہے' جس کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث میں اس کا تذکرہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ باقاعدگی کے ساتھ اس نماز کو ادا کیا کرتے تھے' بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی۔

نبی اکرم ﷺ تہجد کی نماز میں کتنی رکعات ادا کیا کرتے تھے' اس کے بارے میں مختلف روایات منقول ہیں۔

زید بن خالد' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے:

''نبی اکرم ﷺ رات کے نوافل میں تیرہ رکعت ادا کیا کرتے تھے' جن میں سے تین رکعات وتر ہوتی تھیں''۔

جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ بات منقول ہے:

''نبی اکرم ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے' جن میں سے تین وتر ہوتے تھے''۔

شیخ ابن قدامہ حنبلی نے یہ بات بیان کی ہے: یہاں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ایک رات میں تیرہ رکعات ادا کی ہوں' دوسری رات میں گیارہ رکعات ادا کی ہوں (اور ہر راوی نے اپنے مشاہدے کے مطابق روایت نقل کر دی ہو)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ رات کے نوافل میں (تہجد کی نماز میں) دس رکعت ادا کرتے تھے اور تین رکعات وتر ادا کرتے تھے' یہ مجموعی طور پر تیرہ ہو جائیں گے' جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق نبی اکرم ﷺ رات کے نوافل میں گیارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے' جن میں سے آٹھ تہجد ہوتی تھیں اور تین رکعات وتر کی ہوتی تھیں)۔

تہجد گزار شخص کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ وہ تہجد کی نماز میں قرآن کا کوئی حصہ تلاوت کرے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ ایسا ہی

حدیث 165: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيي بن يحيي المصمودي - كتاب صلاة الليل' باب صلاة النبي صلى الله عليه وسلم في الوتر - حديث: 264 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب الوتر' حديث: 1053 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صلاة التطوع - باب ما ورد في الاضطجاع بعد ركعتي الفجر' حديث: 4544 اضطجع على شقه الأيمن اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' أبواب قيام الليل - باب في صلاة الليل' حديث: 1151 اخرجه الترمذي في "سننه"، 'أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في وصف صلاة النبي صلى الله عليه وسلم' حديث: 421 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر اختلاف الناقلين لخبر عائشة في ذلك - حديث: 411

کیا کرتے تھے اور اس بارے میں نمازی کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو بلند آواز میں قرأت کر لے اگر چاہے تو پست آواز میں قرأت کر لے البتہ اگر کسی شخص کو بلند آواز میں قرأت کرتے ہوئے زیادہ سکون اور لطف محسوس ہوتا ہے تو اس صورت میں اُس کے لیے بلند آواز میں قرأت کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اگر اس کے پاس کوئی دوسرا شخص بھی تہجد کی نماز ادا کر رہا ہے یا اُس کی آواز کے بلند کرنے کے نتیجے میں کسی دوسرے کے لیے پریشانی کی صورت پیش آ سکتی ہے تو پست آواز میں قرأت کرنا مستحب ہوگا' اگر ان دونوں میں سے کوئی صورت نہیں ہے تو نمازی کو اختیار ہوگا کہ وہ جس طرح چاہے نماز ادا کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرے جو رات کے وقت بیدار ہو کر (تہجد کی) نماز ادا کرتا ہے اور اپنی بیوی کو بیدار کر کے اُسے بھی نماز ادا کرنے کے لیے کہتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کے وقت بیدار ہو کر (تہجد کی) نماز ادا کرتی ہے اور پھر اپنے خاوند کو بیدار کر کے اسے بھی (تہجد کی نماز) ادا کرنے کے لیے کہتی ہے''۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے' تو لوگ آپ ﷺ کی زیارت کرنے کے لیے گئے' تو میں بھی ان میں شامل تھا' جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے غور سے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں: سب سے پہلی بات جو میں نے آپ ﷺ کی زبان سے سنی' وہ یہ تھی: آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو اپنے درمیان عام کرو' دوسروں کو کھانا کھلایا کرو' رشتہ داروں کے ساتھ قریبی تعلق رکھو اور جب لوگ سو رہے ہوں' اُس وقت رات کے وقت اُٹھ کر نماز ادا کیا کرو (یہ سب کرنے کے نتیجے میں) تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے''۔ (مؤطا امام محمد ص ۲۲۰)

166- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ زَيْدِبْنِ

حدیث 166: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب صلاة الليل' باب صلاة النبی صلی الله عليه وسلم فی الوتر - حديث: 268 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب الدعاء فی صلاة الليل وقيامه - حديث: 1324 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' أبواب قيام الليل - باب فی صلاة الليل' حديث: 1172 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب ما جاء فی كم يصلی بالليل - حديث: 1358 اخرجه النسائی فی "سننه الكبری"، كتاب الصلاة' كيف الصلاة فی شهر رمضان - حديث: 390 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب الوتر' حديث: 1084 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث فی الصلاة - ذكر ما كان يطول صلی الله عليه وسلم الركعتين الأوليين علی' حديث: 2650 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب صلاة النبی صلی الله عليه وسلم من الليل ووتره' حديث: 4558 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند الأنصار' حديث زيد بن خالد الجهنی - حديث: 21151 مسند عبد بن حميد - حديث زيد بن خالد الجهنی رضی الله عنه' حديث: 274 المعجم الكبير للطبرانی - باب الزای من اسمه زيد' زيد بن خالد الجهنی يكنی أبا طلحة ويقال أبو محمد ويقال - عبد الله بن قيس بن مخرمة' حديث: 5092 ذكره البيهقی فی "سننه الكبری"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صلاة التطوع - باب عدد ركعات قيام النبی صلی الله عليه وسلم وصفتها' حديث: 4349 المعجم الكبير للطبرانی' باب الزای من اسمه زيد' زيد بن خالد الجهنی يكنی أبا طلحة ويقال أبو محمد ويقال' عبد الله بن قيس بن مخرمة' حديث: 5092

خَالِدِ الْجُهَنِيّ قَالَ قُلْتُ لَاَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهٗ اَوْ فُسْطَاطَهٗ قَالَ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ دُوْنَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ .

✧✧ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے سوچا کہ میں آج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کا جائزہ لوں گا' تو میں آپ کی چوکھٹ کے پاس (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) خیمے کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' آپ نے دو مختصر رکعات ادا کیں' پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے دو طویل رکعات ادا کیں' پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں' جو پہلی سے کچھ کم تھیں' پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں جو اس سے بھی کچھ کم تھیں جو اس سے پہلے ادا کی تھیں' پھر آپ نے وتر کی نماز ادا کی۔

167- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَا مِنِ امْرِءٍ تَكُوْنُ لَهٗ صَلَاةٌ بِاللَّيْلِ يَغْلِبُهٗ عَلَيْهَا نَوْمٌ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ صَلَاتِهٖ وَ كَانَ نَوْمُهٗ عَلَيْهِ صَدَقَةً .

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص رات کے وقت نوافل ادا کرتا ہو اور پھر کسی دن وہ (انہیں ادا کرنے سے پہلے) سو جائے' تو اللہ تعالیٰ اسے ان نوافل کا ثواب عطاء کر دیتا ہے اور یہ نیند اس کے لیے صدقہ بن جاتی ہے۔

168- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا دَاوُدُ ابْنُ حُصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ مَنْ فَاتَهٗ مِنْ حِزْبِهٖ شَيْءٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَقَرَاَهٗ مِنْ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ اِلٰى صَلَاةِ الظُّهْرِ فَكَاَنَّهٗ لَمْ يَفُتْهُ شَيْءٌ .

✧✧ عبدالرحمن اعرج بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: جس شخص کے رات کے نوافل (یا اوراد و وظائف) میں سے کوئی چیز رہ جائے اور وہ اگلے دن سورج ڈھلنے یعنی ظہر کی نماز کا وقت ہونے سے پہلے' اسے پڑھ لے' تو گویا اس کی کوئی چیز فوت نہیں ہوئی (یعنی اسے رات کے وقت وہ پڑھنے کا ثواب مل جائے گا)۔

169- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُصَلِّيْ كُلَّ لَيْلَةٍ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يُّصَلِّيَ حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ لِلصَّلٰوةِ وَيَتْلُوْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْاَلُكَ رِزْقًا ط نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى .

حديث 167: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب صلاة الليل' باب ما جاء في صلاة الليل - حديث: 257 اخرجه ابو داؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' أبواب قيام الليل - باب من نوى القيام فنام' حديث: 1132 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها' حديث: 23815 اخرجه اسحاق بن راهويه في "مسنده"، ما يروى ' حديث: 1459 المعجم الأوسط للطبراني - باب العين' باب الميم من اسمه : محمد - حديث: 6282

✦✦ زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو جتنا اللہ کو منظور ہوتا تھا' نوافل ادا کیا کرتے تھے' جب رات کا آخری پہرآتا تو وہ اپنی اہلیہ کو بیدار کر دیتے اور یہ آیت تلاوت کرتے:

''اور تم اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور اس پر ثابت قدم رہو' ہم تم سے رزق کے بارے میں سوال نہیں کریں گے اور ہم تمہیں رزق عطاء کریں گے اور بہترین انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے''۔

170-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مَخْرَمَةُ ابْنُ سُلَيْمَانَ الْوَالِبِيُّ اَخْبَرَنِیْ كُرَيْبٌ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِیْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِیْ طُوْلِهَا قَالَ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ اَوْبَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ فَاسْتَيْقَظَ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَرَاَ بِالْعَشْرِ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمِ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّیْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَاصَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِیْ وَاَخَذَ بِاُذُنِیْ الْيُمْنٰى بِيَدِهِ الْيُمْنٰى فَفَتَلَهَا ثُمَّ قَالَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَاةُ اللَّيْلِ عِنْدَنَا مَثْنٰى مَثْنٰى وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ صَلَاةُ اللَّيْلِ اِنْ شِئْتَ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ وَاِنْ شِئْتَ صَلَّيْتَ اَرْبَعًا وَ اِنْ شِئْتَ سِتًّا وَ اِنْ شِئْتَ ثَمَانِيًا وَاِنْ شِئْتَ مَا شِئْتَ بِتَكْبِيْرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّاَفْضَلُ ذٰلِكَ اَرْبَعًا اَرْبَعًا وَ اَمَّا الْوِتْرُ فَقَوْلُنَا وَقَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ فِيْهِ وَاحِدٌ وَالْوِتْرُ ثَلٰثٌ لَّا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيْمٍ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں' رات بسر کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں بستر پر چوڑائی کی سمت میں لیٹ گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ لمبائی کی سمت میں لیٹ گئے۔

حديث 170 :اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودى - كتاب صلاة الليل' باب صلاة النبى صلى الله عليه وسلم فى الوتر - حديث: 267اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الوضوء' باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره - حديث: 180اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب الدعاء فى صلاة الليل وقيامه - حديث: 1315اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب الصلاة' أبواب قيام الليل - باب فى صلاة الليل' حديث: 1173اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب قيام الليل وتطوع النهار' باب ذكر ما يستفتح به القيام - حديث: 1609اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب الرجل يؤم الرجل - حديث: 3739اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' ذكر اختلاف الناقلين لخبر عبد الله بن عباس فى كيفية صلاة - حديث: 392اخرجه الطحاوى فى "مشكل الآثار"، باب بيان ما أشكل علينا مما قد روى عنه عليه السلام' حديث: 8اخرجه احمد فى "مسنده"، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب - حديث: 2105مسند الشافعى - ومن كتاب الإمامة' حديث: 234

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے جب نصف رات گزری یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بیٹھے آپ نے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے اثر کو زائل کیا پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کی پھر آپ دیوار پر لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف بڑھے آپ نے اس کے ذریعے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر آپ اُٹھ کر نماز ادا کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اٹھا اور میں نے بھی ویسا ہی کیا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا پھر میں آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا آپ نے اپنا دایاں دست مبارک میرے سر پر رکھا اور اپنے دائیں دست مبارک کے ذریعے میرے دائیں کان کو پکڑا اور اسے ملا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات نماز ادا کی پھر دو رکعات ادا کیں پھر دو رکعات ادا کیں ایسا چھ مرتبہ ہوا پھر آپ نے ایک رکعت ادا کر کے اسے طاق کر لیا پھر آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ جب مؤذن آپ کو بلانے کے لیے آیا تو آپ اُٹھے اور آپ نے دو مختصر رکعات (یعنی فجر کی دو سنتیں) ادا کیں پھر آپ تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہمارے نزدیک رات کے نوافل دو دو کر کے ادا کیے جائیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رات کے نوافل کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو دو دو کر کے ادا کرو اگر چاہو تو چار رکعات ادا کر لو اگر چاہو تو چھ ادا کر لو اگر چاہو تو آٹھ ادا کر لو یا ایک تکبیر کے ساتھ تم جتنی بھی رکعات ادا کرنا چاہو وہ کر سکتے ہو۔

تاہم زیادہ فضیلت اس بات میں ہے کہ انہیں چار چار کر کے ادا کیا جائے۔

جہاں تک وتر کا تعلق ہے تو اس بارے میں ہمارا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ایک ہی ہے کہ وتر کی رکعات تین ہیں اور ان کے درمیان سلام پھیر کے فصل نہیں کی جائے گی۔

بَابُ الْحَدَثُ فِي الصَّلٰوةِ

باب 47: نماز کے دوران وضو ٹوٹ جانا

171- أَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ ابْنُ اَبِى حَكِيمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِىْ صَلَاةٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ اَشَارَ اِلَيْهِمْ بِيَدِهِ اِنِ امْكُثُوْا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ وَعَلٰى جِلْدِهِ اَثَرُ الْمَاءِ فَصَلّٰى.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ سَبَقَهُ حَدَثٌ فِىْ صَلَاةٍ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّنْصَرِفَ وَلَا يَتَكَلَّمَ فَيَتَوَضَّاَ ثُمَّ يَبْنِىْ عَلٰى مَاصَلّٰى وَالْاَفْضَلُ ذٰلِكَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ وَيَتَوَضَّاَ وَيَسْتَقْبِلَ صَلَاتَهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

حديث 171: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الطهارة، باب إعادة الجنب الصلاة وغسله إذا صلى ولم يذكر - حديث: 109 مسند الشافعي - ومن كتاب الإمامة، حديث: 228 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة، جماع أبواب الصلاة بالنجاسة وموضع الصلاة من مسجد وغيره - باب إمامة الجنب، حديث: 3782 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة، باب الصلاة بالنجاسة - حديث: 1306

عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے آغاز میں تکبیر تحریمہ کہی، پھر لوگوں کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، جب آپ واپس تشریف لائے، تو آپ کے جسم مبارک پر پانی کا نشان موجود تھا، پھر آپ نے نماز ادا کی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ جس شخص کو نماز کے دوران حدث لاحق ہو جائے، تو اس کے نماز چھوڑ کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، تاہم وہ اس دوران کلام نہیں کرے گا، پھر وہ وضو کر کے آ کے وہیں سے نماز ادا کرنی شروع کرے گا جہاں چھوڑ کے گیا تھا، تاہم اس کے لیے زیادہ فضیلت یہ بات رکھتی ہے کہ وہ اس دوران کلام کر لے پھر بعد میں وضو کر کے نئے سرے سے نماز ادا کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: نماز کے دوران حدث لاحق ہونے کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

''جس شخص کو نماز کے دوران حدث لاحق ہو جائے وہ نماز کو چھوڑ کر چلا جائے، اگر وہ امام تھا تو کسی کو اپنا نائب بنا دے، جا کر وہ شخص وضو کرے اور اس پر بناء کرے (یعنی جہاں سے نماز چھوڑ کر گیا تھا، وہیں سے آگے پڑھنا شروع کرے)۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے شخص کو نئے سرے سے نماز پڑھنی چاہیے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدث نماز کے منافی ہے اور چلنا اور قبلہ کی طرف سے منہ موڑ لینا نماز کو فاسد کر دیتا ہے، تو اس صورت میں حدث عمد کے مشابہ ہو جائے گا۔

جبکہ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''جو شخص نماز کے دوران قے کر دے یا اس کی نکسیر پھوٹ جائے یا اس کی مذی خارج ہو جائے، تو وہ نماز کو چھوڑ کر چلا جائے، جا کر وضو کرے اور وہیں سے اپنی نماز کی بناء کر لے (یعنی جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے دوبارہ شروع کرے) لیکن شرط یہ ہے کہ اس نے درمیان میں کوئی کلام نہ کیا ہو''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے:

''جب کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو، اسے قے آ جائے یا اس کی نکسیر پھوٹ جائے، تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھے (اور امامت کی جگہ پر) غیر مسبوق شخص کو آگے کر دے''۔

تاہم ازسرنو نماز ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے، تاکہ فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے (نماز باقی رہ جانے یا نہ رہ جانے کے بارے میں) جو شبہ ہے اس سے بچا جا سکے۔

ایک قول کے مطابق اگر وہ شخص اکیلا نماز ادا کر رہا تھا تو وہ نئے سرے سے نماز ادا کرے گا لیکن اگر وہ امام تھا تو وہ امام اور اس کے مقتدی وہیں سے نماز آگے جاری رکھیں گے تاکہ جماعت کی فضیلت کو بچایا جا سکے۔

اس کے بعد صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کی بعض دیگر جزئیات کا بھی ذکر کیا ہے' جنہیں طوالت کے خوف سے ہم یہاں نقل نہیں کر رہے۔

بَابُ فَضْلُ الْقُرْاٰنِ وَمَا يَسْتَحِبُّ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

باب 48: قرآن پڑھنے کی فضیلت' نیز اللہ تعالیٰ کا ذکر کس طرح مستحب ہے

172-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِىِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا مِّنَ اللَّيْلِ يَقْرَاُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يُرَدِّدُهَا فَلَمَّآ اَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الرَّجُلَ يُقَلِّلُهَا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ .

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے رات کے وقت ایک شخص کو سورۂ اخلاص بار بار پڑھتے ہوئے سنا' صبح کے وقت انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی' وہ اس کو چھوٹی سورت سمجھ رہے تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

شرح: اس حدیث مبارکہ کی تشریح کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ سورۂ اخلاص کو تہائی قرآن اس لیے قرار دیا گیا ہے' کیونکہ قرآن کے علوم کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) توحید (۲) شرائع (۳) اخلاقیات وتہذیب

اوران تین علوم میں سے علمِ توحید باقی دو کے لیے اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے (جو اس صورت میں بیان کر دیا گیا ہے)

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن کے علوم کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

احکام' واقعات اور صفاتِ باری تعالیٰ

تو سورۂ اخلاص میں کیوں صفاتِ باری تعالیٰ کا ذکر ہے' اس لیے یہ تہائی حصہ ہو جائے گا۔

حدیث 172: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودی - كتاب القرآن' باب ما جاء فی قراءة قل هو الله احد وتبارك الذی - حديث: 486اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب فضائل القرآن' باب فضل قل هو الله أحد - حديث: 4730اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب تفريع أبواب الوتر - باب فی سورة الصمد' حديث: 1262اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الافتتاح' الفضل فی قراءة قل هو الله أحد - حديث: 989اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ"، العمل فی افتتاح الصلاة' الفضل فی قراءة قل هو الله أحد - حديث: 1049اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روی عن النبی صلى الله عليه وسلم' حديث: 1034اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند أبی سعيد الخدری رضی الله عنه - حديث: 11093ذكره البيهقی فی "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صلاة التطوع - باب: كم يكفی الرجل من قراءة القرآن فی ليلة؟ حديث: 4425

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ یہاں تہائی قرآن کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیتا ہے تو اسے قرآن کے تہائی حصہ کی تلاوت کا ثواب ملے گا۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ اس حوالے سے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے:

''حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتا ہے اس نے قرآن پاک کے ایک تہائی حصے کی تلاوت کی اور جو شخص ایک مرتبہ سورۃ الکافرون پڑھتا ہے گویا اس نے قرآن کے ایک چوتھائی حصے کی تلاوت کی''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص صبح کی نماز کے بعد ۱۲ مرتبہ سورۂ اخلاص تلاوت کرتا ہے گویا اس شخص نے قرآن مجید کو چار مرتبہ تلاوت کیا اگر وہ اس دن گناہوں سے بچا رہے تو وہ اس دن روئے زمین پر سب سے زیادہ فضیلت والا شخص ہوگا''۔ (حوالہ معجم طبرانی صغیر)

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث مذکور میں سورہ اخلاص کے قرآن کے تہائی حصہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کرنے سے قرآن کے ایک تہائی حصہ کی تلاوت کرنے کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔

173- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ لَاَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ مِنْ بُكْرَةٍ اِلَى اللَّيْلِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَحْمِلَ عَلٰى جِيَادِ الْخَيْلِ مِنْ بُكْرَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ ذِكْرُ اللّٰهِ حَسَنٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

✦✦ سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میں صبح سے لے کر شام تک ذکرِ الٰہی کرتا رہوں یہ بات میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں صبح سے لے کر شام تک گھوڑے کی پشت پر سوار رہوں (یعنی جہاد میں مشغول رہوں)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر حال میں کرنا بہتر ہے۔

174- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قرآن کے حافظ کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے اگر وہ اس کا خیال رکھے گا تو روکے رکھے گا اگر چھوڑ دے گا تو وہ چلا جائے گا۔

بَابُ الرَّجُلُ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَ هُوَ يُصَلِّيْ

باب 49: اگر کوئی شخص نمازی کو سلام کرے (تو اس کا حکم کیا ہے؟)

175- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ يُصَلِّيْ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَرَجَعَ

اِلَيْهِ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ اِذَا سُلِّمَ عَلٰى اَحَدِكُمْ وَهُوَ يُصَلِّىْ فَلَا يَتَكَلَّمْ وَلْيُشِرْ بِيَدِهٖ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ لِلْمُصَلِّىْ اَنْ يَّرُدَّ السَّلَامَ اِذَا سُلِّمَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِى الصَّلٰوةِ فَاِنْ فَعَلَ فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ وَلَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّسَلَّمَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّىْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے اس شخص کو سلام کیا' تو اس شخص نے ان کو جواب دیدیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کے پاس گئے اور بولے: جب کسی شخص کو نماز کے دوران سلام کیا جائے' تو وہ کلام نہ کرے بلکہ ہاتھ کے اشارے کے ذریعے (جواب دیدے)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' نمازی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ جب اسے نماز کے دوران سلام کیا جائے' تو وہ اس سلام کا جواب دے' اگر وہ ایسا کرے گا' تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ویسے بھی جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو' تو اسے سلام نہیں کرنا چاہیے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: نماز کے دوران سلام کا جواب دینے کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

(نمازی) زبان کے ذریعے سلام کا جواب نہیں دے گا' کیونکہ یہ بھی کلام ہے اور ہاتھ کے (اشارہ کے ذریعے بھی جواب نہیں دے گا) کیونکہ معنوی اعتبار سے یہ بھی کلام ہے' یہاں تک کہ اگر کوئی شخص سلام کرنے کی نیت سے (نماز کے دوران) کسی کے ساتھ مصافحہ کرلیتا ہے' تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے دوران کلام کے نتیجے میں نماز فاسد ہو جاتی ہے' تو اگر کوئی شخص نماز کے دوران سلام کا جواب دیدیتا ہے' تو یہ کلام کے مترادف ہوگا اور اس کے نتیجے میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

بخاری و مسلم کی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں نماز کے دوران کلام کرنے یا سلام کا جواب وغیرہ دینے کی اجازت تھی۔

نماز کے دوران اشارے کے ذریعے سلام کا جواب دینے کے بارے میں ایک روایت نقل کی گئی ہے۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام ابن خزیمہ' امام ابن حبان اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران اشارہ کرلیا کرتے تھے"۔

فاضل لکھنوی نے وضاحت کی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے' ان کے نزدیک نماز کے دوران اشارے کے ذریعے سلام کا جواب دینا مستحب ہے' جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے' ان کے نزدیک فرض نماز میں سلام کا اشارے سے جواب دینا مکروہ ہے' جبکہ نفل نماز میں اس کی اجازت ہے۔ امام مالک سے اس حوالے سے "

روایات منقول ہیں۔ (فاضل لکھنوی نے وضاحت کی ہے) یہ بات علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

بَابُ اَلرَّجُلَانِ يُصَلِّيَانِ جَمَاعَةً

باب 50: دو آدمیوں کا باجماعت نماز ادا کرنا

176-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِالْهَاجِرَةِ فَوَجَدْتُهُ يُسَبِّحُ فَقُمْتُ وَرَآءَهُ فَقَرَّبَنِيْ فَجَعَلَنِيْ بِحِذَائِهِ عَنْ يَّمِيْنِهِ فَلَمَّا جَآءَ يَرْفَأُ تَاَخَّرْتُ فَصَفَفْنَا وَرَآءَهُ .

✧✧ عبیداللہ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں دن چڑھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے انہیں نوافل ادا کرتے ہوئے پایا۔ میں ان کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا' تو انہوں نے مجھے اپنے قریب کیا' اور دائیں طرف بالکل اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ اسی دوران (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام) یرفا آ گیا تو میں پیچھے ہٹ گیا اور ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف بنالی۔

177-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّهٗ قَامَ عَنْ يَّسَارِ ابْنِ عُمَرَ فِيْ صَلَاةٍ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ نماز میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بائیں طرف کھڑے ہوئے تو انہوں نے مجھے اپنے دائیں طرف کر لیا۔

178-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهٗ اُمَّ سُلَيْمٍ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِطَعَامٍ فَاَكَلَ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلْنُصَلِّ بِكُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ فَصَفَفْتُ اَنَا وَالْيَتِيْمُ

حديث 178: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب قصر الصلاة في السفر' باب جامع سبحة الضحى - حديث: 363 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب الصلاة على الحصير - حديث: 376 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب جواز الجماعة في النافلة - حديث: 1088 اخرجه الترمذي في "سننه"، ابواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في الرجل يصلي ومعه الرجال والنساء' حديث: 222 اخرجه ابو داؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب إذا كانوا ثلاثة كيف يقومون - حديث: 522 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الإمامة' إذا كانوا ثلاثة وامرأة - حديث: 796 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، ذكر الإمامة' إذا كانوا ثلاثة وامرأة - حديث: 860 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه - حديث: 12121 مسند الشافعي - ومن كتاب الإمامة' حديث: 230 مسند الحميدي - احاديث أنس بن مالك رضي الله عنه' حديث: 1140 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الإمامة في الصلاة' جماع أبواب قيام المأمومين خلف الإمام وما فيه من السنن - باب إمامة الرجل الرجل والغلام غير المدرك والمرأة الواحدة' حديث: 1446 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' فصل في فضل الجماعة - ذكر البيان بأن المرأة إذا كانت وحدها لها أن تنفرد بالصلاة' حديث: 2229

وَرَآءَہٗ وَالْعَجُوْزُ وَرَاءَنَا فَصَلّٰی بِنَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا کُلِّهٖ نَاْخُذُ اِذَا صَلَّی الرَّجُلُ الْوَاحِدُ مَعَ الْاِمَامِ قَامَ عَنْ یَّمِیْنِ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلَّی الْاِثْنَانِ قَامَا خَلْفَهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔

✦ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں: ان کی دادی (یا نانی) سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی کھانے کی دعوت کی' کھانا کھالینے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اُٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی چٹائی کی طرف بڑھا جو طویل استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی' میں نے اُسے پانی کے ذریعے دھویا تو نبی اکرم ﷺ اس پر کھڑے ہوگئے۔ میں نے اور کم سن لڑکے نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دو رکعات پڑھانے کے بعد سلام پھیر دیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ جب کوئی ایک شخص امام کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگا اور جب دو افراد امام کے ساتھ نماز ادا کریں گے تو وہ دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ "جب دو لوگ ہوں" "تو وہ دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے" اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اکثر اہلِ علم کا یہی مذہب ہے۔

حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت جابر' حضرت حسن رضی اللہ عنہم' حضرت عطاء' امام مالک رحمۃ اللہ علیہما' اہلِ حجاز' اہلِ شام' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' ان کے اصحاب اور اکثر اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مؤقف ہے کہ جب تین آدمی موجود ہوں' تو امام ان کے درمیان میں کھڑا ہوگا' لیکن اگر اس سے زیادہ لوگ موجود ہوں' تو امام ان کے آگے کھڑا ہوگا۔

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور اہلِ کوفہ میں سے بعض اہلِ علم بھی اس بات کے قائل ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے' انہوں نے علقمہ اور اسود کو نماز پڑھائی تھی اور خود ان کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔

اس روایت کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے' امام طحاوی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

بعض راویوں نے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں: "نبی اکرم ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے"۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ

باب 51: بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنا

179- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الْخُثَيْمِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ اَحْسِنْ اِلٰى غَنَمِكَ وَاَطِبْ مُرَاحَهَا وَ صَلِّ فِىْ نَاحِيَتِهَا فَاِنَّهَا مِنْ دَوَآبِّ الْجَنَّةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ فِىْ مُرَاحِ الْغَنَمِ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ اَبْوَالُهَا وَبَعْرُهَا مَا اُكِلَتْ لَحْمُهَا فَلَابَاْسَ بِبَوْلِهَا .

✧✧ حمید بن مالک بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم اپنی بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے باڑے کو صاف رکھو اور اس کے کونے میں نماز ادا کر لیا کرو کیونکہ یہ جنت کے جانور ہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' گرچہ اس میں بکریوں کا پیشاب یا ان کی مینگنیاں موجود ہوں۔ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے (یعنی وہ ناپاک نہیں ہوتا)۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا پہلا مسئلہ بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے' جبکہ اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے' جیسا کہ اس روایت کا تذکرہ فاضل لکھنوی نے اس حدیث کے حاشیے میں کیا ہے اور یہ بات بیان کی ہے کہ یہ روایت ''مرفوع'' حدیث کے طور پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات بھی واضح کی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ''اگرچہ وہاں ان کا پیشاب یا مینگنیاں موجود ہوں'' اس کے بارے میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں' کہ حدیث میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی کہ آدمی ان بکریوں کے پیشاب یا مینگنیوں کے اوپر ہی جائے نماز بچھائے بغیر نماز ادا کر لے' اس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ پیشاب اور مینگنیوں کے اوپر نماز ادا نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ان کے پیشاب اور مینگنیوں کے اوپر نماز ادا کی جا سکتی ہے' حلال جانور کا پیشاب بھی پاک ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں بکریوں اور اونٹوں کے باڑے کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہے گا' حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔ بعض حضرات نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ یہاں مینگنیوں کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ بھی نجس ہوتی ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے' اس کے پیشاب کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینہ قبیلے کے افراد کو اونٹوں کا پیشاب پینے کی ہدایت کی تھی' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا' ان کے پیشاب کی طرح' ان جانوروں کا پیشاب بھی ناپاک ہے' جن کا گوشت کھایا جاتا ہے' جہاں تک

مینگنیوں کا تعلق ہے تو اس بارے میں تینوں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ نجس ہوتی ہیں' البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں خفیف نجاست پائی جاتی ہے' جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ غلیظ طور پر نجس ہوتی ہیں۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جس جانور کا گوشت کھایا جا سکتا ہے' اس کی مینگنی خفیف نجس ہوتی ہے اور جس جانور کا گوشت نہیں کھایا جاتا' اس کی مینگنی غلیظ طور پر نجس ہوتی ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةُ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا

باب 52: سورج طلوع ہوتے یا سورج غروب ہوتے وقت نماز ادا کرنے کا حکم

180-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوئی بھی شخص یہ کوشش نہ کرے کہ وہ سورج طلوع ہونے کے وقت یا سورج غروب ہونے کے وقت نماز ادا کرے۔

شرح: نماز کے مکروہ اوقات کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: سورج کے طلوع ہونے کے وقت' اس کے زوال کے وقت اور اس کے غروب ہونے کے وقت' نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے' اس کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' یہ حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں:

''تین اوقات ایسے ہیں' جن میں نماز ادا کرنے سے اور اپنے مُردوں کو دفن کرنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کیا ہے' سورج نکلنے کا وقت' یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے' اس کے زوال کا وقت' یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے اور وہ وقت جب وہ غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے' یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے''۔

روایت کے یہ الفاظ: ''ہم اپنے مُردوں کو قبر دیں''۔ اس سے مراد نماز جنازہ ادا کرنا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں مردے کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے۔

یہ روایت اپنے اطلاق کی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے' کیونکہ انہوں نے ان اوقات کو فرض نماز کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ان کے نزدیک ان اوقات میں مکہ مکرمہ میں نوافل ادا کیے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ روایت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلاف ہے' جن کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نوافل ادا کرنا جائز

حدیث 180: اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيی بن يحيی المصمودی - كتاب القرآن' باب النهی عن الصلاة بعد الصبح وبعد العصر - حديث: 516' اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب مواقيت الصلاة' باب: لا تتحری الصلاة قبل غروب الشمس - حديث: 569' مسند الشافعی - من الجزء الثانی من اختلاف الحديث من الأصل العتيق' حديث: 748

ہے۔(صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ان اوقات میں نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی' اس کی دلیل وہ روایت ہے' جو ہم ذکر کر چکے ہیں' اسی طرح سجدۂ تلاوت نہیں کیا جائے گا' کیونکہ یہ بھی معنوی اعتبار سے نماز کی طرح ہے' البتہ اسی دن کی عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے قریب ادا کی جاسکتی ہے' کیونکہ سبب وقت کا وہ جزء ہے' جو ابھی تک قائم ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کا تعلق کل سے ہو' تو اس کے بعد بھی اس کی ادائیگی واجب ہوگی' اگر اس کا تعلق گزرے ہوئے جزء سے ہو' تو اس کو آخری وقت میں ادا کرنے والا بھی ادا کرنے والا شمار ہوگا' تو جب یہ صورتِ حال ہوگی' تو گویا اس شخص نے نماز کو اسی طرح ادا کیا جیسے وہ واجب ہوئی تھی جبکہ باقی نمازوں کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ کامل طور پر واجب ہوئی تھی' اس لیے وہ ناقص طور پر ادا نہیں ہو سکے گی۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ یہاں نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت کی جو نفی کی گئی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے' یعنی اگر کوئی شخص مکروہ وقت میں نماز جنازہ ادا کرلیتا ہے یا آیت سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت کرلیتا ہے' تو ایسا کرنا جائز ہوگا' کیونکہ جس طرح وہ ناقص طور پر لازم ہوئے تھے' اسی طرح انہیں ناقص طور پر ادا کرلیا گیا ہے' کیونکہ یہ وجوب جنازہ یا سجدۂ تلاوت سے متعلق آیت کی تلاوت کی وجہ سے سامنے آیا ہے۔ صبح صادق ہو جانے کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نفل نماز ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے' البتہ ان اوقات میں آدمی قضاء نمازیں ادا کرسکتا ہے۔

181- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ ابْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصُّنَابِحِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ زَآيَلَهَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا ثُمَّ اِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا ثُمَّ اِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَهَا فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا وَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَاتِ .

✧✧ حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب سورج نکلتا ہے' تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے' جب وہ بلند ہوتا ہے' تو وہ سینگ اس سے الگ ہو جاتا ہے' پھر جب وہ (سورج) نصف النہار

حديث 181: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب القرآن' باب النهي عن الصلاة بعد الصبح وبعد العصر - حديث: 513اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب إقامة الصلاة' باب ما جاء في الساعات التي تكره فيها الصلاة - حديث: 1249اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب المواقيت' الساعات التي نهي عن الصلاة فيها - حديث: 559اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 3345اخرجه احمد في "مسنده"، أول مسند الكوفيين' حديث أبي عبد الله الصنابحي - حديث: 18687مسند الشافعي - من الجزء الثاني من اختلاف الحديث من الأصل العتيق' حديث: 749اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند عبد الله الصنابحي' حديث: 1420اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب الساعة التي يكره فيها الصلاة - حديث: 3818اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 3345ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب الساعات التي تكره فيها صلاة التطوع - باب النهي عن الصلاة في هاتين الساعتين' حديث: 4074

میں پہنچتا ہے تو وہ سینگ اس کے ساتھ پھرل جاتا ہے جب وہ (سورج) ڈھل جاتا ہے تو وہ (سینگ) اس سے الگ ہو جاتا ہے پھر جب وہ غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو وہ سینگ اس سے پھرل جاتا ہے پھر جب وہ سورج غروب ہو جاتا ہے تو وہ سینگ اس سے الگ ہو جاتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

182-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَطْلُعُ قَرْنَاهُ مَعَ طُلُوْعِهَا وَ يَغْرُبَانِ مَعَ غُرُوْبِهَا وَ كَانَ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلٰى تِلْكَ الصَّلٰوةِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَيْرُهٗ عِنْدَنَا فِىْ ذٰلِكَ سَوَآءٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ تم سورج طلوع ہونے کے وقت اور سورج غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش نہ کرو' کیونکہ اس کے طلوع ہونے کے ساتھ شیطان کے دو سینگ بھی نکلتے ہیں اور اس کے غروب ہونے کے ساتھ' وہ دونوں سینگ بھی ڈوب جاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان اوقات میں نماز ادا کرنے والوں کی پٹائی کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' خواہ جمعہ کا دن ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور دن ہو' ان سب میں ہمارے نزدیک حکم ایک ہی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِىْ شِدَّةِ الْحَرِّ

باب 53: شدید گرمی میں نماز ادا کرنا

183-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَ ذَكَرَ اَنَّ النَّارَ اشْتَكَتْ اِلٰى رَبِّهَا عَزَّوَجَلَّ فَاَذِنَ لَهَا فِىْ كُلِّ عَامٍ بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِى الشِّتَآءِ وَنَفَسٍ فِى الصَّيْفِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ نُبْرِدُ بِصَلَاةِ الظُّهْرِ فِى الصَّيْفِ وَ نُصَلِّىْ فِى الشِّتَآءِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو' کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا نتیجہ ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ جہنم نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں یہ شکایت کی تو پروردگار نے اسے ہر سال بھر میں دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی' ان میں سے ایک سانس سردی کے موسم میں ہوتی ہے' ایک سانس گرمی کے موسم میں ہوتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہم گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈی کر کے پڑھتے ہیں اور سردی کے موسم میں جب سورج ڈھل جائے' اس وقت ادا کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' جبکہ لیث بن سعد' امام شافعی اور ان کے پیروکار اس بات کے قائل ہیں' ہر موسم میں ہر نماز کو ابتدائی وقت میں ادا کرنا چاہیے۔

تاہم ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرنے کی حدیث بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی محدثین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام

حدیث183: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودی - كتاب وقوت الصلاة' باب النهی عن الصلاة بالهاجرة - حديث: 28اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب مواقيت الصلاة' باب الإبراد بالظهر فی شدة الحر - حديث: 521اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب استحباب الإبراد بالظهر فی شدة الحر لمن يمضی إلى جماعة - حديث: 1004اخرجه الترمذی فی "سننه"، ' أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فی تأخير الظهر فی شدة الحر' حديث: 149اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب فی وقت صلاة الظهر - حديث: 345اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الصلاة' أبواب مواقيت الصلاة - باب الإبراد بالظهر فی شدة الحر' حديث: 675اخرجه الدارمی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب الإبراد بالظهر - حديث: 1236اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب مواقيت الصلاة - ذكر البيان بأن الإبراد بالصلاة فی الحر إنما أمر بذلك عند' حديث: 1522اخرجه ابن خزيمة فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب ذكر الدليل على أن النبی صلى الله عليه وسلم إنما - حديث: 327اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب وقت الظهر - حديث: 1978اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، مواقيت الصلوات' الإبراد بالظهر إذا اشتد الحر - حديث: 1470اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب الوقت الذی يستحب أن يصلى صلاة الظهر فيه' حديث: 678ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب تأخير الظهر فی شدة الحر' حديث: 1903ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' تعجيل الظهر - حديث: 670اخرجه احمد فی "مسنده"، ' مسند أبی هريرة رضی الله عنه - حديث: 7087مسند الشافعی - باب: ومن كتاب استقبال القبلة فی الصلاة' حديث: 98اخرجه الطيالسی فی "مسنده"، أحاديث النساء' ما أسند أبو هريرة - من رواية سعيد بن المسيب' حديث: 2409مسند الحميدی - أحاديث أبی هريرة رضی الله عنه' حديث: 915مسند ابن الجعد - حديث أيوب بن عتبة اليمامی' حديث: 2780اخرجه ابويعلى فی "مسنده"، مسند أبی هريرة' حديث: 5736المعجم الصغير للطبرانی - من اسمه الحسن' حديث: 385

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عمرو بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی روایت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام بزار نے اسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں ادا کیا کرتے تھے"۔ یعنی انہوں نے اسے حدیث فعلی کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: تم لوگ ایک ایسی سرزمین پر رہتے ہو جہاں شدید گرمی پائی جاتی ہے تو ٹھنڈا وقت ہو جانے دیا کرو۔

اس تمام تحقیق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈک میں ادا کرنا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قولی سے بھی ثابت ہے۔ حدیث فعلی کے ذریعے بھی اس کی تائید ہو جاتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی اس حوالے سے پائے جاتے ہیں۔ جبکہ نماز کے ابتدائی وقت میں ادا کرنے کے بارے میں اتنی زیادہ مستند روایات منقول نہیں ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يَنْسَى الصَّلٰوةَ اَوْ تَفُوْتُهُ وَقْتُهَا

باب 54: جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے' یا اسے اس کے وقت پر ادا نہ کر سکے

184- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَفَلَ مِنْ خَيْبَرَ اَسْرٰى حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِكْلَاْلَنَا الصُّبْحَ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ وَكَلَاَ بِلَالٌ مَاقُدِّرَلَهُ ثُمَّ اسْتَنَدَ اِلٰى رَاحِلَتِهِ وَهُوَ مُقَابِلُ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَّلَا اَحَدٌ مِّنَ الرَّكْبِ حَتّٰى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَابِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِيْ اَخَذَ بِنَفْسِكَ قَالَ اقْتَادُوْا فَبَعَثُوْا رَوَاحِلَهُمْ فَاقْتَادُوْهَا شَيْئًا ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ ثُمَّ قَالَ حِيْنَ قَضَى الصَّلٰوةَ مَنْ نَّسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِلَّا اَنْ يَّذْكُرَهَا فِي السَّاعَاتِ الَّتِيْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْهَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَتَبْيَضَّ وَنِصْفِ النَّهَارِ حَتّٰى تَزُوْلَ وَحِيْنَ تَحْمَرَّ الشَّمْسُ حَتّٰى تَغِيْبَ اِلَّا عَصْرَ يَوْمِهٖ فَاِنَّهُ يُصَلِّيْهَا وَاِنِ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

✦✦ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے' تو آپ رات میں سفر کر رہے تھے' جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ نے پڑاؤ کیا' آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: تم صبح صادق ہونے کا ہمارے لیے خیال رکھنا۔ پھر نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھی سو گئے' جبکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب تک ان کے نصیب میں تھا' جاگتے رہے' پھر انہوں نے اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگائی اور صبح صادق (یعنی مشرق) کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے' ان کی آنکھ لگ گئی۔ پھر نبی اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا کوئی بھی شخص بیدار نہیں ہوا' یہاں تک کہ دھوپ نے انہیں بیدار کیا' نبی اکرم ﷺ پریشان ہوئے' آپ نے فرمایا: اے بلال! (یہ کیا' کیا ہے؟) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے نفس کو بھی اسی ذات نے روک لیا تھا' جس نے آپ کو روکا تھا (یعنی میں بھی اسی طرح سو گیا تھا جس طرح آپ سو گئے تھے)۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ سوار ہو جاؤ! وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے' کچھ دیر چلنے کے بعد (یعنی کچھ آگے جا کر) نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' انہوں نے نماز کے لیے اقامت کہی' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں صبح کی نماز (قضاء کے طور پر) پڑھائی' جب آپ نے نماز مکمل کر لی' تو ارشاد فرمایا:

جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے' تو جب اسے یاد آ جائے' تو اس وقت ادا کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:
''میرے ذکر کے لیے نماز کو قائم کرو''۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' البتہ اگر اس شخص کو نماز ایسی گھڑی میں یاد آتی ہے' جس میں نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کرنے سے روکا ہے' یعنی جب سورج طلوع ہو رہا ہو' یا سورج بلند ہو جائے اور روشن ہو جائے' نصف النہار کے وقت' یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے اور شام کو اس وقت جب وہ سرخ ہو جاتا ہے' یہاں تک کہ غروب ہو جائے' البتہ اس دوران اس دن کی عصر کی نماز ادا کی جا سکتی ہے' اگرچہ سورج کے غروب ہونے سے پہلے سورج سرخ ہو چکا ہو (یعنی اس کی دھوپ ماند پڑ چکی ہو)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

185-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ ابْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَ عَنْ بُسْرِبْنِ سَعِيْدٍ وَ عَنِ الْاَعْرَجِ يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَهَا وَ مَنْ اَدْرَكَهَا مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَهَا ۔

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو شخص سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت کو پالیتا ہے' وہ اس نماز کو پالیتا ہے اور جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیتا ہے' وہ اس نماز کو پالیتا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس باب میں مذکور روایات کا مرکزی مضمون نماز کے قضاء ہو جانے کا حکم ہے' یعنی جو شخص نماز پڑھنا بھول جاتا ہے' یا کسی نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا نہیں کرتا تو وہ اس نماز کو قضاء کر لیتا ہے' فوت شدہ نمازوں کے احکام کی وضاحت کرتے

ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: جب کسی شخص کی کوئی نماز رہ جاتی ہے تو وہ یاد آنے پر اس کی قضاء کرے گا اور اس وقت کے فرض سے پہلے اسے ادا کرے گا' کیونکہ قانون یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اُس وقت کی نماز اور فوت ہونے والی نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے' کیونکہ ہر فرد اپنے وجود کے اعتبار سے اصل ہے' اس لیے ایک دوسرے کے لیے شرط نہیں ہو سکے گا' جبکہ ہماری (احناف کی) دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جو شخص نماز پڑھے بغیر سو جاتا ہے یا اُسے یاد نہیں رہتا اور پھر اُسے اُس وقت یاد آتا ہے' جب وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے' تو اُسے چاہیے کہ پہلے وہ نماز ادا کرے جو وہ ادا کر رہا ہے پھر اس کے بعد اس نماز کو ادا کرے جو اُسے یاد آئی ہے' پھر جو نماز اُس نے امام کے ساتھ ادا کی تھی اُسے دوبارہ پڑھ لے''۔

اگر آدمی کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس وقت کی نماز کا وقت نکل جائے گا' تو اس وقت کی نماز کو پہلے ادا کرے گا اور قضاء نماز بعد میں پڑھ لے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب کا حکم ساقط ہو جاتا ہے' اسی طرح بھول جانے کی وجہ سے یا فوت شدہ نمازوں کے بکثرت ہونے کی وجہ سے بھی ترتیب کا حکم ساقط ہو جاتا ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں اُس وقت کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے' لیکن اگر کوئی شخص وقت تنگ ہونے کے باوجود فوت شدہ نماز کو پہلے ادا کر لیتا ہے' تو ایسا کرنا جائز ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کو مقدم کرنے کی ممانعت ایسے حکم کی وجہ سے ہے' جو غیر کے حق میں ہے' اس کے برخلاف جب وقت میں گنجائش موجود ہو اور ایسا شخص وقت کی نماز کو پہلے ادا کرلے' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ اُس شخص نے نماز کو اُس وقت سے پہلے ادا کیا ہے' جو حدیث سے ثابت ہے۔

اگر کسی شخص کی کئی نمازیں قضاء ہو چکی ہوں' تو وہ قضاء میں اُسی ترتیب کا خیال رکھے گا' جس طرح اصل میں وہ نمازیں فرض ہوئی تھیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے موقع پر چار نمازیں نہیں ادا کر سکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب کے ساتھ اُن کی قضاء کی تھی' پھر آپ نے ارشاد فرمایا تھا:

''تم لوگ اُسی طرح نماز ادا کرو' جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو''۔

البتہ اگر فوت شدہ نمازیں چھ سے زیادہ ہوں' تو حکم مختلف ہوگا' کیونکہ اب فوت شدہ نمازوں کی تعداد بکثرت ہو گئی ہے' تو ایسی صورت میں فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

یہ بالکل اُسی طرح ہے' جس طرح فوت شدہ نماز اور وقتی نماز کے درمیان ترتیب کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

فوت شدہ نمازوں کے بکثرت ہونے کی حد یہ ہے کہ جب ان کی تعداد چھ یا اس سے زیادہ ہو جائے۔

(الجامع الصغیر میں) مذکور مسئلے سے مراد یہی ہے جہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ موجود ہیں:

''اگر اُس شخص کی ایک دن اور ایک رات سے زیادہ کی نمازیں قضاء ہو جاتی ہیں' تو اُس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس مرضی نماز کو پہلے ادا کرلے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک دن اور ایک رات سے زیادہ ہو جائے گا' تو وہ چھ نمازیں ہو جائیں گی''۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ اُنہوں نے چھٹی نماز کا وقت داخل ہو جانے کا اعتبار کیا ہے۔
تاہم پہلا قول زیادہ درست ہے' کیونکہ کثرت اُس وقت ہوتی ہے' جب وہ تکرار کی حد میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ اُسی وقت ہوسکتی ہے' جب پہلا قول مراد لیا جائے۔

اگر کسی شخص کی پرانی اور نئی فوت شدہ نمازیں اکٹھی ہوں' تو ایک قول کے مطابق نئی فوت شدہ نماز یاد ہونے کے باوجود اُس وقت کی نماز ادا کر لینا جائز ہے' کیونکہ اب فوت شدہ نمازیں بکثرت ہیں اور ایک قول کے مطابق ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا اور اُس شخص کی سستی کی وجہ سے اُسے سزا دیتے ہوئے یہ حکم دیا جائے گا: "ماضی گویا ہے ہی نہیں"۔

اب کسی شخص کی فوت شدہ نمازیں ادا ہو جاتی ہیں اور اُن کی تعداد چھ سے کم رہ جاتی ہے' تو بعض فقہاء کے نزدیک ترتیب کا حکم واپس آ جائے گا اور یہی بات ظاہر ہے' کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ جو شخص ایک دن اور رات کی نمازیں قضاء کر دیتا ہے اور پھر اگلے دن ہر نماز کے ساتھ فوت شدہ نماز ادا کر لیتا ہے' تو ایسا کرنا جائز ہے' کیونکہ فوت شدہ نماز کسی بھی وقت میں ادا کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لیتا ہے' تو اُس وقت کی نماز فاسد ہو جائے گی' کیونکہ وہ اب قلت کی مقدار میں داخل ہو گیا ہے۔

عشاء کی نماز کے علاوہ اگر وہ کسی اور نماز کو' جو اُس وقت کی نماز ہے' مؤخر کرتا ہے' تو وہ فاسد ہو جائے گی' کیونکہ ادائیگی کی حالت میں اُس کے گمان کے مطابق اب اُس پر کوئی فوت شدہ نماز لازم نہیں ہے۔ (حوالہ الہدایہ باب فوت شدہ نمازوں کی قضاء)

بَابُ الصَّلٰوۃُ فِی الَّیْلَۃِ الْمُمْطَرَۃِ وَفَضْلُ الْجَمَاعَۃِ

باب 55: بارش والی رات میں نماز ادا کرنا' نیز باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت

186-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ نَادٰی بِالصَّلٰوۃِ فِیْ سَفَرٍ فِیْ لَیْلَۃٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِیْحٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃٌ بَارِدَۃٌ ذَاتُ

حدیث 186: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب الصلاة' باب النداء فی السفر وعلی غير وضوء - حديث: 155 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الأذان' باب الأذان للمسافر - حديث: 614 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب الصلاة فی الرحال فی المطر - حديث: 1160 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' فصل فی فضل الجماعة - ذكر العذر الثامن : وهو وجود المطر المؤذی' حديث: 2103 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصلاة' تفريع أبواب الجمعة - باب التخلف عن الجماعة فی الليلة الباردة أو الليلة المطيرة' حديث: 910 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الأذان' الأذان فی التخلف عن شهود الجماعة فی الليلة المطيرة - حديث: 651 اخرجه النسائی فی "سننه الكبریٰ"، مواقيت الصلوات' الأذان فی التخلف عن شهود الجماعة فی الليلة المطيرة - حديث: 1599 ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب فضل الجماعة والعذر بتركها - باب ترك الجماعة بعذر المطر وفی الليل بعذر الريح أو البرد' حديث: 4664 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حديث: 5641 مسند الشافعی - ومن كتاب الإمامة' حديث: 207

مَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَهٰذَا حَسَنٌ وَهِيَ رُخْصَةٌ وَالصَّلٰوةُ فِي الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ شدید سرد یا آندھی والی رات میں سفر کے دوران رات کے وقت نماز کے لیے اذان دیا کرتے تھے پھر یہ الفاظ کہا کرتے تھے:

''خبردار! اپنی رہائش گاہوں میں ہی نماز ادا کرلو''۔

پھر انہوں نے یہ بات بتائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مؤذن کو یہی ہدایت کرتے تھے جب کوئی رات شدید سرد یا بارش والی ہوتی تھی تو وہ مؤذن کہتا تھا: ''خبردار! اپنی رہائش گاہ میں نماز ادا کرلو''۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اچھا ہے اور یہ رخصت ہے ویسے با جماعت نماز ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ امام اور مقتدی ایک ہی ربط کے ساتھ نماز ادا کرے جس میں مقتدی امام کی پیروی کرتے ہوئے نماز کے ارکان ادا کرے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کے دوران مسلمانوں میں اجتماعیت کے جذبے کو فروغ دیا جائے۔

نماز باجماعت کا حکم کتاب اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اجماع سے ثابت ہے کتاب اللہ میں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور جب تم اُن کے درمیان موجود ہو تو اُن کے لیے نماز قائم کرو''۔ (النساء: ۱۰۲)

یہاں اللہ تعالیٰ نے جہاد کے دوران خوف کی حالت میں باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے تو امن کی حالت میں بدرجہ اولیٰ ایسا کرنا ضروری ہوگا۔ نماز باجماعت ادا کرنا مطلوب نہ ہوتا تو خوف کی حالت میں اسے ترک کرنے کی رخصت دی جاتی۔

جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے''۔

(ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر کرتے ہیں:) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام مصنفین نے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جبکہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے''۔

اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو جماعت کی مشروعیت پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلیمان دارانی کا یہ قول نقل کیا ہے: جو شخص باجماعت نماز کو ترک کر دیتا ہے وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے' اسلاف کا یہ معمول تھا کہ اگر ان کی تکبیر تحریمہ (باجماعت نماز کے ساتھ) فوت ہو جاتی تو وہ تین دن تک افسوس کرتے رہتے' اگر کبھی جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ ہو پاتی تو وہ سات دن تک افسوس کا اظہار کرتے تھے۔

باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت دیگر کئی روایات سے ثابت ہے' جن کا تذکرہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت بہت مشہور ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے' گویا وہ نصف رات تک نوافل ادا کرتا رہتا ہے۔

اور جو شخص صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے' گویا وہ ساری رات نوافل ادا کرتا رہتا ہے۔

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر تمام مؤلفین نے نقل کیا ہے۔

باجماعت نماز کا حکم

باجماعت نماز ادا کرنے کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے یہ بات بیان کی ہے: احناف اور مالکیوں کے نزدیک جمعہ کے علاوہ دیگر تمام فرض نمازیں باجماعت ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے' اور یہ حکم ان مردوں کے لیے ہیں جو عاقل اور بالغ ہوں۔ اور کسی حرج کے بغیر باجماعت نماز ادا کرنے پر قادر ہوں' اس حکم کے تحت خواتین' بچوں' پاگل لوگوں' غلاموں' بیمار اور معذور افراد' انتہائی عمر رسیدہ افراد وغیرہ پر باجماعت نماز ادا کرنا واجب نہیں ہوگا۔

اس کو سنت اس لیے قرار دیا گیا ہے' کیونکہ جس حدیث میں باجماعت نماز ادا کرنے کی زیادہ فضیلت کا تذکرہ ہے' وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا مستحبات سے تعلق رکھتا ہے' اور اس کی مثال ایک ایسی خوبی کی ہے' جو اصل واجب نماز سے زائد یا اضافی خوبی کی حیثیت رکھتی ہے۔

شوافع اس بات کے قائل ہیں' کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ حکم آزاد اور مقیم مردوں کے لیے ہے' جو لوگ برہنہ ہیں' وہ اس حکم میں شامل نہیں ہوں گے اور یہ حکم فرض نماز ادا کرنے کے لیے ہے' ہر چھوٹے اور بڑے شہر میں اسے شعار کے طور پر اپنایا جائے گا' اگر کسی بستی کے لوگ اجتماعی طور پر باجماعت نماز ادا کرنے کو ترک کر دیتے ہیں' تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی' یعنی یہ جنگ حکومت کی طرف سے ہوگی۔

البتہ فقہاء حنابلہ کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے' اور یہ وجوبِ عین ہے' جماعت میں شریک نہ ہو سکنے کے عذر درج ذیل ہیں:

(i) بیماری یعنی ایسی بیماری جس کی موجودگی میں انسان جماعت میں شریک نہ ہو سکتا ہو' اس کی ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے لیے حرج مقرر نہیں کیا''۔ (الحج: ۷۸)

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف نہیں لے کر گئے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت کی تھی:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں''۔(صحیح بخاری)

اس اصول کے تحت بیمار شخص' مفلوج شخص' انتہائی عمر رسیدہ شخص پر باجماعت نماز ادا کرنا واجب نہیں ہوگا۔

احناف کے نزدیک نابینا شخص کے بارے میں بھی یہی حکم ہے' اگرچہ اسے اپنے ساتھ مسجد لے جانے والا شخص موجود بھی ہو تو بھی اُس کے لیے باجماعت نماز پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ معذور شمار ہوگا۔

(ii) آدمی کو اپنی جان' اپنے مال یا اپنی عزت کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہو۔

(iii) بارش' انتہائی شدید سردی' آندھی وغیرہ ہو' تاہم آندھی کا حکم رات کے بارے میں ہے' دن کے بارے میں نہیں ہے' یا تاریکی انتہائی شدید ہو' اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں:

''جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے ہوتے اور رات انتہائی تاریک ہوتی یا بارانی ہوتی تو ایک شخص یہ اعلان کر دیتا: خبردار! اپنی پڑاؤ کی جگہ ہی نماز ادا کرلو''۔

اولے اور برف باری کا حکم بھی بارش کی طرح ہے۔

(iv) چوتھا بنیادی عذر پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں نماز میں خشوع وخضوع میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(v) اسی طرح شدید بھوک یا شدید پیاس بھی اس میں شامل ہوں گی۔

(vi) قافلے سے بچھڑ جانا بھی اس میں شامل ہوگا۔

(vii) جب انتہائی زیادہ اونگھ آ رہی ہو' اس وقت جماعت کو ترک کرنے کی رخصت ہوگی۔

(viii) اگر کوئی شخص انتہائی زیادہ تھکاوٹ کا شکار ہو' تو وہ بھی جماعت کو ترک کرسکتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے نماز توڑ دی تھی' اور پھر اس نے تنہا نماز ادا کرلی تھی' کیونکہ وہ اس وقت انتہائی تھکاوٹ کا شکار تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اس کا انکار نہیں کیا تھا' تاہم اس طرح کی صورتِ حال میں تھکاوٹ ہونے کے باوجود یا انتہائی شدید اونگھ آنے کے باوجود' جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

(ix) اس کا ایک عذر یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کھالیتا ہے' جس سے بو آتی ہے اور جسے کھا کر مسجد میں آنا منع ہے' اور پھر اس کی بو کو زائل کرنے کے لیے کوئی صورت نہ ہو' تو ایسے شخص کو معذور سمجھا جائے گا۔

فقہاء نے اس کے علاوہ بعض دیگر جزئیات کی بھی وضاحت کی ہے' لیکن ہم یہاں اسی پر اکتفاء کریں گے۔

---

187 - اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِنَّ اَفْضَلَ صَلَاتِكُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ اِلَّا صَلَاةَ الْجَمَاعَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَكُلٌّ حَسَنٌ .

✧✧ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہاری سب سے زیادہ فضیلت والی نماز وہ ہے جو تم گھروں میں ادا کرتے ہو البتہ باجماعت نماز کا حکم مختلف ہے (یعنی فرض نماز کو جماعت کے ساتھ ہی ادا کیا جائے گا)۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں ان میں سے ہر ایک طریقہ ٹھیک ہے۔

188- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا آدمی کے تنہا نماز ادا کرنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

بَابُ قَصْرُ الصَّلٰوةِ فِي السَّفَرِ

باب 56: سفر کے دوران نماز قصر کرنا

189- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِيْ صَالِحُ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَزِيْدَ فِيْ صَلَاةِ الْحَضَرِ وَ اُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ ۔

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پہلے سفر اور حضر دونوں میں نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا اور سفر کی نماز اپنی حالت پر برقرار رہی۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مضمون سفر کے دوران قصر نماز ادا کرنا ہے۔ قصر نماز ادا کرنے کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم نماز کو قصر کر دیتے ہو جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تمہیں آزمائش میں مبتلا کر دیں گے"۔

سب سے پہلا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ قصر نماز کا حکم کیا ہے؟ اس بارے میں علماء کے چار اقوال ہیں۔

بعض فقہاء کے نزدیک مسافر شخص پر قصر نماز ادا کرنا فرض اور متعین ہے یعنی کوئی بھی مسافر شخص قصر نماز کو چھوڑ کر مکمل نماز ادا نہیں کرے گا' یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ آدمی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو قصر نماز ادا کر لے اگر وہ چاہے تو مکمل فرض نماز ادا کر لے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب اس بات کے قائل ہیں۔

فقہاء کا تیسرا گروہ قصر نماز ادا کرنے کو سنت قرار دیتا ہے اور مشہور روایت کے مطابق یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ قصر نماز ادا کرنا رخصت ہے اگر آدمی چاہے تو اسے ادا کر سکتا ہے تاہم مکمل نماز ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہی ہے اور شافعی فقہاء کے نزدیک راجح قول بھی یہی ہے۔

قصر نماز کے بارے میں دوسرا بنیادی اختلاف اس میں ہے کہ کتنی مسافت کے بعد آدمی مسافر شمار ہوتا ہے؟

اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' قصر نماز کی مسافت ''چار برید'' ہے' یعنی درمیانی رفتار کے ساتھ ایک دن کی مسافت کا سفر ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک قصر نماز کی مسافت تین دن کا سفر ہے۔

جبکہ اصحاب ظواہر کے نزدیک ہر سفر میں قصر کی اجازت ہوگی خواہ وہ قریبی علاقے کا سفر ہو یا دور کا سفر ہو' اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی اختلاف پایا جاتا ہے' ہر مسلک کے قائلین نے اپنے مؤقف کی تائید میں دلائل نقل کیے ہیں۔

اس حوالے سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسافر شخص کتنے عرصے تک قیام کی نیت کرلے تو وہ مقیم شمار ہوگا اور کتنے عرصے کے قیام کی نیت کے ساتھ وہ بدستور مسافر شمار ہوگا؟

اس بارے میں تین اقوال مشہور ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب مسافر شخص چار دن تک قیام کی نیت کرلے تو اب وہ مقیم شمار ہوگا' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک وہ پندرہ دن کے قیام کی نیت نہیں کرتا' اس وقت تک وہ مقیم شمار نہیں ہوگا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہے کہ جب مسافر چار دن سے زیادہ قیام کی نیت کرلے تو وہ مقیم شمار ہوگا۔

سفر کے احکام کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

''ایسا سفر جس کے نتیجے میں احکام تبدیل ہو جاتے ہیں' وہ سفر ہے کہ انسان تین دن اور تین رات تک اونٹ کے چلنے کی رفتار سے یا پیدل چلنے کی رفتار سے' طے ہو جانے والی مسافت طے کرنے کا ارادہ کرے۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''مقیم شخص پورے ایک دن اور ایک رات تک (موزوں پر) مسح کرے گا' مسافر شخص تین دن اور تین راتوں تک کرے گا''۔

یہ حکم اس رخصت کو عام ہے' جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ طے شدہ متعین مدت بھی عام ہونی چاہیے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مدت دو مکمل دن اور تیسرے دن کا اکثر حصہ قرار دی ہے۔

ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مدت ایک دن اور ایک رات ہے' لیکن ہماری ذکر کردہ حدیث دونوں کے خلاف دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

پیدل چلنے سے مراد درمیانی چال سے چلنا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مراحل'' کا اندازہ کیا ہے اور یہ بات پہلے مؤقف کے قریب ہے۔

پہاڑوں پر سفر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' صحیح قول کے مطابق یہی حکم ہے' اسی طرح پانی میں سفر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں سفر کرنے کی رفتار کا اندازہ خشکی میں سفر میں نہیں لگایا جائے گا' البتہ سمندری سفر کے دوران اس کا اعتبار کیا جائے گا' تو سمندری سفر کی حالت میں جو حکم مخصوص ہوگا' اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا' جیسا کہ پہاڑ کے بارے میں یہی حکم ہے۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: مسافر شخص پر یہ بات لازم ہے کہ وہ چار رکعت والی نماز کی دو رکعت ادا کرے' وہ ان سے

زیادہ ادا نہیں کرے گا۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس پر چار رکعات ادا کرنا فرض ہے البتہ قصر نماز ادا کرنے کی اُسے رخصت ہے انہوں نے اسے روزے پر قیاس کیا ہے۔

جبکہ ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ آخری دو رکعات کی قضاء نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اس کو ترک کرنے کی وجہ سے آدمی گنہگار ہوگا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دو رکعات نفل ہیں اس کے برخلاف روزے کی قضاء کی جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص سفر کے دوران چار رکعات ادا کر لیتا ہے اور دو دو رکعات پڑھنے کے بعد تشہد کی مقدار قعدہ کر لیتا ہے تو اب اس کی پہلی دو رکعات فرض کے لیے کافی ہوں گی آخری دو رکعات اس کے حق میں نفل شمار ہوں گی۔ فجر پر اس کا قیاس کیا جائے گا تاہم سلام پھیرنے میں تاخیر کرنے کے حوالے سے ایسا شخص گنہگار شمار ہوگا۔

لیکن اگر وہ شخص دو رکعات پڑھنے کے بعد قعدہ نہیں کرتا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی چونکہ فرض نماز کے ارکان پورے ہونے سے پہلے ہی نفل نماز اس میں گھل مل گئی ہے۔

مسافر شخص جیسے ہی اپنے شہر کی آبادی سے جدا ہوگا تو وہ دو رکعات پڑھنی شروع کر دے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اقامت کا حکم شہر میں داخل ہونے سے ہے تو سفر کا تعلق شہر سے باہر نکلنے سے ہوگا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے وہ فرماتے ہیں: اگر ہم ان جھونپڑیوں (یعنی نواحی آبادی) سے باہر نکل آئے تو ہم قصر پڑھیں گے۔

آدمی مسلسل سفر کے حکم میں رہے گا جب تک وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن تک قیام کرنے کی نیت نہیں کرتا یا اس سے زیادہ کی نیت نہیں کرتا۔ اگر وہ اس سے کم عرصہ قیام کرنے کی نیت کرتا ہے تو وہ قصر نماز ادا کرے گا کیونکہ اس میں مدت کا اعتبار کرنا ضروری ہے کیونکہ ہر سفر کے دوران آدمی کو کہیں نہ کہیں تو ٹھہرنا پڑتا ہے تو ہم سفر کی مدت کے حساب سے اس کا تعین کریں گے کیونکہ یہ دونوں قسم کی مدتیں احکام کو لازم کر دیتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی یہی روایات منقول ہیں اور اس طرح کی صورت حال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول روایات حدیث کی مانند ہوتی ہیں یہاں پر متن میں شہر یا بستی کی قید لگائی ہے اس کے ذریعے انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جنگل میں اقامت کی نیت کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا اور ظاہر قول یہی ہے۔ (الہدایہ سفر کی نماز کے متعلق باب)



190- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى خَيْبَرَ قَصَرَ الصَّلٰوةَ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب خیبر سے تشریف لے جاتے تو قصر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

191- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اِذَا خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا قَصَرَ الصَّلٰوةَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج اور عمرے کے لیے روانہ ہوتے تھے تو ذوالحلیفہ سے قصر نماز پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔

192- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ خَرَجَ اِلٰى رِيْمٍ فَقَصَرَ الصَّلٰوةَ فِيْ مَسِيْرِهٖ ذٰلِكَ .

✦✦ سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما "ریم" تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنے اس سفر کے دوران قصر نماز ادا کی۔

193- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّهٗ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ الْبَرِيْدَ فَلَا يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا خَرَجَ الْمُسَافِرُ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ اِلَّا اَنْ يُّرِيْدَ مَسِيْرَةَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ كَوَامِلَ بِسَيْرِ الْاِبِلِ وَمَشْيِ الْاَقْدَامِ فَاِذَا اَرَادَ ذٰلِكَ قَصَرَ الصَّلٰوةَ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مِصْرِهٖ وَيَجْعَلُ الْبُيُوْتَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ "البرید" گئے تو انہوں نے قصر نماز نہیں پڑھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی مسافر شخص (اپنے شہر سے) نکلے گا تو وہ مکمل نماز ادا کرتا رہے گا البتہ اگر اس کا ارادہ اتنا زیادہ سفر کرنے کا ہو جو تین مکمل دنوں میں طے ہوتا ہو جو اونٹوں کے چلنے کے اعتبار سے یا پیدل چلنے کے اعتبار سے (اتنے عرصے میں طے ہوتا ہو) تو جب وہ اتنے زیادہ سفر کا ارادہ کرے گا تو وہ اس وقت سے نماز قصر کرے گا جب وہ اپنے شہر سے نکل جائے گا اور اس کے شہر کی آبادی اس کی پشت کے پیچھے ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمُسَافِرُ يَدْخُلُ الْمِصْرَ اَوْ غَيْرَهٗ مَتٰى يُتِمُّ الصَّلٰوةَ

باب 57: جب مسافر کسی شہر وغیرہ میں داخل ہو تو وہ کب تک قصر نماز پڑھے گا؟

194- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ اُصَلِّيْ صَلَاةَ الْمُسَافِرِ مَا لَمْ اُجْمِعْ مُكْثًا فَاِنْ حَبَسَنِيْ ذٰلِكَ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ لَيْلَةً .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اس وقت تک مسافر کی طرح نماز ادا کرتا رہوں گا جب تک میں مقیم ہونے کا ارادہ نہ کرلوں اگرچہ میں بارہ دن تک ٹھہرا رہوں۔

195- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ صَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا اَهْلَ مَكَّةَ اَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ .

سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لاتے تو آپ ان لوگوں کو دو دو رکعات پڑھایا کرتے اور یہ فرماتے: اے اہلِ مکہ! تم لوگ اپنی نماز مکمل کر لو! ہم تو مسافر لوگ ہیں۔

196-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُقِيْمُ بِمَكَّةَ عَشْرًا فَيَقْصُرُ الصَّلٰوةَ اِلَّا اَنْ يَّشْهَدَ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِمْ ۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ وہ مکہ میں دس دن قیام کرتے تھے تو قصر نماز ادا کیا کرتے تھے البتہ جب وہ لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے تھے تو ان کی نماز کے مطابق (چار رکعات) ادا کیا کرتے تھے۔

197-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ اَنَّهٗ سَاَلَ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمُسَافِرِ اِذَا كَانَ لَا يَدْرِيْ مَتٰى يَخْرُجُ يَقُوْلُ اَخْرُجُ الْيَوْمَ بَلْ اَخْرُجُ غَدًا بَلِ السَّاعَةَ فَكَانَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَاْتِيَ عَلَيْهِ لَيَالٍ كَثِيْرَةٌ اَيَقْصُرُ اَمْ مَّا يَصْنَعُ قَالَ يَقْصُرُ وَ اِنْ تَمَادٰى بِهٖ ذٰلِكَ شَهْرًا ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ نَرٰى قَصْرَ الصَّلٰوةِ اِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مِصْرًا مِّنَ الْاَمْصَارِ وَاِنْ عَزَمَ عَلَى الْمَقَامِ اِلَّا اَنْ يَّعْزِمَ عَلَى الْمَقَامِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَصَاعِدًا فَاِذَا عَزَمَ عَلٰى ذٰلِكَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ ۔

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے سالم بن عبداللہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جسے یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کب وہاں سے نکلے گا' وہ یہ کہتا ہے کہ میں آج نکل جاؤں گا' بلکہ کل وہاں سے نکلوں گا' بلکہ اسی گھڑی میں نکل جاؤں گا' تو اسی طرح کی صورتِ حال رہتی ہے' یہاں تک کہ کئی دن گزر جاتے ہیں' تو کیا ایسا شخص قصر نماز ادا کرے گا؟ یا پھر وہ کیا کرے گا؟ تو سالم نے جواب دیا: وہ شخص قصر نماز ادا کرے گا' اگرچہ وہ ایک مہینے تک اسی طرح ٹھہرا رہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس بات کے قائل ہیں' کہ جب کوئی شخص جو مسافر ہو وہ کسی شہر میں داخل ہو جائے' تو وہ قصر نماز ادا کرتا رہے گا' اگرچہ اس نے وہاں قیام کرنے کا ارادہ کیا ہو' البتہ اگر اس نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کیا ہو' تو جب وہ یہ ارادہ کرے گا' تو مکمل نماز ادا کرے گا۔

198-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَطَاءُ الْخُرَاسَانِيُّ قَالَ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مَنْ اَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ فَلْيُتِمَّ الصَّلٰوةَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا يَقْصُرُ الْمُسَافِرُ حَتّٰى يَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ وَ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ وَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں: جو شخص چودہ دن قیام کا ارادہ کرے تو وہ مکمل نماز ادا کرے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے' مسافر شخص اس وقت تک قصر نماز ادا کرتا رہے گا' جب تک وہ پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر' سعید بن جبیر اور سعید بن میسب رضی اللہ عنہم اسی بات کے قائل ہیں۔

199- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ مَعَ الْاِمَامِ بِمِنٰى يُصَلِّيْ اَرْبَعًا وَّاِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا كَانَ الْاِمَامُ مُقِيْمًا وَّ الرَّجُلُ مُسَافِرًا وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ امام کی اقتداء میں چار رکعات ادا کیا کرتے تھے لیکن جب تنہا ادا کرتے تھے' تو دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب امام مقیم ہو اور آدمی (یعنی مقتدی) مسافر ہو (تو امام کی اقتداء میں چار رکعات ادا کرے گا)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِى الصَّلٰوةِ فِى السَّفَرِ

باب 58: سفر کے دوران نماز میں قرأت کرنا

200- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْرَاُ فِى السَّفَرِ فِى الصُّبْحِ بِالْعَشْرِ السُّوَرِ مِنْ اَوَّلِ الْمُفَصَّلِ يُرَدِّدُهُنَّ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ سُوْرَةً۔

قَالَ مُحَمَّدٌ يَقْرَاُ فِى الْفَجْرِ فِى السَّفَرِ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَنَحْوِهِمَا۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر کے دوران صبح کی نماز میں ابتدائی مفصل سے تعلق رکھنے والی سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے' وہ ہر رکعت میں انہیں بار بار پڑھا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی سفر کے دوران فجر کی نماز میں سورۃ البروج' سورۃ الطارق اور ان جیسی سورتوں کی تلاوت کرے گا۔

...-----...-----...

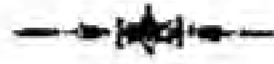
شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الفاظ کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول روایت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضر کی طرح سفر میں طوال مفصل کی تلاوت کرنا سنت ہے' تاہم ایسا نہیں ہے' کیونکہ جب سفر کی وجہ سے نماز کی رکعات میں تخفیف ہو جاتی ہے' تو قرأت میں طوال مفصل کی بجائے درمیانے درجے کی صورتوں کی تلاوت کی طرف حکم منتقل ہوگا۔

ویسے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ صہیب نامی راوی کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے' انہوں نے فجر کی نماز میں ہمیں سورۃ الفیل اور سورۃ القریش پڑھائی۔ اسی طرح ابن میمون بیان کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سفر کے دوران ہمیں فجر کی نماز پڑھائی' تو انہوں نے سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کی۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سفر کے دوران چھوٹی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ "ان کی مانند" کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اس سے بھی چھوٹی سورت پڑھ لیتا ہے' تو ایسا کرنا بھی جائز ہوگا۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں معوذتین کی تلاوت کی تھی' اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ' امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ' امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔



بَابُ اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ وَالْمَطَرِ .

باب 59: سفر کے دوران یا بارش کے دوران دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا

201-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تیزی سے سفر کرنا ہوتا تھا تو آپ مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔



شرح: اس باب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے بارے میں مختلف روایات نقل کی ہیں۔

دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان تین مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ آیا دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا جائز بھی ہے یا نہیں ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا جائز ہے' اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ کن صورتوں میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں۔

مشہور مالکی فقیہہ علامہ ابن رشد نے اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے' جسے ہم آسان زبان میں اپنے لفظوں میں یہاں بیان کریں گے۔

علماء کا اس بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کی نماز کو ظہر کے وقت میں ایک ساتھ ادا کرنا سنت ہے اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو عشاء کے وقت میں ایک ساتھ ادا کرنا سنت ہے۔

ان دو مقامات کے علاوہ کسی اور موقع پر یا کسی اور جگہ دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے جائز ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے' تاہم جواز کے مقامات کے بارے میں ان فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اصحاب کے نزدیک ایسا کرنا' مطلق طور پر منع ہے' یعنی مذکورہ بالا دو مقامات کے علاوہ اور کسی بھی صورت میں دو نمازیں ایک ساتھ ایک ہی نماز کے وقت میں ادا کرنا' مطلق طور پر منع ہے۔

جمہور نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت نقل کی ہے' جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کو عصر کی نماز تک مؤخر کر دیتے اور پھر راستے میں پڑاؤ کر کے دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتے' اگر آپ کے سفر پر نکلنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہوتا تو آپ ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہوتے تھے''۔

اسی طرح اس بارے میں دوسری حدیث منقول ہے' جس کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے' اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیزی سے سفر کرنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے اور مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کیا کرتے تھے' اس روایت کو بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

اس حوالے سے تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' یہ دونوں حضرات بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خوف کے بغیر اور سفر کے علاوہ ظہر اور عصر کی نمازیں بھی ایک ساتھ ادا کی ہیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی ایک ساتھ ادا کی ہیں۔

جن حضرات نے دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے ان روایات کی تاویل یہ کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کو عصر کی نماز کے مخصوص وقت تک مؤخر کر دیا اور پھر دونوں کو ایک ساتھ ادا کر لیا' لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مؤقف کے قائلین کے نزدیک ان روایات کی تاویل یہ ہوگی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا کیا تھا اور عصر کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کیا تھا۔

انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول روایت کی بھی یہی تاویل کی ہے' کیونکہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ حضر میں کسی عذر کے بغیر دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

فقہائے احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول اس روایت کو بھی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' وہ فرماتے ہیں:

''اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہر نماز کو اس کے مخصوص وقت پر ادا کیا ہے' سوائے دو مواقع کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں ظہر اور عصر کی نماز کو ایک ساتھ ادا کیا تھا اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو ایک ساتھ ادا کیا تھا''۔

فقہائے احناف کا یہ کہنا ہے کہ مذکورہ بالا احادیث جنہیں جمہور نے اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ان میں یہ احتمال

پایا جاتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور جو تاویل آپ لوگ پیش کر رہے ہیں اس کی گنجائش بھی موجود ہے۔ تو نماز کے وقت کا متعین ہونا اور نماز کے مخصوص اوقات میں نماز کی ادائیگی کا لازم ہونا مستند احادیث سے ثابت ہے تو کسی احتمال والی روایت کی بنیاد پر کسی ثابت شدہ چیز کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

جن فقہاء کے نزدیک دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا جائز ہے ان کے نزدیک دوسرا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ جمع کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ انسان پہلی نماز کو تاخیر سے ادا کرے گا اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھ لے گا البتہ اگر کوئی شخص پہلی نماز کے وقت میں دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتا ہے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں بعض فقہاء نے دونوں صورتوں کو یکساں قرار دیا ہے یعنی آدمی کو اس بات کا اختیار ہے اگر وہ چاہے تو پہلی نماز کو مؤخر کر کے ادا کرے یا دوسری نماز کو پہلی نماز کے وقت میں ایک ساتھ ادا کرے ان دونوں کا حکم ایک جیسا ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہے جبکہ اہلِ مدینہ نے امام مالک کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کا یہ طریقہ اس لیے درست ہے کیونکہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول حدیث سے ثابت ہے۔

فقہاء کے درمیان تیسرا بڑا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کن صورتوں میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا جائز ہو جاتا ہے؟

جن فقہاء نے دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کو جائز قرار دیا ہے ان کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ اس کا ایک بنیادی سبب سفر ہے۔

البتہ سفر کی شرائط کے حوالے سے اور حضر میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے حوالے سے علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک صرف سفر کرنا ہی جمع کے جواز کا باعث ہوگا خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا سفر ہو۔

جبکہ بعض دیگر فقہاء نے سفر کی قسم اور اس کی نوعیت کا اعتبار کیا ہے۔

جن فقہاء نے سفر کی قسم کا اعتبار کیا ہے ان میں سے ایک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کے بارے میں ابن قاسم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: مسافر شخص دو نمازیں ایک ساتھ اس وقت ادا کرے گا جب وہ ہر نماز کے لیے الگ سے پڑاؤ نہ کر سکتا ہو۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک یہ بات شرط نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

سفر کی نوعیت کے حوالے سے علماء کے درمیان یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا اس سفر میں جائز ہوگا جو نیک یا دینی کام کے لیے ہو جیسے حج یا جہاد وغیرہ۔ ابن قاسم کی روایت سے تو یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔

جبکہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ سفر معصیت کا نہیں ہونا چاہیے' بلکہ مباح سفر ہو' تو بھی دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا جائز ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں اور اہلِ مدینہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہی روایت نقل کی ہے۔

کسی عذر کے بغیر حضر میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء جائز قرار نہیں دیتے ہیں' تاہم اس بارے میں بعض جزئیات میں بعض فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

202- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حِيْنَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ سَارَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مغرب' عشاء کی نماز قصر کے دوران ایک ساتھ ادا کرتے تھے' تو وہ اس وقت تک چلتے رہتے تھے جب شفق غروب ہو جاتی تھی (یعنی وہ اس کے بعد دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے تھے)۔

203- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ ابْنُ الْحُصَيْنِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ اَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْعَصْرِ وَالظُّهْرِ فِيْ سَفَرِهٖ اِلٰى تَبُوْكَ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَالْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ اَنْ تُؤَخَّرَ الْاُوْلٰى مِنْهُمَا فَتُصَلّٰى فِيْ اٰخِرِ وَقْتِهَا وَتُعَجَّلَ الثَّانِيَةُ فَتُصَلّٰى فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا وَقَدْ بَلَغَنَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ خِلَافَ مَارَوٰى مَالِكٌ .وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

✧✧ عبدالرحمٰن بن ہرمز بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی طرف سفر کرتے ہوئے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی تھی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' نمازوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان میں پہلی نماز کو مؤخر کر کے اس کے آخری وقت میں ادا کیا جائے اور دوسری نماز کو جلدی ادا کرتے ہوئے اس کے ابتدائی وقت میں ادا کر لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت ہم تک پہنچی ہے' انہوں نے مغرب کی نماز کو شفق غروب ہونے سے (کچھ پہلے) تک مؤخر کر کے ادا کیا تھا۔ یہ اس روایت کے خلاف ہے جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

204- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا جَمَعَ الْاُمَرَاءُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ جَمَعَ مَعَهُمْ فِي الْمَطَرِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا لَا نَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ اِلَّا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بِعَرَفَةَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِمُزْدَلِفَةَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رحمۃ اللہ علیہ

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ كَتَبَ فِي الْاٰفَاقِ يَنْهَاهُمْ اَنْ يَّجْمَعُوْا بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ وَيُخْبِرُهُمْ اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ كَبِيْرَةٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ الثِّقَاتُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَّكْحُوْلٍ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب امراء بارش کے موسم میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ ہی ان دو نمازوں کو ایک ساتھ ادا کر لیتے تھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے ہیں، ہمارے نزدیک ایک ہی وقت میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا نہیں کی جاسکتیں، صرف عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی جائیں گی اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی جائیں گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے اپنے تمام اہلکاروں کو یہ خط لکھا تھا، جس میں انہیں اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ دو نمازیں ایک ساتھ ادا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا کہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

یہ روایت ثقہ راویوں نے علاء بن حارث کے حوالے سے مکحول سے نقل کی ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الدَّآبَّةِ فِي السَّفَرِ

باب 60: سفر کے دوران سواری پر نماز ادا کرنا

205- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فِي السَّفَرِ حَيْثُ مَاتَوَجَّهَتْ بِهٖ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران اپنی سواری پر ہی نماز ادا کرلیا کرتے تھے خواہ اس سواری کا رخ کسی بھی سمت میں ہو۔

حدیث 205: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰی بن يحيٰی المصمودی - كتاب قصر الصلاة فی السفر' باب صلاة النافلة فی السفر - حديث: 357 فی السفر حيثما توجهت بهاخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الصلاة' باب الحال التی يجوز فيها استقبال غير القبلة - حديث: 491السنن المأثورة للشافعی - باب ما جاء فی الصلاة علی الراحلة' حديث: 176اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب صلاة التطوع والإمامة وأبواب متفرقة' من كان يصلی علی راحلته حيثما توجهت به - حديث: 8377اخرجه احمد فی "مسنده"، ' مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حديث: 5178مسند الشافعی - باب : ومن كتاب استقبال القبلة فی الصلاة' حديث: 80ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب استقبال القبلة - باب الرخصة فی ترك استقبالها فی السفر إذا "تطوع راكبا' حديث: 2039

راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرلیا کرتے تھے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ کئی فقہاء نے اس نوعیت کی روایات کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوثور رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ آدمی تکبیر تحریمہ کہتے وقت پہلے قبلہ کی طرف منہ کرلے (بعد میں سواری کا رُخ جس سمت میں بھی ہو اُس طرف منہ کر کے نماز ادا کرے)۔

فقہائے شوافع نے اس کو اُس وقت واجب قرار دیا ہے' جب ایسا کرنا آسانی سے ممکن ہو' اُنہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر کے دوران نفل نماز ادا کرنا ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کا رُخ قبلہ کی طرف کرتے تھے پھر اُس کے بعد سواری کا رُخ جس سمت میں بھی ہوتا' اُدھر منہ کر کے نماز ادا کر لیتے تھے۔

اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

فاضل لکھنوی بیان کرتے ہیں: علامہ ابن بطال نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ سواری پر فرض نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے' البتہ (جنگ کے دوران) خوف کے عالم میں ایسا کیا جاسکتا ہے۔

آپ یہ بات جان لیں! جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ سواری پر نفل ادا کرنا جائز ہے' خواہ سفر لمبا ہو یا چھوٹا ہو' جمہور نے اس حوالے سے منقول روایات کے مطلق حکم کو دلیل کے طور پر نقل کیا ہے' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے طویل سفر کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔

طبری کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق اس حوالے سے کسی نے بھی اُن کی موافقت نہیں کی۔

206- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِي اَبُوْبَكْرِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ اَسِيْرُ مَعَهُ وَاَتَحَدَّثُ مَعَهُ حَتّٰى اِذَا خَشِيْتُ اَنْ يَّطْلَعَ الْفَجْرُ تَخَلَّفْتُ فَنَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ ثُمَّ رَكِبْتُ فَلَحِقْتُهُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ نَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ وَ خَشِيْتُ اَنْ اُصْبِحَ فَقَالَ اَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ ۔

✧✧ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کر رہے تھے' میں ان کے ساتھ چل رہا تھا' میں ان کے ساتھ بات چیت بھی کر رہا تھا' یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ ابھی صبح صادق ہو جائے گی' تو میں ان سے کچھ پیچھے رہ گیا' میں سواری سے اترا اور میں نے وتر کی نماز ادا کرلی' پھر میں سواری پر سوار ہوا اور ان کے ساتھ آ کر ملا' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے جواب دیا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں سواری سے اتر کر وتر ادا کرنے

لگ گیا' کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ صبح صادق ہونے والی ہے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تمہارے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل میں بہترین نمونہ نہیں ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! جی ہاں! ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر ہی (وتر کی) نماز ادا کر لیتے تھے۔

•••——•••——•••

شرح: روایت کے یہ الفاظ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر ادا کرلیا کرتے تھے'' کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء نے اس روایت کے ذریعے یہ استدلال کیا ہے کہ وتر کی نماز ادا کرنا سنت ہے۔ یہ واجب نہیں ہے ورنہ کسی عذر کے بغیر سواری پر یہ نماز ادا کرنا جائز نہ ہوتا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وتر کی نماز کو واجب قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں مختلف روایات دلیل کے طور پر پیش کی ہیں' جن میں سے بعض ایک کا تذکرہ ہم وتر سے متعلق باب میں کر چکے ہیں۔

207- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى حِمَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلٰى خَيْبَرَ ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گدھے پر بیٹھ کر (سفر کرتے کے دوران) نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ کا رُخ اُس وقت خیبر کی طرف تھا۔

208- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِيْ سَفَرٍ يُصَلِّيْ عَلٰى حِمَارِهٖ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ اِيْمَاءً بِرَاْسِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ تَضَعَ وَجْهَهٗ عَلٰى شَيْءٍ ۔

✧✧ یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سفر کے دوران اپنے گدھے پر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے' اس وقت ان کا رخ قبلہ کی طرف نہیں تھا' وہ سر کے اشارے کے ذریعے رکوع اور سجدہ کر رہے تھے' انہوں نے اپنی پیشانی کسی چیز پر نہیں رکھی تھی۔

209- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ لَمْ يَصَلِّ مَعَ صَلَاةِ الْفَرِيْضَةِ فِي السَّفَرِ التَّطَوُّعَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا اِلَّا مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ نَازِلًا عَلَى الْاَرْضِ وَعَلٰى بَعِيْرِهٖ اَيْنَمَا تَوَجَّهَ بِهٖ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِاَنْ يُصَلِّيَ الْمُسَافِرُ عَلٰى دَآبَّتِهٖ تَطَوُّعًا اِيْمَاءً حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ يَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَاَمَّا الْوِتْرُ وَالْمَكْتُوْبَةُ فَاِنَّهُمَا تُصَلَّيَانِ عَلَى الْاَرْضِ وَبِذٰلِكَ جَآءَتِ الْاٰثَارُ ۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر کے دوران فرض نماز کے ساتھ کوئی نفل نماز ادا نہیں کرتے تھے' نہ فرائض سے پہلے نہ فرائض کے بعد' البتہ رات کے وقت کی صورت مختلف تھی کیونکہ رات کے وقت وہ زمین پر پڑاؤ کر کے یا اونٹ پر بیٹھے ہوئے ہی نوافل ادا کرلیا کرتے تھے' خواہ سواری کا رخ کسی بھی سمت میں ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مسافر شخص اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے نفل نماز اشارے کے ساتھ ادا کرے خواہ اس کا رخ کسی بھی سمت میں ہو البتہ وہ سجدے میں رکوع کے مقابلے میں زیادہ سر کو جھکائے گا۔ جہاں تک وتر کی نماز کا تعلق ہے اور فرض نماز کا تعلق ہے تو ان دونوں کو زمین پر ادا کیا جائے گا اور اس بارے میں روایات منقول ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس بارے میں علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ سفر کے دوران مطلق نوافل ادا کرنا جائز ہے البتہ سفر کے دوران سنتیں ادا کرنے کے مستحب ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر حضرات نے انہیں ترک کر دیا تھا جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب اور جمہور نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس حوالے سے منقول روایات عام اور مطلق ہیں۔ ان میں سنتوں کے ادا کرنے کے مستحب ہونے کا تذکرہ ہے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاشت کی نماز ادا کرنے کا ذکر ہے اسی طرح جب لوگ سورج نکلنے تک سوئے رہے تھے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کی دو سنتیں بھی ادا کی تھیں اسی طرح بعض دیگر مستند روایات بھی منقول ہیں جنہیں سنن کے مؤلفین نے ذکر کیا ہے اسی طرح ان کو مطلق نوافل پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے تاہم اس بات کا احتمال موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رہائش کی جگہ پر ان سنتوں کو ادا کیا ہو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ بات نہ دیکھ سکے ہوں کیونکہ نفل نماز اپنے گھر میں ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سنتوں کو ترک کر دیا ہو تا کہ اس بات کی وضاحت ہو سکے کہ ان کو ترک کرنا جائز ہے۔

اس موقف کے قائلین جو یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر سفر کے دوران سنتیں ادا کرنا مشروع ہوتا تو فرض کو ہی پورا ادا کر لیا جاتا اس کا جواب یہ ہے کہ فرض نماز حتمی ہوتی ہے اسے ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے لیکن نفل نماز کے بارے میں مکلف شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو ادا کر کے ثواب حاصل کر لے اگر چاہے تو اسے ترک کر دے اس کو کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

——

210- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيفَةَ عَنْ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ فَاِذَا كَانَتِ الْفَرِيْضَةُ اَوِ الْوِتْرُ نَزَلَ فَصَلّٰى .

حصین بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نفل نماز ادا کر لیا کرتے تھے خواہ اس سواری کا رخ کسی بھی سمت میں ہو لیکن جب فرض نماز یا وتر ادا کرنے ہوتے تھے تو سواری سے اتر کر انہیں ادا کرتے تھے۔

211- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرِّ نِالْهَمْدَانِيُّ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَزِيْدُ عَلَى الْمَكْتُوْبَةِ فِي السَّفَرِ عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ لَا يُصَلِّيْ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَ يُحْيِي اللَّيْلَ عَلٰى ظَهْرِ الْبَعِيْرِ اَيْنَمَا كَانَ وَجْهُهٗ وَ يَنْزِلُ قُبَيْلَ الْفَجْرِ فَيُوْتِرُ بِالْاَرْضِ فَاِذَا اَقَامَ لَيْلَةً فِيْ مَنْزِلٍ اَحْيَى اللَّيْلَ .

✧✧ مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر کے دوران فرض نماز کی دو رکعات کے علاوہ اور کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے نہ وہ اس سے پہلے کوئی نماز ادا کرتے تھے نہ اس کے بعد کوئی نماز ادا کرتے تھے لیکن وہ رات کے وقت نوافل ادا کیا کرتے تھے تو اونٹ کی پشت پر ادا کرتے تھے خواہ اس کا رخ کسی بھی سمت میں ہو صبح صادق ہونے سے تھوڑی دیر پہلے وہ اونٹ سے نیچے اتر کے زمین پر وتر کی نماز ادا کرتے تھے لیکن اگر وہ کسی جگہ پر رات کے وقت پڑاؤ کر لیتے تھے تو رات بھر نوافل ادا کرتے رہتے تھے۔

212-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ مِنْ مَکَّةَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَکَانَ یُصَلِّی الصَّلٰوةَ کُلَّهَا عَلٰی بَعِیْرِهٖ نَحْوَ الْمَدِیْنَةِ وَیُوْمِیْ بِرَاْسِهٖ اِیْمَآءً وَّیَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّکُوْعِ اِلَّا الْمَکْتُوْبَةَ وَالْوِتْرَ فَاِنَّهٗ کَانَ یَنْزِلُ لَهُمَا فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُهٗ حَیْثُ کَانَ وَجْهُهٗ یُوْمِیْ بِرَاْسِهٖ وَیَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّکُوْعِ.

✧✧ مجاہد بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آیا تو وہ تمام نمازیں اونٹ پر ہی ادا کرتے رہے حالانکہ ان کا رخ مدینہ منورہ کی طرف تھا وہ اپنے سر کے اشارے کے ذریعے نماز ادا کر رہے تھے اور وہ سجدے میں رکوع کے مقابلے میں سر کو زیادہ جھکا دیا کرتے تھے البتہ فرض نماز اور وتر کی نماز کے لیے وہ (سواری سے) نیچے اتر جایا کرتے تھے۔

میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے خواہ آپ کا رخ کسی بھی سمت میں ہو آپ اپنے سر کے ذریعے اشارہ کیا کرتے تھے اور رکوع کے مقابلے میں سجدے میں سر کو زیادہ جھکا لیتے تھے۔

213-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَیَّاشٍ حَدَّثَنِیْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ کَانَ یُصَلِّیْ عَلٰی ظَهْرِ رَاحِلَتِهٖ حَیْثُ تَوَجَّهَتْ وَلَا یَضَعُ جَبْهَتَهٗ وَلٰکِنْ یُّشِیْرُ لِلرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ بِرَاْسِهٖ فَاِذَا نَزَلَ اَوْتَرَ.

✧✧ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ وہ اپنی سواری کی پشت پر بیٹھے ہوئے ہی نماز ادا کر لیتے تھے خواہ اس سواری کا رخ کسی بھی سمت میں ہو وہ اپنی پیشانی کسی چیز پر رکھتے نہیں تھے بلکہ اشارے کے ذریعے رکوع اور سجدہ کیا کرتے تھے پھر وہ سواری سے نیچے اتر کر وتر کی نماز ادا کرتے تھے۔

214-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمُغِیْرَةِ الضَّبِّیِّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ حَیْثُ کَانَ وَجْهُهٗ تَطَوُّعًا یُّوْمِیْ اِیْمَآءً وَّیَقْرَاُ السَّجْدَةَ فَیُوْمِیْ وَیَنْزِلُ لِلْمَکْتُوْبَةِ وَالْوِتْرِ.

✧✧ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر ہی نماز ادا کر لیا کرتے تھا خواہ اس کا رخ کسی بھی سمت میں ہو جس وقت وہ نفل نماز ہوتی تھی وہ اشارے کے ذریعے نماز ادا کرتے تھے اور اشارے کے ذریعے ہی سجدہ کر لیا کرتے تھے البتہ وہ فرض نماز اور وتر کی نماز کے لیے (سواری سے) نیچے اتر جاتے تھے۔

215-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ صَلَّى التَّطَوُّعَ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ نَزَلَ فَاَوْتَرَ ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان کی سواری کا رخ کسی بھی سمت میں ہو وہ نوافل ادا کرلیا کرتے تھے لیکن جب انہیں وتر ادا کرنے ہوتے تھے تو نیچے اتر کر وتر ادا کرتے تھے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّيْ فَيَذْكُرُ اَنَّ عَلَيْهِ صَلَاةً فَائِتَةً

باب 61: جب کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو اور اس دوران اسے یاد آجائے اس کے ذمہ ایک قضاء نماز بھی لازم ہے

216-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً مِنْ صَلَاتِهٖ فَلَمْ يَذْكُرْهَا اِلَّا وَهُوَ مَعَ الْاِمَامِ فَاِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ فَلْيُصَلِّ صَلَاتَهُ الَّتِيْ نَسِيَ ثُمَّ لْيُصَلِّ بَعْدَهَا الصَّلٰوةَ الْاُخْرٰى

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ اِلَّا فِيْ خَصْلَةٍ وَّاحِدَةٍ اِذَا ذَكَرَهَا وَهُوَ فِيْ صَلَاةٍ فِيْ اٰخِرِ وَقْتِهَا يَخَافُ اِنْ بَدَاَ بِالْاُوْلٰى اَنْ يَّخْرُجَ وَقْتُ هٰذِهِ الثَّانِيَةِ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَهَا فَلْيَبْدَاْ بِهٰذِهِ الثَّانِيَةِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يُصَلِّي الْاُوْلٰى بَعْدَ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے: جو شخص کوئی نماز ادا کرنی بھول چکا ہو اور وہ اسے یاد نہ آئے یہاں تک کہ اس وقت یاد آئے جب وہ کسی امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہو تو جب امام سلام پھیر دے تو وہ شخص اپنی اس نماز کو ادا کرے جسے وہ بھول گیا تھا' پھر اس کے بعد کوئی دوسری نماز ادا کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' البتہ ایک صورت میں حکم مختلف ہے' وہ یہ کہ جب آدمی کو نماز اس وقت یاد آتی ہے' جب وہ اس وقت کی نماز کو آخری وقت میں ادا کر رہا ہو اور اسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے قضاء والی نماز پڑھنا شروع کر دی' تو موجودہ نماز کا وقت رخصت ہو جائے گا' تو آدمی کو چاہیے کہ وہ دوسری نماز (یعنی اس وقت کی نماز) کو ادا کرے جب اس سے فارغ ہو جائے' تو اس کے بعد پہلے والی کو ادا کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: ائمہ ثلاثہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ وہ شخص امام کے ساتھ اپنی اُس نماز کو ادا کرلے گا اور جو نماز اُسے یاد آئی تھی' اُسے بعد میں قضاء کرلے گا (یعنی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ شخص پہلے بھولی ہوئی نماز پڑھے گا اور اُس کے بعد وہ والی نماز دوبارہ ادا کرے گا' جو اُس نے امام کے ساتھ ادا کی تھی)۔

فاضل لکھنوی کے حاشیے پر مزید حاشیہ تحریر کرتے ہوئے محقق نے یہ بات تحریر کی ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ نمازوں میں ترتیب ادا کرنا' اُس وقت واجب ہے' جب آدمی کو یاد ہو' لیکن اگر وہ بھول چکا ہو' تو یہ حکم ساقط ہو جاتا ہے' جب کہ بار بار ہو کر بکثرت نہ ہو۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہہ ابوثور رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: ان میں ترتیب نہیں پائی جاتی ہے۔

اگر آدمی کو فوت شدہ نماز اُس وقت یاد آتی ہے' جب وہ اُس وقت کی نماز ادا کر رہا تھا' تو اب وہ اکیلا نماز ادا کر رہا ہوگا یا امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہوگا' اگر وہ اکیلا نماز ادا کر رہا ہوگا' تو اُس کی وہ نماز باطل ہو جائے گی جو وہ اُس وقت کی ادا کر رہا تھا اور پھر وہ فوت شدہ نماز پہلے ادا کر لے گا اور جو نماز اُس وقت کی تھی اُسے دوبارہ پڑھے گا' اگر وہ امام کے پیچھے ہوگا' تو وہ اپنی نماز کو مکمل کرنے کے بعد پہلے اُس نماز کو ادا کرے گا' جو وہ بھول گیا تھا اور پھر اُس نماز کا اعادہ کرے گا' جو اُس نے امام کے ساتھ ادا کی' یہ ہمارا (یعنی مالکیوں کا) مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ شخص وہی نماز ادا کرے گا' جو اُسے بھول گئی تھی (یعنی قضاء نماز ادا کرے گا)۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: ''ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: ابراہیم نخعی' ابن شہاب زہری' ربیع' یحییٰ انصاری' لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مؤقف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مؤقف ہے۔

طاؤس کہتے ہیں: ترتیب واجب نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' ابوثور رحمۃ اللہ علیہ' ابن قاسم رضی اللہ عنہ اور سحنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اہل ظاہر کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ترتیب واجب ہے اور بھولنے کی وجہ سے' وقت کی تنگی کی وجہ سے' فوت شدہ نمازیں زیادہ ہونے کی وجہ سے' ترتیب کا حکم ساقط نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آگے چل کر فاضل لکھنوی نے وضاحت کی ہے' صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے مؤقف کی تائید میں اُس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جسے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''سنن'' میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی ''سنن'' میں نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جو شخص کسی نماز کو بھول جائے (یعنی قضاء کر دے) اور پھر اُسے وہ نماز اُس وقت یاد آئے' جب وہ امام کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا' تو وہ امام کے ساتھ والی نماز کو مکمل کر لے' جب اُس سے فارغ ہو جائے' تو بھولی ہوئی نماز کو پڑھے اور پھر اُس کے بعد اُس نماز کو دوبارہ پڑھے' جو اُس نے امام کے ساتھ ادا کی تھی''۔

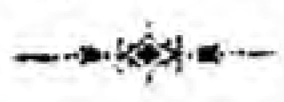
ان حضرات کے نزدیک ترتیب کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے' انہوں نے اپنے مؤقف کی دلیل کے طور پر نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو پیش کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس پر پہلے سے کوئی نماز لازم ہو''۔

لیکن شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ روایت غلط ہے۔

بعض فقہاء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کے ذمے کوئی فرض لازم ہو' اس کی نفل نماز درست نہیں ہوتی۔

ابن جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ ہم نے لوگوں کی زبانی یہ روایت سن رکھی ہے' لیکن ہمیں اس کی کسی اصل کا پتہ نہیں ہے۔



بَابُ الرَّجُلُ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ فِي بَيْتِهٖ ثُمَّ يُدْرِكُ الصَّلٰوةَ

باب 62: جب کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز ادا کرے

پھر اس کے بعد وہ اس نماز کو (باجماعت حالت میں) پائے

217-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ رَّجُلٍ مِنْ بَنِى الدِّيْلِ يُقَالُ لَهٗ بُسْرُ بْنُ مِحْجَنٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَالرَّجُلُ فِيْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتَ رَجُلًا مُسْلِمًا قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّيْ قَدْ كُنْتُ صَلَّيْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ .

✦✦ بسر بن محجن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے نماز کے لیے اذان دی

حديث 217: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيى المصمودى - كتاب صلاة الجماعة' باب إعادة الصلاة مع الإمام - حديث: 299اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث فى الصلاة - ذكر الأمر لمن صلى فى بيته أو رحله' حديث: 2436اخرجه الحاكم فى "المستدرك"، ومن كتاب الإمامة' أما حديث عبد الرحمن بن مهدى - حديث: 838اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب الإمامة' إعادة الصلاة مع الجماعة بعد صلاة الرجل لنفسه - حديث: 852اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، كتاب الصلاة' باب الرجل يصلي فى بيته ثم يدرك الجماعة - حديث: 3800اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ"، ذكر الإمامة' إعادة الصلاة مع الجماعة بعد صلاة الرجل لنفسه - حديث: 914اخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار"، باب الرجل يصلى فى رحله ثم يأتى المسجد والناس يصلون' حديث: 1370اخرجه الدارقطنى فى "سننه"، كتاب الصلاة' باب تكرار الصلاة - حديث: 1338اخرجه احمد فى "مسنده"، مسند المدنيين' حديث محجن الديلى عن النبى صلى الله عليه وسلم - حديث: 16099مسند الشافعى - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعى رضى الله عنهما' حديث: 965المعجم الكبير للطبرانى - بقية الميم' من اسمه محجن - محجن أبو بسر الديلى' حديث: 17487ذكره البيهقى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب ما يجوز من العمل فى الصلاة - باب الرجل يصلى وحده ثم يدركها مع الإمام' حديث: 3391ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلاة' الرجل يصلى فى بيته - حديث: 1140 -

گئی' نبی اکرم ﷺ اُٹھ کر نماز ادا کرنے لگے' ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا رہا (اس نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی' نماز کے بعد) نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں ادا نہیں کی' کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ اس نے عرض کی: ہوں' لیکن میں اپنے گھر میں نماز ادا کر چکا تھا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم آؤ' تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز ادا کر لیا کرو! اگر چہ تم پہلے نماز ادا کر چکے ہو۔

•••—•••—•••

شرح: جب کوئی شخص نماز اپنے گھر میں ادا کر لیتا ہے اور پھر جب وہ مسجد میں آتا ہے اور جہاں با جماعت نماز ادا کی جا رہی ہوتی ہے' تو اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ با جماعت نماز ادا کرے۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فقہائے احناف نے یہ بات بیان کی ہے کہ فرض نماز کو ایک ہی وقت میں دو بار ادا نہیں کیا جا سکتا اور جب آدمی امام کے ساتھ اسی نماز کو دوبارہ ادا کرے گا' تو وہ نفل نماز ہوگی' اس لیے امام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے اس چیز کا خیال رکھا جائے گا کہ وہ کوئی ایسا وقت نہ ہو' جس میں نوافل ادا کرنا مکروہ ہوتا ہے' یا امام کے ساتھ نماز ادا کرنے کی کوئی ایسی صورت نہ ہو' جو درست نہیں ہوتی۔ وقت کے مکروہ ہونے کے حوالے سے فجر اور عصر کی نماز کا وقت شامل ہوگا' کیونکہ فجر اور عصر کے فرائض ادا کرنے کے بعد سورج طلوع ہونے یا غروب ہونے سے پہلے کوئی نفل نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے' اس لیے حدیث کا یہ حکم فجر اور عصر کی نماز کے ساتھ معلق نہیں ہوگا۔

اسی طرح مغرب کی نماز کی تین رکعات ہوتی ہیں اور تین رکعت نفل ادا نہیں کیے جا سکتے' اس لیے مغرب کی نماز بھی اس حکم میں شامل نہیں ہوگی' لہٰذا یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نماز کے لیے ہوگا۔

218-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الْمَغْرِبِ اَوِ الصُّبْحِ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا فَلَا يُعِدْ هُمَا غَيْرَ مَا قَدْ صَلَّاهُمَا .

✧✧ نافع ﷫ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ فرماتے ہیں: جو شخص مغرب یا صبح کی نماز ادا کرے اور پھر ان دونوں نمازوں کو (با جماعت حالت میں) پائے' تو وہ ان دونوں نمازوں کو دوبارہ ادا نہیں کرے گا' جو وہ پہلے ادا کر چکا ہے (وہی کافی ہوں گی)۔

219-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَفِيْفُ ابْنُ عَمْرٍو السَّهْمِيُّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ فَقَالَ اِنِّيْ اُصَلِّيْ ثُمَّ اٰتِي الْمَسْجِدَ فَاَجِدُ الْاِمَامَ يُصَلِّيْ اَفَاُصَلِّيْ مَعَهٗ قَالَ نَعَمْ صَلِّ مَعَهٗ وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَلَهٗ مِثْلُ سَهْمِ جَمْعٍ اَوْسَهْمُ جَمْعٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَ نَاْخُذُ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ اَيْضًا اَنْ لَّا نُعِيْدَ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ لِاَنَّ الْمَغْرِبَ وِتْرٌ فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّصَلِّيَ التَّطَوُّعَ وِتْرًا وَّلَا صَلَاةَ تَطَوُّعٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَكَذٰلِكَ الْعَصْرُ عِنْدَنَا وَهِيَ

بِمَنْزِلَةِ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

✧✧ عفیف بن عمرو سہمی' بنو اسد سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اس نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور بولے: میں نماز ادا کر لیتا ہوں' پھر میں مسجد میں آتا ہوں' تو امام کو نماز پڑھتے ہوئے پاتا ہوں' تو کیا میں اس کے ساتھ بھی نماز ادا کر لوں؟ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! تم اس کے ساتھ بھی نماز ادا کر لو' جو شخص ایسا کرے گا' اسے باجماعت نماز ادا کرنے کا بھی ثواب ملے گا۔

یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق بھی فتویٰ دیتے ہیں' یعنی ہم مغرب یا صبح کی نماز دوبارہ ادا نہیں کریں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں طاق تعداد میں رکعات ہوتی ہیں' جبکہ نفل نماز کو طاق تعداد میں ادا نہیں کیا جا سکتا' اسی طرح صبح کی نماز کے بعد کوئی نفل نماز ادا نہیں کی جا سکتی۔

ہمارے نزدیک عصر کی نماز بھی مغرب اور صبح کی نماز کی مانند ہے (یعنی اس کے بعد بھی اس نماز کو دوبارہ نہیں پڑھا جائے گا)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ تَحْضُرُهُ الصَّلٰوةُ وَالطَّعَامُ بِاَيِّهِمَا يَبْدَأُ

باب 63: جب کسی شخص کی نماز اور کھانے دونوں کا وقت ہو جائے' تو وہ پہلے کیا کرے؟

220- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يُقَرَّبُ اِلَيْهِ الطَّعَامُ فَيَسْمَعُ قِرَآءَةَ الْاِمَامِ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ فَلَا يُعَجِّلُ وَلَا يَعْدِلُ عَنْ طَعَامِهٖ حَتّٰى يَقْضِيَ مِنْهُ حَاجَتَهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا نَرٰى بِهٰذَا بَاْسًا وَ نُحِبُّ اَنْ لَّا نَتَوَخّٰى تِلْكَ السَّاعَةَ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب ان کے سامنے کھانا رکھا جاتا تھا' تو اس دوران وہ امام کی قرأت سن رہے ہوتے تھے اور اپنے گھر میں موجود ہوتے تھے' وہ تیزی سے کھانا نہیں کھاتے تھے' بلکہ تسلی سے کھاتے تھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' تاہم اس بات کو پسند کرتے ہیں' کہ ایسے وقت میں کھانا پیش نہ کیا جائے۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت کا بنیادی حکم یہ ہے کہ ایسا کرنا اس وقت درست نہیں ہے جب انسان کو کھانے کی شدید طلب ہو۔ ہمارے زمانے میں کیونکہ ایسی صورت حال بہت نادر پیش آتی ہے' کیونکہ مساجد میں نمازوں کے اوقات متعین ہوتے ہیں اور انسان آسانی کے ساتھ اپنے کھانے پینے کے اوقات کو اس طرح سے ترتیب دے سکتا ہے کہ نماز باجماعت میں خلل نہ آئے۔

بَابُ فَضْلُ الْعَصْرِ وَالصَّلٰوۃُ بَعْدَ الْعَصْرِ

باب 64: عصر کی نماز کی فضیلت' عصر کی نماز کے بعد (نوافل ادا کرنا)

221- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِیُّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ رَاٰی عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَضْرِبُ الْمُنْكَدِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فِی الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا صَلٰوةَ تَطَوُّعٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے عصر کے بعد دو رکعات ادا کرنے پر منکدر بن عبداللہ کی پٹائی کی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل نماز ادا نہیں کی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب وہی ہے' جو اس روایت سے ثابت ہے' جو اس روایت سے ثابت ہے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی بھی نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے' اس کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے پر دُرے کے ساتھ اس شخص کی پٹائی کی تھی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے ظاہر اور عموم کے مطابق فتویٰ دیا ہے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد ممانعت کا تعلق نفل نماز کے ساتھ ہے' البتہ کوئی دوسری فرض یا سنت نماز ان اوقات میں ادا کی جاسکتی ہے۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ عصر کی نماز کے بعد نوافل ادا کرنا جائز ہے' اس کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی بعد والی دو رکعات کبھی ترک نہیں کی ہیں۔ البتہ ان فقہاء کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز ادا نہیں کی جاسکتی' یہ قول داؤد بن علی کا ہے۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ عصر اور صبح کی نماز کے بعد کوئی بھی نماز ادا نہیں کی جاسکتی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اسی بات کے قائل ہیں۔

222- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ الَّذِیْ يَفُوْتُهُ الْعَصْرُ كَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے' گویا کہ اس کے اہل خانہ اور اس کا مال سب کچھ برباد ہو گیا۔

بَابُ وَقْتُ الْجُمُعَةِ وَمَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الطِّيبِ وَالدِّهَانِ

باب 65: جمعہ کی نماز کا وقت اور اس دن خوشبو اور تیل لگانے کا مستحب ہونا

223-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ عَمِّىْ اَبُوْسُهَيْلِ ابْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰى طِنْفِسَةً لِعَقِيْلِ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تُطْرَحُ اِلٰى جِدَارِ الْمَسْجِدِ الْغَرْبِىِّ فَاِذَا غَشِىَ الطِّنْفِسَةَ كُلَّهَا ظِلُّ الْجِدَارِ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلَى الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَقِيْلُ قَائِلَةَ الضُّحَاءِ

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرے چچا ابوسہیل بن مالک نے اپنے والد کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں دیکھا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے ایک بوریا بچھایا جاتا تھا' جو مسجد کی مغربی دیوار کے پاس رکھا جاتا تھا' جب دیوار کا سایہ مکمل طور پر اس بوریے پر آ جاتا تھا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے' پھر جب ہم واپس جاتے تھے' تو اس وقت دوپہر کا قیلولہ کیا کرتے تھے۔

•••———•••———•••

شرح: نمازِ جمعہ ادا کرنا واجب ہے۔

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنا واجب ہے (یعنی فرض ہے) کیونکہ یہ ایک فرض نماز یعنی ظہر کی نماز کا بدل ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے' تو تیزی سے اللہ کے ذکر (یعنی نماز جمعہ) کی طرف جاؤ اور خرید وفروخت ترک کر دو''۔ (الجمعہ:۹)

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لوگوں کی جمعہ کی نماز چھوڑنے سے ضرور باز رہنا چاہیے' ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا''۔

بعض فقہاء نے جمعہ کی نماز کو فرضِ کفایہ قرار دیا ہے اور ایک شاذ قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز سنت ہے (لیکن یہ قول درست نہیں ہے)۔

یہاں اگلا حکم یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنا کس شخص پر واجب ہے؟

جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے' جس پر ظہر کی نماز پڑھنا واجب (یعنی فرض) ہے' فرض نماز واجب ہونے کے علاوہ چار مزید شرائط جمعہ میں پائی جاتی ہیں' جن میں سے دو کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے اور دو کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

جن دو شرائط کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے' ان میں سے ایک شرط مرد ہونا ہے' یعنی کسی بھی خاتون پر جمعہ کی نماز ادا کرنا فرض نہیں ہے اور دوسری شرط تندرست ہونا ہے' یعنی بیمار شخص پر جمعہ کی نماز ادا کرنا فرض نہیں ہے' اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے تاہم اگر یہ لوگ مسجد میں پہنچ جاتے ہیں' تو یہ لوگ باقی مسلمانوں کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کر لیں گے۔

جن دو شرطوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' ان میں سے ایک مسافر ہونا اور دوسرا غلام ہونا ہے۔ جمہور کے نزدیک ان

دونوں پر جمعہ کی ادائیگی لازم نہیں ہے' جبکہ داؤد ظاہری اوران کے اصحاب نے ان دونوں پر جمعہ کی ادائیگی کو لازم قرار دیا ہے۔

جمعہ کا وقت

جمعہ کے وقت کے بارے میں جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے' جوظہر کی نماز کا وقت ہے' یعنی یہ زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے' زوال سے پہلے جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ زوال سے پہلے بھی جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

اس بارے میں تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ جمعہ کی نماز درست ہونے کے لیے جماعت شرط ہے' لیکن اس میں تعداد کتنی ہوگی؟ اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر امام کے علاوہ ایک بھی شخص ہو' تو وہ دونوں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں' جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک امام کے علاوہ دو آدمی ہونا ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ امام کے علاوہ تین آدمیوں کی موجودگی جمعہ کی نماز کے لیے شرط ہے۔

ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: جمعہ کی نماز میں کم از کم چالیس افراد کا موجود ہونا ضروری ہے۔

ایک روایت کے مطابق امام مالک اس بات کے قائل ہیں' کہ جمعہ کی نماز میں کم از کم اتنے لوگ موجود ہونے چاہئیں کہ جن کے ساتھ کسی چھوٹے سے گاؤں کو آباد کیا جاسکے۔

جمعہ کے لیے یہ دوسری بنیادی شرط مقیم ہونا ہے' اس بات پر تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ مسافر شخص پر جمعہ کی نماز ادا کرنا واجب نہیں ہے' جبکہ اہلِ ظاہر کی رائے اس بارے میں مختلف ہے' ان کے نزدیک مسافر شخص پر بھی جمعہ پڑھنا واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقیم ہونے کے ساتھ شہر کا بڑا ہونا اور وہاں حکمران یا کسی سرکاری اہلکار کا متعین ہونا بھی شرط ہے' جس کی بعض جزئیات کی وضاحت صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

جمعہ کے حوالے سے ایک اہم اختلاف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آیا ایک ہی شہر میں دو جگہ جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں کی جا سکتی؟ لیکن اس مسئلے کے بارے میں سابقہ زمانے کے فقہاء میں اختلاف پایا جاتا تھا' ہمارے زمانے میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہوگئے ہیں' کہ ایک ہی شہر میں ایک سے زیادہ مقامات پر جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں: جمعہ کی نماز میں دو ارکان ہیں' پہلا رکن خطبہ ہے اور دوسرا رکن دو رکعات فرض نماز ہے۔



224-**اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَرُوْحُ اِلَى الْجُمُعَةِ اِلَّا وَهُوَ مُدَّهِنٌ مُتَطَيِّبٌ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ مُحْرِمًا .**

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب جمعہ کی نماز کے لیے جایا کرتے تھے' تو انہوں نے تیل

بھی لگایا ہوتا تھا' خوشبو بھی لگائی ہوتی تھی' لیکن اگر وہ حالت احرام میں ہوتے (تو پھر ایسا نہیں کرتے تھے)۔

•••———•••———•••

شرح: جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے' جبکہ اہل ظاہر نے اسے فرض قرار دیا ہے' تاہم اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ نماز کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے۔

جمعہ کے دن کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ انسان جمعہ کی نماز پڑھنے جانے سے پہلے غسل کرنے کے بعد اپنے جسم پر اچھا لباس پہنے اور اس پر خوشبو لگائے' اپنے بالوں میں تیل لگائے' مسواک کرے (یعنی اچھی طرح سے پاک وصاف ہو کر جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جائے)۔

225-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ زَادَ النِّدَآءَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَالنِّدَآءُ الثَّالِثُ الَّذِيْ زِيْدَ هُوَ النِّدَآءُ الْاَوَّلُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

✧✧ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا تھا۔

✽✽ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور جس تیسری اذان کا اضافہ کیا گیا وہ پہلی اذان ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَمَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الصَّمْتِ

باب 66: جمعہ کی نماز میں قرأت کرنا اور اس دوران خاموشی اختیار کرنا مستحب ہے

226-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ ابْنُ سَعِيْدِ الْمَازِنِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ سَاَلَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ مَاذَا كَانَ يَقْرَاُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِثْرِ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ يَوْمَ

حدیث 226: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الجمعة' باب القراءة في صلاة الجمعة - حديث: 246 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' تفريع أبواب الجمعة - باب ما يقرأ به في الجمعة' حديث: 1961 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب صلاة الجمعة - ذكر الإباحة للمرء أن يقرأ في الركعة الثانية من صلاة الجمعة' حديث: 2854 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، باب التوقيت في القراءة في الصلاة' حديث: 1534 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الجمعة' جماع أبواب الغسل للجمعة والخطبة وما يجب في صلاة الجمعة - باب القراءة في صلاة الجمعة' حديث: 5339

اَلْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ .

✧✧ عبیداللہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ضحاک بن قیس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورۂ جمعہ کے بعد کون سی سورت تلاوت کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھا کرتے تھے۔

•••——•••——•••

شرح: جمعہ کے دن خاموشی کے ساتھ خطبہ سننے کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

''جمعہ کے دن جب امام آ جائے' تو لوگ (سنت) نماز اور کلام وغیرہ ترک کر دیں گے' اس وقت تک جب تک امام خطبہ سے فارغ نہ ہو جائے''۔

مصنف فرماتے ہیں: یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے' جبکہ صاحبین اس بات کے قائل ہیں' کہ امام کے آ جانے کے بعد اور خطبہ دینے سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح امام کے منبر سے اُتر جانے کے بعد اور تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے (کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ کراہت کا حکم اس لیے ہے' تاکہ انسان یکسو ہو کر خطبہ سن سکے' جسے سننا فرض ہے اور یہاں خطبہ سننے کی کوئی صورت نہیں ہے' جبکہ نماز کا حکم اس کے برخلاف ہوتا ہے' چونکہ وہ بعض اوقات طویل بھی ہو جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو پیش کیا ہے:

''جب امام آ جائے' تو کوئی نماز اور کوئی کلام نہیں ہوگا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کوئی فصل نہیں کی ہے اور ویسے بھی فطری طور پر بعض اوقات کلام طویل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کا حکم بھی نماز کے مشابہ ہوگا۔

اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ تلاوت کرنا سنت ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ اس پر عمل کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ کی تلاوت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون کی تلاوت کرتے تھے''۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ضحاک بن قیس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جمعہ کی نماز میں (پہلی رکعت میں تو) سورۂ جمعہ پڑھتے تھے' اس کے بعد (دوسری رکعت میں) کیا پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: سورۃ الغاشیہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مطابق دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

227-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِیْ مَالِكٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا زَمَانَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يُصَلُّوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَخْرُجَ عُمَرُ فَاِذَا خَرَجَ وَجَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ ثَعْلَبَةُ جَلَسْنَا نَتَحَدَّثُ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ وَقَامَ عُمَرُ سَكَتْنَا فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ مِّنَّا .

✧✧ ثعلبہ بن ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تھے جب وہ تشریف لے آتے اور منبر پر بیٹھ جاتے تو موذن اذان دیدیتا۔ حضرت ثعلبہ کہتے ہیں: اس سے پہلے ہم بیٹھ کر بات چیت کیا کرتے تھے لیکن جب موذن خاموش ہوجاتا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوجاتے پھر ہم خاموش ہوجاتے' پھر ہم میں سے کوئی بھی شخص کوئی بات نہیں کرتا تھا۔

228-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ خُرُوْجُهُ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَكَلَامُهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ .

✧✧ زہری فرماتے ہیں: جب امام نکل آئے گا' تو اس وقت نماز ادا نہیں کی جائے گی اور جب وہ خطبہ دینا شروع کردے گا' اس وقت کوئی کلام نہیں کیا جائے گا۔

229-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو النَّضْرِ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَبِیْ عَامِرٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهٖ قَلَّ مَا يَدَعُ ذٰلِكَ اِذَا خَطَبَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فَاسْتَمِعُوْا وَاَنْصِتُوْا فَاِنَّ لِلْمُنْصِتِ الَّذِیْ لَا يَسْمَعُ مِنَ الْحَظِّ مِثْلَ مَا لِلسَّامِعِ الْمُنْصِتِ .

✧✧ مالک بن ابو عامر بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں یہ فرمایا کرتے تھے' بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ انہوں نے خطبے کے دوران اس بات کو ترک کیا ہو (وہ بات یہ ہے:)

''جب امام کھڑا ہوجائے' تو اس کا خطبہ غور سے سنو اور خاموش رہو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص خاموش رہتا ہے اور اس کو خطبے کی آواز نہیں آرہی ہوتی' اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا خاموش رہ کر خطبہ سننے والے کو ملتا ہے''۔

230-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب تم اپنے ساتھی سے یہ کہو ''تم خاموش رہو'' تو تم نے لغو حرکت کا ارتکاب کیا' (یعنی) اس وقت جب امام خطبہ دے رہا ہو۔

231-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ اَنَّ اَبَاهُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ رَاٰى فِیْ قَمِيْصِهٖ دَمًا وَالْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَنَزَعَ قَمِيْصَهٗ فَوَضَعَهٗ .

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنی قمیص پر خون لگا ہوا دیکھا' یہ جمعہ کے دن کی بات ہے' امام اس وقت منبر پر موجود تھا' تو انہوں نے اپنی قمیص اتار کر ایک طرف رکھ دی۔

بَابُ صَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ وَ اَمْرُ الْخُطْبَةِ

باب 67: عیدین کی نماز اور خطبہ دینے کا حکم

232-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ شَهِدْتُّ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْاٰخَرُ يَوْمٌ تَاْكُلُوْنَ مِنْ لُحُوْمِ نُسُكِكُمْ قَالَ ثُمَّ شَهِدْتُّ الْعِيْدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّهُ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيْ يَوْمِكُمْ هٰذَا عِيْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ الْعَالِيَةِ اَنْ يَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا وَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّرْجِعَ فَلْيَرْجِعْ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ ثُمَّ شَهِدْتُّ مَعَ عَلِيٍّ وَّ عُثْمَانَ مَحْصُوْرٌ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ .

✧✧ ابوعبید' جو عبدالرحمٰن کے غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں عید کی نماز میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شریک ہوا' انہوں نے نماز ادا کی' جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو انہوں نے خطبہ دیا اور بولے: یہ دو دن وہ ہیں' جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے' ایک وہ دن ہے' جب تم لوگ عیدالفطر کرتے ہو اور دوسرا وہ دن ہے' جب تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

راوی کہتے ہیں: پھر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بھی نمازِ عید میں شریک ہوا' انہوں نے نماز ادا کی' نماز ادا کرنے کے بعد خطبہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا: آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہوگئی ہیں (یعنی آج جمعہ کا دن بھی ہے) تو آس پاس کے نواحی علاقوں میں رہنے والا جو شخص پسند کرے وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو شخص واپس جانا چاہے' تو وہ واپس چلا جائے' میں اسے اجازت دیتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بھی نمازِ عید ادا کی ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس وقت محصور کیا جا چکا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے نماز ادا کی' نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے خطبہ دیا۔

•••——•••——•••

شرح: قرآن مجید میں سورۃ الکوثر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''تم اپنے پروردگار کے لیے نماز ادا کرو اور قربانی کرو''۔ (الکوثر:۲)

مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں نماز پڑھنے سے مراد عید کی نماز ہے' اگر اس تفسیر کو درست تسلیم کرلیا جائے' تو اس آیت کے ذریعے عید کی نماز کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔

جہاں تک سنت سے عید کی نماز کے ثبوت کا تعلق ہے' تو یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے پہلی مرتبہ عید کی نماز' عید الفطر کے موقع پر ادا کی تھی اور یہ ہجرت کے دوسرے سال کی بات ہے۔

عید کی نماز ادا کرنے کا شرعی حکم کیا ہے' اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہائے حنابلہ اس بات کے قائل ہیں' کہ عید کی نماز فرضِ کفایہ ہے' اگر کچھ لوگ عید کی نماز ادا کر لیتے ہیں' تو باقی کے ذمے سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے' جس طرح نمازِ جنازہ کا حکم ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے بعد کے خلفاء نے کیونکہ اسے باقاعدگی کے ساتھ ادا کیا ہے' اس لیے یہ مسلمانوں کا اور اسلام کا علامتی شعار ہے۔ اس لیے جہاد کی طرح یہ بھی واجب ہوگا' تاہم یہ متعین طور پر ہر مسلمان کے لیے واجب نہیں ہے۔

فقہائے مالکیہ اور شوافع کے نزدیک عید کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے' تاکید کے حوالے سے اس کا حکم وتر کی مانند ہے اور یہ اس شخص پر لازم ہوگی' جس پر جمعہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے' یعنی یہ اس مرد پر لازم ہوگی جو بالغ' آزاد اور مقیم ہو' یعنی ایسے شہر میں مقیم ہو جہاں جمعہ قائم ہوتا ہو۔

صحیح قول کے مطابق احناف کے نزدیک عید کی نماز ادا کرنا ہر ایسے شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز ادا کرنا واجب ہے۔ اس کی شرائط پہلے گزر چکی ہیں' البتہ صرف خطبہ کی شرط مختلف ہوگی' کیونکہ عید کی نماز میں' نماز کے بعد خطبہ دینا سنت ہے۔

عید کی نماز کا وقت

تمام فقہاء کا اس بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ عید کی نماز کا وقت' سورج طلوع ہو جانے کے کچھ دیر بعد شروع ہوتا ہے اور زوال سے تھوڑی دیر پہلے تک باقی رہتا ہے' چاشت کی نماز کا بھی یہی وقت ہے۔

فقہائے احناف اور مالکی فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ جو شخص امام کی اقتداء میں عید کی نماز ادا نہ کر سکا ہو' وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا' کیونکہ اس کا وقت فوت ہوگیا ہے اور نوافل کی قضاء نہیں کی جاتی ہے' البتہ اگر وہ شخص کسی دوسرے امام کی اقتداء میں عید کی نماز میں شامل ہو سکتا ہو' تو وہ ایسا کرے گا' کیونکہ اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ عید کی نماز مختلف مقامات پر قائم کی جاسکتی ہے' البتہ کوئی شخص تنہا عید کی نماز ادا نہیں کر سکتا' کیونکہ اسے صرف جماعت کے ساتھ ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔

اگر عید کے دن کے بارے میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ آج عید ہے اور اس وقت پتہ چلتا ہے' جب زوال ہو چکا ہو' یعنی عید کی نماز ادا کرنے کا وقت باقی نہ رہا ہو' تو جمہور کے نزدیک دوسرے دن لوگ عید کی نماز باجماعت ادا کریں گے' جبکہ مالکیہ کی رائے اس بارے میں مختلف ہے' ان کے نزدیک اگلے دن عید کی نماز ادا نہیں کی جائے گی' کیونکہ اس کا مخصوص وقت گزر چکا ہے۔

تاہم امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے' جس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس طرح کی صورتحال میں اگلے دن عید کی نماز ادا کرنے کی ہدایت کی تھی۔

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ عید کی نماز کو آبادی کے باہر کھلی جگہ پر ادا کرنا چاہیے' تاہم کسی عذر یا ضرورت کے پیشِ نظر اسے مسجد میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔

233-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ يَوْمَ الْاَضْحٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَذَكَرَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ كَانَا يَصْنَعَانِ ذٰلِكَ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَ اِنَّمَا رَخَّصَ عُثْمَانُ فِي الْجُمُعَةِ لِاَهْلِ الْعَالِيَةِ لِاَنَّهُمْ لَيْسُوْا مِنْ اَهْلِ الْمِصْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن خطبے سے پہلے نماز ادا کیا کرتے تھے۔

یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم مکمل طور پر اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آس پاس کے نواحی علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو جمعہ کی نماز کے بارے میں اجازت دی تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شہر کے رہنے والے نہیں تھے (تو ان پر جمعہ فرض بھی نہیں ہوگا)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ صَلَاةُ التَّطَوُّعِ قَبْلَ الْعِيْدِ اَوْ بَعْدَهٗ

باب 68: عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز ادا کرنا

234-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ لَا يُصَلِّيْ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا بَعْدَهَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ عید الفطر کے دن نماز عید سے پہلے' یا اس کے بعد' کوئی نفل نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

•••——•••——•••

شرح: نمازِ عید سے پہلے یا اس کے بعد نوافل ادا کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد (یعنی اس سے متصل) کوئی اور نماز ادا نہیں کی جائے گی۔

اس بارے میں جزئیات میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ عید کی نماز سے پہلے (یعنی سورج نکل آنے کے بعد) عید گاہ میں یا گھر میں نفل نماز ادا کرنا مکروہ ہے اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے' البتہ گھر میں نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں۔

مالکیوں کے نزدیک عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد نوافل ادا کرنا مکروہ ہے' البتہ مسجد میں عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں۔

فقہائے حنابلہ اس بات کے قائل ہیں' کہ عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں امام یا مقتدی کے لیے عید کی نماز کے مخصوص مقام پر نوافل ادا کرنا مکروہ ہے' خواہ وہ نمازِ عید گاہ میں ادا کی جائے یا مسجد میں ادا کی جائے۔

شوافع اس بات کے قائل ہیں' کہ امام کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے (یعنی مقتدی کے لیے عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے اور

سورج بلند ہو جانے کے بعد نفل ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے) سورج بلند ہونے سے پہلے نفل ادا کرنا اس لیے مکروہ ہے کیونکہ وہ وقت کسی بھی نفل نماز کے لیے مکروہ ہے۔

235-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ اَنْ يَغْدُ وَاَرْبَعَ رَكَعَاتٍ. قَالَ مُحَمَّدٌ لَا صَلَاةَ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيْدِ فَاَمَّا بَعْدَهَا فَاِنْ شِئْتَ صَلَّيْتَ وَاِنْ شِئْتَ لَمْ تُصَلِّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں، کہ وہ عید کی نماز ادا کرنے کے لیے جانے سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد کوئی نفل نماز ادا نہیں کی جائے گی، ویسے اگر آپ چاہیں، تو نماز ادا کریں، چاہیں، تو نہ کریں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْقِرَآءَةُ فِيْ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ

باب 69: عیدین کی نماز میں قرأت کرنا

236-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ ابْنُ سَعِيْدِ الْمَازِنِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَا وَاقِدِ اللَّيْثِيَّ مَاذَا كَانَ يَقْرَاُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ قَالَ كَانَ يَقْرَاُ بِقٓافْ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ.

✧✧ عبیداللہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوواقد لیثی سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کون سی سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ ق والقرآن المجید اور سورۂ اقتربت الساعۃ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

شرح: فاضل لکھنوی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی تلاوت کی تھی۔

جبکہ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ عم یتساءلون اور دوسری رکعت میں سورۃ الشمس کی تلاوت کی تھی۔

فاضل لکھنوی نے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

بَابُ اَلتَّكْبِيْرُ فِي الْعِيْدَيْنِ

باب 70: عیدین کی نماز میں تکبیر

237-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ قَالَ شَهِدْتُ الْاَضْحٰى وَالْفِطْرَ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَكَبَّرَ فِي الْاُوْلٰى سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ بِخَمْسِ تَكْبِيْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي التَّكْبِيْرِ فِي الْعِيْدَيْنِ فَمَا اَخَذْتَ بِهٖ فَهُوَ حَسَنٌ وَاَفْضَلُ ذٰلِكَ عِنْدَنَا مَارَوَى ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ عِيْدٍ تِسْعًا خَمْسًا وَّ اَرْبَعًا فِيْهِنَّ تَكْبِيْرَةُ الْاِفْتِتَاحِ وَ تَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ وَيُوَالِيْ بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ وَيُؤَخِّرُهَا فِي الْاُوْلٰى وَ يُقَدِّمُهَا فِي الثَّانِيَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں عیدالضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز ادا کی ہے' وہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہا کرتے تھے' جو قرأت کرنے سے پہلے ہوتی تھیں' جبکہ دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عیدین کی نماز میں تکبیر کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' آپ ان میں سے جس کو بھی اختیار کرلیں گے وہ بہتر ہوگا' تاہم ہمارے نزدیک اس بارے میں سب سے زیادہ فضیلت اس طریقے کو حاصل ہے' جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ وہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں کہا کرتے تھے' پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری رکعت میں چار' ان میں سے ایک نماز کے آغاز والی تکبیر ہوتی تھی' دو رکوع والی تکبیریں ہوتی تھیں اور وہ دونوں رکعات میں قرأت کے ساتھ ہوتی تھیں' پہلی رکعت میں وہ اس کو مؤخر کرتے تھے اور دوسری رکعت میں اسے مقدم کرلیا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل تھے۔

•••——•••——•••

شرح: اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں' تاہم عید کی نماز کے طریقے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف کے نزدیک عید کی نماز کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین مرتبہ تکبیر کہی جائے گی' جبکہ دوسری رکعت میں قرأت مکمل کرلینے کے بعد اور رکوع میں جانے سے پہلے تین مرتبہ تکبیر کہی جائے گی' یعنی احناف کے نزدیک عید کی نماز میں چھ اضافی تکبیریں پائی جاتی ہیں۔

فقہائے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک پہلی رکعت میں چھ اضافی تکبیریں کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ اضافی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔

جبکہ شوافع کے نزدیک پہلی رکعت میں سات اضافی تکبیریں کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ اضافی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَمَا فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ

باب 71: رمضان کے مہینے میں تراویح ادا کرنا اور اس کی فضیلت

238- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ثُمَّ كَثُرُوْا مِنَ الْقَابِلَةِ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا فِي اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَكَثُرُوْا فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْ قَدْ صَنَعْتُمُ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يُّفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَ ذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ .

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی' آپ کی اقتداء میں کچھ لوگوں نے بھی نماز ادا کی' اگلے دن لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی' تیسرے دن یا چوتھے دن رات کے وقت کافی تعداد میں لوگ اکٹھے ہوگئے' لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے' اگلے دن آپ نے ارشاد فرمایا: گزشتہ رات میں نے تمہارا طرز عمل دیکھ لیا تھا' لیکن میں اس لیے تمہاری طرف نہیں آیا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں رمضان کے مہینے میں قیام سے مراد نماز تراویح ادا کرنا ہے۔ مصنف نے اس باب میں چار روایات نقل کی ہیں۔

پہلی روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو یا تین راتوں تک جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کی ہے' جب کہ چوتھی روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پورے مہینے میں باجماعت نماز تراویح ادا کرنے کا طریقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاری کیا تھا۔

روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرز عمل کو "عمدہ بدعت" کا نام دیا ہے۔

حدیث238: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودي - كتاب الصلاة في رمضان' باب الترغيب في الصلاة في رمضان - حديث: 249 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الجمعة' أبواب تقصير الصلاة - باب تحريض النبي صلى الله عليه وسلم على صلاة الليل والنوافل' حديث: 1090 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها' باب الترغيب في قيام رمضان - حديث: 1310 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث في الصلاة - فصل في التراويح' حديث: 2582 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب تفريع أبواب شهر رمضان - باب في قيام شهر رمضان' حديث: 1179 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب قيام الليل وتطوع النهار' باب قيام شهر رمضان - حديث: 1593 اخرجه النسائي في "سننه الكبرىٰ"، كتاب قيام الليل وتطوع النهار' قيام شهر رمضان - حديث: 1274 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها' حديث: 24903 ذكره البيهقي في "سننه الكبرىٰ"، كتاب الصلاة' جماع أبواب صلاة التطوع - باب قيام شهر رمضان' حديث: 4272

اس اعتبار سے ان دونوں روایات کا بنیادی مضمون یہ ہوگا کہ اگر کسی عمل کو نبی اکرم ﷺ نے باقاعدگی کے ساتھ سرانجام نہیں دیا' تو بعد کے زمانے سے تعلق رکھنے والے لوگ اُس عمل کو باقاعدگی کے ساتھ سرانجام دے سکتے ہیں جیسا کہ اس موقف کی تائید میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے آخر میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات مذکور ہے:

''مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ چیز اچھی ہوتی ہے''۔

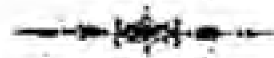
لہٰذا اس روایت کی بنیاد پر اُن لوگوں کو اپنے نظریے کی اصلاح کرنی چاہیے جو اہلِ سنت کے ہاں رائج بعض معمولات کو مطلق طور پر بدعت قرار دیتے ہوئے حرام کہتے ہیں۔

اس باب کی دوسری روایت میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کے رات کے نوافل کا تذکرہ کیا ہے' جس کی بنیاد پر ہمارے زمانے میں اہلِ حدیث مکتبہ فکر کے لوگ یہ نظریہ اختیار کرتے ہیں' کہ تراویح میں آٹھ رکعت ادا کرنا سنت ہے۔

لیکن اس روایت کے الفاظ کے ذریعے اُن حضرات کے موقف کی تردید ہو جاتی ہے' کیونکہ نمازِ تراویح صرف رمضان کے مہینے کے ساتھ مخصوص ہے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن نوافل کا تذکرہ کیا ہے' اُس کے بارے میں یہ صراحت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں اور رمضان کے علاوہ ان نوافل کو اسی ترتیب کے ساتھ اور اسی طریقے کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔

جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ تراویح کی نماز میں بیس رکعت ادا کی جاتی ہے' حرمین شریفین میں ابتداء سے ہی یہی معمول چلا آرہا ہے اور آج تک یہی معمول باقی ہے۔

اہلِ سنت پر طنز کرتے ہوئے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حرمین میں رفع یدین کیا جاتا ہے اور آپ لوگ رفع یدین نہیں کرتے' ہم اُن سے یہی سوال کرنا چاہیں گے کہ حرمین میں بیس رکعت تراویح ادا کی جاتی ہے' تو پھر آپ لوگ آٹھ رکعات پر کیوں اکتفاء کر لیتے ہیں؟



239- اَخۡبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَعِيۡدُ الۡمَقۡبُرِيُّ عَنۡ اَبِيۡ سَلَمَةَ بۡنِ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ كَيۡفَ كَانَتۡ صَلَاةُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِيۡ رَمَضَانَ قَالَتۡ مَا كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَزِيۡدُ فِيۡ رَمَضَانَ وَلَا فِيۡ غَيۡرِهٖ عَلٰى اِحۡدٰى عَشۡرَةَ رَكۡعَةً يُصَلِّيۡ اَرۡبَعًا فَلَا تَسۡاَلۡ عَنۡ حُسۡنِهِنَّ وَطُوۡلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيۡ اَرۡبَعًا فَلَا تَسۡاَلۡ عَنۡ حُسۡنِهِنَّ وَطُوۡلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيۡ ثَلٰثًا قَالَتۡ فَقُلۡتُ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبۡلَ اَنۡ تُوۡتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ عَيۡنَايَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلۡبِيۡ .

✧✧ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ رمضان میں کس طرح نوافل ادا کیا کرتے تھے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں یا رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے' آپ پہلے چار رکعات ادا کرتے تھے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو' پھر آپ چار رکعات ادا کرتے تھے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ وتر کی نماز ادا کرنے سے پہلے سونے لگے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! میری دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں' لیکن میرا دل نہیں سوتا ہے۔

240-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ .

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ لوگوں کو رمضان میں تراویح ادا کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے' تاہم آپ انہیں باقاعدہ اہتمام کے ساتھ حکم نہیں دیتے تھے' آپ یہ فرماتے: جو شخص رمضان کے مہینے میں ایمان اور احتساب کے ساتھ (یعنی ثواب کے حصول کی نیت سے) قیام کرے گا (یعنی نماز تراویح ادا کرے گا) تو اس شخص کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو معاملہ یونہی رہا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں معاملہ یونہی رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں بھی یہی معاملہ رہا (اس کے بعد نماز تراویح باجماعت ادا کرنے کا آغاز ہوا)۔

241-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ لَاَظُنُّنِيْ لَوْ جَمَعْتُ هٰٓؤُلَآءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ فَقَالَ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ فِيْهَا يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَنْ يُّصَلِّيَ النَّاسُ تَطَوُّعًا بِاِمَامٍ لِاَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى ذٰلِكَ وَرَاَوْهُ حَسَنًا وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ قَبِيْحًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِيْحٌ .

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات باہر نکلے تو لوگ الگ الگ مختلف جگہوں پر نوافل ادا کر رہے تھے' کسی جگہ ایک شخص لوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا (کسی دوسری جگہ کوئی تنہا پڑھ رہا تھا' یا کسی دوسرے امام کے پیچھے پڑھ رہا تھا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں ان سب کو کسی ایک قاری کے پیچھے اکٹھا کر دوں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پختہ ارادہ کیا اور ان سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لیے کہا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد پھر ایک مرتبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کے وقت نکلا تو لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: یہ اچھی بدعت ہے۔ جس نماز کے وقت یہ سوئے رہتے ہیں وہ اس سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے جس میں یہ کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد آخری حصے میں ادا کی جانے والی نماز (یعنی تہجد کی نماز) تھی' لوگ یہ نوافل رات کے ابتدائی حصے میں ہی ادا کرلیا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' رمضان کے مہینے میں اس طرح نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ لوگ ایک امام کی اقتداء میں نفل نماز ادا کریں (یعنی نمازِ تراویح ادا کریں) اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے اور مسلمان اسے اچھا سمجھتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بھی یہ بات منقول ہے' آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ''مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں' وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہوگی اور مسلمان جس چیز کو بُرا تصور کریں' وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بُری ہوگی''۔

بَابُ الْقُنُوْتُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ

باب 72: فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا

242-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس بارے میں مختلف روایات منقول ہیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات کے بارے میں یہ روایات منقول ہیں' جس میں ان کے حوالے سے کوئی اختلاف نقل نہیں کیا گیا جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی روایات منقول ہیں' جن میں ان کے حوالے سے فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کا بھی تذکرہ ہے اور اس کو ترک کرنے کا بھی تذکرہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ یہ حضرات فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

جبکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے' انہوں نے فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی تو کچھ لوگوں نے اس حوالے سے اُن سے دریافت کیا' جب انہوں نے سلام پھیرا تو فرمایا: ہم اس طرح اپنے دشمن کے خلاف مدد کی دعا مانگتے ہیں۔

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ یہ حضرات فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس حوالے سے بعض دیگر روایات کا بھی تذکرہ کرنے کے بعد یہ بات تحریر کی ہے: حضرت عمار بن یاسر' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابوموسیٰ اشعری' حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت براء بن عازب' حضرت انس' حضرت سعد رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہ لوگ دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسی اختلاف کی وجہ سے تابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان بھی اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' ان میں سعید بن مسیب' محمد بن سیرین' ابان بن عثمان' قتادہ' طاؤس' عبید بن عمیر' عبیدہ سلیمانی' عروہ بن زبیر' عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ' حماد' امام مالک' اہل حجاز' امام اوزاعی' اکثر اہل شام' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے اصحاب' ایک روایت کے مطابق سفیان ثوری رحمہ اللہ اور دیگر کئی حضرات شامل ہیں۔ جبکہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ دعائے قنوت صرف وتر کی نماز میں پڑھی جائے گی۔ اس مؤقف کے قائلین میں ابراہیم نخعی' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے اصحاب شامل ہیں' جہاں تک اس موضوع سے متعلق ''مرفوع'' روایات کا تعلق ہے' تو ان میں بہت زیادہ لفظی اختلاف پایا جاتا ہے۔



بَابُ فَضْلُ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَاَمْرُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب 73: فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کی فضیلت اور فجر سے پہلے دو رکعات (سنت) ادا کرنے کی ہدایت

243- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدَ سُلَيْمَانَ ابْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَاَنَّ عُمَرَ غَدَا اِلَى السُّوْقِ وَ كَانَ مَنْزِلُ سُلَيْمَانَ بَيْنَ السُّوْقِ وَالْمَسْجِدِ فَمَرَّ عُمَرُ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمَانَ الشِّفَاءَ فَقَالَ لِمَ لَمْ اَرَ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ فَقَالَتْ بَاتَ يُصَلِّيْ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَقَالَ عُمَرُ لَاَنْ اَشْهَدَ صَلَاةَ الصُّبْحِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقُوْمَ لَيْلَةً .

✧✧ ابوبکر بن سلیمان بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سلیمان بن ابوحثمہ کو غیر موجود پایا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار کی طرف گئے' تو سلیمان کا گھر بازار اور مسجد کے درمیان میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کے وقت سلیمان کی والدہ کے پاس سے گزرے (اور ان سے سلیمان کے بارے میں دریافت کیا) تو انہوں نے جواب دیا: وہ ساری رات نوافل ادا کرتے رہے تھے' تو صبح کے وقت ان کی آنکھ لگ گئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں صبح کی نماز باجماعت ادا کروں' یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں رات بھر نوافل ادا کرتا رہوں۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ صبح کے وقت باجماعت نماز ادا کرنا رات کے وقت نوافل ادا کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس مضمون کی ایک حدیث اس سے پہلے بھی ذکر کی جاچکی ہے جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے:

''جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے' اُسے نصف رات تک نوافل ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے' اُسے ساری رات نوافل ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے''۔

244- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ تُخَفَّفَانِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ جب مؤذن صبح کی اذان دے لیتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پہلے دو مختصر رکعات (یعنی دو سنتیں) ادا کر لیتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' فجر کی نماز سے پہلے ادا کی جانے والی دو (سنتیں) مختصر طور پر ادا کی جائیں گی۔

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس کی تائید امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ اس روایت سے ہو جاتی ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

245- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا شَانُهُ فَقَالَ نَافِعٌ قُلْتُ يَفْصِلُ بَيْنَ صَلَاتِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَيُّ فَصْلٍ اَفْضَلُ مِنَ السَّلَامِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جو فجر کی دو رکعات ادا کرنے کے بعد لیٹ گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: اسے کیا ہوا ہے؟ تو نافع رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا: میں نے جواب دیا: یہ شخص اپنی نماز کے درمیان فصل قائم کرنا چاہتا ہے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فصل قائم کرنے کے لیے سلام پھیرنے سے افضل طریقہ اور کون سا ہے؟

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ طُوْلُ الْقِرَآءَ ةِ فِی الصَّلٰوةِ وَمَا يُسْتَحَبُّ مِنَ التَّخْفِيْفِ

باب 74: نماز میں طویل قرأت کرنا اور اس میں تخفیف کا مستحب ہونا

246-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُمِّهٖ اُمِّ الْفَضْلِ اَنَّهَا سَمِعَتْهُ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَقَالَ يَابُنَیَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِیْ بِقِرَاءَ تِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةِ اِنَّهَا لَاٰخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ان کی والدہ سیّدہ اُم فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں سورۃ والمرسلات کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! تمہارے اس سورت کو تلاوت کرنے نے مجھے یہ بات یاد دلا دی کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی آخری مرتبہ اسی سورت کی تلاوت سنی تھی' جو آپ نے مغرب کی نماز میں کی تھی۔

شرح: نماز کے دوران طویل یا مختصر قرأت کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

اگر نمازی اس بات سے تنفر محسوس نہ کریں تو فجر کی نماز میں طوال مفصل میں سے کسی ایک سورت کی طویل قرأت کرنا امام کے لیے سنت ہے۔ اس بات پر تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے۔

اسی طرح مالکیوں' شوافع اور احناف کے نزدیک ظہر کی نماز کا بھی یہی حکم ہے' لیکن حنابلہ کے نزدیک ظہر کی نماز میں اوساط مفصل میں سے کسی ایک سورت کی تلاوت کی جائے گی۔

عصر اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل میں سے کسی ایک سورت کی تلاوت کی جائے گی' جبکہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی تلاوت کی جائے گی۔

مالکیہ یہ کہتے ہیں: عصر کی نماز میں بھی مغرب کی نماز کی طرح قصار مفصل کی تلاوت کی جائے گی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے فلاں شخص سے زیادہ بہتر طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز ادا کرتے ہوئے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ روایت کے راوی کہتے ہیں: میں نے اس شخص کے پیچھے نماز ادا کی تو انہوں نے صبح کی نماز میں طوال مفصل کی تلاوت کی' مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی تلاوت کی اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل کی تلاوت کی۔ (احمد و نسائی)

فجر اور ظہر کی نماز میں طویل قرأت کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ان کا وقت طویل ہوتا ہے' اور جو لوگ سونے کی وجہ سے غفلت کا شکار ہوتے ہیں وہ بھی طویل قرأت کے دوران نماز باجماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔

عصر کی نماز میں اوساط مفصل کی تلاوت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس وقت لوگ دوسرے کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں' جبکہ عشاء کی نماز میں اس کی ہدایت اس لیے کی جاتی ہے' کیونکہ اس وقت لوگوں پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے' جبکہ مغرب کی نماز میں مختصر قرأت اس لیے کی جاتی ہے' کیونکہ اس کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔

اس بارے میں بعض دیگر احادیث بھی منقول ہیں' جنہیں طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا جا رہا۔

247- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقْرَاُ بِالطُّوْرِ فِی الْمَغْرِبِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ الْعَامَّةُ عَلٰى اَنَّ الْقِرَآءَةَ تُخَفَّفُ فِیْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ يُقْرَاُ فِيْهَا بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَ نَرٰى اَنَّ هٰذَا كَانَ شَيْئًا فَتُرِكَ اَوْ لَعَلَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ بَعْضَ السُّوْرَةِ ثُمَّ يَرْكَعُ .

✦✦ محمد بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عام اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں' کہ مغرب کی نماز میں مختصر قرأت کی جائے گی اور اس میں قصار مفصل سے تعلق رکھنے والی سورتوں کی تلاوت کی جائے گی۔

ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ یہ معمول آغاز میں تھا پھر اسے ترک کر دیا گیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سورت کا کچھ حصہ تلاوت کیا جاتا ہو' پھر رکوع کر لیا جاتا ہو۔

248- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ السَّقِيْمَ وَالضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَاءَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے' تو اسے مختصر نماز پڑھانی چاہیے کیونکہ لوگوں میں بیمار' کمزور اور عمر رسیدہ لوگ بھی ہوتے ہیں' لیکن جب کوئی شخص تنہا نماز ادا کر رہا ہو' تو پھر جتنا جی چاہے لمبی نماز ادا کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلَاةِ النَّهَارِ

باب 75: مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں

249- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلَاةِ النَّهَارِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَ يَنْبَغِىْ لِمَنْ جَعَلَ الْمَغْرِبَ وِتْرَ صَلَاةِ النَّهَارِ كَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ اَنْ يَّكُوْنَ وِتْرُ صَلَاةِ اللَّيْلِ مِثْلَهَا لَا يَفْصِلُ بَيْنَهَا بِتَسْلِيْمٍ كَمَا لَا يَفْصِلُ فِى الْمَغْرِبِ بِتَسْلِيْمٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں۔

●● امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جو شخص مغرب کی نماز کو دن کے وتر سمجھتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی فرمایا ہے تو ہونا یہ چاہیے کہ اس شخص کے رات کے وتر بھی اس مغرب کی نماز کی مانند ہونے چاہئیں۔ یعنی وہ ان کے درمیان سلام پھیر کر فصل نہیں کرے گا۔ جس طرح مغرب کی نماز میں سلام پھیر کر فصل نہیں کی جاتی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ صَلَاةُ الْوِتْرِ

باب 76: وتر کی نماز

250- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ ابْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِىْ مُرَّةَ اَنَّهُ سَاَلَ اَبَاهُرَيْرَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُوْتِرُ قَالَ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلَهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلَهُ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ كَيْفَ اَصْنَعُ اَنَا قَالَ اَخْبِرْنِىْ قَالَ اِذَا صَلَّيْتُ الْعِشَآءَ صَلَّيْتُ بَعْدَهَا خَمْسَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَنَامُ فَاِنْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ صَلَّيْتُ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِنْ اَصْبَحْتُ اَصْبَحْتُ عَلٰى وِتْرٍ .

✦✦ ابومرہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز کس طرح ادا کرتے تھے؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے' ابومرہ نے دوبارہ ان سے سوال کیا' تو وہ پھر خاموش رہے' ابومرہ نے پھر ان سے سوال کیا' تو وہ بولے: اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ میں کس طرح وتر کی نماز ادا کرتا ہوں۔ ابومرہ بولے: پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: جب میں عشاء کی نماز ادا کر لیتا ہوں' تو اس کے بعد پانچ رکعات ادا کرتا ہوں' پھر میں سو جاتا ہوں' رات کے وقت اگر کسی وقت میں بیدار ہو جاؤں تو پھر میں دو' دو کر کے نوافل ادا کرتا ہوں' اگر صبح ہو جائے' تو میں صرف وتر پڑھ کر ہی صبح کر لیتا ہوں۔

251- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ بِمَكَّةَ وَالسَّمَآءُ مُتَغَيِّمَةٌ فَخَشِىَ الصُّبْحَ فَاَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ انْكَشَفَ الْغَيْمُ فَرَاٰى عَلَيْهِ لَيْلًا فَشَفَعَ بِسَجْدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى سَجْدَتَيْنِ سَجْدَتَيْنِ فَلَمَّا خَشِىَ الصُّبْحَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِقَوْلِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ نَاْخُذُ لَا نَرٰى اَنْ يَّشْفَعَ اِلَى الْوِتْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلَاةِ الْوِتْرِ وَلٰكِنَّهٗ يُصَلِّىْ بَعْدَ وِتْرِهٖ مَا اَحَبَّ وَلَا يَنْقُضُ وِتْرَهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ میں موجود تھے۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، صبح صادق ہونے کا اندیشہ ہوگیا تو انہوں نے ایک رکعت وتر ادا کرلی' پھر جب بادل چھٹ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ ابھی رات موجود ہے' تو انہوں نے ایک اور رکعت ادا کر کے اس کو جفت کرلیا پھر وہ دو دو کر کے نوافل ادا کرتے رہے' یہاں تک کہ جب صبح صادق قریب ہونے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ایک رکعت کے ذریعے اسے وتر بنالیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم یہ درست نہیں سمجھتے ہیں' کہ وتر کی نماز کے ساتھ ایک اور رکعت کو ملا کر اسے جفت کرلیا جائے' جب انسان وتر کی نماز پڑھ کر فارغ ہو چکا ہو۔

البتہ وتر کے بعد آدمی جتنی چاہے نماز ادا کرتا رہے' لیکن وہ وتر کو نہیں توڑے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت میں مذکور مسئلے کے بارے میں فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: صبح صادق کے قریب ایک وتر ادا کرنے کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ (تابعین اور بعد کے علماء میں سے) عروہ رحمۃ اللہ علیہ' مکحول رحمۃ اللہ علیہ' عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم کی رائے اس بارے میں مختلف ہے۔ اہل علم کے نزدیک یہ مسئلہ وتر توڑنے کے مسئلے کے طور پر معروف ہے۔

بعض فقہاء نے اس بارے میں مخالف رائے پیش کی ہے' اُن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں' وہ سونے سے پہلے وتر ادا کرلیتے تھے' پھر اگر وہ بیدار ہوجاتے تو نوافل کرلیتے اور وتر کی نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح کی روایت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی منقول ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو یہ فرمایا کرتی تھیں: کیا ایک ہی رات میں دو مرتبہ وتر کی نماز ادا کی جائے؟

یعنی اُنہوں نے اس طریقہ کار کے انکار کے طور پر یہ بات کہی تھی۔

یہ ساری بحث علامہ ابن عبدالبر نے نقل کی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ "وہ شخص جتنے چاہے نوافل ادا کرے اور اپنے وتر کو نہ توڑے" یہ اس بات کی صراحت ہے کہ وتر کی نماز کے بعد دو نوافل ادا کرنا جائز ہے۔ اُنہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طرزِ عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

فاضل لکھنوی کے حاشیے پر محقق نے مزید حاشیہ تحریر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے:

بعض اسلاف نے وتر کے بعد نوافل ادا کیے ہیں' آپ یہ بات جان لیں جو شخص رات کے وقت وتر ادا کرلیتا ہے' پھر بعد میں تہجد کی نماز کے لیے بھی بیدار ہوجاتا ہے' تو جمہور کی یہ رائے ہے کہ وہ شخص تہجد کی نماز ادا کرے گا لیکن وتر کی نماز کو دہرائے گا نہیں اور

اُنہیں توڑے گا نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' سفیان ثوری رضی اللہ عنہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوثور رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فتویٰ دیا ہے' اسی طرح کی روایات حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمار بن یاسر' سعد بن ابی وقاص' حضرت عائذ بن عمرو' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم (اور بعد کے اہلِ علم میں سے) علقمہ' طاؤس' ابومجلز کے بارے میں منقول ہے اور یہ ساری بات علامہ ابن قدامہ نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں نقل کی ہے۔

فاضل لکھنوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں وتر کی نماز پڑھ کر سو جاتا ہوں' اگر میں بیدار ہو جاؤں تو صبح ہونے تک دو' دو نوافل کر کے ادا کرتا رہتا ہوں۔

فاضل لکھنوی کے حاشیے پر محقق نے مزید اس بات کی صراحت کی ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح صحیح مسلم'' میں یہ بات واضح کی ہے کہ وتر کے بعد دو نوافل کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں' کہ میں ان دو نوافل کو ادا نہیں کروں گا۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی روایت منقول نہیں ہے' تاہم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف ہے کہ میں خود ایسا نہیں کروں گا' اگر کوئی ایسا کرے گا' تو میں اُسے منع بھی نہیں کروں گا۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے' اُس بارے میں ہم پہلے علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات واضح کر چکے ہیں' دیگر کئی فقہاء بھی اس بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْوِتْرُ عَلَى الدَّابَّةِ

باب 77: سواری پر وتر ادا کرنا

252–اَخْبَـرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَوْتَرَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ .

قَـالَ مُحَمَّدٌ قَدْجَآءَ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَجَآءَ غَيْرُهٗ فَاَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا مَابَدَا لَهٗ فَاِذَا بَلَغَ الْـوِتْرَ نَزَلَ فَاَوْتَرَ عَلَى الْاَرْضِ وَهُوَ قَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ سعید بن یسار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہی وتر ادا کر لیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں یہ حدیث بھی منقول ہے اور اس کے علاوہ بھی حدیث منقول ہے' ہمارے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ آدمی اپنی سواری پر جتنے چاہے نوافل ادا کر سکتا ہے' لیکن جب وتر کا وقت ہوگا' تو وہ سواری سے نیچے اتر کر زمین پر وتر ادا کرے گا۔

حضرت عمر بن خطاب ٗ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی بات کے قائل ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء کی بھی یہی رائے ہے۔

•••———•••———•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ کا یہ کہنا ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جب وتر کی نماز کے لیے سواری سے اُترنے یا نہ اُترنے کے بارے میں اختلاف آ گیا تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سواری سے اُتر کر نماز ادا کی جائے۔

اور اس عبارت کے ذریعے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے کہ اُن روایات کو مسترد بھی نہیں کیا جا سکتا جن میں یہ مذکور ہے کہ وتر کی نماز ادا کرنے کے لیے سواری سے اُترا نہیں جاتا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ کا یہ کہنا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی بات کے قائل ہیں' اس کے بارے میں فاضل لکھنوی یہ بات تحریر کرتے ہیں' کہ اس بات کی نسبت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف کرنے کے بارے میں کلام کیا جا سکتا ہے' کیونکہ اُن سے دونوں طرح کی روایات منقول ہیں۔

بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ وہ سواری سے اُتر کر وتر ادا کیا کرتے تھے اور بعض میں یہ مذکور ہے کہ وہ وتر ادا کرنے کے لیے سواری سے اُترا نہیں کرتے تھے۔

بلکہ ایک روایت میں یہ بات بھی منقول ہے کہ جو شخص سواری سے اُترا تھا' اُنہوں نے اُسے ڈانٹا بھی تھا۔

بَابُ تَاخِيْرُ الْوِتْرِ

باب 78: وتر کی نماز تاخیر سے ادا کرنا

253– اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاُوْتِرُ وَاَنَا اَسْمَعُ الْاِقَامَةَ اَوْ بَعْدَ الْفَجْرِ يَشُكُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَ ۔

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: میں وتر ادا کر رہا ہوتا ہوں حالانکہ میں اس وقت اقامت سن رہا ہوتا ہوں۔ (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) صبح صادق کے بعد میں وتر ادا کر رہا ہوتا ہوں۔

یہ شک عبدالرحمٰن نامی راوی کو ہے کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کیا الفاظ استعمال کیے تھے۔

•••———•••———•••

شرح: صبح صادق ہو جانے کے بعد وتر ادا کرنے کے باب کی وضاحت کرتے ہوئے موطا کے شارح علامہ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

اس بارے میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن صامت' حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ یہ لوگ صبح صادق ہو جانے کے بعد وتر ادا کر لیتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ صبح کی نماز کے لیے اقامت کہی جا رہی ہو اور میں اس وقت وتر پڑھ رہا ہوں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے مؤذن کو نماز کے لیے اقامت کہنے سے روک دیا تھا اور پہلے وتر ادا کیے تھے۔

ان تمام روایات کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتا ہے (اور سویا رہتا ہے) تو وہ صبح صادق ہو جانے کے بعد وتر ادا کر لے گا' البتہ کسی بھی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کرے اور صبح صادق ہو جانے کے بعد وتر ادا کرے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اسلاف اور اخلاف کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وتر کا آخری وقت کیا ہے؟

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ابتدائی وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور وہ ساری رات رہتا ہے' یہاں تک کہ صبح صادق ہو جائے' کیونکہ عشاء کی نماز کا آخری وقت بھی یہی ہے۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد وتر کی نماز ادا نہیں کی جائے گی' کیونکہ اس کا وقت عشاء کی نماز سے صبح صادق تک رہتا ہے' جب صبح صادق ہو جائے گی' تو وتر کی نماز نہیں ادا کی جائے گی۔

سعید بن جبیر' مکحول' عطاء بن ابی رباح نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نماز مزید عطاء کی ہے' جو تمہارے لیے سرخ اونٹ مل جانے سے بہتر ہے اور وہ وتر کی نماز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عشاء کی نماز سے لے کر صبح صادق تک کے درمیانی وقت میں مقرر کیا ہے۔

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ایک منادی نے یہ اعلان کیا تھا کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد وتر نہیں ہو سکیں گے۔

جبکہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ جب تک آدمی صبح کی نماز ادا نہیں کرتا' اُس وقت تک وتر ادا کر سکتا ہے' جو شخص صبح کی نماز ادا کر لیتا ہے' تو اب وہ شخص وتر ادا نہیں کر سکے گا۔

یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبادہ بن صامت' حضرت ابودرداء' حضرت حذیفہ اور سیدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوثور رضی اللہ عنہ' امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

254-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ يَقُوْلُ اِنِّىْ لَاُوْتِرُ بَعْدَ الْفَجْرِ .

✧✧ عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں صبح صادق ہو جانے کے بعد بھی وتر ادا کر لیتا ہوں۔

255-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِىْ لَوْ اُقِيْمَتِ الصُّبْحُ وَ اَنَا اُوْتِرُ .

✧✧ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ جب میں وتر ادا کر رہا ہوتا ہوں' تو اس وقت صبح کی اقامت کہی جا رہی ہو۔

256-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ اَبِى الْمُخَارِقِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ رَقَدَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ لِخَادِمِهٖ اُنْظُرْ مَاذَا صَنَعَ النَّاسُ وَقَدْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ قَدِ انْصَرَفَ النَّاسُ مِنَ الصُّبْحِ فَقَامَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَوْتَرَ ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ .

✧✧ سعید بن جبیر' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ سو گئے جب بیدار ہوئے' تو انہوں نے اپنے خادم سے کہا: جا کر دیکھو کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بینائی رخصت ہو چکی تھی' وہ خادم گیا اور واپس آ کر اس نے بتایا: لوگ صبح کی نماز پڑھ کر واپس آ رہے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اُٹھے' انہوں نے وتر کی نماز ادا کی اور پھر صبح کی نماز ادا کی۔

257-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ اِنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمًا فَخَرَجَ يَوْمًا لِلصُّبْحِ فَاَقَامَ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ فَاَسْكَتَهٗ حَتّٰى اَوْتَرَثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ يُّوْتِرَ قَبْلَ اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ وَلَا يُؤَخِّرَهٗ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَاِنْ طَلَعَ قَبْلَ اَنْ يُّوْتِرَ فَلْيُوْتِرْ وَلَا يَتَعَمَّدُ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' ایک دن وہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے' مؤذن اقامت کہنے لگا' تو انہوں نے مؤذن کو خاموش رہنے کے لیے کہا' پھر انہوں نے وتر ادا کیے اور اس کے بعد لوگوں کو نماز پڑھائی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہے کہ صبح صادق ہو جانے سے پہلے ہی وتر کی نماز ادا کر

لی جائے اور اسے صبح صادق ہونے تک مؤخر نہ کیا جائے اگر وتر ادا کرنے سے پہلے صبح صادق ہو جاتی ہے تو آدمی وتر ادا کرے لیکن جان بوجھ کر اتنی تاخیر نہ کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ السَّلَامُ فِی الْوِتْرِ

باب 79: وتر میں سلام پھیرنا

258-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُسَلِّمُ فِی الْوِتْرِ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَ الرَّكْعَةِ حَتّٰى يَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ لَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا وَلٰكِنَّا نَاْخُذُ بِقَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّلَا نَرٰى اَنْ يُّسَلِّمَ بَيْنَهُمَا.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وتر کی نماز میں دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے پھر ایک رکعت ادا کرتے تھے اسی دوران میں وہ بعض اوقات کسی کام کے لیے بھی کہہ دیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے ہیں بلکہ ہم اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وتر کی نماز کے درمیان میں سلام نہیں پھیرا جائے گا۔

•••——•••——•••

شرح: اس باب کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ آیا وتر کی نماز میں ایک مرتبہ سلام پھیرا جائے گا یا دو مرتبہ سلام پھیرا جائے گا؟

فقہاء مالکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ وتر کی ایک رکعت ہوتی ہے تاہم اس سے پہلے دو رکعات ادا کرنی پڑتی ہیں اور ان کے بعد ایک مرتبہ سلام پھیرا جاتا ہے۔

حنابلہ اس بات کے قائل ہیں کہ وتر کی ایک رکعت ہوتی ہے اگر کوئی شخص تین یا ایک سے زیادہ رکعات بھی ادا کر لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شوافع اس بات کے قائل ہیں کہ وتر کی کم از کم ایک رکعت ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعات ہوتی ہے اور جو شخص ایک رکعت سے زیادہ ادا کرتا ہے تو اب اس کو دو دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام پھیرنا پڑے گا۔

احناف اس بات کے قائل ہیں کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح ہے جس میں تین رکعات ادا کی جاتی ہیں اور اس کے درمیان میں سلام نہیں پھیرا جاتا ہے۔

259–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَآءِ اِلٰى صَلَاةِ الصُّبْحِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثَمَانُ رَكَعَاتٍ تَطَوُّعًا وَّ ثَلَاثُ رَكَعَاتِ الْوِتْرِ وَرَكْعَتَي الْفَجْرِ .

✧✧ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوجعفر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی نماز کے درمیانی وقت میں تیرہ رکعات ادا کیا کرتے تھے' جن میں سے آٹھ رکعات نفل نماز ہوتی تھیں اور تین رکعات وتر ہوتی تھیں اور دو رکعات فجر کی سنتیں ہوتی تھیں۔

260–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهُ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنِّيْ تَرَكْتُ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ وَاَنَّ لِيْ حُمْرَ النَّعَمِ .

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں تین رکعات وتر ادا کرنا ترک کر دوں' اگرچہ اس کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔

261–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْوِتْرُ ثَلٰثٌ كَثَلٰثِ الْمَغْرِبِ .

✧✧ ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وتر کی رکعات تین ہوتی ہیں جس طرح مغرب کی تین رکعات ہوتی ہیں۔

262–قَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ الْمَكْفُوْفُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ الْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مغرب کی نماز کی طرح وتر میں بھی تین رکعات ہوتی ہیں۔

263–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْوِتْرُ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مغرب کی نماز کی طرح وتر بھی ہوتے ہیں (یعنی ان میں بھی تین رکعات ہوتی ہیں)۔

264–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا اَجْزَاَتْ رَكْعَةٌ وَّاحِدَةٌ قَطُّ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک رکعت ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

265–قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَهْوَنُ مَا يَكُوْنُ الْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وتر کی کم از کم تعداد تین رکعات ہیں۔

266-قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِىْ رَكْعَتَىِ الْوِتْرِ .

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعات ادا کرنے کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

بَابُ سُجُوْدُ الْقُرْاٰنِ

باب 80: قرآن میں موجود سجدے

267-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَرَاَبِهِمْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فِيْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَكَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَّا يَرٰى فِيْهَا سَجْدَةً .

✧✧ ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں سورۃ الانشقاق پڑھ کر سنائی تو اس میں انہوں نے سجدہ کیا' جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سورت میں سجدہ کیا تھا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' تاہم امام مالک کے نزدیک اس سورت میں سجدہ نہیں ہے۔

268-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِىُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَرَاَبِهِمْ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِيْهَا ثُمَّ قَامَ فَقَرَاَ سُوْرَةً اُخْرٰى .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَكَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَا يَرٰى فِيْهَا سَجْدَةً .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے سورۂ نجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا' پھر وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک اور سورت کی بھی تلاوت کی۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سورت میں بھی سجدہ نہیں ہے۔

269-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ اَنَّ عُمَرَ قَرَاَ سُوْرَةَ الْحَجِّ فَسَجَدَ فِيْهَا سَجْدَتَيْنِ

حديث 266: اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب قيام الليل وتطوع النهار' باب كيف الوتر بثلاث - حديث: 1689 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، الأمر بالوتر' كيف الوتر بثلاث ؟ - حديث: 377 المعجم الأوسط للطبرانى - باب العين' باب الميم من اسمه محمد - حديث: 6781'

وَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ فُضِّلَتْ بِسَجْدَتَيْنِ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: مصر سے تعلق رکھنے والا ایک شخص یہ بات بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج کی تلاوت کی تو اس میں دو مرتبہ سجدہ کیا اور پھر بولے: اس سورت کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔

270- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَسْجُدُ فِى الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورۂ حج میں دو مقام پر سجدۂ تلاوت کیا کرتے تھے۔

271- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ رَاٰهُ سَجَدَ فِىْ سُوْرَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ رُوِىَ هٰذَا عَنْ عُمَرَ وَ ابْنِ عُمَرَ وَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَرٰى فِىْ سُوْرَةِ الْحَجِّ اِلَّا سَجْدَةً وَّاحِدَةً اَلْاُوْلٰى وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سورۂ حج میں دو سجدے کرتے ہوئے دیکھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے' جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے' یعنی پہلے والا سجدہ ہے۔ ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمَآرِّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ

باب 81: نمازی کے آگے سے گزرنے (کا گناہ)

272- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ اَنَّ بُسْرَبْنَ سَعِيْدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِىَّ اَرْسَلَهٗ اِلٰى اَبِىْ جُهَيْمِ الْاَنْصَارِىِّ يَسْئَلُهٗ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِى الْمَآرِّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَآرُّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ مَاذَا عَلَيْهِ فِىْ ذٰلِكَ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ لَا اَدْرِىْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا اَوْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً .

✧✧ بسر بن سعید بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت ابوجہم انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تا کہ ان سے اس بارے میں دریافت کریں کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟ راوی کہتے ہیں' کہ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کو یہ پتہ چل جائے کہ اس پر کتنا گناہ ہوگا' تو وہ چالیس تک کھڑے رہنا اس کے لیے زیادہ بہتر ہو بہ نسبت اس کے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزر جائے۔

راوی کہتے ہیں' کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس دن فرمایا تھا یا چالیس مہینے فرمایا تھا یا چالیس سال فرمایا تھا۔

273- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّىْ فَلَا يَدَعْ اَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔

✦✦ عبدالرحمٰن بن ابوسعید خدری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو'تو وہ کسی بھی شخص کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دے' اگر دوسرا شخص بات نہ مانے تو وہ اس کے ساتھ لڑائی کرے کیونکہ وہ شخص شیطان ہوگا۔

274- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ كَعْبٍ اَنَّهٗ قَالَ لَوْ كَانَ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ مَاذَا عَلَيْهِ فِىْ ذٰلِكَ كَانَ اَنْ يُّخْسَفَ بِهٖ خَيْرًا لَّهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ يُكْرَهُ اَنْ يَّمُرَّ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ فَاِنْ اَرَادَ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْرَأْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يُقَاتِلْهُ اِنْ قَاتَلَهٗ كَانَ مَا يَدْخُلُ عَلَيْهِ فِىْ صَلَاتِهٖ مِنْ قِتَالِهٖ اِيَّاهُ اَشَدُّ عَلَيْهِ مِنْ مَّمَرِّ هٰذَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوٰى قِتَالَهٗ اِلَّا مَا رُوِىَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَلَيْسَتِ الْعَامَّةُ عَلَيْهَا وَلٰكِنَّهَا عَلٰى مَا وَصَفْتُ لَكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

✦✦ عطاء بن یسار' حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو یہ پتہ چل جائے کہ اسے کتنا گناہ ہوگا' تو اس کے نزدیک زمین میں دھنسنا اس کے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات حرام ہے کہ کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرے۔

اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے' تو نمازی کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اس کو روکنے کی کوشش کرے' مگر لڑائی نہ کرے کیونکہ اگر وہ اس کے ساتھ لڑائی کرے گا' تو نماز کے دوران اس کے ساتھ لڑائی کرنا اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق لڑنے کی روایت صرف حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' عام روایات میں اس بات کا تذکرہ نہیں ہے۔

تاہم میں نے آپ کے سامنے مسئلہ بیان کر دیا ہے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

275- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَىْءٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ بِهٖ نَاْخُذُ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَىْءٌ مِّمَّا مَرَّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کوئی بھی چیز نماز کو نہیں توڑتی ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یعنی نمازی کے آگے سے گزرنے والا شخص نماز کو توڑتا نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ التَّطَوُّعِ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ

باب 82: مسجد میں داخل ہونے کے وقت نفل نماز ادا کرنا مستحب ہے

276- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ السُّلَمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ.

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا تَطَوُّعٌ وَهُوَ حَسَنٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ.

✦✦ حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعات (تحیۃ المسجد) ادا کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نفل ہے اور یہ اچھا ہے تاہم یہ واجب نہیں ہے۔

•••——•••——•••

شرح: مسجد میں داخل ہونے کے بعد ادا کی جانے والی دو رکعات یعنی "تحیۃ المسجد" کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں:

جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعات نفل کی ادائیگی مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ البتہ اہلِ ظاہر نے اسے واجب قرار دیا ہے اس اختلاف کا بنیادی سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے (جس میں یہ الفاظ منقول ہیں)۔

"جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ دو رکعات نماز ادا کر لے"۔

یہاں امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے سوال یہ ہے کہ یہ حکم استحباب پر محمول ہوگا یا وجوب پر محمول ہوگا؟

حدیث276: اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الصلاة' أبواب استقبال القبلة - باب إذا دخل أحدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل أن یجلس' حدیث: 435اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب صلاة المسافرین وقصرها' باب استحباب تحیة المسجد برکعتین - حدیث: 1201اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث فی الصلاة - ذکر البیان بأن قوله صلی الله علیه وسلم : "فلیصل' حدیث: 2535اخرجه الدارمی فی "سننه"، کتاب الصلاة' باب الرکعتین إذا دخل المسجد - حدیث: 1413اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب إقامة الصلاة' باب من دخل المسجد فلا یجلس حتی یرکع - حدیث: 1009اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الصلاة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم - باب ما جاء إذا دخل أحدکم المسجد فلیرکع رکعتین' حدیث: 298اخرجه النسائی فی "سننه"، کتاب المساجد' الأمر بالصلاة قبل الجلوس فیه - حدیث:726اخرجه النسائی فی "سننه الکبری"، کتاب المساجد' الأمر بالصلاة قبل الجلوس فیه - حدیث: 794اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعة والإمام یخطب هل ینبغی له' حدیث: 1401اخرجه الطحاوی فی "مشکل الآثار"، باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه' حدیث: 4999ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب الصلاة' ذکر الأحادیث الثابتة عن النبی صلی الله علیه وسلم فی عدد - باب تحیة المسجد' حدیث: 4577ذکره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، کتاب الصلاة' تحیة المسجد - حدیث:1495

اس حدیث کے مستند ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

جن حضرات نے اس حدیث کا وہ مفہوم مراد لیا ہے جس کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے یعنی جمہور کے نزدیک اصول یہ ہے کہ مطلق حکم کو وجوب پر محمول کیا جاتا ہے تاوقتیکہ استحباب کی کوئی دلیل موجود نہ ہو ان کے نزدیک یہاں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو وجوب کے حکم کو استحباب کی طرف منتقل کر دے تو ان حضرات نے (یعنی اہل ظاہر نے) یہ کہا ہے: یہ دو رکعات ادا کرنا واجب ہے تاہم جن حضرات نے یہاں امر کو استحباب کے طور پر مراد لیا ہے ان کے نزدیک اصول یہ ہے کہ اصل میں امر کا بنیادی مقصد استحباب ہوتا ہے البتہ اگر کوئی دلیل موجود ہو تو اسے وجوب پر منطبق کہا جا سکتا ہے اس لیے اس مکتبہ فکر کے افراد نے یعنی جمہور نے اس روایت کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

جمہور نے اپنے متعین کردہ مفہوم کی دلیل کے طور پر وہ روایات پیش کی ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ پانچ مخصوص نمازوں کے علاوہ اور کسی نماز کو لازم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اگر اس حدیث میں مذکور حکم کو وجوب پر محمول کیا جائے تو اب لازم نمازوں کی تعداد پانچ سے زیادہ ہو جائے گی۔

یہاں ایک ذیلی صورت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص فجر کی دو سنتیں گھر میں ادا کر لیتا ہے تو کیا وہ مسجد میں آنے کے بعد وہ تحیۃ المسجد کی نماز ادا کرے گا یا نہیں کرے گا؟

امام شافعی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ تحیۃ المسجد کی نماز ادا کرے گا اور اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ شخص تحیۃ المسجد کی نماز ادا نہیں کرے گا اور شیخ ابن قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے۔

بَابُ الْاِنْفِتَالُ فِی الصَّلٰوۃِ

باب 83: نماز سے فارغ ہونے کے بعد رخ موڑ کر بیٹھنا

277- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی ابْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیَی بْنِ حَبَّانَ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یُحَدِّثُ عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهٗ اِلَی الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَیْتُ صَلَاتِیْ اِنْصَرَفْتُ اِلَیْهِ مِنْ قِبَلِ شِقِّی الْاَیْسَرِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَنْصَرِفَ عَلٰی یَمِیْنِكَ قُلْتُ رَاَیْتُكَ وَانْصَرَفْتُ اِلَیْكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاِنَّكَ قَدْ اَصَبْتَ فَاِنَّ قَائِلًا یَقُوْلُ انْصَرِفْ عَلٰی یَمِیْنِكَ فَاِذَا كُنْتَ تُصَلِّیْ اِنْصَرِفْ حَیْثُ اَحْبَبْتَ عَلٰی یَمِیْنِكَ اَوْ یَسَارِكَ وَ یَقُوْلُ نَاسٌ اِذَا قَعَدْتَ عَلٰی حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَیْتَ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَقَدْ رَقِیْتُ عَلٰی ظَهْرِ بَیْتٍ لَّنَا فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَاجَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَاْخُذُ یَنْصَرِفُ الرَّجُلُ اِذَا سَلَّمَ اِلٰی اَیِّ شِقِّهٖ اَحَبَّ وَلَا بَاْسَ اَنْ

يَسْتَقْبِلَ بِالْخَلاءِ مِنَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بَيْتَ الْمَقْدِسِ اِنَّمَا يُكْرَهُ اَنْ يَسْتَقْبِلَ بِذٰلِكَ الْقِبْلَةَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

واسع بن حبان بیان کرتے ہیں: میں مسجد میں نماز ادا کر رہا تھا جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھے ہوئے تھے جب میں نے نماز مکمل کی تو میں مڑ کر ان کی طرف آیا میں بائیں پہلو کی طرف سے آیا تھا انہوں نے دریافت کیا: تم دائیں پہلو کی طرف سے کیوں نہیں اُٹھے؟ تو میں نے کہا کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ اسی طرف سے اُٹھے تھے تو حضرت عبداللہ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا ہے کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں دائیں طرف سے ہی اُٹھوں گا (وہ غلط ہوتا ہے) جب آپ نماز پڑھ کر اُٹھنے لگتے ہیں تو آپ کی مرضی کہ آپ دائیں طرف سے اُٹھیں یا بائیں طرف سے اُٹھیں۔

اسی طرح کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب آپ قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے ہیں تو قبلہ کی طرف یا بیت المقدس کی طرف رخ نہ کریں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یعنی آدمی جب سلام پھیرتا ہے تو وہ کسی بھی طرف سے اُٹھ سکتا ہے۔

اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف رخ کرے تاہم اس دوران قبلہ کی طرف رخ کرنا مکروہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف سے اُٹھنا چاہیے یا بائیں طرف سے اُٹھنا چاہیے۔ اس باب کا بنیادی موضوع یہ ہے اور اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ "اگر کوئی شخص یہ کہے" انہوں نے ان الفاظ کے ذریعے اس شخص کی تردید کی ہے جو یہ کہتا ہے کہ نماز کے بعد دائیں طرف سے اُٹھنا ہی ضروری ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں دونوں طرف سے اُٹھ جایا کرتے تھے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ جو شخص اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ دائیں طرف سے اُٹھنا مستحب ہے اور جو شخص بائیں طرف سے اُٹھے گا وہ گنہگار ہوگا تو یہ غلط ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے یعنی دونوں طرف سے اُٹھنا ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"کوئی بھی شخص اپنی نماز میں شیطان کے لیے حصہ نہ رکھے یعنی وہ یہ نہ سمجھے کہ اس پر یہ بات لازم ہے کہ وہ صرف دائیں طرف سے ہی اُٹھ سکے گا کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ بائیں طرف سے بھی اُٹھتے ہوئے دیکھا ہے"۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو اکثر دائیں طرف سے اُٹھتے ہوئے دیکھا ہے''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں احادیث کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ بعض اوقات اس طرح کرلیا کرتے تھے اور بعض اوقات اس طرح کرلیا کرتے تھے' تو ہر شخص نے اپنی سمجھ کے مطابق یہ بیان دیا کہ نبی اکرم ﷺ اکثر ایسا کیا کرتے تھے۔

جبکہ علامہ ابن حجر نے ان دونوں طرح کی روایات کے درمیان ایک اور حوالے سے تطبیق دی ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس حالت پر محمول کیا جائے گا' جب نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں نماز ادا کیا کرتے تھے' کیونکہ آپ ﷺ کا حجرہ مبارک بائیں طرف تھا' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو اس صورتِ حال پر محمول کیا جائے گا' جو اس کے علاوہ تھی' یعنی سفر کے دوران یا دوسرے مقامات پر آپ ﷺ دائیں طرف سے اُٹھا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ دونوں طرف سے اُٹھنا ثابت ہے اور دائیں طرف سے اُٹھنے کو لازم قرار دینا' ایک ایسی چیز کو لازم قرار دینا ہوگا جسے شریعت نے لازم قرار نہیں دیا' البتہ جمہور نے دائیں طرف سے اُٹھنے کو مستحب قرار دیا ہے' کیونکہ اس میں زیادہ فضیلت پائی جاتی ہے اور ہمارے کئی فقہاء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ دائیں طرف سے ہی اُٹھو اس کے ذریعے اُنہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض حضرات اس بات کے بھی قائل ہیں' کہ شہر میں اور صحرا میں دونوں صورتوں میں بائیں طرف سے اُٹھنے کی ممانعت ہے۔ اور یہ بات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور معقل اسدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں' کہ اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ سنت کے معانی میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف پایا جاتا تھا تو ان میں سے جس کسی نے جو بات سنی' اس نے اس کے عموم کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا اور اسی وجہ سے بعض جزئیات کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ ''الکواکب الدراری'' شرح صحیح البخاری' جسے علامہ کرمانی نے تحریر کیا ہے' اس میں اسی طرح مذکور ہے۔

قبلہ کی طرف یا بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کرنے کے بارے میں بھی مختلف طرح کے اقوال پائے جاتے ہیں۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ شہر میں (یعنی آبادی میں اپنے گھر میں) قبلہ کی طرف رخ کر کے یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرنا جائز ہے' البتہ صحرا میں ایسا کرنا جائز نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' جبکہ ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا مطلق طور پر جائز نہیں ہے' احناف اسی بات کے قائل ہیں' انہوں نے اس بارے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

سنن میں نقل کیا ہے۔

جبکہ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں یعنی صحرا میں یا آبادی میں ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے۔

چوتھا مؤقف اس بارے میں یہ ہے کہ ان کی طرف رخ کرنا جائز نہیں ہے' البتہ پیٹھ کرنا مطلق طور پر جائز ہے۔ اس حوالے سے فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

جن حضرات نے مطلق طور پر قبلہ کی طرف رخ کرنے یا پیٹھ کرنے کو حرام قرار دیا ہے ان میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں اور جن حضرات نے مطلق طور پر اس کی اجازت دی ہے ان میں عروہ بن زبیر بھی شامل ہیں۔

ربیعہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی یہ بات نقل کی گئی ہے اور ابن منذر سے بھی یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ایسا کرنا مطلق طور پر مباح ہے' کیونکہ اس بارے میں منقول روایات میں تعارض پایا جاتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ اس لیے قبلہ کی طرف رخ کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: صحاح ستہ کے مؤلفین نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ "مرفوع" حدیث نقل کی ہے: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

"(قضائے حاجت کرتے ہوئے) قبلہ کی طرف رخ نہ کرو اور پیٹھ بھی نہ کرو"۔

جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر محدثین نے یہ روایت نقل کی ہے' جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کرنے سے منع کیا ہے"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

"جب کوئی شخص قضائے حاجت کرنے کے لیے بیٹھے تو وہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور اس کی طرف پیٹھ بھی نہ کرے"۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے طاؤس کے حوالے سے "مرسل" حدیث کے طور پر یہ "مرفوع" حدیث نقل کی ہے:

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

"جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے آئے' تو وہ اللہ تعالیٰ کے قبلے کا احترام کرے اور اس کی طرف رخ یا پیٹھ نہ کرے"۔

امام ابوجعفر طبری نے اپنی کتاب "تہذیب الآثار" میں عبداللہ بن حسن کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' ان کے دادا کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے:

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:)

"جو شخص قبلہ کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنے کے لیے بیٹھتا ہے' اور پھر اُسے یہ بات یاد آ جاتی ہے اور وہ پھر قبلہ کے احترام کے پیش نظر اس طرف سے رخ موڑ لیتا ہے' تو اس کے وہاں سے اُٹھنے سے پہلے اس کی مغفرت ہو جاتی

ہے"۔

ان تمام روایات کی بنیاد پر ہمارے اصحاب یعنی فقہاء احناف نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کرنا مطلق طور پر منع ہے خواہ آدمی عمارت کے اندر موجود ہو یا کھلی جگہ پر موجود ہو ہمارے فقہاء نے ان احادیث کو اس لیے بھی ترجیح دی ہے کیونکہ یہ قولی احادیث ہیں۔

بَابُ صَلَاةُ الْمُغْمٰى عَلَيْهِ

باب 84: جس شخص پر بے ہوشی طاری ہو اس کی نماز کا حکم

278-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ اُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَلَمْ يَقْضِ الصَّلٰوةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا اُغْمِيَ عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِنْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّاَمَّا اِذَا اُغْمِيَ عَلَيْهِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً اَوْ اَقَلَّ قَضٰى صَلَاتَه

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے اس وقت کی نماز کی قضاء نہیں کی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جب کسی شخص پر ایک دن اور ایک رات سے زیادہ عرصے تک بے ہوشی طاری رہے لیکن اگر صرف ایک دن یا اس سے کم طاری رہے اور پھر اسے افاقہ ہو جائے تو وہ اپنی نمازوں کی قضاء ادا کرے گا۔

شرح: جو شخص بے ہوش ہو جاتا ہے یا اس کی بے ہوشی طویل ہو جاتی ہے اس کے بارے میں حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: جس شخص پر پانچ یا اس سے کم نمازوں تک بے ہوشی طاری رہے تو وہ ان نمازوں کی قضاء کرے گا لیکن اس سے زیادہ دیر تک بے ہوشی طاری رہتی ہے تو اب وہ ان نمازوں کی قضاء نہیں کرے گا اور یہ حکم استحسان کے پیش نظر ہے جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کسی بھی نماز کی قضاء لازم نہیں ہونی چاہیے جبکہ اس پر ایک نماز کے مکمل وقت تک بے ہوشی طاری رہی ہو کیونکہ ایسی صورت میں عجز ثابت ہو جاتا ہے اور یہ چیز جنون کے مشابہ ہو جاتی ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جب بے ہوشی کی مدت طویل ہو جائے گی تو قضا نمازوں کی کثرت ہو جائے گی جنہیں ادا کرنے کی وجہ سے حرج لازم آئے گا اور جب بے ہوشی کی مدت کم ہوگی تو قضاء نمازیں بھی تھوڑی سی ہوں گی اور حرج لازم نہیں آئے گا اور کثیر اسے کہا جائے گا کہ جب ان کی تعداد مکمل ایک دن اور ایک رات کی نمازوں (یعنی پانچ نمازوں) سے زیادہ ہو جائے کیونکہ اس صورت میں وہ تکرار کے حکم میں داخل ہو جائیں گی۔

اس حوالے سے جنون بھی اغماء (بے ہوشی) کی طرح ہے۔

شیخ ابوسلیمان نے اسی طرح ذکر کیا ہے اس کے برعکس نیند کا حکم مختلف ہے کیونکہ اتنی طویل نیند نہیں ہوتی ہے۔
اس لیے نیند کے حکم کو "قاصر عذر" کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کثرت کا اعتبار اوقات کے حوالے سے کیا جائے گا' کیونکہ تکرار بھی اسی حوالے سے ثابت ہوتی ہے' جبکہ شیخین کے نزدیک اس کا اعتبار ساعت کے اعتبار سے کیا جائے گا اور یہ بات حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی روایت کی گئی ہے' باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

279- بَلَغَنَا عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ اَنَّهُ اُغْمِيَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَضٰى
اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ مَعْشَرِ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ اَصْحَابِه .

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت ہم تک پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ ان پر چار نمازوں کے وقت جتنی بے ہوشی طاری رہی' جب وہ ٹھیک ہوئے' تو انہوں نے نمازوں کی قضاء ادا کی۔
شیخ ابومعشر مدینی نے اپنے بعض ساتھیوں کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيْضِ

باب 85: بیمار شخص کی نماز

280- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيْضُ السُّجُوْدَ اَوْمٰى بِرَاْسِه .
قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى عُوْدٍ وَّلَا شَيْءٍ يَّرْفَعُ اِلَيْهِ وَ يَجْعَلُ سُجُوْدَهُ اَخْفَضَ مِنْ رُّكُوْعِه وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب بیمار شخص سجدہ نہ کرسکتا ہو' تو وہ اپنے سر کے ذریعے اشارہ کر کے (رکوع اور سجدہ) کرے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لکڑی کے اوپر یا کسی اور بلند چیز کے اوپر سجدہ کرے (بلکہ اشارے کے ذریعے نماز ادا کرتے ہوئے) وہ سجدے میں اپنے سر کو رکوع کے مقابلے میں زیادہ جھکا لے گا۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: بیمار شخص کی نماز پڑھنے کے احکام کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:
جب کوئی بیمار شخص نماز کے دوران قیام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو' تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور رکوع و سجود کرے گا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا:

''تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو بیٹھ کر ادا کرو اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتے تو پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرو اور اشارے کے ساتھ نماز ادا کرو''۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اطاعت اپنی طاقت کے اعتبار سے ہی لازم ہوتی ہے۔

ماتن فرماتے ہیں: اگر وہ رکوع اور سجدے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اشارے کے ساتھ (نماز ادا کرے گا) اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی وہ بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز ادا کرے گا' کیونکہ اس کا طریقہ یہی ہے اور وہ سجدے میں رکوع کے مقابلے میں زیادہ جھکے گا' کیونکہ یہ اس کا قائم مقام ہے' لہٰذا اس میں ان دونوں کا حکم بھی شامل ہوگا۔

البتہ وہ شخص کسی چیز کو اپنے چہرے کی طرف اُٹھا کر اس پر سجدہ نہیں کرے گا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی:

''اگر تم زمین پر سجدہ کرنے کی قدرت رکھتے ہو' تو سجدہ کر لو' ورنہ اپنے سر کے ذریعے اشارہ کر لو''۔

جب کوئی شخص ایسا کرے گا' اور اپنے سر کو ذرا سا جھکا دے گا' تو یہی اس کے لیے کافی ہوگا' کیونکہ اشارہ موجود ہے' لیکن اگر وہ شخص کوئی چیز اپنی پیشانی پر رکھے گا' تو اب ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ یہاں اشارہ موجود نہیں ہے' اگر کوئی شخص بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اپنی پشت کے بل لیٹ جائے گا' اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کرے گا اور رکوع اور سجدہ اشارے کے ذریعے ادا کرے گا' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''بیمار شخص کھڑا ہو کر نماز ادا کرے گا' اگر وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو بیٹھ کر ادا کرے گا' اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ گدی کے بل لیٹ کر اشارے کے ساتھ نماز ادا کرے گا' اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی طرف سے عذر کو قبول کرے''۔

ماتن فرماتے ہیں: اگر وہ شخص پہلو کے بل چت لیٹ جاتا ہے اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے اور وہ اشارے کے ساتھ نماز ادا کر لیتا ہے' تو یہ بھی جائز ہے' اس کی دلیل وہ روایت ہے' جو اس سے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں' البتہ پہلی صورت زیادہ بہتر ہے' یہ حکم ہمارے نزدیک ہے' جبکہ امام شافعی کی رائے مختلف ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص چت لیٹ کر نماز ادا کرے گا' اس کا اشارہ کعبہ کی فضا کی طرف ہوگا اور جو شخص پہلو کے بل لیٹے گا' اس کا اشارہ اپنے پاؤں کی طرف ہوگا (اس لیے چت لیٹنا زیادہ بہتر ہے) اس طریقے کے ساتھ اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔

اگر وہ شخص سر کے ذریعے اشارہ کرنے کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو' تو اب وہ نماز کو مؤخر کر دے گا اور وہ آنکھ' دل یا اَبرو کے اشارے کے ساتھ نماز ادا نہیں کرے گا' اس بارے میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے' اس کی دلیل وہ روایت ہے' جو ہم اس سے پہلے پیش کر چکے ہیں' اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اپنی رائے کے ساتھ کسی چیز کو بدل قرار دینا ممکن نہیں ہے اور سر پر کسی دوسرے عضو کو قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ سر کے ذریعے تو نماز کا رکن ادا ہو سکتا ہے' لیکن آنکھ یا اس طرح کے دیگر اعضاء کے ذریعے رکن ادا نہیں ہو سکتا۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ''اس سے مؤخر کر دیا جائے گا'' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی'

اگر چہ اس کا یہ عاجز ہونا ایک دن یا ایک رات سے زیادہ عرصے تک ہو بشرطیکہ بعد میں وہ شخص ٹھیک ہو جائے صحیح قول یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خطاب کا مضمون اس کی فہم میں آ سکتا ہے جبکہ جس شخص پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے (وہ خطاب کے مفہوم کو سمجھ ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی عقل ماؤف ہوتی ہے)۔

اگر کوئی شخص قیام پر قدرت رکھتا ہے لیکن رکوع اور سجدہ نہیں کر سکتا تو اب اس پر قیام کرنا بھی لازم نہیں ہوگا بلکہ وہ بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز ادا کرے گا کیونکہ قیام کا رکن اس وجہ سے ہوتا ہے تاکہ اس کے ذریعے سجدہ کیا جا سکے جس میں انتہائی تعظیم پائی جاتی ہے تو جس قیام کے بعد سجدہ موجود نہیں ہوگا وہ قیام رکن شمار نہیں ہوگا اس لیے ایسے عذر والے شخص کو اختیار ہے اور اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز ادا کرے کیونکہ یہ صورت حقیقی سجدے کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے اگر کوئی تندرست شخص نماز ادا کر رہا ہو اور نماز کا کچھ حصہ ادا کرنے کے بعد بیمار ہو جائے تو وہ رکوع اور سجدے کے ساتھ یا اشارے کے ساتھ نماز کو پورا کرے گا اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا تو لیٹ کر مکمل کرے گا کیونکہ یہاں پہ ادنیٰ کی بنیاد اعلیٰ پر ہے اور یہ اقتداء کی مانند ہو جائے گا۔

جو شخص بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہو اور پھر وہ تندرست ہو جائے تو وہ اسی پر بناء کرے گا اور کھڑا ہو کر نماز ادا کرے گا یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد رحمہ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص نئے سرے سے نماز ادا کرے گا۔

اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ اقتداء میں اختلاف پایا جا رہا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

اگر کوئی شخص اشارہ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا پھر وہ رکوع وسجود پر قادر ہو گیا تو اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے وہ نئے سرے سے نماز ادا کرے گا کیونکہ جو شخص رکوع کر رہا ہو وہ اشارے کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کی اقتداء نہیں کر سکتا تو بناء کا بھی یہی حکم ہوگا۔

جو شخص نفل نماز ادا کرنا شروع کرتا ہے اور پھر تھک جاتا ہے تو اب اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ عصاء یا دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لے یا بیٹھ جائے کیونکہ یہ بھی ایک عذر ہے البتہ وہ اگر کسی عذر کے بغیر ٹیک لگاتا ہے تو ایسا کرنا مکروہ ہے کہ اس صورت میں بے ادبی کا پہلو پایا جاتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر وہ شخص کسی عذر کے بغیر بھی بیٹھ جائے تو جائز ہے تو اسی طرح کسی عذر کے بغیر ٹیک لگانا بھی مکروہ نہیں ہونا چاہیے۔

جبکہ صاحبین کے نزدیک کسی عذر کے بغیر بیٹھنا بھی مکروہ ہے تو ٹیک لگانا بھی مکروہ ہوگا۔

اگر وہ شخص کسی عذر کے بغیر بیٹھ جاتا ہے تو اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو مکروہ قرار دیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز درست ہوگی البتہ صاحبین کے نزدیک اس کی نماز درست نہیں ہوگی یہ بات پہلے نوافل کے باب میں گزر چکی ہے۔

جو شخص کشتی میں کسی علت کے بغیر بیٹھ کر نماز ادا کرلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ کافی ہے البتہ اس کے لیے قیام کرنا

زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کسی عذر کے بغیر اس طرح نماز ادا کرنا کافی نہیں ہے' کیونکہ وہ شخص قیام کی قدرت رکھتا ہے' اس لیے اس کو کسی علت کے علاوہ ترک نہیں کیا جا سکتا' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر (کشتی میں سفر کے دوران) سر گھوم جاتا ہے' تو یہ اسی طرح ہوگا جیسے واقعی یہ واقعہ پیش آیا ہے' البتہ قیام کرنا اس کے لیے زیادہ فضیلت رکھتا ہے' کیونکہ اس صورت میں وہ اختلاف کے شبہ سے دور ہو جائے گا' تاہم زیادہ فضیلت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے' آدمی کشتی سے باہر آ کر نماز ادا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اس کے نتیجے میں یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کی جا سکے گی اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب وہ بندھی ہوئی نہ ہو' بندھی ہوئی کشتی کنارے کی طرح ہوگی' صحیح قول یہی ہے۔ (الہدایہ' باب بیمار شخص کی نماز کے احکام)

بَابُ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

باب 86: مسجد میں تھوک پھینکنے کا بیان اور اس کا مکروہ ہونا

281- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ الْوَجْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى.

قَالَ مُحَمَّدٌ يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ لَّا يَبْصُقَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلَا عَنْ يَسَارِهٖ وَلْيَبْصُقْ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی سمت میں بلغم لگی ہوئی دیکھی تو آپ نے اسے کھرچ دیا' پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے' تو وہ اپنے سامنے کی سمت میں ہرگز نہ تھوکے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے کی سمت میں ہوتا ہے' جس وقت آدمی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے شخص کے لیے یہ بات مناسب ہے کہ وہ اپنے سامنے کی طرف یا دائیں طرف نہ تھوکے' بلکہ اسے اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہیے۔

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ کلام قبلہ کی عظمت شان کے لیے ہے' روایت کے یہ الفاظ ''کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے'' ان کے ذریعے معتزلہ نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے حالانکہ یہ ایک واضح جہالت ہے اور یہ روایت قبلہ کی طرف رخ کر کے تھوکنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے' خواہ یہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو اور یہ حکم بطور خاص نمازی شخص کے لیے ہے۔

صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' حدیث منقول ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے:)

''جو شخص قبلے کی طرف منہ کر کے تھوکتا ہے' تو وہ جب قیامت کے دن آئے گا' تو اُس کا تھوک اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں ہوگا''۔

جبکہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' حدیث نقل کی ہے:

''قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکنے والے شخص کو قیامت کے دن اس حالت میں زندہ کیا جائے گا کہ وہ تھوک اُس کے چہرے پر لگا ہوا ہوگا''۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ ''وہ شخص اپنے پاؤں کے نیچے تھوک دے'' یہ حکم اُس وقت ہے' جب اُس کے پاؤں کے نیچے کوئی چیز موجود ہو' یعنی اُس کا کپڑا موجود ہو' ورنہ مسجد کی زمین پر یا مسجد کی چٹائی پر تھوکنا مکروہ ہے۔



بَابُ الْجُنُبُ وَالْحَآئِضُ يَعْرَقَانِ فِیْ ثَوْبٍ

باب 87: جنبی شخص اور حیض والی عورت کے کپڑوں میں پسینہ آنے کا حکم

282- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَعْرَقُ فِی الثَّوْبِ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ يُصَلِّیْ فِيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِهٖ مَالَمْ يُصِبِ الثَّوْبَ مِنَ الْمَنِیِّ شَیْءٌ وَّ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ بعض اوقات جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنابت کی حالت میں ہوتے تھے' تو ان کے کپڑوں میں پسینہ آ جاتا تھا لیکن وہ انہی کپڑوں میں نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ منی وغیرہ اس کپڑے پر نہ لگی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس بات پر تمام علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ حیض والی عورت کا جوٹھا اور اُس کا پسینہ پاک ہوتے ہیں۔

روایت کے یہ الفاظ: جس کپڑے میں اُسے پسینہ آیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جو لباس اُس نے پہنا ہوا تھا۔

اور حیض والی عورت اور نفاس والی عورت بھی جنبی شخص کے حکم میں ہوں گی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ جب اُس کے کپڑے پر منی لگی ہوئی نہ ہو' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات

تحریر کی ہے کہ اُن کی دلیل وہ روایت ہے جو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے ایک مرتبہ سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے جس میں وہ آپ کے ساتھ لیٹتے تھے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا: جی ہاں! جب اُس پر کوئی نجاست نہیں لگی ہوتی تھی۔

بَابُ بَدْءِ اَمْرِ الْقِبْلَةِ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِبْلَةِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

باب 88: بیت المقدس کا قبلہ ہونے کا حکم منسوخ ہو کر (خانہ کعبہ) کے قبلہ ہونے کا آغاز

283- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ اِذْ اَتَاهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ فِيْمَنْ اَخْطَاَ الْقِبْلَةَ حَتّٰى صَلّٰى رَكْعَةً اَوْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهٗ يُصَلِّيْ اِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ فَلْيَنْحَرِفْ اِلَى الْقِبْلَةِ فَيُصَلِّيْ مَا بَقِيَ وَيَعْتَدُّ بِمَا مَضٰى وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ صبح کی نماز ادا کر رہے تھے اسی دوران ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر گزشتہ رات قرآن کا حکم نازل ہوا ہے اور آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف رخ کر لیں تو تم لوگ بھی قبلہ کی طرف رخ کر لو۔

راوی کہتے ہیں: ان لوگوں کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ اسی وقت گھوم کر خانہ کعبہ کی طرف ہو گئے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو قبلہ کے بارے میں غلطی کرتا ہے یہاں تک کہ ایک یا دو رکعت قبلہ کی بجائے دوسری طرف رخ کر کے ادا کر لیتا ہے بعد میں اسے پتہ چلتا ہے کہ اس نے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہیں کی تو وہ اسی وقت مڑ کر قبلہ کی طرف رخ کرے گا اور باقی نماز اسی طرح ادا کرے گا اور اس نے جو نماز پہلے ادا کی تھی وہ درست شمار ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

جس شخص پر قبلہ کی سمت مشتبہ ہو جائے اور وہاں کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ ہو جس سے وہ قبلہ کے بارے میں دریافت کر سکے تو وہ شخص اجتہاد کر کے نماز ادا کر لے گا' کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسی صورتِ حال میں اجتہاد کر کے نماز ادا کر لی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اِس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب اوپر کے درجے کی کوئی دلیل موجود نہ ہو' تو ایسی صورت میں ظاہری دلیل پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور کسی سے سمت قبلہ جان لینا خود اجتہاد کرنے پر فوقیت رکھتا ہے (لیکن یہاں یہ صورتِ حال نہیں پائی جا رہی ہے)۔

اگر کسی شخص کو نماز ادا کر لینے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس نے غلط سمت میں نماز ادا کی تھی' تو اب وہ شخص اُس نماز کو نہیں دُہرائے گا۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ اگر اُس نے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز ادا کی تھی وہ شخص اُس نماز کو دوبارہ ادا کرے گا کیونکہ اب اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اُس نے غلط رُخ میں نماز ادا کی تھی' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں' کہ قبلہ کی سمت کی طرف رُخ کرنے میں اُس کی استطاعت کے علاوہ اُس پر اور کوئی چیز واجب نہیں ہو گی اور احکام کا مکلف ہونا اپنی استطاعت کے ساتھ متعلق ہے۔

اگر کسی شخص کو نماز کے دوران اس بات کا پتہ چل جاتا ہے (کہ اُس کا رُخ قبلہ کی طرف نہیں ہے) تو وہ قبلہ کی طرف گھوم جائے گا اور وہیں سے نماز جاری رکھے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اہلِ قبا کو اس بات کا پتہ چلا کہ قبلہ تبدیل ہو گیا ہے' تو وہ نماز کے دوران گھوم کر قبلہ کی طرف ہو گئے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اس طرزِ عمل کو درست قرار دیا تھا۔

اسی طرح اگر نماز کے دوران ہی اُس کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے اور اُس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ قبلہ کا رخ دوسری طرف ہے' تو وہ اُسی طرف رُخ کر لے گا۔

تاہم اُس کے پہلے والے اجتہاد کو بھی توڑا نہیں جائے گا' یعنی یہ نہیں' کہا جائے گا کہ اُس نے پہلے جو نماز ادا کی تھی وہ ادا ہوئی ہی نہیں ہے۔

بَابُ اَلرَّجُلُ يُصَلِّىْ بِالْقَوْمِ وَهُوَ جُنُبٌ اَوْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ

باب 89: جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہو اور اس وقت وہ جنابت کی حالت میں ہو یا بے وضو ہو

284- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ ابْنُ اَبِىْ حَكِيْمٍ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ رَكِبَ اِلَى الْجُرُفِ ثُمَّ بَعْدَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلِمَ فِىْ ثَوْبِهٖ اِحْتِلَامًا فَقَالَ لَقَدِ احْتَلَمْتُ وَمَا شَعَرْتُ وَلَقَدْ سُلِّطَ عَلَىَّ الْاِحْتِلَامُ مُنْذُ وُلِّيْتُ اَمْرَ النَّاسِ ثُمَّ غَسَلَ مَارَاٰى فِىْ ثَوْبِهٖ اَوْنَضَحَهٗ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى الصُّبْحَ بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَنَرٰى اَنَّ مَنْ عَلِمَ ذٰلِكَ مِمَّنْ صَلّٰى خَلْفَهٗ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّعِيْدَ الصَّلٰوةَ كَمَا اَعَادَهَا عُمَرُ لِاَنَّ الْاِمَامَ اِذَا فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر وہ سوار ہو کر جرف کے مقام پر چلے گئے' پھر سورج نکل آنے کے بعد انہوں نے اپنے کپڑے پر احتلام کا نشان دیکھا تو بولے: مجھے احتلام ہو گیا تھا اور

مجھے پتہ بھی نہیں چلا مجھ پر احتلام اس وقت سے مسلط ہوا ہے جب سے میں حکمران بنا ہوں۔

پھر انہوں نے اپنے کپڑے پر لگے ہوئے (نشان کو) دھویا' اس پر پانی چھڑکا' پھر غسل کیا' پھر انہوں نے اُٹھ کر صبح کی نماز سورج نکلنے کے بعد (دوبارہ) ادا کی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والوں میں سے جس شخص کو اس بات کا علم ہوا' اس پر یہ لازم تھا کہ وہ دوبارہ اس نماز کو دُہرائے' جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نماز کو دُہرایا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہو جاتی ہے' تو اس کے پیچھے ادا کرنے والوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں صحابہ کرام' تابعین اور اُن کے بعد زمانے کے ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جو شخص جنابت کو بھول کر نماز ادا کر لیتا ہے اور پھر بعد میں اُسے یاد آتا ہے۔ اُس کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے پر نماز کو دہرانا لازم نہیں ہوگا' بلکہ صرف اُس امام پر اُس نماز کو دہرانا لازم ہوگا اور یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی نقل کی گئی ہے' کیونکہ جب اُنہوں نے صبح کی نماز پڑھا دی اور جب وہ بعد میں اپنی زمین کی طرف گئے جو ''جرف'' میں تھی اور اُنہیں اپنے کپڑے پر احتلام کا نشان نظر آیا' تو اُنہوں نے اپنی نماز کو دہرا لیا تھا لیکن اپنے مقتدیوں کا نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا تھا۔

جب کہ امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دیتا ہے' تو اُس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ شخص اُس نماز کو دہرائے گا اور اُس کے مقتدی بھی اُس نماز کو دہرائیں گے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ اُنہوں نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھا دی تھی' جب دن چڑھ گیا تو اُنہیں جنابت کا نشان نظر آیا' تو وہ بولے: میں بوڑھا ہو گیا ہوں' اللہ کی قسم! میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ پھر اُنہوں نے اُس نماز کو دہرایا لیکن اُنہوں نے لوگوں کو نماز دہرانے کے لیے نہیں' کہا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے' اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے' ابوثور رحمۃ اللہ علیہ نے' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسے امام کے مقتدیوں پر بھی اُس نماز کو دہرانا لازم ہوگا۔

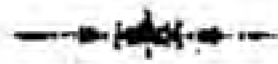
امام عبدالرزاق نے منقطع سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہو جائے گی' تو لازمی طور پر مقتدی کی بھی فاسد ہو جائے گی' کیونکہ امام کو تو مقرر ہی اس لیے کیا گیا ہے' تا کہ اُس کی پیروی کی جائے اور امام اپنے مقتدی کی نماز کا ضامن ہوتا ہے جیسا کہ اس بارے میں حدیث بھی منقول ہے۔

اس لیے مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مشتمل ہوگی اور مقتدی کی نماز درست ہونے کے لیے شرط ہے کہ امام کی نماز بھی درست ہو اور امام کی نماز فاسد ہونے کی وجہ سے مقتدی کی نماز کو بھی فاسد ہو جانا چاہیے۔

تو جب امام جنابت کی حالت میں نماز ادا کر لیتا ہے' تو اُس کی نماز درست نہیں ہوگی' کیونکہ نماز کے لیے پاک ہونا شرط ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جارہی ہے' تو ایسی صورت میں مقتدی کی نماز بھی درست نہیں ہوگی اور اُس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

تاہم یہاں جزوی طور پر یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جب امام کو اس طرح کی صورتِ حال کے بارے میں پتہ چل جائے' تو اب یہ لازم ہوگا کہ وہ مقتدیوں کو بھی اس سے آگاہ کر دے تا کہ وہ اپنی نماز کو دہرالیں' لیکن اگر امام اُن کو اطلاع نہیں دیتا ہے' تو مقتدیوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔



بَابُ الرَّجُلُ يَرْكَعُ دُوْنَ الصَّفِّ اَوْ يَقْرَاُ فِیْ رُكُوْعِهٖ

باب 90: جو شخص صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع میں چلا جائے یا جو شخص رکوع میں قرأت کرے (اس کے بارے میں حکم)

285- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّهٗ قَالَ دَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَوَجَدَ النَّاسَ رُكُوْعًا فَرَكَعَ ثُمَّ دَبَّ حَتّٰى وَصَلَ الصَّفَّ.

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا يُجْزِئُ وَاَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ لَّا يَرْكَعَ حَتّٰى يَصِلَ اِلَى الصَّفِّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

✧✧ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (مسجد میں) داخل ہوئے' تو انہوں نے لوگوں کو رکوع کی حالت میں پایا تو وہ اسی وقت رکوع میں چلے گئے' پھر رکوع میں ہی چلتے ہوئے صف تک پہنچ گئے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا کرنا جائز ہے' لیکن ہمارے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے کہ آدمی صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع میں نہ جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات نقل کی ہے کہ اُن

تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے (صف میں شامل ہو جایا کرتے تھے)۔

علامہ ابن عبدالبر نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے:

میرے علم کے مطابق صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے اس بارے میں مختلف ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: تم اُس وقت تک رکوع میں نہیں جاسکتے جب تک تم صف میں اپنی جگہ پر نہیں پہنچ جاتے اور انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں' کہ اگر کوئی شخص ایسا کر لیتا ہے' تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جو شخص تنہا ہو وہ رکوع میں چلا جائے اور پھر بعد میں چلتا ہوا صف میں شامل ہو جائے' لیکن یہ شرط ہے کہ وہ صف کے قریب ہو جبکہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکیلے شخص کے لیے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے۔

286- قَالَ مُحَمَّدٌ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى حَتّٰى وَصَلَ الصَّفَّ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَقَالَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰكَذَا نَقُوْلُ وَهُوَ يُجْزِئُ وَاَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ لَّا يُفْعَلَ .

✦✦ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا تھا اور پھر چلتے ہوئے صف تک پہنچ گئے تھے۔ جب انہوں نے اپنی نماز کو مکمل کیا' جب انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے شوق میں اضافہ کرے' لیکن تم دوبارہ ایسے نہ کرنا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسا کرنا جائز ہے' تاہم ہمارے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔

شرح: روایت کے یہ الفاظ "تم دوبارہ ایسا نہ کرنا" اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اب جو عمل کیا ہے اس کو دوبارہ نہ دہرانا' بعض افراد کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو نماز اس طرح ادا کر لی ہے' اس کو دوبارہ نہ دہرانا۔

قاضی فرماتے ہیں: جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ کسی شخص کا صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

ابراہیم نخعی' حماد' وکیع اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں۔ ایسی صورت میں نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا حدیث ان کے خلاف حجت ہے (کیونکہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز دوبارہ ادا کرنے کی ہدایت نہیں دی تھی)۔

روایت کے یہ الفاظ تم دوبارہ ایسا نہ کرنا' اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو عمل اختیار کیا ہے اس کو دوبارہ نہ دہرانا۔

287- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ حُنَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَ عَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ وَ عَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَ عَنْ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ فِى الرُّكُوْعِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ تُكْرَهُ الْقِرَآءَةُ فِى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی پہننے' معصفر پہننے' سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرأت کرنے سے منع کیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' رکوع اور سجدے میں قرأت کرنا مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

...———...———...

شرح: جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں' کہ رکوع یا سجدے کے دوران قرآن کی تلاوت کرنا منع ہے اور اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث منقول ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جبرائیل نے مجھے اس بات سے منع کر دیا ہے کہ میں رکوع یا سجدے کی حالت میں قرآن کی تلاوت کروں''۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور فقہاء نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

بعض تابعین نے رکوع اور سجدے کی حالت میں قرآن کی تلاوت کو جائز قرار دیا ہے۔

(ابن رشد کہتے ہیں:) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے' ان کے نزدیک یہ حدیث مستند نہیں ہے۔ (بدایۃ المجتہد)

بَابُ الرَّجُلُ يُصَلِّىْ وَهُوَ يَحْمِلُ الشَّىْءَ

باب 91: جو شخص نماز ادا کرتے ہوئے کسی چیز کو اُٹھالے

288- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ عَامِرُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ السُّلَمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِى الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ . فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا

✧✧ حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو گود میں اُٹھایا ہوا تھا' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص بن ربیع کی صاحبزادی تھیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے' تو آپ نے انہیں ایک طرف کھڑا کر دیا' جب آپ اُٹھے تو آپ نے انہیں پھر اُٹھالیا۔

شرح: اس روایت میں سیّدہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما کا تذکرہ ہے یہ نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں ان کے والد کا نام حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی تھی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مغیرہ بن نوفل نے ان کے ساتھ شادی کی تھی انہوں نے مغیرہ کے صاحبزادے یحییٰ کو جنم دیا تھا اور مغیرہ بن نوفل کی زوجیت میں ہی ان کا انتقال ہوا تھا۔

ایک روایت کے مطابق ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور یہ خود بھی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اکلوتی صاحبزادی تھیں۔

سیّدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا کا انتقال چالیس ہجری کے بعد ہوا تھا' ان کے والد حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کا انتقال بارہ ہجری میں ہوا تھا۔ ان کی والدہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کا انتقال نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں ہی آٹھویں سن ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علماء نے اس حدیث کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے۔

ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ واقعہ نفل نماز کا ہے۔ لیکن مازری' قرطبی اور قاضی عیاض نے اس کو بعید از امکان قرار دیا ہے' کیونکہ صحیح مسلم کی روایت میں یہ بات موجود ہے۔ راوی کہتے ہیں:

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا' آپ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی گردن (یعنی کندھے) پر سوار تھیں''۔

اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''ایک مرتبہ ہم ظہر یا شاید عصر کی نماز میں نبی اکرم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو نماز کے لیے تشریف لانے کی درخواست کر دی تھی۔ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' تو سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے کندھے پر سوار تھیں' آپ ﷺ اپنی جائے نماز پر کھڑے ہو گئے' ہم آپ ﷺ کی اقتداء میں کھڑے ہو گئے' نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی' سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا اپنی جگہ پر ہی موجود رہیں''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بعض مالکیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حکم مخصوص ہے' جبکہ بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ یہ ضرورت کے پیش نظر تھا' لیکن یہ سب ان کے دعوے ہیں اور یہ درست نہیں ہیں چونکہ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی دلیل موجود نہیں ہے۔

اس حدیث میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں ہے' جو شرعی قواعد کے خلاف ہو کیونکہ آدمی پاک ہوتا ہے اور بچوں کے کپڑوں اور ان کے جسم کو پاکی پر ہی محمول کیا جائے گا اور نماز کے دوران اگر کوئی شخص تھوڑا عمل کرتا ہے' تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے' نبی

اکرم ﷺ نے ایسا اس لیے کیا تھا تاکہ جواز کو بیان کر دیں۔
''شرح زرقانی'' میں اسی طرح تحریر ہے۔

بَابُ اَلْمَرْءَ ةُ تَكُوْنُ بَيْنَ الرَّجُلِ يُصَلِّيْ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ وَ هِيَ نَائِمَةٌ اَوْ قَائِمَةٌ

باب 92: جب کوئی عورت نماز پڑھنے والے آدمی اور قبلہ کے درمیان میں ہو
(تو اس کا حکم کیا ہوگا؟) خواہ وہ سوئی ہوئی ہو یا کھڑی ہوئی ہو

289-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِيْ اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي الْقِبْلَةِ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلِيْ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِاَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ نَائِمَةٌ اَوْ قَائِمَةٌ اَوْ قَاعِدَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ اَوْ اِلٰى جَنْبِهِ اَوْ تُصَلِّيْ اِذَا كَانَتْ تُصَلِّيْ فِيْ غَيْرِ صَلَاتِهِ اِنَّمَا يُكْرَهُ اَنْ تُصَلِّيَ اِلٰى جَنْبِهِ اَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُمَا فِيْ صَلَاةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ يُصَلِّيَانِ مَعَ اِمَامٍ وَّاحِدٍ فَاِنْ كَانَتْ كَذٰلِكَ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے سوئی ہوتی تھی' میرے پاؤں قبلہ کی سمت والے حصے میں ہوتے تھے' نبی اکرم ﷺ جب سجدے میں جانے لگتے تھے' تو آپ مجھے ٹھوکا دیتے تھے اور میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی تھی' پھر جب آپ کھڑے ہو جاتے تھے' تو میں انہیں پھر پھیلا لیتی تھی۔
ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب آدمی نماز ادا کر رہا ہو' تو اس وقت کوئی عورت اس کے سامنے یا اس کے پہلو میں سوئی ہوئی ہو' یا کھڑی ہوئی ہو' یا بیٹھی ہوئی ہو' یا نماز ادا کر رہی ہو جبکہ وہ عورت اپنی نماز ادا کر رہی ہو۔
ایسا کرنا مکروہ اس وقت ہوگا' جب وہ عورت اس مرد کے پہلو میں' یا اُس کے سامنے نماز ادا کر رہی ہو اور وہ دونوں ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں (یعنی وہ عورت اس شخص کی اقتداء کر رہی ہو) یا وہ دونوں ایک ہی امام کی پیروی کر رہے ہوں۔
اگر اس طرح کی صورتِ حال ہوگی' تو ایسی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں' کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کے

ذریعے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ جمہور نے اس روایت کو ایسی صورت حال پر محمول کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس وقت چھوا تھا' جب درمیان میں کوئی رکاوٹ یعنی کپڑا موجود تھا اور سونے والے کی حالت کے حوالے سے یہی صورت حال ظاہر ہے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے کہ لذت کے بغیر عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو' اس میں ایسی لذت موجود نہیں ہوتی ہے' بطور خاص نبی اکرم ﷺ کے بارے میں تو یہی صورت ہو گی اور درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ ہونا یا یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ہونا' یہ دونوں احتمالات بعید از امکان ہیں' کیونکہ اصل یہی ہے کہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی اور احتمال کی صورت میں خصوصیت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اس سے یہ بات پھر ثابت ہو جاتی ہے کہ جو شخص عورت کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کر رہا ہو' تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' تابعین کی ایک جماعت اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: وہ دونوں ایک ہی نماز ادا کر رہے ہوں' اس کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت مرد کے برابر کھڑی ہو کر نماز ادا کر رہی ہو' تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اس کے لیے مخصوص شرائط اور احکام ہیں' اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

وہ عورت ایسی ہونی چاہیے جو شہوت کی حد تک پہنچی ہوئی ہو' اگرچہ عمر کے اعتبار سے نابالغ ہو' کیونکہ یہاں عمر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' بلکہ جسم کی ساخت کا اعتبار کیا جائے گا۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ دونوں تکبیر تحریمہ کے اعتبار سے مشترک ہوں' یعنی دونوں ایک ہی امام کے مقتدی ہوں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دونوں رکوع و سجود والی نماز ادا کر رہے ہوں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ دونوں ادائیگی کے حوالے سے نماز میں مشترک ہوں' یعنی وہ مرد اس عورت کا امام ہو یا وہ مرد و عورت کسی ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوں۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مرد بھی عاقل اور بالغ ہونا چاہیے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ عورت ایسی ہو جس کی نماز درست ہوتی ہے' اس اعتبار سے پاگل عورت' حیض یا نفاس والی عورت' اگر مرد کے برابر آ کر کھڑی ہو جاتی ہے' تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

اس کے لیے اگلی شرط یہ ہے کہ امام نے اس عورت کی یا اس کے علاوہ دیگر عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو۔

اس کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ پورے رکن کے دوران وہ عورت مرد کے برابر کھڑی رہی ہو' اگر اس سے کم کھڑی رہی ہو' تو اب اس صورت میں مرد کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

اگر کوئی مرد نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی عورت اس کے ساتھ آ کر نماز میں شریک ہونے کے لیے کھڑی ہو گی اور مرد نے اسے اشارہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ کھڑی نہ ہو' تو اب اس صورت میں مرد کی نماز فاسد نہیں ہو گی بلکہ عورت کی نماز فاسد ہو گی لیکن اگر مرد نے اسے اشارہ نہیں کیا' تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر مرد اور عورت کے درمیان کوئی چیز حائل ہو یعنی دونوں کے درمیان کوئی ستون یا دیوار ہو یا ایسی چیز ہو جو سترہ ہوتی ہے تو اب اس صورت میں وہ دونوں ایک دوسرے کے برابر شمار نہیں ہوں گے۔

فقہاء نے اس کے علاوہ بعض دیگر احکام کی بھی وضاحت کی ہے لیکن انہیں یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

باب 93: نمازِ خوف کا بیان

290- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ سَجْدَةً وَّ تَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّى الَّذِيْنَ مَعَهٗ سَجْدَةً اِسْتَاْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهٗ سَجْدَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْاِمَامُ وَقَدْ صَلّٰى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ سَجْدَةً سَجْدَةً بَعْدَ انْصِرَافِ الْاِمَامِ فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّوْا سَجْدَتَيْنِ . فَاِنْ كَانَ خَوْفًا هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ نَافِعٌ وَّلَا اَرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اِلَّا حَدَّثَهٗ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَكَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَا يَاْخُذُ بِهٖ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نمازِ خوف کے بارے میں دریافت کیا جاتا تھا تو وہ جواب دیا کرتے تھے: امام آگے ہو جائے گا' اس کے ساتھ کچھ لوگ آ جائیں گے' وہ ان لوگوں کو ایک رکعت نماز پڑھائے گا' جبکہ دوسرا گروہ امام اور دشمن کے درمیان رہے گا اور وہ نماز ادا نہیں کریں گے' جب امام کے ساتھ والے لوگ ایک رکعت ادا کر لیں گے تو وہ پیچھے ہٹ کر ان لوگوں کی جگہ چلے جائیں گے جنہوں نے نماز ادا نہیں کی تھی' وہ لوگ سلام نہیں پھیریں گے' پھر وہ لوگ آگے آ جائیں گے جنہوں نے نماز ادا نہیں کی تھی اور وہ امام کی اقتداء میں ایک رکعت ادا کریں گے' پھر امام اپنی نماز کو ختم کر دے گا' امام دو رکعات پڑھ لے گا اور دونوں فریقوں میں سے ہر ایک فریق نے ایک رکعت پڑھی ہوگی' پھر وہ لوگ خود ہی ایک' ایک رکعت ادا کر لیں گے' یعنی امام کے سلام پھیرنے کے بعد (وہ ایسا کریں گے)۔ تو اس طرح دونوں فریقوں میں سے ہر ایک نے دو' دو رکعات ادا کر لی ہیں۔

لیکن خوف اگر اس سے زیادہ شدید ہو' تو سب لوگ نماز ادا کریں گے خواہ وہ پیدل ہوں یا اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں یا سواری پر سوار ہوں' ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو یا قبلہ کی طرف نہ ہو۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہی بیان کی ہوگی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مفہوم نمازِ خوف ہے اور نمازِ خوف سے یہ مراد ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی گروہ دشمن کے مقابلے میں ہو اور نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے دشمن کی طرف سے حملہ ہو جانے یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس وقت نمازِ خوف ادا کی جائے۔

نمازِ خوف کا ثبوت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

اکثر علماء اسی بات کے قائل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی نمازِ خوف کا حکم برقرار ہے جبکہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ نمازِ خوف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھی۔

جن حضرات کے نزدیک اب تک نمازِ خوف کا حکم باقی ہے ان میں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حکم سفر کی حالت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر اور حضر دونوں میں نمازِ خوف ادا کرنا درست ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جنگوں کے مواقع پر مختلف طرح سے نمازِ خوف ادا کی ہے محدثین کے بیان کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ خوف ادا کرنے کے سولہ طریقے منقول ہیں بعض نے اس میں کمی وبیشی بھی نقل کی ہے اس بات پر تمام علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ احادیث میں نمازِ خوف ادا کرنے کے جو بھی طریقے منقول ہیں ان سب کا اعتبار کیا جائے گا البتہ اختلاف صرف ترجیح اور فوقیت کے حوالے سے ہے کسی ایک فقیہہ نے کسی ایک طریقے کو ترجیح دی ہے اور دوسرے فقیہہ نے دوسرے طریقے کو ترجیح دی ہے۔

نمازِ خوف کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: جب خوف شدید ہو جائے تو امام لوگوں کے دو گروہ بنا دے گا جن میں سے ایک گروہ دشمن کے مقابلے میں رہے گا اور دوسرا گروہ امام کی اقتداء میں ایک رکعت ادا کرے گا جس میں دو سجدے کرے گا جب یہ گروہ دوسرے سجدے سے سر اٹھائے گا تو دشمن کے سامنے چلا جائے گا اور (دشمن کے مقابل والا گروہ) امام کے پیچھے آ کر ایک رکعت اور دو سجدے ادا کرے گا امام تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے گا لیکن اس گروہ کے افراد سلام نہیں پھیریں گے بلکہ وہ دشمن کے سامنے چلے جائیں گے اور پہلا گروہ آ کر اپنی باقی رہ جانے والی ایک رکعت ادا کرے گا اور دو سجدے کرے گا وہ اس کو الگ الگ ادا کریں گے اور اس میں قرأت نہیں کریں گے کیونکہ ان کا حکم لاحق کا سا ہے تو یہ لوگ تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیریں گے اور دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں گے پھر دوسرا گروہ آ جائے گا وہ ایک رکعت ادا کرے گا دو سجدے ادا کرے گا اس میں تلاوت کرے گا کیونکہ ان کا تعلق مصدوق لوگوں سے ہے پھر یہ لوگ تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں گے۔

اس بارے میں اصل دلیل سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح نمازِ خوف پڑھائی تھی۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ہمارے زمانے میں نماز خوف کی مشروعیت باقی نہیں رہی ہے' لیکن مذکورہ بالا دلائل یعنی حدیث کی بنیاد پر امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے خلاف دلیل دی جاسکتی ہے۔

اگر امام مقیم ہو تو وہ ایک گروہ کو دو رکعات پڑھائے گا اور دوسرے گروہ کو اگلی دو رکعات پڑھائے گا' اس کی دلیل یہ روایت ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گروہوں کو دو' دو رکعت کر کے ظہر کی نماز پڑھائی تھی جبکہ مغرب کی نماز میں امام پہلے گروہ کو دو رکعات پڑھائے گا اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا' کیونکہ ایک رکعت کو نصف کرنا ممکن نہیں ہے' تو پہلے شامل ہونے والے لوگ سابق ہونے کی وجہ سے زیادہ کے حقدار ہوں گے۔

(حالت خوف میں) نماز کے دوران جنگ نہیں کی جائے گی' اگر لوگ نماز کے دوران لڑائی شروع کر دیتے ہیں' تو ان کی نماز باطل ہو جائے گی' کیونکہ غزوۂ خندق کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل چار نمازیں ادا نہیں کر سکے تھے' اگر نماز کے دوران جنگ کرنا جائز ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ترک نہ کرتے' اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو سب لوگ اپنی سواری پر الگ' الگ اشارے کے ساتھ رکوع وسجدہ کر کے نماز ادا کرلیں خواہ ان کا رُخ کسی بھی سمت میں ہو' اگر ان کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اگر تم خوف کی حالت میں ہو' تو پیادہ ہو یا سوار ہو''۔

تو ضرورت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ ایسی حالت میں وہ لوگ باجماعت نماز ادا کریں گے لیکن یہ بات درست نہیں ہے' کیونکہ ایسی صورت میں وہ سب ایک جگہ پر اکٹھے نہیں ہوں گے۔

بَابُ وَضَعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الْيَسَارِ فِى الصَّلٰوةِ

باب 94: نماز کے دوران دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

291-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ وَّلَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهٗ يَنْمِىْ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ يَنْبَغِىْ لِلْمُصَلِّىْ اِذَا قَامَ فِىْ صَلَاتِهٖ اَنَّهٗ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنٰى عَلٰى رُسْغِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ سُرَّتِهٖ وَيَرْمِىْ بِبَصَرِهٖ اِلٰى مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز کے دوران وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔

ابوحازم نامی راوی روایت کرتے ہیں: میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات ''مرفوع'' حدیث کے طور پر ذکر کی ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نمازی کو یہ چاہیے کہ جب وہ نماز کے دوران کھڑا ہوا ہو' تو اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو

بائیں کلائی پر ناف کے نیچے رکھے وہ اپنی نگاہ کو سجدے کی جگہ پر رکھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: نماز پڑھنے کے دوران قیام کی حالت میں نمازی اپنے ہاتھ کہاں رکھے گا اور کس طرح سے رکھے گا؟ اس بارے میں مختلف روایات مذکور ہیں، جن میں سے ایک روایت کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں نقل کیا ہے۔

علامہ ابن رشد نے اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات تحریر کی ہے کہ نماز کے دوران ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نماز میں ایسا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، جبکہ نفل نماز میں اس طرح ہاتھ رکھنے کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک نماز کے دوران ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

اس اختلاف کا بنیادی سبب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ نماز کے بارے میں جو روایات منقول ہیں، ان میں کہیں بھی اس بات کا تذکرہ نہیں ہے کہ آپ نے اپنا دایاں دستِ مبارک بائیں دستِ مبارک پر رکھا ہو، تاہم یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم دیا جاتا تھا، کیونکہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی یہی صفت بیان کی ہے۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں، کہ اس فعل کا اثبات کرنے والی روایات، ان روایات پر اضافہ ہیں، جن میں اس اضافہ کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا اس اضافہ پر عمل کرنا لازم ہوگا، جبکہ دوسرے گروہ کا یہ موقف ہے کہ ان احادیث پر عمل کرنا زیادہ ضروری ہے، جن میں یہ اضافہ منقول نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کی روایات کی تعداد زیادہ ہے، جن فقہاء کے نزدیک نماز کے دوران ہاتھ باندھنا سنت ہے، ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ اسی طرح یہ اختلاف ہے کہ ہاتھ کہاں باندھے جائیں گے؟ اس حوالے سے احناف اور حنابلہ کے نزدیک ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں گے، ان کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ روایت ہے:

''سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ ناف کے نیچے رکھا جائے''۔

جبکہ شوافع اس بات کے قائل ہیں، کہ دونوں ہاتھ سینے سے کچھ نیچے اور ناف سے کچھ اوپر رکھے جائیں گے۔

——

بَابُ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 95: (نماز کے دوران) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا

292-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيُّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّىْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى

اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

✦✦ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: تم یہ پڑھو

''اے اللہ! تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نازل کر' ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر بھی نازل کر' جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر برکتیں نازل کر' جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر برکتیں نازل کی تھیں' بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے''۔

... ——— ... ——— ...

شرح: آخری قعدہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود بھیجنے پر فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ شوافع اور حنابلہ اس بات کے قائل ہیں' کہ آخری تشہد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا واجب ہے' البتہ آپ کی آل پر درود بھیجنا شوافع کے نزدیک سنت ہے اور حنابلہ کے نزدیک واجب ہے۔

احناف اور مالکیوں کے نزدیک آخری تشہد میں درود پڑھنا یعنی درود ابراہیمی پڑھنا سنت ہے۔

283- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نُعَيْمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرُ مَوْلٰى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ بِالْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ الَّذِىْ اُرِىَ النِّدَآءَ فِى النَّوْمِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَبَامَسْعُوْدٍ اَخْبَرَهُ فَقَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ مَعَنَا فِىْ مَجْلِسِ سَعْدِبْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ اَبُو النُّعْمَانِ اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُصَلِّىَ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ نُصَلِّىْ عَلَيْكَ قَالَ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَمَنَّيْنَا اَنَّا لَمْ نَسْاَلْهُ فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّ السَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ كُلُّ هٰذَا حَسَنٌ

✦✦ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن زید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: (اس راوی کے والد) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہی ہیں' جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں خواب میں اذان دینے کا طریقہ سکھایا گیا تھا۔ محمد بن عبداللہ کہتے ہیں: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا ہے' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوئے' یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل تھی۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں' تو ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟

راوی کہتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' یہاں تک کہ ہم نے یہ آرزو کی کہ ہم نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا' پھر

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ پڑھا کرو:

اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درود نازل کیا' حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکتیں نازل کر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر تمام جہانوں میں برکتیں نازل کی ہیں' بے شک تو لائقِ حمد اور بزرگی کا مالک ہے۔

(پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) سلام کا طریقہ وہی ہے جس کی تمہیں تعلیم دی جا چکی ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس بارے میں منقول) تمام (الفاظ) ٹھیک ہیں۔

بَابُ الْاِسْتِسْقَآءُ

باب 96: نمازِ استسقاء (یا بارش کی دعا)

294-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمِنِ الْمَازِنِیَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدِ نِ الْمَازِنِیَّ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى فَكَانَ لَا يَرٰى فِی الْاِسْتِسْقَآءِ صَلَاةً وَ اَمَّا فِیْ قَوْلِنَا فَاِنَّ الْاِمَامَ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوْا وَ يُحَوِّلُ رِدَآءَهٗ فَيَجْعَلُ الْاَيْمَنَ عَلَى الْاَيْسَرِ وَ الْاَيْسَرَ عَلَى الْاَيْمَنِ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ اَحَدٌ اِلَّا الْاِمَامُ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عیدگاہ تشریف لے گئے' آپ نے بارش کے لیے دعا مانگی' جب آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا' تو اپنی چادر کو اُلٹا دیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے' تو وہ یہ کہتے ہیں' کہ بارش کی دعا کے لیے نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے' تو ہم اس بات کے قائل ہیں' کہ امام لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائے گا' اس کے بعد دعا مانگے اور دعا کے دوران اپنی چادر کو اُلٹا دے گا' تو دائیں حصے کو بائیں طرف کر دے گا اور بائیں حصے کو دائیں طرف کر دے گا اور یہ عمل صرف امام کرے گا۔

•••———•••———•••

شرح: لفظ استسقاء کا مطلب پینے کے لیے کچھ مانگنا ہے اور اصطلاح میں اس کا مطلب اللہ تعالیٰ سے بارش کے نزول کی دعا کرنا ہے' نمازِ استسقاء کا حکم احادیث سے ثابت ہے۔

جمہور فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ نمازِ استسقاء ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے' خواہ لوگ حضر کی حالت میں ہوں یا سفر کی حالت میں ہوں' اور یہ اس وقت ادا کی جائے گی جب بارش کی ضرورت ہو۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کی سنت سے ثابت ہے اور آپ کے

خلفاء کی سنت سے بھی ثابت ہے' اگر بارش کے نزول میں تاخیر ہو جاتی ہے' اس کو (پہلے دن کے بعد) دوسرے یا تیسرے دن یا اس کے بعد بھی بار بار ادا کیا جا سکتا ہے' یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ بارش نازل کر دے (تو پھر اس کے بعد اس کو ترک کر دیا جائے) اس کا سنت ہونا مختلف احادیث سے ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک بارش کے لیے دعا کر لینا کافی ہے' اس کے لیے نماز ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

نماز استسقاء کے احکام کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں' کہ بارش کے نزول کے لیے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے' اس لیے اگر لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیتے ہیں' تو یہ جائز ہے' ویسے بارش کے نزول کے لیے دعا کی جاتی ہے اور استغفار کیا جاتا ہے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''پس میں یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو' بے شک وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے''۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارش کے نزول کے لیے دعا کی تھی' بارش کے نزول کے لیے نماز پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

لیکن ہدایہ کے شارحین نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک شاید یہ روایت نہیں پہنچ سکی ہے' ورنہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی نمازِ استسقاء ادا کی ہے۔

(صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) صاحبین یہ فرماتے ہیں' کہ امام دو رکعات نماز ادا کرے گا' اس کی دلیل وہ روایت ہے' جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورتِ حال میں دو رکعات نماز ادا کی تھی' بالکل اسی طرح جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عید ادا کیا کرتے تھے' اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے' ہم یہ کہتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یہ عمل کیا ہے اور دوسری مرتبہ اسے ترک بھی کیا ہے۔ اس لیے اسے باقاعدہ سنت قرار نہیں کیا جا سکتا۔ کتاب الآثار میں یہ بات مذکور ہے کہ نمازِ استسقاء ادا کرنا صرف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔

امام اس میں بلند آواز میں قرأت کرے گا' یعنی اس کو نمازِ عید پر قیاس کیا جائے گا۔

اس کے بعد امام خطبہ دے گا' اس کی دلیل وہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ بھی دیا تھا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ خطبہ بھی عید کے خطبہ کی مانند ہو گا' (یعنی درمیان میں وقفہ کر کے دو خطبے دیے جائیں گے) جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک ہی خطبہ ہو گا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطبہ ہو گا ہی نہیں' کیونکہ خطبہ تو جماعت کے تابع ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نمازِ استسقاء باجماعت ادا نہیں کی جائے گی۔

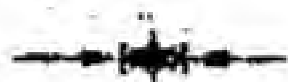
دعا کرتے ہوئے امام قبلہ کی طرف رخ کرے گا' کیونکہ یہ روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف رخ کیا تھا اور

اپنی چادر کو اُلٹا دیا تھا۔ امام اپنی چادر کو اُلٹا دے گا' اس کی دلیل وہ روایت ہے' جو ہم نقل کر چکے ہیں۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے' ورنہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ اپنی چادر کو نہیں اُلٹائے گا' کیونکہ یہ ایک دعا ہے اور انہوں نے اسے دیگر دعاؤں پر قیاس کیا ہے' اور دیگر دعاؤں کے دوران چادر کو الٹایا نہیں جاتا۔

جو روایت بیان کی گئی ہے وہ محض ایک نیکی کے اعتبار سے تھی' البتہ حاضرین اپنی چادریں نہیں الٹائیں گے کیونکہ اس بارے میں کوئی بات منقول نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

نماز استسقاء میں ذمی لوگ شریک نہیں ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مقصد رحمت کے نزول کی دعا کرنا ہے' تو ذمیوں پر تو لعنت نازل ہوتی ہے۔



بَابُ الرَّجُلُ يُصَلِّي ثُمَّ يَجْلِسُ فِي مَوْضِعِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ

باب 97: جو شخص نماز پڑھنے کے بعد اس جگہ بیٹھا رہے' جہاں اس نے نماز ادا کی تھی

295- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نُعَيْمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ ثُمَّ جَلَسَ فِيْ مُصَلَّاهُ لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ فَاِنْ قَامَ مِنْ مُصَلَّاهُ فَجَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ لَمْ يَزَلْ فِيْ صَلَاةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ.

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص نماز ادا کرے اور اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے' تو فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں' (وہ یہ دعا کرتے ہیں:)

اے اللہ! تو اس پر رحمتیں نازل کر' اے اللہ! تو اس کی مغفرت کردے' اے اللہ! تو اس پر رحم کر!

اگر کوئی شخص اپنی جائے نماز سے اُٹھ کر مسجد میں ہی بیٹھا رہے اور نماز کا انتظار کرتا رہے' تو جب تک وہ نماز ادا کر نہیں لیتا' اس وقت تک وہ نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے۔



شرح: اس روایت کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں:

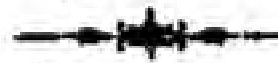
علامہ ابن بطال نے یہ بات بیان کی ہے کہ جس شخص کے گناہ زیادہ ہوں اور وہ یہ چاہتا ہو کہ عبادت میں مشقت کا شکار ہوئے بغیر وہ ان کو معاف کروالے تو اُسے چاہیے کہ وہ نماز پڑھنے کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہا کرے تاکہ فرشتے اس کے لیے بکثرت دعا کرتے رہیں اور دعائے استغفار کرتے رہیں کیونکہ ان کی دعا قبول ہونے کی امید زیادہ ہوتی ہے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''وہ صرف اُسی کی شفاعت کرتے ہیں' جس کے بارے میں (پروردگار) راضی ہوتا ہے''۔

مہلب نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''فرشتے آدمی کے لیے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک آدمی اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے' جہاں اُس نے نماز ادا کی تھی (اور اس وقت تک نماز ادا کرتے رہتے ہیں) جب تک وہ شخص بے وضو نہیں ہوتا' وہ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے! اے اللہ! تو اس پر رحم کر! (یہ اُس وقت تک کہتے رہتے ہیں) جب تک وہ شخص بے وضو نہیں ہوتا''۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مسجد میں وضو توڑنا ایک گناہ ہے' جس کی وجہ سے آدمی فرشتوں کی (دعائے) مغفرت اور دعا سے محروم ہو جاتا ہے جس کے قبول ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے۔



بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ

باب 98: فرض نماز کے بعد نوافل ادا کرنا

298- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا تَطَوُّعٌ وَ هُوَ حَسَنٌ وَ قَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَسَاَلَهٗ اَبُوْاَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ فَقَالَ لَا اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ بُكَيْرُ بْنُ عَامِرٍ الْبَجَلِيُّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعات ادا کیا کرتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعات ادا کیا کرتے تھے' مغرب کی نماز کے بعد آپ دو رکعات اپنے گھر میں ادا کیا کرتے تھے جبکہ عشاء کی نماز کے بعد بھی دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد مسجد میں کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے' آپ نماز (یعنی جمعہ کے فرائض) پڑھنے کے بعد گھر واپس جا کر دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ یہ نفلی نمازیں ہیں اور یہ عمدہ ہیں۔

ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جایا کرتا تھا تو ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے' حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس گھڑی میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس دوران میرا کوئی عمل اوپر جائے' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ان کے درمیان سلام پھیر کر فصل پیدا کیا جائے گا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

یہ روایت بکیر بن عامر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

...——...——...

شرح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ "صحیح بخاری" میں بھی نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے صحیح بخاری کے عظیم شارح علامہ بدرالدین محمود عینی تحریر کرتے ہیں: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ظہر کی نماز میں فرض سے پہلے دو رکعات ادا کرنا سنت ہے' لیکن خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن منتشر کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعات (سنت) کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن شقیق کا یہ بیان نقل کیا ہے' میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نمازوں (یعنی سنتوں) کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ حدیث "حسن" ہے۔

انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد کے طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے' انہوں نے اسی بات کو اختیار کیا ہے کہ آدمی ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کرے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"جو شخص روزانہ بارہ رکعات نفل (یعنی سنتیں) ادا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ مزید نقل کیے ہیں:

"(ان میں سے) چار رکعات ظہر سے پہلے ہیں' دو رکعات اس کے بعد ہیں' دو رکعات مغرب کے بعد ہیں' دو رکعات عشاء کے بعد ہیں' اور دو رکعات صبح کی نماز سے پہلے ہیں"۔

نسائی کی ایک روایت میں عشاء کے بعد کی دو رکعات کی جگہ عصر سے پہلے کی دو رکعات کا تذکرہ ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے' جبکہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ بات بیان کی ہے کہ یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق صحیح ہے' لیکن

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

(علامہ عینی کہتے ہیں:) امام حاکم نے ان دونوں روایات کے الفاظ کو جمع کر کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''عصر سے پہلے کی دو رکعات ہیں اور عشاء کے بعد کی دو رکعات ہیں''۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

اس کے ذریعے ہمارے فقہاء نے یہ دلیل پیش کی ہے: پانچ نمازوں میں مؤکدہ سنتیں بارہ ہیں' دو رکعات فجر سے پہلے ہیں' چار رکعات ظہر سے پہلے ہیں' دو رکعات اس کے بعد ہیں' دو رکعات مغرب کے بعد ہیں اور دو رکعات عشاء کے بعد ہیں۔

اکثر حضرات یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے اکثر حضرات اس بات کے قائل ہیں' سنتیں دس ہیں' جن میں سے دو رکعات صبح کی نماز سے پہلے ہیں' دو رکعات ظہر سے پہلے ہیں' دو رکعات ظہر کے بعد ہیں' دو رکعات مغرب کے بعد ہیں اور دو رکعات عشاء کے بعد ہیں۔

ان میں سے بعض حضرات نے ان دس پر مزید دو رکعات کا اضافہ کیا ہے' جو ظہر کے بعد ادا کی جاتی ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يَمَسُّ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ جُنُبٌ اَوْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ

باب 99: جب کوئی شخص جنابت کی حالت میں وضو کے بغیر قرآن کو چھو لے (تو اس کا حکم کیا ہے؟)

297- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ بَكْرِبْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ اِنَّ فِى الْكِتَابِ الَّذِىْ كَتَبَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ لَا يَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ .

✦✦ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو جو خط لکھا تھا' اس میں یہ بات تحریر تھی: قرآن کو صرف باوضو شخص چھوئے۔

شرح: بے وضو حالت میں قرآن کو چھونے کے بارے میں فقہاء کی آراء کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عبدالبر اندلسی تحریر کرتے ہیں: تمام علاقوں کے فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو صرف باوضو شخص ہی چھو سکتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ' فقیہ ابوثور رحمۃ اللہ علیہ' ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ ان سب کی یہی رائے ہے اور یہ سب حضرات اپنے زمانے میں علم حدیث اور فقہ کے امام ہیں۔

اسی طرح کی روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' طاؤس رحمۃ اللہ علیہ' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ' امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ' قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ' عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ' یمن' کوفہ' بصرہ سے تعلق رکھنے والے تابعین کے ائمہ کے بارے میں نقل کی گئی ہے۔

298-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَسْجُدُ الرَّجُلُ وَ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِلَّا فِىْ خَصْلَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّلَا بَاْسَ بِقِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى غَيْرِ طُهْرٍ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ جُنُبًا .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں: کوئی بھی شخص اسی وقت سجدہ کرے یا قرآن کی تلاوت کرے جب وہ باوضو ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' تاہم ایک مسئلے کا حکم مختلف ہے' وضو کے بغیر قرآن کی تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' البتہ اگر وہ شخص جنبی ہو (تو حکم مختلف ہوگا)۔

بَابُ الرَّجُلُ يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَالْمَرْاَةُ تَجُرُّ ذَيْلَهَا فَيَعْلَقُ بِهٖ قَذَرٌ وَ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

باب 100: جو شخص اپنے کپڑے کو یا عورت اپنے دامن کو لٹکا کر چل رہی ہو اور اس پر کوئی نجاست لگ جائے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟) ایسا کرنا مکروہ ہے

299-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِىِّ عَنْ اُمِّ وَلَدٍ لِّاِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَنَّهَا سَاَلَتْ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّىْ امْرَاَةٌ اُطِيْلُ ذَيْلِىْ وَاَمْشِىْ فِى الْمَكَانِ الْقَذِرِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ . قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهٗ مَا بَعْدَهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ مَالَمْ يَعْلَقْ بِالذَّيْلِ قَذَرٌ فَيَكُوْنَ اَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ الْكَبِيْرِ الْمِثْقَالِ فَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلَا يُصَلِّيَنَّ فِيْهِ حَتّٰى يَغْسِلَهٗ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✦✦ ابراہیم بن عبدالرحمٰن کی اُم ولد بیان کرتی ہیں: انہوں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا' وہ بولیں: میں ایک ایسی عورت ہوں جس کا دامن لٹکا ہوا ہوتا ہے' بعض اوقات میں کسی ایسی جگہ سے گزرتی ہوں جہاں پر نجاست رکھی ہوئی ہوتی ہے' تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس (زمین) کے بعد والا حصہ اسے پاک کر دیتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ دامن پر لگنے والی وہ نجاست درہم کی مقدار سے زیادہ نہ ہو' جو ایک مثقال کا ہوتا ہے' لیکن جب وہ اتنی مقدار میں نجاست ہو' تو وہ عورت اس کپڑے کو پہن کر اس وقت تک نماز ادا نہیں کر سکتی جب تک اسے دھو نہیں لیتی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلے کے بارے میں وہی جواب دیا ہے' جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنا تھا' جیسا کہ روایات میں یہ بات مذکور ہے۔ بنو عبدالاشہل قبیلے کی ایک خاتون بیان کرتی ہیں' کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مسجد میں آتے ہوئے راستے میں کسی جگہ پر گندگی پڑی ہوتی ہے' جب بارش ہو جایا کرے تو پھر ہم کیا کریں؟ وہ خاتون بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اُس کے بعد ایسا حصہ نہیں آتا جو اس سے زیادہ پاک ہوتا ہے' اُس خاتون نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر وہ اس کا بدلہ ہو جاتا ہے۔

اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔

ان دونوں روایات کے بارے میں علماء کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ مشکوۃ شریف کے حواشی میں یہ بات تحریر کرتے ہیں: یہ دونوں احادیث ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر اس پر پیشاب بھی لگ جائے اور پھر بعد میں وہ صاف زمین سے گزرے تو وہ صاف زمین اُسے پاک کر دے گی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ کسی گندگی والی جگہ سے گزرے اور گندگی لگ جائے' تو اس کے بعد وہ صاف جگہ اُسے پاک کر دے گی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات بیان کی ہے کہ یہ جو منقول ہے کہ زمین کا ایک حصہ دوسرے کو پاک کر دیتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب کسی گندگی والی جگہ پر پاؤں رکھتا ہے اور پھر اس کے بعد صاف اور خشک جگہ پر پاؤں رکھتا ہے' تو زمین کا وہ والا حصہ پہلے والے حصے کو صاف کر دیتا ہے' جہاں تک نجاست کا تعلق ہے' جیسے پیشاب وغیرہ تو وہ اگر کپڑے پر یا جسم کے بعض حصے پر لگ جائے' تو اسے صرف دھو کر ہی پاک کیا جا سکتا ہے اس بات پر سب کا اتفاق پایا جاتا ہے (یہ تلخیص ہے)۔

بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ

باب 101: جہاد کی فضیلت

380-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الَّذِىْ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَّلَا صَلَاةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مثال اس روزہ دار' نوافل ادا کرنے والے شخص کی طرح ہے' جو واپس آنے تک کوئی (نفلی) روزہ نہیں چھوڑتا اور کوئی (نفلی) نماز نہیں چھوڑتا۔

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علامہ الباجی نے یہ بات لکھی ہے کہ ویسے تو نیکی کے تمام کام اللہ کی راہ میں ہوتے ہیں' لیکن جب اس لفظ کو مطلق طور پر ذکر کیا جاتا ہے' تو شرعی اصطلاح میں اس سے مراد جنگ میں حصہ لینا ہوتا ہے اور اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جہاد کرنے کا اُسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح باقاعدگی کے ساتھ

ہمیشہ نفلی روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے اور باقاعدگی کے ساتھ نوافل ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے یعنی ان کے درمیان کوئی فرق نہیں آتا (یعنی کوئی روزہ یا کوئی نفل نہیں چھوٹتا) یہاں جہاد کے ثواب کو روزہ دار اور نوافل ادا کرنے کی مانند قرار دیا گیا ہے حالانکہ ان کے ثواب کی مقدار کا بھی ہمیں پتہ نہیں ہے۔ لیکن اس کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں نماز اور روزہ انتہائی اہمیت اور عظمت کے حامل ہیں تو اس کے ذریعے جہاد کی عظمت کے احساس کو بھی اجاگر کیا جاسکے۔

قاضی عیاض نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں روایت کا بنیادی مقصد جہاد کی عظمت کا اظہار کرنا ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ فضیلت کو قیاس کے ذریعے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان ہے وہ جسے چاہے عطاء کر دیتا ہے۔



301- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰی فَاُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰی فَاُقْتَلَ فَكَانَ اَبُوْهُرَیْرَةَ یَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلٰثًا اَشْهَدُ لِلّٰهِ.

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! میری یہ خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور پھر مجھے شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ یہ الفاظ استعمال کیے: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر یہ کہہ رہا ہوں (کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے)۔



شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہاں یہ اشکال پیش کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آرزو کا اظہار کیوں کیا؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن التین نے یہ بات بیان کی ہے: ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو:

''اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں سے بچائے گا''۔

لیکن اس جواب کو اس دلیل سے مسترد کیا جاسکتا ہے کہ یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد ابتدائی

حدیث 301: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الجهاد' باب الشهداء في سبيل الله - حديث: 985 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب التمني' باب ما جاء في التمني - حديث: 6821 سنن سعيد بن منصور - كتاب الجهاد' باب ما جاء في فضل الشهادة - حديث: 2370 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب السير' جماع أبواب السير - باب في فضل الجهاد في سبيل الله' حديث: 17196

زمانے میں نازل ہوگئی تھی جبکہ مذکورہ بالا حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ساتویں سن ہجری میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

اس بارے میں زیادہ مناسب جواب یہ ہوگا کہ کسی بھی فضیلت والے اور بھلائی کے کام کے لیے آرزو کا اظہار کرنا اس کے واقعی طور پر پیش آنے کے مترادف نہیں ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''میری یہ خواہش تھی کہ اگر حضرت موسیٰ صبر سے کام لیتے''۔

اس کی اور بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں علامہ زرقانی نے اسی طرح تحریر کیا ہے۔



بَابُ مَايَكُوْنُ مِنَ الْمَوْتِ شَهَادَةً

باب 102: کون سی موت شہادت شمار ہوتی ہے؟

302-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ عَنْ عَتِيْكِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَتِيْكٍ وَّ هُوَ جَدُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَابِرٍ اَبُوْ اُمِّهٖ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَتِيْكٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ يَعُوْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ ثَابِتٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ غُلِبَ فَصَاحَ بِهٖ فَلَمْ يُجِبْهُ فَاسْتَرْجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ غُلِبْنَا عَلَيْكَ يَا اَبَا الرَّبِيْعِ فَصَاحَ النِّسْوَةُ وَبَكَيْنَ فَجَعَلَ ابْنُ عَتِيْكٍ يُسْكِتُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ فَاِذَا وَجَبَ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةٌ قَالُوْا وَمَا الْوُجُوْبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِذَا مَاتَ قَالَتِ ابْنَتُهٗ وَاللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ شَهِيْدًا فَاِنَّكَ قَدْ كُنْتَ قَضَيْتَ جِهَازَكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَوْقَعَ اَجْرَهٗ عَلٰى قَدْرِ نِيَّتِهٖ وَمَا تَعُدُّوْنَ الشَّهَادَةَ قَالُوا الْقَتْلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَ الْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَّ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَ الْحَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَالَّذِيْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْاَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ

✧✧ حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے تو انہیں ایسی حالت میں پایا کہ وہ مغلوب ہو چکے تھے (یعنی انہیں اپنی ہوش نہیں رہی تھی) نبی اکرم ﷺ نے انہیں بلند آواز میں پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو نبی اکرم ﷺ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: اے ابوربیع! تمہارے حوالے سے ہم مغلوب ہو گئے تو خواتین نے چیخنا اور رونا شروع کر دیا۔ حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش کروانا چاہا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابھی انہیں رہنے دو جب واجب ہو جائے گی اس وقت کوئی بھی عورت نہ روئے۔ لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وجوب سے مراد کیا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اس کا انتقال ہو جائے گا۔

ان کی صاحبزادی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ آپ شہید ہوں گے کیونکہ آپ نے اپنا زادِ راہ تیار کر لیا تھا۔ تو نبی

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے اس کی نیت کے مطابق اجر عطاء کرے گا' تم لوگ کس چیز کو شہادت سمجھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے کو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہادت کی سات قسمیں ہیں' جو اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے علاوہ ہیں: طاعون کی وجہ سے مرنے والا شخص شہید ہے' ڈوب کر مرنے والا شخص شہید ہے' نمونیے کی وجہ سے مرنے والا شخص شہید ہے' جل کر مرنے والا شخص شہید ہے' ملبے کے نیچے آ کر مرنے والا شخص شہید ہے' بچے کی پیدائش کے وقت مرنے والی عورت شہید ہے اور پیٹ کے درد سے مرجانے والا شخص شہید ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت سے پہلے والے ترجمۃ الباب کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: احادیث میں کثیر تعداد میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے' جنہیں شہادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے' ان میں سے ایک قتال کرنے والا مجاہد ہے' جو شہیدوں میں سب سے بلند مرتبے کا حامل ہوتا ہے۔

دوسرا- وہ شخص ہے' جو طاعون کی بیماری کی وجہ سے انتقال کر جاتا ہے۔

تیسرا- وہ شخص ہے' جو پیٹ کی بیماری کی وجہ سے انتقال کر جاتا ہے۔

چوتھا- وہ شخص ہے' جو ڈوب کر مر جاتا ہے۔

پانچواں- وہ شخص ہے' جو ذات الجنب کی بیماری کی وجہ سے انتقال کر جاتا ہے۔

چھٹا- وہ شخص ہے' جو جل کر مر جاتا ہے۔

ساتویں- وہ عورت جو بچے کی پیدائش کے وقت مر جائے۔

آٹھواں- وہ شخص ہے' جو ملبے کے نیچے آ کر مر جاتا ہے۔

نواں- وہ شخص ہے' جو شہید ہونے کا خواہش مند ہوتا ہے اور اس کا پختہ ارادہ ہوتا ہے' لیکن اتفاقیہ طور پر وہ شہید نہیں ہو پاتا۔

یہ تمام احکام اس باب کے بعد ذکر کی جانے والی احادیث میں موجود ہیں (ان کے علاوہ شہداء کی اقسام درج ذیل ہیں)۔

دسواں- ''سل'' کی بیماری سے مرنے والا شخص

اس کی حدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے راشد بن حبیس کے حوالے سے جبکہ امام طبرانی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

گیارھواں شخص وہ اجنبی ہے' جو مسافر ہونے کی حالت میں انتقال کرتا ہے خواہ اس کا انتقال کسی بھی وجہ سے ہو' اس روایت کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عنترہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بارھواں شخص بخار کی وجہ سے انتقال کرنے والا ہے' جس کے بارے میں امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے

حدیث نقل کی ہے۔

تیرھواں وہ شخص ہے جو کسی زہریلے جانور کے کاٹنے کی وجہ سے فوت ہو جاتا ہے۔

چودھواں وہ شخص ہے جو شریق ہوتا ہے۔

پندرھواں وہ شخص ہے جسے کوئی درندہ چیر پھاڑ کر مار دیتا ہے۔

سولھواں وہ شخص ہے جو اپنی سواری سے گر جاتا ہے۔

اس روایت کو امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

سترھواں وہ شخص ہے جو چوٹ کھا کر مر جاتا ہے۔

اس کی حدیث امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اٹھارھواں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے بستر پر مر جاتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انیسواں وہ شخص ہے جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔

بیسواں وہ شخص ہے جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔

اکیسواں وہ شخص ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔

بائیسواں وہ شخص ہے جو اپنے اہل خانہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔

ان کے بارے میں اصحاب سنن نے حضرت سعید بن زید کے حوالے سے احادیث روایت کی ہے۔

تئیسواں وہ شخص ہے جسے ظلم کے طور پر مار دیا جاتا ہے اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

چوبیسواں وہ شخص ہے جو قید خانے میں مر جاتا ہے حالانکہ اُسے ظلم کے طور پر قید کیا گیا ہو۔ اس روایت کو ابن مندہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

پچیسواں وہ شخص ہے جو عشق کی وجہ سے مرتا ہے حالانکہ وہ پاک دامن بھی تھا اور اس نے اُسے چھپایا بھی ہوا تھا۔ اس روایت کو دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

چھبیسواں وہ شخص ہے جو علم کی طلب کے دوران مر جاتا ہے اس روایت کو امام بزار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ستائیسویں وہ عورت ہے جو حمل کے دوران یا بچے کی پیدائش کے دوران یا بچے کے دودھ چھڑانے سے پہلے کے عرصے میں کسی وقت فوت ہو جاتی ہے۔ اس روایت کو ابی نعیم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اٹھائیسواں وہ شخص ہے جو اپنے علاقے میں طاعون پھیل جانے کے باوجود صبر کرتے ہوئے رہتا ہے اس روایت کو امام احمد

بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انتیسواں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتا ہے۔

تیسواں وہ شخص ہے جسے امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرنے کی وجہ سے ظالم حکمران کی طرف سے قتل کروادیا جاتا ہے۔

اکتیسواں وہ شخص ہے جو بیویوں کی تیز مزاجی پر صبر سے کام لیتا ہے اس روایت کو امام بزار رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بتیسواں وہ شخص ہے جو روزانہ پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہے:

اللهم بارك لي في الموت و في ما بعد الموت

"اے اللہ! میری موت میں اور میری موت کے بعد والے وقت میں میرے لیے برکت رکھ دے"۔

اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

تینتیسواں وہ شخص ہے جو چاشت کی نماز ادا کرتا ہے ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہے سفر اور حضر کے دوران وتر کی نماز ترک نہیں کرتا۔

اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

چونتیسواں وہ شخص ہے جو اُمت میں فساد پیدا ہونے کے وقت سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

پینتیسواں وہ تاجر ہے جو امین اور سچا ہو اس روایت کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

چھتیسواں وہ شخص ہے جو اپنی بیماری کے دوران چالیس مرتبہ یہ کلمات پڑھتا ہے:

لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمين

"تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے تو ہر عیب سے پاک ہے بے شک میں ہی ظالم ہوں"۔

پھر اس شخص کا انتقال ہو جاتا ہے اس روایت کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

سینتیسواں وہ شخص ہے جو اپنے شہر میں اناج لے کے آتا ہے۔

اس روایت کو دیلمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اڑتیسواں وہ شخص ہے جو مؤذن ہو اور ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے اذان دیتا ہو۔

اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انتالیسواں وہ شخص ہے جو اپنی بیوی اپنی کنیز کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے انہیں حلال رزق کھلاتا ہے۔

چالیسواں وہ شخص ہے جو ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا ہے اور اسے سردی لگ جاتی ہے (اور اس وجہ سے وہ فوت ہو جاتا ہے)۔

اکتالیسواں وہ شخص ہے جو نبی اکرم ﷺ پر ایک سو مرتبہ درود بھیجتا ہے۔

پہلی حدیث امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب ''مصنف'' میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے جبکہ دوسری روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المعجم الاوسط'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

بیالیسواں وہ شخص ہے جو صبح وشام یہ دعا پڑھتا ہے:

اللهم انى اشهدك انك وانت الله الذى لا اله الا انت وحدك لا شريك لك وان محمدًا عبدك ورسولك ابوء بنعمتك على و ابوء بذنبى فاغفرلى انه لا يغفر الذنوب غيرك .

''اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ بے شک تو ہی اللہ ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے صرف تو ہی معبود ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں تو نے مجھ پر جو نعمت کی ہے میں اس کا اعتراف کرتا ہوں اور میں اپنے گناہ کا بھی اعتراف کرتا ہوں تو میری مغفرت کر دے تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کی بخشش نہیں کر سکتا''۔

اس روایت کو اصبہانی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

تینتالیسواں وہ شخص ہے جو صبح تین مرتبہ یہ کلمات پڑھتا ہے:

اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم

''میں سننے والے اور علم رکھنے والے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان (کے شر سے)''۔

اور پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

چوالیسواں وہ شخص ہے جو جمعہ کے دن انتقال کر جاتا ہے اس روایت کو حمید بن منجویہ نے ایک صحابی کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

پینتالیسواں وہ شخص ہے جو سچے دل سے شہادت کا طلبگار ہوتا ہے اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

یہ پینتالیس قسم کے افراد ہیں جن کے بارے میں یہ روایات موجود ہیں کہ ان کو شہید کا سا اجر وثواب ملے گا اس بارے میں منقول روایات کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے ''ابواب السعادۃ فی اسباب الشہادۃ'' میں جمع کیا ہے۔



روایت کے یہ الفاظ: ''کوئی بھی رونے والی نہ روئے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ روتے ہوئے اپنی آواز کو بلند نہ کرے البتہ آنکھوں سے آنسو بہانا اور دل کا غمگین ہونا ان دونوں چیزوں کا جائز ہونا سنت سے ثابت ہے اور یہ حکم ہر وقت کے لیے ہے اور اکثر علماء اسی بات کے قائل ہیں۔

(جیسا کہ روایات میں یہ بات منقول ہے)

نبی اکرم ﷺ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر اور اپنی صاحبزادی کے انتقال پر روئے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا: یہ وہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دی ہے''۔

روایت کے یہ الفاظ: ''شہادت کی سات قسمیں ہیں'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ ان کی تعداد اس سے زیادہ ہے' میں نے انہیں ایک رسالے میں اکٹھا کرلیا ہے۔

روایت کے یہ الفاظ: ''وہ سات ہیں'' اس کے بارے میں یہ بات جان لیں کہ شہید کی تین قسمیں ہیں' ایک وہ شخص جو دنیا اور آخرت دونوں میں شہید شمار ہوتا ہے' ایک وہ شخص جو صرف دنیا میں شہید شمار ہوتا ہے اور ایک وہ شخص جو صرف آخرت میں شہید شمار ہوتا ہے۔

پہلا شخص وہ ہے' جو کفار کے ساتھ جنگ کرتا ہے' تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند رہے۔

دوسرا وہ شخص ہے' جو ان کفار کے ساتھ کسی دنیاوی مقصد کے لیے جنگ کرتا ہے۔

اور تیسری وہ قسم ہے جن کا تذکرہ کیا گیا ہے (یعنی وہ لوگ آخرت میں شہید شمار ہوتے ہیں)۔

شہید کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے' کیونکہ اس کی روح سلامتی کے گھر میں موجود ہوتی ہے' جبکہ شہید کے علاوہ باقی لوگوں کی ارواح قیامت کے دن وہاں پہنچیں گی۔

بعض حضرات نے اس کے علاوہ دیگر تاویلات بھی بیان کی ہیں۔ روایت کے یہ الفاظ: ''وہ عورت جو جمع کی وجہ سے مرجاتی ہے''۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت جو بچے کی پیدائش کے وقت فوت ہوجاتی ہے' خواہ اس نے بچے کو جنم دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ عورت ہے' جو نفاس کے دوران فوت ہوجاتی ہے اور اس کا بچہ ابھی اس کے پیٹ میں ہوتا ہے' ابھی اس نے بچے کو جنم نہیں دیا ہوتا۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ عورت ہے' جو کنواری فوت ہوجاتی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: تاہم دوسرا قول بکثرت اور مشہور ہے''النہایہ'' میں یہ بات تحریر ہے: وہ عورت جمع سے مرگئی' یعنی اس کا بچہ اس کے پیٹ میں تھا۔ اور ایک قول کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت کنواری ہی فوت ہوگئی۔

لفظ جمع میں جیم پر پیش پڑھنے کا مطلب مجموع ہے۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت ایک ایسی چیز کی وجہ سے فوت ہوگئی ہے' جو اس میں جمع تھی' وہ اس سے علیحدہ نہیں ہوسکی خواہ وہ چیز حمل ہو یا کنوارہ پن ہو۔

303- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنِیْ سُمَیٌّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَاَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ

وَقَالَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَ صَاحِبُ الْهَدَمِ وَالشَّهِيْدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَا سْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَا سْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَ تَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ایک مرتبہ ایک شخص جا رہا تھا' اُسے راستے میں کانٹوں والی شاخ نظر آئی تو اس نے اسے ہٹا دیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا' اُس کی مغفرت کر دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شہداء پانچ قسم کے ہیں' پیٹ کے درد کی وجہ سے مرنے والا شخص شہید ہے' طاعون کی وجہ سے مرنے والا شخص شہید ہے' ڈوب کر یا ملبے کے نیچے آ کر مرنے والا شخص شہید ہے اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا شخص شہید ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا فضیلت ہے اور پھر انہیں صرف قرعہ اندازی کے ذریعے اس کا موقع ملے تو وہ قرعہ اندازی بھی کر لیں گے' اگر انہیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ نماز کے لیے جلدی جانے میں کتنا اجر ہے' تو وہ تیزی سے اس کی طرف جائیں' اگر انہیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ عشاء اور صبح کی نماز (باجماعت پڑھنے میں کتنا اجر ہے) تو وہ لوگ ضرور اس میں شریک ہوں' خواہ انہیں گھسٹ کر چل کر آنا پڑے۔



اَبْوَابُ الْجَنَائِزِ

جنائز سے متعلق ابواب

بَابُ اَلْمَرْاَةُ تَغْسِلُ زَوْجَهَا

باب ۱: عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے

304-اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اِمْرَاَةَ اَبِيْ بَكْرٍ نِالصِّدِّيْقِ غَسَلَتْ اَبَابَكْرٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ فَخَرَجَتْ فَسَاَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنِّيْ صَآئِمَةٌ وَّاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ شَدِيْدُ الْبَرْدِ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ غُسْلٍ قَالُوْا لَا

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِاَنْ تَغْسِلَ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا اِذَا تُوُفِّيَ وَلَا غُسْلَ عَلٰى مَنْ غَسَلَ الْمَيِّتَ وَلَا وُضُوْءَ اِلَّا اَنْ يُّصِيْبَهٗ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْمَآءِ فَيَغْسِلُهٗ .

✦✦ عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا تھا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ انہوں نے باہر آ کر وہاں موجود مہاجرین سے یہ مسئلہ دریافت کیا اور بولی: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور آج شدید سردی کا دن ہے تو کیا مجھ پر غسل کرنا لازم ہوگا (یعنی میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا لازم ہوگا؟) تو ان حضرات نے جواب دیا: جی نہیں!

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنے شوہر کے انتقال پر اسے غسل دے اور جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اس پر غسل کرنا یا وضو کرنا لازم نہیں ہوتا البتہ اگر اس پانی کے کچھ چھینٹے وغیرہ اس پر پڑ جاتے ہیں تو انہیں دھو لے گا۔

•••———•••———•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: "اس میں کوئی حرج نہیں ہے" اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علامہ ابن المنذر اور دیگر حضرات نے یہ بات نقل کی ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے تاہم اس کے برعکس صورتِ حال کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے (یعنی کیا شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں دے سکتا؟)۔

بعض حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی کی طرف مائل ہیں۔

جبکہ بعض حضرات نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' اُن کے اصحاب بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

روایت کے یہ الفاظ ''لا غسل '' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی یہ تحریر کرتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ اس میں دوطرح کے احتمال پائے جاتے ہیں۔

ایک احتمال یہ ہے کہ یہ وجوب کی نفی کے لیے ہو' اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص میت کو غسل دیتا ہے' اس پر غسل کرنا یا وضو کرنا واجب نہیں ہوتا' اس صورت میں یہ کلام استحباب کی نفی کے لیے نہیں ہوگا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ غسل کی مشروعیت کی نفی کے لیے ہو' اس صورت میں یہ کلام استحباب کی نفی کے لیے بھی ہوگا۔ تاہم پہلا معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے' کیونکہ جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اس کے لیے غسل کا حکم وارد ہے' اگرچہ اس کا وجوب ثابت نہیں ہے' لیکن پھر بھی یہ کم از کم مستحب تو ضرور ہوگا۔

جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالعزیز بن مختار کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے' جبکہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حماد بن سلمہ کے حوالے سے سہیل بن ابوصالح کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''مرفوع'' حدیث نقل کی ہے:

''جو شخص میت کو غسل دے' اس پر غسل لازم ہوتا ہے اور جو شخص میت کو کندھا دے' اس پر وضو لازم ہوتا ہے''۔

جبکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن عمیر کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''جو شخص کسی میت کو غسل دیتا ہے' وہ غسل کرلے' اور جو شخص اس کو کندھا دیتا ہے وہ وضو کرلے''۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے' تاہم اس کا ایک راوی صالح ضعیف ہے۔

اس کے بعد اس روایت کے بارے میں علامہ عبدالحئی نے تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے کہ اس کو کون سے محدثین نے کس حوالے سے نقل کیا ہے؟

اس کے بعد علامہ لکھنوی تحریر کرتے ہیں: محدثین کی ایک جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ روایت ہر حوالے سے ضعیف ہے' بلکہ بعض حضرات نے تو یہ صراحت کی ہے کہ اس بارے میں کوئی بھی روایت ثابت ہی نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے: یہ دونوں حضرات یہ فرماتے

ہیں کہ اس بارے میں کوئی بھی روایت مستند طور پر منقول نہیں ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق اس بارے میں کوئی بھی حدیث ثابت نہیں ہے کیونکہ اگر وہ ثابت ہوتی تو اس پر عمل کرنا ہم پر لازم ہوتا۔

شیخ ابن المنذر نے یہ بات بیان کی ہے: اس بارے میں کوئی بھی حدیث ثابت نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "العلل" میں یہ بات نقل کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول اس حدیث کو ثقہ راویوں نے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا بلکہ یہ "موقوف" روایت ہے۔

امام رافع رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ علم حدیث کے ماہرین نے اس بارے میں کسی بھی حدیث کو "مرفوع" حدیث کے طور پر مستند قرار نہیں دیا۔

لیکن یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ اس روایت کے بعض طرق اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان میں سے ایسا ضعف نہیں پایا جاتا جو طرق کی کثرت کی وجہ سے ختم ہی نہ ہوسکتا ہو حالانکہ اس کے بعض طرق ایسے ہیں جو انفرادی طور پر حسن کے مرتبے تک پہنچتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تخریج الحدیث الرافعی" میں امام رافعی کا کلام نقل کرنے کے بعد یہ بات تحریر کی ہے: میں یہ کہتا ہوں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ ایک اور حوالے سے بھی منقول ہے۔

جیسا کہ عبداللہ بن صالح نے یحییٰ بن ایوب عقیل زہری سعید بن مسیب کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے:

"جو شخص میت کو غسل دے وہ غسل کر لے"۔

اس حدیث کو امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے: یہ روایت محلِ نظر ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس موضوع پر مزید بحث کی ہے جو طوالت کی وجہ سے یہاں نقل نہیں کی جاسکتی۔

بَابُ مَا يُكَفَّنُ بِهِ الْمَيِّتُ

باب 2: میت کو کس طرح کا کفن دیا جائے؟

305- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهُ قَالَ الْمَيِّتُ يُقَمَّصُ وَ يُؤَزَّرُ وَ يُلَفُّ بِالثَّوْبِ الثَّالِثِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ كُفِّنَ بِهٖ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ الْاِزَارُ يُجْعَلُ لِفَافَةً مِثْلَ الثَّوْبِ الْاٰخِرِ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ اَنْ يُؤَزَّرَ وَلَا يُعْجِبُنَا اَنْ يُنْقَصَ الْمَيِّتُ فِيْ كَفَنِهٖ مِنْ ثَوْبَيْنِ اِلَّا مِنْ ضُرُوْرَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میت کو قمیص پہنائی جائے گی' تہبند اوڑھایا جائے گا اور کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا' اگر صرف ایک ہی کپڑا موجود ہو' تو اس میں اس کو کفن دیدیا جائے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' تہبند کو لفافے کے طور پر دوسرے کپڑے کی طرح لپیٹ دیا جائے گا' یہ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ محبوب زیادہ پسندیدہ ہے کہ اس کو باقاعدہ تہبند کے طور پر پہنایا جائے۔

ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ میت کو دو کپڑوں سے کم میں کفن دیا جائے' البتہ انتہائی ضرورت کا حکم مختلف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: حدیث کے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یعنی میت کو ایک قمیص پہنائی جائے گی' ایک شلوار کے طور پر لباس پہنایا جائے گا۔

شوافع اور حنابلہ اس بات کے قائل ہیں' کہ میت کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے گا اور وہ تینوں لفافے ہوں گے' میت کو قمیص نہیں پہنائی جائے گی اور پاجامے کے طور پر کوئی چیز نہیں پہنائی جائے گی۔ انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول حدیث پیش کی ہے:

۱ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا' جن میں کوئی قمیص اور عمامہ شامل نہیں تھا''۔

صحاح ستہ کے مؤلفین اور دیگر محدثین نے اس روایت کو نقل کیا ہے' جبکہ احناف اور مالکیوں کا یہ مؤقف ہے کہ کفن میں قمیص بھی شامل ہوگی۔ انہوں نے اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جو ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکامل'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے' اس کے یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا' جن میں ایک قمیص' ایک تہبند اور ایک لفافہ تھا''۔

اس کی سند میں ناصح بن عبداللہ کوفی نامی راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا' ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا' وہ نجران کا بنا ہوا ایک کپڑا تھا''۔

لیکن اس روایت کی سند میں بھی یزید بن ابوزیاد نامی راوی پر جرح کی گئی ہے۔

بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ قمیص اور عمامہ ان تینوں کے کپڑوں کے علاوہ زائد تھے' لیکن اس بات کو اس حوالے سے مسترد کیا جاسکتا ہے کہ یہ بات ظاہر کے خلاف ہے۔

قمیص کے اثبات کے طور پر اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے' جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے (منافقین کے سردار) عبداللہ بن اُبی کی موت کے واقعے میں ذکر کی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صاحبزادے کو اپنی قمیص دی تھی' تاکہ وہ اسے اُس

قمیص میں کفن دیں اور عبداللہ بن اُبی کے صاحبزادے نے وہ قمیص نبی اکرم ﷺ سے مانگی تھی اور اُس قمیص میں ہی اپنے والد کو کفن دیا تھا''۔

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اثر سے اس کی تائید ہو جاتی ہے جسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں نقل کیا ہے۔

کفن کے بارے میں احکام کی وضاحت کرتے ہوئے فقہاء نے یہ بات واضح کی ہے کہ میت کو کفن دینا فرضِ کفایہ ہے۔

کفن کا خرچ اور کفن دفن کے تمام معاملات کا خرچ میت کے ترکے میں سے کیا جائے گا اور میت کے ذمے قرض کی ادائیگی اور اس کی وصیت کو پورا کرنے سے پہلے ان چیزوں کا انتظام کیا جائے گا۔ اگر میت کا کوئی مال موجود نہیں ہے تو جو تو جو شخص میت کی زندگی میں اس کا خرچ برداشت کرتا تھا' اُس کے ذمے یہ بات لازم ہوگی' شوہر کو یہ بات لازم ہوگی کہ وہ اپنی بیوی کے لیے کفن فراہم کرے یہ حکم احناف کے نزدیک ہے' جبکہ شوافع کے نزدیک بھی صحیح قول یہی ہے چونکہ اس بیوی کی زندگی میں اس کا خرچ شوہر ہی فراہم کیا کرتا تھا' البتہ مالکیوں اور حنابلہ کے نزدیک شوہر پر بیوی کے کفن دفن کا انتظام کرنا لازم نہیں ہے' چونکہ خرچ اور لباس کی فراہمی اس وقت لازم تھی جب دونوں کے درمیان میاں بیوی کا تعلق قائم تھا' اور شوہر اس عورت سے نفع حاصل کر سکتا تھا اور یہ چیز موت کی وجہ سے منقطع ہوگئی ہے' پھر آپ یہ بھی دیکھیں کہ اگر عورت نافرمان ہو یا میاں بیوی کے درمیان بائنہ طور پر علیحدگی ہو چکی ہو تو خرچ اور لباس کی فراہمی منقطع ہو جاتی ہے' موت کی وجہ سے بھی وہ عورت شوہر کے لیے اجنبی ہو جائے گی' تاہم احناف کی رائے مقبول ہے۔

اگر ایسا شخص نہیں ملتا جو میت کا خرچ فراہم کیا کرتا تھا' تو اب اس صورت میں میت کے کفن دفن کی تمام ذمہ داری بیت المال سے پوری کی جائے گی۔ اگر بیت المال موجود ہو' اگر وہ بھی موجود نہ ہو' تو مسلمانوں کی جماعت میں سے صاحبِ استطاعت لوگ اس فریضے کو سرانجام دیں گے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ میت کا کفن دو کپڑوں سے کم ہونا ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ اگر کفن میں تین کی بجائے دو کپڑے ہوں' تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا:

''میرے لیے دو کپڑوں کو دھو دو اور ان میں ہی مجھے کفن دے دینا''۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ' ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

جبکہ صحاح ستہ کے مؤلفین نے حالت احرام والے شخص کا قصہ نقل کیا ہے' جو اپنی سواری سے گر کر مر گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

''اسے اس کے انہی دو کپڑوں میں کفن دیدو اور اس کے سر کو ڈھانپنا نہیں''۔

البتہ تین کپڑوں سے زیادہ کفن دینے کے بارے میں اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں ہوگا' لیکن شرط

یہ ہے کہ ان کپڑوں کی تعداد طاق ہونی چاہیے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک صاحبزادے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا تھا' اس میں ایک قمیص' ایک عمامہ اور تین لفافے تھے۔ یہ روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

تاہم افضل یہی ہے کہ صرف تین کپڑوں پر اکتفاء کیا جائے۔



بَابُ الْمَشْيُ بِالْجَنَازَةِ وَالْمَشْيُ مَعَهَا

باب 3: جنازے کو اُٹھانا اور اس کے ساتھ چل کر جانا

306- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ اَسْرِعُوْا بِجَنَائِزِكُمْ فَاِنَّمَا هُوَ خَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهُ اِلَيْهِ اَوْ شَرٌّ تُلْقُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ السُّرْعَةُ بِهَا اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنَ الْاِبْطَاءِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنازے کو تیزی سے لے کر جاؤ کیونکہ اگر وہ بھلائی ہو گی' تو تم اسے آگے لے جاؤ گے' اگر وہ بُرائی ہو گی' تو تم اسے اپنی گردن سے اتار دو گے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جنازے کو تیزی کے ساتھ لے کر جانا ہمارے نزدیک آہستہ لے کر جانے کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: جنازے کے ساتھ چلنے کے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علماء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ جنازے کے آگے' اس کے پیچھے' اس کے دائیں اور اس کے بائیں چلنا جائز ہے' تاہم اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس میں زیادہ بہتر کون سا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے چار مذہب ہیں۔

پہلا مذہب یہ ہے کہ اس بارے میں آدمی کو اختیار ہے اور کسی ایک طرف چلنے میں کوئی اضافی فضیلت نہیں ہے۔

سفیان ثوری اس بات کے قائل ہیں اور امام بخاری بھی اسی بات کی طرف مائل ہیں' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے میلان کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں کیا ہے۔

اس موقف کی سند حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے:

''تم لوگ جنازے کے ساتھ جا رہے ہو' تو اب تم اس کے آگے چلو یا پیچھے چلو' دائیں چلو یا بائیں چلو (ایک ہی جیسا حکم ہے)''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلیق کو اپنی ''صحیح'' میں نقل کیا ہے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ پیدل چلنے والے کے لیے جنازے کے آگے چلنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور سوار شخص کے لیے جنازے کے پیچھے چلنا فضیلت رکھتا ہے۔ یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے اور اس کا تذکرہ امام زیلعی نے کیا ہے انہوں نے اس کی تائید میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول "مرفوع" حدیث پیش کی ہے:

"سوار شخص جنازے کے پیچھے چلے گا اور پیدل شخص اس کے آگے چلے گا' وہ اس کے قریب رہے گا یا پھر اس کے دائیں یا بائیں چلے گا"۔

چاروں سنن کے مؤلفین نے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے' امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند اور متن میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

تیسرا مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور حافظ ابن حجر کے بقول جمہور بھی اسی بات کے قائل ہیں' کہ جنازے کے آگے چلنا فضیلت رکھتا ہے' ان لوگوں نے اپنے موقف کی تائید میں زہری کے حوالے سے منقول روایت کو پیش کیا ہے۔

چوتھا موقف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا ہے' وہ یہ کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

آثار اور روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

سعید بن منصور' امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمان بن ابزیٰ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

ایک مرتبہ میں ایک جنازے میں شریک ہوا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جنازے کے آگے چل رہے تھے' جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چل رہے تھے' میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ جنازے کے پیچھے چل رہے ہیں (حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں آگے چل رہے ہیں) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ دونوں حضرات یہ بات جانتے ہیں' کہ جنازے کے پیچھے چلنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' جنازے کے پیچھے چلنے کو جنازے کے آگے چلنے پر وہی فضیلت حاصل ہے' جو باجماعت نماز کو اکیلے نماز پڑھنے پر حاصل ہے' لیکن وہ دونوں حضرات یہ چاہتے ہیں' کہ لوگوں کو سہولت فراہم کریں۔

اس روایت کی سند "حسن" ہے' یہ روایت "موقوف" ہے' لیکن حکمی اعتبار سے یہ "مرفوع" شمار ہوگی۔

حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: ان کے والد نے ان سے کہا:

"تم جنازے کے پیچھے رہا کرو کیونکہ اس کا آگے والا حصہ فرشتوں کے لیے ہے اور پیچھے والا حصہ انسانوں کے لیے ہے"۔

جبکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ

بات نقل کی ہے:

''جنازے کی پیروی کی جاتی ہے (یعنی اُس کے پیچھے چلا جاتا ہے) جو شخص اُس کے آگے چل رہا ہے وہ اس کے ساتھ شمار نہیں ہوتا''۔

اس روایت کی سند کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

اس بارے میں دیگر احادیث اور آثار بھی منقول ہیں، جو تفصیل کے ساتھ ''شرح معانی الآثار'' اور ''نصب الرایہ'' میں مذکور ہیں۔

307-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِیْ اَمَامَ الْجَنَازَةِ وَالْخُلَفَاءُ هَلُمَّ جَرًّا وَابْنُ عُمَرَ .

✧✧ زہری بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اور بعد کے خلفاء جنازے کے آگے چلا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

308-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هُدَيْرٍ اَنَّهٗ رَاٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُقَدِّمُ النَّاسَ اَمَامَ جَنَازَةِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْمَشْىُ اَمَامَهَا حَسَنٌ وَالْمَشْىُ خَلْفَهَا اَفْضَلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ ربیعہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے جنازے میں لوگوں کو آگے چلنے کی تلقین کر رہے تھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنازے کے آگے چلنا بہتر ہے تاہم جنازے کے پیچھے چلنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمَيِّتُ لَا يُتْبَعُ بِنَارٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اَوْ مِجْمَرَةٍ فِیْ جَنَازَتِهٖ

باب 4: میت کے مرنے کے بعد اس کے ساتھ آگ نہیں لے جائی جائے گی یا اس کے جنازے کے ساتھ دھونی نہیں لے جائی جائے گی

309-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِيْدِ نِالْمَقْبُرِیُّ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ نَهٰى اَنْ يُّتْبَعَ بِنَارٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اَوْ بِمِجْمَرَةٍ فِیْ جَنَازَتِهٖ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ سعید بن ابوسعید مقبری نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات سے منع کیا کرتے تھے کہ کسی

شخص کے مرنے کے بعد اس کے (جنازے کے) ساتھ آگ لے جائی جائے یا اس کے ساتھ دھونی لے جائی جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: میت کے ساتھ آگ لے جانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوسعید خدری اور سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے اس بات کی وصیت کی تھی کہ ان کے جنازے کے ساتھ آگ یا عود کی انگیٹھی نہ لے جائی جائے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک "مرفوع" حدیث بھی منقول ہے، جس میں اس عمل کی ممانعت کا تذکرہ ہے۔

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب 5: جنازے کے لیے کھڑا ہونا

310-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ وَّاقِدِبْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ مَّعُوْذِبْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ فِى الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا نَرَى الْقِيَامَ لِلْجَنَازَةِ كَانَ هٰذَا شَيْئًا فَتُرِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جنازے کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، لیکن بعد میں آپ بیٹھے رہتے تھے (یعنی آپ نے اس معمول کو ترک کر دیا)۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جنازے کے لیے کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی وجہ سے اسے ترک کر دیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی شرح تحریر کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس بارے میں حدیث منقول ہے، جبکہ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔

ایک مرتبہ ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے ہم بھی کھڑے ہو گئے ہم نے عرض کی: یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: "موت کا ایک خوف ہوتا ہے"۔

جبکہ صحیحین میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "کیا وہ انسان نہیں ہے"۔

جبکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے:

"ہم تو فرشتوں کے لیے کھڑے ہوئے ہیں"۔

جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے:

"ہم تو اس ذات کے احترام میں کھڑے ہوئے ہیں جو جانوں کو قبض کر لیتی ہیں"۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کی بو سے اذیت محسوس کرنے کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے"۔

تو یہ روایت سابقہ ذکر کردہ روایات کے مقابلے میں پیش نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس کی سند پہلی روایات جتنی مستند نہیں ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس علت کو راوی نے اپنے فہم کے مطابق بیان کیا ہے جبکہ سابقہ روایات میں مذکور علت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظی طور پر خود بیان کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: سعید بن مسیب عروہ امام مالک اہل حجاز امام شافعی اور اُن کے اصحاب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ علقمہ اسود ابراہیم نخعی اور نافع بن جبیر کے بارے میں یہی بات نقل کی گئی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص کھڑا ہو جاتا ہے تو میں اس پر اعتراض نہیں کرتا اگر کوئی شخص کھڑا نہیں ہوتا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک یہ اب بھی مشروع ہے منسوخ نہیں ہوا۔ حضرت ابومسعود حضرت ابوسعید حضرت سہل بن حنیف اور سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اسی بات کے قائل ہیں۔

جب کہ ابن حزم نے یہ بات نقل کی ہے کہ ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق دینا کہ قیام کا حکم استحباب کے لیے ہے اور اسے ترک کرنا جواز کو بیان کرنے کے لیے ہے یہ تطبیق نسخ کا دعویٰ کرنے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔

لیکن بعض دیگر روایات سے اس کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءُ

باب 6: نمازِ جنازہ ادا کرنا اور میت کے لیے دعا کرنا

311- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَاَلَ اَبَاهُرَيْرَةَ كَيْفَ يُصَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ اَنَا لَعَمْرُ اللّٰهِ اُخْبِرُكَ اَتَّبِعُهَا مِنْ اَهْلِهَا فَاِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ فَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَ صَلَّيْتُ عَلٰى نَبِيِّهٖ ثُمَّ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا قِرَآءَةَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

✦✦ سعید مقبری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جنازے کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں بتاتا ہوں میں اس (میت) کے گھر سے اس کے ساتھ چلتا ہوں' پھر جب اسے رکھا جاتا ہے' تو میں تکبیر کہتا ہوں' پھر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں' پھر میں اس کے نبی پر درود بھیجتا ہوں' پھر میں یہ پڑھتا ہوں:

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے' تیرے بندے کا بیٹا ہے' تیری کنیز کا بیٹا ہے' یہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رسول ہیں' تو اس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے' اگر یہ نیک آدمی ہے' تو تو اس کی اچھائی میں اضافہ کر دے' اگر یہ گناہگار ہے' تو اس سے درگزر کر دے' اے اللہ! تو ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کرنا''۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: نمازِ جنازہ کے دوران قرأت کرنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کی جائے گی' کیونکہ (یہ میت کے لیے) ایک دعا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ تک کہا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کا ہمارے علاقے میں کہیں بھی رواج نہیں ہے (یہ بات ابن رُشد نے نقل کی ہے)۔

یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جائے گی' پھر دوسری تکبیر کے بعد نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے گا پھر تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے گی اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: پہلی تکبیر کے بعد (ثناء کی جگہ) سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی جائے گی۔

اس کی بعد والی تکبیروں میں وہی معمول ہوگا' جس کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ قائل ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ظاہری مسلک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں ہوگی' کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے' یہاں اس بات کا احتمال ہوسکتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی مشروعیت کی نفی کی گئی ہے۔

اس صورت میں اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مکروہ ہے۔

متاخرین فقہاء احناف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ نمازِ جنازہ کے دوران سورۂ فاتحہ کی تلاوت مکروہ ہے۔

البتہ اُنہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ اگر کوئی شخص دعا کی نیت سے سورۂ فاتحہ پڑھ لیتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ اُنہوں نے سورۂ فاتحہ لازم ہونے کی نفی کی ہو' اس صورت میں یہ جواز کی نفی شمار نہیں ہوگی۔

احناف میں سے امام حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ جو فقہ کی مشہور کتاب ''نور الایضاح'' کے مصنف ہیں' وہ اسی طرف مائل ہیں اور اُنہوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی تحریر کیا ہے' جس کا نام ''النظم المستطاب لحکم القراۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ بام الکتاب'' ہے۔

اس رسالے میں اُنہوں نے اُن حضرات کے موقف کی تردید کی ہے جنہوں نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بات کا ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب سے منقول ہے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے نماز کے دوران سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بارے میں مختلف روایات نقل کی ہیں۔

312-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ سَلَّمَ حَتّٰى يُسْمِعَ مَنْ يَلِيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ يَسَارِهٖ وَ يُسْمِعُ مَنْ يَلِيْهِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی شخص کی نمازِ جنازہ ادا کرتے تھے' تو سلام پھیرتے ہوئے ان کی آواز ان کے پاس موجود شخص تک سنائی دیتی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' نمازِ جنازہ میں دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا جائے گا اور اتنی اونچی آواز میں پھیرا جائے گا کہ پاس موجود شخص اس آواز کو سن لے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: بلند آواز میں تکبیر کہنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: ایک قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور ان کے علاوہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوامامہ رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بلند آواز میں تکبیر کہنے کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور ایک قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں، ''زرقانی'' میں اسی طرح تحریر ہے۔

313-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ بَعْدَ الصُّبْحِ اِذَا صُلِّيَتَا لِوَقْتِهِمَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِيْ تَيْنِكَ السَّاعَتَيْنِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ اَوْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ بِالصُّفْرَةِ لِلْمَغِيْبِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عصر کے بعد اور صبح کی نماز کے بعد بھی نمازِ جنازہ ادا کرلیا کرتے تھے جب ان دونوں نمازوں کو ان کے وقت میں ادا کیا جاچکا ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ان دونوں اوقات میں جب تک سورج نکلتا نہیں ہے یا جب تک سورج غروب ہونے کے قریب نہیں ہوجاتا' اس وقت نمازِ جنازہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

•••———•••———•••

شرح: روایت کے یہ الفاظ: ''جب اُنہیں اُن کے وقت میں ادا کیا گیا ہو''۔ کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب ان دونوں اوقات میں نماز کو مکروہ وقت تک مؤخر کردیا جائے گا' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ ادا نہیں کیا کرتے تھے۔

اس کی وضاحت اُس روایت سے بھی ہوجاتی ہے جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد اندھیرے میں جنازہ لایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی نمازِ جنازہ ادا کرلو' اگر تم چاہو تو اسے اُس وقت تک رہنے دو جب تک سورج نکل نہیں آتا ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک کراہت اُس وقت تھی جب سورج طلوع ہونے کے قریب یا سورج غروب ہونے کے وقت نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔

مطلق طور پر نمازِ فجر اور سورج نکلنے کے دوران یا نمازِ عصر اور سورج غروب ہونے کے درمیان نمازِ جنازہ ادا کرنا اُن کے

نزدیک مکروہ نہیں تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' اہل کوفہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْجَنَازَةِ فِى الْمَسْجِدِ

باب 7: مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا

314-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ مَا صُلِّيَ عَلٰى عُمَرَ اِلَّا فِى الْمَسْجِدِ

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يُصَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِى الْمَسْجِدِ وَ كَذٰلِكَ بَلَغَنَا عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَمَوْضِعُ الْجَنَازَةِ بِالْمَدِيْنَةِ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ وَ هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِىْ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ عَلَى الْجَنَازَةِ فِيْهِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں ہی ادا کی گئی تھی۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسجد میں نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس طرح کی روایت ہم تک پہنچی ہے۔

مدینہ منورہ میں جنازگاہ مسجد سے باہر تھی اور یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔

شرح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کیے جانے کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے (حاشیہ نگار نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے:) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسے درست سمجھتے ہیں' البتہ احناف کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے اور مشہور روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ایسا کرنا مکروہ ہے۔

تاہم روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسا کرنا درست ہے' کیونکہ ابن ابی شیبہ نے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی اور جنازے کو منبر کے سامنے رکھا گیا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ ہدایت کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازے کو مسجد میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس لایا جائے تاکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اُن کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوسکیں تو اس حوالے سے بعض لوگوں نے اُن پر اعتراض کیا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ کتنی جلدی بھول جاتے ہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کی تھی۔

مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے بیضاء کے دو صاحبزادوں سہیل اور ان کے ایک بھائی کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کی تھی''۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ اُنہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لیے مسجد سے نکل رہے تھے' تو دریافت کیا: یہ لوگ کیا کرنا چاہ رہے ہیں' اللہ کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز مسجد میں ہی ادا کی گئی تھی۔

یہاں روایت کے یہ الفاظ کہ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں: نمازِ جنازہ ادا کرنے کی جگہ مسجد نبوی سے باہر تھی'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات نقل کی ہے:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''جو شخص مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرتا ہے اُسے کچھ نہیں ملتا''۔

جب کہ ابن ماجہ کی روایت میں الفاظ کچھ مختلف ہیں' تاہم اس روایت کی سند کے ایک راوی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور اس روایت کو اُس راوی کے تفردات میں شمار کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب اس بارے میں مختلف قسم کی روایات ہمارے سامنے آ گئیں تو اب ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ کیا کوئی ایسی صورتِ حال ہے جس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ دونوں طرح کی صورتِ حال میں سے آخری معاملہ کون سا تھا؟

تو پھر ہم یہ دیکھتے ہیں' کہ لوگوں نے اس حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کیا تھا' جب اُنہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لانے کی ہدایت کی تھی۔

یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

شیخ قاسم بن قطلو بغا نے اپنے فتاویٰ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کرنے کے بعد یہ بات بیان کی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اپنا طرزِ عمل اُس چیز کے خلاف تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کی گئی تھی' تو اب اس کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ شاید کسی عذر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کی گئی تھی۔

''المحیط'' نامی کتاب میں یہ بات تحریر ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ صرف کسی عذر کی وجہ سے ہی ادا کی جا سکتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ کی بھی یہی تاویل کی جائے گی کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ میں جنازگاہ مسجد سے باہر تھی' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا درست ہوتا تو مسجد سے الگ باہر جنازگاہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔

بَابُ يَحْمِلُ الرَّجُلُ الْمَيِّتَ وَ يُحَنِّطُهُ اَوْ يَغْسِلُهُ هَلْ يَنْقُضُ ذٰلِكَ وُضُوْءَهٗ

باب 8: جو شخص میت کو اُٹھاتا ہے یا اسے خوشبو لگاتا ہے یا اسے غسل دیتا ہے تو کیا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

315- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَنَّطَ اِبْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَّ حَمَلَهٗ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا وُضُوْءَ عَلٰى مَنْ حَمَلَ جَنَازَةً وَّلَا مَنْ حَنَّطَ مَيِّتًا اَوْ كَفَّنَهٗ اَوْ غَسَّلَهٗ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو خوشبو لگائی' اس کے جنازے کو کندھا دیا' پھر وہ مسجد میں تشریف لے گئے اور انہوں نے نماز ادا کی' انہوں نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص جنازے کو کندھا دیتا ہے' یا جو شخص میت کو خوشبو لگاتا ہے یا اسے کفن دیتا ہے یا اسے غسل دیتا ہے' تو اس پر وضو کرنا لازم نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

...—...—...

شرح: احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ جنازے کو کندھا دینے' میت کو خوشبو لگانے یا میت کو غسل دینے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ البتہ امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ' امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

''جو شخص میت کو غسل دیتا ہے وہ غسل کرلے' جو جنازے کو کندھا دیتا ہے' وہ بھی غسل کرلے''۔

(اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے:) ملا علی قاری یہ فرماتے ہیں' کہ اس روایت کو استحباب پر محمول کیا جائے گا یا اس شخص پر محمول کیا جائے گا' جو باوضو نہ ہو' تا کہ وہ نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے مستعد ہو جائے۔

بَابُ الرَّجُلُ تُدْرِكُهُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْجَنَازَةِ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ

باب 9: جب کسی شخص کے سامنے نماز جنازہ کا موقع آ جائے اور وہ اس وقت بے وضو ہو

316- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَا يُصَلِّى الرَّجُلُ عَلٰى جَنَازَةٍ اِلَّا هُوَ طَاهِرٌ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَى الْجَنَازَةِ اِلَّا طَاهِرٌ فَاِنْ فَاجَاَتْهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ طُهُوْرٍ تَيَمَّمَ وَصَلّٰى عَلَيْهَا وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' کہ کوئی بھی شخص بے وضو حالت میں جنازے کی

نماز ادا نہ کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جنازے کی نماز صرف باوضو حالت میں ہی ادا کی جاسکتی ہے' اگر کسی کے ساتھ ایسی اچانک صورتِ حال پیش آجائے کہ وہ شخص بے وضو ہو (اور وضو کی گنجائش نہ ہو)' تو وہ تیمم کر کے نمازِ جنازہ ادا کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: نمازِ جنازہ کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے' تاہم یہاں ایک جزئی پیش آسکتی ہے اور وہ یہ کہ کسی شخص کی نمازِ جنازہ ادا ہونے لگی ہے اور کوئی شخص بے وضو ہے' آس پاس وضو کرنے کا انتظام بھی نہیں ہے' اگر وہ وضو کرنے کے لیے جاتا ہے' تو نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گی' تو نمازِ جنازہ کے لیے شروع میں طہارت شرط ہے' تو اس لیے ایسے شخص کو اجازت دی جائے گی کہ وہ تیمم کر کے نمازِ جنازہ میں شریک ہو جائے۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ عطاء بن ابی رباح' سالم' زہری' ابراہیم نخعی' ربیعۃ الرائے اور لیث بن سعد نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک ''مرفوع'' حدیث بھی نقل کی گئی ہے جسے ابن عدی نے نقل کیا ہے' تاہم اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت بھی منقول ہے کہ حسن بصری سے ایک مرتبہ یہ سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص جنازے میں شامل ہونا چاہتا ہے اور اس کا وضو نہیں ہے' اگر وہ وضو کرنے کے لیے جاتا ہے' تو نمازِ جنازہ رہ جائے گی' تو حسن بصری نے بھی یہی فرمایا تھا کہ وہ شخص تیمم کر کے نماز ادا کرلے گا۔

بَابُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

باب 10: میت کے دفن ہو جانے کے بعد اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنا

317- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَ خَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَ كَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے انتقال کی اطلاع اسی دن دیدی تھی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے' آپ نے ان کی صفیں قائم کیں اور نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت میں ذکر ہونے والی شخصیت نجاشی کا اصل نام اصحمہ تھا' یہ حبشہ کے حکمران تھے اور سن ۹ ہجری میں رجب کے مہینے میں ان کے انتقال کی خبر آئی تھی' انہیں نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نصیب ہوا' لیکن انہیں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا' اس اعتبار سے انہیں تابعین میں شمار کیا جائے گا' کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ کے ہاتھ اپنے دو مکتوب انہیں بھجوائے تھے جن میں سے ایک مکتوب میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اور دوسرے مکتوب میں انہیں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کر دیں' نجاشی نے وہ مکتوب وصول کر کے انہیں اپنی آنکھوں پر رکھا تھا اور اسلام قبول کر لیا تھا پھر انہوں نے سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی اکرم ﷺ سے کر دی تھی۔

مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے ہاتھ پر ہی اسلام قبول کیا تھا' بعد میں وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' تو اس کے بعد یہ بات جملے کے طور پر مشہور ہوگئی کہ ''بکثرت احادیث روایت کرنے والے صحابی نے ایک تابعی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے''۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ حبشہ کے حکمران کو علامتی طور پر ''نجاشی'' کیا جاتا تھا' جس طرح ایران کے حکمران کو علامتی طور پر ''کسریٰ'' کہا جاتا تھا اور روم کے حکمران کو علامتی طور پر ''قیصر'' کہا جاتا تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اسلاف کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنا درست ہے' تاہم احناف اور مالکیوں کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ مشروع نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ صرف نجاشی کی نمازِ جنازہ اس طرح ادا کی تھی۔



318- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا اُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ مِسْكِيْنَةً مَرِضَتْ فَاُخْبِرَ

حديث 317: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الجنائز' باب التكبير على الجنائز - حديث: 532 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الجنائز' باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه - حديث: 1200 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الجنائز' باب في التكبير على الجنازة - حديث: 1631 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الجنائز وما يتعلق بها مقدما أو مؤخرا' فصل في الصلاة على الجنازة - ذكر البيان بأن المصطفى صلى الله عليه وسلم' حديث: 3153 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الجنائز' باب في الصلاة على المسلم يموت في بلاد الشرك - حديث: 2805 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الجنائز' الأمر بالاستغفار للمؤمنين - حديث: 2025 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الجنائز' الاستغفار للمؤمنين - حديث: 2144 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب الجنائز' باب التكبير على الجنائز كم هو ؟ - حديث: 1809 اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله عليه السلام فيما' حديث: 306 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث: 9454 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الجنائز' جماع أبواب التكبير على الجنائز ومن أولى بإدخاله القبر - باب عدد التكبير في صلاة الجنازة' حديث: 6542 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الجنائز' باب التكبير على الجنائز وغير ذلك - حديث: 2255

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرَضِهَا قَالَ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَسَاكِيْنَ وَ يَسْأَلُ عَنْهُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَتْ فَاٰذِنُوْنِىْ بِهَا قَالَ فَاُتِىَ بِجَنَازَتِهَا لَيْلًا فَكَرِهُوْا اَنْ يُّؤْذِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَلَمَّا اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخْبِرَ بِالَّذِىْ كَانَ مِنْ شَاْنِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اٰمُرْكُمْ اَنْ تُؤْذِنُوْنِىْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَرِهْنَا اَنْ نُّخْرِجَكَ لَيْلًا اَوْ نُوْقِظَكَ قَالَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَفَّ بِالنَّاسِ عَلٰى قَبْرِهَا فَصَلّٰى عَلٰى قَبْرِهَا فَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ اَلتَّكْبِيْرُ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعُ تَكْبِيْرَاتٍ وَلَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّصَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ قَدْ صُلِّىَ عَلَيْهَا وَلَيْسَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا كَغَيْرِهٖ اَلَا يُرٰى اَنَّهٗ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِىِّ بِالْمَدِيْنَةِ وَ قَدْ مَاتَ بِالْحَبَشَةِ فَصَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةٌ وَّطَهُوْرٌ فَلَيْسَتْ كَغَيْرِهَا مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں: ایک غریب عورت بیمار ہوگئی' نبی اکرم ﷺ کو اس کی بیماری کے بارے میں بتایا گیا' نبی اکرم ﷺ غریبوں کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا حال احوال پوچھا کرتے تھے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اس کا انتقال ہوجائے گا' تو مجھے اس کے بارے میں بتا دینا۔ راوی کہتے ہیں' کہ اس عورت کا جنازہ رات کے وقت لایا گیا' کچھ لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو رات کے وقت اس کی اطلاع دیں' صبح کے وقت نبی اکرم ﷺ کو اس عورت کے بارے میں بتایا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ مجھے اس کے بارے میں بتا دینا۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگی کہ رات کے وقت آپ کو باہر نکلنے کی درخواست کریں' یا آپ کو نیند سے بیدار کریں۔ راوی کہتے ہیں' کہ پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے' آپ نے اس عورت کی قبر کے پاس لوگوں کی صف قائم کی اور اس کی قبر پر اس کی نمازِ جنازہ ادا کی اور چار تکبیریں کہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی' جس شخص کی نمازِ جنازہ پہلے ادا کی جا چکی ہو' اس کی نمازِ جنازہ دوبارہ ادا نہیں کی جائے گی' اس مسئلے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی مثال عام افراد کی طرح نہیں ہے۔

کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے نجاشی کی نمازِ جنازہ مدینہ منورہ میں ادا کی تھی' ان کا انتقال حبشہ میں ہوا تھا' نبی اکرم ﷺ کی یہ نماز اصل میں برکت اور طہارت کا باعث تھی' تو اس اعتبار سے یہ عام لوگوں کی نماز کی طرح نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے چھ مختلف روایات منقول ہیں جو سب ''حسن'' کے مرتبے میں ہیں' جبکہ

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حوالے سے نو روایات منقول ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام روایات کو ان کی اسناد کے ساتھ "التمہید" میں نقل کیا ہے' یہ روایات درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں:

حضرت سہل بن حنیف' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عامر بن ربیعہ' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ان پانچ حضرات سے منقول روایات اس غریب خاتون کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے بارے میں ہیں' جبکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت منقول ہے' جس کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کے دفن ہو جانے کے ایک مہینے بعد ان کی والدہ کی قبر پر نمازِ جنازہ ادا کی تھی۔

ایک اور روایت حصین نامی راوی سے منقول ہے' جس کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن براء کی قبر پر نمازِ جنازہ ادا کی تھی۔

ایک روایت حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' اس کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر سے واپس تشریف لائے' تو اس وقت حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون (کے دفن ہو جانے کے بعد) نمازِ جنازہ ادا کی تھی۔

ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کے دفن ہو جانے کے بعد اس کی نمازِ جنازہ ادا کی تھی۔

تاہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت میں اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ شاید یہ اسی غریب خاتون کی نمازِ جنازہ تھی' جو مسجد میں صفائی وغیرہ کیا کرتی تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ کوئی دوسری خاتون ہو۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جریر نامی راوی کے حوالے سے منقول روایت کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بات بیان کی ہے کہ اس خاتون کا نام محجنہ تھا۔

نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہنے کی روایت حضرت عمر' حضرت امام حسن' حضرت امام حسین' حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن ابو اوفی' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت صہیب بن سنان' حضرت ابی بن کعب' حضرت براء بن عازب' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔

(تابعین میں) محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں)' امام شعبی' علقمہ' عطاء بن ابی رباح' عمر بن عبدالعزیز' امام محمد الباقر' سفیان ثوری' اکثر اہلِ کوفہ' امام مالک' اکثر اہلِ حجاز' امام اوزاعی' اکثر اہلِ شام' امام شافعی' مشہور روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر اہلِ علم بھی اسی بات کے قائل ہیں (کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت زید بن ارقم اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' کہ نمازِ جنازہ میں چھ تکبیریں کہی جائیں گی۔

زر بن حبیش کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ نمازِ جنازہ میں سات تکبیریں کہی جائیں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے کہ نمازِ جنازہ میں تین تکبیریں کہی جائیں گی۔

ان سب کا تذکرہ علامہ عبدالحی لکھنوی نے اپنے حاشیے میں کیا ہے۔

تاہم اس بارے میں مختلف اسناد سے منقول آخری روایت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہی تھیں' اسی لیے اکثر صحابہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات بھی تحریر کی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الآثار'' میں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ پہلے زمانے میں لوگ نمازِ جنازہ میں پانچ یا چھ یا چار تکبیریں کہا کرتے تھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا' اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ اسی طریقے سے تکبیریں کہتے رہے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں سے فرمایا: تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہو' اگر تم لوگ اختلاف کرتے رہو گے تو تمہارے بعد کے لوگ بھی اختلاف کرتے رہیں گے ویسے بھی لوگ زمانہ جاہلیت کے قریب ہیں' اس لیے ان سب نے متفق ہو کر اس بات کا فیصلہ کیا کہ ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' اس میں کتنی تکبیریں کہی تھیں؟ تو اس کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیں گے اور باقی سب طریقوں کو ترک کر دیں گے' جب انہوں نے اس بات کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' اس میں چار تکبیریں کہی تھیں۔

قبر پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا جائز ہے' ان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ' ابن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' تاہم ان سے مشہور روایت ہے کہ انہوں نے قبر پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' ان حضرات سے یہ بات منقول ہے کہ اگر میت کو نمازِ جنازہ ادا کیے بغیر دفن کر دیا گیا ہو' تو اب قبر پر نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی' ورنہ نہیں کی جائے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

بَابُ مَارُوِیَ اَنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ

باب 11: زندہ شخص کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیے جانے کے بارے میں منقول روایات

319- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تَبْكُوْا عَلٰی مَوْتَاكُمْ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَیْهِ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تم اپنے مردوں پر رویا نہ کرو' کیونکہ گھر والوں کے' اس پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ جب مرنے والا شخص اس بات کی وصیت کرے کہ اُس پر (بلند آواز سے) رویا جائے اور اُس کے مرنے کے بعد اُس پر نوحہ کیا جائے اور پھر اُس کی وصیت کو نافذ کر دیا جائے تو (اس رونے کی وجہ سے) میت کو عذاب ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میت کے اہلِ خانہ کے اُس پر رونے سے میت کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اہلِ خانہ کے لیے میت کے جذبات نرم ہو جاتے ہیں' جریر نے اس تاویل کو اختیار کیا ہے اور قاضی عیاض نے اس کو ترجیح دی ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کافر شخص کو اُس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے' اُس وقت جب اُس کے اہل خانہ اُس پر رو رہے ہوتے ہیں تاہم یہ عذاب اُن اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے نہیں دیا جاتا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جمہور کی بیان کی ہوئی تاویل درست ہے۔

فاضل لکھنوی آگے چل کر مزید تحریر کرتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

بعض حضرات نے اس کو اس کے ظاہری مفہوم پر محمول کیا ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح مائل ہیں جیسا کہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے' ایک مرتبہ وہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شریک ہوئے' تو اُنہوں نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے کہا: حضرت رافع رضی اللہ عنہ ایک عمر رسیدہ آدمی ہیں' اُن میں عذاب سہنے کی طاقت نہیں ہے اور میت کو اُس کے اہلِ خانہ کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے (اس لیے تم رونا بند کرو)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے' کیونکہ جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اُن کے زخمی ہونے پر یوں کہا: ہائے میرا بھائی! تو اُنہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا اور فرمایا تھا: کیا تم یہ بات نہیں جانتے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''میت کو زندہ شخص کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے''۔

بعض حضرات نے مطلق طور پر اس بات کا انکار کیا ہے جیسا کہ امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

''اللہ کی قسم! ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے جاتا ہے وہ شہید ہو جاتا ہے (اُس کی میت پر) اُس کی بیوی جہالت اور بے وقوفی کا مظاہرہ کرتی ہے اور اُس پر روتی ہے' تو کیا اُس بے وقوف عورت کی وجہ سے اُس شہید کو عذاب دیا جائے گا؟''

بعض حضرات نے یہ رائے پیش کی ہے کہ یہاں استعمال ہونے والا حرف ''ب'' حال کے لیے ہے' یعنی جب میت کے اہل خانہ اُس پر رو رہے ہوتے ہیں' تو اُس وقت میت کو عذاب ہو رہا ہوتا ہے' یہ سبب کے لیے نہیں ہے' لیکن یہ تاویل تکلف سے خالی نہیں ہے۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ روایت ایک متعین فرد کے بارے میں ہے جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم کفار کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کے اہلِ خانہ کے رونے کی وجہ سے اُس کو عذاب دے گا' بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ کافر کے اہلِ خانہ کے رونے کے ذریعے اُس کے عذاب میں اضافہ کر دیتا ہے''۔

ایک قول کے مطابق یہاں عذاب دینے سے مراد فرشتوں کا ڈانٹنا اور جھڑکنا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' حدیث نقل کی ہے:

''میت کو زندہ شخص کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے جب کوئی نوحہ کرنے والی عورت یہ کہتی ہے: ہائے میرا دست و بازو! ہائے میرا مددگار! تو میت کو ہلایا جاتا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے: کیا تم اس کے دست و بازو ہو؟ کیا تم اس کے مددگار ہو؟''۔

اسی طرح کی ایک روایت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کی ہے۔

اور یہ بہت اچھی تشریح ہے یہاں اس کی وضاحت میں بعض دیگر اقوال بھی ہیں جن کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں کیا ہے۔

320-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ ابْنَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ ذُكِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ الْحَيِّ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِابْنِ عُمَرَ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ قَدْنَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ يُّبْكٰى عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِىْ قَبْرِهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِقَوْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمن بیان کرتی ہیں: کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں' کہ زندہ لوگوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ' ابن عمر کی مغفرت کرے! انہوں نے غلط بیان نہیں کیا ہے' لیکن وہ بھول گئے ہیں' یا شاید انہیں غلط فہمی ہوئی ہے' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے پاس سے گزرے' جس پر لوگ رو رہے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا: لوگ اس میت پر رو رہے ہیں حالانکہ اسے اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْقَبْرُ يُتَّخَذُ مَسْجِدًا اَوْيُصَلّٰى اِلَيْهِ اَوْ يُتَوَسَّدُ

باب 12: قبر کو مسجد بنانا یا اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا یا اس کے ساتھ ٹیک لگانے (کے احکام)

321-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ . اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے! جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ سنن نسائی میں یہ الفاظ منقول ہیں:
''اُن لوگوں کا یہ معمول تھا کہ جب ان میں سے کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جاتا تو وہ اُس کی قبر پر مسجد بنا دیا کرتے تھے''۔
امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے انبیاء کی قبور کی تعظیم کرتے ہوئے اُس کی طرف سجدہ کیا کرتے تھے اور اُسے اپنا قبلہ بنا لیتے تھے' نماز کے دوران اُس قبر کی طرف رخ کیا کرتے تھے اور اُنہوں نے اُن قبروں کو بت بنا لیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی اور ایسا کرنے سے منع کیا' البتہ جو شخص تبرک کے حصول کے لیے کسی نیک آدمی کے پڑوس میں مسجد بناتا ہے وہ اُس کی تعظیم کرنے کے لیے نہیں اور اُس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے لیے نہیں ایسا کرتا تو وہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہوگا جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''زہر الجتبیٰ'' میں یہ بات تحریر ہے۔

322-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ كَانَ يَتَوَسَّدُ عَلَيْهَا وَ يَضْطَجِعُ عَلَيْهَا قَالَ بِشْرٌ يَعْنِيْ الْقُبُوْرَ .

حدیث 321: اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الصلاة' أبواب استقبال القبلة - باب الصلاة فی البیعة' حدیث: 428 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب النهی عن بناء المساجد - حدیث: 856 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، کتاب الجنائز' باب فی البناء علی القبر - حدیث: 2824 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند أبی هریرة رضی الله عنه - حدیث: 7648 اخرجه ابویعلی فی "مسنده"، مسند أبی هریرة' حدیث: 5709 مسند عبد بن حمید - مسند زید بن ثابت رضی الله عنه' حدیث: 245 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصلاة' باب الصلاة علی القبور - حدیث: 1528 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، باب الإمامة والجماعة' باب الحدث فی الصلاة - ذکر بعض العلة التی من أجلها زجر عن الصلاة فی القبور' حدیث: 2357 ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب الجنائز' جماع أبواب البکاء علی المیت - باب النهی عن أن یبنی علی القبر مسجد' حدیث: 6803 ذکره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، کتاب الجنائز' بناء المساجد علی القبور - حدیث: 2369

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ ٹیک لگا لیا کرتے تھے' وہ اس پر لیٹ بھی جایا کرتے تھے۔

بشر نامی راوی کہتے ہیں' کہ اس سے مراد قبر ہے۔

•••——•••——•••

شرح: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل اس بات کے جواز پر دلالت کرتا ہے' کیونکہ اس میں قبر اور صاحبِ قبر کی توہین نہیں ہے۔

تاہم یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: صاحبِ قبر کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

''النہایہ'' میں اسی طرح تحریر ہے اور یہاں یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے' جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل رخصت پر محمول ہوگا' جبکہ اہانت کی صورت نہ پائی جاتی ہو۔

علامہ علی قاری نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

جہاں تک قبر پر لیٹنے کا تعلق ہے' تو اس بارے میں صحیح مسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں میں حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قبروں پر نہ بیٹھو اور اُن کی طرف منہ کر کے نماز نہ ادا کرو''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' حدیث منقول ہے:

''کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے جس کے نتیجے میں اُس کے کپڑے جل جائیں اور انگارے کی گرمی اُس کی جلد تک پہنچ جائے' تو یہ چیز اُس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے''۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' حدیث نقل کی ہے:

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:) ''قبروں پر نہ بیٹھو''۔

یہ اور اس طرح کی دیگر روایات کی بناء پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ قبروں پر بیٹھنا حرام ہے یا مکروہ ضرور ہے۔ اس بات کا تذکرہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے کیا ہے۔

''امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی روایات نقل کرنے کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: قبر پر بیٹھنے کی ممانعت کا تعلق قضائے حاجت کے لیے اس پر بیٹھنے سے ہوگا''۔



كِتَابُ الزَّكٰوةِ

زکوٰۃ کا بیان

بَابُ زَكَاةِ الْمَالِ

باب 1: مال کی زکوٰۃ

323-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَقُوْلُ هٰذَا شَهْرُ زَكٰوتِكُمْ فَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيُؤَدِّ دَيْنَهٗ حَتّٰى تَحْصُلَ اَمْوَالُكُمْ فَتُؤَدُّوْا مِنْهَا الزَّكٰوةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَّلَهٗ مَالٌ فَلْيَدْفَعْ دَيْنَهٗ مِنْ مَّالِهٖ فَاِنْ بَقِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ مَاتَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ فَفِيْهِ زَكَاةٌ وَّتِلْكَ مِائَتَادِرْهَمٍ اَوْ عِشْرُوْنَ مِثْقَالًا ذَهَبًا فَصَاعِدًا وَّاِنْ كَانَ الَّذِيْ بَقِيَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا يَدْفَعُ مِنْ مَّالِهِ الدَّيْنَ فَلَيْسَتْ فِيْهِ الزَّكٰوةُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے: یہ تمہارا زکوٰۃ ادا کرنے کا مہینہ ہے تو جس شخص کے ذمے کوئی قرض ہو وہ اپنے قرض کو ادا کر دے یہاں تک کہ جب تم اپنے مال حاصل کر لو تو ان میں سے زکوٰۃ ادا کرو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس بات کو اختیار کرتے ہیں: جس شخص کے ذمے قرض ہو۔ اس کے پاس مال بھی موجود ہو تو پہلے وہ اپنے مال میں سے قرض ادا کرلے اگر اس میں سے اتنا مال باقی بچ جائے جس میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہو تو اس میں زکوٰۃ فرض ہو گی اور وہ (نصاب) دو سو درہم یا بیس مثقال سونا یا اس سے زیادہ ہے اور اگر باقی بچنے والا مال اس سے کم ہو۔ اس کے بعد جو اس نے اپنے مال میں سے قرض ادا کیا ہے تو اس صورت میں اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: زکوٰۃ کا لغوی معنی

لغوی اعتبار سے لفظ زکوٰۃ چار معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۱-طہارت یعنی پاکیزگی

۲- نماء یعنی کسی چیز کا بڑھنا اور زیادہ ہونا۔
۳- برکت اس کا مفہوم واضح ہے۔
۴- مدح یعنی تعریف کرنا

اصطلاحی تعریف

شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد وہ ادائیگی ہے جو مخصوص نصاب کا مالک شخص مخصوص مدت گزر جانے کے بعد مخصوص قسم کے مستحق کو ادا کرتا ہے۔

اس بات پر تمام علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ ہر مسلمان آزاد عاقل بالغ اور صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کا حکم تحریر کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آزاد عاقل بالغ انسان پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے جب وہ مکمل ملکیت کے ساتھ نصاب کا مالک ہو جائے اور اس ملکیت پر ایک سال بھی گزر جائے''۔

اس کی فرضیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ثابت ہے:

''اور تم لوگ زکوٰۃ ادا کرو''۔

اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے:

''تم اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو''۔

(اس کی تیسری دلیل) یہ ہے کہ اس پر اُمت کا اجماع ہے (یعنی زکوٰۃ کی فرضیت پر امت کا اجماع ہے)۔

یہاں متن میں واجب سے مراد فرض ہے کیونکہ اس میں کوئی بھی شبہ نہیں ہے اور آزاد ہونے کو شرط اس لیے قرار دیا گیا ہے کیونکہ نصاب کی ملکیت اسی شرط کے ذریعے مکمل ہوتی ہے۔ عقل اور بلوغ کی دلیل کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور کسی کافر سے عبادت ثابت نہیں ہو سکتی۔ نصاب کی مقدار کی ملکیت ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فرضیت کا سبب نصاب کو قرار دیا ہے اس کے لیے سال کا گزرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کی کوئی مخصوص مدت ہونی چاہیے جس میں مال میں بڑھوتری ثابت ہو سکے اور شریعت نے وہ مدت ایک سال مقرر کی ہے اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''مال میں زکوٰۃ اس وقت تک لازم نہیں ہوتی جب تک اس پر ایک سال نہیں گزر جاتا''۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بڑھنے کی صلاحیت ایک سال میں ہی پوری ہو سکتی ہے کیونکہ سال مختلف طرح کے موسموں پر مشتمل ہوتا ہے اور ان موسموں میں قیمتوں میں فرق آ جایا کرتا ہے اس لیے حکم کا دارومدار اسی پر ہوگا۔

یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ اس کی فوری ادائیگی ضروری ہے کیونکہ مطلق طور پر امر کا تقاضا یہی ہے تاہم ایک قول یہ ہے کہ اس میں تاخیر کرنے کی بھی گنجائش ہے اور آدمی اپنی پوری زندگی میں اسے کسی بھی وقت ادا کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ تفریط کرنے کی

وجہ سے نصاب ہلاک ہو جائے تو اس کا تاوان ادا نہیں کیا جائے گا۔

324-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ ابْنُ خُصَيْفَةَ اَنَّهُ سَاَلَ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ رَّجُلٍ لَهُ مَالٌ وَ عَلَيْهِ مِثْلُهُ مِنَ الدَّيْنِ اَعَلَيْهِ الزَّكٰوةُ فَقَالَ لَا ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

✧✧ یزید بن خصیفہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے سلیمان بن یسار سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جس کے پاس مال موجود ہو اور اس کے ذمے اتنا ہی قرض ہو تو کیا اس شخص پر زکوٰۃ لازم ہوگی تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا تَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ

باب 2: کن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے

325-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ مِّنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَّلَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَاْخُذُ بِذٰلِكَ اِلَّا فِىْ خَصْلَةٍ وَاحِدَةٍ فَاِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِيْمَا اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ الْعُشْرُ مِنْ قَلِيْلٍ اَوْ كَثِيْرٍ اِنْ كَانَتْ تُشْرَبُ سَيْحًا اَوْ تَسْقِيْهَا السَّمَآءُ وَاِنْ كَانَتْ تُشْرَبُ بِغَرْبٍ اَوْ دَالِيَةٍ فَنِصْفُ عُشْرٍ وَّهُوَ قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ وَمُجَاهِدٍ ۔

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اور پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ تاہم ایک چیز کے بارے میں ان کی رائے مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی۔ خواہ وہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو اگر اسے نہر یا بارش کے ذریعے پانی دیا جاتا ہے لیکن اگر اسے ڈول کے ذریعے (غیر قدرتی طریقے سے) پانی دیا جاتا ہے تو نصف عشر کی ادائیگی لازم ہوگی۔

ابراہیم نخعی اور مجاہد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہوتی' ان میں سے بعض کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے اور بعض کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہونے کے بارے میں علماء کا اتفاق پایا جاتا ہے' ان میں معدنیات میں سے سونا اور چاندی شامل ہیں' لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ وہ زیور کے طور پر استعمال نہ ہوتے ہوں۔

جبکہ حیوانات میں سے تین اصناف ہیں: اونٹ' گائے اور بکری۔

غلہ میں سے دو اقسام: گندم اور جو۔

پھل میں سے دو اقسام ہیں: کھجور اور منقہ۔



بَابُ اَلْمَالُ مَتٰى تَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ

باب 3: مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی کب واجب ہوتی ہے؟

326—اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا تَجِبُ فِىْ مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ ۔
قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَّكْتَسِبَ مَالًا فَيَجْمَعُهٗ اِلٰى مَالٍ عِنْدَهٗ مِمَّا يُزَكّٰى فَاِذَا وَجَبَتِ الزَّكٰوةُ فِى الْمَالِ الْاَوَّلِ زُكِّىَ الثَّانِىْ مَعَهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَاِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهِ ۔

✧✧ نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ مال میں اس وقت تک زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں ہوتی جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ تاہم وہ یہ فرماتے ہیں: اگر آدمی کوئی مال کما کر اس مال کے ساتھ ملا دے پہلے جس کی زکوٰۃ ادا کی جانی تھی تو جب پہلے والے مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی تو دوسرے مال کی زکوٰۃ بھی اس کے ہمراہ ادا کی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: اس بارے میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آراء اسی کی مانند نقل کی ہیں جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ' امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے۔

''جس شخص کو کوئی مال حاصل ہو اس پر زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوگی جب تک اس مال پر ایک سال نہ گزر جائے''۔

بَابُ اَلرَّجُلُ يَكُوْنُ لَهُ الدَّيْنُ هَلْ عَلَيْهِ فِيْهِ الزَّكٰوةُ

باب 4: جس شخص کے ذمے قرض ہو کیا اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی

327- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَاَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُكَاتَبٍ لَهُ قَاطَعَهُ بِمَالٍ عَظِيْمٍ قَالَ قُلْتُ هَلْ فِيْهِ زَكَاةٌ قَالَ الْقَاسِمُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ كَانَ لَا يَاْخُذُ مِنْ مَالٍ صَدَقَةً حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ قَالَ الْقَاسِمُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ اِذَا اَعْطَى النَّاسَ عَطَايَاهُمْ سَاَلَ الرَّجُلَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ مَالٍ قَدْ وَجَبَتْ فِيْهِ الزَّكٰوةُ فَاِنْ قَالَ نَعَمْ اَخَذَ مِنْ عَطَايَهٖ زَكَاةَ ذٰلِكَ الْمَالِ وَاِنْ قَالَ لَا سَلَّمَ اِلَيْهِ عَطَاءَهٗ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

✧✧ محمد بن عقبہ بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے مکاتب غلام کے بارے میں دریافت کیا۔ جس نے انہیں بہت زیادہ مال کی ادائیگی کرنی تھی۔

راوی بیان کرتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا: کیا اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی تو قاسم نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی بھی مال میں سے زکوٰۃ اس وقت تک وصول نہیں کرتے تھے جب تک اس پر ایک سال نہیں گزر جاتا تھا۔

قاسم یہ بھی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو ان کے عطیات دیتے تھے تو آپ یہ دریافت کرتے تھے۔ کیا تمہارے پاس کوئی مال ایسا ہے جس میں زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو۔ اگر وہ جواب دیتا جی ہاں! تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس عطیے میں سے اس مال کی زکوٰۃ وصول کر لیتے تھے اور اگر وہ جواب دیتا: نہیں تو وہ عطیہ اس کے سپرد کر دیتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کوئی رقم قرض دیدیتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ قرض دی ہوئی رقم اور آدمی کے پاس موجود رقم مل کر نصاب کی مقدار تک پہنچ جائیں اس میں اصل رقم کے ساتھ سونے اور چاندی کی مقدار بھی شامل کی جائے گی کیونکہ شرعی طور پر سونا اور چاندی نقدی کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے اگر کسی شخص کے پاس سات تولے سونا ہے اور اس کے پاس روپوں کی شکل میں نقدی بھی ہے اور ان دونوں کو ملا کر ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت پوری ہو جاتی ہے تو زکوٰۃ لازم ہو جائے گی۔ صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے:

"جب آدمی نصاب کا کامل مالک بن جائے"۔

اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے ہدایہ کے شارحین نے یہ بات بیان کی ہے کہ کامل ملکیت سے مراد یہ ہے کہ انسان اس مال کا مالک ہو اور وہ مال انسان کے قبضے میں بھی ہو۔

انسان اگر مال کا مالک ہو لیکن وہ مال اس کے قبضے میں نہ ہو یا انسان کے قبضے میں کوئی مال ہو لیکن وہ اس کا مالک نہ ہو تو ایسی صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

قرض کی مختلف صورتوں پر زکوٰۃ کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ تحریر کرتے ہیں:

''جب کسی شخص نے کسی دوسرے کو کچھ رقم قرض دی ہو اور دوسرا شخص کئی برس تک وہ رقم واپس نہ کرے پھر عدالتی فیصلے کے ذریعے قرض دینے والے کو اپنی رقم واپس مل جائے' تو اب وہ شخص گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا' متن کے الفاظ میں ثبوت فراہم ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ مقروض شخص دوسرے لوگوں کے سامنے قرض لینے کا اقرار کرے''۔

(صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) یہ ''مال ضمار'' کا مسئلہ ہے۔

اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔

''مال ضمار'' میں گم جانے والا مال' مفرور غلام' گم جانے والا جانور' غصب ہو جانے والا مال وغیرہ شامل ہیں' غصب ہو جانے والے مال کے لیے یہ بات شرط ہے کہ اس کا کوئی ثبوت (اصل مالک کے پاس) نہ ہو' سمندر میں گر جانے والا مال یا ویرانے میں دفن کر کے اس جگہ کو بھول جائے' تو ایسا مال بھی (مال ضمار میں شامل ہو گا) حاکم وقت جو مال چھین لیتا ہے' وہ بھی اس میں شامل ہو گا۔

اسی اصول کی بنیاد پر مفرور غلام' گمشدہ غلام اور غصب ہو جانے والے غلام کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں: سبب سامنے آ چکا ہے اور قبضے کا موجود نہ ہونا وجوب پر اثر انداز نہیں ہوتا' جیسے مسافر کے مال کا حکم ہے۔

ہماری (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی) دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے:

''مال ضمار میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی''۔

ہماری (عقلی دلیل) یہ ہے: (زکوٰۃ کی فرضیت کا) سبب وہ مال ہے' جس میں نشوونما کا پہلو پایا جاتا ہو اور نشوونما اسی وقت ہو سکتی ہے' جب آدمی کو اس مال میں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہو اور (مذکورہ بالا صورتوں میں) آدمی کو یہ صلاحیت حاصل نہیں ہے۔

مسافر کا حکم اس لیے مختلف ہے' کیونکہ وہ اپنے نائب کے ذریعے تصرف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جس مال کو گھر کے اندر دفن کیا گیا ہو وہ نصاب شمار ہو گا' کیونکہ اس تک آسانی سے رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(زرعی یا کھلی) زمین یا باغ میں دفن کیے جانے والے مال کے بارے میں مشائخ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

لیکن اگر آدمی نے کسی ایسے شخص کو قرض دیا تھا جو قرض لینے کا اقرار کرتا ہے' تو اب وہ شخص خوشحال ہو یا تنگ دست ہو (قرض دینے والے پر) زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو گی' کیونکہ وہ کسی بھی طریقے سے قرض کی رقم واپس لے سکتا ہے۔

اگر مقروض نے قرض لینے سے انکار کیا تھا اور پھر اس کے خلاف ثبوت فراہم ہو گئے یا قاضی کو اس قرض کا علم ہو' تو بھی یہی حکم

ہوگا'اس کی وجہ وہی ہے'جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اگر مقروض قرض لینے کا اقرار کرتا ہے' لیکن وہ مفلس ہے' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرض کے طور پر دی جانے والی رقم زکوٰۃ کے نصاب میں شامل ہوگی' اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاضی کے فیصلے کے نتیجے میں کسی کو مفلس قرار دینا درست نہیں ہے' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی' کیونکہ ان کے نزدیک قاضی کے فیصلے کے نتیجے میں مفلس ہو جانے کا حکم ثابت ہو جاتا ہے' مفلس ہونے کے حکم کے ثابت ہونے کے حوالے سے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہے' جبکہ زکوٰۃ کے لازم ہونے کے حوالے سے ان کی رائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے مطابق ہے' تاکہ فقراء کی رعایت کی جاسکے۔

فقہاء نے اس مسئلے کے بارے میں بعض جزئیات کی وضاحت کی ہے جن کا یہاں تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔

328-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ ابْنُ حُسَيْنٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُوْنٍ عَنْ اَبِيْهَا قَالَ كُنْتُ اِذَا قَبَضْتُ عَطَائِیْ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ سَاَلَنِیْ هَلْ عِنْدَكَ مَالٌ وَّجَبَ عَلَيْكَ فِيْهِ الزَّكٰوةُ فَاِنْ قُلْتُ نَعَمْ اَخَذَ مِنْ عَطَائِیْ زَكَاةَ ذٰلِكَ الْمَالِ وَاِلَّا دَفَعَ اِلَیَّ عَطَائِیْ.

✧✧ عائشہ بنت قدامہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتی ہیں' جب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی تنخواہ وصول کرتا تھا تو وہ مجھ سے دریافت کرتے تھے: کیا تمہارے پاس کوئی ایسا مال ہے جس میں زکوٰۃ کی ادائیگی تم پر واجب ہو چکی ہو۔ اگر میں جواب دیتا: جی ہاں! تو وہ میری تنخواہ میں سے اس مال کی زکوٰۃ وصول کر لیتے تھے ورنہ میری وہ تنخواہ مجھے ادا کر دیتے تھے۔

بَابُ زَكَاةِ الْحُلِيِّ

باب 5: زیورات کی زکوٰۃ

329-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَلِیْ بَنَاتَ اَخِيْهَا يَتَامٰی فِیْ حِجْرِهَا لَهُنَّ حُلِیٌّ فَلَا تَخْرُجُ مِنْ حُلِيِّهِنَّ الزَّكٰوةَ.

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی زیر پرورش یتیم بھتیجیوں کی نگران تھیں۔ ان بھتیجیوں کے کچھ زیورات تھے لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے زیورات کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتی تھیں۔

شرح: اس روایت کا بنیادی مضمون زیورات کی زکوٰۃ کا حکم ہے۔

احناف اس اصول کے قائل ہیں' کہ سونا یا چاندی شرعی اعتبار سے مال کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے وہ کسی بھی شکل وصورت

میں ہوں اگر وہ نصاب کی مقدار تک پہنچے ہیں تو اُن پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

تاہم اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی ہے۔

ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (سونا اور چاندی کے زیورات میں بھی زکوٰۃ لازم ہوتی ہے) اور راجح قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

جن حضرات کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اُن کی موافقت میں حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم (یہ تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں)۔

جبکہ تابعین میں سے سعید بن مسیب سعید بن جبیر عطاء مجاہد عبداللہ بن شداد جابر بن زید ابن سیرین میمون بن مہران زہری سفیان ثوری اور اصحاب رائے رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

330- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُحَلِّيْ بَنَاتِهٖ وَجَوَارِيَهٗ فَلَا يُخْرِجُ مِنْ حُلِيِّهِنَّ الزَّكٰوةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَمَّا مَا كَانَ مِنْ حُلِيِّ جَوْهَرٍ وَّلُؤْلُؤٍ فَلَيْسَتْ فِيْهِ الزَّكٰوةُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَاَمَّا مَا كَانَ مِنْ حُلِيِّ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَفِيْهِ الزَّكٰوةُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ لِيَتِيْمٍ اَوْ لِيَتِيْمَةٍ لَمْ يَبْلُغَا فَلَا تَكُوْنُ فِيْ مَالِهِمَا زَكَاةٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی صاحبزادیوں اور کنیزوں کو زیورات بنوا کر دیئے تھے لیکن وہ ان زیورات کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جو زیورات جواہرات اور موتیوں وغیرہ سے بنے ہوئے ہوں ان میں کسی بھی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی لیکن جو زیورات سونے یا چاندی سے بنے ہوئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوتی ہے البتہ اگر وہ یتیم لڑکے یا یتیم لڑکی کے ہوں جو ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں تو اس صورت میں ان کے مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس روایت کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ آیا یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی کے مال میں زکوٰۃ لازم ہوتی ہے یعنی اُس وقت جب وہ نابالغ ہوں یا لازم نہیں ہوتی ہے؟

اس مسئلے کے بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت جابر' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں' کہ نابالغ بچے کے مال پر بھی زکوٰۃ لازم ہوتی ہے۔

امام مالک' امام شافعی' سفیان ثوری' امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن راہویہ' امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر فقہاء بھی اس بات کے قائل ہیں۔

دوسرے گروہ کے نزدیک یتیم کے مال پر سرے سے زکوٰۃ لازم ہی نہیں ہوتی ہے۔

ابراہیم نخعی' حسن بصری اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر تابعین اسی بات کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یتیم کی ملکیت میں موجود مال و دولت پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی' البتہ اگر کوئی زمین کسی یتیم کی ملکیت ہو' تو اُس کی پیداوار میں عشر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔

اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا شرعی مفہوم کیا ہے؟ کیا اس میں نماز و روزے کی طرح صرف عبادت کا پہلو پایا جاتا ہے یا اس کا بنیادی مقصد معاشرتی سطح پر لوگوں کو سہولیات فراہم کرنا ہے۔

جن حضرات نے اسے صرف عبادت قرار دیا ہے' اُنہوں نے اس کے لازم ہونے کے لیے بالغ ہونے کو شرط قرار دیا ہے' کیونکہ بالغ ہونے سے پہلے کوئی بھی بچہ شرعی احکام کا مخاطب نہیں بنتا ہے۔

بَابُ الْعُشْرِ

باب 7: عشر کا بیان

331-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ كَانَ يَاْخُذُ مِنَ النَّبَطِ وَالْحِنطَةِ وَالزَّيْتِ نِصْفَ الْعُشْرِ يُرِيْدُ اَنْ يَكْثُرَ الْحِمْلُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَيَاْخُذُ مِنَ الْقِطْنِيَّةِ الْعُشْرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ يُؤْخَذُ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ مِمَّا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لِلتِّجَارَةِ مِنْ قِطْنِيَّةٍ اَوْ غَيْرِ قِطْنِيَّةٍ نِصْفُ الْعُشْرِ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ وَمِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ اِذَا دَخَلُوْا اَرْضَ الْاِسْلَامِ بِاَمَانٍ الْعُشْرُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ وَكَذٰلِكَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ زِيَادَ بْنَ حُدَيْرٍ وَّاَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ بَعَثَهُمَا عَلٰى عُشُوْرِ الْكُوْفَةِ وَالْبَصْرَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ سالم بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ گندم اور زیتون کی پیداوار میں کسانوں سے نصف عشر وصول کیا کرتے تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ مدینہ منورہ زیادہ سے زیادہ ساز و سامان آئے جبکہ وہ اون میں عشر وصول کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ذمیوں سے ہر سال میں نصف عشر وصول کیا جائے گا۔

اور جو حربی لوگ امان حاصل کر کے اسلامی سلطنت کی حدود میں داخل ہو چکے ہوں' ان سے ہر پیداوار میں عشر وصول کیا

جائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زیاد بن حدیر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب کوفہ اور بصرہ سے عشر وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا تو انہیں یہی ہدایت کی تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

...——...——...

شرح: عُشر کا مطلب ٹیکس ہے۔

عشر بھی زکوٰۃ سے تعلق رکھتا ہے' لیکن زکوٰۃ اور عشر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی صرف مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے' کسی بھی غیر مسلم سے' خواہ وہ ذمی ہو' یا امان لے کر اسلامی سلطنت کی حدود میں رہنے والا حربی غیر مسلم ہو' اُس سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی' البتہ عشر وصول کیا جائے گا۔

ہمارے زمانے کے اعتبار سے آپ عشر کا مطلب ''ریاستی ٹیکس'' بھی کر سکتے ہیں۔

عشر کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: مسلمان سے عشر کا چوتھا حصہ وصول کیا جائے گا لیکن ذمی سے نصف عشر وصول کیا جائے اور حربی سے مکمل عشر وصول کیا جائے گا' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہلکاروں کو اس بات کی ہدایت کی تھی۔

اگر کوئی حربی پچاس درہم ساتھ لے کر عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گزرتا ہے' تو اُس سے کوئی بھی وصولی نہیں کی جائے گی' البتہ اگر وہ (یعنی اہل حرب) ہم سے اس کی مثل وصول کر لیتے ہیں' تو حکم مختلف ہوگا' کیونکہ اب اُن سے وصولی بدلے کے طور پر ہوگی' جبکہ مسلمان اور ذمی کا حکم اس کے برخلاف ہے (مسلمان سے) زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے اور (ذمی سے) اس کی دوگنی وصولی کی جاتی ہے' اس لیے نصاب کا ہونا ضروری ہوگا۔ یہ حکم ''الجامع الصغیر'' میں ہے۔

جبکہ زکوٰۃ سے متعلق باب میں یہ بات مذکور ہے کہ تھوڑی چیز میں سے ہم کچھ وصول نہیں کریں گے' اگرچہ وہ لوگ ہم سے اس طرح کی وصولی کرتے رہیں' کیونکہ تھوڑی رقم کو ہمیشہ معاف کیا جاتا ہے' اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

ماتن فرماتے ہیں: اگر کوئی حربی شخص دو سو درہم لے کر گزرتا ہے اور یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ لوگ (اپنی سلطنت میں) ہم سے کتنا وصول کرتے ہیں' تو ہم اُس حربی سے عُشر ہی وصول کریں گے' اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے: اگر وہ تمہیں تنگ کریں تو تم عشر وصول کرو' اگر یہ بات پتہ چل جائے کہ وہ لوگ ہم سے عشر کا چوتھا حصہ وصول کرتے ہیں' تو ہم بھی اُس حربی سے عشر ہی وصول کریں گے' اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے: اگر وہ تمہیں تنگ کریں تو تم عشر وصول کرو۔

اگر یہ بات پتہ چل جائے کہ وہ لوگ ہم سے عشر کا چوتھا حصہ یا نصف حصہ وصول کرتے ہیں' تو پھر ہم بھی اُسی حساب سے وصول کریں گے' اگر وہ ہم سے پوری وصولی کر لیتے ہیں' تو ہم پوری وصولی نہیں کریں گے کیونکہ یہ عہد شکنی کے مترادف ہوگا' اگر وہ ہم

سے کچھ بھی وصولی نہیں کرتے تو ہم بھی کوئی وصولی نہیں کریں گے تا کہ وہ ہمارے تاجروں سے کوئی وصولی کرنے کو ترک کیے رکھیں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ ہمارے لیے زیادہ ضروری ہے۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے متن میں جو لفظ "قطنیہ" استعمال کیا ہے اس کا مطلب وہ اناج یا دانے ہیں جنہیں پکا کر کھایا جاتا ہے جیسے چنے مسور لوبیا وغیرہ۔ یہ بات فاضل لکھنوی نے تحریر کی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ جو لوگ یہ اناج لا رہے ہوں اُن سے ہر سال عشر وصول کیا جائے گا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ تحریر کیا ہے: ابن ابی لیلیٰ امام شافعی سفیان ثوری اور ابوعبید رضی اللہ عنہم نے یہ تفصیل بیان کی ہے۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ ذمی تاجروں سے عشر وصول کیا جائے گا جب بھی وہ اپنے مخصوص علاقے کے باہر کہیں بھی مالِ تجارت لے کر جائیں گے خواہ اُس کی مقدار کم ہو یا اُس کی مقدار زیادہ ہو۔

ہم اپنے مؤقف کی تائید میں اُس روایت کو پیش کرتے ہیں جسے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے "ایلہ" بھیجا اُنہوں نے میرے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط نکال کے دکھایا (جس میں یہ تحریر تھا:)

> "مسلمانوں سے ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم وصول کیا جائے گا (یعنی اڑھائی فیصد وصول کیا جائے گا) جبکہ ذمیوں سے ہر بیس درہم میں سے ایک درہم وصول کیا جائے گا (یعنی پانچ فیصد وصول کیا جائے گا) اور جس شخص کے لیے کوئی ذمہ نہیں ہے (یعنی حربی کافر سے) ہر دس درہم میں سے ایک درہم وصول کیا جائے گا (یعنی دس فیصد وصول کیا جائے گا)۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح مختصر الکرخی" میں یہ بات تحریر کی ہے کہ یہ ٹیکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہلکاروں سے یہ فرمایا تھا: تم مسلمانوں سے چوتھائی عشر وصول کرو ذمی سے نصف عشر وصول کرو اور حربی سے پورا عشر وصول کرو۔

یہ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ہوا اور اس مسئلے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع پایا جاتا ہے" البنایہ" نامی کتاب میں اسی طرح تحریر ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس بات کا تذکرہ کیا ہے اس کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول روایت کو سعید بن منصور نے اپنی "سنن" میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

بَابُ الْجِزْيَةِ

باب 8: جزیہ کا بیان

332- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ الْبَحْرَيْنِ الْجِزْيَةَ وَاَنَّ عُمَرَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ فَارِسَ وَاَخَذَهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مِنَ الْبَرْبَرِ .

✦ ✦ زہری بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بحرین کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کے مجوسیوں سے اسے وصول کیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بربروں سے اسے وصول کیا تھا۔

•••——•••——•••

شرح: لفظ" جزیہ" کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ بدرالدین عینی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ یہ لفظ" جزاء" سے ماخوذ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جزیہ ایسے مال کو کہتے ہیں جو اہلِ کتاب سے وصول کیا جاتا ہے اور جس کے بدلے میں اُنہیں اسلامی سلطنت کی حدود میں رہنے کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مال ہے جس کی وصولی ذمیوں سے کی جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری)

جزیہ کی دو اقسام ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ کسی ایک متعین ادائیگی کے عوض میں کفار سے صلح کر لی جائے اس کی مثال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہلِ نجران سے ایک ہزار دو سو حلوں کی ادائیگی کے عوض میں صلح کی تھی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کا حکمران اپنی صوابدید کے مطابق جزیہ ادا کرنے والوں پر مخصوص ادائیگی کو مقرر کر دیتا ہے۔

تاہم جزیہ لازم کرتے ہوئے اس چیز کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے کہ اہلِ ذمہ تین قسم کے ہوتے ہیں' اُن میں سے کچھ لوگ خوشحال ہوتے ہیں' کچھ متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ لوگ غریب ہوتے ہیں۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ جزیہ کا حکم سن آٹھ ہجری میں مشروع ہوا تھا' ایک روایت کے مطابق سن نو ہجری میں یہ حکم مشروع ہوا تھا۔

اُنہوں نے مزید یہ بات تحریر کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب" الخراج" میں یہ بات تحریر کی ہے کہ تمام مشرکین سے جزیہ وصول کیا جائے گا' خواہ وہ مجوسی ہوں' بتوں کی پوجا کرتے ہوں' آگ کی پرستش کرتے ہوں' پتھروں کو پوجتے ہوں یا ستاروں کی عبادت کرتے ہوں' البتہ جو مسلمان مرتد ہو جائے یا عرب کے رہنے والے جو لوگ بت پرستی کریں' اُن کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اُن کے سامنے اسلام پیش کیا جائے' اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ اُن کے مردوں کو قتل کر دیا جائے گا' خواتین اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے گا۔

ذبیحہ جائز ہونے اور اُن کے ساتھ نکاح جائز ہونے کے حوالے سے بتوں کی پرستش کرنے والوں' آگ کی پرستش کرنے والوں اور مجوسیوں کا حکم اہلِ کتاب کی مانند نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جزیہ میں جس ادائیگی کا ذکر کیا ہے وہ سابقہ زمانے کے اعتبار سے ہے ہمارے زمانے کے اعتبار سے مخصوص صورتِ حال کے مطابق ادائیگی لازم کی جائے گی۔

333-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ اَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلٰى اَهْلِ الْوَرِقِ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا وَّ عَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَ مَعَ ذٰلِكَ اَرْزَاقُ الْمُسْلِمِيْنَ وَضِيَافَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۔

✧✧ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاندی کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر چالیس درہم سونے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر چار دینار جزیہ کے طور پر ادائیگی مقرر کی تھی اور اس کے ساتھ انہوں نے (وصولی کے لئے آنے والے) مسلمانوں کے کھانے پینے کا سامان اور تین دن تک مہمان داری کی ادائیگی بھی لازم کی تھی۔

شرح: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں ان کے نزدیک جزیہ کی اس مقدار میں کوئی کمی وبیشی نہیں ہوگی۔ البتہ اگر کوئی شخص اس کی ادائیگی سے عاجز ہو تو امام جتنا مناسب سمجھے اس شخص کی ادائیگی میں تخفیف کر سکتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی کم از کم مقدار ایک دینار ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غریب لوگ 12 درہم یا ایک دینار ادا کریں گے۔ متوسط طبقے کے لوگ 24 درہم یا دو دینار ادا کریں گے۔ خوشحال لوگ 48 درہم یا 4 دینار ادا کریں گے۔ شرح زرقانی میں اسی طرح تحریر ہے۔

334-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُؤْتٰى بِنَعَمٍ كَثِيْرَةٍ مِّنْ نَعَمِ الْجِزْيَةِ قَالَ مَالِكٌ اُرَاهُ تُؤْخَذُ مِنْ اَهْلِ الْجِزْيَةِ فِيْ جِزْيَتِهِمْ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلسُّنَّةُ اَنْ تُؤْخَذَ الْجِزْيَةُ مِنَ الْمَجُوْسِ مِنْ غَيْرِ اَنْ تُنْكَحَ نِسَآئُهُمْ وَلَا تُؤْكَلَ ذَبَآئِحُهُمْ وَ كَذٰلِكَ بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ ضَرَبَ عُمَرُ الْجِزْيَةَ عَلٰى اَهْلِ سَوَادِ الْكُوْفَةِ عَلَى الْمُعْسِرِ اِثْنٰى عَشَرَ دِرْهَمًا وَ عَلَى الْوَسَطِ اَرْبَعَةً وَّ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَةً وَّاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا وَاَمَّا مَا ذَكَرَهٗ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ مِنَ الْاِبِلِ فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمْ يَاْخُذِ الْاِبِلَ فِيْ جِزْيَةٍ عَلِمْنَاهَا اِلَّا مِنْ بَنِيْ تَغْلِبَ فَاِنَّهٗ اَضْعَفَ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ جِزْيَتَهُمْ فَاَخَذَ مِنْ اِبِلِهِمْ وَ بَقَرِهِمْ وَ غَنَمِهِمْ ۔

✧✧ زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جزیہ کے بہت سے اونٹ لائے گئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ انہوں نے اہل جزیہ سے ان کے جزیے کے طور پر انہیں وصول کیا

ہوگا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سنت یہ ہے: مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔ البتہ ان کی عورتوں کے ساتھ شادی نہیں کی جاسکتی۔ ان کے ذبیحے کو نہیں کھایا جاسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی طرح کی روایت ہم تک پہنچی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں پر جزیہ اس طرح مقرر کیا تھا کہ تنگدست شخص بارہ درہم ادا کرے گا' درمیانے طبقے کا فرد چوبیس درہم ادا کرے گا اور خوشحال شخص 48 درہم ادا کرے گا۔

جہاں تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کا تعلق ہے جس میں اونٹوں کی وصولی کا تذکرہ ہے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمارے علم کے مطابق جزیے میں اونٹ صرف بنوتغلب سے وصول کیے تھے کیونکہ انہوں نے ان لوگوں پر جزیے کی ادائیگی دگنی کردی تھی اور اس دگنی مقدار کو ان کا جزیہ قرار دیا تو ان لوگوں سے اونٹ' گائے اور بکریاں وصول کی تھیں۔

شرح: کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا انکار نہیں کیا اس لیے یہ صحابہ کرام کے اجماع کی مانند ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ "اثر" امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ' قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اسی نوعیت کی روایات منقول ہیں۔

قولہ: (اضعف)

صدقہ دگنا کرنے کی یہ روایت امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ' قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ' امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے نقل کی ہیں۔

بَابُ زَكَاةُ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ وَالْبَرَاذِيْنَ

باب 8: گھوڑے' غلام اور خچر کی زکوۃ

335- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَاَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ صَدَقَةِ الْبَرَاذِيْنَ فَقَالَ اَوَ فِى الْخَيْلِ صَدَقَةٌ.

✦✦ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: میں نے سعید بن مسیب سے خچر کی زکوۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا گھوڑوں پر بھی زکوۃ ہوتی ہے۔

شرح: اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آدمی خواہ جتنے بھی غلاموں کا مالک ہو اُن میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی' اگر چہ غلام اور کنیز ایک قسم کے مال کی حیثیت رکھتے ہیں' البتہ اگر انہیں تجارت کے لیے خریدا گیا ہو' تو پھر اُن پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

- حماد بن ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کسی شخص کے پاس گھوڑے اور گھوڑیاں دونوں ہوں' تو اُن پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی' اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک قسم ہو' تو گھوڑیوں کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی' البتہ گھوڑوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جائے گی۔

پھر اُس آدمی کو اس بارے میں اختیار ہوگا کہ وہ ہر ایک گھوڑے کی جگہ ایک دینار ادا کر دے یا پھر اُس کی قیمت لگوا کر اُس قیمت کا چالیسواں حصہ یعنی (اڑھائی فیصد) ادا کر دے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ ملا علی قاری نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

336-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِیْ عَبْدِهٖ وَلَا فِیْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَيْسَ فِی الْخَيْلِ صَدَقَةٌ سَآئِمَةً كَانَتْ اَوْ غَيْرَ سَآئِمَةٍ وَاَمَّا فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاِذَا كَانَتْ سَآئِمَةً يُّطْلَبُ نَسْلُهَا فَفِيْهَا الزَّكٰوةُ اِنْ شِئْتَ فِیْ كُلِّ فَرَسٍ دِيْنَارٌ وَاِنْ شِئْتَ فَالْقِيْمَةُ ثُمَّ فِیْ كُلِّ مِائَتَیْ دِرْهَمٍ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَهُوَ قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِیِّ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان پر اس کے غلام اور اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں یعنی گھوڑے میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی خواہ وہ سائمہ ہو یا سائمہ نہ ہو۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا تعلق ہے تو وہ یہ فرماتے ہیں: اگر وہ سائمہ ہو اور اس کے ذریعے افزائش نسل مقصود ہو تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اگر تم چاہو تو ہر ایک گھوڑے میں سے ایک دینار دے دو اور اگر تم چاہو تو قیمت کے طور پر اندازہ لگا کر ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم کی ادائیگی کر دو۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

337-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبَ اِلَيْهِ اَلَّا يَاْخُذَ مِنَ الْخَيْلِ وَلَا الْعَسَلِ صَدَقَةً .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَمَّا الْخَيْلُ فَهِىَ عَلٰى مَا وَصَفْتُ وَ اَمَّا الْعَسَلُ فَفِيْهِ الْعُشْرُ اِذَا اَصَبْتَ مِنْهُ الشَّىْءَ الْكَثِيْرَ خَمْسَةَ اَفْرَاقٍ فَصَاعِدًا وَاَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ فِىْ قَلِيْلِهٖ وَ كَثِيْرِهِ الْعُشْرُ وَ قَدْ بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ جَعَلَ فِى الْعَسَلِ الْعُشْرَ

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں خط میں یہ لکھا تھا: وہ گھوڑے اور شہد میں سے زکوٰۃ وصول نہ کریں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جہاں تک گھوڑے کا تعلق ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں جہاں تک شہد کا تعلق ہے تو اس میں عشر کی ادائیگی لازم ہوگی جبکہ وہ آپ کے پاس اتنا زیادہ ہو کہ پانچ فرق یا اس سے زیادہ ہو۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو وہ فرماتے ہیں: اس کی تھوڑی یا زیادہ مقدار میں عشر کی ادائیگی لازم ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہم تک یہ روایت پہنچی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد میں عشر کی ادائیگی لازم کی ہے۔

338-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ اَهْلَ الشَّامِ قَالُوْا لِاَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ خُذْ مِنْ خَيْلِنَا وَرَقِيْقِنَا صَدَقَةً فَاَبٰى ثُمَّ كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ اِنْ اَحَبُّوْا فَخُذْهَا مِنْهُمْ وَارْدُدْهَا عَلَيْهِمْ يَعْنِىْ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ وَارْزُقْ رَقِيْقَهُمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْقَوْلُ فِىْ هٰذَا الْقَوْلُ الْاَوَّلُ لَيْسَ فِىْ فَرَسِ الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ وَّلَا فِىْ عَبْدِهٖ اِلَّا صَدَقَةَ الْفِطْرِ .

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: شام کے رہنے والوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمارے گھوڑوں میں سے بھی زکوٰۃ وصول کریں تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جوابی خط میں لکھا۔ اگر وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں تو تم اسے ان سے وصول کر لو اور اسے انہی لوگوں پر لوٹا دو یعنی ان کے غریب لوگوں کو دے دو اور ان کے غلاموں کو خوراک دو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس بارے میں پہلی رائے درست ہے یعنی مسلمان کے گھوڑے میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اور اس کے غلام میں بھی زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی البتہ غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے۔

بَابُ الرِّكَازِ

باب 9: ''رکاز'' کا بیان

339-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ

لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ مِنْ مَعَادِنِ قَبَلِيَّةَ وَ هِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ إِلَى الْيَوْمِ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكوٰةُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ الْحَدِيثُ الْمَعْرُوفُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الرِّكَازُ قَالَ الْمَالُ الَّذِي خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى فِي الْأَرْضِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي هٰذِهِ الْمَعَادِنِ فَفِيهَا الْخُمُسُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن اور دیگر حضرات نے یہ بات نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنی کو "فرع" کے نواحی علاقے میں ایک جاگیر دی جس میں کانیں بھی موجود تھیں۔ وہ کانیں اب بھی موجود ہیں اور ان میں سے صرف زکوٰۃ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ معروف روایت یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: "رکاز" میں پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! "رکاز" سے مراد کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مال جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں اس دن پیدا کیا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔

تو یہ کانیں ہیں ان میں پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہ لفظ "ر" پر زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور اس سے مراد زمین میں کسی چیز کا ثابت ہونا ہے۔ خواہ وہ قدرتی طور پر ہو جیسے معدنیات ہوتی ہیں یا اسے زمین میں رکھا گیا ہو جیسے خزانہ ہوتا ہے۔

احناف کے نزدیک لفظ "رکاز" معدنیات اور "کنز" (خزانہ) دونوں کو عام ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔

دیگر فقہاء کے نزدیک "رکاز" زمانہ جاہلیت میں دفن کیے گئے خزانے کو کہا جاتا ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے: رکاز میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوتی ہے

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک "رکاز" میں سے نکلنے والی چیز خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس میں پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْبَقَرَةِ

باب 10: گائے کی زکوٰۃ

340- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ طَاؤُسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلٰثِيْنَ بَقَرَةً تَبِيْعًا وَ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً فَاُتِيَ بِمَادُوْنَ ذٰلِكَ فَاَبٰى اَنْ

يَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا وَّ قَالَ لَمْ اَسْمَعْ فِيهِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا حَتّٰى اَرْجِعَ اِلَيْهِ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّقْدَمَ مُعَاذٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَيْسَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِيْنَ مِنَ الْبَقَرِ زَكَاةٌ فَاِذَا كَانَتْ ثَلٰثِيْنَ فَفِيْهَا تَبِيْعٌ اَوْ تَبِيْعَةٌ وَالتَّبِيْعُ الْجَذَعُ الْحَوْلِيُّ اِلٰى اَرْبَعِيْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا مُسِنَّةٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ

✧✧ طاؤس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور انہیں یہ ہدایت کی: وہ ہر 30 گائے میں سے ایک تبیع اور ہر چالیس گائے میں سے ایک مسنہ وصول کریں ان کے پاس اگر اس سے کم کی زکوۃ لائی جاتی تو وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے: میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کی زبانی کوئی حکم نہیں سنا۔ جب میں واپس آپ کی خدمت میں جاؤں گا (تو اس بارے میں دریافت کر کے پھر فیصلہ کروں گا) لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے (مدینہ منورہ) آنے سے پہلے نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں یعنی 30 گائے سے کم میں زکوۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔ جب وہ 30 ہو جائیں گی تو ان میں ایک تبیع یا تبیعہ وصول کیا جائے گا۔

تبیع ایک سال کے بچھڑے کو کہتے ہیں۔ چالیس گائے تک یہی حکم ہے جب ان کی تعداد چالیس ہو جائے تو ان میں ایک مسنہ (یعنی دو سال کا بچھڑا) کی ادائیگی لازم ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••

شرح: اگر گائے کی تعداد تیس ہو تو 39 تک میں ایک سال کی بچھڑی کی ادائیگی لازم ہوگی۔

40 سے لے کر 59 تک میں دو سال کا ایک بچھڑا یا بچھڑی کی ادائیگی لازم ہوگی۔

60 سے 69 تک میں دو سال کی دو بچھڑیوں کی ادائیگی لازم ہوگی۔

70 سے لے کر 79 تک میں دو سال کی ایک بچھڑی اور ایک سال کی ایک بچھڑی کی ادائیگی لازم ہوگی۔

80 سے 89 تک میں دو سال کی دو بچھڑیوں کی ادائیگی لازم ہوگی۔

90 سے لے کر 99 تک میں ایک سال کی تین بچھڑیوں کی ادائیگی لازم ہوگی۔

بَابُ الْكَنْزِ

باب 11: خزانے کا بیان

341- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْكَنْزِ فَقَالَ هُوَ الْمَالُ الَّذِيْ لَا تُؤَدّٰى زَكٰوتُهٗ ـ

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خزانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

اس سے مراد وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔

•••———•••———•••

شرح: کنز اس خزانے کو کہتے ہیں جو کہیں سے ملے اور اس میں کفر کی کوئی علامت موجود ہو جیسے بت وغیرہ بنا ہو تو اس صورت میں اس میں خمس کی ادائیگی لازم ہوگی۔

لیکن اگر کنز میں سے ملنے والی چیز ایسی ہو جس میں اسلام کی نشانی پائی جاتی ہو تو اس کی مثال "لقطہ" (کسی کی گری ہوئی چیز ملنے) کی سی ہوگی۔

342- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَنْ لَهٗ مَالٌ وَّلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُمْكِنَهٗ فَيَقُوْلُ اَنَا كَنْزُكَ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس شخص کے پاس مال موجود ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل میں بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ داغ ہوں گے وہ اس شخص کے پیچھے جائے گا۔ یہاں تک کہ اس پر قابو پالے گا اور یہ کہے گا: میں تمہارا خزانہ ہوں۔

بَابُ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الزَّكٰوةُ

باب 12: کس شخص کے لئے (زکوٰۃ وصول کرنا) جائز ہے؟

343- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهٖ اَوْ لِرَجُلٍ لَّهٗ جَارٌ مِّسْكِيْنٌ تُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدٰى اِلَى الْغَنِيِّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَالْغَازِىْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا كَانَ لَهٗ عَنْهَا غِنًى يَّقْدِرُ بِغِنَاهُ عَلَى الْغَزْوِ لَمْ يُسْتَحَبَّ لَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا شَيْئًا وَّ كَذٰلِكَ الْغَارِمُ اِنْ كَانَ عِنْدَهٗ وَفَاءٌ لِّدَيْنِهٖ وَ فَضْلٌ تَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ لَمْ يُسْتَحَبَّ لَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا شَيْئًا وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کسی خوشحال شخص کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ ماسوائے پانچ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے جانے والا۔

زکوٰۃ کی وصولی کا نگران، مقروض شخص، وہ شخص جس نے اپنے مال کے عوض میں اسے خریدا ہو، وہ شخص جس کا کوئی غریب

حدیث 343: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودى - كتاب الزكاة' باب أخذ الصدقة ومن يجوز له أخذها - حديث: 604 اخرجه ابو داؤد فى "سننه"، كتاب الزكاة' باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غنى - حديث: 1406 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب قسم الصدقات' باب العامل على الصدقة يأخذ منها بقدر عمله وإن كان موسرا - حديث: 12301 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصدقات' بيان أهل الصدقات - حديث: 4240

پڑوسی ہو غریب کو زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے اور وہ اپنے خوشحال پڑوسی کو تحفے کے طور پر کوئی چیز دیدے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ میں جانے والا شخص اگر اتنا خوشحال ہو کہ وہ اس کے ذریعے جنگ میں شرکت کر سکتا ہو تو اس کے لئے یہ بات مستحب نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں سے کچھ بھی وصول کرے جہاں تک مقروض شخص کا تعلق ہے تو اگر اس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کے ذریعے وہ اپنا قرض ادا کر سکتا ہو اور پھر جو بچ جائے تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوتی ہو تو اس کے لئے بھی یہ بات مستحب نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ میں سے کوئی بھی چیز وصول کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں حصہ لینے والے شخص کے حکم میں وہ حاجی بھی شامل ہوگا جو حج تک پہنچنے کے قابل نہ رہا ہو اور وہ مسافر بھی شامل ہوگا جس کے پاس سفر برقرار رکھنے کے اسباب ختم ہو جائیں۔

یہاں عامل سے مراد وہ سرکاری اہلکار ہے جسے ریاست زکوٰۃ کی وصولی کے لئے تعینات کرتی ہے تو اس کا معاوضہ زکوٰۃ میں سے دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ شخص غنی ہو۔

اس حدیث میں پڑوسی کے غریب ہونے کا ذکر تمثیل کے طور پر ہے۔

بَابُ زَكَاةُ الْفِطْرِ

باب 13: صدقۂ فطر کا بیان

344- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَبْعَثُ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ اِلَى الَّذِىْ تُجْمَعُ عِنْدَهٗ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةٍ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ يُعْجِبُنَا تَعْجِيْلُ زَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ اِلَى الْمُصَلّٰى وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ان لوگوں کے لئے بھجواتے تھے جو ان کے ہاں عید سے دو یا تین دن پہلے تک اکٹھے ہو جاتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس بات کو اختیار کرتے ہیں ہمیں یہ بات پسند ہے کہ آدمی عیدگاہ کی طرف جانے کے لئے جب نکلے تو اس سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کر چکا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اکثر شوافع' مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک صدقہ فطر کی ادائیگی فرض ہے۔
بعض شوافع اور بعض مالکیہ کے نزدیک صدقہ فطر کی ادائیگی سنت ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے۔
یہاں آئمہ کے درمیان ایک اور اختلاف پایا جاتا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر کی ادائیگی لازم ہونے کا سبب رمضان مبارک ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا سبب عید الفطر ہے۔
اس اختلاف کی وضاحت اس صورت میں ہوگی کہ جب عید کی صبح نماز عید سے پہلے کوئی بچہ پیدا ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی کیونکہ رمضان کا مہینہ گزر چکا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہوگی۔
یہاں ائمہ کے درمیان ایک اور اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔
شادی شدہ عورت کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی اس کے شوہر پر لازم ہوگی۔ ائمہ ثلاثہ اس بات کے قائل ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ادائیگی خود اس عورت پر لازم ہوگی۔

بَابُ صَدَقَةُ الزَّيْتُوْن

باب 14: زیتون کی زکوۃ

345- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ صَدَقَةُ الزَّيْتُوْنِ الْعُشْرُ
قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا اَخْرَجَ مِنْهُ خَمْسَةُ اَوْ سُقٍ فَصَاعِدًا وَلَا يُلْتَفَتُ فِيْ هٰذَا اِلَى الزَّيْتِ اِنَّمَا يُنْظَرُ فِيْ هٰذَا اِلَى الزَّيْتُوْنِ وَ اَمَّا فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَفِيْ قَلِيْلِهِ وَ كَثِيْرِهِ الْعُشْرُ
✦✦ ابن شہاب بیان کرتے ہیں' زیتون کی زکوۃ عشر ہے۔
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں' جب یہ پانچ وسق یا اس سے زیادہ نکلے۔
اس بارے میں زیتون کے تیل کا جائزہ نہیں لیا جائے گا بلکہ اس بارے میں زیتون کا جائزہ لیا جائے گا۔
جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک اس کی تھوڑی یا زیادہ مقدار میں بہرحال عشر کی ادائیگی لازم ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس بارے میں فقہاء کے درمیان بنیادی اختلاف یہ ہے:
اکثر فقہاء کے نزدیک زمین سے نکلنے والی پیداوار اگر پانچ وسق ہو تو اس میں عشر کی ادائیگی لازم ہوگی جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین سے نکلنے والی تمام تر پیداوار میں عشر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

بَابُ اَبْوَابُ الصِّيَامِ

روزوں سے متعلق ابواب

بَابُ الصَّوْمُ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَالْاَفْطَارُ لِرُؤْيَتِهٖ

باب ۱: پہلی کے چاند کو دیکھ کر روزہ رکھنا اور پہلی کے چاند کو دیکھ کر عید الفطر کرنا

346-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: تم اُس وقت تک روزہ رکھنا شروع نہ کرو جب تک تم پہلی کا چاند نہیں دیکھ لیتے' اور اس وقت تک روزے رکھنے بند نہ کرو (یا عید الفطر نہ کرو) جب تک تم اُسے نہیں دیکھ لیتے' اگر تم پر بادل چھا جائیں تو تم (تیس کی) گنتی پوری کرلو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ بعض مسلمان چاند دیکھ لیں' سب لوگوں پر چاند دیکھنا لازم نہیں ہے' یہ لوگوں پر فرضِ کفایہ کے طور پر لازم ہے کہ وہ شعبان کے مہینے کی اُنتیس تاریخ کے بعد آنے والی شام میں رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔

رمضان کے چاند کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اگر ایک شخص بھی آ کر اس بات کی گواہی دیدیتا ہے کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے' تو اب مسلمان روزہ رکھنے کے پابند ہوں گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ رمضان کے چاند کے لیے دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اگر رمضان کے آغاز میں مطلع ابر آلود ہو' تو ایسی صورت میں ایک عادل گواہ کی گواہی کافی ہوگی ورنہ بکثرت تعداد میں لوگوں کی گواہی ضروری ہوگی۔

جبکہ عید کے چاند کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر موسم ابر آلود ہے' تو اس صورت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو خواتین کی

گواہی ضروری ہوگی اور جب مطلع صاف ہو تو کئی افراد کی گواہی ضروری ہوگی' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مطلع صاف ہو' اس وقت عوام کی غالب اکثریت چاند کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے' تو ایسی صورت میں دو ایک افراد کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ چاند دیکھ چکے ہیں اور باقی لوگ اس چاند کو نہ دیکھ سکے ہوں' اس کی کوئی ممکنہ صورت نظر نہیں آتی ہے۔

بَابُ مَتٰى يَحْرُمُ الطَّعَامُ عَلَى الصَّآئِمِ

باب 2: روزہ رکھنے والے پر کھانا کس وقت حرام ہو جاتا ہے؟

347-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِلَالًا يُّنَادِیْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: بلال رات میں ہی اذان دیدیتا ہے' تو تم اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک ابن اُم مکتوم اذان نہیں دیتا۔

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ صبح کی نماز کی اذان ہمیشہ صبح صادق سے پہلے ہی دی جاتی ہے' البتہ اس کے علاوہ اور کسی نماز کے لیے اُس نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے اذان نہیں دی جاسکتی ہے۔

امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا تھا' لیکن جب وہ مدینہ تشریف لے آئے تو اُنہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور اُنہیں اس بات کا پتہ چل گیا کہ اس بارے میں اہلِ مدینہ کا معمول متصل ہے۔

فقہائے احناف نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے: کسی بھی نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے نماز کے لیے اذان دینا مطلق طور پر ناجائز ہے۔

اس حوالے سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایت پیش کی جاتی ہے' اُس میں بذاتِ خود یہ بات مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لیے اذان نہیں دیا کرتے تھے کہ ہم اس کی بنیاد پر فجر کی اذان کو وقت سے پہلے دینے کے جواز کو ثابت کر سکیں بلکہ وہ رمضان کے مہینے میں بطور خاص لوگوں کو سحری کے لیے اُٹھانے کے لیے اذان دیا کرتے تھے اور فجر کی نماز کے لیے وہ اذان ہوا کرتی تھی جو حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ صبح صادق ہو جانے کے بعد دیا کرتے تھے۔

اس کی تائید مسلم کی اُس روایت سے ہو جاتی ہے' جو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

''بلال کی اذان کسی شخص کو سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ اس لیے اذان دیتا ہے' تاکہ (نوافل ادا کرنے والا)

شخص (اپنے گھر) واپس چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے''۔
اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس روایت مختلف حوالے سے مختلف قسم کی بحث تحریر کی ہے۔

348-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ مِثْلَهُ قَالَ وَكَانَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهُ قَدْ اَصْبَحْتَ

قَالَ مُحَمَّدٌ كَانَ بِلَالٌ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِسُحُوْرِ النَّاسِ وَكَانَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ يُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَلِذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ اس وقت اذان دیتے تھے جب انہیں یہ کہا جاتا تھا کہ صبح ہو چکی ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینے میں لوگوں کو سحری کے لیے (بیدار کرنے کے لیے) اذان دیا کرتے تھے۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ صبح صادق ہو جانے کے بعد نماز کے لیے اذان دیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی:

''تم اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک ابن اُم مکتوم اذان نہیں دیتا''۔

بَابُ مَنْ اَفْطَرَ مُتَعَمِّدًا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ

باب 3: جو شخص رمضان کے مہینے میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دے

349-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَفْطَرَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُكَفِّرَ بِعِتْقِ رَقَبَةٍ اَوْ صِيَامِ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اَوْ اِطْعَامِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ خُذْهٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَجِدُ اَحَدًا اَحْوَجَ اِلَيْهِ مِنِّيْ قَالَ كُلْهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا اَفْطَرَ الرَّجُلُ مُتَعَمِّدًا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِاَكْلٍ اَوْ شُرْبٍ اَوْ جِمَاعٍ فَعَلَيْهِ قَضَاءُ يَوْمٍ مَكَانَهُ وَكَفَّارَةُ الظِّهَارِ اَنْ يَعْتِقَ رَقَبَةً فَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ اَطْعَمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ حِنْطَةٍ اَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں روزہ توڑ دیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہ ہدایت کی کہ وہ ایک غلام آزاد کرے' یا لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے' یا ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلائے' اس نے عرض کی: میں یہ نہیں کر سکتا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: اسے لو اور اسے صدقہ کردو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھ سے زیادہ ان کا ضرورت مند کوئی اور نہیں ملتا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو تم اسے کھالو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب کوئی شخص رمضان کے مہینے میں جان بوجھ کر' کھا کر یا پی کر' یا صحبت کر کے' روزہ توڑ دیتا ہے' تو اس پر ایک دن قضاء کے طور پر روزہ رکھنا لازم ہوگا اور ظہار کا کفارہ لازم ہوگا' یعنی وہ ایک غلام آزاد کرے گا' اگر اس کی گنجائش نہ ہو' تو مسلسل دو ماہ روزے رکھے گا' اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو' تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا' جس میں سے ہر ایک مسکین کو گندم کا نصف صاع دے گا یا کھجور یا جو کا پورا صاع دے گا۔

•••———•••———•••

شرح: فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں' کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس میں اس بات کا تذکرہ نہیں کیا کہ اُس شخص نے کس طرح روزہ توڑا تھا' البتہ دیگر راویوں نے ابن شہاب زہری کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ اُس شخص نے رمضان کے مہینے میں (روزے کے دوران) اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر کے روزہ توڑا تھا تو اُن راویوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اُس شخص نے اپنا روزہ کیسے توڑا تھا؟

اس روایت کی بنیاد پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے مؤقف کے قائلین دیگر حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ کفارے کا حکم صرف صحبت کے ذریعے روزہ توڑنے کے بارے میں ہے۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ کفارہ ہر اُس شخص پر لازم ہوگا' جو جان بوجھ کر کچھ کھا لیتا ہے یا پی لیتا ہے یا اس کی مانند کسی اور طریقے سے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی طور پر روزے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کھانے پینے اور صحبت کرنے سے بچے' تو جب روزہ ٹوٹنے کا حکم ان میں سے کسی ایک صورت میں ثابت ہو جائے گا' تو اُس کی مثل دوسری صورت میں بھی ثابت ہو جائے گا۔

بَابُ الرَّجُلُ يَطْلُعُ عَلَيْهِ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ وَ هُوَ جُنُبٌ

باب 4: جو شخص رمضان کے مہینے میں صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہو

350- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ اَبِیْ یُوْنُسَ مَوْلٰی عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الْبَابِ وَاَنَا اَسْمَعُ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ جُنُبًا وَّاَنَا اُرِيْدُ الصَّوْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اُصْبِحُ جُنُبًا ثُمَّ اَغْتَسِلُ فَاَصُوْمُ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنَّكَ لَسْتَ مِثْلَنَا فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَعْلَمَكُمْ بِمَا اَتَّقِیْ۔

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو یونس بیان کرتے ہیں: (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے:) ایک مرتبہ ایک

شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: نبی اکرم ﷺ اُس وقت دروازے پر کھڑے ہوئے تھے اور میں یہ بات سن رہی تھی۔ (وہ شخص بولا:) میں صبح جنابت کی حالت میں تھا اور میں روزہ رکھنا چاہتا تھا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھی صبح کے وقت بعض اوقات جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور پھر روزہ رکھ لیتا ہوں اور بعد میں غسل بھی کر لیتا ہوں۔ اس شخص نے عرض کی: آپ ہماری طرح نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے گزشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت کر دی ہے' تو نبی اکرم ﷺ اس بات پر غصے میں آ گئے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ اُمید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اُن چیزوں سے تم سب سے زیادہ واقف ہوں جو پرہیزگاری میں شامل ہوتی ہیں۔

351-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سُمَيٌّ مَوْلٰى اَبِىْ بَكْرِبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَابَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ كُنْتُ اَنَا وَ اَبِىْ عِنْدَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَ هُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فَذُكِرَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ مَنْ اَصْبَحَ جُنُبًا اَفْطَرَ فَقَالَ مَرْوَانُ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَتَذْهَبَنَّ اِلٰى اُمَّيِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ فَتَسْاَلُهُمَا عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَذَهَبْتُ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ فَسَلَّمْنَا عَلٰى عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ كُنَّا عِنْدَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ اٰنِفًا فَذُكِرَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَنْ اَصْبَحَ جُنُبًا اَفْطَرَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ قَالَتْ لَيْسَ كَمَا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَتَرْغَبُ عَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ. قَالَتْ فَاَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ قَالَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَاَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجْنَا حَتّٰى جِئْنَا مَرْوَانَ فَذَكَرَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مَا قَالَتَا فَقَالَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ لَتَرْكَبَنَّ دَآبَّتِىْ هٰذِهٖ فَاِنَّهَا بِالْبَابِ فَلْتَذْهَبَنَّ اِلٰى اَبِىْ هُرَيْرَةَ فَاِنَّهٗ بِاَرْضِهٖ بِالْعَقِيْقِ فَلْتُخْبِرَنَّهٗ ذٰلِكَ قَالَ فَرَكِبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ رَكِبْتُ مَعَهٗ حَتّٰى اَتَيْنَا اَبَاهُرَيْرَةَ فَتَحَدَّثَ مَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ سَاعَةً ثُمَّ ذَكَرَ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ لَا عِلْمَ لِىْ بِذٰلِكَ اِنَّمَا اَخْبَرَنِيْهِ مُخْبِرٌ.

حديث 350: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الصيام' باب ما جاء فى صيام الذى يصبح جنبا فى رمضان - حديث: 638 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب الصيام' باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب - حديث: 1933 اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب الصوم' باب فيمن أصبح جنبا فى شهر رمضان - حديث: 2054 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، كتاب الصيام' سرد الصيام - ذكر الاختلاف على حماد بن ابى سليمان فى هذا الحديث' حديث: 2936 اخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار"، كتاب الصيام' باب الرجل يصبح فى يوم من شهر رمضان جنبا هل يصوم - حديث: 2231 اخرجه الطحاوى فى "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عنه عليه السلام فى من أصبح' حديث: 457 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الصوم' باب صوم الجنب - ذكر إباحة صوم المرء إذا أصبح وهو جنب ذلك اليوم' حديث: 3554 اخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه"، كتاب الصيام' جماع أبواب الأفعال المباحة فى الصيام مما قد اختلف العلماء فى - باب الدليل على ان الصوم جائز لكل من أصبح جنبا واغتسل' حديث: 1878 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب الصيام' باب من أصبح جنبا فى شهر رمضان - حديث: 7514 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصيام' من أصبح جنبا فى شهر رمضان - حديث: 2596 اخرجه احمد فى "مسنده"، مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضى الله عنها' حديث: 25546

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ اَصْبَحَ جُنُبًا مِّنْ جِمَاعٍ مِّنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ ثُمَّ اغْتَسَلَ بَعْدَ مَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَكِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ فَالْاٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ يَعْنِى الْجِمَاعَ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ يَعْنِى الْوَلَدَ ۔ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ يَعْنِى حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ وَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ قَدْ رُخِّصَ لَهٗ اَنْ يُّجَامِعَ وَ يَبْتَغِىَ الْوَلَدَ وَ يَاْكُلَ وَ يَشْرَبَ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَمَتٰى يَكُوْنُ الْغُسْلُ اِلَّا بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَهٰذَا لَا بَاْسَ بِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَآمَّةِ مِنَ الْفُقَهَآءِ

✧✧ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میں اور میرے والد مروان بن حکم کے پاس موجود تھے' جو مدینہ منورہ کا گورنر تھا' وہاں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: جو شخص جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہے' وہ اُس دن روزہ نہ رکھے' تو مروان نے کہا: اے عبدالرحمٰن! میں آپ کو قسم دے کر یہ کہتا ہوں کہ آپ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان دونوں سے اس بارے میں دریافت کریں۔

راوی کہتے ہیں: عبدالرحمٰن وہاں سے چل پڑے' ان کے ساتھ میں بھی چل پڑا' ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' ہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا' پھر عبدالرحمٰن نے عرض کی: اے اُم المومنین! ہم مروان بن حکم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہاں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں' کہ جو شخص جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہے وہ اُس دن روزہ نہ رکھے۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! جس طرح حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا ہے' معاملہ اس طرح نہیں ہے' کیا تم اس چیز سے منہ موڑو گے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے؟ تو عبدالرحمٰن نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتی ہوں کہ آپ صحبت کرنے کی وجہ سے' بعض اوقات صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے' احتلام کی وجہ سے نہیں' پھر اس دن آپ روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہم وہاں سے نکلے اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' عبدالرحمٰن نے اُن سے بھی اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا تھا' ہم وہاں سے اُٹھے اور مروان کے پاس آئے' عبدالرحمٰن نے اس کے سامنے دونوں خواتین کا بیان نقل کیا۔ تو وہ بولا: اے ابومحمد! میں آپ کو قسم دے کر یہ کہتا ہوں کہ آپ میرے جانور پر سوار ہو کر جائیں۔ (راوی کہتے ہیں:) وہ جانور دروازے پر موجود تھا' آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں' وہ ''عقیق'' میں موجود اپنی زرعی زمین پر ہوں گے' آپ انہیں اس بارے میں بتائیں۔

راوی کہتے ہیں: تو عبدالرحمٰن سوار ہوئے' اُن کے ساتھ میں بھی سوار ہوا' ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' عبدالرحمٰن نے ان کے ساتھ کچھ بات چیت کی' پھر اُن کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس بارے میں علم نہیں تھا' مجھے تو کسی شخص نے اس بارے میں یہ بتایا تھا (کہ حکم یہی ہے)۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جو شخص رمضان کے مہینے میں صحبت کرنے کی وجہ سے احتلام کی وجہ سے نہیں' صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہے اور پھر صبح صادق ہونے کے بعد غسل کرتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ کی کتاب بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے ساتھ صحبت کرنا حلال قرار دیا گیا ہے' وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو' اللہ تعالیٰ اس بات سے واقف ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر سکتے ہو' تو اس نے تم پر مہربانی کی اور تم سے درگزر کیا' اب تم اُن کے ساتھ مباشرت کر سکتے ہو''۔

اس سے مراد صحبت کرنا ہے۔

(ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)

''تم اس چیز کو تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے''۔

اس سے مراد اولاد ہے۔

''اور تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ صبح صادق ہو جائے۔

تو جب کسی شخص کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ رات کے وقت صحبت کر سکتا ہے اور اولاد تلاش کر سکتا ہے اور کھا سکتا ہے اور پی سکتا ہے' یہاں تک کہ صبح صادق ہو جائے' تو پھر ایسی صورت میں غسل تو وہ اس وقت کرے گا' جب صبح صادق ہو چکی ہوگی' لہٰذا اس بنیاد پر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

باب 5: روزہ دار شخص کا بوسہ لینا

352- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا قَبَّلَ اِمْرَاَتَهٗ وَهُوَ صَائِمٌ فَوَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ وَجْدًا شَدِيْدًا فَاَرْسَلَ امْرَاَتَهٗ تَسْاَلُ لَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَدَخَلَتْ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهَا اُمُّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ فَرَجَعَتْ اِلَيْهِ فَاَخْبَرَتْهُ بِذٰلِكَ فَزَادَهٗ ذٰلِكَ شَرًّا فَقَالَ اِنَّا لَسْنَا مِثْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِلُّ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ مَاشَاءَ فَرَجَعَتِ الْمَرْاَةُ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَوَجَدَتْ عِنْدَهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ فَاَخْبَرَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَخْبَرْتِهَا اِنِّيْ اَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَتْ اَخْبَرْتُهَا فَذَهَبَتْ اِلٰى زَوْجِهَا فَاَخْبَرَتْهُ فَزَادَهٗ ذٰلِكَ شَرًّا وَقَالَ اِنَّا لَسْنَا مِثْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُحِلُّ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ مَاشَاءَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَعْلَمُكُمْ بِحُدُوْدِهٖ .

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا۔

اسے اس بارے میں اُلجھن محسوس ہوئی' اس نے اپنی بیوی کو بھیجا تا کہ اس بارے میں دریافت کرے' وہ خاتون سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں' تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اُسے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزے کی حالت میں اُن کا بوسہ لے لیا کرتے تھے' وہ عورت اس شخص کے پاس واپس گئی اور اُسے اس بارے میں بتایا تو اس کے نتیجے میں اُس کی الجھن میں اور اضافہ ہو گیا' وہ بولا: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے جو چاہے حلال قرار دیدے' وہ عورت دوبارہ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں موجود تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس عورت کا کیا مسئلہ ہے؟ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اسے بتایا نہیں' کہ میں بھی ایسا کر لیتا ہوں' تو سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: میں نے اسے بتایا ہے' یہ اپنے شوہر کے پاس گئی تھی' اس نے اُسے بتایا جس کے نتیجے میں اس شخص کی اُلجھن میں اضافہ ہو گیا اور وہ بولا: میں اللہ کے رسول کی مانند نہیں ہوں' اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے جس چیز کو چاہے حلال قرار دے سکتا ہے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کی حدود کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔

•••——•••——•••

شرح: روزہ دار شخص کے بوسہ لینے کے بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' بعض حضرات نے اسے مطلق طور پر جائز قرار دیا ہے' جبکہ بعض حضرات نے اسے نوجوانوں کے لیے مکروہ قرار دیا ہے اور بوڑھوں کے لیے جائز قرار دیا ہے' جبکہ بعض فقہاء نے اسے مطلق طور پر مکروہ قرار دیا ہے۔

جن حضرات نے اس کی رخصت دی ہے' اُنہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول حدیث کو اس بات کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اُن کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

جن حضرات نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' اُنہوں نے اس وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے' کیونکہ اس نتیجے میں انسان کی طبیعت صحبت کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔

353- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ بِنْتَ طَلْحَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا زَوْجُهَا هُنَالِكَ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَدْنُوَا اِلٰى اَهْلِكَ تُقَبِّلُهَا وَ تُلَاعِبُهَا قَالَ اُقَبِّلُهَا وَاَنَا صَائِمٌ قَالَتْ نَعَمْ . قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِالْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ اِذَا مَلَكَ نَفْسَهٗ عَنِ الْجِمَاعِ فَاِنْ خَافَ اَنْ لَّا يَمْلِكَ نَفْسَهٗ فَالْكَفُّ

اَفْضَلُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالْعَامَّةِ قَبْلَنَا .

✧✧ ابونضر جو عمر بن عبداللہ کے غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہ نے انہیں یہ بات بتائی ہے کہ ایک مرتبہ وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں' کے پاس موجود تھیں' اسی دوران اُن کے شوہر عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر وہاں آ گئے' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم اپنی بیوی کے قریب ہو کر اس کا بوسہ نہیں لیتے اور اس سے خوش نعلیاں نہیں کرتے' انہوں نے دریافت کیا: کیا میں روزے کی حالت میں اس کا بوسہ لوں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں!

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روزہ دار شخص کے لیے بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ اس کو اپنے اوپر قابو ہو کہ وہ صحبت نہیں کرے گا' لیکن اگر اُسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اپنے اوپر قابو نہیں پا سکے گا' تو پھر وہ اس سے رُک جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

354-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْقُبْلَةِ وَالْمُبَاشَرَةِ لِلصَّآئِمِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ روزہ دار شخص کو بوسہ لینے اور مباشرت کرنے سے منع کرتے تھے۔

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلصَّآئِمِ

باب 6: روزہ دار شخص کا پچھنے لگوانا

355-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَحْتَجِمُ وَ هُوَ صَائِمٌ ثُمَّ اِنَّهٗ كَانَ يَحْتَجِمُ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روزے کی حالت میں پچھنے لگوالیا کرتے تھے' کبھی وہ سورج غروب ہونے کے بعد بھی پچھنے لگوالیا کرتے تھے۔

356-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِىُّ اَنَّ سَعْدًا وَّابْنَ عُمَرَ كَانَا يَحْتَجِمَانِ وَهُمَا صَآئِمَانِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَّا بَاْسَ بِالْحِجَامَةِ لِلصَّآئِمِ وَ اِنَّمَا كُرِهَتْ مِنْ اَجْلِ الضَّعْفِ فَاِذَا اَمِنَ ذٰلِكَ فَلَا بَاْسَ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ زہری بیان کرتے ہیں: حضرت سعد اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم یہ دونوں حضرات روزے کی حالت میں پچھنے لگوالیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روزہ دار کے پچھنے لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسے اس لیے مکروہ قرار دیا گیا ہے' کیونکہ اس کی وجہ سے کمزوری ہو جاتی ہے' لیکن اگر کمزوری کا اندیشہ نہ ہو' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: یہاں روایت کے یہ الفاظ "امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کے قائل ہیں" کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ان کے بعد فاضل لکھنوی نے اس حوالے سے چند ایک روایات کا تذکرہ کیا ہے جن میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک روزے کی حالت میں پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت سعد (بن ابی وقاص) حضرت امام حسین حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس حضرت زید بن ارقم حضرت عبداللہ بن عمر حضرت انس سیدہ عائشہ صدیقہ سیدہ اُم سلمہ امام شعبی عروہ بن زبیر قاسم بن محمد عطاء بن یسار زید بن اسلم عکرمہ ابوالعالیہ ابراہیم نخعی سفیان ثوری امام شافعی رضی اللہ عنہم ورحمۃ اللہ علیہم اور ان کے اصحاب اس بات کے قائل ہیں۔ البتہ شیخ ابن المنذر کی رائے اس سے مختلف ہے۔

جبکہ اہلِ علم کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ روزہ دار شخص اگر روزے کے دوران پچھنے لگوالیتا ہے تو اُس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اس موقف کے قائلین میں عطاء بن ابی رباح امام اوزاعی امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں اور ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں اُن روایات کو پیش کیا ہے جس میں یہ الفاظ منقول ہیں:

"پچھنے لگانے والے شخص اور پچھنے لگوانے والے شخص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے"۔

357-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ مَارَاَيْتُ اَبِيْ قَطُّ احْتَجَمَ اِلَّا وَهُوَ صَائِمٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٖ نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧ ✧ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد (عروہ بن زبیر) کو اکثر یہی دیکھا ہے کہ وہ روزے کی حالت میں پچھنے لگوالیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الصَّائِمِ يَذْرَعُهُ الْقَيْءُ اَوْ يَتَقَيَّأُ

باب 7: جب روزہ دار کو قے آجائے یا جو روزہ دار جان بوجھ کر قے کر دے

358-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنِ اسْتَقَاءَ وَ هُوَ صَائِمٌ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٖ نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

✧ ✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: جو شخص روزے کی حالت میں جان بوجھ کر قے کر دے تو اس پر قضاء لازم ہوگی اور جس شخص کو خود ہی قے آجائے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول ہے' ابراہیم نخعی' قاسم بن محمد' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم اور اکثر علماء اسی بات کے قائل ہیں۔

اس بات کا تذکرہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

ان حضرات کے اس موقف کی تائید اُس روایت سے بھی ہو جاتی ہے' جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے سنن اربعہ کے مؤلفین کے علاوہ امام دارمی' امام ابن حبان' امام حاکم' امام طحاوی اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کی ہے' جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں:

''جو شخص قے کر دیتا ہے' اُس پر قضاء لازم نہیں ہوگی' البتہ جو شخص جان بوجھ کر قے کرتا ہے اُس پر قضاء لازم ہوگی''۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔

جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ''حسن غریب'' ہے۔

بَابُ اَلصَّوْمُ فِی السَّفَرِ

باب 8: سفر کے دوران روزہ رکھنا

359-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَصُوْمُ فِي السَّفَرِ .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر کے دوران روزہ نہیں رکھا کرتے تھے۔

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ سمجھتے تھے کہ سفر کے دوران روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ روزہ نہ رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزیمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' ان کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی اسی بات کے قائل ہیں' اہل ظاہر میں سے بعض حضرات نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' تاہم اس باب میں ذکر ہونے والی دیگر روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے کا حکم عزیمت کے طور پر نہیں ہے۔

360-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ ثُمَّ اَفْطَرَ فَاَفْطَرَ النَّاسُ مَعَهٗ وَكَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانُوْا يَاْخُذُوْنَ بِالْاَحْدَثِ فَالْاَحْدَثِ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ مَنْ شَآءَ صَامَ فِي السَّفَرِ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ وَالصَّوْمُ اَفْضَلُ لِمَنْ قَوِيَ عَلَيْهِ وَاِنَّمَا بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْطَرَ حِيْنَ سَافَرَ اِلَى مَكَّةَ لِاَنَّ النَّاسَ شَكَوْا اِلَيْهِ الْجُهْدَ مِنَ الصَّوْمِ فَاَفْطَرَ لِذٰلِكَ وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ حَمْزَةَ الْاَسْلَمِيَّ سَاَلَهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَ اِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ .

وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ مِنْ قَبْلِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں روانہ ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا تھا' جب آپ ''کدید'' کے مقام پر پہنچے تو آپ نے روزہ توڑ دیا' آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی روزہ توڑ دیا' مکہ رمضان میں فتح ہوا تھا اور لوگوں کا یہ معمول تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والے طرزِ عمل کی پیروی کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص سفر کے دوران روزہ رکھنا چاہتا ہو' وہ روزہ رکھ لے اور جو شخص سفر کے دوران روزہ نہ رکھنا چاہتا ہو' وہ نہ رکھے۔ تاہم جس شخص میں روزہ رکھنے کی قدرت موجود ہو' تو اس کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ روزہ رکھ لے۔

ہم تک یہ روایت پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف سفر کرتے ہوئے اس وقت افطار کیا تھا جب لوگوں نے آپ کی خدمت میں یہ شکایت کی تھی کہ انہیں روزے کی وجہ سے مشکل پیش آ رہی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے روزہ توڑ دیا تھا۔

اسی طرح ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کے دوران روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو' اگر چاہو تو نہ رکھو۔

(✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہماری طرف کے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: متن کے یہ الفاظ: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے' حضرت انس' سیدہ عائشہ صدیقہ' سعید بن جبیر' مجاہد' جابر بن زید رضی اللہ عنہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہ روایات امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہیں (کہ ان حضرات کا یہ مؤقف ہے:)

''روایت کے الفاظ''العامۃ من قبلنا'' کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانے کے صحابہ اور تابعین میں سے اکثریت کا بھی یہی مؤقف تھا' البتہ بعض حضرات کی رائے مختلف ہے' جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں' حضرت ابوہریرہ' حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے ان حضرات کے بارے میں منقول روایات کا تذکرہ کیا ہے۔

بَابُ قَضَآءُ رَمَضَانَ هَلْ يُفَرَّقُ ؟

باب 9: رمضان کی قضاء (کے روزے) الگ الگ رکھے جائیں گے

361-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يُفَرِّقُ قَضَاءَ رَمَضَانَ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے: رمضان کی قضاء کے روزے الگ الگ نہیں رکھے جائیں گے۔

•••——•••——•••

شرح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں کہ قضاء روزے یکے بعد دیگرے رکھے جائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایات نقل کی گئی ہیں اہل ظاہر نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے البتہ جمہور کا یہ مؤقف ہے جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں قضاء روزے یکے بعد دیگرے رکھنا مستحب ہے۔

362-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَاهُرَيْرَةَ اخْتَلَفَا فِيْ قَضَاءِ رَمَضَانَ قَالَ اَحَدُهُمَا يُفَرِّقُ بَيْنَهُ وَقَالَ الْاٰخَرُ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْجَمْعُ بَيْنَهُ اَفْضَلُ وَاِنْ فَرَّقْتَهُ وَاَحْصَيْتَ الْعِدَّةَ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ قَبْلَنَا .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے درمیان رمضان کی قضاء کے بارے میں اختلاف ہو گیا' اُن میں سے ایک نے کہا کہ اس کے درمیان فرق کیا جا سکتا ہے اور دوسرے کی یہ رائے تھی کہ ان کے درمیان فرق نہیں کیا جا سکتا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: ان روزوں کو اکٹھے رکھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' لیکن اگر تم الگ الگ رکھتے ہو اور تعداد پوری کر لیتے ہو' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ ابن شہاب نے یہ روایت کس حوالے سے نقل کی ہے' کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات مستند طور پر منقول ہے کہ ان دونوں حضرات نے رمضان کی قضاء کو متفرق طور پر رکھنے کی اجازت دی ہے۔

اور متفرق طور پر قضاء روزے رکھنے کے بارے میں یہ فرمایا ہے: اس بارے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''تو ان کی گنتی دوسرے دنوں میں کر لی جائے''۔

''الفتح'' میں یہ بات تحریر ہے کہ یہ روایت اسی طرح منقطع اور مبہم طور پر نقل کی گئی ہے' جبکہ امام عبدالرزاق نے اسے اپنی سند کے ساتھ موصول روایت کے طور پر بھی نقل کیا ہے' جس کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُس شخص کے بارے میں یہ فرمایا تھا' جس پر رمضان کی قضاء لازم ہو' وہ شخص اُس کی قضاء متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے۔

اسی طرح امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے: اُنہوں نے یہ فرمایا تھا: تم جس طرح سے چاہو روزے رکھ لو۔

ایک سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے کہ اُنہوں نے فرمایا تھا: تم جس طرح بھی اس کی قضاء ادا کرو گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا' کیونکہ وہ دوسرے دنوں میں ہی گنتی ہو گی' بس تم نے حساب رکھنا ہے (کہ جتنے روزے قضاء ہوئے تھے اُتنے ہی رکھنے ہیں)

جبکہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں یہ فرماتے ہیں' کہ جب تم اُن کی گنتی یاد رکھتے ہو' تو اسے الگ الگ بھی کر سکتے ہو' روایت کے یہ الفاظ'' والعامة قبلنا '' سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' اہلِ علم تابعین میں سے اکثریت اس بات کے قائل ہیں۔ اُس کے بعد فاضل لکھنوی نے مختلف کتابوں کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوعبیدہ بن جراح' حضرت رافع بن خدیج' حضرت معاذ' حضرت عمرو بن العاص' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں مختلف روایات نقل کی ہیں اور اس دوران بعض'' مرفوع'' روایات کا بھی تذکرہ کیا ہے' جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ رمضان کے قضاء روزے آدمی متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے۔

بَابُ مَنْ صَامَ تَطَوُّعًا ثُمَّ اَفْطَرَ

باب 10: نفلی روزہ رکھنے کے بعد توڑ دینا

363-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ اَنَّ عَآئِشَةَ وَحَفْصَةَ اَصْبَحَتَا صَائِمَتَيْنِ مُتَطَوِّعَتَيْنِ فَاُهْدِيَ لَهُمَا طَعَامٌ فَاَفْطَرَتَا عَلَيْهِ فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَ بَدَرَتْنِيْ بِالْكَلَامِ وَكَانَتِ ابْنَةَ اَبِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ اَنَا وَعَآئِشَةُ صَائِمَتَيْنِ مُتَطَوِّعَتَيْنِ .

فَاُهْدِيَ لَنَا طَعَامٌ فَاَفْطَرْنَا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْضِيَا يَوْمًا مَكَانَهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ صَامَ تَطَوُّعًا ثُمَّ اَفْطَرَ فَعَلَيْهِ الْقَضَآءُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ قَبْلَنَا .

✧✧ ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں نے دن کے وقت نفلی روزہ رکھا' اُن کی خدمت میں کوئی کھانا پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنا روزہ توڑ لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن دونوں کے پاس تشریف لائے' سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: تو حفصہ نے مجھ سے پہلے گفتگو کرتے ہوئے کہا' آخر وہ اپنے والد کی صاحبزادی تھی' یارسول اللہ! میں نے اور عائشہ نے آج نفلی روزہ رکھا تھا' پھر ہمیں کھانے کے لیے کوئی چیز تحفے کے طور پر دی گئی تو ہم نے اس کے ذریعے روزہ توڑ لیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں سے فرمایا کہ تم اس کی جگہ ایک دن روزہ رکھ لینا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص نفلی روزہ رکھنے کے بعد اُسے توڑ دے اس پر قضاء لازم ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سے پہلے کے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: کیونکہ اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں خواتین کو امر کے صیغے کے ساتھ روزے کی قضاء کا حکم دیا ہے اور امر کا بظاہر مطلب وجوب ہوتا ہے' اس لیے امام ابوحنیفہ' امام ابوثور اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اس حدیث کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

''پھر تم روزے کو رات (شروع ہونے تک) مکمل کرو' اس حکم میں نفل اور فرض دونوں روزے شامل ہیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم کرتا ہے' تو اُس کے پروردگار کی بارگاہ میں یہ چیز اس کے لیے زیادہ بہتر ہے''۔

اسی طرح بعض روایات میں یہ بات منقول ہے کہ جب کسی شخص کو دعوت دی جائے' تو اگر اُس نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ دعوت میں سے کچھ نہ کھائے۔

نفلی روزہ توڑنے پر قضاء لازم ہونے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مؤقف ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

البتہ امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم یہ کہتے ہیں: ایسے شخص پر قضاء لازم نہیں ہوگی' البتہ اُس کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ وہ روزے کو توڑے نہیں' یہ بات امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

اس سے پہلے کہ حضرات میں سے حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی بات کے قائل ہیں اور ان دونوں کے بارے میں روایات امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہیں۔

بَابُ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ

باب 11: افطار جلدی کرنا

364- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْاِفْطَارَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ تَعْجِيْلُ الْإِفْطَارِ وَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ اَفْضَلُ مِنْ تَاْخِيْرِ هِمَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ .

✧✧ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: لوگ اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہیں گے جب تک وہ جلدی افطار کرلیا کریں گے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: افطاری اور مغرب کی نماز جلدی ادا کر لینا' ان میں تاخیر کرنے سے افضل ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ اس حکم کی علت کیا ہے؟ اس میں یہ بات منقول ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی تاخیر سے افطاری کرتے ہیں۔

ابن حبان اور حاکم نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

''میری اُمت کے لوگ اُس وقت تک سنت پر گامزن رہیں گے جب تک وہ افطاری کرنے کے لیے ستاروں کے نکلنے کا انتظار نہیں کریں گے''۔

اسی طرح اس مؤقف کی تائید میں امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول یہ روایت بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

عمرو بن میمون اودی بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سب سے زیادہ جلد افطاری کر لیتے تھے' یعنی سورج غروب ہونے کے فوراً بعد افطاری کر لیتے تھے اور صبح صادق ہونے سے کچھ دیر پہلے سحری کرلیا کرتے تھے''۔

جمہور علمائے اہل سنت بھی اسی بات کے قائل ہیں' البتہ اس بارے میں اہلِ تشیع کا مؤقف مختلف ہے' وہ اُس وقت تک افطاری نہیں کرتے' جب تک ستارے نظر نہیں آجاتے۔

———

365- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَا يُصَلِّيَانِ الْمَغْرِبَ حِيْنَ يَنْظُرَانِ اللَّيْلَ الْاَسْوَدَ قَبْلَ اَنْ يُفْطِرَا ثُمَّ يُفْطِرَانِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فِيْ رَمَضَانَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَهٰذَا كُلُّهُ وَاسِعٌ فَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ بَعْدَهَا وَ كُلُّ ذٰلِكَ لَا بَاْسَ بِهٖ .

✧✧ حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما مغرب کی نماز اس وقت ادا کیا کرتے تھے جب وہ رات کی سیاہی کو دیکھ لیتے تھے (یعنی جب سورج غروب ہوجاتا تھا)۔

یہ لوگ کھانا کھانے سے پہلے مغرب کی نماز ادا کر لیتے تھے اور رمضان میں نماز کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان سب چیزوں کی گنجائش ہے جو شخص چاہے وہ نماز سے پہلے افطاری کر لے اور جو شخص چاہے وہ نماز کے بعد افطاری کر لے اس میں سے کسی بھی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں روایت کے یہ الفاظ: وہ حضرات نماز کے بعد افطاری کیا کرتے تھے شاید اس کا مطلب یہ ہو کہ افطار میں کھانا نماز کے بعد کھایا کرتے تھے چونکہ بعض روایات میں یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے بعد ہی نماز ادا کیا کرتے تھے خواہ پانی کے گھونٹ کے ذریعے روزہ کھول لیتے اور حضرت عمر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول روایت کا بھی یہی مفہوم ہوگا' تو وہ حضرات مغرب کے وقت کوئی بھی ہلکی چیز کھا کے یا پانی کے روزہ کھول لیا کرتے تھے اور پھر باقاعدہ کھانا نماز ادا کرنے کے بعد کھاتے تھے۔

بَابُ الرَّجُلُ يُفْطِرُ قَبْلَ الْمَسَآءِ وَيَظُنُّ اَنَّهُ قَدْ اَمْسٰى

باب 12: جو شخص یہ گمان کرے کہ شام ہو چکی ہے اور غلطی سے شام سے پہلے افطاری کر لے

366-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَفْطَرَ فِيْ يَوْمِ رَمَضَانَ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ وَرَاٰى اَنَّهُ قَدْ اَمْسٰى اَوْ غَابَتِ الشَّمْسُ فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَالَ الْخَطْبُ يَسِيْرٌ وَقَدِ اجْتَهَدْنَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ مَنْ اَفْطَرَ وَهُوَ يَرٰى اَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَابَتْ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهَا لَمْ تَغِبْ لَمْ يَاْكُلْ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ وَلَمْ يَشْرَبْ وَعَلَيْهِ قَضَآؤُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں جب بادل چھائے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ شاید شام ہو گئی ہے اور سورج غروب ہو چکا ہے انہوں نے روزہ افطار کر لیا' ایک شخص اُن کے پاس آیا اور بولا: امیر المؤمنین! سورج تو نکل آیا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قضاء آسان ہے' ہم نے اجتہاد کیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص افطاری کر لے اور وہ یہ سمجھ رہا ہو کہ سورج غروب ہو چکا ہے اور بعد میں اُسے پتہ چلے کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا تو وہ اس دن کے بقیہ حصے میں کچھ نہیں کھائے گا اور کچھ نہیں پیئے گا' البتہ اس پر قضاء کرنا لازم ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے' باقی ائمہ نے بھی اُس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور جمہور بھی اسی بات کے قائل ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلطی سے دن کے وقت ہی (روزہ کھول دینے کے واقعے میں) اس بات کی صراحت

موجود ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ حنظلہ نامی راوی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں رمضان کے مہینے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا' اُن کے سامنے مشروب پیش کیا گیا' حاضرین میں سے بعض حضرات نے اُس مشروب کو پی لیا کیونکہ وہ یہی سمجھتے تھے کہ سورج غروب ہوگیا ہے' اسی دوران مؤذن منارے پر چڑھا اور بولا: اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! سورج تو ابھی نکلا ہوا ہے' غروب نہیں ہوا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے روزہ کھول لیا تھا وہ اس کی جگہ ایک دن روزہ رکھے گا اور جس شخص نے روزہ نہیں کھولا تھا وہ سورج غروب ہونے تک اپنے روزے کو مکمل کرلے۔

فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: اس کی تائید صحیح بخاری کی اُس روایت سے بھی ہوجاتی ہے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں جب ایک مرتبہ بادل چھائے ہوئے تھے' تو ہم نے روزہ کھول لیا' بعد میں سورج بھی نکل آیا' تو روایت کے راوی نے ہشام سے دریافت کیا: ایسے لوگوں کو روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو ہشام نے جواب دیا: قضاء تو بہت ضروری تھی۔

البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک واقعہ منقول ہے کہ اُنہوں نے ایک مرتبہ غلط فہمی کی بناء پر غلطی سے روزہ کھول لیا تھا' لیکن بعد میں اُنہوں نے یہ فرمایا تھا: ہم اس کی قضاء نہیں کریں گے' اس روایت کی بنیاد پر بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسی صورتِ حال میں قضاء لازم نہیں ہوتی ہے' لیکن علامہ ابن عبدالبر اور دیگر محدثین نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے' درست روایت وہی ہے' جس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ ایسی صورتِ حال میں قضاء لازم ہوتی ہے۔

بَابُ الْوِصَالُ فِی الصِّیَامِ

باب 13: صومِ وصال رکھنا

367- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّىْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے منع کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث 367: اخرجه مالك فی "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودی - كتاب الصيام' باب النهی عن الوصال فی الصيام - حديث: 668اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الصوم' باب الوصال - حديث: 1873اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الصيام' باب النهی عن الوصال فی الصوم - حديث: 1909اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الصوم' باب فی الوصال - حديث: 2026السنن المأثورة للشافعی - باب ما جاء فی النهی عن الوصال فی الصيام' حديث: 323اخرجه النسائی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الصيام' سرد الصيام - الوصال' حديث: 3164اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روی عن رسول الله صلی الله عليه' حديث: 5149ذكره البيهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الصيام' باب النهی عن الوصال فی الصوم - حديث: 7862اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حديث: 4582

خدمت میں عرض کی گئی: آپ ﷺ بھی تو صومِ وصال رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے کھلا دیا جاتا ہے اور پلا دیا جاتا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: صومِ وصال کے بارے میں احناف کا جو مؤقف ہے، جمہور علماء بھی اسی بات کے قائل ہیں، البتہ بعض صحابہ اور تابعین نے اسے جائز قرار دیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ ممانعت شفقت کی وجہ سے تھی، جو شخص ایسا کر سکتا ہے، اُس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ صحیحین کی حدیث میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ منقول ہیں، نبی اکرم ﷺ نے شفقت کی وجہ سے لوگوں کو صومِ وصال رکھنے سے منع کیا تھا۔

لیکن اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ رحمت ممانعت کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی ہے، آپ ﷺ کی رحمت (اور شفقت میں) یہ بات بھی شامل ہوگی کہ آپ ﷺ اُن لوگوں کے لیے صومِ وصال رکھنا مکروہ قرار دیں یا اُن کے لیے اسے حرام قرار دیں۔

امام احمد بن حنبل، ابن وہب اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم نے سحری تک صومِ وصال رکھنے کی اجازت دی ہے، اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے، جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر منقول ہے:

"تم صومِ وصال نہ رکھو، جس شخص نے یومِ وصال رکھنا ہو، تو وہ سحری تک رکھ لے"۔

لیکن علامہ ابن عبدالبر نے اس کے مقابلے میں صحیحین کی یہ حدیث پیش کی ہے (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:)

"جب رات اس طرف سے آ جائے اور دن اس طرف سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے، تو روزے دار شخص افطاری کر لے"۔

اس اعتبار سے صومِ وصال کا حکم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

صومِ وصال کے حکم کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، اُن میں امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہما اور بعض مالکی فقہاء سحری تک صومِ وصال کے جائز ہونے کے قائل ہیں، جبکہ حافظ صاحب نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ وصال اُس وصال میں شامل نہیں ہوگا، جس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس کی مثال اس طرح ہے، جیسے آپ نے رات کے کھانے کو مؤخر کر دیا ہے۔

شیخ موفق الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ صومِ وصال یہ ہوتا ہے کہ آدمی دو دنوں کے درمیان افطار نہ کرے، یعنی کچھ بھی کھائے نہیں اور پیئے نہیں۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے، جبکہ شوافع کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے، جبکہ دُرِّ مختار میں اسے مکروہ تنزیہی قرار دیا گیا ہے۔

368- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ اِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِىْ رَبِّىْ وَيَسْقِيْنِىْ فَاكْلَفُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَالَكُمْ بِهٖ طَاقَةٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اَلْوِصَالُ مَكْرُوْهٌ وَهُوَ اَنْ يُّوَاصِلَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَوْمَيْنِ فِى الصَّوْمِ لَا يَاْكُلُ فِى اللَّيْلِ شَيْئًا وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالْعَامَّةِ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: صومِ وصال سے بچو! لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ بھی تو صومِ وصال رکھتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں' اپنے پروردگار کی بارگاہ میں' میں رات بسر کرتا ہوں' میرا پروردگار مجھے کھلا بھی دیتا ہے اور پلا بھی دیتا ہے' تم لوگ اُن اعمال کے مکلف ہو جن کی تم میں طاقت ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' صومِ وصال رکھنا مکروہ ہے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص مسلسل دو دن روزہ رکھے' اس دوران رات کے وقت کچھ نہ کھائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

باب 14: عرفہ کے دن روزہ رکھنا

369- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ ابْنَةِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا فِىْ صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ صَائِمٌ وَ قَالَ اٰخَرُوْنَ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اُمُّ الْفَضْلِ بِقَدَحٍ مِّنْ لَبَنٍ وَّ هُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ مَنْ شَآءَ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَ مَنْ شَآءَ اَفْطَرَ فَاِنَّمَا صَوْمُهٗ تَطَوُّعٌ فَاِنْ كَانَ اِذَا صَامَهٗ يُضْعِفُهٗ ذٰلِكَ عَنِ الدُّعَآءِ فِىْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَالْاِفْطَارُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ .

حدیث 368: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی - کتاب الصیام' باب النهی عن الوصال فی الصیام -

حدیث: 1669 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الصوم' باب التنکیل لمن اکثر الوصال - حدیث: 1577 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الصیام' باب النهی عن الوصال فی الصوم - حدیث: 1912 اخرجه الدارمی فی "سننه"، کتاب الصلاة' باب النهی عن الوصال فی الصوم - حدیث: 1705 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب الزهد' باب المداومة علی العمل - حدیث: 4238 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الصیام' باب الوصال - حدیث: 7499 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، کتاب الصیام' ما قالوا فی الوصال فی الصیام من نهی عنه - حدیث: 9440 اخرجه احمد فی "مسنده"، 'مسند ابی هریرة رضی الله عنه - حدیث: 7998 مسند الحمیدی - احادیث ابی هریرة رضی الله عنه' حدیث: 975 اخرجه ابن خزیمة فی "صحیحه"، کتاب الصیام' جماع ابواب وقت الإفطار ، وما یستحب أن یفطر علیه - باب الدلیل علی أن الوصال منهی عنه' حدیث: 1929 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب الصوم' فصل فی صوم الوصال - ذکر العلة التی من اجلها نهی عن الوصال' حدیث: 3635

سیّدہ اُمِ فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: عرفہ کے دن نبی اکرم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں لوگوں کے درمیان بحث ہوئی (یا لوگوں کو شک ہوا) بعض نے یہ کہا کہ آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا ہے، بعض نے کہا: روزہ نہیں رکھا ہوا۔ تو سیّدہ اُمِ فضل رضی اللہ عنہا نے دودھ کا پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ ﷺ اس وقت عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے، نبی اکرم ﷺ نے اُسے پی لیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص چاہے وہ عرفہ کے دن روزہ رکھ لے اور جو شخص چاہے وہ روزہ نہ رکھے، کیونکہ یہ نفلی روزہ ہے۔

اگر اس دن روزہ رکھنا آدمی میں کمزوری پیدا کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی دعا وغیرہ کے معاملات میں رکاوٹ آ رہی ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

•••———•••———•••

شرح: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں جو حدیث نقل کی ہے، جس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عرفہ میں روزہ نہیں رکھا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے عام افراد پر رحمت کرتے ہوئے اور اپنی اُمت پر شفقت کرتے ہوئے یہ طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔

اس اعتبار سے حاجی شخص کے لیے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے مقابلے میں روزہ نہ رکھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لیے اسی طرزِ عمل کو اختیار کیا تھا اور ویسے بھی حج کے ارکان سرانجام دینے میں روزہ نہ رکھ کر آدمی کو قوت حاصل ہوتی ہے۔

اسی بنیاد پر جمہور نے حاجی شخص کے لیے عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنے کو مستحب قرار دیا ہے، اگرچہ وہ شخص روزہ رکھنے کی قوت رکھتا ہو۔

پھر علماء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر وہ شخص اُس دن روزہ رکھ لیتا ہے تو کیا یہ مکروہ ہوگا؟ مالکیوں کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہوگا، جبکہ شوافع کے نزدیک ایسا کرنا خلافِ اولیٰ ہوگا۔

اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اپنے طرزِ عمل سے یہ ظاہر کرنا کہ آپ نے اُس دن روزہ نہیں رکھا، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس دن روزہ رکھنا مستحب نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات نبی اکرم ﷺ کسی چیز کے جواز کو بیان کرنے کے لیے کسی عمل کو ترک کر دیتے تھے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن خزیمہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

"نبی اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے"۔

یحییٰ بن سعید انصاری نے اس کے ظاہر کے مطابق فتویٰ دیتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے: اُس دن حاجی کے لیے روزہ نہ

رکھنا لازم ہے البتہ جمہور کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے۔
''شرح زرقانی'' میں اسی طرح تحریر ہے۔

بَابُ الْاَيَّامُ الَّتِي يُكْرَهُ فِيهَا الصَّوْمُ

باب 15: وہ ایام جن میں روزہ رکھنا مکروہ ہے

370- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صِيَامِ اَيَّامِ مِنًى .

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے منیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

شرح: ذوالحج کی دس تاریخ کو ''یوم نحر'' کہا جاتا ہے اور ذوالحج کی دس گیارہ اور بارہ تاریخ کو ''ایام نحر'' کہا جاتا ہے۔ جبکہ ذوالحج کی گیارہ بارہ اور تیرہ تاریخ کو ''ایام تشریق'' کہا جاتا ہے یعنی آسان لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دس ذوالحج کا دن ایام تشریق میں شامل نہیں ہے لیکن ایام نحر میں شامل ہے اور تیرہ ذوالحج کا دن ایام تشریق میں شامل ہے ایام نحر میں شامل نہیں ہے جبکہ گیارہ اور بارہ ذوالحج کے دو دن ایام نحر میں بھی شامل ہیں اور ایام تشریق میں بھی شامل ہیں۔

احناف اس بات کے قائل ہیں کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا مطلق طور پر ممنوع ہے۔

امام مالک اس بات کے قائل ہیں کہ حج تمتع کرنے والا شخص ایام تشریق میں روزہ رکھ سکتا ہے۔

اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد علامہ عینی ''عمدۃ القاری'' میں یہ بات نقل کی ہے کہ اس حوالے سے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا مطلق طور پر منع ہے نہ تو حج تمتع کرنے والا شخص اس دن روزہ رکھ سکتا ہے نہ ہی کوئی دوسرا شخص روزہ رکھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اسی طرح کی روایات منقول ہیں۔

زیادہ مستند روایات کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں البتہ ان کے بعض اصحاب نے حج تمتع کرنے والے کے لیے ان ایام میں روزہ رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک مطلق طور پر ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے یہ شیخ ابواسحاق مروزی شافعی کا مذہب ہے لیکن شاید اُن تک اس بارے میں منقول ممانعت کی روایات نہیں پہنچ سکی ہوں گی۔

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ حج تمتع کرنے والا وہ شخص جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو اور جس نے ذوالحج کے

عشرے میں تین روزے نہ رکھے ہوں۔ اُس کے لیے ایام تشریق میں روزے رکھنا جائز ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور قدیم قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے، لیکن انہوں نے بعد میں اس مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح کی منقول ہے اور ان کے بعض اصحاب نے اس کو اختیار کیا ہے۔

371-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِىْ مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ دَخَلَ عَلٰى اَبِيْهِ فِىْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ فَقَرَّبَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِاَبِيْهِ اِنِّىْ صَآئِمٌ قَالَ كُلْ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا بِالْفِطْرِ فِىْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ تُصَامَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ لِمُتْعَةٍ وَّلَا لِغَيْرِهَا لِمَا جَآءَ مِنَ النَّهْىِ عَنْ صَوْمِهَا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ قَبْلِنَا وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يَصُوْمُهَا الْمُتَمَتِّعُ الَّذِىْ لَا يَجِدُ الْهَدْىَ اَوْ فَاتَتْهُ الْاَيَّامُ الثَّلَاثَةُ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ.

✦✦ ابومرہ، جو عقیل بن ابوطالب کے غلام ہیں، بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے والد کے پاس تشریق کے ایام میں تشریف لائے، انہوں نے ان کے سامنے کھانا رکھا اور بولے: تم کھاؤ! تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، تو انہوں نے کہا: کیا تمہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان دنوں میں روزہ نہ رکھنے کی ہدایت کی ہے؟

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

حج تمتع کرنے والے یا دوسرے شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ تشریق کے دنوں میں روزہ رکھے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سے پہلے کے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: حج تمتع کرنے والا شخص اس دن روزہ رکھے گا، یعنی وہ شخص جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہوگا، یا وہ شخص جس نے قربانی کے دن سے پہلے تین روزے نہ رکھے ہوں (وہ اس دن روزہ رکھے گا)۔

بَابُ اَلنِّيَّةُ فِى الصَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ

باب 16: روزے کی نیت رات کے وقت ہی کر لی جائے گی (یعنی صبح صادق سے پہلے کی جائے گی)

372-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لَا يَصُوْمُ اِلَّا مَنْ اَجْمَعَ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّمَنْ اَجْمَعَ اَيْضًا عَلَى الصِّيَامِ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ فَهُوَ صَآئِمٌ وَّقَدْ رَوٰى ذٰلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ وَ هُوَ

قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالْعَامَّۃِ قَبْلَنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس شخص کا روزہ نہیں ہوتا جو صبح صادق سے پہلے روزے کی نیت نہیں کر لیتا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص نصف دن گزرنے سے پہلے روزے کی نیت کر لیتا ہے اس کا روزہ درست شمار ہو گا۔

یہ بات کئی اہلِ علم نے روایت کی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سے پہلے کے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک فرض اور نفل دونوں روزے اس طرح صحیح نہیں ہوتے لیکن نفلی روزے کے بارے میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ دریافت کیا: اے عائشہ! کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں''۔

اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے اور دریافت کرتے: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ اگر ہم عرض کرتے کہ جی ہاں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھا لیتے اگر ہم عرض کرتے کہ نہیں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں''۔

اسی طرح کی بعض دیگر روایات سے منقول ہے، جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد بھی نفلی روزے کی نیت کرنے سے نفلی روزہ درست ہو جاتا ہے۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی رائے اس سے مختلف ہے، کیونکہ ان حضرات نے صبح صادق ہو جانے کے بعد نفلی روزے میں نیت کر لینے کو جائز قرار دیا ہے، چونکہ اس بارے میں منقول روایات موجود ہیں، تاہم فرض روزے میں انہوں نے اسے جائز نہیں قرار دیا، کیونکہ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت منقول ہے۔

اسی طرح سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' حدیث بھی موجود ہے:

''جو شخص رات سے ہی (یعنی صبح صادق ہونے سے پہلے ہی) روزے کی نیت نہیں کرتا، اس کا روزہ نہیں ہوتا''۔

یہ روایت مختلف الفاظ اور مختلف اسناد کے ساتھ منقول ہے۔

بَابُ اَلْمُدَاوَمَةُ عَلَى الصِّيَامِ

باب 17: ہمیشہ روزے رکھنا

373- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى يُقَالَ لَا يُفْطِرُ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى يُقَالَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهُ فِىْ شَهْرٍ اَكْثَرَ صِيَامٍ مِنْهُ فِىْ شَعْبَانَ .

✦✦ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مسلسل نفلی) روزے رکھا کرتے تھے' یہاں تک کہ یہ کہا جاتا تھا کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے' پھر (آپ مسلسل نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ یہ کہا جاتا تھا کہ اب آپ کوئی نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینے میں مکمل روزے رکھے ہوں' آپ صرف رمضان کے پورے مہینے میں روزے رکھا کرتے تھے اور میں نے آپ کو کسی دوسرے مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: شعبان کے مہینے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت روزے رکھنے کی حکمت کیا تھی؟ اس بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر یا دیگر مصروفیات کی وجہ سے ہر مہینے کے تین روزے نہیں رکھ پاتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اکٹھا کر لیتے تھے اور ان کی قضاء رمضان میں کر لیتے تھے۔

اس کی دلیل کے طور پر وہ روایت پیش کی گئی ہے جسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف سند کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے' بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مؤخر کر دیتے تھے' یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے سال کے روزے اکٹھے ہو گئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان میں وہ روزے رکھ لیے''۔

ایک قول کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی تعظیم کے لیے ایسا کیا کرتے تھے۔ اس کی دلیل امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ یہ روایت ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: رمضان کے بعد کون سے مہینے کے روزے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعبان کے روزے' کیونکہ وہ رمضان کی تعظیم کے لیے ہوتے ہیں''۔

تاہم اس سے زیادہ مستند وہ روایت ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں جتنے روزے رکھتے ہیں اور کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ ایک ایسا مہینہ ہے' جو رجب

اور رمضان کے درمیان آتا ہے اور اس کے بارے میں لوگ غفلت کا شکار ہیں' یہ ایک ایسا مہینہ ہے' جس میں اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں' تو میری یہ خواہش ہے کہ جب میرا عمل اس کی بارگاہ میں پیش ہو تو میں اس وقت روزے کی حالت میں ہوں''۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التوشیح شرح صحیح البخاری'' میں اسی طرح تحریر کیا ہے۔

بَابُ صَوْمُ عَاشُوْرَاءَ

باب 18: عاشورہ کے دن روزہ رکھنا

374- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَآئُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِهٰذَا الْيَوْمِ هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ لَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَاَنَا صَائِمٌ فَمَنْ شَآءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيُفْطِرْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ صِيَامُ عَاشُوْرَآءَ كَانَ وَاجِبًا قَبْلَ اَنْ يُفْتَرَضَ رَمَضَانُ ثُمَّ نَسَخَهُ شَهْرُ رَمَضَانَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ مَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ قَبْلَنَا .

✦✦ حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: انہوں نے حج کے موقعہ پر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے اس دن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ عاشورہ کا دن ہے' اللہ تعالیٰ نے اس دن روزہ رکھنا تم پر لازم قرار نہیں دیا ہے' تاہم میں نے روزہ رکھا ہوا ہے' جو شخص چاہے وہ روزہ رکھ لے اور جو شخص چاہے وہ روزہ نہ رکھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم رمضان کے فرض ہونے سے پہلے واجب تھا' پھر رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے کے حکم نے اسے منسوخ کر دیا تو اب یہ نفلی روزہ ہے' جو شخص چاہے وہ اس دن روزہ رکھ لے اور جو شخص چاہے وہ روزہ نہ رکھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سے پہلے کے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس بارے میں علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ اب عاشورہ کے دن روزہ رکھنا سنت ہے' واجب نہیں ہے۔ لیکن ابتدائے اسلام میں اس کا حکم کیا تھا؟ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: ابتدائے اسلام میں عاشورہ کے دن روزہ رکھنا واجب تھا' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' ان میں سے مشہور قول یہ ہے کہ یہ ہمیشہ سے سنت رہا ہے' کبھی بھی واجب نہیں ہوا اور دوسرا قول

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے مطابق ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے یہ بات بیان کی ہے: بعض اسلاف یہ کہا کرتے تھے کہ یہ پہلے فرض تھا اور اس کی فرضیت ابھی بھی باقی ہے لیکن مذکورہ بالا روایات کی بنیاد پر اس موقف کے قائلین کے نظریے کی تردید ہو جاتی ہے اور اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ یہ لازم نہیں ہے۔

"عمدۃ القاری" میں اسی طرح تحریر ہے۔

عاشورہ کے دن کا روزہ پہلے واجب تھا' اس بارے میں مختلف روایات منقول ہیں' جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں اعلان کروانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا کہ جس شخص نے روزہ رکھا ہوا ہے وہ روزہ مکمل کرے اور جس شخص نے روزہ نہیں رکھا تھا تو وہ دن پورا ہونے تک کچھ کھائے پیئے نہیں۔ یہ خاتون بیان کرتی ہیں: ہم اس دن روزہ رکھا کرتے تھے' ہمارے بچے بھی اس دن روزہ رکھ لیا کرتے تھے' لیکن چونکہ وہ چھوٹے ہوتے تھے' ہم انہیں آٹے کا کوئی کھلونا بنا دیتے تھے' جب وہ ہم سے کھانے کی کوئی چیز مانگتے تو ہم وہ کھلونا انہیں دے دیا کرتے تھے۔

اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے' وہ فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا' لیکن جب رمضان فرض ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص چاہے وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ اس دن روزہ نہ رکھے"۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

"پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے' ہمیں اس کی ترغیب دیا کرتے تھے' اس کی ہدایت کیا کرتے تھے' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے' تو نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع کیا"۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا لیکن یہ رمضان کی فرضیت سے پہلے کی بات ہے' جب رمضان کا حکم نازل ہو گیا تو پھر ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا اور اس سے منع بھی نہیں کیا گیا۔

اس بارے میں مختلف روایات منقول ہیں جو "سنن" اور "صحاح" میں مذکور ہیں۔



بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

باب 19: شبِ قدر کا بیان

375- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رمضان کی آخری سات راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔

•••——•••——•••

شرح: شب قدر کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اسے سرے سے ہی اُٹھالیا گیا ہے' لیکن یہ بعض اہل تشیع کا موقف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ پورے سال میں کسی بھی وقت پائی جاسکتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ شعبان کی پندرھویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے اور رمضان کی کوئی بھی رات ہوسکتی ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پندرھویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی سولھویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول سترھویں رات کا ہے' ایک اٹھارویں رات کا ہے' ایک انیسویں رات کا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ درمیانے عشرے میں مبہم ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آخری عشرے میں مبہم ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آخری سات راتوں میں مبہم ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اکیسویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر مہینہ انتیس دن کا ہو' تو اکیسویں رات ہوتی ہے ورنہ بیسویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ بائیسویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ تیئیسویں رات ہوتی ہے' ایک قول کے مطابق ستائیسویں رات ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں اور بہت زیادہ لوگوں نے اس کو اختیار کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اٹھائیسویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ انتیسویں رات ہوتی ہے۔

ایک قول تیسویں رات کا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آخری نصف حصے میں منتقل ہوتی رہتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ آخری پورے عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آخری سات راتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ یہ درمیانی اور آخری عشرے کی جفت راتوں میں ہوتی ہے۔
بعض متاخرین یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی رات شب قدر ہوتی ہے لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
یہ ساری بحث "تنویر الحوالک" میں مذکور ہے۔
تاہم نبی اکرم ﷺ سے مستند طور پر یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں شب قدر تلاش کرنے کا حکم دیا ہے"۔
ایک روایت کے مطابق حضرت اُبی بن کعب اس بات کے قائل ہیں کہ یہ ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے۔

376-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرُّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ .

✦✦ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رمضان کے آخری عشرے میں شب قدر کو تلاش کرو۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ

باب 20: اعتکاف کا بیان

377-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ اِلَيَّ رَاْسَهٗ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَخْرُجُ الرَّجُلُ اِذَا اعْتَكَفَ اِلَّا لِلْغَائِطِ اَوِ الْبَوْلِ وَاَمَّا الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ فَيَكُوْنُ فِيْ مُعْتَكَفِهٖ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے تو بعض اوقات آپ ﷺ اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے تھے تو میں اس میں کنگھی کر دیا کرتی تھی تاہم آپ ﷺ صرف قضائے حاجت کے لیے گھر کے اندر تشریف لاتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جب آدمی اعتکاف کرتا ہے اس وقت اعتکاف کی جگہ سے صرف پیشاب یا پاخانہ کرنے کے لیے ہی باہر نکل سکتا ہے جہاں تک کھانے پینے کا تعلق ہے تو وہ اپنے اعتکاف کی جگہ میں ہی کھائے پئے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اعتکاف کالغوی معنی کسی جگہ ٹھہرنا اور رُک جانا ہے۔ جبکہ اصطلاحِ شریعت میں اس سے مراد یکسوئی کے ساتھ عبادت کی ادائیگی کے لیے مسجد میں قیام اختیار کرنا ہے۔

اعتکاف کے احکام کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

اعتکاف کرنا مستحب ہے' تاہم صحیح یہ ہے کہ ایسا کرنا سنت مؤکدہ ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں باقاعدگی کے ساتھ اسے سرانجام دیا ہے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقاعدگی سے سرانجام دینا اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اعتکاف کی نیت کرتے ہوئے مسجد میں ٹھہر جائے اور اس نے روزہ بھی رکھا ہوا ہو' مسجد میں یہ ٹھہرنا ہی اعتکاف کا بنیادی رکن ہے' کیونکہ اعتکاف اسی کی خبر دیتا ہے' اس لیے اعتکاف کا وجوب اسی ٹھہرنے کے ساتھ ہوگا' ہمارے (یعنی احناف) کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے' جبکہ اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے' تمام عبادات میں نیت شرط ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روزہ ایک عبادت ہے اور وہ خود باقاعدہ عبادت ہے' اس لیے اُسے کسی دوسری عبادت کے لیے شرط قرار نہیں دیا جاسکتا' جبکہ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''اعتکاف صرف روزے کے ساتھ ہوگا''۔

اور جب کوئی حدیث تسلیم شدہ ہو' تو اس کے مقابلے میں کسی قسم کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

پھر ایک روایت کے مطابق واجب اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے' جبکہ حسن بن زیاد کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ روایت کے مطابق نفلی اعتکاف کے لیے بھی روزہ شرط ہے۔

اس کی دلیل وہی حدیث ہوگی جو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں' اور اس اصول کی بنیاد پر ایک دن سے کم کا اعتکاف درست نہیں ہوگا' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے کہ نفلی اعتکاف کم از کم ایک گھڑی کا بھی ہوسکتا ہے' لیکن اگر اس کو درست تسلیم کرلیا جائے' تو ایسا اعتکاف روزے کے بغیر بھی ہو سکے گا' کیونکہ نفلی عبادات کی بنیاد یہی ہے کہ ان میں آسانی فراہم کی جائے' کیا آپ نے غور نہیں کیا؟ نفل نماز آدمی بیٹھ کر بھی ادا کرسکتا ہے' اگرچہ اسے کھڑے ہوکر پڑھنے کی قدرت حاصل ہو۔

اگر کوئی شخص اعتکاف شروع کردیتا ہے اور پھر اُسے توڑ دیتا ہے' تو کتاب ''المبسوط'' کی روایت کے مطابق اس پر قضاء لازم نہیں ہوگی' کیونکہ اس نے مقدار کا تعین نہیں کیا تھا۔

اس لیے اس کو درمیان میں منقطع کردینا' اس کو باطل نہیں کرے گا۔ جبکہ حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق اس پر قضاء لازم ہوگی' کیونکہ اس کا تعین کم از کم ایک دن تو ضرور ہوگا' جس طرح روزے کا حکم ہے' اعتکاف صرف جامع مسجد میں درست ہوتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اعتکاف صرف جامع مسجد میں درست ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ ان کے نزدیک اعتکاف صرف اس مسجد میں درست ہوتا ہے جہاں پانچ نمازیں ادا کی جاتی ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اعتکاف کا بنیادی مقصد نماز کا انتظار ہے' تو یہ ایسی جگہ کے ساتھ خاص ہوگا' جہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو۔

البتہ خاتون اپنے گھر میں اپنی جائے نماز پر ہی اعتکاف کرے گی' کیونکہ یہ اس کی نماز ادا کرنے کی مخصوص جگہ ہے' تو نماز کے انتظار کا حکم وہاں ثابت ہو جائے گا۔

اعتکاف کرنے والا شخص صرف قضائے حاجت کے لیے یا جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی مسجد سے باہر جاسکتا ہے' جہاں تک قضائے حاجت کا تعلق ہے' تو اس کی دلیل یہ ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات منقول ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعتکاف کے مقام سے صرف قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لایا کرتے تھے''۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قضائے حاجت کی ضرورت پیش آنا' ایک فطری امر ہے' تو اسے پورا کرنے کے لیے آدمی کو اعتکاف کی جگہ سے ضرور نکلنا پڑے گا' اس لیے ایسی صورت میں قضائے حاجت کے لیے نکلنا مستثنیٰ قرار دیا جائے گا' البتہ طہارت سے فارغ ہو جانے کے بعد وہ باہر نہیں ٹھہرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے پیش نظر ثابت ہوتی ہے' اس کا حکم صرف ضرورت کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے' جہاں تک جمعہ کا تعلق ہے' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک انتہائی اہم بنیادی فرض ہے اور اس کی ضرورت بھی ضرور پیش آتی ہے' البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر اعتکاف والا شخص جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکلتا ہے' تو اب اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعتکاف کا حکم جامع مسجد کے ساتھ مخصوص ہے' جبکہ احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ اعتکاف کسی بھی مسجد میں کیا جاسکتا ہے' تو جب ہر مسجد میں اس کو کیا جاسکتا ہے' تو ضرورت کے پیش نظر مسجد سے باہر نکلنے کی بھی اجازت ہوگی' تاہم جمعہ کے دن ایسا شخص اس وقت نکلے گا' جب سورج ڈھل چکا ہو کیونکہ جمعہ کا وقت سورج کے ڈھل جانے کے بعد شروع ہوتا ہے' اگر اعتکاف والی مسجد جامع مسجد سے زیادہ دور ہو' تو آدمی کو ایسے وقت چلے جانا چاہیے کہ وہ جمعہ میں شریک ہو سکے' وہ شخص جمعہ سے پہلے چار رکعات ادا کرے گا یا چھ رکعات ادا کرے گا۔ جمعہ کی سنتوں کی طرح ان کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے اور جمعہ کی سنتیں چونکہ جمعہ کے تابع ہیں' لہٰذا اس کے ساتھ شامل کر لی جائیں گی' اگر کوئی شخص جامع مسجد میں ٹھہر جاتا ہے' تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جامع مسجد بھی اعتکاف کی جگہ ہے' البتہ آدمی کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ وہ اس مسجد میں اعتکاف کو پورا کرے' جہاں اس نے اپنے اوپر اعتکاف کو لازم قرار دیا تھا۔ کسی ضرورت کے بغیر دو مسجدوں میں اعتکاف کو پورا نہیں کیا جانا چاہیے۔

اگر کوئی شخص کسی عذر کے بغیر گھڑی بھر کے لیے بھی مسجد سے باہر آجاتا ہے' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا' کیونکہ اعتکاف کے منافی چیز پائی جارہی ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے' جبکہ صاحبین یہ کہتے ہیں' کہ اس کا اعتکاف اس وقت تک نہیں ٹوٹے گا' جب تک وہ نصف دن سے زیادہ حصہ مسجد سے باہر نہیں رہتا اور استحسان کا تقاضا بھی یہی ہے' چونکہ تھوڑی دیر کے لیے نکلنے کی تو ضرورت کسی وقت بھی پیش آسکتی ہے' جہاں تک کھانے پینے یا سونے کا تعلق ہے' تو آدمی اپنی

اعتکاف کی جگہ میں ہی ایسا کرے گا۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ صرف مسجد میں ہی آرام فرمایا کرتے تھے اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں ہی قضائے حاجت کرسکتا ہو تو اُسے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے معتکف سے متعلق بعض دیگر احکام بھی بیان کیے لیکن ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔



378- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْوَسْطَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتّٰى اِذَا كَانَ لَيْلَةُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِىْ يَخْرُجُ فِيْهَا مِنْ اِعْتِكَافِهٖ قَالَ مَنْ كَانَ اِعْتَكَفَ مَعِىْ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ وَقَدْ رَأَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا وَ قَدْ رَاَيْتُنِىْ مِنْ صُبْحِهَا اَسْجُدُ فِىْ مَآءٍ وَّ طِيْنٍ فَالْتَمِسُوْهَا فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْهَا فِىْ كُلِّ وِتْرٍ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَمَطَرَتِ السَّمَآءُ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ سَقْفُهٗ عَرِيْشًا فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَبْصَرَتْ عَيْنَاىَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ وَ عَلٰى جَبْهَتِهٖ وَاَنْفِهٖ اَثَرُ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صُبْحِ لَيْلَةِ اِحْدٰى وَ عِشْرِيْنَ۔

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رمضان کے درمیانی مہینے میں اعتکاف کیا کرتے تھے ایک سال آپ نے اسی طرح اعتکاف کیا جب اکیسویں رات ہوئی تو یہ وہ رات تھی کہ جب آپ نے اعتکاف گاہ سے باہر تشریف لانا تھا اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا: جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہتا ہو وہ آخری عشرے میں بھی میرے ساتھ اعتکاف

حديث 378: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الاعتكاف' باب ما جاء في ليلة القدر - حديث: 694اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الأذان' أبواب صفة الصلاة - باب السجود على الأنف' حديث: 792اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الصيام' باب فضل ليلة القدر - حديث: 2067اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب تفريع أبواب شهر رمضان - باب فيمن قال : ليلة إحدى وعشرين' حديث: 1188اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الصيام' باب في ليلة القدر - حديث: 1762اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب السهو' باب ترك مسح الجبهة بعد التسليم - حديث: 1344اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الصيام' باب ليلة القدر - حديث: 7429اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الصيام' ما قالوا في ليلة القدر واختلافهم فيها - حديث: 9386اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، العمل في افتتاح الصلاة' ترك مسح الجبهة بعد التسليم - حديث: 1256اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب الطلاق' باب الرجل يقول لامرأته أنت طالق ليلة القدر متى يقع الطلاق - حديث: 2984ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' جماع أبواب ما يجوز من العمل في الصلاة - باب : لا يمسح وجهه من التراب في الصلاة حتى يسلم' حديث: 3307اخرجه احمد في "مسنده"، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه - حديث: 10865اخرجه الطيالسي في "مسنده"، أحاديث النساء' ما روى أبو سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم - وأبو سلمة عن أبي سعيد' حديث: 2287مسند الحميدي - أحاديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه' حديث: 732اخرجه ابويعلى في "مسنده"، من مسند أبي سعيد الخدري' حديث: 1038اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الصوم' باب الاعتكاف وليلة القدر - ذكر الخبر الدال على أن ليلة القدر تنتقل في العشر الأواخر' حديث: 3747اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب الصيام' جماع أبواب الاعتكاف - باب وقت خروج المعتكف من معتكفه' حديث: 2082

کرے کیونکہ میں نے اس رات (یعنی شب قدر) کے بارے میں دیکھا تھا' پھر یہ بات مجھے بھلا دی گئی لیکن مجھے اپنے بارے میں یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اس رات کی صبح میں پانی اور مٹی یعنی کیچڑ میں سجدہ کیا تھا تو تم اسے آخری عشرے میں تلاش کرنا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اسی رات بارش ہوگئی' مسجد کی چھت کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اس میں سے پانی ٹپکنے لگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی دونوں آنکھوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک اور ناک مبارک کے اوپر پانی اور مٹی کا نشان موجود تھا' یہ اکیسویں رات کی صبح کی بات ہے۔

379-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ سَاَلْتُ ابْنَ شِهَابِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّجُلِ الْمُعْتَكِفِ يَذْهَبُ لِحَاجَةٍ تَحْتَ سَقْفٍ قَالَ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ لِلْمُعْتَكِفِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقْضِيَ الْحَاجَةَ مِنَ الْغَائِطِ اَوِ الْبَوْلِ اَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ اَوْ اَنْ يَّمُرَّ تَحْتَ السَّقْفِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن شہاب زہری سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو اعتکاف کی حالت میں ہوتا ہے' کیا وہ قضائے حاجت کے لیے چھت کے نیچے (کہیں) جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اعتکاف کرنے والے شخص کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر اس نے قضائے حاجت کرنی ہو' یعنی پیشاب یا پاخانہ کرنا ہو' تو وہ اپنے گھر جا سکتا ہے' یا چھت کے نیچے چل سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



كِتَابُ الْحَجِّ

حج کا بیان

بَابُ الْمَوَاقِيْتُ

باب ۱: مواقیت (کے احکام)

380–اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَّوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ وَ يُهِلُّ اَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَ يُهِلُّ اَهْلُ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ وَ يَزْعَمُوْنَ اَنَّهٗ قَالَ وَ يُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَم .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں گے اہل شام جحفہ سے احرام باندھیں گے اہل نجد قرن سے احرام باندھیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لوگوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں گے۔

•••——•••——•••

شرح: حج کا لغوی معنی کسی چیز کا ارادہ کرنا ہے اور اس کا شرعی مطلب مخصوص مقامات کی زیارت کرنا اور وہاں مخصوص افعال سرانجام دینا ہے۔

حديث 380: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الحج' باب مواقيت الإهلال " - حديث: 725 اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب العلم' باب ذكر العلم والفتيا فى المسجد - حديث: 132 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب الحج' باب مواقيت الحج والعمرة - حديث: 2102 اخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه"، كتاب المناسك' باب كراهية الإحرام وراء المواقيت التى وقت النبى صلى الله عليه - حديث: 2416 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الحج' باب مواقيت الحج - ذكر الأمر لمن أراد الحج أو العمرة أن يحرم من المواقيت' حديث: 3819 اخرجه ابن ماجة فى "سننه"، كتاب المناسك' باب مواقيت أهل الآفاق - حديث: 2912 اخرجه الترمذى فى "سننه"، أبواب الحج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فى مواقيت الإحرام لأهل الآفاق' حديث: 795 اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب مناسك الحج' المواقيت ميقات أهل المدينة - حديث: 2616 اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، كتاب الحج' فى مواقيت الحج - حديث: 17116 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' المواقيت - ميقات أهل نجد' حديث: 3511 اخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار"، كتاب مناسك الحج' باب المواقيت التى ينبغى لمن أراد الإحرام أن لا يتجاوزها - حديث: 2255 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، جماع أبواب المواقيت - باب ميقات أهل المدينة , والشام , ونجد واليمن' حديث: 8368

لفظ مواقیت لفظ میقات کی جمع ہے یعنی وہ جگہ جہاں سے احرام باندھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے ایک قول کے مطابق سات میل کے فاصلے پر ہے اور ایک قول کے مطابق چار میل کے فاصلے پر ہے۔

روایت میں جہاں اہلِ شام کا تذکرہ ہے ایک روایت کے مطابق وہاں شام کے ساتھ مصر کا تذکرہ بھی ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اس میں اہلِ مغرب (یعنی مراکش کے رہنے والوں) کا تذکرہ بھی ہے۔ آج کل اہل مصر رابغ سے احرام باندھتے ہیں جو جحفہ کے قریب ایک جگہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جحفہ میں وبائی امراض بہت زیادہ پائے جاتے ہیں وہاں جو شخص بھی پڑاؤ کرتا ہے اُسے بخار ہو جاتا ہے یہ بات امام زرقانی نے نقل کی ہے۔

جحفہ کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہ ایک بڑی بستی ہے جو آباد ہے یہ مدینہ منورہ کے راستے میں سات مراحل کے فاصلے پر ہے اور مکہ مکرمہ سے تین مرحلوں کے فاصلے پر ہے یہ حجر کی بستی ہے اس کے اور حجر کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے۔

اہل نجد کی طرح اہل طائف اور ان کے آس پاس کے مشرقی علاقوں کے لوگ بھی قرن سے ہی احرام باندھیں گے۔ نجد کا مطلب کسی چیز کا بلند ہونا ہے اور یہ لفظ دس مقامات کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں اس سے مراد تہامہ کا بالائی حصہ یمن تہامہ کا زیریں حصہ شام اور عراق شامل ہیں یہ بات امام زرقانی نے بیان کی ہے امام زرقانی نے یہ بات بیان کی ہے کہ قرن ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ کے مشرقی سمت میں دو مرحلوں کے فاصلے پر ہے۔

یلملم مکہ مکرمہ سے دو مرحلوں کے فاصلے پر ہے قاضی عیاض نے شرح مسلم میں یہ بات تحریر کی ہے یہ تہامہ کا ایک پہاڑ ہے۔

اسی روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابن دینار کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں اس بات کا اضافہ نقل کیا ہے پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عراق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ان دنوں عراق تو ہوتا ہی نہیں تھا۔

جبکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ایک شخص نے ان سے دریافت کیا: عراق کا میقات کہاں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان دنوں عراق ہوتا ہی نہیں تھا۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات نقل کی ہے: ذاتِ عرق کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر نہیں کیا کیونکہ ان دنوں اس علاقے کے لوگ مسلمان نہیں تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے "المدونہ" میں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے "الام" میں یہ بات تحریر ہے کہ ذاتِ عرق کا اہلِ عراق کے لیے میقات ہونا نص سے ثابت نہیں ہے اس پر بعد میں اتفاق کیا گیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قطعیت کے ساتھ اس بات کی تائید کی ہے۔

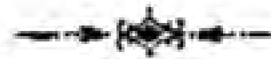
بخاری کی اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ عراق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ذاتِ عرق کو میقات مقرر کر دیا۔

احناف' حنابلہ' جمہور شوافع کے نزدیک اس بارے میں نص موجود ہے' کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: اہلِ عراق کا میقات ذاتِ عرق ہے' البتہ اس روایت کے ''مرفوع'' ہونے کے بارے میں شک پایا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور وہاں اس کے ''مرفوع'' ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ عراق کے لیے ذاتِ عرق کو میقات مقرر کیا تھا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں' کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ احادیث میں اس کی اصل موجود ہے۔



381-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَنْ يُّهِلُّوْا مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ وَاَهْلَ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَاَهْلَ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثُ فَسَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُخْبِرْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَمَّا اَهْلُ الْيَمَنِ فَيُهِلُّوْنَ مِنْ يَلَمْلَمَ .

✧✧ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں' اہل شام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ جحفہ سے احرام باندھیں' اہل نجد کو قرن سے احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ تین مقامات کا تذکرہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے' تاہم مجھے یہ بات بتائی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں گے۔

382-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَحْرَمَ مِنَ الْفُرْعِ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ''فرع'' کے مقام سے احرام باندھا تھا۔



شرح: اس روایت میں ذکر ہونے والے مقام ''فرع'' سے مراد مدینہ منورہ کے قریب کی ایک بستی ہے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میقات کے مقام سے گزر گئے تھے' اُن کا ارادہ احرام باندھنے کا نہیں تھا' پھر انہیں مناسب لگا' تو انہوں نے وہاں سے احرام باندھ لیا یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مکہ یا کسی علاقے سے فرع تک آئے ہوں اور پھر انہوں نے وہاں سے احرام باندھنا مناسب سمجھا ہو اور باندھ لیا ہو' جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان

کی ہے' کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے خود مواقیت کے بارے میں روایات نقل کی ہیں تو یہ بات ناممکن ہے کہ وہ خود ان روایات کا علم رکھنے کے باوجود میقات کے مخصوص مقام سے احرام باندھے بغیر گزر جائیں اور کوئی ایسا طرز عمل اختیار کریں جس کے نتیجے میں ان پر دم دینا واجب ہو جائے۔

383- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِي الثِّقَةُ عِنْدِيْ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَحْرَمَ مِنْ اِيْلِيَاءَ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ هٰذِهٖ مَوَاقِيْتُ وَقَّتَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يُّجَاوِزَهَا اِذَا اَرَادَ حَجًّا اَوْ عُمْرَةً اِلَّا مُحْرِمًا فَاَمَّا اِحْرَامُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مِنَ الْفُرْعِ وَ هُوَ دُوْنَ ذِي الْحُلَيْفَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَاِنَّ اَمَامَهَا وَقْتٌ اٰخِرُ وَهُوَ الْجُحْفَةُ وَقَدْ رُخِّصَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ يُّحْرِمُوْا مِنَ الْجُحْفَةِ لِاَنَّهَا وَقْتٌ مِّنَ الْمَوَاقِيْتِ بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَمْتِعَ بِثِيَابِهٖ اِلَى الْجُحْفَةِ فَلْيَفْعَلْ .

اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ يُوْسُفَ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: مجھے ایک مستند راوی نے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ ایلیاء سے احرام باندھا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ وہ مواقیت ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے' کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ جب وہ حج یا عمرہ کے لیے جا رہا ہو' تو حالت احرام کے بغیر ان مقامات سے گزر جائے۔

جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرع سے احرام باندھنے کا تعلق ہے' تو یہ جگہ مکہ کی طرف ذوالحلیفہ سے پہلے آتی ہے' اور اس سے آگے ایک اور میقات بھی ہے' جو جحفہ ہے۔

اہل مدینہ کے لیے اس بات کی بھی اجازت ہے کہ وہ جحفہ سے احرام باندھ سکتے ہیں کیونکہ جحفہ بھی ایک میقات ہے۔

ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات پتہ چلی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جحفہ تک اپنے کپڑے پہنے رکھنا چاہتا ہو' وہ ایسا کر سکتا ہے''۔

یہ روایت امام ابو یوسف نے اسحاق بن راشد کے حوالے سے امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

•••———•••———•••

شرح: ان روایات کی بنیاد پر جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ مواقیت (کے باہر کے رہنے والے لوگوں کے لیے مکہ کی طرف جاتے ہوئے) میقات کو احرام باندھے بغیر عبور کرنا جائز نہیں ہے' البتہ شوافع کے نزدیک احرام باندھنے کا یہ حکم اس شخص کے

ساتھ خاص ہے' جو حج یا عمرہ کرنا چاہتا ہے' جبکہ ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ حکم عام ہے۔

عطاء بن ابی رباح اور ابراہیم نخعی کے نزدیک میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں: ایسے شخص کا حج درست نہیں ہوگا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' کہ جو شخص احرام باندھے بغیر میقات سے گزر جاتا ہے وہ واپس میقات تک جائے گا' اگر وہ واپس نہیں جاتا اور حج مکمل کر لیتا ہے' تو پھر بعد میں وہ میقات تک واپس جائے گا اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھ کے آئے گا۔

تاہم یہ آخری تین اقوال شاذ اور ضعیف ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يُحْرِمُ فِيْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ وَحَيْثُ يَنْبَعِثُ بِهٖ بَعِيْرُهٗ

باب 2: نماز ادا کرنے کے بعد جب آدمی کا اونٹ (سفر کے لیے) کھڑا ہو جائے' اس وقت احرام باندھنا (یعنی تلبیہ کہنا)

384-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَاِذَا انْبَعَثَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ اَحْرَمَ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں نماز ادا کی' پھر جب اُن کی سواری کھڑی ہوئی تو انہوں نے تلبیہ پڑھنا شروع کیا۔

شرح: یہاں باب میں استعمال ہونے والے لفظ "یحرم" سے مراد نیت کی تجدید کرنا اور تلبیہ شروع کرنا ہے' کیونکہ حالتِ احرام والے شخص کے لیے یہ بات زیادہ فضیلت رکھتی ہے کہ وہ احرام سے پہلے کی سنت نماز ادا کرنے کے بعد تلبیہ پڑھنا شروع کرے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔

385-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ بَيْدَآئُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ تَكْذِبُوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا وَ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ يُحْرِمُ الرَّجُلُ اِنْ شَآءَ فِيْ دُبُرِ صَلَاتِهٖ وَاِنْ شَآءَ حِيْنَ يَنْبَعِثُ بِهٖ بَعِيْرُهٗ وَ كُلٌّ حَسَنٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ سالم بن عبداللہ' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ یہ "بیداء" ہے جس کے بارے میں تم نے نبی

اکرم ... صرف غلط بات منسوب کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ذوالحلیفہ میں موجود مسجد کے پاس سے تلبیہ پڑھنا شروع کیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

احرام باندھنے والا شخص اگر چاہے تو نماز کے بعد احرام باندھے (یعنی اس وقت تلبیہ پڑھنا شروع کرے) اگر چاہے تو اس وقت جب اُس کا اونٹ کھڑا ہو جائے۔

یہ دونوں طریقے ٹھیک ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ

باب 3: تلبیہ کا بیان

386-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ تَلْبِيَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَزِيْدُ فِيْهَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ التَّلْبِيَةُ هِيَ التَّلْبِيَةُ الْاُوْلَى الَّتِىْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا زِدْتَّ فَهُوَ حَسَنٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں: ''میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہے اور بادشاہی بھی تیرا کوئی شریک نہیں ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا کرتے تھے:

''میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں سعادت اور بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے اور ہر طرح کی اُمید تجھی سے وابستہ کی جاسکتی ہے اور ہر عمل کو تیری بارگاہ میں پیش کیا جاسکتا ہے''۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم تلبیہ کے ان الفاظ کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یعنی وہ تلبیہ جو پہلے ذکر کیا گیا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے روایت کیا گیا ہے۔

ان الفاظ میں آپ جو اضافہ کرتے ہیں وہ بہتر ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: تلبیہ کا مطلب ہے: کسی کی پکار کے جواب میں لبیک (میں حاضر ہوں) کہنا ہے علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بات ذکر کی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا:

''لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کردو''۔

تو حاجی شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کے جواب میں یہ کہتا ہے: ''لبیک' میں حاضر ہوں''۔

ملا علی قاری نے یہ بات بیان کی ہے: تلبیہ کے آغاز میں دو مرتبہ لبیک کہنا تاکید کے لیے ہے' یا یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک دنیا کے لیے ہو اور دوسرا آخرت کے لیے ہو یا اس میں تکرار دو حالتوں کے اعتبار سے ہو' جن میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے خوشحالی اور غربت ہے' نفع اور نقصان ہے' بھلائی اور برائی ہے' یا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ ان میں سے ایک صورتِ حال عالمِ ارواح میں پائی گئی تھی اور دوسری عالمِ دنیا میں پائی گئی ہے۔

روایت کے یہ الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ روایات میں مذکور تلبیہ کے الفاظ میں کمی کرنا درست نہیں ہے' اکثر متاخرین نے اس کی صراحت کی ہے' انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ تلبیہ کے الفاظ میں اس سے زیادہ کمی نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے' تاہم صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت اس کے برخلاف ہے' کیونکہ اس میں تلبیہ کے الفاظ کم ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ''فحسن'' کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے: اس میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ منقول روایات میں تلبیہ کے الفاظ کی جو حد بندی ہے' وہ لازمی طور پر نہیں ہے کہ اس پر اضافہ کرنا جائز ہی نہ ہو' یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ تلبیہ کے ان الفاظ میں اضافہ کر دیا کرتے تھے' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایات نقل کی ہیں۔

تلبیہ کے الفاظ میں اضافہ کرنے والوں میں ایک شخصیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے' کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں یہ روایت نقل کی ہے کہ سالم اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں' کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ان الفاظ میں تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے: ''لبیک''۔

تلبیہ کے الفاظ نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلبیہ کے یہ الفاظ پڑھتے ہوئے سنا ہے' وہ اس میں ان الفاظ کا اضافہ کرتے تھے:

''میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں' سعادت تیری طرف سے ہی نصیب ہو سکتی ہے اور بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے اور رغبت تیری طرف ہی کی جا سکتی ہے اور عمل تیری طرف لوٹتا ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تلبیہ کے الفاظ کچھ مختلف نقل کیے ہیں' اسی طرح سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اسود بن یزید کے حوالے سے تلبیہ کے الفاظ مختلف نقل کیے ہیں۔

جبکہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ' ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ

الفاظ مختلف نقل کیے ہیں۔

امام محمد کے یہ الفاظ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: سفیان ثوری اور امام اوزاعی نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' یہ بات امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

''فتح الباری'' میں علامہ ابن عبدالبر کے حوالے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ تلبیہ کے الفاظ میں اضافہ کرنا مکروہ ہے' اہلِ عراق نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی یہی بات نقل کی ہے' یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قدیم رائے یہی تھی' لیکن بعد میں انہوں نے اسے مکروہ قرار نہیں دیا بلکہ مستحب قرار دیا ہے۔

بَابُ مَتٰى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ

باب 4، تلبیہ پڑھنا کب موقوف کیا جائے؟

387- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ اَبِىْ بَكْرِ الثَّقَفِىُّ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَّهُمَا غَادِيَانِ اِلٰى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ كَانَ يُهِلُّ الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَ يُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ.

✧✧ محمد بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' یہ دونوں حضرات عرفہ کی طرف جا رہے تھے (سوال یہ تھا:) آپ لوگ اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کوئی شخص تلبیہ پڑھا کرتا تھا تو اس کا انکار نہیں کیا جاتا تھا' کوئی شخص تکبیر پڑھ لیا کرتا تھا تو اس کا بھی انکار نہیں کیا جاتا تھا۔

شرح: اس باب کا مطلب یہ ہے کہ حج یا عمرہ کرنے والا شخص اپنے حج اور عمرے کے دوران کب تک تلبیہ پڑھتا رہے گا اور کس موقع کے بعد تلبیہ پڑھنا درست نہیں ہوگا؟

اس مسئلے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ذکر کر دیا ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حج کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ تلبیہ پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ عرفہ کے دن سورج ڈھل جاتا تو وہ تلبیہ پڑھنا موقوف کر دیتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: مدینہ منورہ کے اہلِ علم مسلسل اسی طریقے پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور فقہاء کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے۔

جمہور یہ کہتے ہیں' کہ آدمی اس وقت تک تلبیہ پڑھتا رہے گا' جب تک وہ جمرہ عقبہ کی رمی نہیں کر لیتا' اس کی دلیل صحیحین میں موجود حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ روایت ہے:

''نبی اکرم ﷺ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ جمرہ تک پہنچ گئے''۔

پھر اس کے بعد ان علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' احناف سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ آدمی جیسے ہی پہلی کنکری پھینکے گا' تو تلبیہ پڑھنا موقوف کر دے گا' کیونکہ روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ جمرہ تک پہنچ گئے''۔

جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آدمی اس وقت تک تلبیہ پڑھتا رہے گا' جب تک رمی کر کے فارغ نہیں ہو جاتا' اس کی دلیل امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ تلبیہ پڑھتے رہے' یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ کی رمی کر لی''۔

شرح زرقانی میں اسی طرح تحریر ہے۔



388-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ رَاَيْتُ النَّاسَ يَفْعَلُوْنَهٗ فَاَمَّا نَحْنُ فَنُكَبِّرُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ بِذٰلِكَ نَاْخُذُ عَلٰى اَنَّ التَّلْبِيَةَ هِيَ الْوَاجِبَةُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اِلَّا اَنَّ التَّكْبِيْرَ لَا يُنْكَرُ عَلٰى حَالٍ مِّنَ الْحَالَاتِ وَالتَّلْبِيَةُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ تَكُوْنَ اِلَّا فِيْ مَوْضِعِهَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے لوگوں کو (تلبیہ اور تکبیر) دونوں کہتے ہوئے دیکھا ہے' البتہ ہم لوگ تکبیر کہتے ہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' تلبیہ پڑھنا اُس دن لازم ہے' البتہ تکبیر کہنے کا انکار کسی بھی حالت میں نہیں کی جا سکتا' جبکہ تلبیہ صرف مخصوص مقام پر پڑھا جاتا ہے۔

389-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَدَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْحَجِّ اِذَا انْتَهٰى اِلَى الْحَرَمِ حَتّٰى يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَغْدُوَ مِنْ مِّنًى اِلٰى عَرَفَةَ فَاِذَا غَدَا تَرَكَ التَّلْبِيَةَ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیتے تھے' جب وہ حرم کی حدود تک پہنچ جاتے تھے پھر وہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے' صفا اور مروہ کی سعی کرتے تھے' اُس کے بعد تلبیہ پڑھنا شروع کرتے تھے' یہاں تک کہ وہ منٰی سے عرفہ واپس چلے جاتے تھے' پھر جب وہ وہاں سے روانہ ہوتے تھے' تو تلبیہ پڑھنا پھر ترک کر دیتے تھے۔

390-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَتْرُكُ التَّلْبِيَةَ اِذَا رَاحَتْ اِلَى الْمَوْقِفِ

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب میدانِ عرفات کی طرف روانہ ہوتی تھیں تو تلبیہ پڑھنا ترک کر دیتی تھی۔

391- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ اَبِیْ عَلْقَمَةَ اَنَّ اُمَّهُ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَنْزِلُ بِعَرَفَةَ بِنَمِرَةَ ثُمَّ تَحَوَّلَتْ فَنَزَلَتْ فِی الْاَرَاكِ فَكَانَتْ عَائِشَةُ تُهِلُّ مَا كَانَتْ فِیْ مَنْزِلِهَا وَ مَنْ كَانَ مَعَهَا فَاِذَا رَكِبَتْ تَوَجَّهَتْ اِلَی الْمَوْقِفِ تَرَكَتِ الْاِهْلَالَ وَ كَانَتْ تُقِيْمُ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْحَجِّ فَاِذَا كَانَ قَبْلَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ خَرَجَتْ حَتّٰی تَاْتِیَ الْجُحْفَةَ فَتُقِيْمُ بِهَا حَتّٰی تَرَی الْهِلَالَ فَاِذَا رَاَتِ الْهِلَالَ اَهَلَّتْ بِالْعُمْرَةِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ مَنْ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ اَوْ قَرَنَ لَبّٰی حَتّٰی يَرْمِیَ الْجَمْرَةَ بِاَوَّلِ حَصَاةٍ رَمٰی يَوْمَ النَّحْرِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ مُفْرَدَةٍ لَبّٰی حَتّٰی يَسْتَلِمَ الرُّكْنَ لِلطَّوَافِ بِذٰلِكَ جَآءَتِ الْاٰثَارُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ غَيْرِهٖ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا ۔

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ میدانِ عرفات میں نمرہ کے مقام پر پڑاؤ کرتی تھیں' پھر وہاں سے روانہ ہوکر اراک کے مقام پر پڑاؤ کرتی تھیں' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب اپنی رہائش گاہ میں ہوتی تھیں تو وہ اوران کے ساتھ والے لوگ تلبیہ پڑھا کرتے تھے' پھر جب وہ سوار ہوکر عرفات کی طرف جاتی تھیں تو تلبیہ پڑھنا ترک کردیتی تھیں' یہاں تک کہ وہ حج کرلینے کے بعد مکہ میں ٹھہر جاتی تھیں' پھر محرم کا چاند نظر آنے سے پہلے وہ مکہ سے روانہ ہوجاتی تھی اور جحفہ آجاتی تھیں' وہ وہاں قیام کرتی تھیں اور وہیں پہلی کا چاند نظر آجاتا تھا' جب وہ پہلی کا چاند دیکھ لیتی تھی' تو پھر عمرے کے احرام باندھ لیتی تھیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص حج مفرد یا حج قران کا احرام باندھے' وہ تلبیہ پڑھتا رہے گا یہاں تک کہ جب وہ جمرہ کو پہلی کنکری مارے گا' اُس دن جس دن قربانی کے دن کنکریاں ماری جاتی ہیں' تو اس وقت تلبیہ پڑھنا ختم ہوگا۔

جو شخص عمرے کا احرام باندھتا ہے وہ اُس وقت تک تلبیہ پڑھتا رہے گا' جب تک وہ طواف کے لیے رکن کا استلام نہیں کرتا۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات سے بھی روایات منقول ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ

باب 5: بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا

392- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ اَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ خَلَّادَ بْنَ السَّائِبِ الْاَنْصَارِیَّ ثُمَّ مِنْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِیْ وَمَنْ مَّعِیَ اَنْ يَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ بِالتَّلْبِيَةِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ اَفْضَلُ مِنْ اِخْفَاضِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا ۔

خلاد بن سائب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: میں اپنے ساتھیوں اور اپنے ساتھ موجود لوگوں سے یہ کہوں کہ وہ بلند آواز میں تلبیہ پڑھا کریں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے: بلند آواز میں تلبیہ پڑھنے کا حکم مردوں کے لیے ہے خواتین کے لیے نہیں ہے کیونکہ ان کی آواز کا بھی پردہ ہوتا ہے اور ضرورت کے علاوہ اسے بلند کرنا درست نہیں ہے۔ روایت کے یہ الفاظ کہ میں اپنے اصحاب کو یہ ہدایت کروں کہ وہ بلند آواز میں تلبیہ پڑھیں اس کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: جمہور کے نزدیک بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا مستحب ہے البتہ اہل ظاہر کے نزدیک بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔

بَابُ الْقِرَانُ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب 6: حج اور عمرے کو ملا کر کرنا

393- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلِ الْاَسَدِيُّ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ كَانَ مِنْ اَصْحَابِهٖ مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَّ مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنْهُمْ مَّنْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَحَلَّ مَنْ كَانَ اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ . وَاَمَّا مَنْ كَانَ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَلَمْ يَحِلُّوْا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ.

حديث 392: اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب المناسك' باب كيف التلبية - حديث: 1561 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الحج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في رفع الصوت بالتلبية' حديث: 793 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب المناسك' باب رفع الصوت - حديث: 2920 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحج' باب الإحرام - ذكر الإخبار عما يستحب للحاج والمعتمر من رفع الصوت بالتلبية' حديث: 3864 اخرجه الحاكم في "المستدرك"، أول كتاب المناسك' حديث: 1591 اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 5052 اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الحج' باب المواقيت - حديث: 2195 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، جماع أبواب الإحرام والتلبية - باب رفع الصوت بالتلبية' حديث: 8464 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند المدنيين' حديث : السائب بن خلاد أبو سهلة - حديث: 16262 مسند الحميدي - حديث السائب بن خلاد الأنصاري رضي الله عنه' حديث: 824 المعجم الكبير للطبراني - من اسمه السائب' السائب بن خلاد بن سويد بن ثعلبة الأنصاري - حديث: 6477

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا تھا اور بعض نے عمرے کا احرام باندھا تھا' بعض حضرات نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا تو جن صاحبان نے عمرے کا احرام باندھا تھا' انہوں نے احرام کھول دیا تھا اور جن صاحبان نے حج کا یا حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا' انہوں نے (عمرہ کرنے کے بعد) احرام نہیں کھولا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: حج کی تین قسمیں ہیں: حج قران یعنی آدمی حج اور عمرے دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھ لے' مکہ آ کر پہلے عمرہ کرے پھر اس کے بعد حج کرے اور حج کرنے کے بعد احرام کھولے۔

حج افراد یعنی کوئی شخص صرف حج کا احرام باندھے اور حج کے ارکان مکمل کرنے کے بعد وہ احرام کھول دے۔

حج کی تیسری قسم حج تمتع ہے' یعنی کوئی شخص عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ چلا جائے' عمرہ کرنے کے بعد وہ احرام کھول دے اور پھر ترویہ کے دن وہ حج کا احرام باندھ لے۔

احناف کے نزدیک حج قران افضل ہے' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خود حج قران کیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں دو عبادات اکٹھی ہو جاتی ہیں' یعنی عمرہ اور حج ایک ساتھ ہو جاتے ہیں۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج افراد افضل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج تمتع افضل ہے۔

یہاں اس نکتے کی وضاحت فائدہ سے خالی نہیں ہوگی کہ محدثین میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو حج کیا تھا وہ حج قران تھا یا نہیں تھا' حافظ ابن القیم کتاب ''زاد المعاد'' میں اکیس روایات ایسی نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حج قران کیا تھا۔

394- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ فِي الْفِتْنَةِ مُعْتَمِرًا وَقَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَ سَارَ حَتّٰى اِذَا ظَهَرَ عَلٰى ظَهْرِ الْبَيْدَاءِ اِلْتَفَتَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَ قَالَ مَا اَمْرُهُمَا اِلَّا وَاحِدًا اُشْهِدُكُمْ اَنِّىْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا جَآءَ الْبَيْتَ طَافَ بِهٖ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا سَبْعًا لَّمْ يَزِدْ عَلَيْهِ وَرَاٰى ذٰلِكَ مُجْزِيًا عَنْهُ وَاَهْدٰى .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: فتنے کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے' انہوں نے فرمایا: اگر مجھے بیت اللہ تک نہ پہنچنے دیا گیا تو میں وہی کام کروں گا' جو ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیا تھا' پھر وہ وہاں سے

روانہ ہوئے اور انہوں نے عمرے کا احرام باندھا' وہ سفر کرتے رہے' یہاں تک کہ وہ اپنی سواری پر سوار رہ ... کے مقام تک پہنچ گئے' پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف توجہ کی اور بولے: ان دونوں (یعنی حج اور عمرہ دونوں) کا معاملہ ... میں تم لوگوں کو گواہ بنا رہا ہوں کہ میں نے عمرے کے ساتھ حج بھی اپنے اوپر لازم کر لیا ہے' پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بیت اللہ تک آ گئے' انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا' صفا اور مروہ کے درمیان سات سات چکر لگائے' اس کے علاوہ انہوں نے کوئی عمل نہیں کیا۔

وہ یہ سمجھتے تھے کہ اُن کے لیے یہی کافی ہے' بعد میں انہوں نے قربانی کا جانور ذبح کیا۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ حج قران کرنے والا شخص ایک ہی مرتبہ طواف کرے گا اور ایک ہی مرتبہ سعی کرے گا' البتہ احناف اور اہل کوفہ کے نزدیک حج قران کرنے والے شخص پر دو مرتبہ طواف کرنا اور دو مرتبہ سعی کرنا لازم ہے' احناف نے مذکورہ بالا روایات کی یہ تاویل پیش کی ہے کہ انہوں نے حج اور عمرہ میں سے ہر ایک کے لیے ایک مرتبہ طواف کیا۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں یہ بات بیان کی ہے کہ عطاء بن ابی رباح' حسن بصری اور طاؤس کا یہ مذہب ہے کہ حج قران کرنے والا شخص ایک ہی مرتبہ طواف کرے گا۔

مجاہد' جابر بن زید' قاضی شریح' امام شعبی' ابراہیم نخعی' امام اوزاعی' ابن ابی لیلیٰ اور دیگر حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ حج قران کرنے والے شخص پر دو مرتبہ طواف کرنا اور دو مرتبہ سعی کرنا لازم ہے۔ اسی طرح کی روایت حضرت علی' حضرت عمر' حضرت امام حسن' حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے احناف کے مذہب کی دلیل پیش کرتے ہوئے اپنی سند کے ساتھ ابونصر کا یہ قول نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حج کا احرام باندھ لیا' میری ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی' میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھ لیا ہے' تو کیا میں اس کے ساتھ عمرے کو شامل کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں! اگر تم نے عمرے کا احرام باندھا ہوا ہوتا اور پھر تم اس کے ساتھ حج کو شامل کرنا چاہتے تو حج کو اس کے ساتھ ملا سکتے تھے۔ میں نے عرض کی کہ اگر میں یہ ارادہ کروں تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے اوپر پانی کا ایک برتن بہاؤ اور پھر ان دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ لو' پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے' ایک مرتبہ طواف کرنا۔

اسی طرح زیاد بن مالک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے: یہ دونوں حضرات یہ فرماتے ہیں' کہ حج قران کرنے والا شخص دو مرتبہ طواف کرے گا اور دو مرتبہ سعی کرے گا۔

جبکہ حج قران کرنے والے کے لیے ایک طواف کافی ہونے کا مسلک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا ہے۔

395- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ ابْنُ يَسَارِ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ وَ دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَبْلَ يَوْمِ

التَّرْوِيَةِ بِيَوْمَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ وَّ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ ثَائِرُ الرَّاْسِ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِنِّيْ ضَفَّرْتُ رَاْسِيْ وَاَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ مُّفْرِدَةٍ فَمَا ذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ كُنْتُ مَعَكَ حِيْنَ اَحْرَمْتَ لَا مَرْتُكَ اَنْ تُهِلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا فَاِذَا قَدِمْتَ طُفْتَ بِالْبَيْتِ وَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكُنْتَ عَلٰى اِحْرَامِكَ لَا تَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى تَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا يَوْمَ النَّحْرِ وَ تَنْحَرَ هَدْيَكَ وَ قَالَ لَهُ اِبْنُ عُمَرَ خُذْ مَا تَطَايَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَاهْدِ فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِي الْبَيْتِ وَمَا هَدْيُهُ يَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ هَدْيُهُ ثَلٰثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ هَدْيُهُ قَالَ ثُمَّ سَكَتَ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى اِذَا اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ لَمْ اَجِدْ اِلَّا شَاةً لَّكَانَ اُرٰى اَنْ اَذْبَحَهَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَصُوْمَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ الْقِرَانُ اَفْضَلُ كَمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَاِذَا كَانَتِ الْعُمْرَةُ وَ قَدْ حَضَرَ الْحَجُّ فَطَافَ لَهَا وَ سَعٰى فَلْيُقَصِّرْ ثُمَّ لِيُحْرِمْ بِالْحَجِّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ حَلَقَ وَ شَاةٌ تُجْزِيْهِ كَمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ صدقہ بن یسار بیان کرتے ہیں: تلبیہ کے دن سے پہلے ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ تلبیہ سے دو یا تین دن پہلے کی بات ہے کچھ لوگ اُن کے پاس آئے اور اُن سے مسائل دریافت کرنے لگے یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جو بکھرے ہوئے بالوں کا مالک تھا وہ ان کے پاس آیا اور بولا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے اپنے بالوں کی مینڈھیاں بنالی ہیں اور صرف عمرے کا احرام باندھا ہے تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم نے احرام باندھا تھا اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو میں تمہیں یہ مشورہ دیتا کہ تم حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھو پھر جب تم آتے تو بیت اللہ کا طوف کر لیتے صفا اور مروہ کی سعی کر لیتے اپنے احرام میں برقرار رہتے تم احرام نہ کھولتے یہاں تک کہ دونوں کا احرام ایک ہی دن یعنی قربانی کے دن کھولتے تم اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کرتے۔

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: تم اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو کاٹ دو اور اس کی جگہ جانور قربان کر دو تو گھر میں موجود ایک خاتون نے ان سے دریافت کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! اس کی ہدی کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اس کی ہدی ہوگی اس عورت نے تین مرتبہ یہ سوال کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی جواب دیا کہ ہدی ہوگی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے جب ہم وہاں سے نکلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایک بکری ذبح کر دیتا ہوں تو یہ میرے نزدیک یہ روزہ رکھ کے فدیہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں ہمارے نزدیک حج قران کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے جس طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے۔

جب آدمی نے عمرے کا احرام باندھا ہوا ہو اور حج کا وقت بھی آ چکا ہو اس کے لیے طواف کرے گا اور سعی کرے گا پھر وہ اپنے بال کٹوا دے گا وہ حج کا احرام باندھ لے گا قربانی کا دن آئے گا تو وہ اپنا سر منڈوا دے گا اور ایک بکری ذبح کر دے گا ایسا کرنا اُس

کے لیے جائز ہوگا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: حج قران زیادہ فضیلت رکھتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کون سا حج زیادہ فضیلت رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے درمیان اس بات پر بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر کون سا حج کیا تھا۔
اس حکم کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے: اس بارے میں علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ حج کے یہ تینوں طریقے درست ہیں تاہم علماء کے درمیان اس مسئلے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان تینوں میں سے زیادہ فضیلت کسے حاصل ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ سب سے زیادہ فضیلت حج افراد کو حاصل ہے اس کے بعد حج تمتع کا مرتبہ ہے سب سے آخر میں حج قران کا مرتبہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ سب سے زیادہ فضیلت حج تمتع کو حاصل ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ حج قران سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

396-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَوْفَلِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَنَا اَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَالضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ عَامَ حَجَّ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ وَهُمَا يَذْكُرَانِ الْمُتْعَةَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَقَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ لَا يَصْنَعُ ذٰلِكَ اِلَّا مَنْ جَهِلَ اَمْرَ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدُ ابْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ قَدْ صَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ صَنَعْنَا هَا مَعَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْقِرَانُ عِنْدَنَا اَفْضَلُ مِنَ الْاِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَاِفْرَادِ الْعُمْرَةِ فَاِذَا قَرَنَ طَافَ بِالْبَيْتِ لِعُمْرَتِهٖ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَطَافَ بِالْبَيْتِ لِحَجَّتِهٖ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ طَوَافَانِ وَ سَعْيَانِ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ طَوَافٍ وَّاحِدٍ ثَبَتَ ذٰلِكَ بِمَا جَآءَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهٗ اَمَرَ الْقَارِنَ بِطَوَافَيْنِ وَ سَعْيَيْنِ وَ بِهٖ نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابن شہاب محمد بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کرنے کے لیے آئے تھے اس سال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس کے درمیان حج تمتع کے بارے میں بحث ہوگئی یعنی جب کوئی شخص عمرے کو حج کے ساتھ ملا دیتا ہے ضحاک بن قیس نے کہا: یہ کام وہ شخص کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناواقف ہوگا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے غلط بات کہی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے بھی ایسا کیا تھا۔
❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک صرف حج کرنے یا صرف عمرہ کرنے کے مقابلے میں حج قران (یعنی حج و

عمرہ ایک ساتھ کرنا) زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

جب کوئی شخص حج قران کرے گا' تو وہ اپنے عمرے کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے گا' صفا ومروہ کے درمیان سعی کرے گا' پھر وہ اپنے حج کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے گا' صفا ومروہ کے درمیان سعی کرے گا' دومرتبہ طواف کرنا اور دومرتبہ سعی کرنا ہمارے نزدیک ایک مرتبہ طواف کرنے اور ایک مرتبہ سعی کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

یہ بات اُس روایت سے ثابت ہوتی ہے' جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے حج قران کرنے والے شخص کو دومرتبہ طواف کرنے اور دومرتبہ سعی کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور آپ کے ہمراہ ہم نے بھی ایسا کیا تھا'' اس کے بارے میں فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: اس سے مراد حج اور عمرے کو جمع کرنا ہے اور روایت میں استعمال ہونے والے لفظ تمتع سے مراد لغوی مفہوم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا' اس بارے میں شیخین نے احادیث نقل کی ہیں جیسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں پہلے لوگوں کو اس بات کا فتویٰ دیا کرتا تھا' یعنی اس بات کا کہ حج تمتع جائز ہے' یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی بات ہے' ایک مرتبہ میں میدانِ عرفات میں کھڑا ہوا تھا' اسی دوران ایک شخص میرے پاس آیا اور بولا: آپ نہیں جانتے کہ حج کے بارے میں امیر المؤمنین (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کیا نیا حکم دیا ہے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے' تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے حج کے بارے میں نیا حکم کیا جاری کیا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق عمل کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ نے تو یہ حکم دیا ہے:

''تم اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرے کو مکمل کرو''۔

اگر تم ہمارے نبی کی سنت پر عمل کرنا چاہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا تھا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہیں کر لی تھی۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس بات کا علم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایسا ہی کیا تھا' لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ رات بسر کرو اور پھر جب تم حج کے لیے روانہ ہونے لگو تو لوگوں کے سروں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں (یعنی وہ غسل کر کے آئے ہوں)۔

تو یہاں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی علت بیان کی ہے' جس کی وجہ سے انہوں نے حج تمتع کو مکروہ قرار دیا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس تمتع سے منع کیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی حج کو فسخ کر کے عمرے میں تبدیل کر دے' ایک قول کے مطابق اس سے مراد حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا اور پھر حج کرنا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں: تاہم پہلا مفہوم ظاہر ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے پر ہی لوگوں کی پٹائی کی تھی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں یہ بات موجود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کی بنیاد یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ فسخ کا حکم صرف حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص تھا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ دوسرا مفہوم مختار ہے اور یہ ممانعت تشریح کے طور پر ہے' تا کہ حج افراد کی ترغیب دی جا سکے' پھر اس کے بعد اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ کسی بھی کراہت کے بغیر حج تمتع کرنا جائز ہے۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: حج قران صرف حج کرنے اور صرف عمرہ کرنے سے افضل ہے' تو اس بارے میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ ایک عبادت کے مقابلے میں دو عبادات کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' تو پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیوں کہا کہ حج قران زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ علی قاری نے یہ بات بیان کی ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ حج اور عمرے کو الگ' الگ احرام کے ساتھ کرنے کے مقابلے میں' ایک ہی احرام میں دونوں کو ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

صرف عمرہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کیا جائے اور اس کے بعد الگ سے حج کر لیا جائے' تو ایسی صورت میں آدمی حج تمتع کرنے والا شمار ہوتا ہے' ورنہ مطلق طور پر عمرہ کرنا تو ہمارے نزدیک سنت ہے اور اس بات پر اتفاق ہے کہ عمرہ کرنے کے مقابلے میں حج زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

397- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِفْصِلُوْا بَيْنَ حَجِّكُمْ وَ عُمْرَتِكُمْ فَاِنَّهٗ اَتَمُّ لِحَجِّ اَحَدِكُمْ وَ اَتَمُّ لِعُمْرَتِهٖ اَنْ يَّعْتَمِرَ فِيْ غَيْرِ اَشْهُرِ الْحَجِّ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْتَمِرُ الرَّجُلُ وَيَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِهٖ ثُمَّ يَحُجُّ وَيَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَيَكُوْنَ ذٰلِكَ فِيْ سَفَرَيْنِ اَفْضَلَ مِنَ الْقِرَانِ وَلٰكِنَّ الْقِرَانَ اَفْضَلُ مِنَ الْحَجِّ مُفْرِدًا وَالْعُمْرَةِ مِنْ مَّكَّةَ وَمِنَ التَّمَتُّعِ وَالْحَجِّ مِنْ مَّكَّةَ لِاَنَّهٗ اِذَا قَرَنَ كَانَتْ عُمْرَتُهٗ وَ حَجَّتُهٗ مِنْ بَلَدِهٖ وَ اِذَا تَمَتَّعَ كَانَتْ حَجَّتُهٗ مِنْ مَّكَّةَ وَاِذَا اَفْرَدَ بِالْحَجِّ كَانَتْ عُمْرَتُهٗ مَكِّيَّةً فَالْقِرَانُ اَفْضَلُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے: تم اپنے حج اور عمرے کے درمیان فصل پیدا کرو کیونکہ اس طرح تم اپنے حج کو مکمل طریقے سے ادا کر لو گے اور عمرے کو زیادہ مکمل طریقے سے ادا کرو گے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ) عمرے کو حج کے مہینے کے علاوہ اور کسی وقت میں کیا جائے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص عمرہ کرنے کے بعد اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے' پھر وہ حج کرنے کے لیے

آتا ہے، پھر واپس چلا جاتا ہے تو یہ دو مرتبہ سفر کرنا حج قران کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اسی طرح حج افراد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے، مکہ سے عمرہ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے، حج تمتع سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے، مکہ سے حج کرنے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص قران کرے گا، تو اس کا عمرہ اور حج اس کے اپنے شہر سے ہوں گے اور جب وہ حج تمتع کرے گا، تو اس کا حج مکہ سے ہوگا، جب وہ صرف حج کرے گا، تو اس کا عمرہ مکہ سے ہوگا، تو قران زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَنْ اَهْدٰى هَدْيًا وَ هُوَ مُقِيمٌ

باب 7: جب کوئی شخص قربانی کا جانور بھیجے اور خود وہ مقیم ہو

398-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ عُمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ اَهْدٰى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ . وَقَدْ بَعَثْتُ بِهَدْىٍ فَاكْتُبِیْ اِلَیَّ بِاَمْرِكِ اَوْ مُرِیْ صَاحِبَ الْهَدْیِ قَالَتْ عَمْرَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْیِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِیْ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِیْ ثُمَّ لَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ كَانَ اَحَلَّهُ اللّٰهُ حَتّٰى نَحَرَ الْهَدْیَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَ اِنَّمَا يَحْرُمُ عَلَى الَّذِیْ يَتَوَجَّهُ مَعَ هَدْيِهٖ يُرِيْدُ مَكَّةَ وَ قَدْ سَاقَ بَدَنَةً وَ قَلَّدَهَا فَهٰذَا يَكُوْنُ مُحْرِمًا حِيْنَ يَتَوَجَّهُ مَعَ بُدْنِهِ الْمُقَلَّدَةِ بِمَا اَرَادَ مِنْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ فَاَمَّا اِذَا كَانَ مُقِيْمًا فِیْ اَهْلِهٖ لَمْ يَكُنْ مُحْرِمًا وَلَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَیْءٌ حَلَّ لَهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں، کہ زیاد بن ابوسفیان نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہیں، کہ جو شخص قربانی کا جانور بھیجتا ہے، اُس کے لیے وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو حاجی کے لیے حرام ہوتی ہیں، تو میں بھی اپنا قربانی کا جانور بھیجنے لگا ہوں، تو آپ اس بارے میں مجھے اپنا حکم تحریر کریں، یا قربانی بھیجنے والے شخص کے بارے میں ہدایت دیں۔

عمرہ کہتی ہیں، کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس طرح عبداللہ بن عباس نے کہا ہے ایسا نہیں ہے، میں نے خود اپنے ہاتھوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے ہار بنائے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور میرے والد کے ساتھ بھجوا دیئے تھے، پھر اسکے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی بھی چیز حرام نہیں ہوئی تھی، جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال قرار دیا تھا، یہاں تک کہ قربانی کے وہ جانور ذبح کر دیئے گئے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ چیزیں اس شخص پر حرام ہوں گی جو خود اپنی قربانی کے جانور کے ساتھ مکہ جاتا ہے اور اپنی قربانی کے جانور کو ساتھ لے کر جاتا ہے' اس کے گلے میں ہار ڈالتا ہے' تو ایسا شخص جب اپنے ہار والے قربانی کے جانور کے ساتھ مکہ جاتا ہے' وہ حالت احرام والا شمار ہوگا' جب وہ اس کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے' لیکن جب وہ اپنے گھر میں مقیم رہتا ہے' تو اب وہ محرم شمار نہیں ہوگا اور اس پر کوئی بھی ایسی چیز حرام نہیں ہوگی جو اس کے لیے حلال ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص خود حج یا عمرہ کرنے کے لیے نہیں جاتا لیکن حاجیوں یا عمرہ کرنے والوں کے ہمراہ قربانی کے جانور بھیج دیتا ہے' اب وہ قربانی کے جانور اپنے مخصوص مقام پر اور مخصوص وقت پر قربان ہوں گے جو حاجی اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے کر جاتا ہے' اس پر یہ بات لازم ہے کہ جب تک قربانی نہیں کر لیتا' اس وقت تک وہ مخصوص احکام کا پابند ہوتا ہے جیسے وہ خوشبو نہیں لگا سکتا' سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا' بیوی کے قریب نہیں جا سکتا' وغیرہ' اب جو شخص صرف قربانی کے جانور بھیجتا ہے کیا اس پر بھی یہ تمام پابندیاں عائد ہوں گی یا نہیں ہوں گی؟ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں روایت ذکر کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسی بات کی قائل ہیں' محض قربانی کا جانور بھیج دینے کی وجہ سے حالتِ احرام کے احکام آدمی پر لازم نہیں ہو جاتے ہیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود' سیدہ عائشہ صدیقہ' حضرت انس' حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس بات کے قائل ہیں۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جو مؤقف ہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی وہی فتویٰ ہے۔

جبکہ بعض محدثین نے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ دونوں حضرات یہ فرماتے ہیں' کہ جو شخص قربانی کا جانور بھیجتا ہے' وہ ان سب چیزوں سے رک جائے گا' جن سے حالت احرام والا شخص اجتناب کرتا ہے۔

بعض روایات کے مطابق ابراہیم نخعی' حضرت عطاء بن ابی رباح' ابن سیرین اور بعض دیگر حضرات بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

تاہم متاخرین فقہاء میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤقف کے مطابق فتویٰ نہیں دیا ہے۔

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے صحیح بخاری کے شارح حافظ بدرالدین محمود العینی نے یہ بات تحریر کی ہے:

اس روایت سے اس امر کا جواز ثابت ہو جاتا ہے کہ احرام باندھنے والا شخص احرام باندھنے سے پہلے ہی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈال سکتا ہے' اس پر نشان لگا سکتا ہے۔ علامہ ابن بطال نے یہ بات تحریر کی ہے: جو شخص حج یا عمرے کا احرام باندھتا ہے

اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور بھی لے کر جاتا ہے جب وہ میقات کے مقام پر پہنچ جائے گا تو وہ قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈال دے گا' ایسے شخص کے لیے یہ بات بھی مستحب ہے کہ وہ احرام میقات ہی سے باندھے' اسی طرح جو شخص بیت اللہ کی طرف قربانی کا جانور بھیجتا ہے' لیکن وہ حج اور عمرے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ اپنے شہر میں مقیم رہے گا' اس شخص کے لیے بھی یہی بات جائز ہے کہ جس جانور کو وہ بیت اللہ کی طرف بھجوا رہا ہے' اپنے شہر میں ہی وہ اس کے گلے میں ہار ڈال دے اور وہیں اس پر نشان بھی لگا دے اور پھر اس کو روانہ کرے' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے قربانی کے جانوروں کے گلے میں ہار ڈال کر انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا تھا' تاہم اس صورتِ حال میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے اوپر احرام سے متعلق احکام لازم نہیں کیے تھے۔

امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام اوزاعی' سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' اسحاق راہویہ' فقیہہ ابوثور رحمۃ اللہ علیہم یہ سب حضرات اسی بات کے قائل ہیں' کہ ان حضرات میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو قبول نہیں کیا ہے۔

بَابُ تَقْلِيْدُ الْبُدْنِ وَاِشْعَارُهَا

باب 8: قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالنا اور اس پر نشان لگانا

399- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَهْدٰى هَدْيًا مِّنَ الْمَدِيْنَةِ وَ قَلَّدَهٗ وَاَشْعَرَهٗ بِذِي الْحُلَيْفَةِ يُقَلِّدُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّشْعِرَهٗ وَ ذٰلِكَ فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ وَ هُوَ مُوَجِّهُهٗ اِلَى الْقِبْلَةِ يُقَلِّدُهٗ بِنَعْلَيْنِ وَ يُشْعِرُهٗ مِنْ شِقِّهِ الْاَيْسَرِ ثُمَّ يُسَاقُ مَعَهٗ حَتّٰى يُوْقَفَ بِهٖ مَعَ النَّاسِ بِعَرَفَةَ ثُمَّ يُدْفَعُ بِهٖ مَعَهُمْ اِذَا دَفَعُوْا فَاِذَا قَدِمَ مِنًى مِنْ غَدَاةِ يَوْمِ النَّحْرِ نَحَرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّحْلِقَ اَوْ يُقَصِّرَ وَ كَانَ يَنْحَرُ هَدْيَهٗ بِيَدِهٖ يَصُفُّهُنَّ قِيَامًا وَّ يُوَجِّهُهُنَّ اِلَى الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَاْكُلُ وَ يُطْعِمُ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ سے قربانی کا جانور روانہ کرتے تھے' تو اس کے گلے میں ہار ڈالتے تھے اور ذوالحلیفہ میں اس کو نشان لگا دیتے تھے' انہوں نے نشان لگانے سے پہلے اس کے گلے میں ہار ڈالا' یہ سب ایک ہی جگہ پر ہوا' اس وقت اس کا رخ قبلہ کی طرف تھا' انہوں نے اسے دو جوتے ہار کے طور پر پہنائے اور اس کے بائیں پہلو کی طرف نشان لگایا' پھر اس قربانی کے جانور کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑے' یہاں تک کہ انہوں نے لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا' پھر وہ لوگوں کے ساتھ ہی قربانی کے جانور کو ساتھ لے کر وہاں سے روانہ ہوئے' جب لوگ وہاں سے روانہ ہوئے تھے' جب وہ قربانی کے دن کی صبح منیٰ آئے' تو انہوں نے سر منڈوانے سے پہلے یا بال چھوٹے کروانے سے پہلے اس جانور کو قربان کر دیا' وہ اپنے ہاتھ کے ذریعے اپنے قربانی کے جانور کو قربان کیا کرتے تھے' وہ انہیں کھڑا کر کے صف بنا لیتے تھے اور اُن کا رخ قبلہ کی طرف کرتے تھے' پھر وہ اس جانور کا گوشت خود بھی کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔

* عمدۃ القاری' کتاب الحج' باب من اشعر وقلد

شرح: قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے شیخ ابن رشد نے یہ بات تحریر کی ہے:
اگر قربانی کا جانور اونٹ یا گائے ہو تو اس کے گلے میں ایک جوتا یا دو جوتوں کا ہار بنا کر ڈال دیا جائے اگر جوتا نہ ملے تو اس کے مشابہہ کوئی اور چیز ڈال دی جائے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

البتہ بکری کے گلے میں ہار ڈالنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ بھیڑ بکری کے گلے میں ہار نہیں ڈالا جائے گا۔

امام شافعی امام احمد بن حنبل امام ابوثور اور امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اُن کے گلے میں بھی ہار ڈالا جائے گا۔

علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالتے وقت اس کا رخ قبلہ کی طرف کرنا مستحب ہے۔

اسی طرح قربانی کے جانور کے اشعار کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کے جانور کے بائیں طرف نشان لگانا مستحب ہے۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دائیں طرف نشان لگانا مستحب ہے۔

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ قربانی کے جانور پر نشان لگایا جائے گا البتہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اختلاف العلماء" میں یہ بات نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

جبکہ دیگر فقہاء جن میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا بہتر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اشعار صرف اس قربانی کے جانور پر کیا جائے گا جس کی کوہان ہوتی ہے۔

آگے چل کر فاضل لکھنوی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: بہت سے معتقدین نے اس حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اشعار کو مکروہ قرار دیا ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلق طور پر اشعار مکروہ نہیں ہے بلکہ انہوں نے اس اشعار کو مکروہ قرار دیا ہے جس کے نتیجے میں قربانی کے جانور کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے یعنی اشعار کرتے ہوئے زیادہ گہرا زخم لگا دیا جائے اور چھری وغیرہ کو بالکل اندر تک چبھو دیا جائے تو انہوں نے لوگوں کے اس عام رواج کو روکنے کے لیے جس میں وہ کسی حد کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اسے غلط قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور اس حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کی ہے جبکہ ابن حزم کی اس تنقید پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ بدرالدین محمود عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہی ہے:

یہ بے وقوفی اور حیاء کی کمی کا نتیجہ ہے کیونکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص ہیں جو فقہاء احناف کے مؤقف کو زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں اور بطور خاص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں انہوں

نے یہ بات بیان کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نفس اشعار کو مکروہ قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ جب کسی ایسے طریقے کے ساتھ اشعار کیا جائے کہ جس کے نتیجے میں قربانی کے جانور کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہو جیسے گہرا زخم لگا دیا جائے یا نیزہ اور چھری غیر محتاط طریقے سے ماردی جائے''۔

اس کے بعد علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بھی واضح کی ہے کہ بخاری کے عظیم شارح کرمانی نے یہ بات بیان کی ہے۔

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشعار مستحسن ہے''۔

یہاں اس مسئلے کی وضاحت بھی فائدے سے خالی نہیں ہوگی کہ اس بات پر تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ اشعار صرف گائے اور اونٹ کا کیا جائے گا' اس بات پر تمام فقہاء کے درمیان اتفاق ہے کہ بکری کا اشعار نہیں کیا جائے گا۔

400- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا وَخَزَ فِيْ سَنَامِ بَدَنَتِهٖ وَهُوَ يُشْعِرُهَا قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے اونٹ کی کوہان میں نشان لگاتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے:

بسم اللہ واللہ اکبر! (اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل ہوئے' اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے)۔

401- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُشْعِرُ بَدَنَتَهٗ فِي الشِّقِّ الْاَيْسَرِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صِعَابًا مُقَرَّنَةً فَاِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْنَهَا اَشْعَرَ مِنَ الشِّقِّ الْاَيْمَنِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّشْعِرَهَا وَجَّهَهَا اِلَى الْقِبْلَةِ قَالَ فَاِذَا اَشْعَرَهَا قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَ كَانَ يُشْعِرُهَا بِيَدِهٖ وَيَنْحَرُهَا بِيَدِهٖ قِيَامًا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ التَّقْلِيْدُ اَفْضَلُ مِنَ الْاِشْعَارِ وَالْاِشْعَارُ حَسَنٌ وَالْاِشْعَارُ مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْسَرِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صِعَابًا مُقَرَّنَةً لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْنَهُمَا فَلْيُشْعِرْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْسَرِ وَالْاَيْمَنِ۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے قربانی کے جانور کے بائیں پہلو میں نشان لگایا کرتے تھے' البتہ اگر یہ کام اُن کے لیے مشکل ہوتا تو اس کے دائیں پہلو پر نشان لگا دیتے تھے' جب وہ اس کو نشان لگانے لگتے تھے' تو جانور کا رخ قبلہ کی طرف کرتے تھے' جب وہ اس کو نشان لگاتے تھے' تو بسم اللہ واللہ اکبر پڑھتے تھے' وہ اپنے ہاتھ کے ذریعے اس پر نشان لگاتے تھے اور اپنے ہاتھ کے ذریعے اسے کھڑا کر کے نحر کیا کرتے تھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' قربانی کے جانور پر نشان لگانے کے مقابلے میں اس کے گلے میں ہار ڈال دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' تاہم نشان لگانا بھی بہتر ہے اور یہ نشان بائیں پہلو کی طرف لگایا جائے گا' البتہ اگر بائیں پہلو کی طرف نشان لگانا ممکن نہ ہو' تو آدمی بائیں یا دائیں کسی بھی طرف نشان لگا سکتا ہے۔

بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ

باب 9: جو شخص احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائے

402- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ اَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَجَدَ رِيْحَ طِيْبٍ وَّهُوَ بِالشَّجَرَةِ فَقَالَ مِمَّنْ رِيْحُ هٰذَا الطِّيْبِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ مِنِّىْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مِنْكَ لَعَمْرُ اللّٰهِ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ طَيَّبَتْنِىْ قَالَ عَزَمْتُ عَلَيْكَ لَتَرْجِعَنَّ فَلْتَغْسِلَنَّهٗ .

✧✧ اسلم جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوئی' وہ اُس وقت اس جگہ پر موجود تھے جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی' انہوں نے دریافت کیا: یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ مجھ سے آ رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری زندگی کی قسم! یہ تم سے ہی آ رہی ہے۔ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ خوشبو لگائی تھی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں یہ قسم دیتا ہوں کہ تم واپس جا کر اسے دھو دو۔

•••———•••———•••

شرح: احرام باندھنے سے پہلے ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر بعد میں بھی باقی رہے' وہ اس کی رنگت ہو یا اس کی بو ہو' اس کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے' اگرچہ اس کا رنگ یا اس کی بو بعد میں بھی باقی رہے' کیونکہ حالت احرام والے شخص کے لیے (احرام باندھ لینے کے بعد) خوشبو لگانا منع ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی خوشبو لگانے میں کوئی ممانعت نہیں ہے' جس کی خوشبو بعد میں بھی باقی رہتی ہے' یہ بات امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر افراد نے بھی نقل کی ہے۔ ان سب حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے' جس میں انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے آپ کو خوشبو لگایا کرتی تھی اور آپ کے احرام کھولنے کے وقت اور طواف بیت اللہ کرنے سے پہلے بھی خوشبو لگایا کرتی تھی' اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس بارے میں روایات میں مذکور لفظی اختلاف کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے حوالہ جات کی نشاندہی کی ہے۔

403- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الصَّلْتُ ابْنُ زُبَيْدٍ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِهٖ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَدَ رِيْحَ طِيْبٍ وَّهُوَ بِالشَّجَرَةِ وَاِلٰى جَنْبِهٖ كَثِيْرُ ابْنُ الصَّلْتِ قَالَ مِمَّنْ رِيْحُ هٰذِهِ الطِّيْبِ قَالَ كَثِيْرٌ مِنِّىْ لَبَّدْتُ رَاْسِىْ وَاَرَدْتُّ اَنْ اَحْلِقَ قَالَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاذْهَبْ اِلٰى شَرَبَةٍ فَادْلُكْ مِنْهَا رَاْسَكَ حَتّٰى تُنَقِّيَهٗ فَفَعَلَ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا اَرٰى اَنْ يَّتَطَيَّبَ الْمُحْرِمُ حِيْنَ يُرِيْدُ الْاِحْرَامَ اِلَّا اَنْ يَّتَطَيَّبَ ثُمَّ يَغْتَسِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بِهٖ بَاْسًا ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ اس مقام پر موجود تھے' جہاں بیعت
رضوان ہوئی تھی' وہاں انہیں خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوئی' اُن کے پہلو میں کثیر بن صلت موجود تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ
خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ کثیر نے جواب دیا: یہ مجھ سے آ رہی ہے' میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند کے ذریعے جما دیا ہے اور
میں سر منڈوانا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پانی کے پاس جاؤ اور اسے (اس خوشبو والی گوند) کو اپنے سر سے دھو کے اسے
اچھی طرح صاف کر لو۔ تو کثیر بن صلت نے ایسا ہی کیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ حالت احرام والا شخص جب
احرام باندھنے لگے گا اُس وقت وہ خوشبو استعمال نہیں کرے گا' البتہ وہ خوشبو استعمال کرنے کے بعد غسل کر سکتا ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

•••———•••———•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ "لا اریٰ" کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ
کی یہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جماعت کی رائے کے مطابق ہے' جو اس بات کے قائل ہیں (کہ حالت احرام والے شخص کو
خوشبو نہیں لگانی چاہیے اور اگر اس نے خوشبو لگا لی ہے' تو بعد میں اسے دھو دینا چاہیے) اس بارے میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
سے روایات منقول ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت معاویہ اور کثیر بن صلت رضی اللہ عنہما پر یہ
اعتراض کیا تھا کہ حالت احرام میں ان سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔
اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ جب لوگوں نے
احرام باندھ لیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی سے خوشبو محسوس ہوئی' انہوں نے دریافت کیا: یہ خوشبو کس سے آ رہی ہے؟ تو حضرت براء
بن عازب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر المؤمنین! یہ خوشبو مجھ سے آ رہی ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
ہمیں اس بات کا پتہ ہے کہ تمہاری بیوی کے پاس اچھی قسم کے عطر ہوتے ہیں' لیکن حاجی لوگ بودار اور غبار آلود ہوتے ہیں۔
اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے۔ طحاوی کہتے ہیں: میں ذوالحلیفہ میں
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا' انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے احرام باندھنا تھا حالانکہ اس نے اپنے سر
میں (خوشبودار) تیل لگایا ہوا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے ہدایت کی کہ وہ اپنے سر کو کسی چیز کے ساتھ (مل کر) دھو لے۔
اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی منقول ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کے
نزدیک بھی ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

اس طرح کی بعض روایات نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی منقول ہیں جیسے حضرت ثعلبہ بن امیہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی جس نے جبہ پہنا ہوا تھا اس نے عرض کی: ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو جبہ پہن کر احرام باندھ لیتا ہے اور اس کے جبے میں سے خوشبو بھی آ رہی ہوتی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاں تک اس خوشبو کا تعلق ہے جو تم پر لگی ہوئی ہے تو اسے تین مرتبہ دھو لو اور جہاں تک جبہ کا تعلق ہے تو اسے تم اتار دو اور پھر تم عمرے کے وہی ارکان ادا کرو جس طرح حج میں ادا کرتے ہو"۔

اس روایت کے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن مرکزی مفہوم یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حالت احرام والے شخص کو خوشبو لگانے سے منع کر دیا تھا۔

متن کے یہ الفاظ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہوئے خوشبو لگانے کو مستحب قرار دیا ہے اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ یہ بات الشیخ المنذری نے بیان کی ہے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس حوالے سے منقول بعض روایات کی نشاندہی کی ہے۔

بَابُ مَنْ سَاقَ الْهَدْىَ فَعَطَبَ فِى الطَّرِيْقِ اَوْ نَذَرَ بَدَنَةً

باب 10: جو شخص قربانی کا جانور ساتھ لے کر چلے اور راستے میں وہ جانور تھک جائے یا جو شخص بدنہ کی نذر مانے

404- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ سَاقَ بَدَنَةً تَطَوُّعًا ثُمَّ عَطِبَتْ فَنَحَرَهَا فَلْيَجْعَلْ قَلَادَتَهَا وَ نَعْلَهَا فِىْ دَمِهَا ثُمَّ يَتْرُكُهَا لِلنَّاسِ يَاكُلُوْنَهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَىْءٌ فَاِنْ هُوَ اَكَلَ مِنْهَا اَوْ اَمَرَ بِاَكْلِهَا فَعَلَيْهِ الْغُرْمُ .

✧✧ ابن شہاب سعید بن مسیب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: کہ جو شخص قربانی کا جانور نفلی طور پر ساتھ لے کر جائے اور وہ جانور راستے میں تھک جائے تو وہ اُسے ذبح کر دے اور اس کا ہار اور اس کا جوتا اس کے خون میں بھگو کر پھر اُسے لوگوں کے لیے چھوڑ دے وہ اُسے کھا لیں گے اب اُس شخص پر مزید کوئی قربانی کرنا لازم نہیں ہو گا لیکن اگر وہ شخص خود اس جانور میں سے کچھ کھا لیتا ہے یا اُسے کھانے کا حکم دیتا ہے تو اب اس پر تاوان کی ادائیگی لازم ہو گی۔

405- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ صَاحِبَ هَدْىِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ كَيْفَ نَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْهَدْىِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْحَرْهَا وَاَلْقِ قَلَادَتَهَا اَوْ نَعْلَهَا فِىْ دَمِهَا وَ خَلِّ بَيْنَ النَّاسِ وَ بَيْنَهَا يَاْكُلُوْنَهَا .

✧✧ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کو ساتھ لے جانے

والے صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی: اگر قربانی کا کوئی جانور راستے میں تھک جاتا ہے تو ہم اُس کے ساتھ کیا کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اُسے قربان کر دینا' تم اُس کا ہار یا اُس کے جوتے اس کے خون میں بھگو دینا اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دینا' وہ خود ہی اُسے کھالیں گے۔

•••———•••———•••

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ اُس جانور کا ہار (یعنی ہار کے طور پر گلے میں ڈالے جانے والے) جوتوں کو اس کے خون میں ڈبو کر رکھنے کا مطلب یہ ہے: تاکہ دوسرے دیکھنے والے کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ ہدی ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ نفلی طور پر بھیجا جانے والا ہدی کا جانور اگر راستے میں ہلاک ہو جاتا ہے' تو اس کا مالک یا اُسے ساتھ لے کر جانے والا شخص اور ان کے رفقاء کار اس جانور کا گوشت نہیں کھائیں گے کیونکہ اس بارے میں حدیث موجود ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

تاہم ان فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر اس ہدی کا مالک یا اُسے ساتھ لے کر جانے والا شخص یا اُن کے رفقاء میں سے کوئی شخص اس جانور میں سے کچھ کھالیتا ہے' تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ان میں سے کچھ کھا لیتا ہے' تو اس پر اس کا بدل دینا واجب ہوگا۔ جبکہ امام شافعی' امام ابوحنیفہ' سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اس نے جو گوشت کھایا ہے' اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی' البتہ اگر وہ ہدی واجب تھی اور اپنے مخصوص مقام سے پہلے ہلاکت کا شکار ہوگئی اور اس ہدی کا مالک یا کوئی خوشحال آدمی اس میں سے کچھ کھالیتا ہے' تو ایسی صورت میں وہ اس کا تاوان ادا کرے گا۔

———

406- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ قَالَ كُنْتُ اَرَى ابْنَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُهْدِىْ فِى الْحَجِّ بَدَنَتَيْنِ بَدَنَتَيْنِ وَ فِى الْعُمْرَةِ بَدَنَةً بَدَنَةً قَالَ وَرَاَيْتُهٗ فِى الْعُمْرَةِ يَنْحَرُ بَدَنَةً وَ هِىَ قَائِمَةٌ فِىْ حَرْفِ دَارِ خَالِدِبْنِ اَسِيْدٍ وَّ كَانَ فِيْهَا مَنْزِلُهٗ وَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُهٗ طَعَنَ فِىْ لَبَّةِ بَدَنَتِهٖ حَتّٰى خَرَجَتْ سِنَّةُ الْحَرْبَةِ مِنْ تَحْتِ كَتِفِهَا

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر قربانی کے دو دو جانور

حديث: اخرجه مالك فى "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى . كتاب الحج' باب العمل فى الهدى اذا عطب او ضل . حديث: 865 اخرجه الدارمى فى "سننه"، من كتاب المناسك' باب سنة البدنة اذا عطبت - حديث: 894 اخرجه الطحاوى فى "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 129 السنن المأثورة للشافعى - كتاب الزكاة' باب عمارة الارضين - حديث: 105 اخرجه الدارمى فى "سننه"، من كتاب المناسك' باب سنة البدنة اذا عطبت - حديث: 694 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، جماع ابواب الهدى - باب الهدى الذى اصله تطوع اذا ساقه فعطب فادرك ذكاته نحره حديث 9632 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن و الآثار"، كتاب المناسك' جماع ابواب ما يجتنبه المحرم - الهدى الذى اصله تطوع اذا ساقه فعطب وادرك ذكاته نحره وصنع حديث. 3362

بھیجتے تھے اور عمرہ کے موقع پر ایک جانور بھیجا کرتے تھے۔

اُن کے بارے میں مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ عمرے کے موقع پر انہوں نے جانور قربان کیا تھا اور وہ جانور کھڑا ہوا تھا انہوں نے خالد بن اسید کے گھر کے پاس اُسے قربان کیا تھا کیونکہ وہ وہیں پڑاؤ کئے ہوئے تھے ان کے بارے میں مجھے یہ بھی یاد ہے کہ انہوں نے اپنے قربانی کے جانور کی گردن میں اتنی زور سے نیزہ مارا تھا کہ وہ اس کے دوسری طرف سے نکل گیا تھا۔

407- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الْقَارِئُ اَنَّهٗ رَاَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَيَّاشِ بْنِ اَبِىْ رَبِيْعَةَ اَهْدٰى عَامًا بَدَنَتَيْنِ اِحْدٰهُمَا بُخْتِيَّةٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ كُلُّ هَدْىٍ تَطَوُّعٍ عَطَبَ فِى الطَّرِيْقِ صُنِعَ بِهٖ كَمَا صَنَعَ وَ خُلِّىَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ يَاْكُلُوْنَهٗ وَلَا يُعْجِبُنَا اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهُ اِلَّا مَنْ كَانَ مُحْتَاجًا اِلَيْهِ .

ابوجعفر قاری بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے قربانی کے دو جانور روانہ کیے جن میں سے ایک بختی اونٹنی تھی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' نفلی طور پر بھیجا جانے والا جو بھی جانور راستے میں تھک جائے (یعنی مرنے لگا ہو) اس کے ساتھ یہی طرز عمل کیا جائے گا اور اُسے لوگوں کے لیے چھوڑ دیا جائے گا' ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ آدمی خود اس میں سے کچھ کھالے' البتہ جس شخص کو اس کی ضرورت ہو وہ (مجبوری کے عالم میں خود بھی کھا سکتا ہے)۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ نفلی طور پر بھیجی جانے والی ہدی اگر حرم تک پہنچ جاتی ہے' تو اب اُس ہدی کے مالک اور دیگر خوشحال لوگوں کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ اس میں سے کچھ کھالیں' لیکن جب وہ حرم تک نہیں پہنچتی ہے' تو اب اُس کے مالک کے لیے اس میں سے کچھ کھانا یا دوسرے کسی خوشحال شخص کے لیے اس میں کچھ کھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کو قربان کرنے کی عبادت اس وقت مکمل ہوگی جب اُسے حرم میں قربان کیا جائے گا اور جب حرم سے باہر اُسے قربان کر دیا گیا تو اب اس کی عبادت اس وقت مکمل ہوگی جب اُسے صدقہ کر دیا جائے گا۔

408- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ الْهَدْىُ مَا قُلِّدَ اَوْ اُشْعِرَ وَ اُوْقِفَ بِهٖ بِعَرَفَةَ .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کے گلے میں ہار ڈالا جائے اور جس کو نشان لگایا جائے اور جسے عرفات میں لا کر ٹھہرایا جائے۔

409- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ نَذَرَ بَدَنَةً فَاِنَّهٗ يُقَلِّدُهَا نَعْلًا وَ يُشْعِرُهَا ثُمَّ يَسُوْقُهَا فَيَنْحَرُهَا عِنْدَ الْبَيْتِ اَوْ بِمِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَيْسَ لَهٗ مَحِلٌّ دُوْنَ ذٰلِكَ وَ مَنْ نَذَرَ جَزُوْرًا مِّنَ الْاِبِلِ اَوِ الْبَقَرِ فَلْيَنْحَرْهَا حَيْثُ شَآءَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ وَ قَدْ جَآءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَنْ غَيْرِهٖ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَنَّهُمْ رَخَّصُوْا فِيْ نَحْرِ الْبَدَنَةِ حَيْثُ شَآءَ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْهَدْىُ بِمَكَّةَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ وَلَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ فِى الْبَدَنَةِ فَالْبَدَنَةُ حَيْثُ شَآءَ اِلَّا اَنْ يَّنْوِىَ الْحَرَمَ فَلَا يَنْحَرُهَا اِلَّا فِيْهِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ وَ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کہ جوشخص بدنہ (قربان کرنے) کی نذر مانتا ہے' وہ اس کی گردن میں جوتوں کا ہار ڈالے گا' اس پرنشان لگائے گا' پھر اُسے ساتھ لے کر چلے گا اور بیت اللہ کے پاس یا منٰی میں قربانی کے دن اسے ذبح کر دے گا' اس سے پہلے اسے ذبح نہیں کی جاسکتا' البتہ جوشخص اونٹ یا گائے میں سے کسی کی نذر مانے گا وہ جہاں چاہے اُسے ذبح کر سکتا ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایات منقول ہیں اور آپ کے دیگر اصحاب سے بھی روایات منقول ہیں' کہ ان حضرات نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ آدمی بدنہ کو جہاں چاہے وہاں قربان کرسکتا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ ہدی کو مکہ میں قربان کیا جائے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وہ ایسی ہدی ہے' جو کعبہ تک پہنچنے والی ہے''۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے لفظ بدنہ استعمال نہیں کیا' اس لیے بدنہ کو جہاں چاہے آدمی ذبح کرسکتا ہے' البتہ اگر اس نے حرم کی نیت کی ہوگی' تو وہ اس جانور کو صرف حرم میں ہی ذبح کرے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

410- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ عَمْرُو ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِىُّ اَنَّهٗ سَاَلَ سَعِيْدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدَنَةٍ جَعَلَتْهَا اِمْرَاَتُهٗ عَلَيْهَا قَالَ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَلْبُدْنُ مِنَ الْاِبِلِ وَ مَحِلُّ الْبُدْنِ الْبَيْتُ الْعَتِيْقُ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ سَمَّتْ مَكَانًا مِّنَ الْاَرْضِ فَلْتَنْحَرْهَا حَيْثُ سَمَّتْ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ بَدَنَةً فَبَقَرَةٌ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ بَقَرَةٌ فَعَشْرٌ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ سَاَلْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنْ لَّمْ تَجِدْ بَقَرَةً فَسَبْعٌ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ سَالِمٌ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْبُدْنُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَلَهَا اَنْ تَنْحَرَهَا حَيْثُ شَآءَتْ اِلَّا اَنْ تَنْوِىَ الْحَرَمَ فَلَا تَنْحَرُهَا اِلَّا فِى الْحَرَمِ وَ يَكُوْنُ هَدْيًا وَالْبَدَنَةُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ وَلَا تُجْزِئُ عَنْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ عمرو بن عبیداللہ انصاری نے سعید بن مسیب سے بدنہ کے بارے میں دریافت کیا۔

جس کی نذر اُن کی اہلیہ نے مانی تھی' تو سعید نے جواب دیا: بدنہ کا تعلق اونٹ سے ہوتا ہے اور بدنہ کے حلال ہونے کی جگہ بیت اللہ ہے (یعنی اسے وہاں ذبح کیا جائے گا) البتہ اگر اس عورت نے زمین کے کسی دوسرے حصے کو متعین کیا تھا تو وہ اُسی جگہ اُسے ذبح کرے گی' جس کا اُس عورت نے نام لیا تھا' اگر اُس کو اونٹ نہیں ملتا تو پھر وہ گائے قربان کرے گی' اگر گائے بھی نہیں ملتی' پھر دس بکریاں قربان کرے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے سالم بن عبداللہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا' جو سعید بن مسیب نے دیا تھا' تاہم انہوں نے یہ کہا کہ اگر تمہیں گائے بھی نہیں ملتی تو تم سات بکریاں قربان کرو گے۔

راوی کہتے ہیں: پھر میں خارجہ بن زید کے پاس آیا' میں نے اُن سے بھی یہی سوال کیا' تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو سالم نے جواب دیا تھا۔

راوی کہتے ہیں: پھر میں عبداللہ بن محمد بن علی کے پاس آیا' انہوں نے بھی اُسی کی مانند جواب دیا جو سالم بن عبداللہ نے دیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اونٹ یا گائے والا بدنہ اسے وہ عورت جہاں چاہے ذبح کر سکتی ہے' البتہ اگر اس نے حرم کی نیت کی ہو' تو وہ اُسے حرم کی حدود میں ہی ذبح کرے گی اور پھر یہ ہدی بن جائے گی۔

اونٹ اور گائے کا بدنہ سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کیا جا سکتا ہے' اس سے زیادہ افراد کی طرف سے قربان کرنا جائز نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: روایت کے یہ الفاظ: اونٹ اور گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے درست ہوگی' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: ہم حج کا احرام باندھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم ایک اونٹ یا ایک گائے میں حصے دار بن جائیں' ہم میں سے سات افراد ایک قربانی کے جانور میں حصہ دار بنیں۔

(فاضل لکھنوی فرماتے ہیں:) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' خواہ وہ ہدی نفلی طور پر بھیجی گئی ہو' یا واجب طور پر لے جائی جا رہی ہو' خواہ ان سب لوگوں نے اس کے ذریعے عبادت کا ارادہ کیا ہو یا بعض لوگوں کا مقصد عبادت کی ادائیگی ہو اور بعض کا مقصد صرف گوشت لینا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ قربانی کے جانور میں اشتراک کے لیے یہ بات شرط ہے کہ وہ سب لوگ عبادت کی نیت سے اس میں شراکت دار بنیں۔

داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکی اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا اس وقت جائز ہوگا' جب وہ ہدی نفلی طور پر بھیجی گئی ہو' البتہ واجب ہدی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایسا مطلق طور پر نہیں کیا جا سکتا۔

بَابُ الرَّجُلِ يَسُوقُ بُدْنَةً فَيَضْطَرُّ اِلٰى رُكُوْبِهَا

باب 11: جو شخص قربانی کا جانور ساتھ لے کر جا رہا ہو اور پھر وہ اس پر سوار ہونے پر مجبور ہو جائے

411- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اضْطُرِرْتَ اِلٰى بَدَنَتِكَ فَارْكَبْهَا رُكُوْبًا غَيْرَ قَادِحٍ.

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: کہ اگر تم اپنے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے محتاج ہو گئے ہو تو سوار ہو جاؤ' اس طرح کہ اُسے تکلیف نہ ہو۔

412- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهُ ارْكَبْهَا فَقَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ لَهُ بَعْدَ هَامَرَّتَيْنِ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے قربانی کے جانور کو ساتھ لے کر جا رہا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے عرض کی: یہ قربانی کا جانور ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ کے بعد اس سے یہ فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ' تمہارا ستیاناس ہو!

413- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا نُتِجَتِ الْبَدَنَةُ فَلْيُحْمَلْ وَلَدُهَا مَعَهَا حَتّٰى يُنْحَرَ مَعَهَا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ لَهُ مَحْمَلًا فَلْيَحْمِلْهُ عَلٰى اُمِّهِ حَتّٰى يُنْحَرَ مَعَهَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بدنہ (یعنی قربانی کا جانور) بچے کو جنم دیدے تو اس کے ساتھ اس کے بچے کو بھی ذبح کر دیا جائے' اگر اس بچے کو اٹھا کر لے جانے کا انتظام نہ ہو تو اسے اس کی ماں پر سوار کیا جائے گا اور اس کی ماں کے ساتھ ہی اسے ذبح کر دیا جائے گا۔

414- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَوْ عُمَرَ شَكَّ مُحَمَّدٌ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَهْدٰى بَدَنَةً فَضَلَّتْ اَوْ مَاتَتْ فَاِنْ كَانَتْ نَذْرًا اَبْدَلَهَا وَاِنْ كَانَتْ تَطَوُّعًا فَاِنْ شَآءَ اَبْدَلَهَا وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهَا.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنِ اضْطُرَّ اِلٰى رُكُوْبِ بَدَنَتِهِ فَلْيَرْكَبْهَا فَاِنْ نَقَصَهَا ذٰلِكَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِمَا نَقَصَهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (راوی کو شک ہے) یا شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: جو شخص قربانی کا اونٹ روانہ کرے اور وہ گم ہو جائے یا مر جائے تو اگر وہ قربانی نذر کی تھی تو آدمی اس کا بدل دے گا لیکن اگر نفلی تھی تو آدمی اگر چاہے تو اس کا بدل دے اور اگر چاہے تو نہ دے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم بھی اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص قربانی کے جانور پر سوار ہونے پر مجبور ہو جائے' وہ اس پر سوار ہو جائے' اگر اس کے نتیجے میں جانور کی قدر و قیمت میں کچھ کمی آ جاتی ہے تو وہ اُس کمی کے حساب سے رقم صدقہ کر دے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس سے پہلے کی ایک روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ قربانی کے جانور پر سوار ہو جائے' اس روایت کی بنیاد پر فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے' خواہ وہ قربانی واجب طور پر ہو یا نفلی طور پر دی جا رہی ہو' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے اس جانور سے یہ وضاحت معلوم نہیں کی تھی (کہ اس کا جانور نفلی طور پر ساتھ لے جایا جا رہا ہے یا واجب طور پر ہے)۔

یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس بارے میں حکم میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے۔ شیخ ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے۔

اہل ظاہر نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

البتہ شیخ قسطلانی نے حنابلہ کی کتابوں کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے کہ ایسی صورت میں آدمی کو ضرورت کے پیش نظر ہدی پر سوار ہونے کا حق حاصل ہوگا اور اس کے نتیجے میں اس میں جو کمی آتی ہے' وہ اس کا تاوان ادا کرے گا' یعنی ان کا مذہب بھی اس حوالے سے فقہاء احناف کے مطابق ہے۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَقْتُلُ قُمْلَةً اَوْ غَيْرَهَا اَوْ يَنْتِفُ شَعْرًا

باب 12: حالت احرام والا شخص جوئیں وغیرہ مار سکتا ہے اور بال اُکھاڑ سکتا ہے

415- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ الْمُحْرِمُ لَا يَصْلُحُ لَهُ اَنْ يَّنْتِفَ مِنْ شَعْرِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَحْلِقَهٗ وَلَا يُقَصِّرَهٗ اِلَّا اَنْ يُّصِيْبَهٗ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَعَلَيْهِ فِدْيَةٌ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يُّقَلِّمَ اَظْفَارَهٗ وَلَا يَقْتُلُ قُمْلَةً وَّلَا يَطْرَحُهَا مِنْ رَّاْسِهٖ اِلَى الْاَرْضِ وَلَا مِنْ جِلْدِهٖ وَلَا مِنْ ثَوْبِهٖ وَلَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ وَلَا يَاْمُرُ بِهٖ وَلَا يَدُلُّ عَلَيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ حالت احرام والے شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بال اُکھاڑے یا اپنا سر منڈ والے یا اپنے سر کے بال چھوٹے کروائے' البتہ اگر اسے سر میں تکلیف ہو (یعنی جوئیں زیادہ ہو جائیں) تو اس پر فدیہ کی ادائیگی لازم ہوگی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اس بات کا حکم دیا ہے' اسی طرح اس کے لیے یہ بات بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا ناخن تراش لے یا اپنی جوئیں مارے یا انہیں اپنے سر میں سے نکال کر زمین پر پھینک دے' یا اپنے جسم پر سے یا اپنے کپڑوں پر سے ہٹا کر پھینک دے۔ (حالت احرام والا شخص) شکار کو قتل نہیں کر سکتا' اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دے سکتا' اُس کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

***

شرح: فدیے کا تذکرہ سورۃ البقرہ:۱۹۶ میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

"اور تم اپنے سروں کو نہ منڈاؤ' جب تک قربانی کا جانور اپنے مخصوص مقام تک نہیں پہنچ جاتا' پھر اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا اُسے سر میں تکلیف ہو (اور وہ اس وجہ سے سر منڈوا دے) تو اس کا فدیہ روزے رکھنے کی صورت میں ہوگا' صدقہ کرنے کی شکل میں ہوگا یا قربانی کرنے کی شکل میں ہوگا"۔

روزہ رکھنے کی وضاحت یہ کی گئی ہے کہ تین دن روزہ رکھنا پڑے گا' صدقہ کرنے کی وضاحت یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا' جن میں سے ہر ایک مسکین کو نصف صاع ادا کرنا پڑے گا' جبکہ قربانی کا کم از کم فدیہ ہے کہ جس چیز پر ہدی کا اطلاق ہو سکتا ہو' اُسے قربان کرنا پڑے گا' خواہ وہ بکری ہو گائے ہو یا اونٹ ہو۔

قرآن کی آیت میں استعمال ہونے والا لفظ "او" "اختیار دینے کے لیے ہے' اور یہ سارے احکام اس وقت ہیں جب انسان عذر کی وجہ سے ایسا کر لیتا ہے' لیکن اگر کوئی شخص عذر کے بغیر ایسا کرتا ہے' تو اس صورت میں اس پر دم واجب ہوگا اور اسے گناہ بھی ہو گا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے: جب کوئی شخص جان بوجھ کر کسی ضرورت کے بغیر احرام کی حالت میں اپنا سر مونڈ لیتا ہے یا سلا ہوا لباس پہن لیتا ہے یا خوشبو لگا لیتا ہے' تو علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستذکار میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' ان دونوں کے اصحاب' فقیہ ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ایسے شخص پر دم لازم ہو گا' اس کے علاوہ اور کوئی فدیہ نہیں ہے اور صرف انتہائی ضرورت کے علاوہ اسے اس بارے میں اختیار نہیں دیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اس شخص کا یہ کام بہت بُرا ہے' لیکن اس پر فدیہ لازم ہوگا اور اس بارے میں اُسے اختیار ہوگا۔

***

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

باب 13: حالت احرام والے شخص کا پچھنے لگوانا

416- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَحْتَجِمُ الْمُحْرِمُ اِلَّا اَنْ يُّضْطَرَّ اِلَيْهِ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِاَنْ يَّحْتَجِمَ الْمُحْرِمُ وَلٰكِنْ لَّا يَحْلِقُ شَعْرًا بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ فَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ حالت احرام والا شخص انتہائی مجبوری کے عالم میں پچھنے لگوا سکتا ہے، جبکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ حالت احرام والا شخص پچھنے لگوائے، البتہ وہ بال نہیں منڈوائے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث ہم تک پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں اور حالت احرام میں پچھنے لگوائے تھے۔

ہم اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ کسی ضرورت کے بغیر حالت احرام میں پچھنے لگوانا حرام ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں بال اُکھاڑنے پڑتے ہیں اور حالت احرام میں بال اکھاڑنا منع ہے، البتہ اگر پچھنے کسی ایسی جگہ پر لگائے جا رہے ہیں، جہاں بال نہیں ہیں، تو جمہور نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور ایسی صورت میں فدیے کی کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں فدیے کی ادائیگی لازم ہوگی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی ضرورت کے بغیر حالت احرام میں پچھنے لگوانے کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں آدمی کمزور ہو جاتا ہے، کمزوری سے بچنے کے لیے ہی عرفہ کے دن حاجیوں کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بلاغ کے طور پر جس روایت کا تذکرہ کیا ہے، اسے کئی محدثین نے نقل کیا ہے، جیسے اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں پچھنے لگوائے تھے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس روایت کے مختلف حوالوں کا تذکرہ کیا ہے۔

بَابُ الْمُحْرِمُ يُغَطِّي وَجْهَهٗ

باب 14: حالت احرام والے شخص کا اپنے چہرے کو ڈھانپ لینا

417- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَخْبَرَهٗ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِالْعَرْجِ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِيْ يَوْمٍ صَآئِفٍ قَدْ غَطّٰى وَجْهَهٗ بِقَطِيْفَةِ اُرْجُوَانَ ثُمَّ اُتِيَ بِلَحْمِ صَيْدٍ . فَقَالَ كُلُوْا قَالُوْا اَلَا تَاْكُلُ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنَّمَا صِيْدَ مِنْ اَجْلِيْ .

✧✧ عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عرج (کے مقام پر) دیکھا، وہ اُس وقت حالت احرام میں تھے، وہ ایک گرم دن تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ارجوان کی چادر کے ذریعے اپنے چہرے کو ڈھانپا ہوا تھا، ان کی خدمت

میں شکار کا گوشت لایا گیا تو انہوں نے فرمایا: تم لوگ کھالو۔ لوگوں نے عرض کی: آپ نہیں کھائیں گے؟ انہوں نے کہا: میری مثال تمہاری طرح نہیں ہے کیونکہ اسے میرے لیے شکار کیا گیا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات نقل کی ہے کہ اس بارے میں جمہور کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ حالت احرام والا شخص اپنے سر کو ڈھانپے گا نہیں' البتہ چہرے کے بارے میں اتفاق ہے۔

جبکہ فاضل لکھنوی نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یہ بات تحریر کی ہے: امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ حضرت عثمان غنی' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت زید بن ثابت' حضرت سعید بن زید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان کے نزدیک حالت احرام میں چہرے کو ڈھانپنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں' کہ حالت احرام میں چہرے کو ڈھانپنا حرام ہے۔

امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' اور مشہور مذہب کے مطابق حالت احرام میں چہرے کو ڈھانپنے کی وجہ سے فدیہ کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ حالت احرام میں سر کو ڈھانپنا جائز نہیں ہے۔

418- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَا فَوْقَ الذَّقَنِ مِنَ الرَّاْسِ فَلَا يُخَمِّرْهُ الْمُحْرِمُ .
قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: ٹھوڑی سے اوپر کا' سر کا حصہ حالت احرام والا شخص نہیں ڈھانپے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمُحْرِمُ يَغْسِلُ رَاْسَهُ اَوْ يَغْتَسِلُ

باب 15: حالت احرام والے شخص کا اپنے سر کو دھونا یا غسل کرنا

419- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَغْسِلُ رَاْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ اِلَّا مِنَ الْاِحْتِلَامِ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حالت احرام میں اپنے سر کو اسی وقت دھوتے تھے جب انہیں احتلام ہوتا تھا۔

•••———•••———•••

شرح: فقہاء کے درمیان اس بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ جس شخص کو جنابت لاحق ہو جائے' وہ غسل کر سکتا ہے اور اپنے سر کو بھی دھو سکتا ہے' لیکن جنابت کے بغیر باقی جسم دھونے کو جائز قرار دیا گیا ہے' البتہ سر کے دھونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' جمہور فقہاء کے نزدیک سر کو دھونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے: ہمارے اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے کہ حالت احرام والا شخص غسل کر سکتا ہے' وہ حمام میں جا سکتا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں' کہ میں اسے مکروہ قرار دیتا ہوں' کیونکہ اس کے نتیجے میں سر کی جوئیں وغیرہ مرنے اور گرد و غبار زائل ہونے کی صورت سامنے آتی ہے[1]



420- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ ابْنَ مَخْرَمَةَ تَمَارَيَا بِالْاَبْوَاءِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهُ . وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا فَاَرْسَلَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلٰى اَبِيْ اَيُّوْبَ يَسْاَلُهُ فَوَجَدَهُ يَغْسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ . قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْاَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى الثَّوْبِ وَ طَاْطَاَهُ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَاْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ الْمَآءَ عَلَيْهِ اُصْبُبْ فَصَبَّ عَلٰى رَاْسِهِ ثُمَّ حَرَّكَ رَاْسَهُ بِيَدِهِ فَاَقْبَلَ بِيَدِهِ وَاَدْبَرَ فَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُهُ يَفْعَلُ .

---

[1] مختصر اختلاف العلماء

حديث 420: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودي - كتاب الحج' باب غسل المحرم - حديث: 705اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الحج' أبواب المحصر وجزاء الصيد - باب الاغتسال للمحرم' حديث: 1752اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الحج' باب جواز غسل المحرم بدنه ورأسه - حديث: 2166اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب المناسك' جماع أبواب ذكر أفعال اختلف الناس في إباحته للمحرم - باب الرخصة في غسل المحرم رأسه' حديث: 2473اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحج' باب - ذكر الإباحة للمحرم أن يغسل رأسه في إحرامه' حديث: 4011اخرجه الدارمي في "سننه"، من كتاب المناسك' باب في الاغتسال في الإحرام - حديث: 1789اخرجه ابو داؤد في "سننه"، كتاب المناسك' باب المحرم يغتسل - حديث: 1581اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب المناسك' باب المحرم - حديث: 2932السنن المأثورة للشافعي - كتاب الزكاة' باب ما جاء في فدية الأذى - حديث: 452اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الحج' في المحرم يغتسل أو يغسل رأسه - حديث: 15936اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' المواقيت - غسل المحرم' حديث: 3521اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الحج' باب المواقيت - حديث: 2339ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، جماع أبواب ما يجتنبه المحرم - باب الاغتسال بعد الإحرام' حديث: 8575ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب المناسك' جماع أبواب ما يجتنبه المحرم - الغسل بعد الإحرام' حديث: 2971مسند الشافعي - ومن كتاب المناسك' حديث: 496مسند الحميدي - أحاديث أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه' حديث: 374المعجم الكبير للطبراني - باب الخاء' باب من اسمه خزيمة - عبد الله بن حنين' حديث: 3876

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِقَوْلِ اَبِیْ اَیُّوْبَ نَاْخُذُ لَا نَرٰی بَاْسًا اَنْ یَّغْسِلَ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ بِالْمَاءِ وَهَلْ یَزِیْدُهُ الْمَاءُ اِلَّا شَعْثًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

ابراہیم بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ابواء کے مقام پر بحث ہوگئی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا تھا کہ حالت احرام والا شخص اپنے سر کو دھو سکتا ہے' جبکہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ ایسا نہیں کرسکتا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں (یعنی ابراہیم کے والد کو) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اُن سے اس بارے میں دریافت کریں' تو انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو لکڑی کے دو تختوں کے درمیان غسل کرتے ہوئے پایا' انہوں نے کپڑے کے ذریعے پردہ تان رکھا تھا۔ راوی کہتے ہیں' کہ میں نے انہیں سلام کیا' تو انہوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا: میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے' تاکہ میں آپ سے یہ دریافت کروں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں سر کو کیسے دھویا کرتے تھے؟ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا' اُسے تھوڑا سا ہٹایا جس سے اُن کا سر نظر آنے لگا' پھر انہوں نے اپنے اوپر پانی بہانے والے شخص سے کہا: تم پانی بہاؤ! اس شخص نے ان کے سر پر پانی بہایا' تو انہوں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے اپنے سر میں حرکت دی' پھر اپنے ہاتھ کو آگے سے پیچھے کی طرف لے کر گئے اور بولے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ حالت احرام والا شخص اپنے سر کو پانی کے ذریعے دھولے' نیز پانی ڈالنے کے نتیجے میں اس کے بال مزید پراگندہ ہی ہوں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

421- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا حُمَیْدُ ابْنُ قَیْسِ نِالْمَكِّیُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِیَعْلَی بْنِ مُنْیَةَ وَهُوَ یَصُبُّ عَلٰی عُمَرَ مَاءً وَّ عُمَرُ یَغْتَسِلُ اُصْبُبْ عَلٰی رَاْسِیْ قَالَ لَهٗ یَعْلٰی اَتُرِیْدُ اَنْ تَجْعَلَهَا فِیَّ اِنْ اَمَرْتَنِیْ صَبَبْتُ قَالَ اُصْبُبْ فَلَمْ یَزِدْهُ الْمَاءُ اِلَّا شَعْثًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَّا نَرٰی بِهٰذَا بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ بن منیہ سے کہا' یہ صاحب' حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پانی انڈیل رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت غسل کررہے تھے' (ان سے یہ کہا:) تم میرے سر پر پانی بہاؤ! تو یعلیٰ نے اُن سے کہا: کیا آپ یہ چاہتے ہیں یہ گناہ میرے کھاتے میں چلا جائے' بہرحال اگر آپ حکم دے رہے ہیں' تو میں بہادیتا ہوں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اسے بہادو! کیونکہ پانی ڈالنے کے نتیجے میں پراگندگی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَايُكْرَهُ لِلْمُحْرِمِ اَنْ يَّلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ

باب 16: حالت احرام والے شخص کے لیے کون سا لباس پہننا مکروہ ہے؟

422- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ لَايَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَاالْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَّا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَيَلْبَسُ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَّسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا الْوَرْسُ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: حالت احرام والا شخص کس قسم کا لباس پہن سکتا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قمیص' عمامہ' شلوار' ٹوپی' موزہ نہیں پہنے گا' البتہ اگر کسی شخص کو جوتے نہیں ملتے تو وہ موزے پہن سکتا ہے' لیکن وہ انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے گا اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہننا جس پر زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔

•••———•••———•••

شرح: اس بات پر علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ حالت احرام والا شخص سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا' تاہم یہ حکم مردوں کے لیے مخصوص ہے' عورت کے ستر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سلا ہوا کپڑا پہنے' اس لیے اس کے لیے قمیص' کرتا' پاجامہ' موزہ اور دوپٹہ وغیرہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تاہم اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کو بغیر سلا ہوا کپڑا نہیں ملتا' تو کیا وہ سلا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے یا نہیں پہن سکتا؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کسی شخص کو احرام میں باندھنے کے لیے تہبند کا کپڑا نہیں ملتا اور وہ ضرورت کے پیش نظر پاجامہ یا شلوار استعمال کر لیتا ہے' تو اُسے فدیہ دینا ہوگا۔

جبکہ امام شافعی' سفیان ثوری' امام احمد بن حنبل' امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کسی شخص کو تہبند دستیاب نہیں ہوتا تو وہ پاجامہ یا شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر کوئی بھی فدیہ لازم نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اقسام کے لباس کو حالت احرام میں پہننے سے منع کیا ہے' اس میں شلوار اور پاجامہ بھی شامل ہیں اور موزے بھی شامل ہیں' لیکن اگر کسی شخص کو صرف موزے ہی ملتے ہیں' تو اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استثنیٰ کیا ہے:

''وہ ٹخنوں کے نیچے سے انہیں کاٹ لے'' لیکن شلوار یا پاجامے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثنیٰ نہیں کیا' اس لیے ان دونوں کا حکم استثنیٰ میں شامل نہیں ہوگا' لیکن اگر کوئی شخص ان کو پہن لیتا ہے' تو اب اس پر فدیہ دینا لازم ہو جائے گا۔

اسی طرح جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں' کہ جس شخص کو پہننے کے لیے جوتے دستیاب نہیں ہوتے وہ موزے پہن لے گا اور

انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے گا۔

لیکن اگر کسی شخص کے پاس جوتے موجود ہیں اور وہ اس کے باوجود موزے پہن لیتا ہے' تو ایسے شخص کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر فدیہ لازم نہیں ہوگا' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں طرح کے اقوال روایت کیے گئے ہیں۔

423- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا بِزَعْفَرَانٍ اَوْ وَرْسٍ . وَقَالَ مَنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ حالت احرام والا شخص زعفران یا ورس سے رنگا ہوا کپڑا پہنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس شخص کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن سکتا ہے' لیکن وہ انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے گا۔

424- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے: حالت احرام والی عورت نقاب نہیں کرے گی اور دستانے نہیں پہنے گی۔

425- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ اَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَسْلَمَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَاٰى عَلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ عُمَرُ مَا هٰذَا الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ يَا طَلْحَةُ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا هُوَ مِنْ مَّدَرٍ قَالَ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الرَّهْطُ اَئِمَّةٌ يَقْتَدِيْ بِكُمُ النَّاسُ وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا جَاهِلًا رَّاٰى هٰذَا الثَّوْبَ لَقَالَ اِنَّ طَلْحَةَ كَانَ يَلْبَسُ الثِّيَابَ الْمُصَبَّغَةَ فِي الْاِحْرَامِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ يُكْرَهُ اَنْ يَّلْبَسَ الْمُحْرِمُ الْمُشَبَّعَ بِالْعُصْفُرِ وَالْمَصْبُوْغَ بِالْوَرْسِ اَوِ الزَّعْفَرَانِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ قَدْ غُسِلَ فَذَهَبَ رِيْحُهٗ وَصَارَ لَا يَنْفُضُ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ يَّلْبَسَهٗ وَلَا يَنْبَغِيْ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَنْتَقِبَ فَاِنْ اَرَادَتْ اَنْ تُغَطِّيَ وَجْهَهَا فَلْتَسْدُلِ الثَّوْبَ سَدْلًا مِّنْ فَوْقِ خِمَارِهَا عَلٰى وَجْهِهَا وَتُجَافِيْهِ عَنْ وَّجْهِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو حالت احرام میں ایسا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا جو رنگا ہوا تھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: طلحہ! یہ رنگا ہوا کپڑا کیوں پہنا ہے؟ انہوں نے عرض کی: امیر المومنین! یہ خیالے رنگ کا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ امام اور پیشوا ہو' لوگ تمہاری پیروی کرتے ہیں' اگر کوئی

ناواقف شخص اس کپڑے کو دیکھے گا' تو وہ یہی کہے گا: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حالت احرام میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حالت احرام والے شخص کے لیے عصفر میں لتھڑا ہوا یا ورس اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے' البتہ اگر اس کا کچھ حصہ ہو اور اس کو بھی دھولیا گیا ہو' جس کے نتیجے میں اس کی بو زائل ہو چکی ہو اور اب اس میں سے بُو نہ آ رہی ہو' تو اسے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ نقاب پہنے' اگر وہ اپنے چہرے کو ڈھانپنا چاہتی ہے' تو وہ اپنی چادر کو تھوڑا سا آگے کی طرف سرکا لے گی' اس طرح کہ وہ کپڑا اُس کے چہرے کے ساتھ مَس نہ ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

426-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ ابْنُ قَيْسٍ نِالْمَكِّيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِحُنَيْنٍ وَ عَلَى الْاَعْرَابِيِّ قَمِيْصٌ بِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ تَاْمُرُنِيْ اَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْزِعْ قَمِيْصَكَ وَ اغْسِلْ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ عَنْكَ وَ افْعَلْ فِيْ عُمْرَتِكَ مِثْلَ مَا تَفْعَلُ فِيْ حَجِّكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْزِعُ قَمِيْصَهٗ وَ يَغْسِلُ الصُّفْرَةَ الَّتِيْ بِهٖ .

✧✧ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ اُس وقت حنین میں موجود تھے' اس دیہاتی نے ایسی قمیص پہنی ہوئی تھی' جس پر زرد رنگ کا نشان تھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے عمرے کا احرام باندھا ہے' آپ مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں' میں کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اس قمیص کو اتار دو اور اس زرد رنگ کو دھو دو اور عمرے میں بھی وہی افعال سرانجام دو جو حج میں سرانجام دیتے ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' حالت احرام والا شخص اپنی قمیص اتار دے اور اپنے جسم پر لگی ہوئی زردی کو دھو دے گا۔

بَابُ مَارُخِّصَ لِلْمُحْرِمِ اَنْ يَّقْتُلَ مِنَ الدَّوَابِّ

باب 17: حالت احرام والا شخص کون سے جانوروں کو مار سکتا ہے؟

427-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ الْغُرَابُ وَ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحِدَاَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: پانچ جانور ایسے ہیں' کہ حالت احرام والے شخص کو انہیں مارنے میں کوئی گناہ نہیں ہے: کوا' چوہا' بچھو' چیل' پاگل کتا۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت کی تشریح لکھتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس روایت میں استعمال ہونے والے لفظ پانچ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف ان پانچ جانوروں کے ساتھ مخصوص ہے' حالانکہ جمہور کے نزدیک ایسا نہیں ہے' کیونکہ دیگر روایات میں یہ منقول ہے کہ بعض دیگر چیزیں بھی ان پانچ کے حکم میں شامل ہیں' جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے' جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کا ذکر کیا ہے' اس میں بچھو کا ذکر نہیں کیا' جبکہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا پانچ چیزوں کے علاوہ بھیڑیے اور چیتے کا بھی ذکر کیا ہے' جبکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرفوع'' حدیث نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

احرام والا شخص سانپ' بچھو' درندے' پاگل کتے اور چوہے کو مار سکتا ہے۔

ان روایات کی بنیاد پر جمہور نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ مارنے کا حکم ہر اذیت دینے والے جانور کے لیے عام ہوگا' اس لیے چیل' باز اور ان کے علاوہ دیگر اذیت پہنچانے والے پرندے ان میں شامل ہوں گے اور بچھو کے حکم میں بھڑ اور سانپ وغیرہ شامل ہوں گے۔

پاگل کتے کے حکم میں بھیڑیا اور چیتا وغیرہ شامل ہو جائیں گے۔

428- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَآبِ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاَةُ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: پانچ جانور ایسے ہیں' کہ اگر کوئی محرم شخص انہیں قتل کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا: بچھو' چوہا' پاگل کتا' کوا اور چیل۔

429- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ فِي الْحَرَمِ .

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے حرم کی حدود میں سانپ کو مار دینے کا حکم دیا تھا۔

430- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ بَلَغَنِي اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ كَانَ يَقُوْلُ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حالت احرام والے شخص کے لیے) چھپکلی کو مارنے کی اجازت دی ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم بھی ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی

بات کے قائل ہیں۔

...—...—...

شرح: اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: وزغ (یعنی چھپکلی) ایک معروف جانور ہے' جو چھتوں اور دیواروں پر پایا جاتا ہے' اس کے بارے میں مارنے کا حکم بھی ہے اور مارنے کا اجر بھی ذکر کیا گیا ہے' جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین میں یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا ہے اور اس کا نام ''فویسق'' بیان کیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونک مارتا تھا (تاکہ وہ اور بھڑکے)''۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ جو شخص ایک چھپکلی کو مارتا ہے اور پہلی ضرب میں مار دیتا ہے' اسے اتنی نیکیاں ملیں گی جو دوسری ضرب میں مارتا ہے' اُسے اتنی نیکیاں ملیں گی' لیکن یہ پہلی سے کم ہوں گی اور تیسری ضرب سے مارتا ہے' اُسے اتنی نیکیاں ملیں گی جو پہلی دونوں سے کم ہوں گی۔

اسی طرح امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' حدیث نقل کی ہے:

''تم چھپکلی کو مار دو خواہ وہ کعبہ کے اندر موجود ہو''۔

تاہم اس کا ایک راوی عمر بن قیس مکی ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ ان کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا' ان سے دریافت کیا گیا: آپ اس کے ساتھ کیا کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

میں اس کے ساتھ چھپکلی مار دیتی ہوں' کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو روئے زمین کے ہر جانور نے اُس آگ کو بجھانے کی کوشش کی صرف چھپکلی نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ اس آگ پر پھونکیں مار رہی تھی (تاکہ وہ اور بھڑک جائے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارنے کا حکم دیا ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ الْمُحْرِمِ يَفُوْتُهُ الْحَجُّ

باب 18: جس شخص کا حج فوت ہو جائے

431-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ هَبَّارَ بْنَ الْاَسْوَدِ جَآءَ يَوْمَ النَّحْرِ وَ عُمَرُ يَنْحَرُ بُدْنَهٗ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْطَاْنَا فِى الْعِدَّةِ كُنَّا نُرٰى اَنَّ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمُ عَرَفَةَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِذْهَبْ اِلٰى مَكَّةَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَّ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ وَانْحَرْ هَدْيًا اِنْ كَانَ مَعَكَ ثُمَّ احْلِقُوْا اَوْ قَصِّرُوْا وَارْجِعُوْا فَاِذَا كَانَ قَابِلٌ فَحُجُّوْا وَاهْدُوْا فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَصُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا اِلَّا فِىْ خَصْلَةٍ وَّاحِدَةٍ لَا هَدْىَ عَلَيْهِمْ

فِیْ قَابِلٍ وَّلَا صَوْمَ وَکَذٰلِکَ رَوَی الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ . قَالَ سَاَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الَّذِیْ یَفُوْتُهُ الْحَجُّ فَقَالَ یَحِلُّ بِعُمْرَةٍ وَّ عَلَیْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ وَّلَمْ یَذْکُرْ هَدْیًا ثُمَّ سَاَلْتُ بَعْدَ ذٰلِکَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ عُمَرُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَ کَیْفَ یَکُوْنُ عَلَیْهِ هَدْیٌ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَالصِّیَامُ وَهُوَ لَمْ یَتَمَتَّعْ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہبار بن اسود قربانی کے دن آئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کر رہے تھے' انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہم نے حساب میں غلطی کی ہے' ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ آج عرفہ کا دن ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: تم مکہ جاؤ' وہاں بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرو' صفا اور مروہ کے سات چکر لگاؤ اور تم اور تمہارے ساتھی سب یہ کام کرو' پھر تم اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر دو' اگر وہ تمہارے ساتھ ہے' اس کے بعد تم سر منڈوا لو یا بال چھوٹے کروا لو اور واپس چلے جاؤ' اگلے سال تم لوگ حج کرنے کے لیے آنا' قربانی کا جانور ساتھ لے کے آنا' جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو' وہ حج کے دنوں میں تین دن روزہ رکھ لے اور جب وہ واپس اپنے گھر جائے تو پھر سات دن روزہ رکھ لے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' تاہم ایک مسئلے کے بارے میں رائے اختلافی ہے' ایسے شخص پر اگلے برس نہ تو قربانی کرنا لازم ہوگا اور نہ ہی روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

اعمش نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اسود بن یزید سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا' جس کا حج قضاء ہو جاتا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شخص عمرہ کر کے احرام کھول دے گا اور اس پر اگلے سال حج کرنا لازم ہوگا۔

اس روایت میں راوی نے (یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) قربانی کا جانور ساتھ لانے کا ذکر نہیں کیا۔

راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا' تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا' جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسے شخص پر قربانی کرنا کیسے لازم ہو سکتا ہے؟ اور جب (قربانی لازم ہی نہیں ہے) تو اگر اسے قربانی نہیں ملتی تو روزے رکھنا کیسے لازم ہوگا' جبکہ اس نے حج کے مہینوں میں تمتع نہیں کیا۔

...——...——...

شرح: یہاں باب میں حالتِ احرام والے شخص کے حج فوت ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ اس نے حج کے لیے احرام باندھا ہو اور عرفہ کے دن سورج ڈھلنے سے لے کر قربانی کے دن کی صبح تک وہ عرفہ میں وقوف نہ کر سکے تو ایسے شخص کے لیے حکم ہے کہ وہ عمرہ

کرنے کے بعد احرام کھول دے گا۔ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا ہے کہ اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت اس بارے میں مختلف ہے اگر وہ شخص اسی احرام کو برقرار رکھتا ہے تو وہ گناہگار ہوگا' کیونکہ اس کے لیے فوراً اس احرام کو کھول دینا لازم ہے' اگر کوئی شخص یہ اصرار کرے کہ وہ اگلے سال حج تک اسی احرام کو برقرار رکھے گا' تو اس احرام کے ساتھ اگلے برس والا حج درست نہیں ہوگا۔

جس شخص کا حج فوت ہو جاتا ہے اور وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیتا ہے' اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احناف میں سے امام حسن بن زیاد اس بات کے قائل ہیں' کہ وہ شخص عمرہ کر کے احرام کھول دے گا اور اگلے سال حج کر لے گا اور اب اس پر قربانی کرنا لازم ہوگا' اگر اسے قربانی کے لیے جانور نہیں ملتا تو روزے رکھنا لازم ہوگا۔

اس بارے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی روایات منقول ہیں' تاہم اس مسئلے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مؤقف ہے' اسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بیان کر دیا ہے۔

بَابُ الْحَلَمَةُ وَالْقُرَادُ يَنْزِعُهُ الْمُحْرِمُ

باب 19: حالت احرام والے شخص کا جوئیں وغیرہ نکالنا

432-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّنْزِعَ الْمُحْرِمُ حَلَمَةً اَوْ قُرَادًا عَنْ بَعِيْرِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَّا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَقَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِىْ هٰذَا اَعْجَبُ اِلَيْنَا مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ حالت احرام والا شخص اپنے اونٹوں کی جوئیں وغیرہ نکالے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس مسئلے کے بارے میں ہمارے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مقابلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول زیادہ پسندیدہ ہے۔

شرح: یہاں باب میں نقل ہونے والے لفظ "حلمہ" سے مراد جوؤں کی مانند وہ چیزیں ہیں جو جانوروں کے جسم میں پیدا ہو جاتی ہیں' یہ چھوٹی ہو' تو اسے قُراد کہا جاتا ہے اور بڑی ہو جائے' تو اسے حلمہ کہا جاتا ہے۔ فاضل لکھنوی نے یہ بات حیات الحیوان کے حوالے سے نقل کی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے مکروہ سمجھتے تھے' لیکن اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کرتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی اس کے مطابق ہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' کہ حالت احرام والا شخص انہیں اپنے اونٹ کے جسم سے نکال سکتا ہے اور احناف نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول

روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہاں نقل کر دی ہے۔

433-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهُدَيْرِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُقَرِّدُ بَعِيْرَهُ بِالسُّقْيَا وَهُوَ مُحْرِمٌ فَيَجْعَلُهُ فِيْ طِيْنٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ عبداللہ بن عمر بن حفص اپنی سند کے ساتھ ربیعہ بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سقیا کے مقام پر اپنے اونٹ کی جوئیں نکال کر اسے مٹی میں پھینک رہے تھے' حالانکہ وہ اس وقت حالت احرام میں تھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ لُبْسِ الْمِنْطَقَةِ وَالْهِمْيَانِ لِلْمُحْرِمِ

باب 20: حالت احرام والے شخص کا کمر پر پٹکہ اور تھیلی باندھنا

434-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَكْرَهُ لُبْسَ الْمِنْطَقَةِ لِلْمُحْرِمِ

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا اَيْضًا لَا بَاْسَ بِهِ قَدْ رَخَّصَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْفُقَهَآءِ فِيْ لُبْسِ الْهِمْيَانِ لِلْمُحْرِمِ وَقَالَ اسْتَوْثِقْ مِنْ نَفَقَتِكَ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ حالت احرام والا شخص کمر پر پٹکہ باندھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' کئی فقہاء نے حالت احرام والے شخص کے لیے تھیلی کے باندھنے کو جائز قرار دیا ہے' وہ فرماتے ہیں' کہ تم اپنے خرچ کو مضبوطی سے باندھ کے رکھو۔

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو اسے مکروہ سمجھتے تھے' تو اسے مکروہ تنزیہی سمجھتے تھے اور علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس کے مکروہ ہونے کا قول صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور ان سے ایک روایت اس کے جواز کی بھی ہے' باقی تمام فقہاء کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے' انہوں نے ایک پٹی یا تھیلی باندھنے کو جائز قرار دیا ہے' جبکہ اس کا ایک حصہ دوسرے میں داخل نہ ہو رہا ہو' جبکہ امام ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق سعید بن مسیب کے نزدیک اس کو باندھنا ٹھیک نہیں ہے' امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے باندھنے سے منع کیا ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر تھیلی میں کسی دوسرے کا خرچ ہو' تو اب اسے باندھنا مکروہ ہوگا' کیونکہ

اسے باندھنا آدمی کے لیے ضروری نہیں ہے احناف یہ کہتے ہیں' کہ اسے باندھنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ نے سلی ہوئی چیز پہنی ہوئی ہے اس لیے اگر اس میں کسی دوسرے کا خرچ بھی ہوگا' تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شیخ ابن المنذر نے یہ بات بیان کی ہے کہ حالت احرام والے شخص کے لیے پٹی باندھنے کی اجازت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن مسیب' عطاء بن ابی رباح' طاؤس' مجاہد' قاسم بن محمد' ابراہیم نخعی' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن راہویہ اور فقیہہ ابوثور رحمۃ اللہ علیہم نے دی ہے۔

البتہ اسحاق اس بات کے قائل ہیں' کہ حالت احرام والا شخص اس پر گرہ نہیں لگا سکتا۔

بَابُ الْمُحْرِمُ يَحُكُّ جِلْدَهُ

باب 21: حالت احرام والے شخص کا اپنی جلد کو کھجانا

435-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَلْقَمَةُ ابْنُ اَبِىْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تُسْاَلُ عَنِ الْمُحْرِمِ يَحُكُّ جِلْدَهُ فَتَقُوْلُ نَعَمْ فَلْيَحُكُّهُ وَلْيَشُدُّهُ وَلَوْ رُبِطَتْ يَدَاىَ وَاحْتَكَكْتُ ثُمَّ لَمْ اَجِدْ اِلَّا اَنْ اَحُكَّ بِرِجْلِىْ لَاحْتَكَكْتُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✦✦ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام والے شخص کے اپنے جسم کو کھجانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہاں! وہ خارش کر سکتا ہے اور زیادہ خارش کر سکتا ہے (اگر میرے ساتھ یہ صورتِ حال پیش آئے) اور میرے ہاتھ باندھ دیئے جائیں' پھر مجھے اپنے پاؤں کے ذریعے خارش کرنے کا موقع ملے تو میں اس طرح بھی خارش کرلوں گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: علامہ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں: اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ حالتِ احرام والا شخص اپنے جسم پر خارش کر سکتا ہے اور اپنے سر میں بھی خارش کر سکتا ہے' لیکن سر کی خارش نرمی سے کرے گا تاکہ وہ جوؤں کو مارنے یا بالوں کو اکھیڑنے کا سبب نہ بنے۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے اگر ایک یا دو بال اتر جاتے ہیں' تو اس پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' اگر زیادہ بال ٹوٹ گئے ہوں' تو پھر کفارہ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ فرماتے ہیں' کہ اگر حالتِ احرام کا شخص اپنے سر یا جسم کے تین بال اکھیڑ دیتا ہے' تو اب اس پر فدیہ دینا لازم ہوگا' اگر وہ ایک بال اکھیڑتا ہے' تو وہ ایک مُد جو صدقہ کرے گا' اگر دو بال اکھیڑ دے گا' تو اسے دو مُد جو صدقہ کرنا پڑے گا فقیہہ ابوثور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَتَزَوَّجُ

باب 22: حالتِ احرام والے شخص کا نکاح کرنا

436-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ اَخِىْ بَنِىْ عَبْدِ الدَّارِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَرْسَلَ اِلٰى اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَاَبَانُ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ وَهُمَا مُحْرِمَانِ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّىْ اَرَدْتُّ اَنْ اُنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ ابْنَةَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ وَاَرَدْتُّ اَنْ تَحْضُرَ ذٰلِكَ فَاَنْكَرَ عَلَيْهِ اَبَانُ وَقَالَ اِنِّىْ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَخْطُبُ وَلَا يُنْكِحُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں: عمر بن عبیداللہ نے ابان بن عثمان کو پیغام بھیجا' وہ ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے' یہ دونوں حضرات حالتِ احرام میں تھے' عمر بن عبیداللہ نے کہا کہ میں اپنے بیٹے طلحہ بن عمر کی شادی شیبہ بن زبیر کی صاحبزادی کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں' میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس میں شریک ہوں' انہوں نے ان کی اس بات پر اعتراض کیا اور بولے: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: احرام والا شخص نہ تو خود نکاح کرسکتا ہے اور نہ نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے' نہ کسی دوسرے کا نکاح پڑھا سکتا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب "تزویج المحرم" بیان کیا ہے' اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے' یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واضح نہیں کیا کہ یہاں ایسا کرنا ان کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز

حديث 436:اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الحج' باب نكاح المحرم - حديث:770اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب النكاح' باب تحريم نكاح المحرم - حديث:2601اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب المناسك' باب المحرم يتزوج - حديث: 1582اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب مناسك الحج' النهى عن ذلك . حديث: 2806اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' إشعار الهدى - النهى عن ذلك' حديث: 3697اخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار"، كتاب مناسك الحج' باب نكاح المحرم - حديث:2702اخرجه الطحاوى فى "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 5065اخرجه الدارقطنى فى "سننه"، كتاب النكاح' باب المهر - حديث: 3188اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الحج' باب الهدى - ذكر خبر ثان يصرح بدفع قول القائل الذى به دفع الخبر' حديث: 4186اخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه"، كتاب المناسك' باب الزجر عن تزويج المحرم وخطبته وإنكاحه - حديث: 2472اخرجه احمد فى "مسنده"، مسند العشرة المبشرين بالجنة' مسند الخلفاء الراشدين - مسند عثمان بن عفان رضى الله عنه' حديث: 457مسند الشافعى - من الجزء الثانى من اختلاف الحديث من الأصل العتيق' حديث: 811اخرجه الطيالسى فى "مسنده"، أحاديث عثمان بن عفان بن أبى العاص بن أمية بن عبد' حديث:73مسند عبد بن حميد - مسند عثمان بن عفان رضى الله عنه' حديث: 46البحر الزخار مسند البزار - أبان بن عثمان رضى الله عنه' حديث: 352المعجم الأوسط للطبرانى - باب الألف' من اسمه أحمد - حديث: 512المعجم الأوسط للطبرانى - باب العين' باب الميم من اسمه : محمد - حديث: 7526ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب النكاح' جماع أبواب الأنكحة التى نهى عنها - باب نكاح المحرم' حديث: 13283ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب المناسك' جماع أبواب ما يجتنبه المحرم - نكاح المحرم' حديث:2988

ہے انہوں نے صرف اس بات پر اکتفاء کیا ہے کہ اس ترجمۃ الباب کے الفاظ اس کے بعد آنے والی روایت پر دلالت کرتے ہیں' بخاری کا یہ طرزِ عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس حوالے سے ممانعت ثابت نہیں ہے اور نہ ہی یہ چیز ثابت ہے کہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس روایت کو "کتاب النکاح' باب تحریم النکاح المحرم" میں نقل کیا ہے' اس کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حوالے سے مختلف روایات نقل کی ہیں اور ان کی وجہ سے علماء کے درمیان بھی اس حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے کہ حالت احرام والا شخص نکاح کرسکتا ہے یا نہیں کرسکتا ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما' جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے افراد اس بات کے قائل ہیں' کہ حالت احرام والے شخص کا نکاح کرنا درست نہیں ہے' انہوں نے اس حوالے سے ان روایات کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جنہیں اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اہل کوفہ اس بات کے قائل ہیں' کہ حالت احرام والے شخص کا نکاح کرنا درست ہوتا ہے' کیونکہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے بارے میں حدیث منقول ہے۔

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حالتِ احرام کے علاوہ ان کے ساتھ شادی کی تھی اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو روایت کیا ہے' صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ حالتِ احرام میں شادی کی تھی۔

خود امام محمد رحمہ اللہ نے بھی یہاں یہ بات نقل کی ہے کہ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' اس لیے اہلِ مدینہ نے حالتِ احرام والے شخص کے نکاح کو باطل قرار دیا ہے' جبکہ اہلِ مکہ اور اہلِ عراق نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت کے درست ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے اور وہ اس بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں (کیونکہ انہیں یہ بات سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے بتائی ہوگی)۔

امام محمد رحمہ اللہ کے ان الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے: اہل مدینہ میں سعید بن مسیب' قاسم بن محمد' سلیمان بن سعید شامل ہیں۔

ان کے علاوہ لیث بن سعد' امام اوزاعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ حالتِ احرام والے شخص کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص ایسا کرے گا' تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت علی اور دیگر حضرات بھی اسی بات کے قائل ہیں' جبکہ ابراہیم نخعی' سفیان ثوری' عطاء بن ابی رباح' حکم بن عتیبہ' حماد بن ابوسلیمان' عکرمہ' مسروق' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے

اصحاب کا یہ مؤقف ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

437- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَا عَلٰى غَيْرِهٖ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: حالت احرام والا شخص نہ تو نکاح کر سکتا ہے اور نہ اپنے لیے نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے نہ کسی دوسرے کے لیے بھیج سکتا ہے۔

438- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا غَطَفَانُ ابْنُ طَرِيْفٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُ طَرِيْفًا تَزَوَّجَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نِكَاحَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَدْ جَآءَ فِيْ هٰذَا اخْتِلَافٌ فَاَبْطَلَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ نِكَاحَ الْمُحْرِمِ وَ اَجَازَ اَهْلُ مَكَّةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ نِكَاحَهٗ وَرَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا يَّنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْلَمَ بِتَزَوُّجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهُوَ ابْنُ اُخْتِهَا فَلَا نَرٰى بِتَزَوُّجِ الْمُحْرِمِ بَاْسًا وَلٰكِنْ لَّا يُقَبِّلُ وَلَا يَمَسُّ حَتّٰى يَحِلَّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ غطفان بیان کرتے ہیں: اُن کے والد طریف نے حالت احرام میں شادی کی تھی' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُن کے نکاح کو کالعدم قرار دیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہل مدینہ حالت احرام والے شخص کے نکاح کو باطل قرار دیتے ہیں' جبکہ اہل مکہ اور اہل عراق نے اس نکاح کو درست قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تھا' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے۔

ہمارے علم کے مطابق ایسا کوئی شخص نہیں ہے' جو سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ وہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ اس لیے ہمارے نزدیک حالت احرام والے شخص کے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' البتہ وہ اپنی بیوی کا بوسہ نہیں لے سکتا' اس کے ساتھ مباشرت نہیں کر سکتا جب تک وہ احرام کھول نہیں دیتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الطَّوَافُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَبَعْدَ الْعَصْرِ

باب 23: عصر یا فجر کے بعد طواف کرنا

439-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ اَنَّهُ كَانَ يَرَى الْبَيْتَ يَخْلُو بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ مَا يَطُوْفُ بِهِ اَحَدٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا كَانَ يَخْلُوْ لَاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ الصَّلوٰةَ فِيْ تِيْنِكَ السَّاعَتَيْنِ وَالطَّوَافُ لَا بُدَّلَهُ مِنْ صَلَاةِ رَكْعَتَيْنِ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ يَّطُوْفَ سَبْعًا وَّلَا يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَ تَبْيَضَّ كَمَا صَنَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَوْ يُصَلِّيَ الْمَغْرِبَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

ابوزبیر مکی بیان کرتے ہیں: انہوں نے بیت اللہ کو دیکھا کہ عصر کی نماز کے بعد اور فجر کی نماز کے بعد اس کے آس پاس کی جگہ خالی ہوتی تھی' وہاں کوئی بھی شخص طواف نہیں کرتا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ جگہ اس لیے خالی ہوتی تھی کیونکہ وہ لوگ ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے' جبکہ طواف کرنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ اس کے ساتھ دو نوافل بھی ادا کیے جائیں' البتہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص طواف کے سات چکر لگائے' لیکن دو نوافل ادا نہ کرے۔ اس وقت تک جب تک سورج بلند نہیں ہو جاتا' یا جب تک وہ روشن نہیں ہو جاتا' جس طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا' یا پھر یہ ہے: وہ شخص مغرب کی نماز (ادا کرنے کے بعد وہ نوافل ادا کرے)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

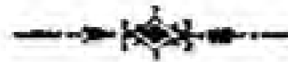
شرح: علامہ ابن حزم نے یہ بات تحریر کی ہے کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک طواف کے بعد ادا کی جانے والی دو رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں' جبکہ احناف اور مالکیوں کے نزدیک انہیں ادا کرنا واجب ہے اور مستحب یہ ہے کہ کسی ضرورت کے بغیر' طواف اور ان دو رکعات کے درمیان فصل قائم نہیں کی جائے گی۔

یہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مؤقف ہے' تابعین میں سے مجاہد' سعید بن جبیر' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم (اور بعد کے ائمہ میں سے) سفیان ثوری' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں وہ روایات پیش کی ہیں' جن میں ان اوقات میں نماز ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اور ان روایات میں عموم پایا جاتا ہے' ان حضرات کے مؤقف کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مؤقف سے بھی ہو جاتی ہے' کیونکہ انہوں نے یہ دو رکعات ''ذی طویٰ'' کے مقام پر جا کر ادا کی تھیں' طواف کرنے کے فوراً بعد ادا نہیں کی تھیں' حالانکہ مستحب یہ ہے کہ انہیں طواف کے فوراً بعد ادا کرلیا جائے۔

اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ وہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے' انہوں نے بیت اللہ کا طواف کرلیا لیکن طواف کے بعد والی دو رکعات اس وقت ادا کیں' جب سورج نکل چکا تھا۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس حوالے سے منقول مختلف روایات کا تذکرہ کیا ہے۔



440-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ طَافَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ بِالْكَعْبَةِ فَلَمَّا قَضٰى طَوَافَهُ نَظَرَ فَلَمْ يَرَ الشَّمْسَ فَرَكِبَ وَلَمْ يُسَبِّحْ حَتّٰى اَنَاخَ بِذِي طُوًى فَسَبَّحَ الرَّكْعَتَيْنِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْبَغِىْ اَنْ لَّا يُصَلِّىَ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَتَبْيَضَّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ عبدالرحمٰن نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کیا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف پورا کرلیا تو انہوں نے اس بات کا جائزہ لیا کہ سورج ابھی نہیں نکلا تو وہ سوار ہوگئے اور انہوں نے نوافل ادا نہیں کیے' یہاں تک کہ انہوں نے ''ذی طویٰ'' میں اپنی سواری کو بٹھایا اور وہاں دو نوافل ادا کیے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' مناسب یہ ہے کہ ایسا شخص طواف کی دو رکعات اس وقت تک ادا نہ کرے جب تک سورج طلوع نہیں ہوجاتا اور روشن نہیں ہوجاتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْحَلَالُ يَذْبَحُ الصَّيْدَ اَوْ يَصِيْدُهُ هَلْ يَاْكُلُ مِنْهُ الْمُحْرِمُ اَمْ لَا

باب 24: حالت احرام کے بغیر والا شخص جب شکار کو ذبح کرے یا خود شکار کرے تو کیا حالت احرام والا شخص اس میں سے کچھ کھا سکتا ہے یا نہیں؟

441-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِىْ وَجْهِىْ قَالَ اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نیل گائے کا گوشت پیش کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ''ابواء'' کے مقام پر موجود تھے' یا شاید ''ودان'' کے مقام پر موجود تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے واپس کردیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر (ملال) کا نشان دیکھا تو آپ نے

ارشاد فرمایا: ہم نے یہ تمہیں اس لیے واپس کیا ہے کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔

442- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَنَّهُ مَرَّبِهِ قَوْمٌ مُحْرِمُوْنَ بِالرَّبَذَةِ فَاسْتَفْتَوْهُ فِيْ لَحْمِ صَيْدٍ وَّجَدُوْا اَحِلَّةً يَاْكُلُوْنَهُ فَاَفْتَاهُمْ بِاَكْلِهٖ ثُمَّ قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَسَاَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ عُمَرُ بِمَ اَفْتَيْتَهُمْ قَالَ اَفْتَيْتُهُمْ بِاَكْلِهٖ قَالَ عُمَرُ لَوْ اَفْتَيْتَهُمْ لِغَيْرِهٖ لَاَوْجَعْتُكَ ۔

◆◆ سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بتاتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ اُن کے پاس سے کچھ لوگ گزرے جو حالت احرام میں تھے وہ اس وقت ''ربذہ'' کے مقام پر موجود تھے اُن لوگوں نے اُن سے شکار کے گوشت کے بارے میں دریافت کیا' جسے کچھ ایسے لوگ پاتے ہیں جو حالت احرام میں نہیں تھے اور وہ اُسے کھا لیتے ہیں' تو انہوں نے اس شکار کو کھانے کا فتویٰ دیدیا' پھر وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے اس بارے میں دریافت کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے انہیں کیا فتویٰ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے انہیں کھا لینے کا فتویٰ دیا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے اس کے علاوہ کچھ اور فتویٰ دیا ہوتا تو میں تمہیں سزا دیتا۔

443- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ مَّوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ تَخَلَّفَ مَعَ اَصْحَابٍ لَّهُ مُحْرِمِيْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰى حِمَارًا وَّحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهٖ فَسَاَلَ اَصْحَابَهُ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهُ فَاَبَوْهُ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ رُمْحَهُ فَاَبَوْا فَاَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَاَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى بَعْضُهُمْ فَلَمَّآ اَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ ۔

◆◆ حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (سفر کر رہے تھے) راستے میں کسی جگہ پر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے) پیچھے رہ گئے' اُن کے ساتھیوں نے احرام باندھا ہوا تھا' لیکن حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا' انہوں نے ایک نیل گائے دیکھی تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے' انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: وہ اُن کا کوڑا انہیں پکڑا دیں تو اُن کے ساتھیوں نے اُن کی اس بات کو نہیں مانا' پھر انہوں نے اُن سے یہ کہا کہ وہ اُن کا نیزہ انہیں پکڑا دیں تو اُن کے ساتھیوں نے اس بات کو بھی نہیں مانا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی اُسے پکڑا' پھر انہوں نے اس نیل گائے پر حملہ کر کے اسے مار دیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض حضرات نے اس کا گوشت کھا لیا اور بعض نے کھانے سے انکار کر دیا' جب یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خوراک ہے' جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطاء کی ہے۔

444- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ كَعْبَ الْاَحْبَارِ اَقْبَلَ مِنَ الشَّامِ فِيْ رَكْبٍ

مُحْرِمِيْنَ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ وَجَدُوْا لَحْمَ صَيْدٍ فَأَفْتَاهُمْ كَعْبٌ بِأَكْلِهِ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ مَنْ أَفْتَاكُمْ بِهٰذَا فَقَالُوْا كَعْبٌ قَالَ فَإِنِّيْ أَمَّرْتُهُ عَلَيْكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوْا ثُمَّ لَمَّا كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ طَرِيْقِ مَكَّةَ مَرَّتْ بِهِمْ رِجْلٌ مِّنْ جَرَادٍ فَأَفْتَاهُمْ كَعْبٌ . بِأَنْ يَّأْكُلُوْهُ وَيَأْخُذُوْهُ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلٰى عُمَرَ ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى أَنْ تُفْتِيَهُمْ بِهٰذَا قَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنْ هُوَ إِلَّا نَثْرَةُ حُوْتٍ يَّنْثُرُهُ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّتَيْنِ .

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت کعب احبار شام سے تشریف لائے' وہ حالت احرام والے کچھ لوگوں کے ساتھ تھے' راستے میں کسی جگہ پر انہیں کسی شکار کا گوشت ملا تو حضرت کعب نے انہیں فتویٰ دیا کہ وہ اسے کھا سکتے ہیں' جب یہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہیں یہ فتویٰ کس نے دیا تھا؟ ان لوگوں نے بتایا: حضرت کعب نے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک تم واپس نہیں پہنچ جاتے' اس وقت تک میں اسے تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں' پھر جب یہ لوگ مکہ کے راستے میں کسی جگہ پر پہنچے تو ان کے پاس سے ٹڈی دل کا لشکر گزرا تو حضرت کعب نے ان لوگوں کو فتویٰ دیا کہ وہ اُسے کھا بھی سکتے ہیں اور اسے پکڑ بھی سکتے ہیں' بعد میں جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو اُن کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے یہ فتویٰ کیوں دیا تھا؟ تو انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! یہ ٹڈی مچھلی کی چھینک کا نتیجہ ہے' جو مچھلی سال میں دو مرتبہ لیتی ہے۔

445-أَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّيْ أَصَبْتُ جَرَادَاتٍ بِسَوْطِيْ فَقَالَ أَطْعِمْ قَبْضَةً مِّنْ طَعَامٍ .

✧✧ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' وہ بولا: میں اپنی لاٹھی کے ذریعے چند ٹڈی دل ہلاک کر دیتا ہوں (یعنی میں حالت احرام میں ایسا کرتا ہوں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ایک مٹھی اناج (صدقے کے طور پر کسی کو) کھلا دو۔

446-أَخْبَرَنَا مَالِكٌ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ كَانَ يَتَزَوَّدُ صَفِيْفَ الظِّبَاءِ فِي الْإِحْرَامِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَأْخُذُ إِذَا صَادَ الْحَلَالُ الصَّيْدَ فَذَبَحَهُ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَّأْكُلَ الْمُحْرِمُ مِنْ لَحْمِهٖ إِنْ كَانَ صِيْدَ مِنْ أَجْلِهٖ أَوْ لَمْ يُصَدْ مِنْ أَجْلِهٖ لِأَنَّ الْحَلَالَ صَادَ وَ ذَبَحَهُ وَ ذٰلِكَ لَهُ حَلَالٌ فَخَرَجَ مِنْ حَالِ الصَّيْدِ وَصَارَ لَحْمًا فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَّأْكُلَ الْمُحْرِمُ مِنْهُ وَأَمَّا الْجَرَادُ فَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ يَّصِيْدَهُ فَإِنْ فَعَلَ كَفَّرَ وَتَمْرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ جَرَادَةٍ كَذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ حضرت زبیر بن عوام حالت احرام میں ہرن کا بھنا ہوا گوشت زادِ راہ کے طور پر ساتھ رکھتے تھے۔

امام محمد ﷫ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کہ جب حالت احرام کے بغیر کوئی شخص کوئی شکار کر کے اُسے ذبح کر دیتا ہے تو حالت احرام والے شخص کے لیے اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ شکار اُس حالت احرام والے شخص کے لیے کیا گیا ہو یا اُس کے لیے نہ کیا گیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص نے اُسے شکار کیا ہے اور جس نے اسے ذبح کیا ہے وہ حالت احرام کے بغیر تھا اور یہ چیز اس کے لیے جائز ہے تو اس صورت میں یہ شکار کے حکم سے خارج ہو جائے گی اور گوشت بن جائے گی اور حالت احرام والے شخص کے لیے گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جہاں تک ٹڈی دل کا تعلق ہے تو حالت احرام والے شخص کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس کا شکار کرے لیکن اگر وہ ایسا کر لیتا ہے تو کھجور ٹڈی دل سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے یہی فرمایا تھا۔

امام ابوحنیفہ ﷫ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور اکثر فقہاء کا بھی یہی مؤقف ہے۔

•••——•••——•••

شرح: جب حالتِ احرام کے بغیر کوئی شخص کسی شکار کو ذبح کرتا ہے یا کسی کو شکار کر لیتا ہے تو کیا حالتِ احرام والا شخص اس جانور کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں کھا سکتا ہے؟ اس بارے میں اہلِ علم کے اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے:

حالت احرام والے شخص کے اس شکار کے گوشت کھانے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے جسے حالت احرام کے بغیر کسی شخص نے شکار کیا ہو اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ حالت احرام والے شخص کے لیے شکار کھانا مطلق طور پر جائز ہی نہیں ہے خواہ حالتِ احرام کے بغیر کسی شخص نے شکار کیا ہو یا کسی اور نے کیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں عموم پایا جاتا ہے:

''اور تمہارے لیے خشکی کے شکار کو حرام قرار دیا گیا ہے جب تک تم احرام کی حالت میں ہو''۔ (المائدہ:۹۶)

اس مؤقف کے قائلین میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں، جن کے بارے میں روایات کو امام عبدالرزاق نے نقل کیا ہے۔

طاؤس، جابر بن زید، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، امام شعبی، لیث بن سعد، مجاہد رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

اسی کی مانند ایک روایت حضرت علی ﷛ کے بارے میں بھی منقول ہے۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں اس روایت کو بھی پیش کیا ہے جو حضرت صعب بن جثامہ ﷛ کے حوالے سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے شکار کے گوشت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس کی علت یہ بیان کی تھی کہ آپ ﷺ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے۔

جمہور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اسے قبول نہ کرنا مکروہ تنزیہی کے طور پر تھا یا شاید آپ کے علم میں یہ بات

تھی کہ وہ شکار آپ کے لیے کیا گیا ہے۔

جمہور کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ

''تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام قرار دیا گیا ہے''۔

یعنی تمہارے لیے شکار کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اے ایمان والو! تم شکار کو نہ مارو جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو''۔

جبکہ اس بارے میں بکثرت احادیث منقول ہیں' جن میں اس بات کی اجازت کا تذکرہ ہے کہ حالتِ احرام والا شخص شکار کا گوشت کھا سکتا ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ نے خود احرام کی حالت میں شکار کا گوشت کھایا بھی ہے۔

اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ جس شکار کو حالت احرام والے شخص کے لیے شکار کیا گیا ہوگا' اس شکار کا گوشت کھانا حالتِ احرام والے شخص کے لیے درست نہیں ہے' اگرچہ اس شخص نے اسے شکار کرنے کا حکم نہ دیا ہو' یا اس بارے میں اعانت بھی نہ کی ہو' لیکن یہ شرط ہے کہ حالت احرام والے شخص کو اس بات کا علم ہو (کہ وہ شکار اسی کے لیے کیا گیا ہے) لیکن جس کی ایسی صورتِ حال نہیں ہوگی اس کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' عطاء بن ابی رباح' امام مالک' ابوثور' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور ایک روایت کے مطابق اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں اس حدیث کو پیش کیا ہے:

''خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے' جب تک تم خود اسے شکار نہ کرو' یا اسے تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے''۔

اس روایت کو امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی' امام حاکم' امام ابن حبان' امام طبرانی' امام ابن عدی اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں بعض ضعیف راوی بھی پائے جاتے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حالتِ احرام والے شخص کے لیے ایسے گوشت کو کھانا جائز ہے' خواہ اس کے لیے شکار کیا گیا ہو' یا اس کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو' شرط یہ ہے کہ حالت احرام والے شخص نے خود اس میں معاونت نہ کی ہو اور اس شکار کی طرف راہنمائی نہ کی ہو۔

یہ قول حضرت عمر' حضرت ابوہریرہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہم (تابعین میں سے) کعب الاحبار' مجاہد اور عطاء سے منقول ہے' لیکن عطاء کے حوالے سے ایک روایت کے مطابق یہ حکم ہے' اس کے علاوہ سعید بن جبیر بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

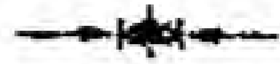
اہلِ کوفہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کو پیش کیا ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے:

''نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھیوں سے دریافت کیا: کیا تم میں سے کسی نے اسے شکار کرنے کا حکم دیا تھا یا اس کی طرف کسی چیز کے ذریعے اشارہ کیا تھا؟ ان لوگوں نے جواب دیا: جی نہیں! تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو پھر تم

اسے کھالو"۔

اب اس روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف یہ دریافت کرنے پر اکتفاء نہ کیا کہ انہوں نے اس شکار کے لیے مدد تو نہیں کی تھی' آپ ﷺ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا: یہ شکار تمہارے لیے کیا تھا۔



بَابُ اَلرَّجُلُ يَعْتَمِرُ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّحُجَّ

باب 25: جب کوئی شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اور پھر حج کیے بغیر اپنے گھر واپس چلا جائے

447-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ اَبِىْ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِىَّ اِسْتَاْذَنَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اَنْ يَّعْتَمِرَ فِىْ شَوَّالٍ فَاَذِنَ لَهٗ فَاعْتَمَرَ فِىْ شَوَّالٍ ثُمَّ قَفَلَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَلَمْ يَحُجَّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَلَا مُتْعَةَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: عمر بن ابوسلمہ مخزومی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ اجازت مانگی کہ وہ شوال کے مہینے میں عمرہ کریں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دیدی' انہوں نے شوال کے مہینے میں عمرہ کیا' پھر اپنے گھر واپس چلے گئے' انہوں نے حج نہیں کیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسے شخص پر حج تمتع لازم نہیں ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے مہینے میں عمرہ کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ ان کے باطل نظریات تھے جس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' وہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذوالحجہ کے مہینے میں عمرہ اس لیے کروایا تھا تا کہ اس کے ذریعے مشرکین کے اس خیال کی تردید کی جاسکے۔

روایت کے یہ الفاظ "لا متعة" سے مراد یہ ہے کہ ایسے شخص پر حج تمتع کرنے والے کی طرح دم دینا لازم نہیں ہوگا' کیونکہ اس کے لیے یہی بات شرط ہے کہ حج کے مہینے میں عمرہ اور حج ایک ساتھ کیا جائے۔



448-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ الْمَكِّىُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ لَاَنْ اَعْتَمِرَ قَبْلَ الْحَجِّ

وَاَهْدِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتَمِرَ فِیْ ذِی الْحِجَّةِ بَعْدَ الْحَجِّ

قَالَ مُحَمَّدٌ كُلُّ هٰذَا حَسَنٌ وَّاسِعٌ اِنْ شَاءَ فَعَلَ وَ اِنْ شَآءَ قَرَنَ وَاَهْدٰى فَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں حج سے پہلے عمرہ کرلوں اور قربانی کا جانور ساتھ لے جاؤں' یہ بات میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں حج کرنے کے بعد ذوالحج کے مہینے میں عمرہ کروں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سب صورتیں (یا اقوال) ٹھیک ہیں اور ان سب کی گنجائش ہے' اگر آدمی چاہے تو ایسا کرے' اگر چاہے تو حج قران کرے اور قربانی کا جانور ساتھ لے کے جائے' یہ ان سب سے افضل ہے۔

449- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْتَمِرْ اِلَّا ثَلٰثَ عُمَرٍ اِحْدٰهُنَّ فِیْ شَوَّالٍ وَّاثْنَتَيْنِ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ .

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین عمرے کیے ہیں' ان میں سے ایک شوال کے مہینے میں کیا تھا اور دو ذیقعدہ کے مہینے میں کیے تھے۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہاں ہشام بن عروہ نے اپنے والد کا جو بیان نقل کیا ہے' وہ روایت مرسل ہے' کیونکہ ان کے والد عروہ بن زبیر صحابی نہیں ہیں اور انہوں نے اس صحابی کا تذکرہ نہیں کیا جس کے حوالے سے انہوں نے یہ بات نقل کی ہے۔

البتہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے موصول سند کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین عمرے کیے تھے''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ''ابواب العمرۃ'' میں یہ بات بھی نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ وہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجاہد بیان کرتے ہیں' میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے' وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز ادا کر رہے تھے' ہم نے ان سے چاشت کی نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ بدعت ہے' پھر عروہ نے ان سے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: چار عمرے کیے تھے' جن میں سے ایک رجب کے مہینے میں تھا' ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگی کہ ہم ان کی بات مسترد کردیں' اسی دوران' ہمیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز آئی تو عروہ نے کہا: اے والدہ صاحبہ! اے اُم المؤمنین! کیا آپ نے سنا کہ ابوعبدالرحمٰن (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر) کیا کہہ رہے ہیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: یہ تو کہہ رہے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے' جن میں سے ایک عمرہ رجب کے مہینے میں تھا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ'

ابوعبدالرحمٰن پر رحمت کرے! نبی اکرم ﷺ نے جو بھی عمرہ کیا یہ اس میں بھی شریک تھے لیکن نبی اکرم ﷺ نے رجب کے مہینے میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

اس کے بعد علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اس بارے میں منقول مختلف روایات کا تذکرہ کیا ہے اور راویوں کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے جسے یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

بَابُ فَضْلُ الْعُمْرَةِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ

باب 26: رمضان کے مہینے میں عمرہ کرنے کی فضیلت

450- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سُمَيٌّ مَوْلٰى اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مَوْلَاهُ اَبَابَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّىْ كُنْتُ تَجَهَّزْتُ لِلْحَجِّ وَاَرَدْتُّهٗ فَاعْتُرِضَ لِىْ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمِرِىْ فِىْ رَمَضَانَ فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْهِ كَحَجَّةٍ ۔

✧✧ سمی جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ایک مرتبہ ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اُس نے عرض کی: میں نے حج کی تیاری کر لی ہے اور اُس کا ارادہ بھی کرلیا ہے پھر میرے سامنے ایک صورت حال آ گئی (جس کی وجہ سے میں نہیں جا سکی) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم رمضان کے مہینے میں عمرہ کرلو کیونکہ اس میں عمرہ کرنا حج کرنے کی مانند ہے۔

شرح: اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علامہ ابن البر یہ فرماتے ہیں کہ تمام راویوں نے اسے اسی طرح مرسل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے تاہم اس کے راوی ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا بنو اسد سے تعلق رکھنے والی اس خاتون سے احادیث کا سماع ثابت ہے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اس خاتون کا نام اُم معقل تھا جبکہ بعض روایات میں ان کا نام اُم سنان انصاریہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ ان دونوں خواتین کے ساتھ الگ الگ واقعہ پیش آیا تھا۔

بَابُ الْمُتَمَتِّعُ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْهَدْىِ

باب 27: حج تمتع کرنے والے شخص پر کس قسم کی قربانی لازم ہوتی ہے؟

451- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ مَنِ اعْتَمَرَ فِىْ اَشْهُرِ الْحَجِّ فِىْ شَوَّالٍ اَوْ فِىْ ذِى الْقَعْدَةِ اَوْ ذِى الْحِجَّةِ فَقَدِ اسْتَمْتَعَ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْهَدْىُ اَوِ الصِّيَامُ اِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا ۔

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو شخص حج کے مہینوں میں یعنی شوال' ذیقعدہ اور ذوالحج میں عمرہ کرتا ہے' تو وہ حج تمتع کرتا ہے' ایسے شخص پر قربانی لازم ہوگی' اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہوتا تو روزے رکھنا لازم ہوگا۔

452-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا مَا بَيْنَ اَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ عَرَفَةَ فَاِنْ لَّمْ يَصُمْ صَامَ اَيَّامَ مِنًى .

✦✦ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو شخص عمرے کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کرتا ہے اور اسے حج کا احرام باندھنے سے لے کے عرفہ کے دن تک قربانی کے لیے جانور نہیں ملتا' اس پر روزے رکھنا لازم ہوگا' اگر اُس نے روزے نہیں رکھے تو پھر وہ منٰی کے دنوں میں روزے رکھ لے گا۔

•••———•••———•••

شرح: روایت کے یہ الفاظ: ''اگر وہ روزہ نہ رکھ سکے'' اس سے مراد وہ تین دن ہیں جو قربانی کے دن سے پہلے ہوتے ہیں' یہ ذوالحج کی سات' آٹھ اور نو تاریخ ہے' تو پھر وہ شخص ایام منٰی میں روزہ رکھے گا' یعنی ایام تشریق میں روزہ رکھے گا' یہ وہ دن ہیں' جن میں حاجی لوگ منٰی میں قیام کرتے ہیں' یہ گیارہ' بارہ اور تیرہ تاریخ ہے۔ یہ مذہب سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' تاہم ہمارے اصحاب اور بعض دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ منٰی کے دنوں میں روزہ رکھنا مطلق طور پر جائز ہی نہیں ہے' اس بارے میں اس سے پہلے ''کتاب الصیام'' میں (ایام تشریق میں روزہ رکھنے کے باب میں) اس کی بحث گزر چکی ہے۔

453-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَ ذٰلِكَ .

✦✦ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

454-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ مَنِ اعْتَمَرَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ فِيْ شَوَّالٍ اَوْ فِيْ ذِى الْقَعْدَةِ اَوْ فِيْ ذِى الْحِجَّةِ ثُمَّ اَقَامَ حَتّٰى يَحُجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ اَوِ الصِّيَامِ اِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا وَمَنْ رَّجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ ثُمَّ حَجَّ فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: جو شخص حج کے مہینوں میں یعنی شوال' ذیقعدہ یا ذوالحج میں عمرہ کرتا ہے اور پھر وہیں قیام پذیر رہتا ہے' یہاں تک کہ حج کر لیتا ہے' تو ایسا شخص حج تمتع کرنے والا شمار ہوتا ہے' ایسے شخص پر یہ بات لازم ہے کہ اُسے قربانی کا جو جانور میسر آئے' وہ اس کی قربانی کرے یا پھر روزے رکھے' اگر اسے قربانی کا جانور نہیں ملتا' جو شخص عمرہ کرنے کے بعد واپس اپنے گھر چلا جاتا ہے اور پھر آ کر حج کرتا ہے' وہ حج تمتع کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّمْلِ بِالْبَيْتِ

باب 28: بیت اللہ کا رمل کرنا

455-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَرَامِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ الرَّمَلُ فِىْ ثَلٰثَةِ اَشْوَاطٍ مِّنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر سے لے کر حجر تک رمل کیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' طواف کے تین چکروں میں حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک رمل کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: رمل کا مطلب بیت اللہ کے طواف کے دوران چھوٹے قدموں سے تیز چلنا ہے' جو دوڑنے کے قریب ہو' ویسے اس کا اصل مطلب چلتے ہوئے کندھوں کو حرکت دینا ہے' اس بات پر فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ ایسا کرنا مشروع ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

حدیث 455: اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودی - كتاب الحج' باب الرمل فی الطواف - حديث: 808 اخرجه ابن خزيمة فی "صحيحه"، كتاب المناسك' جماع أبواب ذكر أفعال اختلف الناس فی إباحته للمحرم - باب الرمل بالبيت من الحجر الأسود إلى الحجر الأسود' حديث: 2538 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب دخول مكة - ذكر خبر قد يوهم غير المتبحر فی صناعة العلم أنه مضاد' حديث: 3876 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب المناسك' باب الرمل - حديث: 2949 اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الحج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فی الرمل من الحجر إلى الحجر' حديث: 819 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب مناسك الحج' الرمل من الحجر إلى الحجر - حديث: 2909 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الحج' من كان يرمل من الحجر إلى الحجر - حديث: 17932 ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، جماع أبواب دخول مكة - باب الابتداء بالطواف من الحجر الأسود إلى الحجر الأسود يرمل ثلاثا' حديث: 8715 اخرجه احمد فی "مسنده"، مسند جابر بن عبد الله رضی الله عنه - حديث: 14741 اخرجه ابويعلى فی "مسنده"، مسند جابر' حديث: 1838 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب دخول مكة - ذكر خبر قد يوهم غير المتبحر فی صناعة العلم أنه مضاد' حديث: 3876 اخرجه ابن خزيمة فی "صحيحه"، كتاب المناسك' جماع أبواب ذكر أفعال اختلف الناس فی إباحته للمحرم - باب الرمل بالبيت من الحجر الأسود إلى الحجر الأسود' حديث: 2538

اصحاب جب عمرہ کرنے کے لیے یعنی عمرہ قضاء کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو مشرکین نے یہ کہا کہ تمہارے پاس وہ لوگ آئے ہیں جنہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ پہلے تین چکروں کے درمیان رمل کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام چکروں کے درمیان رمل کرنے کی انہیں ہدایت نہیں دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے یہ حکم دیا تھا۔

اس روایت کو امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

فقہاء کے درمیان اختلاف اس بارے میں پایا جاتا ہے کہ کیا یہ کوئی ایسی سنت ہے جسے ترک کرنا جائز ہی نہیں ہے؟ یا یہ کوئی ایسی سنت ہے؟ جس کے بارے میں آدمی کو اختیار دیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور جمہور پہلے مؤقف کے قائل ہیں یعنی یہ ایک ایسی سنت ہے جسے ترک کرنا درست نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی روایت نقل کی گئی ہے۔

تابعین کی ایک جماعت جن میں طاؤس عطاء بن ابی رباح حسن بصری قاسم بن محمد اور سالم رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں انہوں نے دوسرے مؤقف کو اختیار کیا ہے (یعنی اس بارے میں آدمی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایسا کرے اگر چاہے تو اسے ترک کر دے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی طرح کی روایت نقل کی گئی ہے تاہم طواف کے دوران رمل کرنے کا حکم مردوں کے لیے ہے خاتون رمل نہیں کریں گی اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے۔

کیونکہ رمل کرنے کا یہ طریقہ خاتون کے ستر کے خلاف ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام باقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امام باقر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔

امام باقر رضی اللہ عنہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں اور امام زید رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سمیت کئی صحابی کرام کی زیارت کی ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

روایت کے الفاظ ''حجر سے لے کر حجر تک'' سے مراد حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک یعنی پورے ایک چکر کے دوران ایسا کرنا ہے۔

بَابُ الْمَكِّيِّ وَغَيْرُهُ يَحُجُّ اَوْ يَعْتَمِرُ هَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ الرَّمَلُ؟

باب 29: مکہ کا رہنے والا شخص یا دوسری کسی جگہ کا رہنے والا شخص جب حج کرتا ہے یا عمرہ کرتا ہے تو کیا اس پر بھی رمل کرنا لازم ہوگا؟

456-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ مِنَ التَّنْعِيْمِ قَالَ ثُمَّ رَاَيْتُهُ يَسْعٰى حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى طَافَ الْاَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ .اَلرَّمَلُ وَاجِبٌ عَلٰى اَهْلِ مَكَّةَ وَ غَيْرِهِمْ فِى الْعُمْرَةِ وَ الْحَجِّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا۔ راوی کہتے ہیں: پھر میں نے انہیں دیکھا کہ وہ بیت اللہ کے گرد دوڑے یہاں تک کہ انہوں نے تین چکروں میں (دوڑتے ہوئے چکر لگایا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اہل مکہ پر اور دوسرے علاقوں کے رہنے والوں پر عمرے اور حج میں (طواف کرتے ہوئے) رمل کرنا واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: حج کی تین قسمیں ہیں: حج قران' حج تمتع اور حج افراد' جو شخص حرم کی حدود سے باہر رہتا ہے وہ ان تینوں میں سے کسی بھی طریقے کے ساتھ حج کرسکتا ہے' لیکن مکہ میں رہنے والا شخص صرف حج افراد کرسکتا ہے۔

بنیادی اصول یہ ہے کہ ان تینوں اقسام کے حج میں رمل کرنا شرط ہے' باقی دو اقسام کی طرح چونکہ حج افراد میں بھی رمل کرنا شرط ہے' تو مکہ کا رہنے والا شخص اگر حج افراد کرتا ہے' تو اُس کے لیے بھی رمل شرط ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے ذریعے یہی بات ثابت کی ہے اور اُن کے بیان کے مطابق اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

تاہم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکہ کے رہنے والے شخص پر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یا صفا و مروہ کی سعی کرتے ہوئے رمل کرنا لازم نہیں ہے۔

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' اس بارے میں فقہاء کے چار مذہب ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک اہل مکہ پر رمل کرنا سرے سے لازم ہی نہیں ہے' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' باقی تین ائمہ کے نزدیک اہلِ مکہ پر بھی رمل کرنا لازم ہے' اس بارے میں مکی اور غیر مکی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔

اس مسئلے کے بارے میں دوسرا موقف یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے تین اطراف میں رمل کیا جائے گا' بعض تابعین بھی اسی بات کے

قائل ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے' جبکہ جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ خانہ کعبہ کے طواف کے دوران پورے چکر کے دوران رمل کیا جائے گا۔

تیسرا موقف جمہور کا ہے' جو اس بات کے قائل ہیں' کہ طواف کرتے ہوئے پورے چکر کے دوران رمل کیا جائے گا اور ایسا کرنا سنت ہے' جبکہ ان میں سے بعض کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے' کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کوئی شخص رمل ترک کر دیتا ہے' تو اب اس پر دم دینا واجب ہوگا۔

چوتھا قول اس بارے میں یہ ہے کہ رمل کرنا صرف طوافِ قدوم میں لازم ہے' یہ حکم حنابلہ کے نزدیک ہے اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں' تاہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مستند طور پر یہ روایت منقول ہے اور تمام فقہاء نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ اس طواف میں رمل کرنا لازم ہوتا ہے' جس کے بعد سعی کرنا بھی ضروری ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ رمل طوافِ قدوم میں کیا جاتا ہے' اگر کوئی شخص طوافِ قدوم میں رمل نہیں کرتا تو پھر ''طوافِ زیارت'' میں کرے گا۔



بَابُ الْمُعْتَمِرُ اَوِ الْمُعْتَمِرَةُ مَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا مِنَ التَّقْصِيْرِ وَالْهَدْيِ

باب 30: عمرہ کرنے والا مرد اور عمرہ کرنے والی عورت پر بال چھوٹے کروانے کے حوالے سے اور قربانی کے حوالے سے کیا چیز لازم ہوتی ہے؟

457-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّ مَوْلَاةً لِعَمْرَةَ ابْنَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُقَالُ لَهَا رُقَيَّةُ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ خَرَجَتْ مَعَ عَمْرَةَ ابْنَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلٰى مَكَّةَ قَالَتْ فَدَخَلَتْ عَمْرَةُ مَكَّةَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَاَنَا مَعَهَا قَالَتْ فَطَافَتْ بِالْبَيْتِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ دَخَلَتْ صُفَّةَ الْمَسْجِدِ فَقَالَتْ اَمَعَكِ مِقَصَّانِ فَقُلْتُ لَا قَالَتْ فَالْتَمِسِيْهِ لِىْ قَالَتْ فَالْتَمَسْتُ حَتّٰى جِئْتُ بِهِ فَاَخَذَتْ مِنْ قُرُوْنِ رَاْسِهَا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ ذَبَحَتْ شَاةً .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لِلْمُعْتَمِرِ وَالْمُعْتَمِرَةِ يَنْبَغِىْ اَنْ يُّقَصِّرَ مِنْ شَعْرِهٖ اِذَا طَافَ وَ سَعٰى فَاِذَا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ ذَبَحَ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا کی ایک کنیز تھی' جس کا نام رقیہ تھا' اس نے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ گئی' ترویحہ کے دن (یعنی آٹھ ذوالحج کو) عمرہ مکہ میں داخل ہوئی' میں بھی اُن کے ساتھ تھی۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی' پھر وہ ایک چبوترے پر تشریف لائی اور بولی: کیا تمہارے پاس قینچی ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں ہے' تو انہوں نے فرمایا: تم اسے تلاش کرو تاکہ میں اپنے کچھ بال کاٹ لوں۔

رقیہ بیان کرتی ہیں' کہ قربانی کے دن عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بکری ذبح کی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عمرہ کرنے والا مرد اور عمرہ کرنے والی عورت کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے بال کچھ کاٹ دے جب وہ طواف کرے اور سعی کرے' پھر جب قربانی کا دن آئے گا' تو جو جانور اسے میسر ہوگا' اس کو ذبح کردے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ جو شخص حج تمتع کرتا ہے یعنی عمرے کا احرام باندھ کر مکہ آجاتا ہے اور عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھول دیتا ہے' پھر اس کے بعد حج کے لیے احرام باندھتا ہے' تو ایسے شخص کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وہ عمرہ کر لینے کے بعد جب احرام کھولے گا' تو وہ بال کٹوا دے گا' البتہ قربانی کا جو جانور وہ اپنے ساتھ لے کر آیا ہے' اسے قربانی کے دن ہی قربان کیا جائے گا۔

——◆——

458-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقُوْلُ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ شَاةٌ .

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: ''جو ہدی میسر ہو'' سے مراد بکری ہے۔

459-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ بَعِيْرٌ اَوْبَقَرَةٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِقَوْلِ عَلِيٍّ نَاْخُذُ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ شَاةٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: ''جو ہدی اسے میسر ہو'' اس سے مراد اونٹ یا گائے ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ''جو ہدی میسر ہو'' سے مراد بکری ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس مسئلے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں استعمال ہونے والے لفظ ''ہدی'' سے مراد کیا ہے؟
جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اس بات کے قائل ہیں' کہ ہدی کا کم از کم مرتبہ بکری ہے اور یہ روایات امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اسناد کے ساتھ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہیں' جبکہ ان دونوں حضرات نے قوی اسناد کے ساتھ سیّدہ عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک ہدی کا اطلاق صرف اونٹ اور گائے پر ہوتا ہے۔ قاسم بن محمد اور دیگر فقہاء نے اس بارے میں ان کے مؤقف کی تائید ہے۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں کہ بکری بھی ہدی میں شامل ہوگی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ان روایات کو ترجیح دی ہے جن سے یہ بات ثابت ہے کہ بکری بھی ہدی میں شامل ہوتی ہے اس مسئلے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے باقی تینوں ائمہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ دُخُوْلُ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ

باب 31: احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونا

460- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اِعْتَمَرَ ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِقُدَيْدٍ جَآءَهٗ خَبَرٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ فَرَجَعَ فَدَخَلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ كَانَ فِي الْمَوَاقِيْتِ اَوْ دُوْنَهَا اِلٰى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ مَكَّةَ وَقْتٌ مِّنَ الْمَوَاقِيْتِ الَّتِيْ وُقِّتَتْ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ وَ اَمَّا مَنْ كَانَ خَلْفَ الْمَوَاقِيْتِ اَيَّ وَقْتٍ مِّنَ الْمَوَاقِيْتِ الَّتِيْ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ مَكَّةَ فَلَا يَدْخُلَنَّ مَكَّةَ اِلَّا بِاِحْرَامٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرہ کیا' پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے' یہاں تک کہ وہ قدید کے مقام پر پہنچے تو انہیں مدینہ منورہ کے بارے میں کوئی اطلاع ملی' تو وہ واپس (مکہ) آ گئے اور احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہوئے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص مواقیت کے اندر رہتا ہو اور مکہ کی طرف رہتا ہو' اس کے اور مکہ کے درمیان کوئی میقات نہ آتا ہو جس کو مقرر کیا گیا ہے' تو ایسے شخص کے لیے احرام کے بغیر مکہ داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن جو شخص مواقیت کے دوسری جانب رہتا ہے' اس کے اور مکہ کے درمیان کوئی میقات آ جاتا ہے' تو اس شخص کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: یہاں روایت کے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ امام زرقانی فرماتے ہیں: اس روایت کی بنیاد پر ابن شہاب زہری' حسن بصری' داؤد ظاہری اور ان کے پیروکار حضرات نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل ہونا جائز ہے' جبکہ جمہور نے اس بات کے انکار کیا ہے' ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ میں اس بارے میں ابن شہاب کے قول کے مطابق فتویٰ نہیں دیتا' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے محقق نے یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص میقات کی حدود سے پرے رہتا ہے اور وہ مکہ جانا چاہتا ہے تو جب وہ میقات سے گزرے گا' تو اس کے لیے یہ بات لازم ہے کہ وہ احرام کی حالت میں ہو' خواہ اس کا ارادہ حج یا عمرہ کرنے کا ہو یا (اپنے ذاتی کسی کام سے وہ مکہ جارہا ہو) یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ' امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک جبکہ مشہور قول کے مطابق شافعی فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

فاضل لکھنوی نے علامہ عینی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا جو مؤقف ہے' کثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' جمہور نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' عطاء بن ابی رباح' لیث بن سعد' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم' یک روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ اور یہ روایت صحیح ہے' مشہور قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ' ابوثور رحمہ اللہ' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں' کہ احرام کے بغیر حرم کی حدود میں داخل نہیں ہوا جاسکتا۔

جبکہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ' حسن بصری رحمہ اللہ ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ' داؤد ظاہری رحمہ اللہ' ان کے اصحاب اس بات کے قائل ہیں' کہ احرام کے بغیر حرم کی حدود میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

بَابُ فَضْلُ الْحَلْقِ وَمَا يُجْزِئُ مِنَ التَّقْصِيْرِ

باب 32: سر منڈوانے کی فضیلت اور بال چھوٹے کروانے کا جائز ہونا

461-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ مَنْ ضَفَّرَ فَلْيَحْلِقْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالتَّلْبِيْدِ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص بال جما لیتا ہے' وہ سر منڈوائے اور تم تلبید کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

شرح: اصول یہ ہے کہ جب احرام کھولا جاتا ہے' تو مردوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ اگر وہ چاہیں' تو اپنے سر منڈوالیں' اگر چاہیں' تو بال چھوٹے کروالیں۔

پہلے زمانے میں عربوں کے ہاں بڑے بال رکھنے کا رواج تھا تو اس زمانے میں رائج طریقہ یہ تھا کہ بڑے بالوں کو گندا ہونے سے بچانے کے لیے یا ان کی مینڈھیاں بنائی جاتی تھیں یا گوند کی طرح کی کوئی چیز چپکالی جاتی تھی تاکہ گردوغبار بالوں کے اندر نہ جاسکے' گوند کی طرح کی اس چیز چپکانے کو عربی زبان کے محاورے میں تلبید کہا جاتا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبید کی ہوئی ہے' اس لیے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' تاہم بال چھوٹے کروانے کے مقابلے میں سر منڈوالینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوانے والوں کے بارے میں تین مرتبہ دعا کی ہے' جبکہ بال چھوٹے کروانے والوں کے بارے میں ایک مرتبہ

دعا کی ہے۔
یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ جس شخص نے مینڈھیاں بنائی ہوئی ہوں' وہ سر منڈوالے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ سر منڈوالے۔
اس مسئلے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے' اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں' کہ صرف حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مختلف روایت منقول ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ جو شخص پہلی مرتبہ حج کرتا ہے اس پر سر منڈوانا لازم ہے' جبکہ تمام علماء اس بات کے قائل ہیں' کہ آدمی کو اس بارے میں اختیار ہے' اگر وہ چاہے' تو سر منڈوالے' اگر چاہے' تو بال چھوٹے کروالے۔
اس بارے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے' ایک روایت کے مطابق ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

462- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ .
قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ ضَفَّرَ فَلْيَحْلِقْ وَالْحَلْقُ اَفْضَلُ مِنَ التَّقْصِيْرِ وَ التَّقْصِيْرُ يُجْزِئُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:
''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر!''
لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی آپ دعا کیجئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:
''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر!''
پھر لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی آپ دعا کیجئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:
''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر!''
پھر لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی آپ دعا کیجئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:
''(اے اللہ!) بال چھوٹے (کروانے والوں) پر بھی رحم کر''!

حدیث 462: اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی - كتاب الحج' باب الحلاق - حديث: 888 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب الحلق والتقصير عند الإحلال - حديث: 1651 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب تفضيل الحلق على التقصير وجواز التقصير - حديث: 2368 اخرجه ابو داؤد فی "سننه"، كتاب المناسك' باب الحلق والتقصير - حديث: 1702 اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روی عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 1161 اخرجه احمد فی "مسنده"، ' مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حديث: 5351 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب الحلق والذبح - ذكر دعاء المصطفى صلى الله عليه وسلم بالمغفرة للمحلقين أكثر مما' حديث: 3943 السنن المأثورة للشافعی - كتاب الزكاة' باب ما جاء فی فدية الأذى - حديث: 463

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص اپنے بالوں کو جما لیتا ہے وہ سر منڈوائے گا اور بال چھوٹے کروانے کے مقابلے میں سر منڈوالینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' تاہم بال چھوٹے کروانا بھی جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

463- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا حَلَقَ فِی حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ اَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهٖ وَ مِنْ شَارِبِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَيْسَ هٰذَا بِوَاجِبٍ مَنْ شَآءَ فَعَلَهٗ وَ مَنْ شَآءَ لَمْ يَفْعَلْهُ .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرے میں سر منڈواتے تھے' تو اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کے کچھ بال بھی چھوٹے کروالیتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ چیز لازم نہیں ہے' جو ایسا کرلیتا ہے وہ کرے' جو نہیں چاہتا وہ نہ کرے۔

•••——•••——•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: ایسا کرنا واجب نہیں ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی اور مونچھوں کے بالوں کو چھوٹا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ سنت یا مستحب ہے' یا اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ حج کے دیگر واجبات کی طرح جیسے سر منڈوانے یا بال چھوٹے کروانے کی طرح یہ لازم نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا تھا۔ اس روایت سے ضمنی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مونچھیں چھوٹی کرنا سنت ہے' مونچھیں منڈوالینا سنت نہیں ہے' داڑھی کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل محقق نے یہ بات تحریر کی ہے: اس بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے' اسے بالکل بھی چھوٹا نہ کیا جائے' شوافع کا مختار قول یہی ہے' امام نووی نے اسی کو ترجیح دی ہے' حنابلہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔

اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ حکم تو یہی ہے' البتہ حج اور عمرے کے اندر یہ بات مستحب ہے کہ اس کا کچھ حصہ کاٹ لیا جائے۔ حافظ ابن حجر یہ کہتے ہیں' کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں صراحت کی ہے کہ یہ حکم ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اگر داڑھی زیادہ لمبی ہو چکی ہو' تو اسے کچھ چھوٹا کرلیا جائے' تاہم اس بارے میں قبضہ کی حد بندی نہیں ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور قاضی عیاض نے اس کو ترجیح دی ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ قبضے سے زیادہ داڑھی کو چھوٹا کرلیا جائے اور ایسا کرنا مستحب ہے' احناف نے اسی بات کو مختار قرار دیا ہے۔

بَابُ الْمَرْءَةُ تَقْدَمُ مَكَّةَ بِحَجٍّ اَوْ بِعُمْرَةٍ فَتَحِيْضُ قَبْلَ قُدُوْمِهَا اَوْ بَعْدَ ذٰلِكَ

جب کوئی عورت حج یا عمرے کے لیے مکہ آئے اور پھر مکہ پہنچنے سے پہلے یا مکہ پہنچنے کے بعد اسے حیض آجائے

464- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ الْمَرْاَةُ الْحَآئِضُ الَّتِیْ تُهِلُّ بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ تُهِلُّ بِحَجَّتِهَا اَوْ بِعُمْرَتِهَا اِذَا اَرَادَتْ وَلٰكِنْ لَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى تَطْهُرَ وَتَشْهَدُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا مَعَ النَّاسِ غَيْرَ اَنَّهَا لَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَا تَقْرَبُ الْمَسْجِدَ وَلَا تَحِلُّ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں، کہ حیض والی جو عورت حج یا عمرے کا احرام باندھتی ہے وہ حج اور عمرے کا تلبیہ پڑھتی رہے گی، جب وہ اس کا ارادہ کر لیتی ہے، لیکن وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی اور صفا و مروہ کا چکر نہیں لگائے گی، جب تک وہ پاک نہیں ہو جاتی، وہ حج کے تمام مناسک میں لوگوں کے ساتھ شریک ہوگی، البتہ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرے گی، وہ مسجد میں نہیں جائے گی اور وہ اپنا احرام اس وقت تک نہیں کھولے گی، جب تک وہ پاک ہو جانے کے بعد (بیت اللہ کا طواف نہیں کر لیتی) اور صفا و مروہ کی سعی نہیں کر لیتی۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں اس روایت میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی عورت کو حیض آجائے یا نفاس آجائے، تو اس کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہی حج یا عمرے کا احرام باندھ لے، کیونکہ حیض اور نفاس، احرام باندھنے کے جواز میں رکاوٹ نہیں ڈالتے ہیں، خواہ کوئی بھی وقت ہو، وہ عورت احرام کے لیے غسل کرے گی، لیکن احرام باندھنے کے بعد سنت نماز ادا نہیں کرے گی اور نہ ہی مکہ میں آنے کے بعد عمرے کا طواف کرے گی یا طواف قدوم کرے گی، کیونکہ وہ عورت ایسی حالت میں کوئی بھی نماز ادا نہیں کر سکتی اور مسجد کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح وہ عورت صفا اور مروہ کی سعی بھی نہیں کر سکے گی، کیونکہ اگرچہ طہارت کے بغیر صفا اور مروہ کی سعی کرنا جائز ہے، لیکن اس کا حکم اس سے پہلے طواف پر موقوف ہے، جب طواف نہیں ہوگا، تو سعی بھی نہیں ہو سکے گی۔

465- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَآئِضٌ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِفْعَلِیْ مَا يَفْعَلُ الْحَآجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِیْ .

✦✦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ جب میں مکہ آئی تو مجھے حیض آگیا، میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا اور

صفا و مروہ کی سعی نہیں کی۔

میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بات کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم وہ تمام کام کرو جو حاجی کرتے ہیں' البتہ تم بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کرنا جب تک پاک نہیں ہو جاتی۔

486- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا . قَالَتْ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِىْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِىْ وَ اَهِلِّىْ بِالْحَجِّ وَ دَعِى الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ اَرْسَلَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ وَطَافَ الَّذِيْنَ حَلُّوْا بِالْبَيْتِ وَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَّجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَانُوْا جَمَعُوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ الْحَائِضُ تَقْضِى الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفَ وَلَا تَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى تَطْهُرَ فَاِنْ كَانَتْ اَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ فَخَافَتْ فَوْتَ الْحَجِّ فَلْتُحْرِمْ بِالْحَجِّ وَ تَقِفُ بِعَرَفَةَ وَ تَرْفُضِ الْعُمْرَةَ فَاِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَجِّهَا قَضَتِ الْعُمْرَةَ كَمَا قَضَتْهَا عَائِشَةُ وَذَبَحَتْ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَبَحَ عَنْهَا بَقَرَةً وَّهٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اِلَّا مَنْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّهٗ يَطُوْفُ طَوَافَيْنِ وَ يَسْعٰى سَعْيَيْنِ .

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے' ہم نے عمرے کے احرام باندھا' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور موجود ہو وہ حج اور عمرے دونوں کی نیت کرے' وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا' جب تک دونوں کو ادا کر کے فارغ نہیں ہو جاتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ جب میں مکہ آئی تو مجھے حیض آ گیا' میں بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکی' اور صفا و مروہ کی سعی نہیں کر سکی' میں نے اس بات کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سر کے بال کھول دو' ان میں کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے ایسا ہی کیا' جب میں نے اپنا حج مکمل کر لیا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے (میرے بھائی) عبدالرحمن بن ابوبکر کے ساتھ تنعیم بھیجا' وہاں سے میں نے عمرے کا احرام باندھا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے پہلے والے عمرے کی جگہ ہے۔

(سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں: ہمارے ساتھ آنے والوں میں) کچھ لوگوں نے بیت اللہ کا طواف کرنے اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیا تھا' انہوں نے منیٰ سے واپس آ کر دوبارہ طواف کیا' لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا احرام

باندھا ہوا تھا انہوں نے ایک ہی مرتبہ طواف کیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، حیض والی عورت تمام مناسک ادا کرے گی، البتہ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی اور صفا و مروہ کی سعی نہیں کرے گی، جب تک وہ پاک نہیں ہو جاتی۔

اگر اس نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور اسے یہ اندیشہ ہو کہ اس کا حج فوت ہو جائے گا، تو پھر وہ حج کا احرام باندھ لے گی اور عرفہ میں وقوف کرے گی اور عمرے کو ترک کر دے گی، پھر جب وہ حج سے فارغ ہو گی، تو عمرے کی قضاء ادا کرے گی، جس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی قضاء ادا کی تھی، ایسی عورت کو قربانی کا جو بھی جانور میسر ہو گا، وہ اسے ذبح کروا دے گی۔

ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات پتہ چلی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے (یا تمام ازواجِ مطہرات کی طرف سے) ایک گائے ذبح کی تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان تمام باتوں کے قائل ہیں، البتہ جو شخص حج اور عمرے کو اکٹھا کرتا ہے، اس کے بارے میں وہ یہ فرماتے ہیں، کہ وہ دو مرتبہ طواف کرے گا اور دو مرتبہ سعی کرے گا۔

بَابُ الْمَرْءَةُ تَحِيضُ فِي حَجِّهَا قَبْلَ اَنْ تَطُوفَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ

باب 34: جس عورت کو حج کے دوران ''طوافِ زیارت'' کرنے سے پہلے حیض آ جائے (اس کا حکم کیا ہے؟)

467- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِي اَبُو الرِّجَالِ اَنَّ عَمْرَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ اِذَا حَجَّتْ وَ مَعَهَا نِسَاءٌ خَافَتْ اَنْ يَحِضْنَ قَدَّمَتْهُنَّ يَوْمَ النَّحْرِ فَاَفَضْنَ فَاِنْ حِضْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ تَنْتَظِرْ تَنْفِرُ بِهِنَّ وَ هُنَّ حُيَّضٌ اِذَا كُنَّ قَدْ اَفَضْنَ.

عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب ایسی خواتین کے ساتھ حج کرتی تھیں جن کے بارے میں یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ انہیں حیض آ جائے گا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں قربانی کے دن ہی طوافِ افاضہ کے لیے بھیج دیتی تھیں وہ طوافِ افاضہ کر لیتی تھیں، پھر بعد میں اگر انہیں حیض آتا تھا تو وہ انتظار نہیں کرتی تھیں بلکہ انہیں ساتھ لے کر روانہ ہو جاتی تھیں، حالانکہ اس وقت وہ عورتیں حیض کی حالت میں ہوتی تھیں، لیکن انہوں نے طوافِ افاضہ کر لیا ہوتا تھا۔

468- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِي بَكْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ

حدیث 468: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الحج، باب افاضة الحائض - حديث: 928 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الحيض، باب المرأة تحيض بعد الإفاضة - حديث: 326 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض - حديث: 2430 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الحيض والاستحاضة، المرأة تحيض بعد الإفاضة - حديث: 390 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب المناسك، إشعار الهدي : الإباحة للحائض أن تنفر إذا كانت قد أفاضت يوم النحر، حديث: 4068 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند الأنصار، الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها، حديث: 24899 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، جماع أبواب دخول مكة - باب ترك الحائض الوداع، حديث: 9161

قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا قَالَ اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ بِالْبَيْتِ قُلْنَ بَلٰى اِلَّا اَنَّهَا لَمْ تَطُفْ طَوَافَ الْوَدَاعِ قَالَ فَاخْرُجْنَ

✦✦ عمرہ بنت عبدالرحمن' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صفیہ بنت حیی کو حیض آ گیا ہے' شاید اس کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اُس نے تم لوگوں کے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کر لیا تھا؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں! لیکن انہوں نے طواف رخصت نہیں کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خواتین روانہ ہو جاؤ!

469- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَخْبَرَهُ عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اِبْنَةِ مِلْحَانَ قَالَتِ اسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَنْ حَاضَتْ اَوْوَلَدَتْ بَعْدَمَا اَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ فَاَذِنَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَتْ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ حَاضَتْ قَبْلَ اَنْ تَطُوْفَ يَوْمَ النَّحْرِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ اَوْوَلَدَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَلَا تَنْفِرَنَّ حَتّٰى تَطُوْفَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ وَاِنْ كَانَتْ طَافَتْ طَوَافَ الزِّيَارَةِ ثُمَّ حَاضَتْ اَوْوَلَدَتْ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ تَنْفِرَ قَبْلَ اَنْ تَطُوْفَ طَوَافَ الصَّدْرِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ سیدہ اُم سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عورت کا حکم دریافت کیا جو قربانی کے دن طواف افاضہ کر لیتی ہے اور بعد میں اُسے حیض آ تا ہے یا وہ بچے کو جنم دیتی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس بات کی اجازت دی تو وہ روانہ ہو گئیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جس عورت کو قربانی کے دن ''طواف زیارت'' کرنے سے پہلے حیض آ جاتا ہے' یا وہ بچے کو اس سے پہلے جنم دیدیتی ہے' تو وہ اس وقت تک واپس نہیں جائے گی' جب تک ''طواف زیارت'' نہیں کر لیتی' لیکن اگر وہ ''طواف زیارت'' کر چکی ہو اور پھر اس کے بعد اُسے حیض آئے یا وہ بچے کو جنم دے تو اس کے طواف صدر کرنے سے پہلے واپس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں اس بات کا بیان فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ طواف کی تین قسمیں ہیں:

- پہلی قسم ''طواف قدوم'' کہلاتی ہے' یعنی جو شخص میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو' جب وہ حج کرنے کے لیے آئے گا' تو سب سے پہلے آ کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا' اسے ''طواف قدوم'' کہتے ہیں۔

لیکن جو لوگ میقات کی حدود کے اندر رہتے ہوں' انہیں ''طواف قدوم'' کرنے کی ضرورت نہیں ہے' البتہ اگر وہ اپنے کسی کام سے میقات سے باہر چلے جاتے ہیں اور پھر مکہ واپس آتے ہیں' تو اب وہ بھی طواف قدوم کریں گے۔

طواف کی دوسری قسم ''طوافِ زیارت'' ہے' یہ وہ طواف ہے' جو دس ذوالحج سے بارہ ذوالحج کے درمیان کیا جاتا ہے' یہ اس کا متعین وقت ہے۔

میدانِ عرفات میں وقوف کے بعد حج کا دوسرا بڑا رکن ''طوافِ زیارت'' ہے' اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے' بارہ ذوالحج تک ''طوافِ زیارت'' نہ کر سکے تو ''طوافِ زیارت'' میں تاخیر کی وجہ سے دم دینا واجب ہو جاتا ہے۔

طواف کی تیسری قسم کو ''طوافِ وداع'' کہا جاتا ہے' یعنی وہ طواف جو رخصتی کے وقت کیا جائے' اس کا کوئی متعین وقت نہیں ہے' جب بھی حاجی شخص اپنے وطن کے لیے واپس روانہ ہونے لگے گا' تو وہ ''طوافِ وداع'' کر کے رخصت ہوگا۔

''طوافِ زیارت'' کیونکہ حج کا ایک اہم رکن ہے' اس لیے حج کرنے والے مرد اور عورت پر ''طوافِ زیارت'' کرنا لازم ہے' اب اگر ''طوافِ زیارت'' کرنے سے پہلے کسی عورت کو حیض آ جاتا ہے یا اس کے ہاں بچے کی پیدائش ہو جاتی ہے' اور وہ نفاس والی ہو جاتی ہے' تو اس عورت کو ''طوافِ زیارت'' کرنے سے پہلے واپس نہیں جانا چاہیے' جب وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو جائے گی' تو پھر ''طوافِ زیارت'' کر کے حج کے افعال سے فارغ ہوگی' لیکن اگر کسی عورت کو ''طوافِ زیارت'' کرنے کے بعد حیض یا نفاس کا سامنا کرنا پڑتا ہے' اور اس نے ''طوافِ وداع'' نہیں کیا' تو ایسی خواتین کے لیے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ''طوافِ وداع'' کیے بغیر بھی اپنے وطن واپس جا سکتی ہیں۔



بَابُ الْمَرْءَةُ تُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَتَلِدُ اَوْ تَحِيْضُ قَبْلَ اَنْ تُحْرِمَ

باب 35: جب کوئی عورت حج یا عمرہ کا ارادہ کرے اور پھر وہ احرام باندھنے سے پہلے بچے کو جنم دے یا اُسے حیض آ جائے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟)

470-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ وَّلَدَتْ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ بِالْبَيْدَاءِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ اَبُوْ بَكْرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهَا فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لْتُهِلَّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ فِي النُّفَسَآءِ وَالْحَآئِضِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

حديث 470: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي - كتاب الحج' باب الغسل للإهلال - حديث: 702 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب مناسك الحج' الغسل للإهلال - حديث: 2628 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' المواقيت - الغسل للإهلال' حديث: 3519 السنن المأثورة للشافعي - كتاب الزكاة' باب ما جاء في فدية الأذى - حديث: 469 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب المناسك' جماع أبواب الإحرام - باب الغسل للإهلال' حديث: 2884 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الحج' باب إحرام النفساء واستحباب اغتسالها للإحرام - حديث: 2182 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب المناسك' باب أمر النفساء بالاغتسال والاستثفار إذا أرادت الإحرام - حديث: 2417 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب المناسك' باب النفساء والحائض - حديث: 2911

✧✧ عبدالرحمن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیداء کے مقام پر حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس سے کہو! وہ غسل کرنے کے بعد احرام باندھ لے۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نفاس اور حیض والی (دونوں طرح کی) عورتوں کے بارے میں ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کو سمجھنے سے پہلے یہ اصول ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ حج یا عمرہ محض نیت کر لینے سے لازم نہیں ہو جاتے ہیں' بلکہ نیت کرنے کے بعد احرام باندھنا بھی ضروری ہے' جب کوئی شخص احرام باندھے گا' تو اس کے بعد اس پر حج یا عمرہ لازم ہوگا۔ سابقہ روایات میں ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں' کہ حیض یا نفاس احرام باندھنے میں رکاوٹ نہیں بنتے ہیں' اس لیے اگر کسی عورت کو احرام باندھنے سے پہلے حیض یا نفاس آ جاتا ہے' تو اب اسے اس بات کا اختیار ہے' اگر وہ چاہے' تو ایسی حالت میں حج یا عمرے کا احرام باندھ سکتی ہے' اگر وہ چاہے' تو ایسا نہ کرے' تاہم اگر وہ احرام باندھ لیتی ہے' تو اب وہ احرام باندھنے کے بعد سنت کے طور پر ادا کیے جانے والے دو نوافل ادا نہیں کرے گی۔

بَابُ اَلْمُسْتَحَاضَةُ فِى الْحَجِّ

باب 36: حج کے دوران استحاضہ کی شکایت ہونا

471- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ اَنَّ اَبَا مَاعِزٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سُفْيَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَجَآءَتْهُ امْرَاَةٌ تَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَتْ اِنِّىْ اَقْبَلْتُ اُرِيْدُ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ اَهْرَقْتُ فَرَجَعْتُ حَتّٰى ذَهَبَ ذٰلِكَ عَنِّىْ ثُمَّ اَقْبَلْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ اَهْرَقْتُ فَرَجَعْتُ حَتّٰى ذَهَبَ ذٰلِكَ عَنِّىْ ثُمَّ رَجَعْتُ اِلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ اَيْضًا قَالَ لَهَا ابْنُ عُمَرَ اِنَّمَا ذٰلِكَ رَكْضَةٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ فَاغْتَسِلِىْ ثُمَّ اسْتَثْفِرِىْ بِثَوْبٍ ثُمَّ طُوْفِىْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ هٰذِهِ الْمُسْتَحَاضَةُ فَلْتَتَوَضَّاْ وَتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ تَطُوْفُ وَ تَصْنَعُ مَا تَصْنَعُ الطَّاهِرَةُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابوزبیر مکی بیان کرتے ہیں: ابو ماعز عبداللہ بن سفیان نے انہیں یہ بات بتائی ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران ایک خاتون اُن کے پاس آئی تاکہ اُن سے مسئلہ دریافت کرے' وہ عورت بولی: میں بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے آئی لیکن جب میں مسجد کے دروازے پر پہنچی تو میرا خون نکل آیا' میں واپس آ گئی تو خون کی آمد ختم

ہوگئی' میں واپس آ گئی پھر جب دروازے تک پہنچی تو پھر خون نکلنے لگے' پھر میں واپس آ گئی پھر وہ خون بند ہوگیا' میں پھر واپس مسجد کے دروازے تک آئی۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: یہ شیطان کا ٹھونگا ہے' تم غسل کرو اور کپڑا باندھ کر طواف کرلو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ حکم مستحاضہ عورت کے بارے میں ہے' وہ عورت وضو کرے گی' کپڑا باندھ لے گی' پھر اس کے بعد طواف کرے گی اور وہ تمام اُمور سرانجام دے گی جو کوئی پاک عورت سرانجام دیتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: ''استحاضہ'' اُس خون کو کہتے ہیں جو حیض یا نفاس کے علاوہ آتا ہے' اس کی وضاحت اور طہارت سے متعلق ابواب میں پہلے کی جاچکی ہے۔

استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے کی بھی پابند ہے اور روزہ رکھنے کی بھی پابند ہے اور اس کے لیے مسجد میں جانا بھی جائز ہے' اس لیے اگر کسی عورت کو حج کے دوران استحاضہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے' تو اب وہ تمام افعال ادا کرے گی' جو کوئی بھی پاک عورت ادا کرتی ہے' اس کے لیے بیت اللہ کا طواف کرنا اور نمازیں ادا کرنا درست ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ دُخُوْلُ مَكَّةَ وَمَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْغُسْلِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ

باب 37: مکہ میں داخل ہونے (کے آداب) اس میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنے کا مستحب ہونا

472- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا دَنٰى مِنْ مَكَّةَ بَاتَ بِذِىْ طُوٰى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ يُصَلِّى الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِىْ بِاَعْلٰى مَكَّةَ وَلَا يَدْخُلُ مَكَّةَ اِذَا خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا حَتّٰى يَغْتَسِلَ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ اِذَا دَنٰى مِنْ مَكَّةَ بِذِىْ طُوٰى وَ يَاْمُرُ مَنْ مَعَهٗ فَيَغْتَسِلُوْا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلُوْا ۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ کے پاس پہنچتے تھے' تو دونوں گھاٹیوں کے درمیان ''ذی طویٰ'' کے مقام پر رات بسر کرتے تھے' پھر جب صبح ہو جاتی تو صبح کی نماز پڑھنے کے بعد بالائی حصے والی گھاٹی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوتے تھے' جب وہ حج یا عمرے کے لیے جاتے تھے' تو اس وقت تک مکہ میں داخل نہیں ہوتے تھے جب تک مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل نہیں کر لیتے تھے' وہاں جب وہ مکہ کے قریب ''ذی طویٰ'' کے مقام پر پہنچتے تھے' (اس مقام پر) وہ اپنے ساتھ لوگوں کو بھی غسل کرنے کی ہدایت کرتے تھے' تو وہ لوگ بھی مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔

شرح: ''ذی طویٰ'' مکہ مکرمہ کے قریب ایک وادی ہے' جو تقریباً ایک فرسخ کے فاصلے پر ہے۔

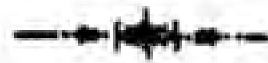
مکہ مکرمہ میں داخلے کے وقت غسل کرنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو اس پر فدیہ دینا لازم نہیں ہوگا اور اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ صرف وضو کر کے بھی مکہ میں داخل ہو جانا جائز ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غسل حالت احرام کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ مکہ مکرمہ کے احترام کے پیش نظر ہے یہاں تک کہ جو شخص حالت احرام میں نہ ہو وہ بھی اگر مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کر لے۔

فتح مکہ کے دن جب نبی اکرم ﷺ احرام میں نہیں تھے آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کیا تھا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدۃ القاری" میں یہ بات تحریر کی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے:

فقہاء مالکیہ کے نزدیک یہ غسل طواف کے لیے ہوتا ہے اس لیے یہ حیض والی اور نفاس والی عورت کے لیے مستحب نہیں ہو گا کیونکہ وہ دونوں مسجد میں داخل ہو کر طواف نہیں کر سکتی ہیں۔



473- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ اَنَّ اَبَاهُ الْقَاسِمَ كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ لَيْلًا وَّ هُوَ مُعْتَمِرٌ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَ يُؤَخِّرُ الْحِلَاقَ حَتّٰى يُصْبِحَ وَلٰكِنَّهُ لَا يَعُوْدُ اِلَى الْبَيْتِ فَيَطُوْفُ بِهٖ حَتّٰى يَحْلِقَ وَ رُبَّمَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاَوْتَرَ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَقْرَبِ الْبَيْتَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَّا بَاْسَ بِاَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ اِنْ شَاءَ لَيْلًا وَّاِنْ شَاءَ نَهَارًا فَيَطُوْفُ وَ يَسْعٰى وَلٰكِنْ لَا يُعْجِبُنَا لَهٗ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الطَّوَافِ حَتّٰى يَحْلِقَ اَوْ يُقَصِّرَ كَمَا فَعَلَ الْقَاسِمُ وَاَمَّا الْغُسْلُ حِيْنَ يَدْخُلُ فَهُوَ حَسَنٌ وَّلَيْسَ بِوَاجِبٍ .

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم بیان کرتے ہیں: اُن کے والد قاسم رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے انہوں نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا صفا و مروہ کی سعی کی لیکن سر منڈوانے کے کام کو صبح تک ملتوی کر دیا پھر بعد میں انہوں نے دوبارہ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا یہاں تک کہ سر منڈوا لیا بعض اوقات وہ مسجد حرام میں تشریف لے آتے تھے عصر کی نماز ادا کرتے تھے اور پھر واپس چلے جاتے تھے وہ بیت اللہ کے قریب نہیں جاتے تھے (یعنی اس کا طواف نہیں کرتے تھے)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص اگر چاہے تو رات کے وقت مکہ میں داخل ہو جائے اگر چاہے تو دن کے وقت داخل ہو پھر وہ طواف کرے سعی کرے تاہم ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ جب تک وہ پہلی مرتبہ طواف کرنے کے بعد سر نہیں منڈوا لیتا بال نہیں چھوٹے کروا لیتا اس سے پہلے دوبارہ طواف کرے۔

جیسا کہ قاسم کے طرز عمل سے یہ بات ثابت ہے جہاں تک مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنے کا تعلق ہے تو یہ اچھا کام ہے لیکن واجب نہیں ہے۔



شرح: قاسم بن محمد کے بارے میں جو روایت نقل کی گئی ہے اس کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ

انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ایسا کیا تھا' کیونکہ جب نبی اکرم ﷺ نے جعرانہ کے مقام سے عمرے کا احرام باندھا تھا تو آپ ﷺ مکہ میں رات کے وقت داخل ہوئے تھے' جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جو مسئلہ بیان کیا ہے' یہ حکم صرف اس شخص کے لیے ہے' جو عمرے کا احرام باندھ کر یا حج تمتع کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوتا ہے' ایسے شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ مکہ آنے کے بعد طواف کر لینے کے بعد بال چھوٹے کروا کر یا سر منڈوا کر احرام کھول دے گا۔

اب سوال یہ ہے: اگر کوئی شخص عمرے کا طواف کر لینے کے بعد بال چھوٹے نہیں کرواتا یا سر نہیں منڈواتا' تو کیا اس کے لیے بال چھوٹے کروانے سے پہلے نفلی طواف کرنا درست ہوگا یا نہیں ہوگا؟ تو ایسے شخص کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وہ پہلا عمرہ کر لینے کے بعد اپنے بال چھوٹے کروائے' عمرے کا احرام کھول دے اور اس کے بعد وہ جتنی مرتبہ چاہے نفلی طواف ادا کرے۔

لیکن جو شخص حج قران یا حج افراد کا احرام باندھ کر مکہ میں آتا ہے' وہ احرام کھولنے سے پہلے بال چھوٹے نہیں کروا سکتا' اس کے لیے حکم یہی ہے کہ وہ ''طواف قدوم'' کر لینے کے بعد جتنی مرتبہ چاہے نفلی طواف کر سکتا ہے' بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک ایسے شخص کے لیے نوافل ادا کرنے کے مقابلے میں طواف کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

بَابُ السَّعْیُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ

باب 38: صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا

474- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا طَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ بَدَاَ بِالصَّفَا فَرَقِیَ حَتّٰی یَبْدُوَ لَهُ الْبَیْتُ وَكَانَ یُكَبِّرُ ثَلٰثَ تَكْبِیْرَاتٍ ثُمَّ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یَفْعَلُ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَذٰلِكَ اِحْدٰی وَعِشْرُوْنَ تَكْبِیْرَۃً وَّسَبْعُ تَهْلِیْلَاتٍ وَّیَدْعُوْ فِیْمَا بَیْنَ ذٰلِكَ وَیَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی ثُمَّ یَهْبِطُ فَیَمْشِیْ حَتّٰی اِذَا جَآءَ بَطْنَ الْمَسِیْلِ سَعٰی حَتّٰی یَظْهَرَ مِنْهُ ثُمَّ یَمْشِیْ حَتّٰی یَاْتِیَ الْمَرْوَۃَ فَیَرْقٰی وَیَصْنَعُ عَلَیْهَا مِثْلَ مَا صَنَعَ عَلَی الصَّفَا یَصْنَعُ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ سَعْیِهٖ وَسَمِعْتُهٗ یَدْعُوْ عَلَی الصَّفَا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاِنِّیْ اَسْاَلُكَ كَمَا هَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَهٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ ۔

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے' تو صفا سے سعی کا آغاز کرتے تھے' وہ صفا پہاڑ پر چڑھ جاتے تھے' یہاں تک کہ انہیں خانہ کعبہ نظر آ جاتا تھا تو وہ اسے دیکھ کر تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور یہ پڑھتے تھے:

''اُس اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' وہی ایک معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' بادشاہی اسی کے لیے

مخصوص ہے' حمد بھی اسی کے لیے مخصوص ہے' وہی زندہ کرتا ہے' وہی موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے''۔

وہ سات مرتبہ ایسا کیا کرتے تھے' تو اس طرح یہ اکیس تکبیریں ہو جاتی تھیں اور سات مرتبہ یہ کلمہ پڑھتے تھے (یعنی مذکورہ بالا عبارت پڑھتے تھے) وہ اس دوران دعا بھی مانگا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرتے تھے۔

اس کے بعد نیچے اتر کر چلنا شروع کر دیتے تھے یہاں تک کہ نشیب میں آ جاتے تو تیزی سے دوڑنے لگتے اور اس جگہ کو پار کر جاتے' پھر اس کے بعد آرام سے چلنا شروع کر دیتے' یہاں تک کہ مروہ پہاڑ کے قریب پہنچ جاتے تو پھر اس پر چڑھتے' وہ مروہ پہاڑ پر بھی وہی کیا کرتے تھے جو وہ صفا پہاڑ پر کیا کرتے تھے' اور وہ سات مرتبہ ہی ایسا کیا کرتے تھے' یہاں تک کہ وہ سعی کر کے فارغ ہو جاتے تھے۔

میں نے انہیں صفا پہاڑ پر یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! تو نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ تم مجھ سے مانگو' میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا' بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا تو میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ جس طرح تو نے مجھے اسلام کے بارے میں ہدایت نصیب کی ہے' تو تُو اسے مجھ سے الگ نہ کرنا' یہاں تک کہ جب تو مجھے موت دے تو میں مسلمان ہوں''۔

•••———•••———•••

شرح: صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا احناف کے نزدیک حج اور عمرہ دونوں میں واجب ہے' یہ حج یا عمرے کے رکن یا فرض کی حیثیت نہیں رکھتا' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سعی کرنا حج اور عمرے کا رکن ہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر' سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی یہ حج اور عمرے کا رکن ہے۔

مشہور قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں' اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہہ ابوثور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''تم لوگ سعی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سعی کو لازم قرار دیا ہے''۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل' امام دارقطنی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں دوسرا مؤقف یہ ہے کہ سعی کرنا واجب ہے اور جو شخص اسے ترک کر دیتا ہے اس پر دم دینا لازم ہوگا۔ سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سعی کرنا سنت ہے یا مستحب ہے' یہ قول ابن سیرین' عطاء اور مجاہد کا ہے' ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

475- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ هَبَطَ مِنَ الصَّفَا مَشٰى حَتّٰى اِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ بَطْنِ الْمَسِيْلِ سَعٰى حَتّٰى ظَهَرَ مِنْهُ قَالَ وَكَانَ يُكَبِّرُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثَلٰثًا وَ يُهَلِّلُ وَاحِدَةً يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ اِذَا صَعِدَ الرَّجُلُ الصَّفَا كَبَّرَ وَهَلَّلَ وَدَعَا ثُمَّ هَبَطَ مَاشِيًا حَتّٰى يَبْلُغَ بَطْنَ الْوَادِيْ فَيَسْعٰى فِيْهِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْهُ ثُمَّ يَمْشِيْ مَشْيًا عَلٰى هِيْنَتِهٖ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَرْوَةَ فَيَصْعَدَ عَلَيْهَا فَيُكَبِّرُ وَ يُهَلِّلُ وَ يَدْعُوْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ بَيْنَهُمَا سَبْعًا يَسْعٰى فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ مِنْهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ .

✦✦ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا پہاڑ سے نیچے اترتے تھے' تو آرام سے چلتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں بطن مسیل میں پہنچ جاتے تو آپ دوڑنے لگتے یہاں تک کہ اُس سے آگے نکل جاتے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ کے اوپر تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور ایک مرتبہ تہلیل پڑھتے تھے' آپ تین مرتبہ ایسا کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جب کوئی شخص صفا پہاڑ پر چڑھے تو وہ تکبیر کہے گا اور کلمہ پڑھے گا اس کے بعد دعا مانگے گا' پھر وہ عام رفتار سے چلتا ہوا نیچے اترے گا' یہاں تک کہ جب وہ بطن وادی میں پہنچے تو وہاں دوڑے یہاں تک کہ اس جگہ سے آگے نکل جائے گا' پھر اس کے بعد اپنی عام رفتار کے مطابق چلتا رہے گا' یہاں تک کہ مروہ پہاڑ کے پاس آئے گا' پھر وہ اس پر چڑھے گا اور تہلیل پڑھے گا' پھر وہ جو چاہے گا وہ دعا مانگے گا' اس طرح وہ سات مرتبہ کرے گا' ہر مرتبہ بطن وادی سے گزرتے ہوئے وہ سعی کرے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں روایت کے یہ الفاظ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: جمہور نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' البتہ احناف میں سے امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض شوافع کا موقف اس سے مختلف ہے' وہ اس بات کے قائل ہیں۔

صفا سے مروہ کی طرف جانا اور پھر وہاں سے واپس صفا کی طرف جانا' اس کا مجموعہ ایک چکر شمار ہوگا' اس صورت میں کل چودہ چکر بن جاتے ہیں۔ لیکن ان حضرات کے نظریے کی مستند حدیث سے تردید ہو جاتی ہے۔

بَابُ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ رَاكِبًا أَوْ مَاشِيًا

باب 39: سوار ہوکر یا پیدل بیت اللہ کا طواف کرنا

476-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْاَسَدِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ اِشْتَكَيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ قَالَتْ فَطُفْتُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي اِلٰى جَانِبِ الْبَيْتِ وَ يَقْرَءُ بِالطُّوْرِ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ لِلْمَرِيْضِ وَ ذِي الْعِلَّةِ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ مَحْمُوْلًا وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ سیّدہ زینب بنت ابوسلمہ' سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں' کہ میں بیمار تھی' میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں سے پرے سوار ہوکر طواف کرلو۔ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ میں طواف کررہی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ایک طرف نماز پڑھا رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سورۂ طور کی تلاوت کررہے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کسی بھی بیمار شخص یا معذور شخص کو اُٹھا کر بیت اللہ کا طواف کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسے شخص پر کسی کفارے کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

حدیث 476: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الحج' باب جامع الطواف - حديث: 824 اخرجه البخارى في "صحيحه"، كتاب الصلاة' أبواب استقبال القبلة - باب إدخال البعير في المسجد للعلة' حديث: 454 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحج' باب دخول مكة - ذكر الإباحة للمرأة الشاكية' حديث: 3893 اخرجه ابو داؤد في "سننه"، كتاب المناسك' باب الطواف الواجب - حديث: 1619 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب المناسك' باب المريض - حديث: 2959 اخرجه النسائى في "سننه"، كتاب مناسك الحج' كيف طواف المريض - حديث: 2890 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى في "مصنفه"، كتاب المناسك' باب طواف الرجال والنساء معا - حديث: 8752 اخرجه ابن ابى شيبة في "مصنفه"، كتاب الحج' في الطواف على الراحلة من رخص فيه - حديث: 16215 السنن المأثورة للشافعي - كتاب الزكاة' باب ما جاء في فدية الأذى - حديث: 460 اخرجه النسائى في "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' إشعار الهدى - باب الطواف على الراحلة' حديث: 3775 ذكره البيهقى في "سننه الكبرى"، جماع أبواب دخول مكة - باب طواف النساء مع الرجال' حديث: 8683 اخرجه احمد في "مسنده"، مسند الأنصار' مسند النساء - حديث أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم' حديث: 25941 اخرجه اسحاق بن راهويه في "مسنده"، زيادات رواية أهل مكة والمدينة وغيرهم' حديث: 1773 اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند ام سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم' حديث: 6818 المعجم الكبير للطبراني - باب الياء' الزيادات في حديث أم سلمة - عروة بن الزبير' حديث: 19802

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: ملا علی قاری نے یہ بات بیان کی ہے کہ پیدل چل کر طواف کرنا واجب ہے البتہ ضرورت کے پیش نظر سوار ہو کر بھی کیا جا سکتا ہے تاہم پیدل چلنے کو ترجیح دی جائے گی چونکہ پیدل چلنا اصل کی حیثیت رکھتا ہے اور سوار ہو کر طواف کرنا ایک رخصت ہے۔

احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا تھا' اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی کے ذریعے حجر اسود کا استلام کیا تھا' اس روایت کو امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کسی بیماری کی وجہ سے پیدل نہیں چل سکتے تھے' اس لیے آپ ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا تھا' جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ کی نقل کردہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ایسا اس لیے کیا تھا' تاکہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ لیں اور آپ ﷺ سے سوالات کر لیں۔

تاہم ان روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک پیدل طواف کرنا واجب ہے' اگر کوئی شخص کسی عذر کے بغیر پیدل طواف کر ترک کر دیتا ہے' تو اس پر دم دینا لازم ہوگا۔

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک پیدل طواف کرنا مستحب ہے' تاہم بعض شوافع نے یہ بات بیان کی ہے کہ کسی عذر کے بغیر سوار ہو کر طواف کرنا مکروہ ہے۔

477- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ عَلٰى امْرَاَةٍ مَجْذُوْمَةٍ تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقَالَ يَا اَمَةَ اللّٰهِ اقْعُدِىْ فِىْ بَيْتِكِ وَلَا تُؤْذِى النَّاسَ فَلَمَّا تُوُفِّىَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَتَتْ مَكَّةَ فَقِيْلَ لَهَا هَلَكَ الَّذِىْ كَانَ يَنْهَاكِ عَنِ الْخُرُوْجِ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اُطِيْعُهُ حَيًّا وَّاَعْصِيْهِ مَيِّتًا .

✧✧ ابن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک ایسی خاتون کے پاس سے گزرے جو جذام کا شکار تھی اور اس بیماری کی وجہ سے وہ سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کی کنیز! تم اپنے گھر میں بیٹھو اور لوگوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو وہ عورت مکہ آئی' اُس سے کہا گیا: جو صاحب تمہیں منع کرتے تھے اُن کا تو انتقال ہو گیا ہے' تو وہ عورت بولی: اللہ کی قسم! (ایسا نہیں ہوگا) کہ میں اُن کی زندگی میں تو اُن کی فرمانبرداری کروں اور اُن کے مرنے کے بعد اُن کی نافرمانی کروں۔

بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنِ

باب 40: رکن یمانی کا استلام

478- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ اَبِىْ سَعِيْدِ نِالْمَقْبُرِىُّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَاَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا مَّا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ مَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَاَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَاَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَاَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَاَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلِلْ اَنْتَ حَتّٰى يَكُوْنَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ .

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَّا الْاَرْكَانُ فَاِنِّىْ لَمْ اَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَاَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَاِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِىْ لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ وَّيَتَوَضَّاُ فِيْهَا فَاِنِّىْ اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا وَاَمَّا الصُّفْرَةُ فَاِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَصْبُغَ بِهَا وَاَمَّا الْاِهْلَالُ فَاِنِّىْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا كُلُّهٗ حَسَنٌ وَّلَا يَنْبَغِىْ اَنْ يَّسْتَلِمَ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الرُّكْنَ الْيَمَانِىَّ وَالْحَجَرَ وَهُمَا اللَّذَانِ اسْتَلَمَهُمَا ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عبید بن جریج بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جو میں نے آپ کے کسی بھی ساتھی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: اے ابن جریج! وہ کون سے کام ہیں؟ ابن جریج نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ صرف دو یمانی ارکان کو چھوتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ سبتی جوتے پہنتے ہیں میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ کے ذریعے بالوں کو رنگتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں موجود ہوں تو لوگ پہلی کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ آپ آٹھ ذوالحج کو تلبیہ پڑھتے ہیں۔

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں تک ارکان کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو یمانی ارکان کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے جہاں تک سبتی جوتوں کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا ہے جن میں بال نہیں ہوتے اور آپ اس میں وضو کر لیا کرتے تھے اس لیے میں انہیں پہننا پسند کرتا ہوں جہاں تک زرد رنگ کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خضاب استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں بھی اس رنگ کو خضاب کے طور پر لگانا پسند کرتا ہوں جہاں تک احرام باندھنے کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا (کہ آپ نے تلبیہ پڑھا ہو) آپ نے تلبیہ اس وقت پڑھا تھا جب آپ کی سواری چلنے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سب کچھ ٹھیک ہے صرف رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا جائے گا اور یہی دو ارکان ہیں جن کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے استلام کیا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: استلام رکن سے مراد خانۂ کعبہ کے کونے کو ہاتھ سے چھونا یا احترام کے اظہار کے لیے ہاتھ کے ذریعے یا ہاتھ میں موجود کسی چیز کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

خانۂ کعبہ کے چار کونے ہیں' ایک کونے میں حجر اسود ہے' یہ جنوب مشرقی کونہ ہے' اسی مقام سے طواف شروع کیا جاتا ہے اور اسی مقام پر آ کر ایک چکر پورا ہوتا ہے' دوسرا کونہ جنوب مغربی ہے جسے رکن یمانی بھی کہا جاتا ہے' احادیث کے مطابق صرف ان دو کونوں کا استلام کرنا سنت ہے۔

باقی دو کونوں کو رکن شامی کہا جاتا ہے' یہ وہ کونے ہیں جن کی طرف حطیم واقع ہے۔

حطیم کی طرف والے کونوں کا استلام اس لیے نہیں کیا جاتا کیونکہ خانۂ کعبہ کی عمارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ بنیاد پر موجود نہیں ہے' جبکہ حجر اسود والا کونا اور رکن یمانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ بنیاد کے مطابق ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر سے جو حصہ بچ گیا تھا' اسے اب حطیم کہا جاتا ہے اور اس کے گرد ایک چھوٹی سی دیوار بنا دی گئی ہے' تاکہ وہ حصہ ممتاز ہو جائے۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: رکن یمانی وہ کنارہ ہے' جو یمن کی طرف ہے اور ہندوستان کے علاقوں کی طرف وہ کنارہ ہے' جس میں حجر اسود نصب ہے' ان دو کناروں کا استلام کیا جاتا ہے' ان کے علاوہ باقی دو کناروں کا استلام نہیں کیا جاتا اور صرف ان مذکورہ بالا دو کناروں کے استلام کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے متفق علیہ حدیث منقول ہے۔

جہاں تک آپ کے اصحاب کا تعلق ہے' تو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں' کہ صرف رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا جائے گا۔

جبکہ حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایات نقل کی گئی ہیں' وہ یہ کہتے ہیں' کہ خانۂ کعبہ کے کسی بھی حصے کو ترک نہیں کیا جائے گا اور اس کے ہر کنارے کا استلام کیا جائے گا۔

اس حوالے سے منقول روایات کو امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کے ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ صرف رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا جائے گا' باقی دو ارکان کا استلام نہیں کیا جائے گا۔

——

479- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ

بَنُوا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ فَقَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ ۔

قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَآئِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ الَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحَجَرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔

✧✧ سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن محمد بن ابوبکر نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تھا: کیاتم نے غور نہیں کیا کہ تمہاری قوم نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے کم حصہ تعمیر کیا تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! تو آپ اُسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق دوبارہ کیوں نہیں بنادیتے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اگر تمہاری قوم زمانۂ کفر سے قریب نہ ہوتی (یعنی نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی) تو میں ایسا ضرور کرتا۔

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تو یہ بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے تو میرا خیال ہے شاید اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دو ارکان کا استلام نہیں کیا تھا جو حجر اسود کے پاس ہیں' کیونکہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق نہیں ہوئی۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: قریش نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کا کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پہلے کیا تھا' اس سے پہلے خانۂ کعبہ کی عمارت چٹانوں سے نکلے ہوئے بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی تھی' اس میں اینٹیں استعمال نہیں ہوئی تھیں اور اس کی دیوار (یعنی سطح) زمین سے بلند نہیں تھی' اس کے دو دروازے تھے اس کی تعمیر گرگئی تھی یا شاید اسے آگ لگ گئی تھی' تو قریش نے پھر یہ ارادہ کیا کہ اس کی تعمیر نو کریں اور اس کے اوپر چھت بھی ڈال دیں اور اس کی دیواریں زمین سے اونچی رکھیں (یعنی اس کی زمین کی سطح عام زمین سے اوپر ہو) اس سے پہلے خانۂ کعبہ کی چھت نہیں تھی' قریش نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے لکڑیوں اور پتھروں کے ذریعے اس کی چھت بنائی اور دو دروازوں کی بجائے اس کا ایک دروازہ بنا دیا تا کہ جس شخص کے بارے میں وہ چاہیں وہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو سکے اور جس شخص کو وہ روکنا چاہیں روک دیں' قریش نے یہ عہد کیا ہوا تھا کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر میں صرف پاک مال استعمال کیا جائے' انہوں نے اپنا پاکیزہ مال اکٹھا کیا' تعمیر شروع کی تو خرچ ختم ہو گیا تو اس لیے انہوں نے حطیم کے حصے کو خانۂ کعبہ سے نکال دیا' اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں خانۂ کعبہ کی یہی شکل برقرار رہی' آپ نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی کیونکہ قریش زمانۂ کفر اور جاہلیت کے قریب تھے۔ تو اس بات کا اندیشہ موجود تھا کہ وہ خانۂ کعبہ کو کسی ضرورت کے بغیر منہدم کرنے کے حوالے سے اعتراض کر سکتے تھے۔ پھر خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی خانۂ کعبہ کی یہی شکل وصورت برقرار رہی' اس کے بعد جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا' تو انہوں نے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ حدیث سن رکھی تھی' تو انہوں نے اپنی خلافت کے عہد میں خانہ کعبہ کو منہدم کر دیا اور اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر کر لیا' پھر جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو عبدالملک بن مروان کی طرف سے مقرر کیا جانے والا مکہ کا گورنر حجاج اس تعمیر سے راضی نہیں ہوا کہ خانہ کعبہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر پر برقرار رکھے' اس لیے اس نے اس تعمیر کو منہدم کر دیا اور قریش کے طریقے کے مطابق اسے دوبارہ بنا دیا' اس کی تمام تر تفصیلات مکہ مکرمہ کی تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے منقول ہیں۔

بَابُ الصَّلٰوةُ فِي الْكَعْبَةِ وَ دُخُوْلُهَا

باب 41: خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا اور اُس میں داخل ہونا

480- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّ بِلَالٌ وَّ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ فَمَكَثَ فِيْهَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجُوْا مَا ذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَّسَارِهٖ وَعَمُوْدَيْنِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ ثَلٰثَةَ اَعْمِدَةٍ وَّرَآءَهٗ ثُمَّ صَلّٰى وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ اَلصَّلٰوةُ فِي الْكَعْبَةِ حَسَنَةٌ جَمِيْلَةٌ وَّهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے' آپ کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہم بھی تھے انہوں نے دروازہ بند کر دیا' وہ کچھ دیر اندر ٹھہرے رہے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: بعد میں جب وہ لوگ باہر تشریف لے آئے' تو میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کیا کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ستون کو اپنے بائیں طرف رکھا تھا اور دو ستونوں کو اپنے دائیں طرف رکھا تھا اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے کی طرف رکھا تھا اور پھر نماز ادا کی تھی۔

(راوی کہتے ہیں:) اُن دنوں خانہ کعبہ کے اندر چھ ستون ہوا کرتے تھے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنا بہترین کام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے: اس حدیث کے راوی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں' ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا تھا: تم اس سے محبت کیا کرو کیونکہ میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' نبی

اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا تھا جس کے سپاہیوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں اور ایک روایت کے مطابق وادی القریٰ میں ہوا۔
اس روایت کے دوسرے راوی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کے مؤذن ہیں جنہیں ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے' انہیں ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہے' یہ تمام غزوات میں شریک رہے ہیں' ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں' ان کا انتقال دمشق میں سن ۲۰ ہجری میں ہوا۔
اور ایک روایت کے مطابق ۲۱ھ میں ہوا۔
بعض مؤرخین نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا' لیکن یہ بات غلط ہے۔
اس روایت پر مذکور تیسرے صاحب حضرت عثمان بن طلحہ بن ابوطلحہ کو حجبی (دربان) کہا جاتا ہے' کیونکہ یہ خانہ کعبہ (کے دروازے) کے متولی تھے۔ (فاضل لکھنوی فرماتے ہیں:) ہمارے زمانے میں خانہ کعبہ کے کلید بردار کو"شیبین" کہا جاتا ہے' ان کی نسبت شیبہ بن عثمان سے ہے' جو حضرت عثمان بن طلحہ کے چچازاد تھے' ان کے خاندان میں شروع ہی سے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے' اس کو بند کرنے اور چابیوں کی حفاظت کی ذمہ داری چلی آ رہی ہے۔
یہاں روایت میں استعمال ہونے والے لفظ"انہوں نے دروازہ بند کر دیا" سے مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان بن طلحہ نے دروازہ بند کر دیا' انہوں نے دروازہ اس لیے بند کر دیا تھا کیونکہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی' تو انہیں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں لوگوں کا ہجوم نہ ہو جائے یا ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس لیے دروازہ بند کیا ہو کہ کہیں لوگ نبی اکرم ﷺ کی نماز کی پیروی کرتے ہوئے نماز پڑھنا نہ شروع کر دیں اور وہ یہ سمجھیں کہ شاید یہ چیز بھی حج کے مناسک میں سے ایک ہے۔
روایت کے یہ الفاظ:"پھر آپ نے نماز ادا کی" اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے نفل کے طور پر دو رکعت ادا کیں۔
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر کوئی نماز ادا نہیں کی تھی بلکہ خانہ کعبہ کے کناروں میں تکبیر کہی تھی۔
امام ابوعوانہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا' یعنی اس وقت جب یہ دونوں حضرات خانہ کعبہ سے باہر تشریف لے آئے تھے۔ (سوال یہ تھا:) کیا نبی اکرم ﷺ نے اندر نماز ادا کی ہے؟ تو ان دونوں نے جواب دیا تھا: جی ہاں!
اسی طرح کی ایک روایت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی منقول ہے۔
یہاں ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اندر آ جانے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے گئے ہوں' تو انہوں نے بذات خود نبی اکرم ﷺ کو نماز ادا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو' اس احتمال کی تائید اس روایت سے ہو جاتی ہے جسے امام ابن المنذر نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے (حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ میں تصویریں لگی ہوئی ملاحظہ فرمائیں تو ڈول میں پانی لایا اور نبی اکرم ﷺ نے اس کے ذریعے ان تصویروں کو مٹا دیا۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: زیادہ مناسب یہ ہے کہ ان دو طرح کی روایات کو دو مختلف موقعوں پر محمول کیا جائے' ان میں سے ایک موقع فتح مکہ کا تھا' جس میں آپ نے نماز ادا کی تھی اور دوسرا موقع حجۃ الوداع کا تھا' جس میں آپ نے نماز ادا نہیں کی تھی' یہ ساری بحث ''عمدۃ القاری'' میں مذکور ہے۔

یہاں روایت کے آخر میں امام محمد نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنا مستحب ہے اور فضیلت رکھتا ہے' تاہم یہ چیز حج کے مناسک میں شامل نہیں ہے۔

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں یہ بات بیان کی ہے' جس کی تلخیص یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کے اندر نفل اور فرض نماز کا درست ہونا جمہور فقہاء کا مذہب ہے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ ان کے نزدیک خانۂ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنا مطلق طور پر جائز نہیں ہے' کیونکہ ایسی صورت میں خانۂ کعبہ کے بعض حصوں کی طرف پیٹھ ہو جاتی ہے' جبکہ حکم یہ ہے کہ پورے خانۂ کعبہ کی طرف رخ کیا جائے۔

بعض مالکیوں' اصحابِ ظواہر اور امام ابن جریر طبری نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مشہور روایت کے مطابق ان کے نزدیک حکم یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کے اندر فرض نماز ادا کرنا منع ہے' اگر کوئی شخص ادا کر لیتا ہے' تو اب وہ اس نماز کو دہرائے گا۔

جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ان کے نزدیک خانۂ کعبہ کے اندر نفل ادا کرنا مطلق طور پر جائز ہے' گویا اس حوالے سے امام مالک کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔



بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْمَيِّتِ اَوْ عَنِ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ

باب 42: میت کی طرف سے یا عمر رسیدہ شخص کی طرف سے حج کرنے کا حکم

481-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَتَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ تَسْتَفْتِيْهِ قَالَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَ تَنْظُرُ اِلَيْهِ قَالَ وَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ بِيَدِهٖ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِى الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَّا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَ ذٰلِكَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سواری پر بیٹھے ہوئے) تھے' اسی دوران خثعم قبیلے کی ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آئی تو حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھنا شروع کر دیا' اس عورت نے اُن کی طرف دیکھنا شروع کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے

ذریعے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔

اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے وہ میرے عمر رسیدہ بوڑھے والد پر فرض ہوا ہے جو سواری پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں میں اُن کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں!

(راوی کہتے ہیں:) یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

شرح: اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کوئی عورت کسی مرد کی طرف سے اور کوئی مرد کسی عورت کی طرف سے حج کر سکتے ہیں ان دونوں صورتوں کے جواز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے صرف حسن بن صالح کا یہ قول ہے کہ کوئی عورت کسی مرد کی طرف سے حج نہیں کر سکتی ہے لیکن شاید انہیں اس حدیث کے بارے میں علم نہیں تھا۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا' یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر' قاسم اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا صرف مرحوم شخص کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے اور وہ بھی ایسا مرحوم جس نے فرض حج نہ کیا ہو۔ احناف اور شوافع اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص بہت زیادہ عمر رسیدہ ہو (اور خود جا کر حج نہ کر سکتا ہو) اس کی طرف سے نائب کے طور پر حج کرنا جائز ہے اسی طرح میت کی طرف سے بھی حج کیا جا سکتا ہے یہ تمام تفصیل ''عمدۃ القاری'' میں مذکور ہے۔

482- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ رَّجُلٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّي اِمْرَاَةٌ كَبِيْرَةٌ لَّا تَسْتَطِيْعُ اَنْ نَحْمِلَهَا عَلٰى بَعِيْرٍ وَّاِنْ رَّبَطْنَاهَا خِفْنَا اَنْ تَمُوْتَ اَفَاَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کی: میری والدہ عمر رسیدہ خاتون ہیں وہ اونٹ پر بیٹھ نہیں سکتی ہیں اگر ہم انہیں باندھ دیتے ہیں تو ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ اُن کا انتقال ہو جائے' میں اُن کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں!

483- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّ رَجُلًا كَانَ جَعَلَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَبْلُغَ اَحَدٌ مِّنْ وَّلَدِهِ الْحَلَبَ فَيَحْلِبَ فَيَشْرَبَ وَ يَسْقِيَهُ اِلَّا حَجَّ وَ حَجَّ بِهٖ قَالَ فَبَلَغَ رَجُلٌ مِّنْ وَّلَدِهِ الَّذِيْ قَالَ وَقَدْ كَبِرَ الشَّيْخُ فَجَآءَ ابْنُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ قَدْ كَبِرَ وَهُوَ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِالْحَجِّ عَنِ الْمَيِّتِ وَعَنِ الْمَرْءَةِ وَالرَّجُلِ اِذَا بَلَغَا مِنَ الْكِبَرِ مَا لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَّحُجَّا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ لَّا اَرٰى اَنْ يَّحُجَّ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ ۔

✧✧ ابن سیرین بیان کرتے ہیں' کہ ایک شخص تھا جس کے بچے کم عمری میں ہی فوت ہو جایا کرتے تھے' اس نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا کوئی بچہ زندہ رہ گیا اور وہ اس قابل ہوا کہ وہ اپنے ہاتھ کے ذریعے اونٹنی کا دودھ نکال کر پی لے' تو میں اس کے ساتھ جا کے حج کروں گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اُس شخص نے یہ نذر مانی تھی' اس کا ایک بچہ اس قابل ہو گیا لیکن اس دوران وہ شخص خود بوڑھا ہو چکا تھا' تو بوڑھے شخص کا بچہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری صورتِ حال کے بارے میں بتایا' اس نے عرض کی: میرے والد عمر رسیدہ ہو چکے ہیں' (حج کے لیے) جانے کی طاقت نہیں رکھتے' تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں!

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

مرحوم کی طرف سے حج کرنے یا اتنے عمر رسیدہ مرد یا عورت کی طرف سے حج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جو خود حج کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا۔

بَابُ الصَّلٰوةِ بِمِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ

باب 43: ترویہ کے دن منیٰ میں نماز ادا کرنا

484-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَ الْعِشَآءَ وَالصُّبْحَ بِمِنًى ثُمَّ يَغْدُوْ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلٰى عَرَفَةَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰكَذَا السُّنَّةُ فَاِنْ عَجَّلَ اَوْ تَاَخَّرَ فَلَا بَاْسَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ظہر اور عصر' مغرب' عشاء' اور صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا کیا کرتے تھے' پھر جب سورج نکل آتا تو عرفہ کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سنت یہی ہے' کوئی جلدی چلا جاتا ہے یا تاخیر سے جاتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

...—...—...

شرح: اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ۸ ذوالحجہ کے دن فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد مکہ سے منیٰ روانہ ہو جاتے تھے اور وہاں ظہر اور عصر' مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرتے تھے جبکہ عرفہ کے دن والی صبح کی نماز بھی وہیں ادا کرتے تھے' پھر ۹ ذوالحجہ کی صبح جب سورج نکل آتا تھا تو وہ عرفہ کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

عرفہ ہی کو عرفات بھی کہا جاتا ہے' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہاں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تھی اور ایک قول کے مطابق اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حج کے مناسک سکھائے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ''سنت اسی طرح ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے اسی طرح منقول ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترویہ کے دن (یعنی ۸ ذوالحجہ کو) چاشت کے وقت مکہ سے نکلے تھے جبکہ عرفات میں آپ عرفہ کے دن (یعنی ۹ ذوالحجہ کو) سورج نکل جانے کے بعد تشریف لے گئے تھے۔

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی' امام احمد بن حنبل' امام حاکم' امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

تمام ائمہ کا اس طرزِ عمل کے مستحب ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے اور ایسا ہی کرنا اولیٰ ہے' جبکہ بعض ائمہ نے ایسا کرنے کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: اگر کوئی شخص جلدی چلا جائے یا تاخیر کر دے' یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ۷ ذوالحجہ کو منیٰ چلا جاتا ہے یا ترویہ کے دن (یعنی ۸ ذوالحجہ کو) ظہر کے بعد یا عصر کے بعد منیٰ جاتا ہے یا عرفہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے ہی عرفات چلا جاتا ہے یا ترویہ کے دن میں کسی وقت عرفات جاتا ہے یا چاشت کے وقت عرفات جاتا ہے یا زوال کے بعد جاتا ہے' لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ وہ وقوف کا مخصوص وقت عرفات میں پا لے' تو ان سب صورتوں میں سے ہر صورت جائز ہے' تاہم یہ خلافِ اولیٰ ہے اور سنت کے خلاف ہے۔

بَابُ الْغُسْلِ بِعَرَفَةَ يَوْمَ عَرَفَةَ

باب 44: عرفہ کے دن عرفہ میں غسل کرنا

485–اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِعَرَفَةَ حِيْنَ يُرِيْدُ اَنْ يَّرُوْحَ -

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا حَسَنٌ وَّلَيْسَ بِوَاجِبٍ

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عرفہ کے دن عرفہ میں' روانہ ہونے کے وقت غسل کیا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بہتر ہے یہ واجب نہیں ہے۔

...—...—...

شرح: امام محمد نے یہاں عرفہ کے دن غسل کرنے کو بہتر قرار دیا ہے جبکہ بعض فقہاء نے اسے مستحب قرار دیا ہے ایک قول کے مطابق ایسا کرنا وقوف کی سنت ہے تاہم یہ حج کے واجب مناسک میں سے ایک نہیں ہے۔

بَابُ اَلدَّفْعُ مِنْ عَرَفَةَ

باب 45: عرفہ سے روانہ ہونا

486-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اُسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ سَيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ فَقَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ حَتّٰى اِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ اَرْفَعُ مِنَ الْعَنَقِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا اَنَّهُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِاِيْضَاعِ الْاِبِلِ وَاِيْجَافِ الْخَيْلِ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عرفہ سے روانگی کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کو درمیانی رفتار سے چلا رہے تھے جب کھلی جگہ آ جاتی تو آپ رفتار تیز کر دیتے۔

ہشام نامی راوی کہتے ہیں: (روایت میں استعمال ہونے والے لفظ) نص میں لفظ عنق کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتاری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم تک یہ روایت بھی پہنچی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اطمینان سے چلو کیونکہ نیکی یہ نہیں ہے کہ اونٹوں کو تیز چلایا جائے اور گھوڑوں کو بھگایا جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

...—...—...

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہاں عرفہ سے مزدلفہ واپسی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے یعنی جب عرفہ کے دن سورج غروب ہونے کے وقت عرفات سے مزدلفہ جایا جاتا ہے تاہم روایت کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ چلتے ہوئے درمیانی رفتار سے چلا جائے نہ تو اتنی جلد بازی سے کام کیا جائے کہ انسان تھکاوٹ کا شکار ہو جائے اور نہ ہی اتنی سستی ہو کہ پیچھے آنے والے لوگوں کو دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے اس طرح کی صورتِ حال ہمارے زمانے میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ لوگوں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے اور ذرائع مواصلات کم ہوتے ہیں۔

بَابُ بَطْنُ مُحَسِّرٍ

باب 46: وادیٔ محسر

487-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُحَرِّكُ رَاحِلَتَهٗ فِىْ بَطْنِ مُحَسِّرٍ كَقَدْرِ رِمْيَةٍ بِحَجَرٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا كُلُّهٗ وَاسِعٌ اِنْ شِئْتَ حَرَّكْتَ وَاِنْ شِئْتَ سِرْتَ عَلٰى هَيْئَتِكَ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِى السَّيْرَيْنِ جَمِيْعًا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ حِيْنَ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ وَ حِيْنَ اَفَاضَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وادیٔ محسر میں اپنی سواری کو اس طرح حرکت دیتے تھے جس طرح پتھر پھینکا جاتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں ہر طرح کی گنجائش ہے' اگر چاہیں' تو اسے تیز حرکت دیں' اگر چاہیں' تو اپنے عام رفتار کے مطابق چلیں۔

ہم تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرح کی رفتار کے بارے میں حکم دیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم لوگ سکون سے چلو' اس وقت جب آپ عرفہ سے واپس تشریف لا رہے تھے اور اس وقت جب آپ مزدلفہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔

•••——•••——•••

شرح: وادیٔ محسر کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب الفیل پر عذاب نازل ہوا تھا' اسے آگ کی وادی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے اس مقام پر ایک شکار کیا تھا تو آسمان سے آگ نازل ہوئی تھی' اور اُس شخص کو جلا دیا تھا۔

جبکہ بعض محققین نے یہ بات بیان کی ہے کہ اصحاب الفیل کا واقعہ حرم کی حدود کے اندر پیش نہیں آیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جس روایت کا تذکرہ کیا ہے' یعنی وہ روایت جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

''تم لوگ آرام سے چلو''۔

اس روایت کو کئی محدثین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے طویل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام موفق الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے کہ وادیٔ محسر سے گزرتے ہوئے تیزی سے گزرنا مستحب ہے' یہ جگہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان میں ہے' اگر کوئی شخص پیدل چل رہا ہو' تو وہ رفتار تیز کر دے' اگر کوئی شخص سوار ہو' تو اپنی سواری کو تیز کر دے۔

چونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کرنے کے جس طریقے کا تذکرہ کیا ہے' اس میں یہ بات منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ محسر میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رفتار کچھ تیز کر دی تھی۔

بَابُ الصَّلٰوةِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

باب 47: مزدلفہ میں نماز ادا کرنا

488-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيْعًا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔

489-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيْعًا

✧✧ ابن شہاب' سالم بن عبداللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کی تھی۔

490-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيِّ الْخَطْمِيِّ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيْعًا فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يُصَلِّى الرَّجُلُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَاْتِىَ الْمُزْدَلِفَةَ وَاِنْ ذَهَبَ نِصْفُ اللَّيْلِ فَاِذَا اَتَاهَا اَذَّنَ وَ اَقَامَ فَيُصَلِّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِاَذَانٍ وَّ اِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عبداللہ بن یزید انصاری' حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھائی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی مغرب کی نماز اس وقت تک ادا نہیں کرے گا' جب تک وہ مزدلفہ نہیں آ جاتا' اگرچہ نصف رات گزر چکی ہو' جب وہ مزدلفہ میں پہنچ جائے گا' تو وہ اذان دے گا اور اقامت کہے گا اور پھر مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ہی اذان اور ایک ہی اقامت کے ساتھ ادا کرے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

حدیث 490: اخرجه مالك فى "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى - كتاب الحج' باب صلاة المزدلفة - حديث: 902اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الحج' باب الوقوف بعرفة والمزدلفة والدفع منهما - ذكر الإباحة للحاج الجمع بين المغرب والعشاء بالمزدلفة' حديث: 3921اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب المواقيت' الجمع بين المغرب والعشاء بالمزدلفة - حديث: 604السنن المأثورة للشافعى - كتاب الزكاة' باب عمارة الأرضين - حديث 422اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، مواقيت الصلوات' الجمع بين المغرب - حديث: 1560ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، جماع أبواب دخول مكة - باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة' حديث: 8915

شرح: مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک وادی کا نام ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی نماز ادا کرنا واجب ہے مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی جائیں گی' اگرچہ نصف رات گزر چکی ہو یا عشاء کی نماز کا (عام حساب سے) مکروہ وقت شروع ہو چکا ہو' اگر کوئی شخص راستے میں مغرب کی نماز ادا کر لیتا ہے یا عرفہ میں ادا کر لیتا ہے' تو اب وہ اس نماز کو دُہرائے گا' تاہم یہ ایک قول کے مطابق ہے۔ بعض مالکیوں نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شوافع اور دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر وہ شخص مزدلفہ پہنچنے سے پہلے دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتا ہے' تو ایسا کرنا جائز ہوگا' تاہم وہ شخص سنت پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔

اختلاف کا بنیادی اصول یہ ہے کہ آیا عرفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا اور مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا' کیا یہ حج کے مناسک کے ساتھ مخصوص ہے؟ یا سفر کے احکام کے ساتھ مخصوص ہے؟ جو حضرات پہلے مؤقف کے قائل ہیں' انہوں نے پہلا فتویٰ دیا ہے اور جو حضرات دوسرے مؤقف کے قائل ہیں انہوں نے دوسرا فتویٰ دیا ہے۔

''ضیاء الساری'' نامی کتاب میں اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

مزدلفہ میں جو دو نمازیں ادا کی جائیں گی' ان میں ایک ہی مرتبہ اذان دی جائے اور ایک ہی اقامت کہی جائے گی' یعنی پہلی نماز سے پہلے اذان دی جائے گی اور پہلی ہی نماز سے پہلے اقامت کہی جائے گی۔

تاہم راجح کا قول یہ ہے کہ اذان ایک مرتبہ دی جائے گی' جبکہ اقامت متعدد مرتبہ (یعنی دو مرتبہ) کہی جائے گی۔

جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے پر ''شرح معانی الآثار'' میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔

اس مسئلے کے بارے میں چھ اقوال پائے جاتے ہیں' جس کی تفصیل ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' میں منقول ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلا قول یہ ہے کہ دو اذانیں دی جائیں گی اور دو مرتبہ اقامت کہی جائے گی اور پھر دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کیا جائے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' جبکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اکثر اصحاب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' تاہم اس طرزِ عمل کے بارے میں کوئی ''مرفوع'' حدیث منقول نہیں ہے' یہ بات علامہ ابن عبدالبر نے بیان کی ہے۔

ابن حزم یہ کہتے ہیں: ہمیں اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کسی صریح اور مستند نص کا علم نہیں ہے۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں: احمد بن خالد اس بات پر بہت حیران ہوتے تھے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے' حالانکہ یہ اہل کوفہ کی روایت ہے' اور یہ روایت موقوف بھی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے' جبکہ اس مسئلے کے بارے میں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مدینہ سے منقول روایت کو ترک کر دیا ہے' حالانکہ وہ "مرفوع" حدیث سے ثابت ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے اس حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل پر اعتبار کیا ہے' اگرچہ انہوں نے اس طرزِ عمل کے بارے میں روایت کو اپنی کتاب "مؤطا امام مالک" میں نقل نہیں کیا ہے۔

جبکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کو اس صورتِ حال پر محمول کیا ہے کہ انہوں نے دوسری مرتبہ اذان اس لیے دی تھی کیونکہ لوگ رات کے کھانے کے لیے منتشر ہو گئے تھے' تو اذان اس لیے دی گئی تا کہ وہ جمع ہو جائیں' ہم بھی اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ اگر لوگ حاکم وقت کو چھوڑ کر منتشر ہو جاتے ہیں' یعنی کھانا کھانے کے لیے یا کسی اور ضرورت کے لیے چلے جاتے ہیں' اور پھر پھر حاکم اذان دے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل کے بارے میں بھی یہی جواب دیا جاتا ہے۔

اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ ایک اذان اور ایک اقامت کے ذریعے ان دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کیا جائے گا ہمارے فقہاء احناف اسی بات کے قائل ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: مجھے علماء کوفہ پر حیرانگی ہوتی ہے کہ وہ اس حوالے سے اہل مدینہ کی نقل کردہ روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور خود انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایت نقل کی ہے' اُسے ترک کر دیتے ہیں حالانکہ وہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پائے کا اور کسی کو بھی نہیں سمجھتے ہیں۔

اس بارے میں فقہاء احناف کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول وہ حدیث ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی اذان اور ایک ہی اقامت کے ذریعے ان دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کیا تھا۔

اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

جبکہ اسی کی مانند ایک روایت کو شیخ ابوشیخ اصبہانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ ایک اذان دی جائے گی اور دو مرتبہ اقامت کہی جائے گی۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' اس کے الفاظ سے یہی بات ثابت ہو جاتی ہے' جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

صحیح قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

فقہائے مالکیہ میں سے شیخ ابن ماجشون نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' جبکہ اصحاب ظواہر میں سے ابن حزم کا یہ مؤقف ہے' احناف میں سے امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات بات کے قائل ہیں۔

اس بارے میں چوتھا قول یہ ہے کہ مزدلفہ میں یہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے ہوئے اذان نہیں دی جائے گی' صرف دو

مرتبہ اقامت کہی جائے گی۔

ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں اسی کے قائل ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہ بات حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت سے ثابت ہو جاتی ہے' جو صحیح بخاری میں منقول ہے' کیونکہ اس روایت میں اذان دینے کا تذکرہ نہیں ہے۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس میں سے ہر ایک طرز عمل پر عمل کیا ہے۔

یہ بات امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' گویا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس بارے میں آدمی کو اختیار پایا جاتا ہے۔

پانچواں قول اس بارے میں یہ ہے کہ مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے ہوئے اذان نہیں دی جائے گی صرف ایک مرتبہ اقامت کہہ لی جائے گی۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

مشہور قول کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے۔

اس باب میں چھٹا قول یہ ہے کہ اذان اور اقامت دونوں کو ترک کر دیا جائے گا۔

ابن حزم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔

تاہم یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں' کہ جب کوئی شخص مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کی نماز کے ساتھ ملا کر عشاء کی نماز کے وقت میں ادا کرتا ہے' لیکن اگر کوئی شخص عرفات میں مغرب کی نماز کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتا ہے' تو اس بارے میں تین قول پائے جاتے ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ آدمی پہلی نماز کے لیے اذان دے گا اور صرف اسی کے لیے اقامت کہے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان دے گا اور دونوں نمازوں کے لیے اقامت کہے گا' احناف اس بات کے قائل ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں نمازوں کے لیے الگ سے اذان دی جائے گی اور الگ سے اقامت کہی جائے گی' بعض شوافع اس بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ بَعْدَ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب 48: قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد حاجی کے لیے کون سی چیز حرام رہتی ہے؟

491- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ بِعَرَفَةَ فَعَلَّمَهُمْ اَمْرَ الْحَجِّ وَقَالَ ثُمَّ اِذَا جِئْتُمْ مِنًى فَمَنْ رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِىْ عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ مَا حَرُمَ

عَلَيْهِ إِلَّا النِّسَاءَ وَالطِّيْبَ لَا يَمَسُّ اَحَدٌ نِسَاءً وَلَا طِيْبًا حَتّٰى يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ .

✦ ✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرفہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں حج کے احکام کی تعلیم دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں یہ بات بھی بیان کی کہ پھر تم لوگ منیٰ آ ؤ گے' تو جو شخص عقبہ کے پاس جمرہ کو کنکریاں مارلے تو اس کے لیے ہر وہ چیز حلال ہو جائے گی جو اس کے لیے حرام قرار دی گئی تھی' البتہ عورتوں (کے ساتھ صحبت کرنے) اور خوشبو استعمال کرنے کا حکم مختلف ہے' کوئی بھی شخص عورتوں کے ساتھ صحبت نہیں کرسکتا اور خوشبو استعمال نہیں کرسکتا' جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

•••——•••——•••

شرح: دس ذوالحج کو منیٰ میں حج کے باقی افعال ادا کیے جاتے ہیں' جن میں سب سے پہلے رمی کی جاتی ہے' پھر اُس کے بعد سر منڈوایا جاتا ہے یا بال چھوٹے کروائے جاتے ہیں اور اُس کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔

احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ ان تینوں کاموں کو اسی ترتیب کے ساتھ کرنا واجب ہے' اگر کوئی شخص اس ترتیب میں خلاف ورزی کرتا ہے' یعنی تینوں میں سے کوئی کام پہلے کر دیتا ہے اور دوسرے کو مؤخر کر دیتا ہے' تو اب اُس پر دَم دینا لازم ہوگا۔

دس ذوالحج کو رمی کر لینے کے بعد حاجی شخص کے لیے وہ تمام اشیاء جائز ہو جاتی ہیں جو حالتِ احرام میں اُس کے لیے ممنوع تھیں' صرف ایک عمل جائز نہیں ہے' جس کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے' یعنی کوئی بھی شخص ''طوافِ زیارت'' کرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کرسکتا جو کہ احرام کے ممنوعات میں شامل ہے۔

''طوافِ زیارت'' کرنے سے پہلے خوشبو لگانے کے بارے میں بھی اختلاف کیا جاتا ہے۔

احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ ''طوافِ زیارت'' کر لینے سے پہلے خوشبو لگائی جاسکتی ہے۔

کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ میں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں' کہ بیوی کے ساتھ صحبت کرنے کی طرح ''طوافِ زیارت'' کرنے سے پہلے خوشبو لگانا بھی حرام ہے۔

احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں اُس روایت کو پیش کیا ہے' جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے' جسے امام دارقطنی نے بیان کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''جب (حاجی) رمی کرلے' سر منڈوالے اور قربانی کرلے تو عورتوں کے علاوہ اُس کے لیے سب کچھ حلال ہو جاتا ہے''۔

اس روایت میں صراحت کے ساتھ یہ بات منقول ہے کہ عورتوں کے علاوہ اُس کے لیے سب کچھ جائز ہو جاتا ہے' تو اس میں خوشبو لگانے کا حکم بھی شامل ہوگا اور خود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے پہلے یہ بات ذکر کی جاچکی ہے کہ اُنہوں نے نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "طواف زیارت" کرنے سے پہلے آپ کو خوشبو لگائی تھی۔

492- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْ رَمَى الْجَمْرَةَ ثُمَّ حَلَقَ اَوْ قَصَّرَ وَنَحَرَ هَدْيًا اِنْ كَانَ مَعَهٗ حَلَّ مَا حَرُمَ عَلَيْهِ فِي الْحَجِّ اِلَّا النِّسَآءَ وَالطِّيْبَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا قَوْلُ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ وَقَدْ رَوَتْ عَآئِشَةُ خِلَافَ ذٰلِكَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ بَعْدَمَا حَلَقَ قَبْلَ اَنْ يَّزُوْرَ الْبَيْتَ فَاَخَذْنَا بِقَوْلِهَا وَ عَلَيْهِ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةُ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جو شخص جمرہ کو کنکریاں مار کے سر منڈوالے یا بال چھوٹے کروالے اور اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کرے اگر اس کے ساتھ وہ جانور ہو تو حج میں اس کے لیے جو چیزیں حرام قرار دی گئی تھیں اس کے لیے وہ سب حلال ہو جائیں گی البتہ جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرتا اس وقت تک خواتین (کے ساتھ صحبت کرنا) اور خوشبو استعمال کرنا (جائز نہیں ہوگا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہے۔
جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے برعکس روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے ان دو ہاتھوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر منڈوانے کے بعد اور آپ کے بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے لگائی تھی۔

(✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

493- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ فِي الطِّيْبِ قَبْلَ زِيَارَةِ الْبَيْتِ وَ نَدَعُ مَا رَوٰى عُمَرُ وَ ابْنُ عُمَرَ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام پر خوشبو لگائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کھولنے کے وقت اور بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے بھی آپ کو خوشبو لگائی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "طواف زیارت" کرنے سے پہلے خوشبو لگانے کے بارے میں ہم اس روایت کے مطابق ہی فتویٰ دیتے ہیں اور اس روایت کو ترک کر دیتے ہیں جو حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے بیان کی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مِنْ اَیِّ مَوْضِعٍ یُّرْمَی الْجِمَارُ

باب 49: کون سی جگہ سے کنکریاں ماری جائیں؟

494-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ مِنْ اَیْنَ کَانَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ یَّرْمِیْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ قَالَ مِنْ حَیْثُ تَیَسَّرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَفْضَلُ ذٰلِكَ اَنْ یَّرْمِیَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ وَمِنْ حَیْثُ مَارَمٰی فَهُوَ جَائِزٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ .

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے دریافت کیا: قاسم بن محمد کون سی جگہ سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جہاں سے بھی آسانی سے (ماری جاسکتی ہوں وہیں سے مار دیتے تھے)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زیادہ فضیلت اس بات میں ہے کہ بطنِ وادی (نشیبی جگہ) سے کنکریاں ماری جائیں' باقی آدمی جہاں سے بھی کنکریاں مارے گا' تو یہ جائز ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: رمی جمرات کرنے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان کسی بھی مقام سے اُن کو کنکریاں مارلے تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔

بطور خاص آج ہمارے زمانے میں جبکہ لوگوں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے' کسی خاص مقام سے کھڑے ہوکر کنکریاں مارنا بہت مشکل ہوجاتا ہے اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے' تاہم فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ جمرہ کے شمالی جانب کھڑے ہوکر اس طرح سے رمی کی جائے کہ رمی کرنے والے شخص کا منہ مغرب کی طرف ہونا چاہیے' اُس کا دایاں کندھا قبلہ کی طرف ہونا چاہیے اور بایاں کندھا مشرق کی طرف ہونا چاہیے اور بطن وادی میں سے رمی کی جائے' تو یہ زیادہ بہتر ہے' تاہم یہ تمام افعال واجب نہیں ہیں۔

کنکریاں مارنے کی حکمت کی وضاحت کرتے ہوئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مناسکِ حج ادا کرنے کے لیے آئے' تو جمرہ عقبہ کے پاس شیطان اُن کے سامنے آ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُسے سات کنکریاں ماریں' اس کے نتیجے میں وہ زمین میں دھنس گیا' اُس کے بعد وہ دوسرے جمرے کے قریب آپ کے سامنے آیا' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں بھی اُسے سات کنکریاں ماریں' وہ پھر زمین میں دھنس گیا' پھر وہ تیسرے جمرے کے قریب تیسری مرتبہ آپ علیہ السلام کے سامنے آیا' تو آپ علیہ السلام نے وہاں بھی اُسے سات کنکریاں ماریں تو وہ زمین میں دھنس گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تم لوگ جو رمی جمرات کرتے ہو' تو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے شیطان کو کنکریاں مارتے ہو۔

''مجمع الزوائد'' کے مصنف نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب تم جمرات کو کنکریاں مارتے ہو تو یہ چیز تمہارے لیے قیامت کے دن نور کی حیثیت رکھے گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ان جمرات کو ہر سال کنکریاں ماری جاتی ہیں (تو یہاں کنکریوں کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے) لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ یہ کم ہوتی ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان میں سے جو قبول ہو جاتی ہیں' اُنہیں اُٹھا لیا جاتا ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہیں یہاں کنکریوں کا پہاڑ نظر آتا''۔

بَابُ تَأْخِيْرُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ عِلَّةٍ اَوْ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَالِكَ

باب 50: کسی علت کی وجہ سے یا کسی علت کے بغیر رمی جمار میں تاخیر کرنے کا حکم' اس حوالے سے کیا چیز مکروہ ہے؟

495-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا الْبَدَّاحِ ابْنَ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِيْهِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رَخَّصَ لِرِعَاءِ الْاِبِلِ فِي الْبَيْتُوْتَةِ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَرْمُوْنَ مِنَ الْغَدِ اَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ لِيَوْمَيْنِ ثُمَّ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّفْرِ .

✦✦ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو (اپنے اونٹوں کے پاس) رات بسر کرنے کی اجازت دی تھی۔ اور اس بات کی بھی اجازت دی تھی کہ وہ قربانی کے دن کنکریاں ماریں' پھر اس سے اگلے دن دو دنوں کی کنکریاں مار لیں' پھر وہ اُس دن کنکریاں ماریں جب روانہ ہونے لگیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی علت کی وجہ سے دو دن کی کنکریاں ایک ہی دن میں مارے گا' اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا' تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے کہ آدمی کسی علت کے بغیر اسے ترک کر دے' یہاں تک کہ اگلا دن آ جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اس کو ترک کر دے یہاں تک کہ اگلا دن آ جائے' تو اس پر دم (قربانی کرنا) لازم ہوگا۔

•••——•••——•••

شرح: علماء کے درمیان اس مسئلے کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ قربانی کے دن صرف جمرہ عقبہ کی رمی کی جاتی ہے۔

علماء کے درمیان اس مسئلے پر بھی اتفاق پایا جاتا ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے لیے مستحب وقت سورج نکلنے سے لے کر زوال تک کا وقت ہے۔

اگر کوئی شخص قربانی کے دن سورج غروب ہونے سے پہلے رمی کر لیتا ہے' تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا اور اس پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' تاہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسے شخص کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ایک دم دے۔

اگر کوئی شخص قربانی کے دن سورج غروب ہونے تک رمی نہیں کر پاتا اور پھر رات کے وقت رمی کرتا ہے یا اگلے دن صبح رمی کرتا ہے' تو اس مسئلے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رات یا اگلے دن رمی کرنے والے پر دم دینا واجب ہوگا' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر وہ رات میں رمی کر لیتا ہے' تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی' لیکن اگر وہ اگلے دن صبح رمی کرتا ہے' تو اس پر دم دینا واجب ہوگا۔

امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر وہ شخص اگلے دن رمی کرتا ہے' تو پھر بھی اس پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

بَابُ رَمْيُ الْجِمَارِ رَاكِبًا

باب 51: سوار ہو کر جمرہ کو کنکریاں مارنا

496-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا اِذَا رَمَوُا الْجِمَارَ مَشَوْا ذَاهِبِيْنَ وَرَاجِعِيْنَ وَاَوَّلُ مَنْ رَكِبَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْمَشْيُ اَفْضَلُ وَمَنْ رَكِبَ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ .

✦✦ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ پہلے لوگ جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے پیدل جایا کرتے تھے اور پیدل ہی واپس آیا کرتے تھے' سب سے پہلے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سوار ہو کر (جمرات کو کنکریاں مارنے گئے تھے)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پیدل چل کر جانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' تاہم جو شخص سوار ہو کر جاتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے' کیونکہ اُن کا وزن زیادہ ہو چکا تھا' اس لیے انہوں نے سوار ہو کر رمی کی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ انتہائی مجبوری کے عالم میں ہی سوار ہو کر رمی کرتے تھے (ورنہ پیدل جا کر رمی کیا کرتے تھے)۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تینوں دن پیدل جا کر رمی کی تھی' وہ واپس بھی پیدل ہی آئے تھے اور انہوں نے یہ بات بتائی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا' اس سے مراد یہ ہے کہ تینوں دن سوار ہو کر رمی کا آغاز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا ورنہ قربانی کے دن سوار ہو کر رمی کرنا خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ امام

بخاری' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر محدثین نے یہ بات نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے سواری پر سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی' قربانی کے دن رمی کی تھی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی بنیاد پر یہ فتویٰ دیتے ہیں' کہ قربانی کے دن سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے اور باقی دنوں میں پیدل جا کر رمی کرنا افضل ہے۔

جبکہ دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ رمی کے لیے پیدل چل کر جانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' نبی اکرم ﷺ صرف اس لیے سوار ہوئے تھے تاکہ لوگ آپ ﷺ کو رمی کرتے ہوئے دیکھ لیں اور آپ ﷺ سے مناسک حج سیکھ لیں' آپ ﷺ سے مسائل دریافت کرلیں۔



بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَالْوُقُوْفُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

باب 52: جمرات کے قریب کیا پڑھا جائے؟ دو جمرات کے قریب وقوف کرنا

497- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى الْجَمْرَةَ بِحَصَاةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی جمرہ کو کنکری مارتے تھے' تو ساتھ تکبیر کہا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ جمرات کے قریب کون سا ذکر کیا جائے اور وقوف میں کون سی دعا مانگی جائے؟

جمہور کے نزدیک ہر مرتبہ کنکری پھینکتے ہوئے تکبیر پڑھنا مستحب ہے' اگر کوئی شخص تکبیر نہیں پڑھتا تو اس پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' صرف سفیان ثوری کی رائے مختلف ہے' ان کے نزدیک تکبیر ترک کرنے پر کھانا کھلانا لازم ہوگا۔



498- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقِفُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وُقُوْفًا طَوِيْلًا يُكَبِّرُ اللّٰهَ وَيُسَبِّحُهٗ وَيَدْعُو اللّٰهَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَ الْعَقَبَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے دو جمروں کے قریب کافی دیر کھڑے رہتے تھے' وہ اس دوران اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اُس کی پاکی بیان کرتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے' تاہم وہ جمرہ عقبہ کے قریب نہیں

ٹھہرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

...—...—...

شرح: یہاں پہلے دو جمروں سے مراد وہ والا جمرہ ہے' جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اس کے ساتھ والا یعنی درمیانی جمرہ ہے اور یہ حکم قربانی کے دن کے علاوہ کے بارے میں ہے' کیونکہ قربانی کے دن صرف جمرہ عقبہ کی رمی کی جاتی ہے اور وہاں وقوف نہیں کیا جاتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سالم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قریبی جمرہ یعنی وہ جمرہ جو مسجد خیف کے قریب ہے' اس کی رمی کرتے ہوئے سات کنکریاں مارتے تھے' ہر کنکری پھینکنے کے بعد وہ تکبیر کہتے تھے' پھر وہ آگے بڑھتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کافی دیر کھڑے رہتے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے تھے' پھر اس کے بعد وہ درمیانی جمرہ کی رمی کرتے تھے' پھر بائیں طرف آ جاتے' پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کافی دیر تک کھڑے رہتے' دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا مانگتے رہتے' پھر وہ بطنِ وادی سے جمرہ عقبہ کی رمی کرتے تھے' لیکن وہ اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے' بلکہ واپس آ جاتے تھے۔

اسی کی مانند ایک روایت صحیح بخاری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے بارے میں بھی ہے۔

علامہ عینی نے یہ بات تحریر کی ہے: جمرات کے قریب وقوف کی مقدار کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ اتنی دیر وہاں کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں دو مرتبہ سورۃ البقرہ کی تلاوت کر لی جاتی ہے۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ اتنی دیر وہاں کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں ایک مرتبہ سورۃ البقرہ پڑھی جا سکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ اتنی دیر وہاں کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں دو سو آیات کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔

تاہم علماء کے نزدیک اس وقوف کے بارے میں کوئی متعین مقدار ضروری نہیں ہے' کیونکہ یہ ذکر اور دعا ہے (جس میں کوئی حد بندی نہیں کی جا سکتی)۔

بَابُ رَمْیِ الْجِمَارِ قَبْلَ الزَّوَالِ اَوْ بَعْدَهٗ

باب 53: زوال سے پہلے یا اُس کے بعد جمرات کو کنکریاں مارنا

499- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَا تُرْمَى الْجِمَارُ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ فِي الْاَيَّامِ الثَّلَاثَةِ الَّتِيْ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں' کہ جمرات کو کنکریاں اُس وقت تک نہیں ماری جائیں گی' جب تک سورج ڈھل نہیں جاتا' یہ قربانی کے دن کے بعد اگلے تین دنوں میں (ماری جائیں گی)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتویٰ دیا ہے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے' تاہم اگر کوئی شخص چوتھے دن زوال سے پہلے رمی کر لیتا ہے' تو کراہت کے ساتھ یہ رمی درست ہوگی' یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے' جبکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس بارے میں مختلف ہے۔

جمہور کے نزدیک سنت یہ ہے کہ قربانی کے دن کے علاوہ باقی کے دنوں میں زوال کے بعد رمی کی جائے' جبکہ احناف نے روانگی کے دن زوال سے پہلے رمی کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔

بَابُ الْبَيْتُوْتَةُ وَرَآءَ عَقَبَةِ مِنًى وَّمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

باب 54: عقبہ کے پیچھے منیٰ میں رات بسر کرنا' اس حوالے سے کیا بات مکروہ ہے

500- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ قَالَ زَعَمُوْا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَبْعَثُ رِجَالًا يُدْخِلُوْنَ النَّاسَ مِنْ وَّرَآءِ الْعَقَبَةِ اِلٰى مِنًى قَالَ نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا يَبِيْتَنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْحَآجِّ لَيَالِيَ مِنًى وَّرَآءَ الْعَقَبَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَآجِّ اَنْ يَّبِيْتَ اِلَّا بِمِنًى لَيَالِيَ الْحَجِّ فَاِنْ فَعَلَ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ وَّلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کو عقبہ کے پیچھے کی جانب بھیج دیتے تھے' جو لوگوں کو منیٰ میں داخل کر دیتے تھے۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے: حاجیوں میں سے کوئی بھی شخص منیٰ کی مخصوص راتیں عقبہ سے پرے نہ گزارے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کسی بھی حاجی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ حج کے دوران منیٰ کی مخصوص راتیں (منیٰ سے باہر گزارے)۔

لیکن اگر کوئی شخص ایسا کر لیتا ہے' تو ایسا کرنا مکروہ ہوگا' تاہم اس پر کسی کفارے کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: یہاں اس بنیادی اصول کی وضاحت ضروری ہے کہ جمہور کے نزدیک منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے یعنی وہ رات جو منیٰ میں گزارنا ضروری ہوتی ہے اگر کوئی شخص منیٰ کی مخصوص رات منیٰ میں نہیں گزارتا تو اب اُس پر دم دینا واجب ہو جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منیٰ کی مخصوص رات منیٰ میں گزارنا سنت ہے۔

ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

یعنی ایسی صورت میں منیٰ کی مخصوص رات منیٰ سے باہر گزارنا مکروہ قرار دیا جائے گا لیکن ایسے شخص پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

تاہم کراہت کا یہ حکم اونٹوں کے چرواہوں کے لیے نہیں ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرواہوں کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ وہ منیٰ کی مخصوص راتیں منیٰ سے باہر گزار سکتے ہیں اسی طرح کراہت کا یہ حکم آبِ زم زم پلانے والے ذمہ دار افراد کے لیے نہیں ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ منیٰ کی مخصوص راتیں مکہ میں بسر کر لیا کریں اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے آبِ زم زم پلانا ہوتا ہے تو (کنوئیں سے پانی نکلوانے کی ذمہ داری اُن کے ذمے تھی)۔

بَابُ مَنْ قَدَّمَ نُسُكًا قَبْلَ نُسُكٍ

باب 55: جو شخص حج کے کسی ایک رکن کو کسی دوسرے سے پہلے ادا کر دے

501-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

حدیث 501: اخرجه مالك فی "الموطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودي' كتاب الحج' باب جامع الحج - حديث: 943اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب العلم' باب الفتيا وهو واقف على الدابة وغيرها - حديث: 83اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب من حلق قبل النحر - حديث: 2379اخرجه الترمذي فی "سننه"، 'ابواب الحج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فيمن حلق قبل أن يذبح' حديث: 875اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب المناسك' باب فيمن قدم شيئا قبل شيء في حجه - حديث: 1735اخرجه الدارمي فی "سننه"، من كتاب المناسك' باب فيمن قدم نسكه شيئا قبل شيء - حديث: 1893اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الحج' فی الرجل يحلق قبل أن يذبح - حديث: 17994اخرجه النسائي فی "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' إشعار الهدي - الذبح قبل الرمي' حديث: 3979اخرجه الطحاوي فی "شرح معاني الآثار"، كتاب مناسك الحج' باب من قدم من حجه نسكا قبل نسك - حديث: 2624اخرجه الطحاوي فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 5255اخرجه الدارقطني فی "سننه"، كتاب الحج' باب المواقيت - حديث: 2247اخرجه ابن خزيمة فی "صحيحه"، كتاب المناسك' جماع أبواب ذكر أفعال اختلف الناس في إباحته للمحرم - باب ذكر من قدم نسكا قبل نسك جاهلا بذكر خبر مختصر' حديث: 2750اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب الحلق والذبح - ذكر الأمر بالذبح' حديث: 3940ذكره البيهقي فی "سننه الكبرى"، - جماع أبواب دخول مكة - باب التقديم والتأخير في عمل يوم النحر' حديث: 9038مسند احمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما - حديث: 6311مسند الشافعي - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعي رضي الله عنهما' حديث: 982اخرجه الحميدي فی "سننه"، احاديث عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه' حديث: 564ذكره البيهقي فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب المناسك' جماع أبواب ما يجتنبه المحرم - التقديم والتأخير في عمل يوم النحر' حديث: 3162

عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ لِلنَّاسِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَسْئَلُوْنَهُ فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ وَ قَالَ اٰخَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ يَوْمَئِذٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ ۔

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کے لیے وقوف اختیار کیا (یعنی آپ ٹھہر گئے) لوگ آپ سے مسائل دریافت کرنے لگے ایک شخص آیا اُس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے پتہ نہیں تھا تو میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ہی قربانی کر لی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اب کنکریاں مارلو کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک اور شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے پتہ نہیں تھا میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوالیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔ (راوی کہتے ہیں:) اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس بھی رکن کے پہلے یا بعد میں کیے جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: تم اب کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

•••———•••———•••

شرح: قربانی کے دن چار اُمور سنت ہیں' پہلے رمی کرنا پھر قربانی کرنا' پھر سر منڈوا دینا اور پھر طواف افاضہ کرنا۔

تمام علماء کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ترتیب کو اختیار کیا تھا۔

اس بارے میں بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔

اس ترتیب کو برقرار رکھنا امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام ابو یوسف' امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک سنت ہے۔

اس لیے اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کام کو دوسرے سے پہلے کر دیتا ہے' تو ان فقہاء کے نزدیک اُس شخص پر دم دینا لازم نہیں ہوتا کیونکہ ترتیب اُن کے نزدیک واجب نہیں ہے۔

ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں اُن روایات کو پیش کیا ہے' جس میں یہ مذکور ہے' اس طرح کی صورت حال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

''تم اب کرلو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

تاہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان چار اُمور میں سے بعض میں ترتیب واجب ہے اور بعض میں سنت ہے۔

تو جو شخص واجب ترتیب کے خلاف کرے گا' اُس پر دم دینا واجب ہوگا اور جو شخص سنت ترتیب کے خلاف کرے گا' اُس نے غلط کیا لیکن اُس پر دم دینا واجب نہیں ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ ترتیب میں پہلے رمی کرنا واجب ہے اور باقی تین کام کرنا سنت ہے' یہاں تک کہ اگر کوئی شخص باقی تین کاموں میں سے کوئی بھی ایک کام پہلے کر لیتا ہے' تو اب اُس پر دم دینا لازم ہوگا لیکن اگر وہ باقی تین کاموں میں

سے کسی ایک کو دوسرے سے پہلے کرتا ہے تو ایسا کرنا مکروہ ہوگا' لیکن دم دینا لازم نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ طواف اور قربانی کرنے میں ترتیب برقرار قائم رکھنا حج افراد کرنے والے کے لیے سنت ہے۔

ان دو کاموں کے علاوہ باقی کاموں میں ترتیب برقرار رکھنا واجب ہے' خواہ وہ حج افراد کر رہا ہو' حج تمتع کر رہا ہو یا حج قران کر رہا ہو۔

تو جو شخص اس واجب ترتیب کے خلاف کرے گا' اُس پر دم دینا لازم ہو جائے گا۔

یہاں مذکور روایت کی تحقیق کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس روایت میں دو اُمور کے بارے میں سوال کیا گیا ہے' اُن میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے قربانی کر لی تھی اور دوسرا یہ ہے کہ قربانی سے پہلے سر منڈوا لیا تھا۔

صحیحین اور دیگر کتابوں کی روایت میں مزید چیزوں کا بھی تذکرہ ہے۔

جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ایک شخص نے عرض کی کہ میں نے رمی کرنے سے پہلے طواف افاضہ کر لیا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اب رمی کر لو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تو اب یہ تیسری صورت ہے' جس میں طواف افاضہ' رمی سے پہلے کر لیا گیا ہے۔

جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ایک چوتھے معاملے سے متعلق سوال کا تذکرہ ہے اور وہ رمی سے پہلے سر منڈوا لینے کے بارے میں ہے۔

اس اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار صورتوں کے بارے میں سوالات کا تذکرہ کیا گیا ہے' جو اُس روایت میں ہے' جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

ان چار اُمور میں سے دو اُمور کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت میں ہے جنہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ رمی سے پہلے سر منڈوانے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ سوال یہ کیا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص سر منڈوانے سے پہلے طواف افاضہ کر لیتا ہے۔

جبکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے' اُس میں یہ بات مذکور ہے کہ سوال یہ کیا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص سر منڈوانے سے پہلے رمی اور طواف افاضہ دونوں کر لیتا ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' اُس میں یہ سوال ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح سے

پہلے طواف افاضہ کر لیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ سوال یہ تھا کہ اگر کوئی شخص طواف کرنے سے پہلے سعی کر لیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

تو یہ مختلف صورتیں ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ پہلی رمی کرنا پھر قربانی کرنا' پھر سر منڈوانا پھر طواف افاضہ کرنا اور پھر سعی کرنا' ان تمام کاموں کو ترتیب سے کرنا مطلوب ہے۔

تاہم ان کے وجوب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے اور جمہور بھی اسی بات کے قائل ہیں' کہ یہ ترتیب سنت ہے' اگر کوئی شخص اس ترتیب میں کہیں خلل ڈال دیتا ہے' تو اب اُس پر دم دینا لازم نہیں ہوگا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

''اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک رمی سے پہلے طواف افاضہ کر لینا واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ تمام اُمور ترتیب کے ساتھ کرنا واجب ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرنے (یعنی مؤخر کرنے کے) نتیجے میں دم دینا لازم ہوگا۔

اُنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

''اس میں کوئی حرج نہیں ہے''

کو گناہ کی نفی پر محمول کیا ہے۔

(فاضل لکھنوی فرماتے ہیں:) اس موضوع پر ''صحیح بخاری'' کی شروح اور ''ہدایہ'' کی شروح میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

502- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ نَسِيَ مِنْ نُسُكِهٖ شَيْئًا اَوْ تَرَكَ فَلْيُهْرِقْ دَمًا قَالَ اَيُّوْبُ لَا اَدْرِيْ اَقَالَ تَرَكَ اَمْ نَسِيَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِالْحَدِيْثِ الَّذِيْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْخُذُ اَنَّهٗ قَالَ لَا حَرَجَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ

وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا حَرَجَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَرَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ كَفَّارَةً اِلَّا فِيْ خَصْلَةٍ وَّاحِدَةٍ اَلْمُتَمَتِّعُ وَالْقَارِنُ اِذَا حَلَقَ قَبْلَ اَنْ يَّذْبَحَ قَالَ عَلَيْهِ دَمٌ وَّاَمَّا نَحْنُ فَلَا نَرٰى عَلَيْهِ شَيْئًا .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: کہ جو شخص حج کے مناسک میں سے کسی چیز کو بھول جائے یا کسی کو ترک کر دے تو وہ جانور قربان کرے گا (یعنی اس کا کفارہ جانور کی قربانی ہے)۔

ایوب نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ پتہ نہیں ہے کہ راوی (سعید بن جبیر) نے حدیث نقل کرتے ہوئے ترک کرنے کا لفظ استعمال کیا ہے یا بھول جانے کا لفظ استعمال کیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جو روایت نقل کی گئی ہے ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں آپ نے یہ فرمایا ہے: ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان تمام صورتوں میں سے کسی میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اُن کے نزدیک ان میں سے کسی بھی صورت میں کفارے کی ادائیگی لازم نہیں آئے گی البتہ صرف ایک صورت میں ایسا ہوگا اور وہ یہ ہے کہ حج تمتع یا حج قران کرنے والا شخص اگر قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا دیتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس پر قربانی کرنا لازم ہوگا۔

لیکن ہمارے نزدیک اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

بَابُ جَزَآءُ الصَّيْدِ

باب 56: شکار کرنے کا کفارہ

503-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضٰى فِي الضَّبُعِ بِكَبْشٍ وَّفِي الْغَزَالِ بِعَنْزٍ وَّفِي الْاَرْنَبِ بِعَنَاقٍ وَّفِي الْيَرْبُوْعِ بِجَفْرَةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ اِنَّ هٰذَا اَمْثِلَةٌ مِّنَ النَّعَمِ .

✦✦ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حالت احرام میں (گوہ) کا شکار کرنے پر دنبے کی ہرن کا شکار کرنے پر بکرے کی خرگوش اور یربوع کا شکار کرنے پر بکری کے چار ماہ کے بچے کی کفارے کے طور پر ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس پوری روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارے میں ان کی مثل یہی چیزیں بنتی ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں شکار سے مراد خشکی کا شکار ہے کیونکہ حالتِ احرام والے شخص کے لیے خشکی کا شکار کرنے پر تاوان دینا لازم ہوتا ہے سمندری شکار اُس کے لیے جائز ہے اس بارے میں بنیادی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"اے ایمان والو! تم لوگ شکار کو نہ مارو جب کہ تم احرام کی حالت میں ہو اور تم میں سے جو شخص جان بوجھ کر اُسے مار دیتا ہے تو اُس کا تاوان اُس کی مثل ہوگا جس جانور کو اُس نے مارا ہے اور اس بارے میں تم میں سے دو عادل لوگ فیصلہ کریں گے (وہ تاوان) قربانی کا وہ جانور ہوگا جو کعبہ تک پہنچ جائے یا پھر مسکینوں کو کھانا کھلانے کا کفارہ ہوگا یا اس

کے حساب سے روزے رکھنا ہوگا''۔ (المائدہ:۹۵)

یہاں قرآن کی آیت میں استعمال ہونے والے لفظ''مثل'' کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جس جگہ وہ شکار کیا گیا ہے' اُس جگہ کے حساب سے اُس شکار کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے گا یا اُس کی قریب کی جگہ کے حساب سے لگایا جائے گا' جبکہ وہ بری شکار ہو' اُس کی قیمت کا اندازہ دو ایسے عادل شخص لگائیں گے جنہیں شکار کی قیمت کا علم ہوتا ہے۔

پھر قاتل کو یعنی شکار کرنے والے شخص کو یہ اختیار دیا جائے گا' اگر وہ چاہے' تو قیمت کی رقم کے ذریعے قربانی کا جانور خرید لے' اگر اُس شکار کی قیمت قربانی کے جانور کی قیمت جتنی ہو اور پھر اُس جانور کو حرم میں لا کر ذبح کر دے یا پھر اُسے یہ اختیار ہوگا کہ وہ قیمت کے ذریعے اناج خرید کر اُسے صدقہ کر دے' اس طرح کہ ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع یا جو کا یا کھجور کا ایک صاع دیا جائے۔

اگر وہ چاہے' تو ایک مسکین کو دیئے جانے والے صدقے کے عوض میں ایک روزہ رکھ لے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ مثل مطلق طور پر استعمال ہوا ہے اور یہ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں کو شامل ہوگا۔

بَابُ كَفَّارَةُ الْاَذٰى

باب 57: کسی اذیت ناک چیز (کو دور کرنے) کا کفارہ

504-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمًا فَاٰذَاهُ الْقُمَّلُ فِىْ رَاْسِهٖ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّحْلِقَ رَاْسَهٗ وَقَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ مُدَّيْنِ مُدَّيْنِ اَوْ اُنْسُكْ شَاةً اَىَّ ذٰلِكَ فَعَلْتَ اَجْزَاَ عَنْكَ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ.

✧✧ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' انہوں نے احرام باندھا ہوا تھا' ان کے سر میں جوئیں تکلیف پہنچا رہی تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سر منڈوا لینے کا حکم دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تین دن روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو دو' دو مُد کھانا کھلا دو یا ایک بکری ذبح کرو' تم ان میں سے جو بھی کر لو گے تو وہ تمہاری طرف سے جائز ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ''الاذیٰ'' سے مراد ہر وہ چیز ہے' جو انسان کو تکلیف یا اذیت دیتی ہے۔

اس روایت میں مذکور حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ حدیبیہ کے مقام پر پیش آیا تھا کیونکہ اُن کے سر میں جوئیں زیادہ ہو چکی تھیں جو اُن کے چہرے پر بھی آ رہی تھیں اور اُن کے لیے تکلیف اور اذیت کا باعث بن رہی تھیں۔

اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ حج کے دوران جو کام ممنوع ہیں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اُن میں سے کسی ایک کام کو کرنا پڑ جاتا ہے تو اب وہ آدمی مجبوری کی وجہ سے وہ کام کرنے کی وجہ سے گناہگار شمار نہیں ہوگا' تاہم اُسے فدیہ دینا پڑے گا۔

بَابُ مَنْ قَدَّمَ الضَّعَفَةَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ

باب 58: کمزور لوگوں کو مزدلفہ سے پہلے ہی روانہ کر دینا

505- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ سَالِمٍ وَ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُقَدِّمُ صِبْيَانَهُ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلٰى مِنًى حَتّٰى يُصَلُّوا الصُّبْحَ بِمِنًى .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِاَنْ تُقَدَّمَ الضَّعَفَةُ وَ يُوْعَزَ اِلَيْهِمْ اَنْ لَا يَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بچوں کو پہلے ہی مزدلفہ سے منیٰ روانہ کر دیتے تھے' وہ لوگ صبح کی نماز منیٰ میں ادا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کمزور لوگوں کو جلدی بھیج دیا جائے' البتہ انہیں اس بات کی تاکید کی جائے کہ وہ سورج نکلنے سے پہلے جمرات کو کنکریاں نہ ماریں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں ضعفاء سے مراد کمزور لوگ ہیں' اُن میں بچے' خواتین' بڑی عمر کے مرد اور بیمار شامل ہیں۔

مزدلفہ میں وقوف واجب ہے' اگر کوئی شخص اسے ترک کر دے تو اُس پر دم دینا لازم ہو جاتا ہے' لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین' بچوں اور ضعیف افراد کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے' وہ عام حاجیوں کی روانگی سے پہلے مزدلفہ سے پہلے منیٰ جا سکتے ہیں اور ایسا کرنا بالاتفاق جائز ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہجوم زیادہ ہونے کی وجہ سے بعد میں بچوں' خواتین اور عمر رسیدہ افراد کے لیے نقل و حرکت میں پریشانی ہو سکتی ہے۔

تاہم اُن کے لیے حکم یہی ہے کہ وہ صبح صادق ہونے سے پہلے جمرات کی رمی نہ کریں جیسا کہ یہ بات صحیح بخاری اور دیگر کتب کی احادیث سے ثابت ہے۔

اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد رمی کرنا جائز ہے۔

جن لوگوں کو عام افراد سے پہلے بھیج دیا جاتا ہے' وہ لوگ سورج نکل جانے کے بعد اور سورج نکلنے سے پہلے رمی کر سکتے ہیں یا

نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام عطاء بن ابی رباح ٗ طاؤس ٗ مجاہد ٗ ابراہیم نخعی ٗ شعبی ٗ سعید بن جبیر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ٗ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف رات کے بعد رمی جمرہ کرنا درست ہے ٗ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد رمی کرنا درست ہوتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں ٗ کہ ایسے لوگ سورج نکلنے سے پہلے رمی نہیں کر سکتے۔

امام ابو یوسف ٗ امام محمد ٗ امام احمد بن حنبل ٗ امام اسحاق بن راہویہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں ٗ کہ وہ لوگ صبح سورج نکلنے سے پہلے رمی کر لیتے ہیں ٗ تو یہ رمی ہو جائے گی لیکن اُنہوں نے غلط کیا ہے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے: رمی کا مستحب وقت سورج نکلنے کے بعد ہے اور اس کا آخری وقت سورج غروب ہونے تک ہے ٗ یہ حکم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے ٗ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس کا حکم زوال تک ہے۔

بَابُ جِلَالُ الْبُدْنِ

باب 59: قربانی کے جانور کو کپڑا پہنانا

506-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَشُقُّ جِلَالَ بُدْنِهِ وَكَانَ لَا يُجَلِّلُهَا حَتّٰى يَغْدُوَ بِهَا مِنْ مِنًى اِلٰى عَرَفَةَ وَكَانَ يُجَلِّلُهَا بِالْحُلَلِ وَالْقُبَاطِيِّ وَالْاَنْمَاطِ ثُمَّ يَبْعَثُ بِجِلَالِهَا فَيَكْسُوْهَا الْكَعْبَةَ قَالَ فَلَمَّا كُسِيَتِ الْكَعْبَةُ هٰذِهِ الْكِسْوَةَ اَقْصَرَ مِنَ الْجِلَالِ .

✦✦ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کے جانور پر موجود کپڑے کو چیرتے نہیں تھے اور وہ اس وقت تک ان کے اوپر کپڑے نہیں ڈالتے تھے ٗ جب تک صبح کے وقت منیٰ سے عرفہ کی طرف روانہ نہیں ہو جایا کرتے تھے ٗ وہ اپنے قربانی کے جانوروں کو مصری کپڑوں اور قیمتی کپڑوں کے ذریعے سجاتے تھے ٗ پھر اس کپڑے کو اتار کر بیت اللہ کے غلاف کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

راوی کہتے ہیں: جب باقاعدہ طور پر بیت اللہ کا غلاف بننے کا رواج ہوا تو اس کے بعد اس طریقے کو ترک کر دیا گیا۔

شرح: لفظ "جلال" میں جیم پر زیر پڑھی جاتی ہے اور لفظ جُل کی جمع ہے ٗ جس میں جیم پر پیش پڑھی جاتی ہے اور لام پر شد پڑھی جاتی ہے ٗ اس سے مراد وہ کپڑا ہے ٗ جو جانوروں کی پشت پر ڈال دیا جاتا ہے ٗ اس طرح انسان کپڑے کی وجہ سے میل کچیل اور سردی سے محفوظ رہتا ہے ٗ اسی طرح جانوروں کو میل کچیل اور سردی سے بچانے کے لیے اُن کے اوپر ڈالا جاتا ہے۔

جانور قربان کرنے سے پہلے اُن کے اوپر سے وہ کپڑا اس لیے اُتار لیا جاتا ہے ٗ کیونکہ اگر خون اُن پر لگ جائے ٗ تو وہ کپڑا خراب ہو سکتا ہے ٗ اس کپڑے کو صدقہ کیا جاتا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات نقل کی ہے کہ جانور کو اشعار کر دینے کے بعد اُس پر وہ کپڑا اُڑالا جائے گا تا کہ وہ کپڑا خون سے محفوظ رہے۔

اسی طرح اُس کپڑے کو کوہان کی طرف سے چیر دینا بھی جائز ہے' لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کپڑا قیمتی نہ ہو کیونکہ اگر وہ کپڑا قیمتی ہو' تو پھر اُسے چیرا نہیں جائے گا (کیونکہ یہ اُس شخص کے استعمال میں آ جائے گا' جس کو وہ صدقہ کے طور پر دیا جائے گا)۔

ایسے کپڑے کو صدقہ کر دیا جائے گا یعنی یہ قصائی کو نہیں دیا جا سکتا' البتہ مطلق صدقے کے طور پر اُس کے معاوضے کے علاوہ دیا جائے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خانہ کعبہ پر غلاف ڈالنے کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: سب سے ''تبع حمیری'' نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ پہلے اُس کپڑے کو قربانی کے جانور پر ڈالتے تھے اور پھر خانہ کعبہ کے غلاف میں استعمال کرنے کے لیے دیدیا کرتے تھے' اس اعتبار سے اُنہیں دو طرح کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

روایت کے یہ الفاظ کہ جب خانہ کعبہ پر یہ غلاف چڑھایا گیا' اس سے مراد وہ غلاف ہے' جو سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے ریشم سے بنوا کر چڑھایا تھا' ورنہ اس سے پہلے کے خلفاء کے زمانے میں تو صرف قبطی قبیلے کے بنے ہوئے باریک کپڑے کو غلاف کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

507-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ دِيْنَارٍ مَا كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَصْنَعُ بِجِلَالِ بُدْنِهٖ حَتّٰى اَقْصَرَ عَنْ تِلْكَ الْكِسْوَةِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْبَغِىْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ وَبِخُطُمِهَا وَاَنْ لَّا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَّلَا مِنْ لُحُوْمِهَا بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ بِهَدْىٍ فَاَمَرَ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِجِلَالِهٖ وَ بِخُطُمِهٖ وَاَنْ لَّا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنْ خُطُمِهٖ وَجِلَالِهٖ شَيْئًا .

✦✦ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کے جانور کے جسم پر موجود کپڑے کے بارے میں کیا کرتے تھے؟ جبکہ اب غلاف کے طور پر تو اس کے استعمال کی گنجائش نہیں رہی تھی' تو عبداللہ بن دینار نے بتایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کپڑے کو صدقہ کر دیا کرتے تھے۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی قربانی کے جانور کے جسم پر موجود کپڑے اور اس کی رسّی وغیرہ کو صدقہ کر دے' البتہ قصائی کو اُجرت کے طور پر وہ کپڑا نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی جانور کا گوشت اُس کو معاوضے کے طور پر دیا جا سکتا ہے۔

ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اپنی قربانی کے جانور بھیجے تھے اور انہیں یہ ہدایت کی

تھی کہ وہ جانور پر (علامت کے طور پر موجود) کپڑے کو اور اس کی رسی وغیرہ کو صدقہ کر دیں اور قصائی کو اس کے گوشت میں سے یا اس کپڑے میں سے معاوضے کے طور پر کوئی ادائیگی نہ کریں۔

یہاں حدیث: ۵۰۷ کے آخر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو (بلاغ یعنی منقول روایت) نقل کی ہے اُس کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام مؤلفین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

بَابُ الْمُحْصَرُ

باب 60: جس شخص کو (خانہ کعبہ تک پہنچنے) سے روک دیا جائے

508-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اُحْصِرَ دُوْنَ الْبَيْتِ بِمَرَضٍ فَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ يَتَدَاوٰى مِمَّا اضْطُرَّ اِلَيْهِ وَ يُفْدِىْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ جَعَلَ الْمُحْصَرَ بِالْوَجَعِ كَالْمُحْصَرِ بِالْعَدُوِّ فَسُئِلَ عَنْ رَّجُلٍ اِعْتَمَرَ فَنَهَشَتْهُ حَيَّةٌ فَلَمْ يَسْتَطِعِ الْمُضِيَّ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِيَبْعَثْ بِهَدْيٍ وَّيُوَاعِدْ اَصْحَابَهُ يَوْمَ اَمَارٍ فَاِذَا نُحِرَ عَنْهُ الْهَدْيُ حَلَّ وَ كَانَتْ عَلَيْهِ عُمْرَةٌ مَّكَانَ عُمْرَتِهِ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ سالم بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ وہ فرماتے ہیں: جس شخص کو بیماری کی وجہ سے بیت اللہ تک پہنچنا نصیب نہ ہو وہ اپنا احرام اس وقت تک نہیں کھولے گا' جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرتا' وہ اپنی رکاوٹ کو ختم کرنے کی کوشش کرتا رہے گا اور فدیہ دے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم تک یہ روایت پہنچی ہے' وہ فرماتے ہیں' کہ جو شخص بیماری کی وجہ سے بیت اللہ تک پہنچنے کے قابل نہیں رہتا' وہ اس شخص کی مانند ہے' جو دشمن کی وجہ سے بیت اللہ تک پہنچنے کے قابل نہیں رہتا۔ ان سے دریافت کیا گیا: ایک ایسا شخص جو عمرے کا احرام باندھتا ہے اور پھر اسے سانپ ڈس لیتا ہے' جس کی وجہ سے وہ آگے سفر کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اپنے قربانی کے جانور کو ساتھ بھیج دے گا اور اپنے ساتھیوں سے طے کرلے گا کہ تم نے فلاں دن اس کو ذبح کرنا ہے' جب اس کی طرف سے وہ قربانی کا جانور ذبح کرلیا جائے گا' وہ اس وقت اپنے احرام کو کھول دے گا اور اپنے اس عمرے کی جگہ بعد میں عمرہ کرنا اس پر لازم ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص حج کی نیت کر لینے کے بعد اس کا احرام بھی باندھ لیتا ہے اور پھر کسی عذر کی وجہ سے حج نہیں کر پاتا تو اُس کا حکم کیا ہوگا؟

اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، وہ شخص بیمار ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے حج نہیں کر پاتا۔
دشمن کی رکاوٹ کی وجہ سے وہ مکہ پہنچنے کے قابل نہیں رہتا۔
حج کرنے کے لیے وہ مخصوص وقت پر مخصوص مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔
وہ شخص کسی ایسے فعل کا ارتکاب کر لیتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کا حج فاسد ہو جاتا ہے۔
اس بارے میں قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کے اندر یہ حکم موجود ہے:
''اگر تمہیں گھیر لیا جائے، تو جو قربانی تمہیں میسر ہو (وہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دو) اور اپنے سر اُس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک قربانی اپنی مخصوص جگہ تک نہیں پہنچ جاتی، تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اُس کے سر میں کوئی تکلیف ہو، تو اُس کا فدیہ روزے رکھنے کی شکل میں ہے، یا صدقہ کرنے کی شکل میں ہے یا قربانی کی شکل میں ہے، اور جب تم امان کی حالت میں آ جاؤ (اور حج کا وقت آنے سے پہلے مکہ پہنچنے کے قابل ہو جاؤ) تو جو شخص حج کے ساتھ عمرے کو ملا کر نفع حاصل کرنا چاہیے، وہ جو قربانی اُسے میسر ہو (اُسے اللہ کی راہ میں پیش کرے)''۔ (البقرۃ:۱۹۶)
اس آیت کی تفسیر کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔
اس بارے میں پہلا اختلاف یہ ہے کہ یہاں گھیرے جانے سے مراد کیا ہے، بیماری میں گھر جانا ہے یا دشمن کی وجہ گھر جانا ہے۔
بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں صرف دشمن سے گھر جانا مراد ہے، جبکہ بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں، کہ بیماری کی وجہ سے محصور ہو جانے والا شخص بھی اس کے حکم میں شامل ہوگا۔
جمہور فقہاء کے نزدیک محصور ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں: آدمی بیماری کی وجہ سے محصور ہو جائے یا دشمن کی وجہ سے محصور ہو جائے۔
جو شخص دشمن کی وجہ سے محصور ہو جاتا ہے، اس کے بارے میں جمہور فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے، وہ شخص جہاں محصور ہو جائے گا وہیں احرام کھول دے گا۔
جبکہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے، وہ یہ کہتے ہیں، کہ ایسا شخص احرام اس دن کھولے گا، جب قربانی کا دن آ جائے گا۔
جن فقہاء کے نزدیک وہ شخص وہیں احرام کھول دے گا، ان کے درمیان پھر اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا اس پر قربانی کرنا واجب ہوگا یا نہیں ہوگا؟
جن کے نزدیک واجب ہوگا، ان کے اندر بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ اس قربانی کو قربان کہاں کرے گا؟
اس حوالے سے ایک اختلاف اس مسئلے کے بارے میں بھی ہے کہ اس شخص نے جو حج کا ارادہ کیا تھا، اس کو دوبارہ کرنا اس پر واجب ہوگا یا نہیں ہوگا، یہ اور اس نوعیت کے بہت سے مسائل میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

بَابُ تَكْفِينُ الْمُحْرِمِ

باب 61: حالت احرام والے شخص کا کفن (کیسے دیا جائے گا؟)

509-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَفَّنَ ابْنَهُ وَاقِدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَ قَدْ مَاتَ مُحْرِمًا بِالْجُحْفَةِ وَ خَمَّرَ رَاْسَهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اِذَا مَاتَ فَقَدْ ذَهَبَ الْاِحْرَامُ عَنْهُ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے صاحبزادے واقد بن عبداللہ کو کفن پہنایا تھا' جس کا حالت احرام میں جحفہ کے مقام پر انتقال ہو گیا تھا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس کے سر کو ڈھانپ دیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' کہ جب حالتِ احرام والا شخص انتقال کر جائے' تو احرام کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اگر کوئی محرم شخص فوت ہو جاتا ہے' تو اس کے کفن کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ عام انسان کی طرح حالت احرام والے شخص کا بھی سر ڈھانپا جائے گا اور اسے خوشبو بھی لگائی جائے گی' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ حالت احرام والے شخص کے لیے کیونکہ سر ڈھانپنا اور خوشبو لگانا درست نہیں ہے' اس لیے اگر وہ حالت احرام کے دوران انتقال کر جاتا ہے' تو اس کے انتقال کے بعد بھی نہ اس کا سر ڈھانپا جائے گا اور نہ اُسے خوشبو لگائی جائے گی۔

یہاں جو روایت نقل کی گئی ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انتقال پر اس کا سر ڈھانپ دیا تھا حالانکہ اُس صاحبزادے کا انتقال حالت احرام میں ہوا تھا۔

اس بارے میں ایک روایت بھی منقول ہے' جو تقریباً صحاح کی تمام کتابوں میں منقول ہے' راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرتے ہوئے ایک شخص اونٹنی سے گر کر فوت ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اسے بیری کے پتوں سے ملے ہوئے نیم گرم پانی سے غسل دو اور (کفن میں) اس کا سر اور چہرہ کھلا رکھنا' کیونکہ قیامت کے دن یہ شخص تلبیہ پڑھتا ہوا زندہ ہوگا"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسی ایک شخص کے بارے میں یہ ہدایت دی تھی' یہ کوئی عمومی اصول نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرنے کے نتیجے میں انسان کا ہر عمل ختم ہو جاتا ہے' اور اس پر عام مرحومین کے سے احکام لاگو ہو جاتے ہیں۔

بَابُ مَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ

باب 62: جو شخص مزدلفہ کی رات میں عرفہ کو پالے

516- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ قَبْلَ اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ اَدْرَكَ الْحَجَّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: جو شخص مزدلفہ کی رات میں صبح صادق ہونے سے پہلے عرفات میں وقوف کر لیتا ہے وہ حج کو پالیتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: حج کے دو رکن ہیں: ایک وقوف عرفات اور دوسرا ''طواف زیارت'' اس بات پر تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ جو شخص عرفات میں وقوف کو پالیتا ہے وہ حج کو پالیتا ہے۔

عرفات میں وقوف ایک ایسا رکن ہے جسے ترک کرنے کے نتیجے میں دم دینے سے اس کا کفارہ نہیں ہوتا' اسی طرح اس کے مخصوص وقت کے علاوہ بھی اسے ادا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ''طواف زیارت'' ایک ایسا رکن ہے جس کا وقت قربانی کے دن سورج نکلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس کے آخری وقت کی کوئی حد نہیں ہے۔

بالفرض اگر کوئی شخص وقوف عرفات کر لیتا ہے' لیکن ''طواف زیارت'' نہیں کرتا' وہ بعد میں کسی وقت ''طواف زیارت'' کر لیتا ہے' تو بھی اس کا وہ طواف ہو جائے گا' البتہ تاخیر کرنے کی وجہ سے اس پر دم دینا لازم ہوگا۔

لیکن اگر وہ قربانی کے دن صبح سورج نکلنے کے بعد سے لے کر بارہ ذوالحج کی شام تک کے درمیانی عرصہ میں ''طواف زیارت'' کسی بھی وقت کر لیتا ہے' تو اس پر دم دینا لازم نہیں ہوگا۔

وقوف عرفات کے مخصوص وقت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' اگر کوئی شخص نو ذوالحج کی شام سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات سے چلا جاتا ہے اور نو ذوالحج کے بعد آنے والی رات میں ایک لمحے کے لیے بھی عرفات میں وقوف اختیار نہیں کرتا' تو اس کے حکم کے بارے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے' اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ عرفات میں وقوف کا تمام تر دار و مدار رات کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے اور نویں تاریخ کا دن اس رات کے تابع ہے' اس لیے اگر اس رات کے کسی بھی ایک جزو میں خواہ لمحے بھر کے لیے ہی کیوں نہ ہو' وقوف عرفات پایا جائے گا' تو حج درست ہوگا' ورنہ حج باطل ہو جائے گا' جبکہ امام ابوحنیفہ' سفیان ثوری اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک نو ذوالحج کو دن کے وقت عرفات میں وقوف کرنا رکن ہے' اور یہ وقت سورج ڈھلنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے' سورج غروب ہونے سے لے کر اگلے دن صبح صادق تک کا

درمیانی وقت اُسی دن کے تابع ہے'اس لیے اگر کوئی شخص نو ذوالحج کے دن میں ایک لمحے کے لیے بھی عرفات میں وقوف کر لیتا ہے'تو اس کا حج ہو جائے گا۔

بَابُ مَنْ غَرَبَتْ لَهُ الشَّمْسُ فِي النَّفَرِ الْاَوَّلِ وَهُوَ بِمِنًى

باب 63: جس شخص کی پہلی روانگی کے وقت ہی سورج غروب ہو جائے اور وہ ابھی منیٰ میں ہی موجود ہو

511-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ غَرَبَتْ لَهُ الشَّمْسُ مِنْ اَوْسَطِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَ هُوَ بِمِنًى لَّا يَنْفِرَنَّ حَتّٰى يَرْمِيَ الْجِمَارَ مِنَ الْغَدِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ۔

✧ ✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں' کہ ایام تشریق کے درمیان والے دن میں جس شخص کے سامنے سورج غروب ہو جائے اور وہ ابھی منیٰ میں ہی موجود ہو'تو وہ وہاں سے اس وقت تک روانہ نہ ہو'جب تک اگلے دن جمرات کو کنکریاں نہیں مار لیتا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ گیارہ ذوالحج اور بارہ ذوالحج کو'جمرات کو کنکریاں مارنا واجب ہے'البتہ تیرہ ذوالحج کو کنکریاں مارنا واجب نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص دو دن گزرنے کے بعد یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحج کو دو دن کنکریاں مارنے کے بعد جلدی جانا چاہتا ہے'تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوتا' تاہم اس کے بارے میں بنیادی حکم یہ ہے کہ بارہ ذوالحج کی شام سورج غروب ہونے سے پہلے آدمی وہاں سے چلا جائے'لیکن اگر کوئی شخص سورج غروب ہونے تک وہاں سے نہیں جاتا اور سورج غروب ہو جاتا ہے'تو اب اس کے لیے یہ بات مکروہ ہوگی کہ تیرہ ذوالحج کو کنکریاں مارنے سے پہلے وہاں سے جائے۔

لیکن اگر کوئی شخص بارہ ذوالحج کا سورج غروب ہو جانے کے بعد اگلے دن صبح صادق ہونے سے پہلے رات کے وقت ہی وہاں سے چلا جاتا ہے اور تیرہ ذوالحج کو کنکریاں نہیں مارتا تو ایسے شخص پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' تاہم اس نے ایک غلط حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔اس حکم کی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے' جبکہ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ اگر وہ شخص بارہ ذوالحج کی شام کو سورج غروب ہونے سے پہلے روانہ نہیں ہوتا اور بعد میں جاتا ہے'یعنی تیرہ ذوالحج کو رمی کرنے سے پہلے چلا جاتا ہے'تو اب اس پر دم دینا لازم ہوگا۔

بَابُ مَنْ نَفَرَ وَلَمْ يَحْلِقْ

باب 64: جو شخص سر منڈوائے بغیر روانہ ہو جائے

512-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَقِيَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِهٖ يُقَالُ لَهُ الْمُجَبَّرُ وَقَدْ اَفَاضَ وَلَمْ يَحْلِقْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُقَصِّرْ جَهِلَ ذٰلِكَ فَاَمَرَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْ يَّرْجِعَ فَيَحْلِقَ رَاْسَهٗ اَوْ يُقَصِّرَ ثُمَّ يَرْجِعَ اِلَى الْبَيْتِ فَيُفِيْضَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ملاقات اپنے خاندان کے ایک فرد سے ہوئی' جس کا نام ''مجبر'' تھا' وہ شخص روانہ ہو گیا تھا' حالانکہ اس نے اپنا سر نہیں منڈوایا تھا اور بال بھی چھوٹے نہیں کروائے تھے' اسے اس چیز کے بارے میں پتہ نہیں تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُسے یہ ہدایت کی کہ وہ واپس جا کر اپنا سر منڈوائے یا بال چھوٹے کروائے' اس کے بعد بیت اللہ واپس آئے اور طواف افاضہ کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

شرح: اس بات کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے کہ حج کے مناسک کے دوران منیٰ کے ایام میں ترتیب ضروری ہے' جس میں سب سے پہلے رمی کی جاتی ہے' پھر قربانی کی جاتی ہے' پھر سر منڈوایا جاتا ہے یا بال چھوٹے کروائے جاتے ہیں اور آخر میں ''طواف زیارت'' کیا جاتا ہے۔

یہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو واقعہ نقل کیا ہے' اس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ اس شخص نے ''طواف زیارت'' کر لیا تھا اور سر نہیں منڈوایا تھا' اب ''طواف زیارت'' کا اصول یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے' کوئی شخص کسی بھی وقت ''طواف زیارت'' کر سکتا ہے' اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص کو ہدایت کی تھی کہ وہ جا کر پہلے سر منڈوا لے یا بال چھوٹے کروالے' اور پھر اس کے بعد آ کر ''طواف زیارت'' کرے۔

ان مناسک کے درمیان تقدیم و تاخیر کی صورت میں علماء کے اختلاف کی وضاحت ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يُجَامِعُ بِعَرَفَةَ قَبْلَ اَنْ يُّفِيْضَ

باب 65: جو شخص طواف افاضہ کرنے سے پہلے عرفہ میں' صحبت کرے

513-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَّجُلٍ وَّقَعَ عَلَى امْرَاَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّفِيْضَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّنْحَرَ بَدَنَةً .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ حَجَّهٗ فَمَنْ

جَامَعَ بَعْدَ مَا وَقَفَ بِعَرَفَةَ لَمْ يَفْسُدْ حَجُّهُ وَلٰكِنْ عَلَيْهِ بَدَنَةٌ بِجِمَاعِهِ وَ حَجُّهُ تَامٌّ وَإِذَا جَامَعَ قَبْلَ اَنْ يَطُوْفَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ لَا يَفْسُدُ حَجُّهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو طواف افاضہ کرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ (فدیہ کے طور پر) جانور ذبح کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص عرفہ میں وقوف کرتا ہے' وہ حج کو پالیتا ہے اور جو شخص عرفہ میں وقوف کرنے کے بعد صحبت کرتا ہے' اس کا حج فاسد نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے صحبت کرنے کی وجہ سے اس پر جانور کی قربانی واجب ہوگی' لیکن اس کا حج مکمل ہو جائے گا۔ جو شخص "طواف زیارت" کرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' اس کا حج بھی فاسد نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

...———...———...

شرح: شرعی حکم یہ ہے کہ کوئی بھی شخص حالتِ احرام میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت بھی نہیں کر سکتا اور اس کا بوسہ بھی نہیں لے سکتا۔ شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ لینے کے بعد اور وقوفِ عرفات سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو اس کا حج باطل ہو جائے گا' اگلے سال اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہوگا۔

لیکن اگر کوئی شخص وقوفِ عرفات یعنی رکنِ اعظم کی ادائیگی کے بعد دوسرے بنیادی رکن یعنی "طوافِ زیارت" کرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا' تاہم اس پر اونٹ کی قربانی لازم ہوگی' یہ حکم صحبت کرنے کے ساتھ مخصوص ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا بوسہ لے لیتا ہے' تو اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس پر دم دینا یعنی مطلق قربانی کرنا لازم ہوگا۔

بَابُ تَعْجِيْلُ الْاِهْلَالِ

باب 66: جلدی احرام باندھ لینا

514- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَا اَهْلَ مَكَّةَ مَا شَاْنُ النَّاسِ يَاْتُوْنَ شُعْثًا وَّاَنْتُمْ مُدَّهِنُوْنَ اَهِلُّوْا اِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ تَعْجِيْلُ الْهِلَالِ اَفْضَلُ مِنْ تَاْخِيْرِهٖ اِذَا مَلَكْتَ نَفْسَكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا: اے اہل مکہ!

کیا وجہ ہے؟ لوگ تو بکھرے ہوئے بال لے کر آتے ہیں اور تم لوگوں نے تیل لگایا ہوا ہوتا ہے' جب تم (ذوالحج کا) چاند دیکھ لو تو تم بھی احرام باندھ لیا کرو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تاخیر سے احرام باندھنے کے مقابلے میں جلدی احرام باندھ لینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' جبکہ تمہیں اپنی ذات پر قابو حاصل ہو (یعنی اس دوران میں تم احرام کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرو گے)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

... ——— ... ——— ...

شرح: احرام باندھنے کے بارے میں کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی ہے' البتہ حالت احرام میں کچھ شرعی پابندیاں انسان پر عائد ہو جاتی ہیں' اس حوالے سے احرام ایک عبادت ہے اور عبادت کے بارے میں بنیادی ضابطہ اور اصول یہ ہے کہ جتنا بھی وقت عبادت میں صرف کیا جائے' اس کا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے' اس لیے جلدی احرام باندھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایت یہاں نقل کی گئی ہے' اس کا پس منظر یہ ہے کہ باہر کے علاقے سے آنے والے لوگ میقات سے گزرنے سے پہلے چونکہ احرام باندھ چکے ہوتے تھے' اس لیے مکہ پہنچنے تک وہ غبار آلود ہو چکے ہوتے تھے' اس کے برعکس اہل مکہ نے کیونکہ ۸ ذوالحجہ کو احرام باندھنا ہوتا تھا' اس لیے وہ ۸ ذوالحجہ سے پہلے اپنے بال بنا سنوار کر رکھا کرتے تھے' ان میں تیل لگا کر رکھا کرتے تھے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے اہل مکہ سے یہ فرمایا: اور کچھ نہیں' تو کم از کم ذوالحجہ کا چاند نظر آ جانے کے بعد تمہیں احرام باندھ لینا چاہیے' لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم کوئی شرعی حکم نہیں ہے بلکہ آداب' روایات اور اخلاقیات کے اعتبار سے ہے۔

اہل مکہ کے لیے شرعی حکم یہی ہے کہ وہ ترویہ کے دن مکہ سے منیٰ روانگی کے وقت احرام باندھیں گے۔

بَابُ الْقُفُوْلُ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ

باب 67: حج یا عمرے سے واپسی (کے آداب)

515-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ اَوْ غَزْوَةٍ يُكَبِّرُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثَلٰثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ

حدیث 515: اخرجه مالك فى "الموطا" برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودى' كتاب الحج' باب جامع الحج - حديث: 944اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الحج' ابواب العمرة - باب ما يقول اذا رجع من الحج او العمرة او الغزو' حديث: 1713اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب الجهاد' باب فى التكبير على كل شرف فى المسير - حديث: 2404مسند احمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضى الله عنهما - حديث: 5139اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب السير' ما يقول : اذا رجع من سفره - حديث:8503ذكره البيهقى فى "سننه الكبرىٰ"، ' جماع ابواب آداب السفر - باب ما يقول فى القفول' حديث:9733

لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرے یا کسی جنگ سے واپس تشریف لاتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلندی پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے' پھر یہ پڑھتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' وہی ایک معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے' حمد اُسی کے لیے مخصوص ہے' وہ زندگی دیتا ہے اور وہ موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے' ہم عاجزی کرنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' سجدہ کرنے والے ہیں' اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے والے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا' اُس نے اپنے بندے کی مدد کی اور دشمن کے لشکروں کو تنہا پسپا کر دیا''۔

•••——•••——•••

شرح: علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ مطلق طور پر کسی بھی بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہنا اور نیچے کی طرف اترتے ہوئے سبحان اللہ کہنا سنت ہے۔

یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کلمات نقل کیے گئے ہیں' یہ ہمارے زمانے میں الفاظ کے کچھ اضافے کے ساتھ ''چوتھے کلمے'' کے طور پر معروف ہیں' تاہم یہ کلمات لفظ ''قدیر'' تک ہیں۔

اس کے بعد والے کلمات ہمارے زمانے میں معروف نہیں ہیں۔

بَابُ الصَّدْرُ

باب 68: واپسی کا بیان

516- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ اَوِالْعُمْرَةِ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّذِيْ بِذِى الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّيْ بِهَا وَ يُهَلِّلُ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرے سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے' تو آپ نے ذوالحلیفہ میں موجود میدان میں اپنے جانور کو بٹھایا' وہاں آپ نے نماز ادا کی اور ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتے رہے۔

راوی کہتے ہیں' کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

517- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَا يَصْدُرَنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْحَاجِّ حَتّٰى يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ فَاِنَّ اٰخِرَ النُّسُكِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ طَوَافُ الصَّدْرِ وَاجِبٌ عَلَى الْحَاجِّ وَ مَنْ تَرَكَهُ فَعَلَيْهِ دَمٌ اِلَّا الْحَائِضَ وَالنُّفَسَاءَ فَاِنَّهُمَا تَنْفِرُ وَلَا تَطُوْفُ اِنْ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ الْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے: حج کرنے والا کوئی بھی شخص اُس وقت تک واپس نہ جائے جب تک وہ (سب سے آخر میں) بیت اللہ کا طواف نہیں کر لیتا' حج کے تمام مناسک میں سب سے آخری کام بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ طواف صدر کرنا حاجیوں پر لازم ہے اور جو شخص اس کو ترک کر دیتا ہے' اس پر خون دینا (یعنی جانور قربان کرنا) لازم ہوگا' البتہ حیض اور نفاس والی خواتین کا حکم مختلف ہے' کیونکہ اگر وہ چاہیں' تو طواف کیے بغیر واپسی کے لیے روانہ ہوسکتی ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: علماء کے درمیان اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ حج کے دوران طواف کی تین قسمیں ہیں:

''طواف قدوم'' جو مکہ مکرمہ آمد کے وقت کیا جاتا ہے۔

طواف افاضہ یہ قربانی کے دن' جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔

''طواف وداع'' یعنی طواف رخصت اسے طواف صدر بھی کہا جاتا ہے۔

اس بات پر علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ وہ طواف جو واجب ہے اور جس کے فوت ہو جانے کی وجہ سے حج فوت ہو جاتا ہے وہ طواف افاضہ ہے یعنی جو قربانی کے دن' جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد کیا جاتا ہے۔

علماء کا اس بات پر بھی اتفاق پایا جاتا ہے کہ ''طواف قدوم'' اور ''طواف وداع'' یعنی مکہ آمد اور یہاں سے رخصتی کے وقت کیا جانے والا طواف سنت ہے۔

طواف صدر کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ طواف صدر کرنا واجب ہے اور جو اسے ترک کر دیتا ہے' اس پر دم دینا لازم ہوگا' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سنت ہے' اگر کوئی شخص اسے ترک کر دیتا ہے' تو اس پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

بَابُ الْمَرْاَةُ يُكْرَهُ لَهَا اِذَا حَلَّتْ مِنْ اِحْرَامِهَا اَنْ تَمْتَشِطَ حَتّٰى تَاْخُذَ مِنْ شَعْرِهَا

باب 69: عورت کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ احرام کھولنے کے وقت کچھ بال کاٹنے سے پہلے اُن میں کنگھی کر لے

518- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ اِذَا حَلَّتْ لَا

تَمْتَشِطَ . حَتّٰى تَاْخُذَ مِنْ شَعْرِ رَاْسِهَا وَاِنْ كَانَ لَهَا هَدْىٌ لَمْ تَاْخُذْ مِنْ شَعْرِهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْحَرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں' کہ حالت احرام والی کوئی بھی عورت جب احرام کھولتی ہے' تو وہ اُس وقت تک بالوں میں کنگھی نہ کرے' جب تک اپنے سر کے کچھ بال کاٹ نہیں لیتی' اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور بھی موجود ہو' تو وہ اس وقت تک اپنے بال نہ کاٹے' جب تک اس جانور کی قربانی نہیں ہو جاتی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: ۱۰ ذوالحجہ کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد قربانی کی جاتی ہے اور پھر احرام کھولنے کا وقت آ جاتا ہے' اس وقت مرد کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اپنا سر منڈوا دے' اگر وہ اپنے بال چھوٹے کروالیتا ہے' تو یہ بھی اس کے لیے جائز ہے۔

خواتین کے لیے چونکہ سر منڈوانا یا بال چھوٹے رکھنا جائز نہیں ہے' اس لیے ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ احرام کھولنے کے وقت وہ اپنے بالوں کے کنارے' معمولی سے کاٹ لیں گی۔

احرام کے دوران کنگھی کرنے سے منع کیا جاتا ہے' کیونکہ کنگھی کرنے کے نتیجے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور احرام کے دوران بال اکھاڑنا منع ہے' اسی لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ترجمۃ الباب قائم کیا ہے' یعنی جب کوئی عورت احرام کھولے گی' تو اس کے لیے اس احتیاط کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ کنگھی کرنے سے پہلے اپنے بالوں کے کنارے معمولی سے کاٹ لے' اس کے بعد احرام کھول کر وہ کنگھی کرلے۔

بَابُ النُّزُوْلِ بِالْمُحَصَّبِ

باب 70: وادیٔ محصب میں پڑاؤ کرنا

519- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا حَسَنٌ وَّ مَنْ تَرَكَ النُّزُوْلَ بِالْمُحَصَّبِ فَلَا شَىْءَ عَلَيْهِ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نماز وادیٔ محصب میں ادا کرتے تھے' پھر اس کے بعد رات کے وقت (مکہ میں) داخل ہوتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اچھا کام ہے' لیکن جو شخص وادیٔ محصب میں پڑاؤ نہیں کرتا تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: لفظ محصب کا مطلب وہ جگہ ہے جہاں کنکریاں اکٹھی ہو چکی ہوں۔
''محصب'' کے مختلف نام ہیں' اسے ''ابطح'' بھی کہا جاتا ہے' اسے ''بطحاء'' بھی کہا جاتا ہے' اسے ''خیف بنی کنانہ'' بھی کہا جاتا ہے۔
یہ وہ جگہ ہے جہاں ابتدائے اسلام میں کفار نے اکٹھے ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ وہ بنو ہاشم کا سماجی بائیکاٹ کر دیں گے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ واپس جاتے ہوئے جب مکہ سے باہر تشریف لائے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام کیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں چار نمازیں ادا فرمائی تھیں۔
وادیٔ محصب میں پڑاؤ کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے:
(ابطح) (یعنی وادیٔ محصب) میں پڑاؤ کرنا کوئی شرعی سنت نہیں ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس لیے پڑاؤ کیا تھا کیونکہ واپسی کے لیے جاتے ہوئے یہاں سے مکہ سے باہر آنا آسان ہے۔
اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے' تاہم علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس چیز کی نفی کی ہے' اس سے مراد حج کے مناسک میں سے ایک رکن ہونے کے طور پر اس عمل کا سنت ہونا ہے' ورنہ فی نفسہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے یہاں پڑاؤ کرنا مستحب ہے۔ فاضل لکھنوی نے شمس الائمہ سرخسی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''المبسوط'' میں یہ بات تحریر کی ہے:
''صحیح یہ ہے کہ وادیٔ محصب میں رات بسر کرنا سنت ہے خواہ ایک گھڑی کے لیے ہی کیوں نہ ہو''۔
اس کے بعد فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس عمل کو مستحب قرار دیا جائے اور اسے سنتِ مؤکدہ نہ کہا جائے' کیونکہ وادیٔ محصب میں رات بسر کرنا تمام حاجیوں کے لیے ممکن نہیں ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُحْرِمُ مِنْ مَكَّةَ هَلْ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ

باب 76: جو شخص مکہ سے احرام باندھتا ہے' کیا وہ بیت اللہ کا طواف کرے گا؟

520- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا اَحْرَمَ مِنْ مَكَّةَ لَمْ يَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى يَرْجِعَ مِنْ مِنًى وَلَا يَسْعٰى اِلَّا اِذَا طَافَ حَوْلَ الْبَيْتِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنْ فَعَلَ هٰذَا اَجْزَاَهُ وَاِنْ طَافَ وَرَمَلَ وَسَعٰى قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ اَجْزَاَهُ. ذٰلِكَ كُلُّ ذٰلِكَ حَسَنٌ اِلَّا اَنَّا نُحِبُّ لَهُ اَنْ لَا يَتْرُكَ الرَّمَلَ بِالْبَيْتِ فِي الْاَشْوَاطِ الثَّلَاثَةِ الْاُوَلِ اِنْ عَجَّلَ اَوْ اَخَّرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ.

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب مکہ سے احرام باندھنا ہوتا تھا تو وہ بیت اللہ کا

طواف نہیں کرتے تھے اور صفا و مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے' یہاں تک کہ وہ منیٰ سے واپس آجاتے تھے' وہ سعی اُسی وقت کیا کرتے تھے' جب بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ایسا کر لیتا ہے' تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے' لیکن اگر وہ طواف کر لیتا ہے' رمل کرتا ہے اور سعی بھی کر لیتا ہے' (یعنی منیٰ کی طرف جانے سے پہلے ایسا کرتا ہے) تو ایسا کرنا اُس کے لیے جائز ہے' یہ تمام صورتیں ٹھیک ہیں' تاہم ہم اُس کے لیے یہ بات پسند کرتے ہیں' کہ وہ بیت اللہ کے طواف کے دوران پہلے چکروں میں رمل کو ترک نہ کرے' خواہ اس طواف کو پہلے کیا جائے یا مؤخر کر دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمُحْرِمُ يَحْتَجِمُ

باب 72: حالت احرام والے شخص کا پچھنے لگوانا

521-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَوْقَ رَاْسِهٖ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ مُّحْرِمٌ بِمَكَانٍ مِّنْ طَرِيْقِ مَكَّةَ يُقَالُ لَهٗ لَحْيُ جَمَلٍ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِاَنْ يَّحْتَجِمَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُحْرِمٌ. اُضْطُرَّ اِلَيْهِ اَوْ لَمْ يُضْطَرَّ اِلَّا اَنَّهٗ لَا يَحْلِقُ شَعْرًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ.

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے اوپر والے حصے میں پچھنے لگوائے تھے' آپ اُس وقت حالت احرام میں تھے اور مکہ کے راستے میں ایک جگہ پر تھے' اس جگہ کا نام ''لحی جمل'' تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص حالت احرام میں پچھنے لگوالے' خواہ کام مجبوری کے تحت کیا جائے یا مجبوری کے بغیر کیا جائے' البتہ وہ اپنے بال نہیں منڈوائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے کتاب الحج کے باب ۱۳ میں ''حالت احرام والے شخص کا پچھنے لگوانا'' کے عنوان کے تحت اس موضوع سے متعلق روایات نقل کر چکے ہیں اور اس کے شرعی حکم کی وضاحت وہیں کر دی گئی ہے۔

522-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يَحْتَجِمُ الْمُحْرِمُ اِلَّا اَنْ يُّضْطَرَّ اِلَيْهِ.

نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' کہ حالتِ احرام والا شخص پچھنے اسی وقت لگوائے گا' جب انتہائی مجبوری ہو۔

بَابُ دُخُوْلُ مَكَّةَ بِسِلَاحٍ

باب 73: ہتھیاروں سمیت مکہ میں داخل ہونا

523 - اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَ جَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ قَالَ اقْتُلُوْهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ حِيْنَ فَتَحَهَا غَيْرَ مُحْرِمٍ وَلِذٰلِكَ دَخَلَ وَعَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّهُ حِيْنَ اَحْرَمَ مِنْ حُنَيْنٍ قَالَ هٰذِهِ الْعُمْرَةُ لِدُخُوْلِنَا مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ يَعْنِيْ يَوْمَ الْفَتْحِ .

فَكَذٰلِكَ الْاَمْرُ عِنْدَنَا مَنْ دَخَلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ اَنْ يَّخْرُجَ فَيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ اَوْ حَجَّةٍ بِدُخُوْلِ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر خود رکھا ہوا تھا' جب آپ نے اُسے اتارا تو ایک شخص آپ کے پاس آیا' اس نے عرض کی: ابن خطل' کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے قتل کر دو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تھے' اس وقت آپ حالت احرام میں نہیں تھے' یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے' تو آپ نے اپنے سر مبارک پر خود رکھا ہوا تھا۔

ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مقام سے احرام باندھا تھا تو ارشاد فرمایا تھا کہ یہ ہمارے مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونے کی جگہ کیا جانے والا عمرہ ہے (یعنی جب فتح مکہ کے موقع پر آپ احرام کے بغیر داخل ہوئے تھے)۔

حدیث 523: اخرجه مالك في "المؤطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودي' كتاب الحج' باب جامع الحج - حديث: 948اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الحج' أبواب المحصر وجزاء الصيد - باب دخول الحرم' حديث: 1758اخرجه المسلم في "صحيحه" كتاب الحج' باب جواز دخول مكة بغير إحرام - حديث: 2495اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الجهاد - باب ما جاء في المغفر' حديث: 1660اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الجهاد' باب قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام - حديث: 2324اخرجه الدارمي في "سننه"، ومن كتاب السير' باب : كيف دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة - حديث: 2417اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب مناسك الحج' دخول مكة بغير إحرام - حديث: 2832اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' إشعار الهدي - دخول مكة بغير إحرام' حديث: 3722اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحج' باب - ذكر الإباحة التي كانت للمصطفى صلى الله عليه وسلم في سفك' حديث: 3779اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب المناسك' جماع أبواب ذكر أفعال اختلف الناس في إباحته للمحرم - باب الرخصة في دخول مكة بغير إحرام عند العلم بحدث' حديث: 2854السنن المأثورة للشافعي - كتاب الزكاة' باب الجهاد - حديث: 593اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب المغازي' حديث فتح مكة - حديث: 36232اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب مناسك الحج' باب دخول الحرم ' هل يصلح بغير إحرام؟ - حديث: 2676اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 3887ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، ' جماع أبواب دخول مكة - باب الرخصة لمن دخلها خائفا لحرب في ان يدخلها بغير إحرام' حديث: 9242

(●● امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہمارے نزدیک حکم یہی ہے کہ جو شخص احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ وہاں سے نکل جائے اور پھر عمرے یا حج کا احرام باندھ کر آئے کیونکہ وہ پہلے مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہوا تھا۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: مرد کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ احرام کی حالت میں اپنے سر کو نہیں ڈھانپ سکتا ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ مکہ تشریف لائے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر ''خود'' یعنی سر کو محفوظ رکھنے کے لیے فولادی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔
بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔
لیکن ان دونوں روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے لیکن دیگر روایات سے اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ یہ حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت کے لیے مخصوص تھا۔ اس مسئلے کے بارے میں احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ جو شخص مکہ جانا چاہتا ہو اگر چہ وہ اپنے کسی ذاتی کام سے مکہ جانا چاہتا ہے پھر بھی اس کے لیے احرام باندھے بغیر میقات سے گزرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ حج اور عمرہ کے لیے مکہ جا رہا ہو یا تجارت کے لیے یا جنگ وغیرہ کے لیے جا رہا ہو۔
اب کیونکہ احناف کے نزدیک احرام کے بغیر میقات کو عبور کرنا جائز نہیں ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ میقات کو عبور کرنے والے شخص پر احرام باندھنا لازم ہو جائے گا اور جو احرام باندھتا ہے وہ اپنا احرام اسی وقت کھول سکتا ہے جب وہ حج کر لے یا عمرہ کر لے اس اعتبار سے اپنے ذاتی کام کے لیے مکہ جانے والے شخص کے لیے یہ بات ضروری ہوگی کہ وہ احرام باندھنے کے بعد (اگر حج کا وقت قریب ہو) تو پہلے حج کر لے ورنہ عمرہ کرنے کے بعد اپنا احرام کھولے۔
یہاں حدیث میں جن صاحب کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن خطل کے بارے میں بتایا تھا محدثین نے یہ وضاحت کی ہے کہ وہ صحابی حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے جن کا اصل نام نضلہ بن عبید ہے یہ بات امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔ ابن خطل نامی شخص جسے قتل کرنے کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اس کے بارے میں علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ ایک قول کے مطابق اس کا اصل نام عبداللہ تھا اور زمانہ جاہلیت میں اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔
ایک قول کے مطابق اس کا نام غالب بن عبداللہ بن خطل تھا۔
عبداللہ یا غالب نامی اس شخص کے جد امجد کا لقب خطل تھا جو بنی تیم نے اسے دیا تھا اس شخص کا اصل نام عبد مناف تھا۔
عبداللہ یا غالب بن خطل نامی یہ شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کاتبین وحی میں شامل کیا تھا لیکن یہ قرآن کے الفاظ آگے پیچھے کر دیا کرتا تھا جیسے غفور الرحیم کو وہ رحیم غفور لکھ دیا کرتا تھا۔
مرتد ہونے کے بعد یہ شخص مکہ چلا گیا تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا فرمان جاری کرتے ہوئے یہ حکم دیا تھا:
''تم لوگ اسے قتل کر دو اگر چہ اسے کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پاؤ''۔

كِتَابُ النِّكَاحِ

نکاح کا بیان

بَابُ الرَّجُلِ تَكُوْنُ عِنْدَهُ نِسْوَةٌ كَيْفَ يَقْسِمُ بَيْنَهُنَّ

باب 1: جس شخص کی کئی بیویاں ہوں' وہ اُن کے درمیان کس طرح تقسیم کرے گا؟

524- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنٰى بِاُمِّ سَلَمَةَ قَالَ لَهَا حِيْنَ اَصْبَحَتْ عِنْدَهُ لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَ سَبَّعْتُ عِنْدَهُنَّ وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْبَغِىْ اِنْ سَبَّعَ عِنْدَهَا اَنْ يُّسَبِّعَ عِنْدَهُنَّ لَايَزِيْدُ لَهَا عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَّ اِنْ ثَلَّثَ عِنْدَهَا اَنْ يُّثَلِّثَ عِنْدَهُنَّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ جب نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تو آپ نے شادی کے اگلے دن صبح اُن سے فرمایا: تم اپنے شوہر کے نزدیک کم حیثیت کی مالک نہیں ہو' اگر تم چاہو تو میں سات دن تمہارے ساتھ رہتا ہوں اور باقی بیویوں کے ساتھ بھی سات' سات دن رہوں گا' اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ تین دن رہتا ہوں پھر باقی بیویوں کے پاس (تین' تین دن رہ کے آجاؤں) گا' تو سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ ﷺ (میرے پاس تین دن رہیں۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' شوہر کو چاہیے کہ اگر وہ نئی بیوی کے پاس سات دن رہتا ہے' تو باقی بیویوں کے ساتھ بھی سات سات دن گزارے' اس سے زیادہ ان کے ساتھ نہ رہے' لیکن اگر وہ نئی بیوی کے ساتھ تین دن گزارتا ہے' تو باقی بیویوں کے ساتھ بھی تین دن گزارے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

حدیث 524: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایۃیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' كتاب النكاح' باب المقام عند البكر والأیم - حدیث:1103 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، كتاب النكاح' باب مقدار ما یقیم الرجل عند الثیب أو البكر إذا تزوجها - حدیث: 2789 مسند الشافعی - ومن كتاب الخلع والنشوز' حدیث: 1175 ذكره البیهقی فی "سننه الكبرىٰ"، كتاب القسم والنشوز' باب الحال التی یختلف فیها حال النساء - حدیث: 13801 ذكره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب النكاح' باب الحال التی یختلف فیها حال النساء - حدیث:4620

شرح: لفظ نکاح اپنی لغوی حقیقت کے اعتبار سے وطی کے لیے استعمال ہوتا ہے' جبکہ مجازی طور پر اسے عقد نکاح کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے' ایک قول کے مطابق یہ وطی اور عقد نکاح دونوں میں مشترک ہے' جبکہ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے اس سے مراد عقد نکاح ہوتا ہے' نبی اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث میں نکاح کرنے کی فضیلت اور ترغیب کا تذکرہ موجود ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ "مرفوع" حدیث نقل کی ہے (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:)

"نکاح میری سنت ہے' جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا' اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے' تم لوگ شادی کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر اُمتوں کے سامنے فخر کروں گا' جو شخص صاحب حیثیت ہو' اُسے نکاح کر لینا چاہیے اور جو شخص اس کی گنجائش نہ رکھتا ہو' اس پر روزہ رکھنا لازم ہے' یہ اس کے لیے (شہوت سے) بچاؤ کا ذریعہ ہوگا"۔

اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ جب کسی شخص کی رغبت خواتین کی طرف بہت زیادہ ہو اور وہ مہر اور نفقہ ادا کرنے کے قابل ہو' تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے' اگر وہ نکاح نہیں کرتا تو گناہگار ہوگا۔

لیکن جس شخص کو خواتین سے دلچسپی نہیں ہے' اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

جو لوگ قیاس کی مطلق طور پر نفی کرتے ہیں' جیسے داؤد بن علی اور دیگر اصحاب ظواہر ہیں' ان کے نزدیک ہر حالت میں نکاح فرضِ عین ہے' جس طرح نماز روزہ وغیرہ فرض ہیں۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خرید و فروخت کی طرح نکاح کرنا بھی ایک (مالی عقد ہے) اور یہ مباح ہے۔

فقہاء احناف کا اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ مندوب اور مستحب ہے۔ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رائے کو اختیار کیا ہے' جبکہ بعض نے یہ کہا ہے کہ جہاد کی طرح یہ بھی فرضِ کفایہ ہے' جبکہ بعض نے یہ کہا ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے۔

ترجمۃ الباب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "نسوۃ" استعمال کیا ہے' اس کا لغوی معنی تو خواتین ہوتا ہے' لیکن یہاں مراد بیویاں ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ کنیز اور اُم ولد کا تقسیم میں کوئی حق نہیں ہوتا ہے۔

اس بارے میں تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ بیویوں کے ساتھ شب بسری کے اعتبار سے تقسیم میں عدل سے کام لینا شوہر پر لازم ہے۔

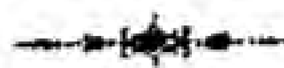
اختلاف اس مسئلے میں پایا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص نئی شادی کرتا ہے اور اس کی پہلے سے بیوی موجود ہو' تو شب بسری کی تقسیم کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟

جمہور علماء' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک شرعی حکم یہ ہے کہ اس شخص نے جو نئی شادی کی ہے' اگر اس کی وہ نئی بیوی پہلے کنواری تھی' تو اب اس عورت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ شخص سات دن تک اس نئی بیوی کے ساتھ رہے' اور پھر اس کے بعد بیویوں کے ساتھ وقت کی برابر تقسیم کے قانون کے مطابق عمل پیرا ہو جائے۔

لیکن اگر اُس کی نئی بیوی پہلے شادی کر کے طلاق حاصل کر چکی ہو یا بیوہ ہو چکی ہو تو اب شادی کے بعد تین دن اُس نئی بیوی کے ساتھ گزارے گا اور پھر تمام بیویوں کے درمیان برابری کی بنیاد پر شب بسری کی تقسیم پر عمل شروع کر دے گا۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ نئی اور پرانی بیویوں کے درمیان اوقات کی تقسیم کے اعتبار سے کوئی کمی بیشی نہ ہوگی بلکہ برابری کی بنیاد پر تقسیم واجب ہے اگر کوئی شخص نئی بیوی کے پاس تین دن رہتا ہے تو اسے اپنی پرانی بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس تین دن رہنا ہوگا۔

فریقین نے اپنے اپنے موقف کی تائید میں مختلف دلائل پیش کیے ہیں۔



بَابُ اَدْنٰی مَا يَتَزَوَّجُ الرَّجُلُ عَلَيْهِ الْمَرْاَةَ

باب 2: کم از کم کتنے (مہر) کے عوض میں آدمی عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے

525- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ وَزْنُ نَوَاةٍ مِّنَ الذَّهَبِ قَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ اَدْنَى الْمَهْرِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مَاتُقْطَعُ فِيْهِ الْيَدُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو اُن پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے ایک انصاری خاتون کے ساتھ شادی کر لی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اُسے کتنا مہر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایک گٹھلی کے وزن جتنا سونا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ اس میں ایک بکری (ذبح کر کے دعوت کرو)۔

حدیث525: اخرجه مالك في "الموطا" بروايةيحيي بن يحيي المصمودي' كتاب النكاح' باب ما جاء في الوليمة ۔ حديث:1136اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب البيوع' باب ما جاء في قول الله تعالى : فاذا قضيت الصلاة ۔ حديث:1959اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب النكاح' باب الصداق ۔ حديث:2634اخرجه الترمذي في "سننه"، ا' ابواب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔ باب ما جاء في الوليمة' حديث:1050اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب النكاح' باب قلة المهر ۔ حديث:1817اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب النكاح' باب الوليمة ۔ حديث:1903مسند احمد بن حنبل' مسند انس بن مالك رضي الله تعالى عنه ۔ حديث:13611سنن سعيد بن منصور ۔ كتاب الوصايا' باب ما جاء في الصداق ۔ حديث:588اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب النكاح' باب غلاء الصداق ۔ حديث:10106اخرجه الدارمي في "سننه"، ومن كتاب النكاح' باب في الوليمة ۔ حديث:2174اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحج' باب الهدي ۔ ذكر الأمر للمتزوج بالوليمة ولو بشاة' حديث:4123اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن عمر رضي الله عنه من' حديث:4222ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصداق' باب ما يجوز أن يكون مهرا ۔ حديث:13435

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے یعنی جس مقدار (کی قیمت والی) کسی چیز کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: احناف کے نزدیک حکم امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بیان کر دیا ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

جس بات پر فریقین کے درمیان اتفاق ہو جائے وہی چیز مہر شمار ہو گی' جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک مٹھی بھر گندم' ایک چھوہارہ' جوتیوں کا ایک جوڑا' ایک انگوٹھی کو بھی مہر کے طور پر ادا کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن رشد نے یہ بات بیان کی ہے: اس بات پر تمام فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار میں کوئی حد متعین نہیں ہے' البتہ اس کی کم از کم مقدار کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور تابعین سے تعلق رکھنے والے مدینہ منورہ کے فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ اس کی کم از کم مقدار کی کوئی حد متعین نہیں ہے' ہر وہ چیز جو کسی بھی چیز کی قیمت بن سکتی ہو' اُسے مہر کے طور پر ادا کرنا جائز ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس کی کم از کم مقدار کی متعین حد ہے' اس حوالے سے دو مسالک مشہور ہیں' ان میں ایک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مکتبہ فکر ہے' ان کے نزدیک اس کی کم از کم مقدار ایک دینار کا چوتھائی حصہ یا تین درہم ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم دس درہم ہونا ضروری ہے۔

ایک قول کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم پانچ درہم ہونا چاہیے اور ایک قول کے مطابق ان کے نزدیک کم از کم چالیس درہم ہونا چاہیے (تاہم دس درہم والی روایت زیادہ مستند ہے)۔

یہاں روایت میں گٹھلی کے وزن جتنے سونے کا تذکرہ کیا گیا ہے' اس کی وضاحت کے بارے میں علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ اکثر اہلِ علم اس کے قائل ہیں' کہ یہ وزن پانچ درہم کی قیمت کے برابر ہوتا ہے' جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایک گٹھلی کے وزن جتنا سونا تین درہم اور ایک تہائی درہم کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

بَابُ لَا يَجْمَعُ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَ عَمَّتِهَا فِي النِّكَاحِ

باب 3: کوئی بھی شخص کسی عورت اور اُس کی پھوپھی کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا

526-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْمَعُ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْءَةِ وَ عَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْءَةِ وَ خَالَتِهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: آدمی کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو یا کسی عورت اور اُس کی خالہ کو نکاح میں جمع نہ کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں جمع نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی شخص ان دو رشتے دار خواتین کو نکاح یا ملک یمین میں جمع نہیں کرسکتا' اگر کوئی شخص ان دونوں کے ساتھ ایک ساتھ نکاح کر لیتا ہے' تو وہ نکاح باطل ہوگا' اگر آگے پیچھے کرتا ہے' تو جو نکاح بعد میں کیا گیا' اُسے باطل قرار دیا جائے گا۔

اس روایت کو مختلف محدثین نے تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

اس حکم کی بنیادی حکمت یہ ہے کہ ایسی صورت میں قریبی رشتے داروں کے درمیان قطع رحمی کی صورتِ حال پیدا ہوسکتی ہے چونکہ فطری طور پر دو سوکن خواتین کے درمیان آپس میں حسد کے جذبات پائے جاتے ہیں' تو جب سگی پھوپھی' بھتیجی یا خالہ' بھانجی ایک دوسرے کی سوکن بن جائیں گی' تو ان کے درمیان فطری طور پر ایک دوسرے کے لیے بغض کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مؤقف ہے' جمہور علماء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' البتہ صرف خارجیوں کا گروہ ہے جس کے نزدیک کوئی بھی شخص کسی عورت یا اس کی پھوپھی یا بھتیجی کے ساتھ بیک وقت نکاح کرسکتا ہے' ان کے نزدیک قرآن نے صرف دو بہنوں کے ساتھ بیک وقت نکاح کرنے کو حرام قرار دیا ہے' اس لیے ان کے علاوہ اور کوئی بھی دو خواتین جو آپس میں رشتے دار ہوں' انہیں نکاح میں جمع کرنا منع نہیں ہوگا۔

حدیث 526: اخرجه مالك في "المؤطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودي' كتاب النكاح' باب ما لا يجمع بينه من النساء - حديث:1109 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب النكاح' باب لا تنكح المراة على عمتها - حديث:4822 مسند أحمد بن حنبل' مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث:10671اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب النكاح' باب تحريم الجمع بين المراة وعمتها أو خالتها في النكاح - حديث:2596مسند الشافعي - ومن كتاب أحكام القرآن' حديث:1222اخرجه الدارمي في "سننه"، ومن كتاب النكاح' باب الحال التي يجوز للرجل أن يخطب فيها - حديث:2151اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء لا تنكح المراة على عمتها ولا على خالتها' حديث:1081اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب النكاح' باب ما يكره ان يجمع بينهن من النساء - حديث:1782اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب النكاح' الجمع بين المراة وعمتها - حديث:3253سنن سعيد بن منصور - كتاب الوصايا' باب ما جاء في الرجل لا ينكح المراة على عمتها لا - حديث:630اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب النكاح' تحريم الجمع بين المرأة وعمتها - حديث:5270اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث:5203

527- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَنْهٰى اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوْعَلٰى خَالَتِهَا وَاَنْ يَّطَاَ الرَّجُلُ وَلِيْدَةً فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنٌ لِغَيْرِهِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

سعید بن مسیب نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی بھانجی کے ساتھ شادی کرے یا اپنی بیوی کی بھتیجی کے ساتھ شادی کرے۔

اور یہ کہ آدمی کسی ایسی کنیز کے ساتھ صحبت کرے کہ جس کے پیٹ میں کسی دوسرے شخص کا بچہ موجود ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

* * *

شرح: روایت کے آخری الفاظ کہ کوئی شخص کسی ایسی کنیز کے ساتھ صحبت نہ کرے' جس کے پیٹ میں کسی دوسرے کا بچہ موجود ہو'اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنے پانی کے ذریعے کسی دوسرے کے کھیت کو سیراب نہ کرے' خواہ وہ حلال طریقے سے کر رہا ہو یا حرام طریقے سے کر رہا ہو۔

یہ بات علامہ علی قاری نے بیان کی ہے (یعنی حلال اور حرام دونوں صورتوں میں ممانعت پائی جاتی ہے)۔

حکم یہ ہے کہ حاملہ عورت کے ساتھ' یعنی وہ حاملہ عورت جو کسی دوسرے شخص کے بچے کی ماں بننے والی ہو'ایسی عورت کے ساتھ اس وقت تک صحبت نہیں کی جاسکتی' جب تک وہ اپنے بچے کو جنم نہیں دے لیتی' اگر کوئی عورت حاملہ نہ ہو'تو اس کے ساتھ اس وقت تک صحبت نہیں کی جاسکتی' جب تک اُسے حیض نہیں آجاتا (یہ حکم ان خواتین کے بارے میں ہے' جو کنیز کے طور پر مسلمانوں کی ملکیت میں آتی ہیں)

تاہم اس روایت سے بالواسطہ طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جب کوئی عورت کسی دوسرے شخص کے ساتھ صحبت کی وجہ سے حاملہ ہو چکی ہو'تو ایسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اور ہمارے جمہور علماء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ زنا کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے' تاہم جب تک وہ بچے کو جنم نہیں دیتی' اُس وقت تک اُس کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہوگا۔ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُس عورت کے ساتھ زنا کرنے والے کے علاوہ کوئی اور شخص اُس کے ساتھ شادی کرتا ہے' لیکن اگر اُس کے ساتھ زنا کرنے والا شخص ہی اُس کے ساتھ شادی کر لیتا ہے' تو اب اس کے لیے اس عورت کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہوگا' اس صورت میں وہ اپنے پانی کے ذریعے اپنے ہی کھیت کو سیراب کرے گا۔

بَابُ الرَّجُلُ يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ .

باب 4، جو شخص اپنے کسی بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجے

528- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْطُبُ اَحَدُكُمْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں روایت کے یہ الفاظ "کوئی بھی شخص پیغام نکاح نہ بھیجے" یہ نہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور صراحت کے ساتھ نہی کے معنی میں اس طرح کا لفظ استعمال کرنا زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ ممانعت اس وقت ہے کہ جب لڑکی کے سرپرست کسی ایک رشتے کی طرف مائل ہو چکے ہوں ورنہ یہ ممانعت نہیں ہوگی' چونکہ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا یہ بات بیان کرتی ہیں: انہیں تین افراد نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حوالے سے کسی پر بھی اعتراض نہیں کیا کہ اُس نے دوسرے کے پیغامِ نکاح کی موجودگی میں نکاح کا پیغام کیوں بھیجا ہے؟

امام خطابی کہتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ "اپنے بھائی" اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ نکاح کا پہلا پیغام دینے والا شخص مسلمان ہونا چاہیے (لیکن اگر کوئی مسلمان کسی یہودی یا عیسائی عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے) اور اس عورت کو کوئی یہودی یا عیسائی پہلے ہی نکاح کا پیغام دے چکے ہوں' تو اب ان کے پیغامِ نکاح پر نکاح کا پیغام بھجوانا منع نہیں ہوگا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے' جبکہ جمہور کی رائے اس کے برخلاف ہے' جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ اس حوالے سے ذمی کو مسلمان کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔

جبکہ امام ابن قدامہ نے یہ بات نقل کی ہے کہ اگر پہلا پیغام بھیجنے والا شخص ذمی ہو' تو اب مسلمان کے لیے نکاح کا پیغام بھیجنا حرام نہیں ہوگا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے' وہ فرماتے ہیں:
یہ حکم صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے' اگر کوئی مسلمان کسی یہودی یا عیسائی کے پیغامِ نکاح پر نکاح کا پیغام بھیجتا ہے' یا ان کی بولی پر بولی لگاتا ہے' تو وہ اس کے حکم میں داخل نہیں ہوگا۔

بَابُ اَلثَّیِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِیِّهَا

باب 5: ثیبہ عورت اپنے ولی کے مقابلے میں اپنی ذات پر زیادہ حق رکھتی ہے

529- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ مُجَمِّعٍ ابْنَیْ یَزِیْدَ بْنِ جَارِیَةَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ خَنْسَاءَ ابْنَةِ خِذَامٍ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَ هِیَ ثَیِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَجَآءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ تُنْكَحَ الثَّیِّبُ وَلَا الْبِكْرُ اِذَا بَلَغَتْ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا فَاَمَّا اِذْنُ الْبِكْرِ فَصَمْتُهَا وَ اَمَّا اِذْنُ الثَّیِّبِ فَرِضَاهَا بِلِسَانِهَا زَوَّجَهَا وَالِدُهَا اَوْ غَیْرُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦ عبدالرحمٰن اور مجمع' یہ دونوں یزید بن جاریہ انصاری کے صاحبزادے ہیں' یہ سیدہ خنساء بنت خذام کے بارے میں بات نقل کرتے ہیں' کہ اُن کے والد نے اُن کی شادی کر دی' وہ خاتون ثیبہ تھی' اُنہیں یہ رشتہ پسند نہیں آیا' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے اس نکاح کو کالعدم قرار دیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات مناسب نہیں ہے کہ ثیبہ عورت یا کسی باکرہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کیا جائے جبکہ وہ بالغ ہو چکی ہوں۔

جہاں تک باکرہ کی اجازت کا تعلق ہے' تو اس کی خاموشی اس کی اجازت ہوگی' جہاں تک ثیبہ کی اجازت کا تعلق ہے' تو اس کی زبانی رضامندی ضروری ہوگی' خواہ اس کے والد نے اس کی شادی کی ہو یا والد کے علاوہ کسی اور نے کی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں امام نے لفظ "ثیبہ" استعمال کیا ہے' ثیبہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی ایک مرتبہ شادی ہو چکی ہو اور اُس کے بعد اُسے طلاق ہو چکی ہو' یا وہ بیوہ ہو چکی ہو' یا وہ عورت جو کنواری نہ رہی ہو۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ یہ خاتون حضرت اویس بن قتادہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں' وہ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے۔ اس روایت کو امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے' جبکہ واقدی نے اسے سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے' بعض حضرات نے ان کے شوہر کا نام انس بیان کیا ہے اور ایک قول کے مطابق ان کا نام اسیر تھا' ان کا انتقال غزوۂ بدر کے موقع پر ہوا۔

اس خاتون یعنی سیدہ خنساء بنت خذام انصاری رضی اللہ عنہا کے والد نے ان کی شادی کر دی' اُنہیں یہ رشتہ پسند نہیں تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے والد کے کیے ہوئے نکاح کو کالعدم قرار دیدیا' اس وقت ان کی حالت کیا تھی؟ اس کے بارے میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے کہ یہ خاتون اس وقت ثیبہ تھیں' جبکہ ابن مبارک نے اپنی سند کے

ساتھ یہ بات نقل کی ہے کہ سیّدہ خنساء رضی اللہ عنہا اس وقت کنواری تھیں' تاہم علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے کہ سیّدہ خنساء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ ثیبہ ہوگئی تھیں' ان کے والد نے ان کی شادی بنواوس سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے کردی' پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ یہ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کے والد کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس خاتون کو اپنی مرضی کرنے دیں' تو اس خاتون نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کی تھی۔

اس روایت کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات تحریر کی ہے: اس روایت کی صحت پر بھی سب کا اتفاق پایا جاتا ہے' اور سب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' کیونکہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں' کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا' وہ بھی یہ کہتے ہیں' کہ ثیبہ عورت کا ولی اس کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں کرسکتا' اور جو لوگ یہ کہتے ہیں' کہ ولی کا ثیبہ پر کوئی اختیار نہیں ہے' اُن کا مؤقف اس حدیث پر عمل کے حساب سے زیادہ مناسب ہے۔

لیکن اگر کسی ثیبہ عورت کا ولی اُس کی شادی کر دیتا ہے' اور وہ اُس سے راضی رہتی ہے' تو اس کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ ایسا نکاح باطل ہوگا' جب تک وہ عورت خود اپنا نکاح نہیں کرتی' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ اُس عورت کو اختیار ہوگا اگر وہ اُسے جائز قرار دے گی' تو نکاح درست ہوگا' اگر برقرار' قرار نہیں دے گی' تو وہ باطل ہو جائے گا' جہاں تک نسائی شریف کی اس روایت کا تعلق ہے:

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کی مرضی کے بغیر اس کی شادی کردی' وہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اس صورت حال پر محمول کیا ہے کہ شادی غیر کفو میں کی ہوگی' ''شرح زرقانی'' میں اسی طرح تحریر ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ جب وہ بالغ ہو جائے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اگر وہ بالغ نہیں ہوتی ہے' تو اس کے ولی کو اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنے کا حق حاصل ہوگا' البتہ جب وہ بالغ ہو جائے گی' تو اُسے اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ہوگا' اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور شخص ہو۔

روایت کے یہ الفاظ ''اُس کی خاموشی'' اس کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علامہ علی قاری فرماتے ہیں: کہ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام محدثین نے نقل کیا ہے۔

جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول ہے۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

"ثیبہ عورت اپنے ولی کے مقابلے میں اپنی ذات کے بارے میں زیادہ حق رکھتی ہے اور باکرہ عورت سے اس کی مرضی معلوم کی جائے گی اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہوگی"۔

بَابُ الرَّجُلُ يَكُوْنُ عِنْدَهُ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِ نِسْوَةٍ فَيُرِيْدُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ

باب 6: جس شخص کی چار سے زیادہ بیویاں ہوں اور پھر وہ مزید شادی کرنا چاہتا ہو

530- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ ثَقِيْفٍ وَّكَانَ عِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ حِيْنَ اَسْلَمَ الثَّقَفِيُّ فَقَالَ لَهُ اَمْسِكْ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ يَخْتَارُ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا اَيَّتُهُنَّ شَاءَ وَ يُفَارِقُ مَا بَقِيَ وَ اَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ نِكَاحُ الْاَرْبَعِ الْاُوَلِ جَائِزٌ وَّنِكَاحُ مَنْ بَقِيَ مِنْهُنَّ بَاطِلٌ وَّهُوَ قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ .

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: ہم تک نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے یہ فرمایا تھا' اس شخص نے جب اسلام قبول کیا تھا' اُس وقت اس کی دس بیویاں تھیں' نبی اکرم ﷺ نے اس سے یہ فرمایا تھا: تم ان میں سے کسی چار کو اپنے ساتھ رہنے دو اور باقی سے علیحدگی اختیار کر لو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی ان میں سے کسی بھی چار خواتین کو اپنے ساتھ رکھے اور باقیوں سے علیحدگی اختیار کرے۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے' تو وہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس شخص نے جو چار پہلے نکاح کیے تھے وہ جائز ہوں گے اور اس کے بعد کیے جانے والے نکاح باطل شمار ہوں گے۔

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: جب کوئی کافر مسلمان ہو جاتا ہے اور اس کی چار سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں اور وہ اپنی عدت کے دوران مسلمان ہو جاتی ہیں' یا وہ اہل کتاب بیویاں ہیں' تو اب اس شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ ان سب بیویوں کو اپنے ساتھ رکھے۔ ہمارے علم میں اس حوالے سے کوئی اختلاف نہیں ہے' اسی طرح اس شخص کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ چار سے زیادہ بیویاں اپنے پاس رکھے' وہ ان میں سے جو بھی چار بیویوں کو پسند کرے گا انہیں اپنے ساتھ رکھ لے گا اور بقیہ سے علیحدگی اختیار کرے گا' خواہ اُس نے ان خواتین کے ساتھ ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہو' یا مختلف عقود میں نکاح کیا ہو' خواہ ان میں سے پہلی بیویوں کو اختیار کر لے' خواہ بعد والیوں کو اختیار کرے' اس بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔

حسن بصری' امام مالک' امام لیث بن سعد' امام اوزاعی' امام سفیان ثوری' امام شافعی' امام اسحاق بن راہویہ' امام محمد بن حسن شیبانی

رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں' کہ اگر اس شخص نے ان تمام بیویوں کے ساتھ ایک ہی عقد میں نکاح کیا تھا' تو ان سب بیویوں کا نکاح فسخ ہو جائے گا' اگر مختلف عقود میں نکاح کیا تھا تو جن بیویوں سے پہلے نکاح کیا تھا' ان کا نکاح درست ہوگا اور چار نکاحوں کے بعد کیے جانے والے نکاح کالعدم قرار دیئے جائیں گے۔ (المغنی)

یہاں فاضل لکھنوی کے حاشیے پر نوٹ لکھتے ہوئے محقق نے یہ بات تحریر کی ہے:

شوکانی کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ ائمہ اہل بیت' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' سفیان ثوری' امام اوزاعی' ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہم اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ مسلمان ہو جانے والے غیر مسلم افراد کے زمانۂ کفر کے وہی نکاح برقرار رہیں گے' جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوئے تھے۔

531-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ الْوَلِيْدَ سَاَلَ الْقَاسِمَ وَ عُرْوَةَ وَكَانَتْ عِنْدَهٗ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَاَرَادَ اَنْ يَّبِتَّ وَاحِدَةً وَ يَتَزَوَّجَ اُخْرٰى فَقَالَا نَعَمْ فَارِقْ اِمْرَاَتَكَ ثَلٰثًا وَتَزَوَّجْ فَقَالَ الْقَاسِمُ فِیْ مَجَالِسَ مُخْتَلِفَةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يُعْجِبُنَا اَنْ يَّتَزَوَّجَ خَامِسَةً وَاِنْ بَتَّ طَلَاقَ اِحْدٰهُنَّ حَتّٰى تَنْقَضِىَ عِدَّتُهَا لَا يُعْجِبُنَا اَنْ يَّكُوْنَ مَآءُهٗ فِیْ رَحِمِ خَمْسِ نِسْوَةٍ حَرَآئِرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ ربیعہ بن ابوعبدالرحمن بیان کرتے ہیں: ولید نے قاسم اور عروہ سے سوال کیا' اس کی چار بیویاں ہیں' اب وہ اُن میں سے ایک کو طلاق دے کر کسی اور عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے' تو ان دونوں نے جواب دیا: ٹھیک ہے' تم اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدو اور پھر دوسری شادی کرلو۔ تاہم قاسم نے یہ کہا: وہ تین طلاقیں مختلف مجالس میں دو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ بات درست نہیں ہے کہ آدمی پانچویں شادی بھی کرے' اگرچہ اس نے کسی ایک بیوی کو طلاق بتہ دیدی ہو' یہ اُس وقت تک درست نہیں ہے' جب تک اس عورت کی عدت نہیں گزر جاتی۔

کیونکہ ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس کا نطفہ پانچ آزاد عورتوں کے رحم میں موجود ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا يُوْجِبُ الصَّدَاقَ

باب 7: کون سی چیز مہر کو لازم کر دیتی ہے؟

532-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بِامْرَاَتِهٖ وَاُرْخِيَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ اِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ

ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ لَهَا اِلَّا نِصْفُ الْمَهْرِ اِلَّا اَنْ يَطُوْلَ مَكْثُهَا وَيَتَلَذَّذَ مِنْهَا فَيَجِبُ الصَّدَاقُ .

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کو رخصت کر کے گھر لے جائے اور (اپنے کمرے کا) پردہ گرادے تو مہر کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر وہ شخص اس کے بعد اس عورت کو طلاق دیدیتا ہے تو عورت کو صرف نصف مہر ملے گا البتہ وہ عورت کئی دن تک اس کے گھر میں رہی ہو اور وہ اس عورت سے لذت حاصل کرتا رہا ہو تو (مکمل) مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔

•••——•••——•••

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جو رائے ہے حضرت عمر حضرت علی حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن جابر حضرت معاذ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول بھی یہی ہے تاہم انہوں نے اپنے جدید قول میں یہ بات بیان کی ہے کہ جب شوہر خلوت ہو جانے کے بعد طلاق دیتا ہے تو اُسے مقررہ مہر کا نصف حصہ ادا کرنا پڑے گا۔

اس بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے موافق ہے اور ہمارے مذہب کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

"بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ" (النساء:۲۱)

"تم ایک دوسرے کے قریب ہو چکے ہو"۔

فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ملاپ ہو چکا ہو جس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی پردہ گرادے یا دروازہ بند کر لے تو اب عورت کو مکمل مہر ملے گا اور اس پر عدت بسر کرنا لازم ہوگا۔

سعید بن منصور ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے زرارہ بن اوفی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

خلفاء راشدین کا فیصلہ یہی ہے کہ جو شخص دروازہ بند کر لے یا پردہ گرالے تو ایسی صورت میں مہر واجب ہو جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن ثوبان کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:۔

"جو شخص عورت کا پردہ ہٹا کر اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھ لیتا ہے تو اس پر مہر کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چلا جائے اور ان کا پردہ گر جائے تو مہر کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مقدمے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ جس عورت کے ساتھ ایک شخص نے شادی کی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جب پردہ گرالیا گیا تو مہر کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے محقق نے یہ بات تحریر کی ہے: جمہور کے نزدیک صرف خلوت کی وجہ سے مہر کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے' جبکہ مالکیوں کے نزدیک عورت کا دعویٰ کرنا شرط ہے۔

بَابُ نِكَاحِ الشِّغَارِ

باب 8: نکاحِ شغار (کا حکم)

533-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نِكَاحِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّنْكِحَ الرَّجُلُ اِبْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُّنْكِحَهُ الْاٰخَرُ اِبْنَتَهٗ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَكُوْنُ الصَّدَاقُ نِكَاحَ امْرَاَةٍ فَاِذَا تَزَوَّجَهَا عَلٰى اَنْ يَّكُوْنَ صَدَاقُهَا اَنْ يَّتَزَوَّجَهٗ اِبْنَتَهٗ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَّلَهَا صَدَاقُ مِثْلِهَا مِنْ نِّسَآئِهَا لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی کسی دوسرے شخص کے ساتھ اس شرط پر کر دے کہ وہ دوسرا شخص اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دے گا اور اُن دونوں عورتوں کو کوئی مہر نہیں ملے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عورت کا نکاح مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ اس عورت کا مہر یہ ہوگا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی اس (عورت کے باپ یا بھائی) کے ساتھ کر دے گا' تو یہ نکاح جائز ہوگا' تاہم عورتوں کو مہر مثل مل جائے گا' جس میں کوئی کمی و بیشی نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: لفظ شغار کا مطلب کسی چیز سے الگ ہو جانا ہے۔

نکاح شغار' یہ لفظ اس لیے دیا گیا ہے' کیونکہ اس میں مہر وغیرہ نہیں ہوتا ہے اور نکاح کی بعض شرائط نہیں پائی جاتی ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ دو لڑکیوں کے ولی ایک دوسرے سے یہ کہیں' کہ تم اپنی زیر پرست لڑکی کی شادی میرے ساتھ کر دو اور میں اپنی زیر پرست لڑکی کی شادی تمہارے ساتھ کر دیتا ہوں اور ان دونوں کا مہر کوئی نہیں ہوگا۔

شغار سے ممانعت کی حدیث متفق علیہ ہے' جسے نافع رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا

ہے۔
صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں عبیداللہ بن عمر کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ کہتے ہیں' کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے دریافت کیا: شغار سے مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی کرے اس شرط پر کرے کہ تم اپنی بیٹی کی شادی اُس کے ساتھ کردو گے اور کوئی مہر نہیں ہوگا' یا کوئی شخص اپنی بہن کی شادی اس شرط پر کرے کہ تم اپنی بہن کی شادی بغیر کسی مہر کے اس کے ساتھ کردو گے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے۔

نکاح شغار سے منع کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر کردے کہ دوسرا فریق اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کردے گا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی حدیث منقول ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی حدیث منقول ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ' امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور اُسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ امام نسائی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی حدیث منقول ہے۔

اس بارے میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں یہ کہا ہے: مجھے یہ نہیں پتہ چل سکا کہ شغار کی وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کی ہے' نافع رحمہ اللہ نے کی ہے یا امام مالک رحمہ اللہ نے کی ہے۔

بعض محققین نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ یہ امام مالک کی وضاحت ہے' لیکن بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ بات صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ یہ وضاحت نافع رحمہ اللہ نے کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرطبی نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ وضاحت نافع کے حوالے سے بھی منقول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی منقول ہے' یعنی اس روایت میں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔

جہاں تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کا تعلق ہے' تو اس میں احتمال پایا جاتا ہے' بظاہر تو یہ لگتا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے' یہ بات حافظ ابن حجر نے ذکر کی ہے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ طبرانی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ "مرفوع" حدیث منقول ہے:

"اسلام میں شغار کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔

لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! شغار سے کیا مراد ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عورت کے عوض میں عورت کے ساتھ شادی کر لینا' اس صورت میں کہ ان دونوں کا کوئی مہر نہ

ہو"۔

اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے' لیکن یہاں اس مقام پر اسے دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے:

قاضی عیاض مالکی نے یہ بات بیان کی ہے کہ شغار کی ممانعت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا' لیکن اگر کوئی شخص نکاح شغار کر لیتا ہے' تو امام اوزاعی' لیث بن سعد' زہری اور عطاء رحمۃ اللہ علیہم نے اسے برقرار قرار دیا ہے اور ایسی صورت میں مرد پر مہر مثل کی ادائیگی لازم ہوگی۔ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا نکاح باطل ہو جاتا ہے' یہ بات شرح زرقانی میں تحریر ہے' جبکہ شرح القاری میں یہ بات تحریر ہے کہ ایسا نکاح فاسد نہیں ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں شرط کو باطل قرار دیا جائے گا' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس بارے میں دو طرح کی روایات منقول ہیں۔

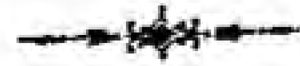
اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل محقق نے یہ بات بیان کی ہے کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ نکاح شغار ممنوع ہے۔

لیکن فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا یہ ایک ایسی ممانعت ہے' جو نکاح کے باطل قرار دینے کا سبب بنتی ہے یا یہ ایسی ممانعت نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ یہ ممانعت نکاح کو باطل قرار دینے کا تقاضا کرتی ہے۔ خطابی نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہی بات بیان کی ہے' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ دخول سے پہلے اسے فسخ قرار دیا جائے گا اور بعد میں بھی فسخ قرار دیا جائے گا' جبکہ ایک روایت کے مطابق دخول سے پہلے اسے فسخ قرار دیا جائے گا' بعد میں فسخ قرار نہیں دیا جائے گا۔

ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مہر مثل کے ساتھ یہ نکاح درست ہو جاتا ہے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر نکاح کرتے ہوئے کوئی ایسی شرط عائد کی جائے جو شرعی طور پر درست نہ ہو' تو اس شرط کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور نکاح اپنی جگہ درست ہو جاتا ہے اور مہر مثل کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔



بَابُ نِكَاحُ السِّرِّ

باب 9: خفیہ نکاح کا حکم

534-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ اَنَّ عُمَرَ اُتِيَ بِرَجُلٍ فِي نِكَاحٍ لَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهِ اِلَّا رَجُلٌ وَّامْرَاَةٌ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا نِكَاحُ السِّرِّ وَلَا نُجِيزُهُ وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيهِ لَرَجَمْتُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ لِاَنَّ النِّكَاحَ لَا يَجُوْزُ فِيْ اَقَلَّ مِنْ شَاهِدَيْنِ وَاِنَّمَا شَهِدَ عَلٰى هٰذَا الَّذِيْ رَدَّهٗ عُمَرُ بِرَجُلٍ وَامْرَاَةٍ فَهٰذَا نِكَاحُ السِّرِّ لِاَنَّ الشَّهَادَةَ لَمْ تَكْمُلْ وَلَوْ كَمُلَتِ الشَّهَادَةُ بِرَجُلَيْنِ اَوْرَجُلٍ وَّامْرَاَتَيْنِ كَانَ نِكَاحًا جَائِزًا وَّاِنْ كَانَ سِرًّا وَّ اِنَّمَا يَفْسُدُ نِكَاحُ السِّرِّ اَنْ يَّكُوْنَ بِغَيْرِ شُهُوْدٍ فَاَمَّا اِذَا كَمُلَتْ فِيْهِ الشَّهَادَةُ فَهُوَ نِكَاحُ الْعَلَانِيَةِ وَاِنْ كَانُوْا اَسَرُّوْهُ .

✦✦ ابوزبیر بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے ایسا نکاح کیا تھا جس کے گواہ صرف ایک مرد اور ایک عورت تھے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: یہ خفیہ نکاح ہے ہم اسے درست قرار نہیں دیں گے' اگر میں نے اس بارے میں نئی طرز پیدا کرنی ہوتی تو میں (ان دونوں کو) سنگسار کر دیتا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ دو سے کم گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا جبکہ اس شخص کے گواہ بننے والے لوگ ایک عورت اور ایک مرد تھے' جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسترد کر دیا تو یہ خفیہ نکاح شمار ہوگا' اس کی وجہ یہ ہے کہ شہادت مکمل نہیں ہے' اگر دو آدمیوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ساتھ گواہی پوری ہو جائے' تو نکاح جائز ہوگا' اگرچہ وہ خفیہ طور پر ہی کیا گیا ہو۔

اس خفیہ نکاح کو فاسد قرار دیا گیا ہے' جو گواہوں کے بغیر کیا جاتا ہے' لیکن جس میں گواہی مکمل ہو' تو وہ علانیہ نکاح ہوتا ہے' اگرچہ لوگ اس کو پوشیدہ رکھیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں خفیہ نکاح کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب نکاح کے وقت شرعی طور پر مطلوب گواہ مکمل تعداد میں موجود نہ ہوں (یعنی دو گواہ موجود نہ ہوں) لیکن اگر دو گواہ موجود ہوتے ہیں' یا ایک مرد اور دو خواتین موجود ہوتی ہیں' تو اگرچہ نکاح کو خفیہ رکھا گیا ہو' لیکن وہ شرعی طور پر خفیہ شمار نہیں ہوگا۔

اگر بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا جاتا ہے' تو اسے بھی شرعی طور پر خفیہ نکاح قرار دیا جائے گا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ اس حوالے سے بہت سی روایات منقول ہیں۔

اس کے اکثر راویوں پر کلام کیا گیا ہے' لیکن یہ بات نقصان کا باعث نہیں ہو سکتی' کیونکہ مجموعی طور پر ان میں بہت زیادہ قوت پائی جاتی ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ' حضرت علی' حضرت جابر' حضرت انس' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کے حوالے سے احادیث منقول ہیں' جن کا تذکرہ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج احادیث الہدایہ میں کیا ہے اور ان سب پر نقد و تبصرہ بھی کر دیا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کسی نکاح میں گواہ کے طور پر ایک مرد اور دو خواتین موجود ہوں' تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ بعض ائمہ یہ کہتے ہیں' کہ نکاح میں خاتون گواہ بن ہی نہیں سکتی ہے' ان کے نزدیک دو عادل مرد گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا' البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس حوالے سے مختلف ہے' وہ گواہوں کے بغیر بھی نکاح کو

درست قرار دیتے ہیں' تاہم ان کے نزدیک یہ بات شرط ہے کہ دخول سے پہلے میاں بیوی گواہ قائم کرلیں۔

وہ یہ فرماتے ہیں' کہ خفیہ نکاح سے مراد وہ نکاح ہوتا ہے' جس میں گواہوں کے سامنے یہ شرط رکھی جائے کہ وہ اسے چھپا کر رکھیں گے' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک ایسا نکاح درست نہیں ہوتا جس میں گواہ موجود نہ ہوں۔

535-اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجَازَ شَهَادَةَ رَجُلٍ وَّامْرَاَتَيْنِ فِي النِّكَاحِ وَالْفُرْقَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو نکاح اور علیحدگی میں درست قرار دیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَابْنَتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْاَةِ وَاُخْتِهَا فِي مِلْكِ الْيَمِيْنِ

باب 10: جو شخص کسی عورت اور اس کی بیٹی کو یا کسی عورت اور اس کی بہن کو ملک یمین میں جمع کرے

536-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ سُئِلَ عَنِ الْمَرْاَةِ وَابْنَتِهَا مِمَّا مَلَكَتِ الْيَمِيْنُ اَتُوْطَاُ اِحْدٰهُمَا بَعْدَ الْاُخْرٰى قَالَ اُحِبُّ اَنْ اُجِيْزَهُمَا جَمِيْعًا وَنَهَاهُ .

✧✧ عبیداللہ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عورت اور اس کی بیٹی کے ملک یمین میں جمع ہونے کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی شخص ان میں سے ایک کے بعد دوسری کے ساتھ صحبت کرسکتا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ میں ان دونوں کے ساتھ صحبت کرنے کو جائز قرار دوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کو اس سے منع کردیا۔

537-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ ذُوَيْبٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ عُثْمَانَ عَنِ الْاُخْتَيْنِ مِمَّا مَلَكَتِ الْيَمِيْنُ هَلْ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا فَقَالَ اَحَلَّتْهُمَا اٰيَةٌ وَحَرَّمَتْهُمَا اٰيَةٌ مَا كُنْتُ لِاَصْنَعَ ذٰلِكَ ثُمَّ خَرَجَ فَلَقِيَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَوْ كَانَ لِيْ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاَحَدٍ فَعَلَ ذٰلِكَ جَعَلْتُهُ نَكَالًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اُرَاهُ عَلِيًّا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهِ نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَابْنَتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَاُخْتِهَا فِي مِلْكِ الْيَمِيْنِ قَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْحَرَائِرِ شَيْئًا اِلَّا وَقَدْ حَرَّمَ مِنَ الْاِمَاءِ مِثْلَهُ اِلَّا اَنْ يَّجْمَعَهُنَّ رَجُلٌ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ اَنَّهُ يَجْمَعُ مَاشَاءَ مِنَ الْاِمَاءِ وَلَا يَحِلُّ لَهُ فَوْقَ اَرْبَعِ حَرَائِرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

✦✦ ابن ذؤیب بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دو بہنوں کے بارے میں دریافت کیا جو ملک یمین میں اکٹھی ہو جاتی ہیں' کیا اُن دونوں کے ساتھ صحبت کی جاسکتی ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آیت ان دونوں کو حلال قرار دیتی ہے اور ایک آیت ان دونوں کو حرام قرار دیتی ہے' میں اس بارے میں کچھ نہیں کروں گا' (یعنی کوئی سزا نہیں دوں گا) پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہاں سے تشریف لے گئے' ان کی ملاقات ایک صحابی سے ہوئی' انہوں نے اس صحابی سے اس بارے میں دریافت کیا' تو وہ صحابی بولے: اگر مجھے اس بارے میں اختیار ہو اور میرے پاس کسی ایسے شخص کو لایا جائے جس نے یہ حرکت کی ہو تو میں تو اُسے سخت سزا دوں گا۔

ابن شہاب کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ وہ صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عورت اور اُس کی بیٹی کو (صحبت کرنے میں) جمع نہیں کیا جاسکتا' اسی طرح عورت اور اس کی بہن کو بھی ملکِ یمین میں (صحبت کرنے میں) جمع نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کے بارے میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے' کنیزوں کے بارے میں بھی اسی چیز کو حرام قرار دیا ہے' البتہ صرف ایک حکم مختلف ہے' وہ یہ کہ مرد بیک وقت جتنی چاہے کنیزیں رکھ سکتا ہے' (اور ان کے ساتھ صحبت بھی کرسکتا ہے) لیکن وہ چار سے زیادہ آزاد عورتوں کے ساتھ بیک وقت شادی نہیں کرسکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اصول یہ ہے کہ جن دو رشتوں کو نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا' اُنہیں ملک یمین میں بھی جمع نہیں کیا جاسکتا ہے' یعنی کوئی شخص اگر ماں بیٹی کا مالک بن جاتا ہے یا دو بہنوں کا مالک بن جاتا ہے' تو وہ ملک یمین ہونے کی وجہ سے اُن دونوں کے ساتھ صحبت نہیں کرسکتا' کیونکہ ملک یمین کے اس حوالے سے احکام آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں' جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جس حوالے سے آزاد عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے' اُسی حوالے سے کنیزوں کو جمع کرنا بھی حرام ہے' البتہ صرف تعداد کا حکم مختلف ہے۔

اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امام موفق الدین ابن قدامہ کہتے ہیں' کہ اپنی کنیزوں میں سے دو بہنوں۔ کے ساتھ بیک وقت صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے اور ایک جماعت نے اس بات کو اُن کے حوالے سے نقل کی ہے۔

حضرت عمر' حضرت عثمان غنی' حضرت علی' حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہم نے اسے مکروہ (حرام) قرار دیا ہے۔

جن حضرات نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے' اُن میں عبداللہ بن عبداللہ' جابر بن زید' طاؤس' امام مالک' امام اوزاعی' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ وہ یہ فرماتے ہیں: ایک آیت ان دونوں کو حلال قرار دیتی ہے اور ایک دن دونوں کو حرام قرار دیتی ہے' بہر حال میں ایسا نہیں کروں گا۔

اسی طرح کی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

حرام قرار دینے والی آیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرلو''۔

جبکہ حلال قرار دینے والی آیت سے مراد یہ آیت ہے:

''ماسوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی زیرِ ملکیت کنیزوں کے''۔

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف آراء نقل کی ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يَنْكِحُ الْمَرْءَةَ وَلَا يَصِلُ اِلَيْهَا لِعِلَّةٍ بِالْمَرْأَةِ اَوْ بِالرَّجُلِ

باب ۱۱: جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے اور پھر کسی علت کی وجہ سے اس کے ساتھ صحبت نہ کر سکے خواہ وہ علت عورت میں ہو یا مرد میں ہو

538-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَمَسَّهَا فَاِنَّهٗ يُضْرَبُ لَهٗ اَجَلُ سَنَةٍ فَاِنْ مَسَّهَا وَاِلَّا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اَنْ مَضَتْ سَنَةٌ وَّلَمْ يَمَسَّهَا خُيِّرَتْ فَاِنْ اِخْتَارَتْهُ فَهِىَ زَوْجَتُهٗ وَلَا خِيَارَ لَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ اَبَدًا وَّاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِىَ تَطْلِيْقَةٌ بَآئِنَةٌ وَاِنْ قَالَ اِنِّىْ قَدْ مَسِسْتُهَا فِى السَّنَةِ اِنْ كَانَتْ ثَيِّبًا فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ مَعَ يَمِيْنِهٖ وَاِنْ كَانَتْ بِكْرًا نَظَرَ اِلَيْهَا النِّسَآءُ فَاِنْ قُلْنَ هِىَ بِكْرٌ خُيِّرَتْ بَعْدَمَا تُحَلَّفُ بِاللّٰهِ مَا مَسَّهَا وَاِنْ قُلْنَ هِىَ ثَيِّبٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ مَعَ يَمِيْنِهٖ لَقَدْ مَسِسْتُهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں' کہ جو شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور پھر اس کے ساتھ صحبت نہ کر سکے تو اس کو ایک سال کی مدت دی جائے گی' اگر وہ اس دوران صحبت کرنے پر قادر ہو جاتا ہے' تو ٹھیک ہے ورنہ ان (میاں بیوی) کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جب ایک سال گزر جائے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کر سکے تو عورت کو اختیار دیا جائے' اگر وہ عورت اس مرد کے ساتھ رہنا اختیار کرتی ہے' تو وہ اس کی بیوی شمار ہوگی اور پھر اُس کے بعد اس عورت کو (اس حوالے سے) کبھی اختیار حاصل نہیں ہو سکے گا' لیکن اگر وہ عورت اپنی ذات کو اختیار کر لیتی ہے' تو اسے ایک بائنہ طلاق ہو جائے گی۔

اگر مرد یہ کہتا ہے کہ میں نے اس ایک سال کے دوران اس عورت کے ساتھ صحبت کر لی تھی' تو اگر وہ عورت ثیبہ ہو' تو اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا اور اس سے قسم لی جائے گی لیکن اگر وہ عورت کنواری ہو' تو خواتین اس کا جائزہ لیں گی' اگر وہ یہ کہتی ہیں' کہ یہ ابھی بھی کنواری ہے' تو عورت کو اختیار دیا جائے گا' البتہ وہ اللہ کے نام کی قسم اُٹھائے گی کہ اس مرد نے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی ہے' لیکن اگر وہ خواتین یہ کہتی ہیں' کہ یہ عورت ثیبہ ہے' تو اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا' اور اس سے قسم لے لی جائے گی: وہ یہ قسم اُٹھا کر کہے گا کہ میں اس کے ساتھ صحبت کر چکا ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن رشد نے یہ بات تحریر کی ہے کہ کسی عیب کی وجہ سے نکاح کو برقرار رکھنے یا کالعدم قرار دینے کے اختیار کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہ اختلاف دو حوالوں سے ہے: پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کیا عیب کی وجہ سے نکاح کو مسترد کیا جا سکتا ہے یا نہیں کیا جا سکتا ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کون سے عیوب ہیں' جن کی وجہ سے نکاح کو مسترد کیا جا سکتا ہے؟

اور کن عیوب کی وجہ سے نکاح مسترد نہیں کیا جا سکتا اور اُن کا حکم کیا ہوگا؟

اس حوالے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' چار بیماریوں کی وجہ سے نکاح کو مسترد کیا جا سکتا ہے:

جنون' جذام' برص اور شرمگاہ کی وہ بیماری جو صحبت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے خواہ اس کی وجہ عورت کی شرمگاہ کا تنگ ہونا ہو یا اُس کی شرمگاہ کا ملا ہوا ہونا ہو۔

جبکہ مرد میں یہ چیز عنین (یعنی نامرد ہونا) اور خصی (صحبت کے قابل نہ ہونا) ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چار بیماریوں کے بارے میں اختلاف کیا ہے' یعنی مرد یا عورت میں سے کسی ایک کو دانتوں کی بیماری ہو یا منہ سے بدبو آتی ہو' یا شرمگاہ میں سے بدبو آتی ہو' یا مرد گنجا ہو۔

ایک قول کے مطابق ان بیماریوں کی وجہ سے نکاح مسترد کیا جا سکتا ہے' جبکہ دوسرے قول کے مطابق (فقہائے مالکیہ کے نزدیک) نکاح کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' اُن کے اصحاب' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ صرف دو بیماریاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے نکاح کو مسترد کیا جا سکتا ہے' وہ قرن اور رتق ہیں (یہ بیماریاں خواتین کے ساتھ مخصوص ہیں)۔

نکاح کے مسترد ہو جانے کے بارے میں علماء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر صحبت سے پہلے شوہر کو بیوی میں عیب کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے اور وہ اُسے طلاق دیدیتا ہے' تو اُس پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' لیکن اگر شوہر کو صحبت کرنے کے بعد عیب کا پتہ چلتا ہے' تو اس حوالے سے علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: اگر عورت کا سرپرست اُس کا کوئی قریبی رشتہ دار تھا' جس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ اُسے عورت میں موجود اُس عیب کا پتہ ہوگا' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے ولی نے دھوکے سے کام لیا ہے۔

تو اب شوہر مہر کے طور پر ادا کی ہوئی رقم کا مطالبہ عورت سے نہیں کرے گا' بلکہ اُس کے ولی سے کرے گا لیکن اگر اُس کا ولی دور کا رشتے دار ہے' تو اب ایک چوتھائی دینار کو چھوڑ کر بقیہ مہر کی رقم عورت سے واپس وصول کرے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر شوہر صحبت کر لیتا ہے' تو اُس پر پورے مہر کی ادائیگی لازم ہوگی' عورت یا ولی اُس کو واپس کرنے کے ذمے دار نہیں ہوں گے۔

اس اختلاف کا بنیادی سبب یہ ہے کہ (کیا نکاح) کو عام خرید وفروخت کے مشابہہ قرار دیا جائے گا۔

جو شخص صحبت کرنے پر قادر نہ ہو' اُس کے نکاح کے فسخ کے بارے میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ جن حضرات نے اس فسخ کو درست قرار دیا ہے' اُن کے نزدیک یہ بات ضروری ہے کہ نکاح کو فسخ قرار دینے سے قبل اُس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی' اگر وہ ایک سال میں اپنا علاج کروا کے صحبت کے قابل نہیں ہوتا تو اُس کے بعد نکاح کو فسخ قرار دیا جائے گا۔

539-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُجَبَّرٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَّبِهٖ جُنُوْنٌ اَوْ ضُرٌّ فَاِنَّهَا مُخَيَّرٌ اِنْ شَآءَ تْ قَرَّتْ وَاِنْ شَآءَ تْ فَارَقَتْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا كَانَ اَمْرًا لَا يُحْتَمَلُ خُيِّرَتْ فَاِنْ شَآءَ فَارَقَتْ وَاِلَّا فَلَا خِيَارَ لَهَا اِلَّا فِي الْعِنِّيْنِ وَالْمَجْبُوْبِ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ جو شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور اس مرد کو جنون یا کوئی اور بیماری لاحق ہو' تو اگر وہ عورت چاہے' تو اس نکاح کو برقرار رکھے' اگر چاہے' تو اس (مرد) سے علیحدگی اختیار کر لے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مرد کو ایسی بیماری لاحق ہو جس کے ٹھیک ہونے کا امکان نہ ہو' تو عورت کو اختیار دیا جائے گا' اگر وہ چاہے گی' تو وہ اس کے ساتھ رہے' اگر چاہے گی' تو علیحدگی اختیار کر لے گی۔

ویسے عورت کو اختیار صرف اُسی صورت میں حاصل ہوتا ہے' جب مرد عنین (نامرد) یا مجبوب (جس کا عضو مخصوص کٹا ہوا) ہو۔

بَابُ الْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ فِيْ نَفْسِهَا

باب 12: کنواری لڑکی سے اس کے بارے میں مرضی معلوم کی جائے گی

540-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَذَاتُ الْاَبِ وَغَيْرُ الْاَبِ فِيْ ذٰلِكَ سَوَآءٌ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: عورت اپنے ولی کے مقابلے میں اپنی ذات پر زیادہ حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اُس کی مرضی معلوم کی جائے گی' اُس کی خاموشی ہی اُس کی اجازت

ہوگی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' خواہ لڑکی کا باپ اُس کا ولی ہو یا باپ کے علاوہ کوئی اور ولی ہو' دونوں صورتوں میں حکم برابر ہے۔

541-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا قَيْسُ ابْنُ الرَّبِيْعِ الْاَسَدِيُّ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسْتَاْذَنُ الْاَبْكَارُ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ ذَوَاتُ الْاٰبِ وَغَيْرُ الْاٰبِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ .

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کنواری لڑکیوں سے ان کے بارے میں اجازت لی جائے گی' خواہ ان کا باپ (ولی ہو) یا باپ کے علاوہ کوئی اور ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ عاقل و بالغ کنواری لڑکی کی شادی اُس کی رضامندی کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے' البتہ وہ کنواری لڑکی عاقل ہو اور نابالغ ہو' تو اُس کی شادی کرنا جائز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ باپ اور دادا کنواری لڑکی کی شادی اُس کی رضامندی کے بغیر بھی کر سکتے ہیں خواہ وہ بالغ ہو چکی ہو یا بالغ نہ ہوئی ہو' جبکہ ثیبہ عورت کی شادی اُس کی رضامندی کے بغیر نہیں کی جا سکتی۔

باپ کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور دادا کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور رائے یہی ہے۔

حدیث540: اخرجه مالك في "المؤطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودي' كتاب النكاح' باب استئذان البكر والأيم في أنفسهما - حديث: 1092اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب النكاح' باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق - حديث: 2623اخرجه الترمذي في "سننه"، ا أبواب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في استئمار البكر والثيب' حديث: 1062اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب النكاح' باب في الثيب - حديث: 808اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب النكاح' باب استئمار البكر والثيب - حديث: 1866اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحج' باب الهدي - ذكر البيان بأن الثيب أحق بنفسها من وليها عند استئمارها في' حديث: 4147اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب النكاح' استئذان البكر في نفسها - حديث:3225سنن سعيد بن منصور - كتاب الوصايا' باب ما جاء في استئمار البكر والثيب - حديث:534اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب النكاح' الرجل يزوج ابنته - حديث:11992اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب النكاح' باب استئذان البكر في نفسها - حديث: 5226اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب النكاح' باب النكاح بغير ولي عصبة - حديث:2744اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 5019اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب النكاح' حديث: 3126مسند احمد بن حنبل' مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب - حديث:1837مسند الشافعي - من الجزء الثاني من اختلاف الحديث من الأصل العتيق' حديث: 772المعجم الكبير للطبراني - من اسمه عبد الله' وما أسند عبد الله بن عباس رضي الله عنهما - نافع بن جبير بن مطعم عن ابن عباس' حديث:10553

ایک روایت کے مطابق وہ اس بات کے قائل ہیں کہ دادا کو اس حوالے سے زبردستی کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

بَابُ النِّكَاحِ بِغَيْرِ وَلِيٍّ

باب 13: ولی کے بغیر نکاح کرنا

542- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا رَجُلٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا يَصْلُحُ لِامْرَاَةٍ اَنْ تُنْكَحَ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِيِّهَا اَوْذِی الرَّاْیِ مِنْ اَهْلِهَا اَوِ السُّلْطَانِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ فَاِنْ تَشَاجَرَتْ هِيَ وَالْوَلِيُّ فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ فَاَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ اِذَا وَضَعَتْ نَفْسَهَا فِيْ كَفَآءَةٍ وَلَمْ تَقْصِرْ فِيْ نَفْسِهَا فِيْ صَدَاقٍ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَمِنْ حُجَّتِهٖ قَوْلُ عُمَرَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَوْ ذِی الرَّاْیِ مِنْ اَهْلِهَا اَنَّهٗ لَيْسَ بِوَلِيٍّ وَقَدْ اَجَازَ نِكَاحَهٗ لِاَنَّهٗ اِنَّمَا اَرَادَ اَنْ لَّا تُقْصِرَ بِنَفْسِهَا فَاِذَا فَعَلَتْ هِيَ ذٰلِكَ جَازَ .

✦✦ سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ عورت کے ولی اس کے خاندان کے کسی صاحب رائے شخص یا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا' اگر عورت اور اس کے ولی کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے' تو جس کا کوئی ولی نہ ہو' حاکم وقت اس کا ولی ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جب وہ عورت کفو میں نکاح کر رہی ہے اور مہر کے حوالے سے اپنی ذات کے بارے میں کوئی کمی نہیں کر رہی تو وہ نکاح درست ہوگا' اُن کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی صورتِ حال میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس کے خاندان کا صاحب رائے شخص اجازت دیدے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص ولی نہیں ہوگا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کے نکاح کو جائز قرار دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہوگا کہ جب عورت اپنی ذات کے حوالے سے کوئی کمی نہ کر رہی ہو' جب وہ ایسا کر لیتی ہے' تو اُس کا نکاح درست ہوگا۔

شرح: علماء کے درمیان اس مسئلے پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا نکاح کے درست ہونے کے لیے ولی کی موجودگی شرط ہے یا نہیں ہے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا اور ولی کی موجودگی نکاح کے درست ہونے کے لیے شرط ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ امام ابوحنیفہ' امام زفر' امام شعبی اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر عورت ولی کے بغیر نکاح کر

لیتی ہے اور اُس نے کفو میں نکاح کیا ہے' تو ایسا نکاح جائز ہوگا۔

امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس حوالے سے کنواری اور ثیبہ کے درمیان فرق کیا جائے گا' یعنی کنواری لڑکی کی شادی کے لیے ولی کی موجودگی شرط ہوگی اور ثیبہ عورت کے نکاح میں ولی کی موجودگی شرط نہیں ہوگی۔

ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک اور قول نقل کیا ہے' وہ یہ کہ ولی کی موجودگی سنت ہے' فرض نہیں ہے۔

بعض روایات کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ولی کی موجودگی شرط نہیں' لیکن اُس کی تکمیل کے لیے ولی کی موجودگی شرط ہے' جبکہ بعض مالکی فقہاء نے نکاح کی تکمیل کے لیے ولی کی موجودگی کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ نکاح کے درست ہونے کے لیے ولی کی موجودگی کو شرط قرار دیا ہے۔

اس حوالے سے فریقین نے اپنے مؤقف کی تائید میں روایات پیش کی ہیں۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ''شرح معانی الآثار'' میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث نقل کی ہے' جس میں یہ بات منقول ہے:

''جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر لیتی ہے' اُس کا نکاح باطل ہوجاتا ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ بعض حضرات نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ کوئی بھی عورت اپنی شادی خود نہیں کر سکتی ہے' صرف ولی کی اجازت سے ہی وہ ایسا کر سکتی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جبکہ بعض دیگر حضرات کی رائے اس حوالے سے ان سے مختلف ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ عورت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ جس کے ساتھ چاہے اپنی شادی کر لے' اُس کا ولی اس بارے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا جبکہ وہ عورت اپنی شادی وہیں کرتی ہے جہاں اُسے شادی کرنا چاہیے' یعنی کفو میں شادی کرتی ہے۔

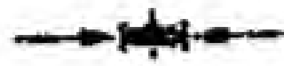
اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت کا جواب دیتے ہوئے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے منذر کے ساتھ کر دی' عبدالرحمٰن بن ابوبکر اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے' وہ شام گئے ہوئے تھے جب وہ واپس آئے' تو بولے: کیا میرے جیسے آدمی کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جائے گا؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے منذر کے ساتھ اس بارے میں بات چیت کی اور بولیں: اب اس معاملے کا اختیار عبدالرحمٰن کو ہے' تو حضرت عبدالرحمٰن نے یہ کہا: میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ میں آپ کے کیے ہوئے فیصلے کو کالعدم قرار دوں' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فیصلہ کیا: حفصہ' منذر کی بیوی رہیں گی اور یہ چیز طلاق شمار نہیں ہوئی تھی۔

اس کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایات پر طویل بحث کی ہے' جو یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

بہرحال مختصر یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے ساتھ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کفو میں نکاح کر سکتی ہے۔

تاہم اگر کوئی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہے تو اب ولی کو اس بات کا حق حاصل ہو گا کہ وہ اس نکاح کو فسخ کروادے۔

اسی طرح اگر وہ نکاح کرتے ہوئے مہر مثل سے کم مہر مقرر کر لیتی ہے تو اب اُس کے ولی کو اس بارے میں مقدمہ کرنے کا حق حاصل ہو گا۔



بَابُ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ وَلَا يَفْرِضُ لَهَا صَدَاقًا

باب 14: جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور اُس کا مہر مقرر نہ کرے

543- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ بِنْتًا لِّعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ اُمُّهَا اِبْنَةُ زَيْدِ ابْنِ الْخَطَّابِ كَانَتْ تَحْتَ ابْنٍ لِّعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فَمَاتَتْ وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا صَدَاقًا فَقَامَتْ اُمُّهَا تَطْلُبُ صَدَاقَهَا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَيْسَ لَهَا صَدَاقٌ وَلَوْ كَانَ لَهَا صَدَاقٌ لَّمْ نُمْسِكْهُ وَلَمْ نَظْلِمْهَا فَاَبَتْ اَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ وَجَعَلُوْا بَيْنَهُمْ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَقَضٰى اَنْ لَا صَدَاقَ لَهَا وَلَهَا الْمِيْرَاثُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا.

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی جو حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نواسی تھی وہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے کے نکاح میں تھی ان کا انتقال ہو گیا نکاح کے وقت اُن کا مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا ان کی والدہ نے (ان کے انتقال کے بعد) مہر وصول کرنے کا مطالبہ کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا: اُسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے اگر اس کا حق ہوتا ہو تو ہم اس کو نہ روکتے اور ہم اُس کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کرتے تو اس خاتون کی والدہ نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

لوگوں نے اس مسئلے کے فیصلے کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ثالث مقرر کیا تو انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ اس مرحوم عورت کو حق مہر نہیں ملے گا البتہ اُسے وراثت میں حصہ ملے گا۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے۔

•••———•••———•••

شرح: فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: اس روایت کو امام شافعی امام عبدالرزاق امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی نقل کیا ہے۔

جبکہ سعید بن منصور ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ

ایسی بیوہ عورت جس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ اس کو میراث ملے گی اس پر عدت کی ادائیگی لازم ہوگی۔ تاہم اسے مہر نہیں ملے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ اشجع قبیلے سے تعلق رکھنے والے کسی دیہاتی کا قول اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مقابلے میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

جبکہ اس کے برخلاف ایک دوسری روایت بھی موجود ہے اسے امام عبدالرزاق امام ابن ابی شیبہ امام احمد بن حنبل ابوداؤد امام ترمذی امام نسائی امام ابن ماجہ امام ابن حاکم اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے علقمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے: ہمارے خاندان کے ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی اس نے اس عورت کا کوئی مہر مقرر نہیں کیا' وہ اس عورت کے ساتھ خلوت بھی نہیں کر سکا اور اس کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں' مجھ سے اس سے زیادہ مشکل سوال پوچھا نہیں گیا' تم لوگ کسی اور کے پاس چلے جاؤ' وہ ایک ماہ مسلسل ان کے پاس آتے رہے' آخر کار ان لوگوں نے کہا: ہم اب صرف آپ ہی سے سوال کر سکتے ہیں' آپ کے علاوہ اور ہم کس سے سوال کریں؟ آپ اس شہر میں آخری صحابی ہیں' ہمیں آپ کے علاوہ اور کسی کا پتہ نہیں ہے' تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس حوالے سے اپنی رائے کے مطابق جواب دوں گا' اگر وہ ٹھیک ہوا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا' جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اگر غلط ہوا تو میری طرف سے ہوگا' اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس جواب سے بری الذمہ ہوں گے' میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں ایسی عورت کو مہر مثل کی ادائیگی کروں گا' جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو گی اور اس عورت کو وراثت میں سے حصہ ملے گا اور وہ بیوہ عورت کی طرح چار ماہ (دس دن) عدت بسر کرے گی۔

راوی کہتے ہیں' کہ اس وقت حاضرین میں اشجع قبیلے کے کچھ افراد بھی موجود تھے' ان میں سے حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے: ہم گواہی دیتے ہیں' کہ آپ نے اس بارے میں وہی فیصلہ دیا ہے' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلے کی ایک عورت کے بارے میں (اس طرح کی صورت حال میں) دیا تھا' اس عورت کا نام بروع بنت واشق تھا۔ راوی کہتے ہیں: اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جتنا مسرور دیکھا گیا اس سے پہلے انہیں اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا گیا تھا' پھر انہوں نے فرمایا: اے اللہ! اگر یہ ٹھیک ہے' تو تیری عطاء سے ہے' تو ایک ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس واقعے کو ان الفاظ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: فقہاء مالکیہ کے نزدیک قابل ترجیح قول یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں اس عورت کو مہر نہیں ملے گا' البتہ اپنے مرحوم شوہر کی وراثت میں سے حصہ اسے مل جائے گا' بعض فقہاء نے ایک اور قول بھی پیش کیا ہے' وہ یہ ہے کہ موت کی وجہ سے مہر کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے' تاہم ہمارے نزدیک یہ قول شاذ ہے۔

اسی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امام موفق الدین ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں: اگر میاں بیوی میں سے ایک صحبت کرنے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے' اور مہر مقرر کرنے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے' تو دوسرا فریق اُس کا وارث بنے گا (اگر شوہر فوت ہو جاتا ہے) تو عورت کو مہر مثل ملے گا جہاں تک وراثت کا تعلق ہے' تو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی

میں سے ہر ایک کے لیے وراثت میں حصہ مقرر کیا ہے اور یہاں زوجیت کا عقد صحیح طور پر ثابت ہے' اس لیے میاں بیوی ہونے کے حوالے سے وہ نص میں عموم ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث بن جائیں گے' لیکن جہاں تک مہر کا تعلق ہے' تو صحیح قول کے مطابق ایسی صورت میں عورت کو مہر مثل ملے گا' حضرت عبداللہ بن مسعود' ابن شبرمہ' ابن ابی لیلیٰ' سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جبکہ حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم' ابن شہاب زہری' ربیعہ الرائے' امام مالک اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ایسی صورت میں اس عورت کو مہر نہیں ملے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس بارے میں مسلم بیوی کے بارے میں ہمارے مطابق ہے' یعنی اس عورت کو مہر ملے گا' جبکہ ذمی بیوی کے متعلق ان کے مطابق ہے' یعنی اس عورت کو مہر نہیں ملے گا۔

اس حوالے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ ایسی عورت کو مکمل مہر نہیں ملے گا' بلکہ نصف ملے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حوالے سے دو طرح کے اقوال منقول ہیں جو دونوں روایات کے مطابق ہیں۔ (المغنی)



544-اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّ رَجُلًا تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً وَّلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ لَهَا صَدَاقُ مِثْلِهَا مِنْ نِّسَآئِهَا لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ فَلَمَّا قَضٰى قَالَ فَاِنْ يَّكُنْ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَاِنْ يَّكُنْ خَطَاً فَمِنِّيْ وَمِنَ الشَّيْطَانِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ بَرِيْئَانِ .

فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ جُلَسَآئِهٖ بَلَغَنَا اَنَّهٗ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانِ الْاَشْجَعِيُّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَيْتَ وَالَّذِيْ يُحْلَفُ بِهٖ بِقَضَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فِيْ بِرْوَعَ ابْنَةِ وَاشِقٍ الْاَشْجَعِيَّةِ قَالَ فَفَرِحَ عَبْدُ اللّٰهِ فَرْحَةً مَّا فَرِحَ قَبْلَهَا مِثْلَهَا لِمُوَافِقَةِ قَوْلِهٖ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ لَا يَكُوْنُ مِيْرَاثٌ حَتّٰى يَكُوْنَ قَبْلَهٗ صَدَاقٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا' پھر اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اس شخص کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس عورت کو اس کے جیسی دیگر خواتین کی طرح کا مہر مثل ملے گا' اس میں کوئی کمی وبیشی نہیں ہوگی' جب انہوں نے یہ فیصلہ سنا دیا تو بولے: اگر یہ درست ہے' تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' اگر غلط ہے' تو میری طرف سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے' اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہوں گے' تو ان کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک صاحب بولے: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس ذات کی قسم! جس کے نام پر قسم اُٹھائی جاتی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واثق اشجعیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہی فیصلہ دیا تھا۔

راوی کہتے ہیں:) تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس پر اتنے خوش ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے تھے وہ اس لیے اتنے خوش ہوئے کیونکہ ان کا فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تھا۔

مسروق بن اجدع فرماتے ہیں: وراثت کی تقسیم سے پہلے مہر ادا کیا جائے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمَرْأَةُ تَتَزَوَّجُ فِیْ عِدَّتِهَا

باب 15: جب کسی عورت کے ساتھ اس کی عدت کے دوران شادی کرلی جائے

545-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُمَا حَدَّثَا اَنَّ ابْنَةَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ كَانَتْ تَحْتَ رُشَيْدِ الثَّقَفِيِّ فَطَلَّقَهَا فَنَكَحَتْ فِیْ عِدَّتِهَا اَبَاسَعِيْدِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَوْ اَبَا الْجُلَاسِ بْنَ مُنَبِّهٍ فَضَرَبَهَا عُمَرُ وَضَرَبَ زَوْجَهَا بِالْمِخْفَقَةِ ضَرَبَاتٍ وَ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَ قَالَ عُمَرُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ فِیْ عِدَّتِهَا فَاِنْ كَانَ زَوْجُهَا الَّذِیْ تَزَوَّجَ بِهَا لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَاعْتَدَّتْ بِقِيَّةَ عِدَّتِهَا مِنَ الْاَوَّلِ ثُمَّ كَانَ خَاطِبًا مِنَ الْخُطَّابِ وَ اِنْ كَانَ قَدْ دَخَلَ بِهَا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ اعْتَدَّتْ بِقِيَّةَ عِدَّتِهَا مِنَ الْاَوَّلِ ۔

ثُمَّ اعْتَدَّتْ عِدَّتَهَا مِنَ الْاٰخِرِ ثُمَّ لَمْ يَنْكِحْهَا اَبَدًا قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَلَهَا مَهْرُهَا بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَجَعَ عَنْ هٰذَا الْقَوْلِ اِلٰی قَوْلِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ۔

سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: طلحہ بن عبیداللہ کی صاحبزادی جو رشید ثقفی کے نکاح میں تھیں رشید نے اسے طلاق دیدی تو اس خاتون نے اپنی عدت کے دوران ابوسعید بن منبہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ابوالجلاس بن منبہ کے ساتھ شادی کرلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو سزا دلوائی اور اُس کے شوہر کو بھی سزا دلوائی انہیں کوڑے مارے گئے اور ان کے درمیان علیحدگی کروادی گئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو بھی عورت اپنی عدت کے دوران نکاح کرے گی اور جس شخص کے ساتھ اُس نے نکاح کیا ہے وہ شخص اس کے ساتھ صحبت نہیں کرتا تو ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی اور وہ عورت اپنے پہلے شوہر کی عدت کو پورا کرے گی اور پھر وہ دوسرا شخص اس کے لیے نکاح کا پیغام بھیجے گا جیسے دیگر لوگ بھیجیں گے لیکن اگر اس دوسرے شخص نے اس کے ساتھ صحبت کرلی ہوگی تو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی اور وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے باقی عدت کو پورا کرے گی پھر اس کے بعد دوسرے شوہر سے عدت کو پورا کرے گی پھر وہ شخص اس عورت کے ساتھ کبھی نکاح نہیں کرسکے گا''۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عورت کو مہر ملے گا' کیونکہ اس شخص نے اس کی شرمگاہ کو استعمال کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بعد میں اس قول سے رجوع کرلیا تھا اور حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرلیا تھا۔

•••———•••———•••

شرح: اس بارے میں سورۃ البقرہ آیت ۲۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک عورت کی عدت پوری نہیں ہو جاتی' کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔

البتہ عورت کی عدت کے دوران اسے نکاح کی پیشکش کی جاسکتی ہے یا اس کے ساتھ نکاح کے ارادے کا اظہار کیا جاسکتا ہے اور اس حکم کا تذکرہ بھی سورۃ البقرہ کی آیت ۲۳۵ میں موجود ہے۔

قاسم بن محمد نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے: آدمی ایک عورت کو اس کی عدت کے دوران یہ کہہ سکتا ہے: تم میرے نزدیک بہت معزز ہو' یا مجھے تمہارے اندر دلچسپی ہے' یا دوسرے الفاظ استعمال کرسکتا ہے۔

اس وضاحت کو امام شافعی' مالک اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

جبکہ بعض دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: یہاں تعریض سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ کہے: میں شادی کرنا چاہتا ہوں یا مجھے عورتیں اچھی لگتی ہیں' وغیرہ۔

یہاں متن کے الفاظ: پہلے کی عدت سے مراد یہ ہے کہ جب پہلے شوہر کی عدت کا کچھ حصہ باقی ہو' جہاں تک دوسرے شوہر کا تعلق ہے' تو اس کے ساتھ تفریق ہونے کی صورت میں کوئی عدت لازم نہیں ہوگی' کیونکہ دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے اور جس عورت کے ساتھ دخول نہ کیا گیا ہو' اس کی کوئی عدت نہیں ہوتی ہے۔

متن کے یہ الفاظ "ثُمَّ كَانَ خَاطِبًا" کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ کہا ہے: یعنی وہ دوسرا شوہر جس سے اس عورت کی تفریق کردی گئی تھی' اب اگر وہ نکاح کا پیغام بھیجنا چاہتا ہے' تو وہ اس عورت کو نکاح کا پیغام بھیج کر نئے سرے سے عقد نکاح کرسکتا ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ ایسی صورت حال میں وہ دوسرا شوہر جس کے ساتھ تفریق کردی گئی ہے' وہ اس حوالے سے اس عورت کا کسی دوسرے سے زیادہ حقدار شمار نہیں ہوگا' بلکہ وہ ایک عام پیغام دینے والے شخص کی مانند شمار ہوگا' اب اس عورت کی مرضی ہے کہ وہ جس کے ساتھ چاہے شادی کرلے لیکن اگر عورت کی عدت کے دوران اس سے نکاح کرنے والا شخص اس کے ساتھ صحبت بھی کرلیتا ہے' تو تفریق پھر بھی ہو جائے گی' لیکن اب وہ شخص دوبارہ کبھی بھی اس عورت کے ساتھ شادی نہیں کرسکے گا۔

———

546- اَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ رَجَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الَّتِي تَتَزَوَّجُ فِي عِدَّتِهَا اِلٰى قَوْلِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَّ ذٰلِكَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ اِذَا دَخَلَ بِهَا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَجْتَمِعَا اَبَدًا وَّاَخَذَ صَدَاقَهَا فَجَعَلَ فِي بَيْتِ الْمَالِ فَقَالَ عَلِيٌّ لَهَا صَدَاقُهَا بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا مِنَ

الْاَوَّلِ تَزَوَّجَهَا الْاٰخَرُ اِنْ شَاءَ فَرَجَعَ عُمَرُ اِلٰى قَوْلِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا' جب کوئی عورت اپنی عدت کے دوران کسی شخص سے نکاح کر لیتی ہے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ اگر اس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت کر چکا ہو' تو اُن کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی' پھر وہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کا مہر لے کر اسے بیت المال میں جمع کروادیا تھا' لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی تھی کہ عورت کو اُس کا مہر ملے گا' کیونکہ اس شخص نے اس کی شرمگاہ کو استعمال کیا ہے' پھر اس سے پہلے شوہر سے عدت پوری ہو جائے گی' تو دوسرا شخص اگر چاہے گا' تو اس کے ساتھ شادی کرلے گا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

547-اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اُمَيَّةَ اَنَّ امْرَاَةً هَلَكَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَاعْتَدَّتْ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ثُمَّ تَزَوَّجَتْ حِيْنَ حَلَّتْ فَمَكَثَتْ عِنْدَ زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ نِصْفًا ثُمَّ وَلَدَتْ وَلَدًا تَامًّا فَجَاءَ زَوْجُهَا اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَدَعَا عُمَرُ نِسَاءً مِّنْ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ قُدَمَاءَ . فَسَاَلَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ اَنَا اُخْبِرُكَ اَمَّا هٰذِهِ الْمَرْاَةُ هَلَكَ زَوْجُهَا حِيْنَ حَمَلَتْ فَاُهْرِيْقَتِ الدِّمَاءُ فَحَشَفَ وَلَدُهَا فِىْ بَطْنِهَا فَلَمَّا اَصَابَهَا زَوْجُهَا الَّذِىْ نَكَحَتْهُ وَاَصَابَ الْوَلَدَ الْمَاءُ تَحَرَّكَ الْوَلَدُ فِىْ بَطْنِهَا وَكَبُرَ فَصَدَّقَهَا عُمَرُ بِذٰلِكَ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ اَمَا اَنَّهُ لَمْ يَبْلُغْنِىْ عَنْكُمَا اِلَّا خَيْرًا وَّ اَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْاَوَّلِ .

اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ الْوَلَدُ وَلَدُ الْاَوَّلِ لِاَنَّهَا جَاءَتْ بِهٖ عِنْدَ الْاٰخِرِ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَلَا تَلِدُ الْمَرْاَةُ وَلَدًا تَامًّا مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَهُوَ ابْنُ الْاَوَّلِ وَ يُفَرَّقُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْاٰخِرِ وَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا الْاَقَلُّ مِمَّا سُمِّىَ لَهَا وَ مِنْ مَّهْرِ مِثْلِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ عبداللہ بن ابواُمیہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون کا شوہر فوت ہوگیا' اس نے چار ماہ دس دن تک عدت پوری کی' عدت پوری کرنے کے بعد اس نے ایک اور شخص کے ساتھ شادی کرلی' پھر وہ ساڑھے چار ماہ تک دوسرے شوہر کے ہاں مقیم رہی' اس کے بعد اس نے ایک مکمل بچے کو جنم دیا' اس عورت کا شوہر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت کی خواتین کو طلب کیا اور اُن سے اس مسئلے کے بارے میں دریافت کیا' تو اُن میں سے ایک خاتون بولی: میں آپ کو اس بارے میں بتاتی ہوں' جس وقت اس عورت کا پہلا شوہر فوت ہوا تھا' اس وقت یہ حاملہ تھی' اس دوران اس کا کچھ خون بہہ گیا'

جس کے نتیجے میں اس کا بچہ اس کے پیٹ میں خشک ہوگیا تو پھر جب اُس عورت نے دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کر لی تو بچے تک پانی پہنچ گیا اس کے نتیجے میں بچہ پیٹ میں حرکت کرنے لگا اور بڑا ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی بات کی تصدیق کی اور اُن میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں کے بارے میں مجھ تک اچھی رائے ہی پہنچی ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بچے کے نسب کو (اس عورت کے) پہلے (شوہر) ساتھ لاحق کر دیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں ایسی صورت میں وہ بچہ پہلے شوہر کی اولاد شمار ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اُس بچے سمیت دوسرے شوہر کے پاس آئی تھی اور دوسرے شوہر کے ہاں چھ ماہ مکمل گزرنے سے پہلے ہی اس بچے کی پیدائش ہوگئی۔

کوئی بھی عورت چھ ماہ سے کم عرصے میں مکمل بچے کو جنم نہیں دے سکتی تو اس لیے وہ پہلے شوہر کا بیٹا شمار ہوگا اس عورت اور اس کے دوسرے شوہر کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی۔

کیونکہ اس کے دوسرے شوہر نے اس کی شرمگاہ کو استعمال کیا ہے اس لیے اُس عورت کو مہر ملے گا اور طے شدہ مہر اور مہر مثل میں سے جس مہر کی مقدار کم ہوگی وہ مہر اسے ملے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْعَزْلِ

باب 16: عزل کا بیان

548-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَعْزِلُ۔

✧✧ عامر بن سعد اپنے والد کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ وہ عزل کرلیا کرتے تھے۔

549-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَفْلَحَ مَوْلٰى اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اُمِّ وَلَدِ اَبِیْ اَيُّوْبَ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ كَانَ يَعْزِلُ۔

✧✧ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اُم ولد نے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ عزل کرلیا کرتے تھے۔

550-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ضَمْرَةُ ابْنُ سَعِيْدِ الْمَازِنِیُّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرِو بْنِ غَزِيَّةَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ فَجَآءَهُ ابْنُ قَهْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ اِنَّ عِنْدِیْ جَوَارِیَ لَيْسَ نِسَآئِی الَّتِیْ كُنَّ بِاَعْجَبَ اِلَیَّ مِنْهُنَّ وَلَيْسَ كُلُّهُنَّ يُعْجِبُنِیْ اَنْ تَحْمِلَ مِنِّیْ اَفَاَعْزِلُ قَالَ قَالَ اَفْتِهٖ يَا حَجَّاجُ قَالَ قُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ اِنَّمَا نَجْلِسُ اِلَيْكَ لِنَتَعَلَّمَ مِنْكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ حَرْثُكَ اِنْ شِئْتَ اَعْطَشْتَهٗ وَاِنْ شِئْتَ سَقَيْتَهٗ قَالَ وَقَدْ كُنْتُ اَسْمَعُ ذٰلِكَ مِنْ زَيْدٍ فَقَالَ زَيْدٌ صَدَقَ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ لَا نَرٰى بِالْعَزْلِ بَاْسًا مِّنَ الْاَمَةِ فَاَمَّا الْحُرَّةُ فَلَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّعْزَلَ عَنْهَا اِلَّا بِاِذْنِهَا وَاِذَا كَانَتِ الْاَمَةُ زَوْجَةَ الرَّجُلِ فَلَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّعْزَلَ عَنْهَا اِلَّا بِاِذْنِ مَوْلَاهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .

✦✦ حجاج بن عمرو بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' اسی دوران ابن فہد جو یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص تھا' وہاں آیا' وہ بولا: اے ابوسعید! میرے پاس کچھ کنیزیں ہیں' جو مجھے اپنی بیویوں سے بھی زیادہ پسند ہیں' لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ وہ مجھ سے حاملہ ہو جائیں تو کیا میں عزل کر لیا کروں؟ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حجاج! تم اسے فتویٰ دو! میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے! ہم تو خود آپ کے پاس سیکھنے کے لیے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' تو انہوں نے فرمایا: تم اسے فتویٰ دو!

راوی کہتے ہیں' کہ میں نے کہا: وہ تمہارا کھیت ہے اگر تم چاہو تو اسے پیاسا رکھو' اگر چاہو تو اُسے سیراب کر دو۔

راوی کہتے ہیں: میں نے یہ بات حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زبانی سن رکھی تھی (تو اسے ہی دُہرا دیا)۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہمارے نزدیک کنیز کے ساتھ عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جہاں تک آزاد عورت کا تعلق ہے' تو اس کے ساتھ اس کی اجازت کے ساتھ ہی عزل کیا جا سکتا ہے۔

جب کوئی کنیز کسی شخص کی بیوی ہو' تو اس کا شوہر اس کے آقا کی اجازت کے ساتھ اس کنیز کے ساتھ عزل کر سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

551- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَّعْزِلُوْنَ عَنْ وَّلَائِدِهِمْ لَا تَاْتِيْنِىْ وَلِيْدَةٌ فَيَعْتَرِفُ سَيِّدُهَا اَنَّهٗ قَدْ اَلَمَّ بِهَا اِلَّا اَلْحَقْتُ بِهٖ وَلَدَهَا فَاعْزِلُوْا بَعْدُ اَوِ اتْرُكُوْا

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا صَنَعَ هٰذَا عُمَرُ عَلَى التَّهْدِيْدِ لِلنَّاسِ اَنْ يُّضَيِّعُوْا وَلَائِدَهُمْ وَهُمْ يَطَئُوْنَهُنَّ وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّطِئَ جَارِيَةً لَّهٗ . فَجَآءَتْ بِوَلَدٍ فَنَفَاهُ وَاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَطِئَ جَارِيَةً لَّهٗ فَحَمَلَتْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تُلْحِقْ بِاٰلِ عُمَرَ مَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ فَجَآءَتْ بِغُلَامٍ اَسْوَدَ فَاَقَرَّتْ اَنَّهٗ مِنَ الرَّاعِىْ فَانْتَفٰى مِنْهُ عُمَرُ . وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ اِذَا حَصَّنَهَا وَلَمْ يَدَعْهَا تَخْرُجُ فَجَآءَتْ بِوَلَدٍ لَّمْ يَسَعْهُ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّنْتَفِىَ مِنْهُ فَبِهٰذَا نَاْخُذُ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنی کنیزوں کے ساتھ عزل کرتے ہیں' میرے پاس جب بھی کوئی ایسی کنیز آئی جس کا آقا اس بات کا اعتراف کر لے کہ وہ اس کنیز کے ساتھ صحبت کر چکا ہے' تو میں اس کنیز کے بچے کو اس آقا کے ساتھ لاحق کر دوں گا' اب اُن کی مرضی ہے اس کے

بعد وہ عزل کرتے ہیں یا اسے ترک کر دیتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لیے کیا تھا تا کہ وہ لوگوں کو اس بات سے روکیں کہ جو طرزِ عمل انہوں نے اپنی کنیزوں کے ساتھ اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ اُن کے ساتھ صحبت کر لیا کرتے تھے (اور بعد میں بچے کے نسب کا انکار کر دیتے تھے)۔

ہم تک یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک کنیز کے ساتھ صحبت کی اُس کنیز نے ایک بچے کو جنم دیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کی اپنی اولاد ہونے کی نفی کر دی۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک کنیز کے ساتھ صحبت کی وہ حاملہ ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! تو عمر کے خاندان کے ساتھ اس شخص کو لاحق نہ کرنا جو اُن میں سے نہیں ہے۔ تو اُس کنیز نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا پھر اس نے یہ اقرار کیا کہ وہ ایک چرواہے کی اولاد ہے تو اُس بچے کے نسب کی نفی ہو گئی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کنیز کا آقا اُسے گھر میں رکھتا ہے اور اسے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا اور پھر وہ کسی بچے کو جنم دیتی ہے تو اب اس کے اور اُس کے پروردگار کے درمیان معاملے کے اعتبار سے اُس آقا کو اس بات کی اجازت نہیں ہو گی کہ وہ اس بچے کے نسب کی نفی کر دے۔

(امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: علامہ الباجی نے یہ بات تحریر کی ہے: مشہور قول یہی ہے کہ اب حرمت ابدی طور پر ثابت ہو جائے گی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس مرد کو یہ حق حاصل ہو گا کہ جب اس عورت کی عدت پوری ہو جائے تو وہ اس کے ساتھ شادی کر لے اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی وہی ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

فقہائے احناف نے اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کیے بغیر صحبت کر لیتا ہے یعنی زنا کے طور پر اس کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے تو بعد میں وہ شخص اس عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے تو جب نکاح نہ ہونے کے باوجود صحبت کرنے کے نتیجے میں ابدی حرمت قائم نہیں ہو گی تو عدت کے دوران نکاح کرنے کی صورت میں ابدی حرمت کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔

552- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَتْ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ مَا بَالُ رِجَالٍ يَطَئُوْنَ وَلَائِدَهُمْ ثُمَّ يَدَعُوْنَهُنَّ فَيَخْرُجْنَ وَاللّٰهِ لَا يَاْتِيْنِيْ وَلِيْدَةٌ فَيَعْتَرِفُ سَيِّدُهَا اَنَّهُ قَدْ وَطِئَهَا اِلَّا اَلْحَقْتُ بِهٖ وَلَدَهَا فَاَرْسِلُوْهُنَّ بَعْدُ اَوْ اَمْسِكُوْهُنَّ ۔

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: صفیہ بنت ابوعبید نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے یہ فرمایا تھا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنی کنیزوں کے ساتھ صحبت کر لیتے ہیں اور پھر انہیں (باہر) جانے دیتے ہیں' وہ باہر نکلتی ہیں (پھر وہ حاملہ ہو جاتی ہیں' تو آقا اس کا انکار کر دیتے ہیں) اللہ کی قسم! میرے پاس ایسی جو بھی کنیز آئے گی' جس کا آقا اس بات کا اعتراف کرے گا کہ وہ اس کنیز کے ساتھ صحبت کر چکا ہے (تو میں اس کنیز کے بچے کو) اس آقا کے ساتھ لاحق کر دوں گا' اب تم لوگوں کی مرضی ہے کہ تم اس کے بعد ان کنیزوں کو چھوڑ دیتے ہو' یا انہیں روک کے رکھتے ہو۔

•••———•••———•••

شرح: عزل کا لغوی معنی کسی چیز سے الگ ہونا ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ صحبت کے وقت جب انزال کا وقت قریب ہو' تو مرد اپنے نطفے کو عورت کی شرمگاہ سے باہر گرا دے تاکہ عورت کے رحم تک نطفہ نہ پہنچ سکے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو جائے۔

امام ابن قدامہ حنبلی تحریر کرتے ہیں: عزل کرنا مکروہ ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انزال کا وقت قریب ہو' تو آدمی عورت سے الگ ہو جائے اور اس کی شرمگاہ سے باہر انزال کرے۔

حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس کا مکروہ ہونا روایت کیا گیا ہے' ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں نسل کم ہو جاتی ہے اور جس عورت کے ساتھ صحبت کی جا رہی ہے' اس کی لذت میں کمی آ جاتی ہے' ویسے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ اولاد زیادہ ہونے کے اسباب تیار کرنے چاہئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''نکاح کرو نسل بڑھاؤ' اپنی تعداد میں اضافہ کرو''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''اولاد پیدا کرنے کے قابل سیاہ رنگ کی بیوی' خوبصورت بانجھ عورت سے زیادہ بہتر ہے''۔

(ابن قدامہ کہتے ہیں:) البتہ کسی ضرورت کے پیش نظر عزل کیا جا سکتا ہے' یعنی وہ شخص عزل کر سکتا ہے جو دار الحرب میں موجود ہے۔

كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق کا بیان

بَابُ طَلَاقُ السُّنَّةِ

باب 1: سنت طلاق

553-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْرَأُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِقُبُلِ عِدَّتِهِنَّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ طَلَاقُ السُّنَّةِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا لِقُبُلِ عِدَّتِهَا طَاهِرًا مِّنْ غَيْرِ جِمَاعٍ حِيْنَ تَطْهُرُ مِنْ حَيْضِهَا قَبْلَ اَنْ يُّجَامِعَهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

"اے ایمان والو! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دیتے ہو تو انہیں اُن کی عدت سے کچھ پہلے طلاق دیدو"۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی عورت کی عدت سے پہلے عورت کو طلاق دے جبکہ وہ عورت طہر کی حالت میں ہو اور اس شخص نے اس پورے طہر کے دوران اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یعنی جب وہ عورت حیض سے پاک ہوتی ہے تو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اُسے طلاق دی جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

...——...——...

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ حسن احسن بدعی۔ احسن طلاق یہ ہے: آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو اور پھر اس عورت کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس عورت کی عدت گزر جائے۔

اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس بات کو مستحب سمجھتے تھے: وہ ایک سے زیادہ طلاق نہ دیں یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور یہ بات ان کے نزدیک اس چیز سے زیادہ فضیلت رکھتی تھی کہ آدمی ہر طہر میں ایک طلاق دے کر تین طلاقیں دیدے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: اس صورت میں آدمی ندامت سے دور رہتا ہے اور اس کا ضرر بھی کم ہوتا ہے۔

تاہم اس کے مکروہ ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حسن: اس سے مراد سنت طلاق ہے اور وہ یہ ہے: آدمی مدخول بہا (بیوی) کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بدعت ہے اور صرف ایک ہی طلاق دینا مباح ہے' اس کی وجہ یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممنوعیت ہے اور اس کو چھٹکارے کے حصول کے لئے مباح قرار دیا گیا ہے اور وہ چیز ایک طلاق کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔
ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:
''سنت یہ ہے: تم طہر آنے دو اور پھر ہر ایک طہر میں ایک طلاق دو''۔
اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حکم کا مدار ضرورت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور وہ (دلیل) ایسے زمانے میں طلاق کا اقدام کرنا ہے جس میں دوبارہ نئے سرے سے رغبت پیدا ہو چکی ہو اور یہ چیز ''طہر'' کے زمانے میں ہوتی ہے ایسا ''طہر'' جس میں صحبت نہ کی گئی ہو اس لیے ضرورت کی دلیل کی طرف دیکھتے ہوئے' دوبارہ حاجت ہونے کی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔
پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے: زیادہ بہتر یہ ہے: آدمی طلاق دینے کو طہر کے آخری حصے تک مؤخر کرے تاکہ عدت کو طول دینے سے بچ سکے' تاہم زیادہ مناسب یہ ہے: جیسے ہی عورت پاک ہو' مرد اسے طلاق دیدے کیونکہ وہ اگر اس کو مؤخر کرے گا' تو ہو سکتا ہے' اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے۔
چونکہ وہ طلاق دینے کا ارادہ تو کر چکا ہے' تو اس صورت میں وہ صحبت کرنے کے بعد طلاق واقع کرنے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔
بدعت طلاق یہ ہے: شوہر ایک ہی کلمے کے ذریعے' تین طلاقیں دیدے' یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدے' جب وہ ایسا کرے گا' تو طلاق واقع ہو جائے گی' اور وہ شخص گنہگار ہوگا۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی بھی طریقے کے ساتھ طلاق دینا مباح ہے' کیونکہ یہ ایک ایسا تصرف ہے' جو مشروع ہے تاکہ اس کے ذریعے حکم مستفاد ہو سکے لہٰذا مشروعیت ممانعت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جبکہ حیض کی حالت میں طلاق دینے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہاں عورت کی عدت کو طول دینا حرام ہے' طلاق دینا منع نہیں ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممانعت ہے' کیونکہ اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے جس کے ذریعے بہت سے دینی اور دنیاوی مصالح متعلق ہوتے ہیں اور علیحدگی کی ضرورت کے پیش نظر اسے مباح قرار دیا گیا ہے' جبکہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اور مختلف طہروں میں متفرق طور پر دینے کی ضرورت بھی ثابت ہوگی' اس کی حاجت کی دلیل کو سامنے رکھتے ہوئے اور کیونکہ بذات خود اس کی ضرورت موجود ہے' اس لیے اس پر دلیل کو متصور کرنا بھی ممکن ہوگا۔
اپنی ذات کے اعتبار سے یہ مشروع اس حیثیت سے ہے کہ اس کے ذریعے رقیت زائل ہو جاتی ہے' اور یہ بات ممانعت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ اس میں ''غیر'' کا مفہوم پایا جا رہا ہے اور وہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔
اسی طرح ایک طہر میں' دو طلاقیں دینا بھی بدعت ہے' جس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔
ایک بائنہ طلاق کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المبسوط میں یہ بات بیان کی ہے: ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرے گا' کیونکہ علیحدگی اختیار کرنے

میں کسی اضافی صفت کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہ اضافی صفت ''بینونہ'' ہے۔

زیادات کی روایات میں یہ بات ہے: ایسا مکروہ نہیں ہے' کیونکہ اس صورت میں فوراً چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

طلاق میں سنت دو اعتبار سے ہوتی ہے' وقت کے اعتبار سے سنت اور عدد کے اعتبار سے سنت۔

تعداد کے اعتبار سے سنت میں' مدخول بہا اور غیر مدخول بہا (دونوں طرح کی بیویاں) برابر ہوں گی' جیسا کہ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

وقت کے اعتبار سے سنت صرف ''مدخول بہا'' بیوی کے ساتھ ثابت ہوگی اور وہ یہ ہے: آدمی اس عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے' جس میں اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے: داعیہ پیدا کرنے والی چیز دلیل حاجت ہے اور وہ ایسے زمانے میں طلاق دینا ہے' جس میں رغبت نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے اور یہ زمانہ وہ طہر ہے' جس میں صحبت نہ کی گئی ہو' جہاں تک حیض کے زمانے کا تعلق ہے' تو وہ نفرت کا زمانہ ہے اور طہر میں ایک مرتبہ صحبت کر لینے کے بعد رغبت کم ہو جاتی ہے۔

غیر مدخول بہا عورت کو آدمی طہر یا حیض کسی بھی حالت میں طلاق دے سکتا ہے' جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے' وہ اس عورت کو مدخول بہا عورت پر قیاس کرتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے: غیر مدخول بہا عورت میں دلچسپی برقرار رہتی ہے اور یہ اسے حیض آنے سے کم نہیں ہوتی' جب تک مرد کا مقصود اس سے حاصل نہ ہو (یعنی مرد اس کے ساتھ صحبت نہ کر لے) جبکہ مدخول بہا عورت کے اندر طہر کے ساتھ یہ دلچسپی نئے سرے سے ہوتی ہے۔

554- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَآئِضٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حدیث 554: اخرجه مالك فی ''المؤطا'' بروایة یحییٰ بن یحییٰ المصمودی' کتاب الطلاق' باب ما جاء فی الأقراء وعدة الطلاق وطلاق الحائض - حدیث: 1204 اخرجه البخاری فی ''صحیحه''، کتاب الطلاق' باب قول الله تعالی : یا أیها النبی إذا طلقتم النساء - حدیث: 4957 اخرجه المسلم فی ''صحیحه''، کتاب الطلاق' باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها - حدیث: 2754 اخرجه الترمذی فی ''سننه''، أبواب الطلاق واللعان - باب ما جاء فی طلاق السنة' حدیث: 1131 اخرجه ابن ماجة فی ''سننه''، کتاب الطلاق' باب الحامل کیف تطلق - حدیث: 2019 اخرجه ابوداؤد فی ''سننه''، کتاب الطلاق' أبواب تفریع أبواب الطلاق - باب فی طلاق السنة' حدیث: 1881 اخرجه النسائی فی ''سننه''، کتاب الطلاق' باب : وقت الطلاق للعدة التی أمر الله عز وجل ان - حدیث: 3353 اخرجه النسائی فی ''سننه الکبریٰ''، کتاب الطلاق' ما یفعل إذا طلقها تطلیقة وهی حائض - حدیث: 5427 مسند احمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حدیث: 5013 اخرجه ابن حبان فی ''صحیحه''، کتاب الطلاق' ذکر الأمر لمن أراد أن یطلق امرأته أن یطلقها فی طهرها - حدیث: 4324 اخرجه الدارمی فی ''سننه''، ومن کتاب الطلاق' باب السنة فی الطلاق - حدیث: 2229 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی ''مصنفه''، کتاب الطلاق' باب طلاق الحائض والنفساء - حدیث: 10619 سنن سعید بن منصور - کتاب الطلاق' باب الرجل یطلق امرأته وهی حائض - حدیث: 1477 اخرجه ابن ابی شیبة فی ''مصنفه''، کتاب الطلاق' ما قالوا فی طلاق السنة ما ومتی یطلق ؟ - حدیث: 14200

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عُمَرُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ اِنْ شَاءَ بَعْدُ اَمْسَكَهَا وَاِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو طلاق دیدی وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں تھی یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کی بات ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے) کہو کہ وہ اُس عورت سے رجوع کرے' پھر اُسے اپنے ساتھ رکھے یہاں تک کہ جب وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے' پھر وہ پاک ہو جائے' پھر اگر عبداللہ چاہے' تو اُسے اپنے ساتھ رکھے اگر چاہے' تو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے' یہ وہ عدت ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے مطابق عورتوں کو طلاق دی جائے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

بَابُ طَلَاقِ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

باب 2: جو آزاد عورت کسی غلام کی بیوی ہو اس کی طلاق کا حکم

555- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ نُفَيْعًا مُكَاتَبَ اُمِّ سَلَمَةَ كَانَتْ تَحْتَهُ اِمْرَاَةٌ حُرَّةٌ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيْقَتَيْنِ فَاسْتَفْتٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ حَرُمَتْ عَلَيْكَ .

✦✦ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکاتب غلام نفیع کی بیوی ایک آزاد عورت تھی' اس غلام نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیدیں' پھر اُس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: تمہاری بیوی تمہارے لیے حرام ہو گئی ہے۔

•••——•••——•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کنیز کو دو طلاقیں دی جاتی ہیں' خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو' اور آزاد عورت کو تین طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طلاق کی تعداد میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا' اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''طلاق مردوں کے حساب سے ہوتی ہے اور عدت عورتوں کے حساب سے ہوتی ہے''۔

(اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے) مالک ہونا ایک اعزاز ہے اور آدمیت اس کا تقاضا کرتی ہے اور آزاد شخص میں آدمیت کا مفہوم زیادہ کامل طور پر پایا جاتا ہے' لہٰذا اس میں مالک ہونے کا مفہوم زیادہ اور بلیغ ہو گا۔

ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''کنیز کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے''۔

ایک دلیل یہ ہے: حلیت کا حلال ہونا اس کے حق میں ایک نعمت ہے اور غلام ہونا نعمتوں کے نصف کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے' تاہم کیونکہ عقدہ کو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا لہٰذا دو مکمل عقدے (اس کے حق میں لازم ہوں گے)۔

وہ روایت (جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے) نقل کی گئی ہے' اس کی تاویل یہ ہوگی: طلاق دینے کا اختیار مردوں کو ہوتا ہے۔

556- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ نُفَيْعًا كَانَ عَبْدًا لِاُمِّ سَلَمَةَ اَوْمُكَاتَبًا وَّكَانَتْ تَحْتَهُ اِمْرَاَةٌ حُرَّةٌ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيْقَتَيْنِ . ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّرَاجِعَهَا فَاَمَرَهُ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عُثْمَانَ فَيَسْاَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَلَقِيَهُ عِنْدَ الدَّرَجِ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَسَاَلَهُ فَابْتَدَرَاهُ جَمِيْعًا فَقَالَا حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَرُمَتْ عَلَيْكَ .

✦✦ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نفیع نامی صاحب سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) مکاتب غلام تھے' ان کی بیوی ایک آزاد عورت تھی' اس غلام نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیدیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے اس غلام کو یہ ہدایت کی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے یہ مسئلہ دریافت کریں' تو وہ غلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ''درج'' کے پاس ملا' اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا تو ان دونوں حضرات نے تیزی سے یہ جواب دیا کہ وہ عورت تمہارے لیے حرام ہوچکی ہے' وہ عورت تمہارے لیے حرام ہوچکی ہے۔

557- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا طَلَّقَ الْعَبْدُ اِمْرَاَتَهُ اِثْنَتَيْنِ فَقَدْ حَرُمَتْ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ حُرَّةً كَانَتْ اَوْ اَمَةً وَّعِدَّةُ حُرَّةٍ ثَلٰثَةُ قُرُوْءٍ وَعِدَّةُ الْاَمَةِ حَيْضَتَانِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ هٰذَا فَاَمَّا مَا عَلَيْهِ فُقَهَاؤُنَا فَاِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ الطَّلَاقُ بِالنِّسَاءِ وَالْعِدَّةُ بِهِنَّ لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ فَاِنَّمَا الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ فَاِذَا كَانَتِ الْحُرَّةُ وَزَوْجُهَا عَبْدٌ فَعِدَّتُهَا ثَلٰثَةُ قُرُوْءٍ وَطَلَاقُهَا ثَلٰثُ تَطْلِيْقَاتٍ لِلْعِدَّةِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَاِذَا كَانَ الْحُرُّ تَحْتَهُ اَمَةٌ فَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ وَطَلَاقُهَا لِلْعِدَّةِ تَطْلِيْقَتَانِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیدیتا ہے' تو وہ عورت (اس کے لیے) حرام ہوجائے گی یہاں تک کہ وہ دوسرے شخص کے ساتھ شادی کرکے (بیوہ یا طلاق یافتہ ہوجائے) خواہ وہ عورت آزاد ہو یا کنیز ہو' البتہ آزاد عورت کی عدت تین حیض ہوگی اور کنیز کی عدت دو حیض ہوگی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' ہمارے یہاں کے فقہاء جس بات کے قائل ہیں' وہ یہ کہتے ہیں' کہ طلاق میں عورتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے اور عدت میں بھی عورتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے'

س کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
''تو تم اُن کی عدت کے حساب سے انہیں طلاق دو''۔
تو طلاق عدت کے حساب سے ہوتی ہے' تو جب بیوی آزاد عورت ہواور اس کا شوہر غلام ہو' تو عورت کی عدت تین حیض ہوگی' اس کی طلاق بھی تین ہونی چاہیے۔ جو عدت کے اعتبار سے ہو' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
اور جب کوئی شوہر آزاد ہواور اس کی بیوی کنیز ہو' تو عورت کی عدت دو حیض ہوگی' تو اس کی طلاق بھی اس کی عدت کے حساب سے دو طلاقیں ہونی چاہیے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

558- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ يَزِيْدَ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ اَبِيْ رَبَاحٍ يَقُوْلُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ طَالِبٍ اَلطَّلَاقُ بِالنِّسَآءِ وَالْعِدَّةُ بِهِنَّ وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں' کہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: طلاق میں عورت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور عدت میں بھی انہیں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَايُكْرَهُ لِلْمُطَلَّقَةِ الْمَبْتُوْتَةِ وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا مِنَ الْمَبِيْتِ فِيْ غَيْرِ بَيْتِهَا

باب 3: جس عورت کو طلاقِ بتہ دی گئی ہے اور جو عورت بیوہ ہو چکی ہو اُس کا اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور رہنا مکروہ ہے

559- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لَا تَبِيْتُ الْمَبْتُوْتَةُ وَلَا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا اِلَّا فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اَمَّا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا فَاِنَّهَا تَخْرُجُ بِالنَّهَارِ فِيْ حَوَائِجِهَا وَلَا تَبِيْتُ اِلَّا فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَاَمَّا الْمُطَلَّقَةُ مَبْتُوْتَةً كَانَتْ اَوْغَيْرَ مَبْتُوْتَةٍ فَلَا تَخْرُجُ لَيْلًا وَّلَا نَهَارًا مَّادَامَتْ فِيْ عِدَّتِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جس عورت کو طلاقِ بتہ دی گئی ہو یا جو عورت بیوہ ہو چکی ہو' وہ اپنے شوہر کے ہی گھر میں رہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
جہاں تک بیوہ عورت کا تعلق ہے' تو وہ دن کے وقت اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے باہر نکل سکتی ہے' البتہ رات وہ اپنے گھر میں ہی بسر کرے گی۔
جہاں تک طلاق یافتہ عورت کا تعلق ہے خواہ اس کو طلاق بتہ دی گئی ہو یا طلاق بتہ نہ دی گئی ہو' وہ رات کے وقت یا دن کے وقت

کسی بھی وقت گھر سے باہر نہیں نکل سکتی جب تک وہ عدت بسر کر رہی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو یا جس کو طلاق بتہ دی گئی ہو اس کے لئے رات کے وقت یا دن کے وقت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

البتہ بیوہ عورت دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے اور رات کے کچھ حصے میں بھی باہر رہ سکتی ہے لیکن وہ اپنے گھر سے باہر کہیں رات نہیں بسر کرے گی۔

جہاں تک طلاق یافتہ عورت کا تعلق ہے تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں سوائے اس کے جب وہ واضح طور پر برائی کا ارتکاب کریں''۔

ایک قول کے مطابق یہاں ''فاحشہ'' سے مراد گھر سے نکلنا ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد زنا کرنا ہے البتہ اگر ان پہ حد قائم کی جائے تو وہ باہر نکلے گی۔

جہاں تک بیوہ عورت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے: اس کا خرچ کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا اس لیے وہ دن کے وقت باہر نکلنے کی محتاج ہوگی تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور بعض اوقات آدمی کو گھر واپس آتے ہوئے رات ہو جاتی لیکن طلاق یافتہ عورت کا حکم مختلف ہے اس کی وجہ یہ ہے: اس کا خرچ اس کے شوہر کے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔

البتہ اگر اس نے اپنی عدت کے دوران کے خرچ کے عوض خلع حاصل کر لیا ہو تو ایک قول کے مطابق وہ دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے اور ایک قول کے مطابق پھر بھی نہیں نکلے گی کیونکہ اس نے خود اپنے حق کو ساقط کیا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے وہ حق باطل نہیں ہوگا جو اس کے ذمے لازم ہے۔

بَابُ الرَّجُلُ يَاْذَنُ لِعَبْدِهٖ فِى التَّزْوِيْجِ هَلْ يَجُوْزُ طَلَاقُ الْمَوْلٰى عَلَيْهِ

باب 4: جب کوئی شخص اپنے غلام کو شادی کی اجازت دے تو کیا اس شخص کے طلاق دینے سے (غلام کی طرف سے) طلاق ہو جائے گی

560- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَذِنَ لِعَبْدِهٖ فِىْ اَنْ يَّنْكِحَ فَاِنَّهٗ لَا يَجُوْزُ لِامْرَاَتِهٖ طَلَاقٌ اِلَّا اَنْ يُّطَلِّقَهَا الْعَبْدُ فَاَمَّا اَنْ يَّاْخُذَ الرَّجُلُ اَمَةَ غُلَامِهٖ اَوْ اَمَةَ وَلِيْدَتِهٖ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو یہ اجازت دیتا

ہے کہ وہ نکاح کر لے تو پھر اس عورت کو طلاق دینے کا حق بھی اس غلام کو ہی حاصل ہوگا' لیکن اگر کوئی شخص اپنے غلام کی کنیز کو' یا اپنی کنیز کی کنیز کو حاصل کر لیتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ کسی عورت کے ساتھ شادی کرلے اور پھر اس عورت کو طلاق دیدے' تو اس عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی' لیکن اگر اس کا آقا اس غلام کی بیوی کو طلاق دیدے' تو یہ واقع نہیں ہوگی' کیونکہ نکاح کی ملکیت غلام کا حق ہے' لہٰذا یہ ساقط بھی غلام کی طرف سے ہوگا آقا کی طرف سے نہیں ہوگا۔

561- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدًا لِبَعْضِ ثَقِيْفٍ جَآءَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ سَيِّدِىْ اَنْكَحَنِىْ جَارِيَتَهٗ فُلَانَةَ وَكَانَ عُمَرُ يَعْرِفُ الْجَارِيَةَ وَهُوَ يَطَاُهَا فَاَرْسَلَ عُمَرُ اِلَى الرَّجُلِ فَقَالَ مَافَعَلَتْ جَارِيَتُكَ قَالَ هِىَ عِنْدِىْ قَالَ هَلْ تَطَاُهَا فَاَشَارَ اِلَيْهِ بَعْضُ مَنْ كَانَ عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ لَا فَقَالَ عُمَرُ اَمَا وَاللّٰهِ لَوِ اعْتَرَفْتَ لَجَعَلْتُكَ نَكَالًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ اِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهٗ عَبْدَهٗ اَنْ يَّطَاَهَا لِاَنَّ الطَّلَاقَ وَالْفُرْقَةَ بِيَدِ الْعَبْدِ اِذَا زَوَّجَهٗ مَوْلَاهُ وَلَيْسَ لِمَوْلَاهُ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَهُمَا بَعْدَ اَنْ زَوَّجَهَا فَاِنْ وَّطِئَهَا يُنْدَمُ اِلَيْهِ فِىْ ذٰلِكَ فَاِنْ عَادَ اَدَّبَهُ الْاِمَامُ عَلٰى قَدْرِ مَا يَرٰى مِنَ الْحَبْسِ وَالضَّرْبِ وَلَا يَبْلُغُ بِذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ سَوْطًا .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ثقیف قبیلے کے کسی شخص کا ایک غلام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: میرے آقا نے میری شادی فلاں کنیز کے ساتھ کر دی۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کنیز کو جانتے تھے۔ (وہ شخص بولا:) وہ آقا اُس کنیز کے ساتھ صحبت بھی کرتا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور بولا: تم نے اپنی کنیز کے ساتھ کیا کام کیا ہے؟ تو اُس شخص نے کہا: وہ کنیز تو میرے پاس ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تم اس کے ساتھ صحبت کرتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی شخص نے اس کو اشارہ کیا' تو اُس شخص نے جواب دیا: نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ اعتراف کر لیتے تو میں نے تمہیں سزا دینا تھی۔

✦✦ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب کوئی شخص اپنی کنیز کی شادی کسی غلام سے کر دے تو اب وہ شخص خود اس عورت کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اب طلاق اور علیحدگی کا اختیار غلام کے پاس جا چکا ہے' جب اس کے آقا نے اس کی شادی کر دی ہے' اُس کے آقا کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ میاں بیوی کے درمیان

علیحدگی کروادے جبکہ وہ خود اس کنیز کی شادی کر چکا ہے۔

اگر وہ آقا خود اُس کنیز کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے تو اس بارے میں اُسے ملامت کی جائے گی۔

اگر وہ دوبارہ ایسا کرتا ہے تو حاکم وقت اس کو ادب سکھائے گا (خواہ وہ سزا کے طور پر ہو) یعنی اسے قید کر دے یا اُس کی پٹائی کرے تاہم اس کی سزا چالیس کوڑوں سے کم ہوگی۔

۲۴۲ ۔بَاب اَلْمَرْءَةُ تَخْتَلِعُ مِنْ زَوْجِهَا بِاَكْثَرَ مِمَّا اَعْطَاهَا اَوْ اَقَلَّ

باب 5: شوہر نے بیوی کو (مہر کے طور پر) جو رقم دی ہو بیوی کا اس سے زیادہ یا اُس سے کم ادائیگی کر کے خلع حاصل کرنا

562- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ مَوْلَاةً لِصَفِيَّةَ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَيْءٍ لَّهَا فَلَمْ يُنْكِرْهُ ابْنُ عُمَرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ مَا اخْتَلَعَتْ بِهِ اِمْرَاَةٌ مِّنْ زَوْجِهَا وَهُوَ جَائِزٌ فِى الْقَضَاءِ وَمَا نُحِبُّ لَهُ اَنْ يَّاْخُذَ اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطَاهَا وَاِنْ جَاءَ النُّشُوْزُ مِنْ قِبَلِهَا فَاَمَّا اِذَا جَاءَ النُّشُوْزُ مِنْ قِبَلِهٖ لَمْ نُحِبَّ لَهُ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا قَلِيْلًا وَّلَا كَثِيْرًا وَّاِنْ اَخَذَ فَهُوَ جَائِزٌ فِى الْقَضَاءِ وَهُوَ مَكْرُوْهٌ لَّهُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اہلیہ) سیدہ صفیہ (بنت عبید) رضی اللہ عنہا کی کنیز نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کیا تھا' ہر اُس چیز کے عوض میں جو اسے (شوہر کی طرف سے) ملی تھی' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا انکار نہیں کیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورت جتنی بھی رقم کے عوض میں شوہر سے خلع حاصل کرتی ہے' تو قاضی کے فیصلے کے اعتبار سے وہ درست ہوگا' تاہم ہم مرد کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اس نے مہر کے طور پر عورت کو جو ادائیگی کی تھی' اُس سے زیادہ وصول کرلے' اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو رہی ہو' لیکن اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو رہی ہو' تو پھر ہم مرد کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے کہ وہ عورت سے کچھ بھی وصول کرے' خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو' لیکن اگر وہ وصول کر لیتا ہے' تو قضاء کے اعتبار سے ایسا کرنا جائز ہوگا' تاہم اس شخص اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملے کے اعتبار سے ایسا کرنا مکروہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے' اور ان دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو اس بارے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت' اپنی ذات کے فدیہ کے طور پر' کچھ مال دے کے' اس کے عوض میں خلع حاصل کرے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اس کے بارے میں جو وہ عورت فدیہ دیتی ہے''۔

جب وہ دونوں ایسا کریں گے تو اس خلع کے نتیجے میں ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ عورت کے ذمے مال کی ادائیگی لازم ہوگی اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''خلع بائنہ طلاق ہے''۔

دوسری بات یہ ہے: خلع میں طلاق کا احتمال موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ لفظ خلع کے ذریعے کنایہ مراد لیا جا سکتا ہے اور کنایہ کے ذریعے ہمیشہ بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے البتہ خلع میں جب مال کا ذکر کر دیا جائے تو پھر (طلاق کی) نیت کی ضرورت نہیں رہتی۔

تیسری بات یہ ہے: عورت صرف اسی وجہ سے اپنے ذمے مال کی ادائیگی کو لازم کرتی ہے کہ اس کی ذات اس کے قبضے میں آ جائے (یعنی اسے طلاق بائنہ مل جائے) اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ بائنہ ہو جائے۔

بَابُ الْخُلْعُ كَمْ يَكُوْنُ مِنَ الطَّلَاقِ

باب 6: خلع سے کتنی طلاقیں ہوتی ہیں؟

563- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جُمْهَانَ مَوْلَى الْاَسْلَمِيِّيْنَ عَنْ اُمِّ بَكْرِ الْاَسْلَمِيَّةِ اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُسَيْدٍ ثُمَّ اَتَيَا عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ هِيَ تَطْلِيْقَةٌ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ سَمَّتْ شَيْئًا فَهُوَ عَلٰى مَاسَمَّتْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ الْخُلْعُ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ سَمّٰى ثَلَاثًا اَوْنَوَاهَا فَيَكُوْنُ ثَلَاثًا .

✧✧ اُم بکر اسلمیہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے شوہر عبداللہ بن اسید سے خلع حاصل کر لیا پھر یہ دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ اس مسئلے کے بارے میں دریافت کریں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہوگی البتہ اگر عورت نے کچھ طے کیا ہو تو وہ عورت کی متعین کردہ تعداد کے مطابق شمار ہوگی۔

●● امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں خلع ایک بائنہ طلاق شمار ہوتی ہے البتہ اگر مرد تین متعین کر دے یا تین کی نیت کرے تو تین ہو جائیں گی۔

بَابُ الرَّجُلِ يَقُوْلُ اِذَا نَكَحْتُ فُلَانَةَ فَهِيَ طَالِقٌ

باب 7: جو شخص یہ کہے: جب میں نے فلاں عورت کے ساتھ شادی کی تو اسے طلاق ہوگی

564- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُجَبَّرٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ اِذَا نَكَحْتُ فُلَانَةَ فَهِيَ طَالِقٌ فَهِيَ كَذٰلِكَ اِذَا نَكَحَهَا وَاِنْ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً اَوِ اثْنَتَيْنِ اَوْثَلَاثًا فَهُوَ كَمَا قَالَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کہ جب کوئی شخص یہ کہے: اگر میں نے فلاں عورت کے ساتھ شادی کی تو اُسے طلاق ہوگی تو ایسا ہی ہوگا' وہ شخص جیسے ہی اُس عورت کے ساتھ نکاح کرے گا (تو اسے طلاق ہو جائے گی) اگر اُس شخص نے ایک طلاق دینے کا کہا تھا تو ایک ہوگی' اگر دو کا کہا تھا تو دو ہوں گی' اگر تین کا کہا تھا تو تین ہوں گی' وہ اُس کے بیان کے مطابق واقع ہو جائیں گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایت فرماتے ہیں: اگر مرد طلاق کو (ہونے والے) نکاح کے ساتھ مشروط کر دے' تو نکاح کے ہونے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی' جیسے کوئی شخص کسی خاتون سے یہ کہے: "اگر میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا تو تمہیں طلاق ہے" یا یہ کہہ دے "ہر وہ عورت جس کے ساتھ میں شادی کروں اسے طلاق ہے"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "نکاح سے پہلے طلاق نہیں دی جا سکتی"۔

ہماری دلیل یہ ہے: یہ تصرف یمین (مشروط کرنے) کے اعتبار سے ہے' کیونکہ اس میں شرط اور جزا دونوں موجود ہیں' لہٰذا اس کی درستگی کے لئے زمانہ حال میں ملکیت ہونا شرط نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے: طلاق واقع تو اس وقت ہوگی' جب شرط پائی جائے گی' اور اس وقت ملکیت یقینی طور پر مرد کو حاصل ہوگی' اس سے پہلے اس کا اثر کرنا منع ہے۔ تاہم یہ چیز تصرف کرنے والے شخص کے ساتھ لاحق ہوگی' اور حدیث اس بات پر محمول ہوگی کہ اس میں فوری نفاذ کی نفی کی گئی ہے اور یہ مفہوم اسلاف سے منقول ہے جیسے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ' امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات ہیں۔

———

565- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّيْ قُلْتُ اِنْ تَزَوَّجْتُ فُلَانَةً فَهِيَ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ قَالَ اِنْ تَزَوَّجْتَهَا فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تُكَفِّرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ يَكُوْنُ مُظَاهِرًا مِنْهَا اِذَا تَزَوَّجَهَا وَلَا يَقْرَبُهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ .

✧✧ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' وہ بولا: میں نے یہ کہا تھا کہ اگر میں نے فلاں عورت کے ساتھ شادی کی تو وہ میرے لیے میری ماں کی پشت کی مانند ہوگی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جب اس عورت کے ساتھ شادی کر لو گے تو اس وقت تک اس کے قریب نہ جانا جب تک (ظہار کا) کفارہ ادا نہیں کر لیتے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ ایسا شخص عورت کے ساتھ ظہار کرنے والا شمار ہوگا' جب وہ اس عورت کے

ساتھ شادی کرے گا' تو وہ اس وقت تک اس کے قریب نہیں جائے گا' جب تک ظہار کا کفارہ ادا نہیں کر دیتا۔

اَلْمَرْاَۃُ یُطَلِّقُھَا زَوْجُھَا تَطْلِیْقَۃً اَوْ تَطْلِیْقَتَیْنِ فَتَتَزَوَّجُ زَوْجًا ثُمَّ یَتَزَوَّجُھَا الْاَوَّلُ

باب 8: عورت کو اس کا شوہر ایک یا دو طلاقیں دیدے' پھر وہ عورت دوسرے شخص کے ساتھ شادی کرے (پھر اس سے طلاق لینے کے بعد) پہلا شخص اس کے ساتھ شادی کرلے

566- اَخْبَرَنَا مَالِکٌ اَخْبَرَنَا الزُّھْرِیُّ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ اسْتَفْتٰی عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِیْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ تَطْلِیْقَۃً اَوْ تَطْلِیْقَتَیْنِ وَتَرَکَھَا حَتّٰی تَحِلَّ ثُمَّ تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ فَیَمُوْتُ اَوْ یُطَلِّقُھَا فَیَتَزَوَّجُھَا زَوْجُھَا الْاَوَّلُ عَلٰی کَمْ ھِیَ قَالَ عُمَرُ ھِیَ عَلٰی مَابَقِیَ مِنْ طَلَاقِھَا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِھٰذَا نَاْخُذُ فَاَمَّا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ فَقَالَ اِذَا عَادَتْ اِلَی الْاَوَّلِ بَعْدَ مَادَخَلَ بِھَا الْاٰخَرُ عَادَتْ عَلٰی طَلَاقٍ جَدِیْدٍ ثَلَاثِ تَطْلِیْقَاتٍ مُسْتَقْبِلَاتٍ وَفِیْ اَصْلِ بْنِ الصَّوَّافِ وَھُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ۔

✦✦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے کر چھوڑ دیتا ہے' یہاں تک کہ اُس کی عدت ختم ہو جاتی ہے' پھر وہ عورت کسی دوسرے شخص کے ساتھ شادی کرلیتی ہے' پھر وہ دوسرا شخص فوت ہو جاتا ہے یا اُسے طلاق دیدیتا ہے' تو کیا پہلے والا شوہر اس کے ساتھ دوبارہ شادی کرسکتا ہے؟ اگر (ہاں) تو پھر اُسے کتنی طلاقوں کا حق حاصل ہوگا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جتنی طلاقیں باقی رہ گئی تھیں (صرف اُن کا حق حاصل ہوگا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جب وہ عورت پہلے شوہر کے پاس واپس آجاتی ہے اور دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ صحبت بھی کرلی ہو' تو اب پہلے شوہر کو دوبارہ نئے سرے سے تین طلاقوں کا حق حاصل ہو جائے گا۔

ابن صواف نے کتاب الاصل میں یہ بات تحریر ہے: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی مرد آزاد بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے' تو عورت عدت گزارنے کے بعد دوسری شادی کرلے پھر طلاق حاصل کرنے کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ شادی کرلے تو مرد کو تین طلاقوں کا حق حاصل ہوگا اور دوسرا شوہر تین سے کم طلاقوں کو کالعدم کردے گا' جیسا کہ وہ تین طلاقوں کو کالعدم کردیتا ہے' یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: دوسرا شوہر تین سے کم طلاقوں کو کالعدم نہیں کرے گا' کیونکہ قرآن پاک کی نص سے یہ بات ثابت ہے: دوسرا شوہر حرمت کی انتہاء کو معدوم کرتا ہے' اس لئے انتہائی حرمت ثابت ہونے سے پہلے اختتام اور کالعدم کرنے

کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''حلالہ کرنے والے شخص اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو محلل (حلال کرنے والا) کا نام دیا ہے اور یہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو حلت کو ثابت کر دے۔

جب شوہر بیوی کو تین طلاقیں دیدے اور بیوی یہ کہہ دے: میری عدت پوری ہو چکی ہے اور میں نے دوسرے شوہر کے ساتھ شادی بھی کر لی اور اس نے میرے ساتھ صحبت بھی کر لی اور پھر اس نے مجھے طلاق بھی دیدی اور میری دوسرے شوہر سے بھی عدت گزر چکی ہے تو اگر یہ اتنی طویل مدت ہو کہ جس میں ان تمام باتوں کا عملی طور پر ہونا ممکن ہو تو مرد کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ اس بارے میں عورت کے بیان کی تصدیق کردے

لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے: شوہر کے غالب گمان میں عورت کی بات کا سچ ہونا غالب ہو اس کی وجہ یہ ہے: عورت کی بات کا تعلق یا تو دین کے معاملے سے ہے یا دنیا کے معاملے سے ہے کیونکہ اس کا تعلق حلال ہونے کے ساتھ ہے اس لیے دونوں صورتوں میں اس کی خبر واحد قبول کی جائے گی۔

عورت کا یہ اطلاع دینا غیر مناسب بھی نہیں ہے جبکہ اتنی مدت بھی گزر چکی ہو جس میں ان تمام باتوں کے پائے جانے کا امکان موجود ہو لیکن اگر اتنی مدت نہ گزری ہو تو اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جسے ہم عدت کے بیان میں نقل کریں گے۔



اَلرَّجُلُ يَجْعَلُ اَمْرَ امْرَاَتِهٖ بِيَدِهَا اَوْ غَيْرِهَا

باب 9: وہ شخص جو اپنی بیوی کا معاملہ بیوی کے یا کسی اور کے سپرد کر دیتا ہے

567- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا عِنْدَهٗ فَاَتَاهُ بَعْضُ بَنِىْ اَبِىْ عَتِيْقٍ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ فَقَالَ لَهٗ مَاشَاْنُكَ قَالَ مَلَّكْتُ امْرَاَتِىْ اَمْرَهَا بِيَدِهَا فَفَارَقَتْنِىْ فَقَالَ لَهٗ مَاحَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ الْقَدْرُ قَالَ لَهٗ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ارْتَجِعْهَا اِنْ شِئْتَ . فَاِنَّمَا هِىَ وَاحِدَةٌ وَاَنْتَ اَمْلَكُ بِهَا

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا عِنْدَنَا عَلٰى مَانَوَى الزَّوْجُ فَاِنْ نَوٰى وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ وَهُوَ خَاطِبٌ مِّنَ الْخُطَّابِ وَاِنْ نَوٰى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ اَلْقَضَاءُ مَاقَضَتْ .

✧✧ خارجہ بن زید بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران بنو

ابی عتیق سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اُن کے پاس آیا' اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ وہ بولا: میں نے اپنی بیوی کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا تو اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ وہ بولا: اللہ کی مرضی تھی' تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم اگر چاہو تو اس عورت سے رجوع کر سکتے ہو' کیونکہ ابھی صرف ایک طلاق ہوئی ہے اور تم اس سے زیادہ کے مالک ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہاں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا' اگر اس نے ایک کی نیت کی ہوگی' تو ایک بائنہ طلاق ہوگی اور پھر اس کے بعد وہ شخص دیگر لوگوں کی طرح نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے تین طلاقوں کی نیت کی ہو' تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس صورت میں عورت کے فیصلے کا اعتبار کیا جائے گا۔

568- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا خَطَبَتْ عَلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ قَرِيْبَةَ بِنْتَ اَبِىْ اُمَيَّةَ فَزَوَّجَتْهُ ثُمَّ اِنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ وَقَالُوْا مَا زَوَّجْنَا اِلَّا عَآئِشَةَ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَذَكَرَتْ لَهٗ ذٰلِكَ فَجَعَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اَمْرَ قَرِيْبَةَ بِيَدِهَا فَاخْتَارَتْهُ وَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِاَخْتَارَ عَلَيْكَ اَحَدًا فَقَرَّتْ تَحْتَهٗ فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ طَلَاقًا.

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے لیے قریبہ بنت ابوامیہ کا رشتہ مانگا' تو قریبہ کی اُن کے ساتھ شادی ہو گئی' پھر ان کے رشتہ دار عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے ناراض ہو گئے اور بولے: ہم نے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر شادی کی تھی' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبدالرحمٰن کو پیغام بھیجا اور ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو عبدالرحمٰن نے قریبہ کا معاملہ اس کے اختیار میں دیدیا تو قریبہ نے عبدالرحمٰن کو اختیار کیا اور بولی: مجھے آپ کے علاوہ کسی اور کو اختیار نہیں کرنا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قریبہ کو عبدالرحمٰن کی بیوی رہنے دیا اور یہ چیز طلاق شمار نہیں ہوئی۔

569- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا زَوَّجَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ الْمُنْذِرَ بْنَ الزُّبَيْرِ . وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ غَآئِبٌ بِالشَّامِ فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَ وَمِثْلِىْ يُصْنَعُ بِهٖ هٰذَا وَيُفْتَاتُ عَلَيْهِ بِبَنَاتِهٖ فَكَلَّمَتْ عَآئِشَةُ الْمُنْذِرَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ فَاِنَّ ذٰلِكَ فِىْ يَدِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ مَالِىْ رَغْبَةٌ عَنْهُ وَلٰكِنْ مِّثْلِىْ لَيْسَ يُفْتَاتُ عَلَيْهِ بِبَنَاتِهٖ وَمَا كُنْتُ لِاَرُدَّ اَمْرًا قَضَيْتِهٖ فَقَرَّتْ اِمْرَاَتُهٗ تَحْتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ طَلَاقًا .

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی شادی منذر بن زبیر سے کر دی' عبدالرحمٰن بن ابوبکر اس وقت شام میں موجود تھے' وہ وہاں نہیں تھے' جب عبدالرحمٰن بن ابوبکر آئے' تو بولے: میرے جیسے شخص کے ساتھ یہ طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہے' اپنی بیٹیوں کے معاملے میں اُسے نظر انداز کر دیا گیا ہے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

نے اس حوالے سے منذر بن زبیر کے ساتھ بات کی تو وہ بولے: اب اس معاملے کا اختیار حضرت عبدالرحمٰن کو ہے' تو حضرت عبدالرحمٰن بولے: مجھے منذر سے کوئی اختلاف نہیں ہے' لیکن میرے جیسے شخص کو اُس کی بیٹیوں کے معاملے میں نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ بہرحال آپ نے جو فیصلہ کیا تھا میں اُس کو کالعدم قرار نہیں دیتا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے منذر کی بیوی کو اُس کی بیوی رہنے دیا اور یہ چیز (یعنی دوسرے شخص کو طلاق کا اختیار دینا) طلاق شمار نہیں ہوئی۔

570- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا مَلَّكَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اَمْرَهَا فَالْقَضَاءُ مَاقَضَتْ اِلَّا اَنْ يُّنْكِرَ عَلَيْهَا فَيَقُوْلُ لَمْ اُرِدْهُ اِلَّا تَطْلِيْقَةً وَاحِدَةً فَيَحْلِفُ عَلٰى ذٰلِكَ فَيَكُوْنُ اَمْلَكَ بِهَا فِيْ عِدَّتِهَا۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے معاملے کا مالک بنا دیتا ہے' تو فیصلہ عورت کے بیان کے مطابق ہوگا' البتہ اگر مرد عورت کا انکار کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میں نے صرف ایک طلاق مراد لی تھی' تو اس بارے میں اس سے حلف لیا جائے گا اور وہ عورت کی عدت کے دوران اس سے رجوع کرنے کا مالک ہوگا۔

571- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا مَلَّكَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اَمْرَهَا فَلَمْ تُفَارِقْهُ وَقَرَّتْ عِنْدَهٗ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِطَلَاقٍ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِطَلَاقٍ وَّاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهُوَ عَلٰى مَانَوَى الزَّوْجُ فَاِنْ نَّوٰى وَاحِدَةً فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَآئِنَةٌ وَاِنْ نَّوٰى ثَلٰثًا فَثَلَاثٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا۔

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے معاملے کا مالک بنادے اور وہ عورت اس سے علیحدگی اختیار نہ کرے بلکہ اس کے پاس ہی رہے' تو یہ چیز طلاق شمار نہیں ہوگی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب عورت اپنے شوہر کو اختیار کرلے تو یہ چیز طلاق شمار نہیں ہوگی لیکن اگر وہ عورت اپنی ذات کو اختیار کرلے تو شوہر نے جو نیت کی تھی' اس کے مطابق حکم ہوگا' اگر شوہر نے ایک طلاق کی نیت کی تھی' تو ایک بائنہ طلاق ہوگی' اگر تین کی نیت کی تھی' تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ تَحْتَهٗ اَمَةٌ فَيُطَلِّقُهَا ثُمَّ يَشْتَرِيْهَا

باب 10: جس شخص کی بیوی کوئی کنیز ہو اور وہ اُسے طلاق دے کر بعد میں اُسے خرید لے

572- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَّجُلٍ كَانَتْ تَحْتَهٗ وَلِيْدَةٌ فَاَبَتَّ طَلَاقَهَا ثُمَّ اشْتَرَاهَا اَيَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّمَسَّهَا فَقَالَ لَا يَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا۔

✧✧ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ اُن سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی بیوی ایک کنیز تھی' اس نے اس بیوی کو طلاق بتہ دیدی' پھر بعد میں اس بیوی کو خرید لیا' تو کیا اب یہ بات اس کے لیے جائز ہے

کہ وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس شخص کے لیے اُس عورت کے ساتھ صحبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک وہ عورت دوسرے شخص کے ساتھ شادی کرنے کے بعد (طلاق نہیں لے لیتی یا بیوہ نہیں ہو جاتی)۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْاَمَةُ تَكُوْنُ تَحْتَ الْعَبْدِ فَتُعْتَقُ

باب 11: جب کوئی کنیز کسی غلام کی بیوی ہو اور پھر وہ کنیز آزاد ہو جائے

573- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْاَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ فَتُعْتَقُ اَنَّ لَهَا الْخِيَارَ مَالَمْ يَمَسَّهَا

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسی کنیز کے بارے میں جو کسی غلام کی بیوی ہو یہ فرماتے ہیں: اگر وہ آزاد ہو جائے تو اُس عورت کو اختیار ہوگا' جب تک اس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت نہیں کرتا۔

574- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَبْرَاءَ مَوْلَاةً لِبَنِيْ عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدٍ وَّكَانَتْ اَمَةً فَاُعْتِقَتْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهَا حَفْصَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَتْ اِنِّيْ مُخْبِرَتُكِ خَبَرًا وَّمَا اُحِبُّ اَنْ تَصْنَعِيْ شَيْئًا اِنَّ اَمْرَكِ بِيَدِكِ مَالَمْ يَمَسَّكِ فَاِذَا مَسَّكِ فَلَيْسَ لَكِ مِنْ اَمْرِكِ شَيْئًا قَالَتْ فَفَارَقْتُهٗ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا عَلِمَتْ اَنَّ لَهَا خِيَارًا فَاَمْرُهَا بِيَدِهَا مَادَامَتْ فِيْ مَجْلِسِهَا مَالَمْ تَقُمْ مِنْهُ اَوْتَاْخُذْ فِيْ عَمَلٍ اٰخَرَ اَوْ يَمَسُّهَا فَاِذَا كَانَ شَيْءٌ مِّنْ هٰذَا بَطَلَ خِيَارُهَا فَاَمَّا اِنْ مَسَّهَا وَلَمْ تَعْلَمْ بِالْعِتْقِ اَوْعَلِمَتْ بِهٖ وَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ لَهَا الْخِيَارَ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يُبْطِلُ خِيَارَهَا وَهُوَقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: بنو عدی بن کعب کی کنیز زہرہ نے یہ بات انہیں بتائی ہے کہ وہ ایک غلام کی بیوی تھی' وہ پہلے کنیز تھی پھر اُسے آزاد کر دیا گیا تو سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اُسے پیغام بھیجا اور بولی: میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتی ہوں' ویسے میری یہ خواہش نہیں ہے کہ تم کچھ کرو (لیکن شرعی مسئلہ یہ ہے) کہ تمہارا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے' جب تک تمہارا شوہر تمہارے ساتھ صحبت نہیں کرتا' جب وہ تمہارے ساتھ صحبت کرلے گا' تو پھر تمہارا یہ اختیار ختم ہو جائے گا۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں' کہ میں نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کنیز کو اس بات کا پتہ چلے کہ اسے اس بات کا اختیار حاصل ہے' تو جب تک وہ اُس محفل میں بیٹھی ہوئی ہے اور وہاں سے کھڑی نہیں ہوتی یا کسی اور کام میں مشغول نہیں ہو جاتی یا اس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت نہیں کر لیتا تو اس وقت تک اس کنیز کا اختیار اس کے پاس رہے گا' لیکن جب وہ ان میں سے کسی ایک کام کا ارتکاب کر لے گی' تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گی۔

لیکن اگر اس کنیز کا شوہر اُس کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے اور کنیز کو اپنے آزاد ہونے کا پتہ نہیں چلتا یا اپنے آزاد ہونے کا پتہ چلتا

ہے لیکن اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اسے اختیار بھی حاصل ہوگیا تو یہ چیز اس کے اختیار کو ختم نہیں کرے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ طَلَاقِ الْمَرِيضِ

باب 12: بیمار شخص کی دی ہوئی طلاق

575- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهُوَ مَرِيضٌ فَوَرَّثَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ بَعْدَ مَاانْقَضَتْ عِدَّتُهَا.

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے بیماری کے عالم میں اپنی اہلیہ کو طلاق دیدی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو اس کی عدت گزر جانے کے باوجود حضرت عبدالرحمٰن کا وارث قرار دیا۔

...———...———...

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب شوہر اپنی بیوی کو مرض الموت کے دوران طلاق بائن دیدے اور اس عورت کی عدت کے دوران ہی اس شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت شوہر کی میراث میں حصہ دار ہوگی، لیکن اگر شوہر کا انتقال اس کی عدت گزرنے کے بعد ہو تو وہ میراث سے محروم رہے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: دونوں صورتوں میں عورت وراثت کی حقدار نہیں ہوگی کیونکہ طلاق بائنہ کی وجہ سے زوجیت باطل ہوگئی جبکہ میراث کا سبب یہی زوجیت ہو سکتی تھی۔

اسی طرح اگر مذکورہ صورتوں میں عورت کا انتقال ہو جائے تو شوہر اس کی وراثت سے محروم رہے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے: مرض الموت کے دوران عورت کی زوجیت وراثت کا سبب بنتی ہے لیکن کیونکہ شوہر نے اس سبب کو ضائع کرنے کا قصد کیا ہے لہٰذا شوہر کے اس قصد کو اسی طرح باطل کیا جا سکتا ہے جب تک عورت کی عدت پوری نہ ہو مرد کے ارادے کو ملتوی قرار دیا جائے تاکہ عورت نقصان سے محفوظ رہے اور اس نوعیت کا التواء ممکن بھی ہے کیونکہ عدت میں نکاح کے بعض آثار باقی ہوتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے: مرد سے عورت کے میراث پانے کے حق کے لئے بھی نکاح کو تسلیم کیا جائے۔ اس کے برخلاف جب عدت گزر جائے گی (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ اب کوئی امکان باقی نہیں رہا۔

اس حالت میں زوجیت مرد کے عورت کے مال کا وارث ہونے کا سبب نہیں بن سکتی، اس لیے مرد کے حق میں وراثت کا حق باطل قرار دیا جائے گا۔ خصوصاً اس وقت جب شوہر نے اپنی مرضی کے ساتھ عورت کو طلاق دی تھی۔

اگر شوہر نے عورت کی فرمائش پر ایسی حالت میں تین طلاقیں دی ہوں یا مرد نے عورت کو اختیار دیا ہو اور عورت نے اس اختیار کو قبول کر لیا ہو یا اس وقت میں عورت نے شوہر سے خلع لے لیا ہو اور پھر اس کے بعد خاوند کا انتقال ہو جائے اور بیوی کی ابھی عدت پوری نہ ہوئی ہو تو ان تمام صورتوں میں وہ شوہر کی وراثت سے محروم رہے گی کیونکہ ان صورتوں میں عورت نے خود اپنی وراثت کو

باطل کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے جبکہ پہلے اس صورت میں تاخیر اور التواء عورت کے حق کی وجہ سے تھا۔

اگر بیوی نے رجعی طلاق کا مطالبہ کیا اور شوہر نے اسے تین بائنہ طلاقیں دیدیں تو عورت وارث شمار ہوگی' کیونکہ رجعی طلاق کے نتیجے میں نکاح مکمل طور پر زائل نہیں ہوتا' اس لیے عورت کے رجعی طلاق کا مطالبہ کرنے پر اس کے اپنے حق کو باطل کرنے پر رضامندی تصور نہیں کی جائے گی۔

576- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهٗ وَرَّثَ نِسَآءَ ابْنِ مُكْمِلٍ مِنْهُ كَانَ طَلَّقَ نِسَآءَهٗ وَهُوَ مَرِيْضٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ يَرِثْنَهٗ مَادُمْنَ فِي الْعِدَّةِ فَاِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتَ فَلَا مِيْرَاثَ لَهُنَّ وَكَذٰلِكَ ذَكَرَهٗ هُشَيْمُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ الضَّبِّيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنْ شُرَيْحٍ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلَيْهِ فِيْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا وَهُوَ مَرِيْضٌ اَنْ وَرِّثْهَا مَادَامَتْ فِيْ عِدَّتِهَا فَاِذَاانْقَضَتِ الْعِدَّةُ فَلَامِيْرَاثَ لَهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے ابن مکمل کی بیویوں کو اُن کا وارث قرار دیا تھا' ابن مکمل نے بیماری کے دوران اپنی بیویوں کو طلاق دیدی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ خواتین مرحوم کی وارث اس وقت تک ہوں گی' جب تک وہ عدت گزار رہی ہوں' لیکن جب اُن کی عدت مرحوم کے فوت ہوجانے سے پہلے ختم ہوجاتی ہے' تو پھر ان عورتوں کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی شریح کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں خط میں لکھا تھا ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیتا ہے' جبکہ وہ مریض ہو (یہ لکھا تھا) کہ جب تک اُس عورت کی عدت باقی ہے' وہ اس عورت کو اس شخص کا وارث قرار دیں' لیکن اگر اس عورت کی عدت گزر چکی ہو' تو پھر اس کو میراث نہیں ملے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمَرْءَةُ تُطَلَّقُ اَوْيَمُوْتُ عَنْهَازَوْجُهَاوَهِيَ حَامِلٌ

باب 13: جس عورت کو طلاق ہوجائے یا جو عورت بیوہ ہوجائے اور اس وقت وہ حاملہ ہو

577- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَسُئِلَ عَنِ امْرَاَةٍ يُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا قَالَ فَاِذَاوَضَعَتْ فَقَدْ حَلَّتْ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ كَانَ عِنْدَهٗ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَوْوَضَعَتْ مَافِيْ بَطْنِهَا وَهُوَعَلٰى سَرِيْرِهٖ لَمْ يُدْفَنْ بَعْدُ حَلَّتْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَانَاْخُذُوَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ زہری بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی خاتون کے بارے میں دریافت کیا گیا' جو بیوہ ہو جاتی

ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جب وہ بچے کو جنم دے گی' اس وقت اس کی عدت پوری ہوگی' تو ان کے پاس ایک انصاری نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تو یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ عورت اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دے اور اس وقت اس کے شوہر کی میت تختے پر پڑی ہوئی ہو'اس کو دفن نہ کیا گیا ہو' تو اسی وقت اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

...——...——...

شرح: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: اگر وہ عورت حاملہ ہو' تو اس کی عدت وضع حمل (بچے کی پیدائش) ہوگی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"اور حمل والی عورتوں کی عدت کی انتہاء بچے کو جنم دینا ہے"۔

اگر وہ عورت کنیز ہو' تو اس کی عدت دو حیض ہوگی' اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

"کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی' اور اس کی عدت دو حیض ہوگی"۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے: غلام ہونا (نعمت کو) نصف کر دیتا ہے' اور کیونکہ حیض کے اجزاء نہیں کیے جا سکتے اس لیے یہ مکمل ہوگا اور دو حیض شمار ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ان الفاظ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"اگر میں استطاعت رکھتا تو اس (کنیز) کی عدت کو ڈیڑھ حیض مقرر کرتا"۔

اگر وہ کنیز ایسی ہو کہ اسے حیض نہ آتا ہو' تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہوگی' کیونکہ اس وقت کو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اس لیے کنیز ہونے پر عمل کرتے ہوئے اسے نصف قرار دینا ممکن ہے۔

——

578- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا وَضَعَتْ مَا فِیْ بَطْنِهَا حَلَّتْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ فِی الطَّلَاقِ وَالْمَوْتِ جَمِیْعًا تَنْقَضِ عِدَّتُهَا بِالْوِلَادَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب وہ عورت اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دے گی' تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طلاق اور بیوگی دونوں صورتوں میں ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْإِيْلَاءِ

باب 14: ایلاء کا حکم

579- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اِذَا اٰلَى الرَّجُلُ مِنِ امْرَاَتِهٖ ثُمَّ فَآءَ قَبْلَ اَنْ تَمْضِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهِيَ اِمْرَاَتُهٗ لَمْ يَذْهَبْ مِنْ طَلَاقِهَا شَيْءٌ فَاِنْ مَضَتِ الْاَرْبَعَةُ الْاَشْهُرُ قَبْلَ اَنْ يَّفِيْءَ فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ وَّهُوَ اَمْلَكُ بِالرَّجْعَةِ مَالَمْ تَنْقَضِ عِدَّتُهَا قَالَ وَكَانَ مَرْوَانُ يَقْضِيْ بِهٖ .

✧✧ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ ایلاء کرلیا' پھر اس نے چار ماہ گزرنے سے پہلے اُس عورت سے ساتھ رجوع کرلیا تو وہ عورت اس کی بیوی شمار ہوگی اور کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی' لیکن اگر چار ماہ گزر جاتے ہیں اور وہ شخص اس سے رجوع نہیں کرتا تو ایک طلاق ہوجائے گی' تاہم اس شخص کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا' جب تک اس عورت کی عدت نہیں گزر جاتی۔

راوی کہتے ہیں: مروان نے اس قول کے مطابق فیصلہ دیا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب شوہر بیوی سے یہ کہے: اللہ کی قسم میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا' یا یہ کہہ دے: اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ چار ماہ تک انتظار کریں''۔

اگر چار ماہ کے دوران' شوہر بیوی کے ساتھ صحبت کرلیتا ہے' تو وہ قسم توڑنے والا شمار ہوگا اور اس پر کفارے کی ادائیگی لازم ہوگی' چونکہ قسم توڑنے کے نتیجے میں کفارہ لازم ہوجاتا ہے' اور ایلاء ساقط ہوجائے گا۔ توڑے جانے کے نتیجے میں قسم خود بخود ختم ہوجائے گی۔

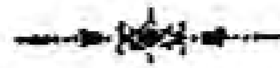
لیکن اگر وہ عورت کے قریب نہیں جاتا اور چار ماہ گزر جاتے ہیں' تو عورت کو ایک بائنہ طلاق ہوجائے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: عورت قاضی کی تفریق کے بعد بائنہ ہوگی اس کی وجہ یہ ہے: مرد نے صحبت کے بارے میں اس کے حق میں رکاوٹ پیدا کی ہے' تو قاضی عورت کو نجات دلانے کے لئے مرد کا قائم مقام تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ اگر شوہر نامرد ہو' تو قاضی کو یہ حق حاصل ہوجاتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے: مرد نے عورت کے ساتھ زیادتی کی ہے اور اس کے حق میں رکاوٹ ڈالی ہے' تو شریعت نے اسے یہ سزا دی ہے' طے شدہ مدت گزرنے کے بعد نکاح کی نعمت خود بخود زائل ہوجائے گی' اور یہی بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور ان حضرات کی پیروی کافی ہے۔

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: یہ (ایلاء) زمانہ جاہلیت میں طلاق شمار ہوتا تھا' تو شریعت نے یہ حکم دیا: مخصوص مدت گزرنے

تک اس کو مؤخر کیا جائے۔



580- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ اٰلٰى مِنِ امْرَاَتِهٖ فَاِنَّهٗ اِذَا مَضَتِ الْاَرْبَعَةُ الْاَشْهُرُ وُقِفَ حَتّٰى يُطَلِّقَ اَوْ يَفِيْءَ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهَا طَلَاقٌ وَّاِنْ مَّضَتِ الْاَرْبَعَةُ الْاَشْهُرُ حَتّٰى يُوْقَفَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا اِذَآ اٰلَى الرَّجُلُ مِنِ امْرَاَتِهٖ فَمَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ قَبْلَ اَنْ يَّفِيْءَ فَقَدْ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ بَآئِنَةٍ وَّهُوَ خَاطِبٌ مِّنَ الْخُطَّابِ وَكَانُوْا لَا يَرَوْنَ اَنْ يُّوْقَفَ بَعْدَ الْاَرْبَعَةِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ قَالَ اَلْفَيْءُ الْجِمَاعُ فِي الْاَرْبَعَةِ الْاَشْهُرِ وَ عَزِيْمَةُ الطَّلَاقِ اِنْقِضَآءُ الْاَرْبَعَةِ الْاَشْهُرِ فَاِذَا مَضَتْ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ وَّلَا يُوْقَفُ بَعْدَهَا وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَعْلَمَ بِتَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ مِنْ غَيْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایلاء کرتا ہے اور پھر چار ماہ گزر جاتے ہیں' تو معاملہ موقوف ہوگا یہاں تک کہ وہ شخص طلاق دے گا یا رجوع کرے گا۔

لیکن اس عورت پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی' لیکن اگر چار ماہ گزر جاتے ہیں' تو پھر اُسے مجبور کیا جائے گا (کہ وہ عورت کو طلاق دے)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب' حضرت عثمان غنی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ روایات ہم تک پہنچی ہیں' یہ حضرات فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایلاء کرے اور اس کے رجوع کرنے سے پہلے چار ماہ گزر جائیں تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ شخص دیگر لوگوں کی طرح اپنا رشتہ بھیج سکے گا۔ یہ حضرات اس بات کے قائل نہیں ہیں' کہ چار مہینے گزرنے کے بعد اس شخص کو مجبور کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ انتظار کریں' اگر وہ رجوع کر لیتے ہیں' تو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے' اگر وہ طلاق کا ارادہ کر لیتے ہیں' تو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہاں الفئی سے مراد چار ماہ کے اندر صحبت کرنا ہے اور طلاق کے عزم سے مراد چار ماہ گزر جانا ہے' جب یہ گزر جائیں گے تو ایک بائنہ طلاق ہو جائے گی' لیکن اس کے بعد اسے موقوف نہیں رکھا جائے گا۔

(✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) کسی بھی دوسرے شخص کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی تفسیر

کے زیادہ بڑے عالم ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يُطَلِّقُ اِمْرَاتَهُ ثَلٰثًا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا

باب 15: جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے ہی اسے تین طلاقیں دیدے

581- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَيَاسِ بْنِ بُكَيْرٍ قَالَ طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا ثُمَّ بَدَالَهُ اَنْ يَّنْكِحَهَا فَجَآءَ يَسْتَفْتِيْ قَالَ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَسَاَلَ اَبَاهُرَيْرَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَا لَايَنْكِحُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ طَلَاقِيْ اِيَّاهَا وَاحِدَةً قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرْسَلْتَ مِنْ يَّدِكَ مَاكَانَ لَكَ مِنْ فَضْلٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا لِاَنَّهُ طَلَّقَهَا ثَلٰثًا جَمِيْعًا فَوَقَعْنَ عَلَيْهَا جَمِيْعًا مَعًا وَّلَوْ فَرَّقَهُنَّ وَقَعَتِ الْاُوْلٰى خَاصَّةً لِاَنَّهَا بَانَتْ بِهَا قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِالثَّانِيَةِ وَلَاعِدَّةَ عَلَيْهَا فَتَقَعُ عَلَيْهَا الثَّانِيَةُ وَالثَّالِثَةُ مَادَامَتْ فِي الْعِدَّةِ .

✧ محمد بن ایاس بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے ہی اسے تین طلاقیں دیدیں، پھر اسے یہ مناسب لگا کہ وہ اس عورت کے ساتھ شادی کرلے تو وہ یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آیا، میں اس کے ساتھ چلا گیا، اس نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ مسئلہ دریافت کیا، تو اُن دونوں نے یہی جواب دیا کہ وہ اس عورت کے ساتھ اس وقت تک شادی نہیں کرسکتا جب تک وہ عورت کسی دوسرے کے ساتھ شادی کرنے کے بعد (بیوہ یا طلاق یافتہ نہیں ہو جاتی)۔

وہ شخص بولا: میں نے جو اس عورت کو طلاق دی تھی وہ تو ایک ہی تھی، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا: تمہیں جو اضافی سہولت حاصل تھی تم نے خود ہی ترک کردی ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے تینوں طلاقیں ایک ساتھ دیدیں تو وہ تینوں ایک ساتھ واقع ہوجائیں گی، اگر وہ انہیں الگ الگ کرکے دیتا تو بطور خاص پہلی طلاق واقع ہوجاتی اور اس شخص کے دوسری طلاق کے بارے میں کلام کرنے سے پہلے ہی وہ عورت بائنہ طور پر اس سے جدا ہوجاتی، اس عورت پر کوئی عدت لازم نہ ہوتی اور دوسری اور تیسری طلاق تو عورت کی عدت کے دوران واقع ہوتی ہے۔

•••———•••———•••

شرح: صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر شوہر نے غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دیں تو وہ تینوں واقع ہوجائیں گی، کیونکہ طلاق محذوف کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور اس کا مطلب "طلاقاً ثلاثا" ہوگا، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اس لیے

صرف انت طالق کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی' بلکہ تینوں اکٹھی واقع ہو جائیں گی۔

اگر غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں الگ' الگ دی جائیں تو وہ پہلی ہی طلاق کے ذریعے بائنہ ہو جائے گی' اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوں گی' جیسے شوہر نے یہ کہا: تمہیں طلاق ہے' طلاق ہے' طلاق ہے' کیونکہ ہر لفظ الگ طور پر واقع ہوا ہے' لیکن اس کے لئے یہ بات شرط ہے' کلام میں کوئی ایسی چیز ذکر نہ کی جائے' جو صدر کلام میں تغیر پیدا کر دیتی ہے' یعنی یہ ہو کہ کلام کا پہلا حصہ آخری حصے پر موقوف ہو جائے۔

اس لیے پہلی طلاق اسی وقت واقع ہو جائے گی' دوسری طلاق اس وقت پہنچے گی' جب وہ پہلے ہی بائنہ ہو چکی ہے۔ (اس لیے وہ لغو جائے گی)

اسی طرح اگر شوہر اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے یہ کہے: تمہیں ایک اور ایک طلاق ہے' تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی' جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں' وہ عورت پہلی طلاق کے ذریعے بائنہ ہو جائے گی۔

اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں ایک طلاق ہے اور وہ عورت لفظ ایک کی ادائیگی سے پہلے انتقال کر گئی تو طلاق باطل ہو جائے گی' اس کی وجہ یہ ہے: مرد نے طلاق کی صفت کے طور پر عدد کو ذکر کیا ہے' لہٰذا واقع ہونے والی چیز عدد ہوگا' لیکن جب عدد کا ذکر کرنے سے پہلے عورت کا انتقال ہو گیا' تو طلاق ہونے سے پہلے ہی طلاق کا محل ختم ہو گیا' اس لیے وہ طلاق باطل شمار ہوگی۔

اسی طرح اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں دو طلاقیں ہیں' یا تین طلاقیں ہیں' تو بھی یہی حکم ہوگا' جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے' کیونکہ یہ صورت بھی معنوی اعتبار سے سابقہ صورت کی مشابہ ہے۔

بَابُ الْمَرْاَةُ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا فَتَزَوَّجَ رَجُلًا فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ

باب 16: جس عورت کو اُس کا شوہر طلاق دے اور پھر وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ شادی کرے اور دوسرا شخص صحبت کرنے سے پہلے اُسے طلاق دیدے

582- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الْمِسْوَرُ بْنُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيُّ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ رِفَاعَةَ بْنَ سِمْوَالٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ تَمِيْمَةَ بِنْتَ وَهْبٍ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا فَنَكَحَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَعْرَضَ عَنْهَا فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّمَسَّهَا فَفَارَقَهَا وَلَمْ يَمَسَّهَا فَاَرَادَ رِفَاعَةُ اَنْ يَّنْكِحَهَا وَهُوَ زَوْجُهَا الْاَوَّلُ الَّذِيْ طَلَّقَهَا فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُ عَنْ تَزْوِيْجِهَا وَقَالَ لَا تَحِلُّ لَكَ حَتّٰى تَذُوْقَ

حدیث 582: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب النكاح' باب نكاح المحلل وما اشبهه - حديث: 1106 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحج' باب الهدي - ذكر البيان بأن هذا الزجر زجر حتم' حديث: 4182 مسند الشافعي - ومن كتاب الطلاق والرجعة' حديث: 1310 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الخلع والطلاق' باب نكاح المطلقة ثلاثا - حديث: 4744

الْمَسْئَلَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا لِاَنَّ الثَّانِیَ لَمْ یُجَامِعْهَا فَلَا یَحِلُّ اَنْ تَرْجِعَ اِلَی الْاَوَّلِ حَتّٰی یُجَامِعَهَا الثَّانِیْ .

✧✧ رفاعہ بن سموال نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تین طلاقیں دیدیں تو عبدالرحمٰن بن زبیر نے اس عورت کے ساتھ شادی کرلی' پھر وہ اس عورت کے ساتھ صحبت نہیں کر سکے اور صحبت کرنے سے پہلے ہی انہوں نے اس عورت سے علیحدگی اختیار کرلی تو رفاعہ نے اس خاتون کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا' کیونکہ وہ ان کے پہلے شوہر تھے جنہوں نے اُسے طلاق دی تھی' انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے ساتھ شادی کرنے سے منع کر دیا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی' جب تک وہ عورت (دوسرے شوہر) کا شہد نہیں چکھ لیتی (یعنی دوسرے شوہر کے ساتھ صحبت نہیں کر لیتی)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ صحبت نہیں کر لیتا' اس وقت تک اس عورت کے لیے پہلے شوہر کے پاس جانا جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْمَرْاَۃُ تُسَافِرُ قَبْلَ انْقِضَآءِ عِدَّتِهَا

باب 17: جو عورت اپنی عدت پوری ہونے سے پہلے سفر کرتی ہے (اس کا حکم)

583-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ قَیْسٍ نِالْمَكِّیُّ الْاَعْرَجُ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَانَ یَرُدُّ الْمُتَوَفّٰی عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ مِنَ الْبَیْدَآءِ یَمْنَعُهُنَّ مِنَ الْحَجِّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا لَا یَنْبَغِیْ لِامْرَاَةٍ اَنْ تُسَافِرَ فِیْ عِدَّتِهَا حَتّٰی تَنْقَضِیَ مِنْ طَلَاقٍ كَانَتْ اَوْمَوْتٍ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیوہ عورتوں کو "بیداء" کے مقام سے واپس کر دیا تھا' انہوں نے ان خواتین کو حج کرنے سے روک دیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' کہ عورت کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنی عدت پوری ہونے سے پہلے سفر پر جائے' خواہ وہ عدت طلاق کی وجہ سے ہو یا (شوہر کے) انتقال کی وجہ سے ہو۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو' یا جس کو طلاق بتہ دی گئی ہو' اس کے لئے رات کے وقت یا دن کے وقت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

البتہ بیوہ عورت دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے اور رات کے کچھ حصے میں بھی باہر رہ سکتی ہے لیکن وہ اپنے گھر سے باہر کہیں رات نہیں بسر کرے گی۔

جہاں تک طلاق یافتہ عورت کا تعلق ہے تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں سوائے اس کے جب وہ واضح طور پر برائی کا ارتکاب کریں''۔

ایک قول کے مطابق یہاں ''فاحشہ'' سے مراد گھر سے نکلنا ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد زنا کرنا ہے البتہ اگر ان پہ حد قائم کی جائے تو وہ باہر نکلے گی۔

جہاں تک بیوہ عورت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے: اس کا خرچ کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا' اس لیے وہ دن کے وقت باہر نکلنے کی محتاج ہوگی تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور بعض اوقات آدمی کو گھر واپس آتے ہوئے رات ہو جاتی لیکن طلاق یافتہ عورت کا حکم مختلف ہے اس کی وجہ یہ ہے: اس کا خرچ اس کے شوہر کے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔

البتہ اگر اس نے اپنی عدت کے دوران کے' خرچ کے عوض خلع حاصل کر لیا ہو تو ایک قول کے مطابق وہ دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے اور ایک قول کے مطابق پھر بھی نہیں نکلے گی' کیونکہ اس نے خود اپنے حق کو ساقط کیا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے وہ حق باطل نہیں ہوگا جو اس کے ذمے لازم ہے۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئی تھی اور راستے میں ایسی جگہ جہاں کوئی آبادی نہیں تھی اس مقام پر اس مرد نے اسے تین طلاقیں دیدی' یا اس کا انتقال ہو گیا' تو اگر اس جگہ سے اس عورت کا شہر تین دن سے کم فاصلے پر ہو تو وہ اپنے شہر واپس چلی جائے گی' کیونکہ یہ ابتدائی طور پر اس کا نکلنا نہیں ہوگا بلکہ پہلے سفر پر ہی مبنی شمار ہوگا۔

لیکن اگر تین دن کا فاصلہ ہو' تو عورت کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو واپس چلی جائے' اور اگر چاہے تو مکہ کی طرف سفر جاری رکھے' خواہ اس کے ساتھ اس کا ولی ہو یا نہ ہو۔

اس مسئلے کا مطلب یہ ہے: جہاں تک وہ جانا چاہ رہی ہو' وہاں تک بھی تین دن کی مسافت ہونی چاہئے' کیونکہ آگے جانا وہاں رہنے کی نسبت کم خطرناک ہوگا۔

بہتر صورت یہ ہے: وہ اپنے گھر واپس چلی جائے' تاکہ شوہر کے گھر میں ہی عدت بسر کرے۔

فرماتے ہیں: البتہ اگر شوہر نے اسے طلاق دی یا اسے چھوڑ کر فوت ہو گیا اور یہ عمل کسی شہر میں ہوا تو وہ عورت شہر سے باہر نہیں نکلے گی جب تک اس کی عدت پوری نہیں ہو جاتی' پھر وہ اس کے بعد شہر سے اس وقت نکلے گی اگر اس کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو' یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر اس کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس شہر سے عدت پوری ہونے سے پہلے نکل جائے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے: نفسِ خروج مباح ہے تاکہ غریب الوطنی کی اذیت اور تنہائی کی وحشت کو دور کیا جا سکے اور یہ چیز عذر ہے اصل حرمت سفر کے لئے ہے اور محرم کی وجہ سے ختم ہو گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ محرم کی عدم موجودگی کی بانسبت عدت باہر نکلنے سے زیادہ روکتی ہے کیونکہ عورت کے لئے یہ بات جائز ہے کہ سفر سے کم فاصلہ محرم کے بغیر طے کر سکتی ہے لیکن عدت گزارنے والی عورت کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور جب محرم کے بغیر سفر پر نکلنا اس کے لئے حرام ہے تو عدت میں سفر کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔



بَابُ الْمُتْعَةِ

باب 18: متعہ کا بیان

584- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَیْ مُحَمَّدِبْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ جَدِّهِمَا اَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ یَوْمَ خَیْبَرَ . وَعَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ

✧✧ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرمایا تھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن خواتین کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

585- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ حَکِیْمٍ دَخَلَتْ عَلٰی عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَتْ اِنَّ رَبِیْعَةَ بْنَ اُمَیَّةَ اِسْتَمْتَعَ بِامْرَاَةٍ مُوَلَّدَةٍ فَحَمَلَتْ مِنْهُ فَخَرَجَ عُمَرُ فَزِعًا یَجُرُّ رِدَآءَهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْمُتْعَةُ لَوْ کُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِیْهَا لَرَجَمْتُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْمُتْعَةُ مَکْرُوْهَةٌ فَلَایَنْبَغِیْ فَقَدْ نَهٰی عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَاجَآءَ فِیْ غَیْرِ حَدِیْثٍ وَّلَااثْنَیْنِ وَقَوْلُ عُمَرَ لَوْ کُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِیْهَا لَرَجَمْتُ اِنَّمَا نَضَعُهُ مِنْ عُمَرَ عَلَی التَّهْدِیْدِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

حدیث 584: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایة یحیی بن یحیی المصمودی' کتاب النکاح' باب نکاح المتعة - حدیث: 1130 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب المغازی' باب غزوة خیبر - حدیث: 3993 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب النکاح' باب نکاح المتعة - حدیث: 2589 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب النکاح' باب النهی عن نکاح المتعة - حدیث: 1957 اخرجه النسائی فی "سننه"، کتاب النکاح' تحریم المتعة - حدیث: 3330 اخرجه النسائی فی "سننه الکبری"، کتاب الصید' تحریم اکل لحوم الحمر الأهلیة - حدیث: 4711 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، کتاب الصید والذبائح والأضاحی' باب أکل لحوم الحمر الأهلیة - حدیث: 4209 مسند الشافعی - ومن کتاب الشغار' حدیث: 1162 المعجم الأوسط للطبرانی - باب الألف' من اسمه أحمد - حدیث: 2284 ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب النکاح' جماع أبواب الأنکحة التی نهی عنها - باب نکاح المتعة' حدیث: 13232 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب الحج' باب الهدی - ذکر الوقت الذی نهی صلی الله علیه وسلم عن المتعة فیه' حدیث: 4204

✦✦ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: خولہ بنت حکیم‘ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی: ربیعہ بن اُمیہ نے فلاں عورت کے ساتھ متعہ کیا ہے‘ جس کے نتیجے میں وہ عورت حاملہ ہوگئی ہے‘ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی چادر کو کھینچتے ہوئے غصے کے عالم میں وہاں سے نکلے اور بولے: یہ تو متعہ ہے‘ اگر میں نے اس بارے میں پہلے اعلان کر دیا ہوتا تو میں اس کو سنگسار کر دیتا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: متعہ کرنا حرام ہے‘ متعہ نہیں کیا جاسکتا‘ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں بھی یہ بات منقول ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو یہ قول ہے کہ اگر میں نے اس بارے میں پہلے اعلان کیا ہوتا تو میں اُسے سنگسار کر دیتا‘ یہ تہدید کے لیے ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ عِنْدَهُ امْرَاَتَانِ فَيُؤْثِرُ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى

باب 19: جب کسی شخص کی دو بیویاں ہوں‘ اور وہ اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ ترجیح سلوک کرے

586- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اَنَّهُ تَزَوَّجَ اِبْنَةَ مُحَمَّدِ ابْنِ سَلَمَةَ فَكَانَتْ تَحْتَهَا فَتَزَوَّجَ عَلَيْهَا اِمْرَاَةً شَابَّةً فَاٰثَرَ الشَّابَّةَ عَلَيْهَا فَنَاشَدَتْهُ الطَّلَاقَ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ اَمْهَلَهَا حَتّٰى اِذَا كَادَتْ تَحِلُّ ارْتَجَعَهَا ثُمَّ عَادَ فَاٰثَرَ الشَّابَّةَ فَنَاشَدَتْهُ الطَّلَاقَ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ اَمْهَلَهَا حَتّٰى اِذَا كَادَتْ اَنْ تَحِلَّ ارْتَجَعَهَا ثُمَّ عَادَ فَاٰثَرَ الشَّابَّةَ فَنَاشَدَتْهُ الطَّلَاقَ فَقَالَ مَا شِئْتِ اِنَّمَا بَقِيَتْ وَاحِدَةٌ فَاِنْ شِئْتِ اسْتَقْرَرْتِ عَلٰى مَا تَرِيْنَ مِنَ الْاَثَرَةِ وَاِنْ شِئْتِ طَلَّقْتُكِ قَالَتْ بَلْ اَسْتَقِرُّ عَلَى الْاَثَرَةِ فَاَمْسَكَهَا عَلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَرَ رَافِعٌ اَنَّ عَلَيْهِ فِيْ ذٰلِكَ اِثْمًا حِيْنَ رَضِيَتْ اَنْ تَسْتَقِرَّ عَلَى الْاَثَرَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ اِذَا رَضِيَتِ الْمَرْاَةُ وَلَهَا اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ اِذَا بَدَا لَهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے ساتھ شادی کرلی‘ انہوں نے ایک اور نوجوان خاتون کے ساتھ بھی شادی کرلی‘ اُن کی توجہ اُس نوجوان بیوی کی طرف زیادہ تھی‘ تو اُن کی پہلی اہلیہ نے طلاق کا مطالبہ کر دیا‘ انہوں نے اس خاتون کو ایک طلاق دیدی‘ لیکن اُسے اپنے پاس روکے رکھا‘ جب اس عورت کی عدت پوری ہونے لگی‘ تو انہوں نے پھر اس سے رجوع کرلیا‘ اس دوران ان کی توجہ اپنی نوجوان بیوی کی طرف ہی مبذول رہی‘ اُن کی پہلی بیوی نے پھر طلاق کا مطالبہ کر دیا‘ انہوں نے پھر اُسے ایک طلاق دیدی اور اُسے یوں ہی رہنے دیا‘ یہاں تک کہ جب اس کی عدت پوری ہونے لگی‘ تو اس سے رجوع کرلیا لیکن اُن کی توجہ پھر بھی اپنی نوجوان بیوی کی طرف ہی مائل رہی‘ اُن کی پہلی بیوی نے پھر اُن سے طلاق کا مطالبہ کیا‘ تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: اگر تم چاہتی ہو‘ تو ٹھیک ہے‘ اب صرف ایک طلاق باقی رہ گئی ہے اگر تم اسی طرح یہاں رہنا چاہتی ہو کہ میں دوسری بیوی کی طرف زیادہ متوجہ رہوں‘ تو ٹھیک ہے‘ اگر تم چاہتی ہو تو میں تمہیں طلاق

دیدیتا ہوں تو اس خاتون نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ اُسے مجھ پر ترجیح دیں میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گی۔ تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے اسے اسی طرز عمل کے ساتھ اپنے پاس رہنے دیا کیونکہ اس خاتون نے اُن کے پاس رُکنے کا فیصلہ کیا تھا اگر چہ وہ اُس کے ساتھ ترجیحی سلوک کریں۔

(راوی کہتے ہیں:) حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا کہ جب اس عورت نے ترجیحی سلوک کے ساتھ اُن کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب عورت اس بات سے راضی ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے تاہم اس عورت کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ جب وہ مناسب سمجھے اس بات سے رجوع کر لے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہے۔

بَابُ اللِّعَانُ

باب 20: لعان کا بیان

587- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ اِمْرَاَتَهُ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَفٰى مِنْ وَّلَدِهَا فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا نَفَى الرَّجُلُ وَلَدَ اِمْرَاَتِهِ وَلَاعَنَ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَزِمَ الْوَلَدُ اُمَّهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان کر لیا اور اس عورت سے ہونے والے بچے کی نفی کر دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دی اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کے بچے کی نفی کر دیتا ہے اور اُس کے ساتھ لعان کر لیتا ہے تو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

... ——— ... ——— ...

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور دونوں میاں بیوی گواہی دینے کے اہل ہوں اور عورت بھی ایسی ہو اگر کوئی شخص اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو یا شوہر اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دے اور عورت اس بات پر حد قذف ہونے کا مطالبہ کر دے تو مرد پر لعان کرنا لازم ہوگا۔

اصل یہ ہے: ہمارے نزدیک لعان ایسی گواہی ہے جس کو قسم کے ذریعے مؤکد کیا جاتا ہے اور جس کے ساتھ لعنت ملی ہوئی ہوتی ہے اور یہ حد قذف کے قائم مقام ہوگی۔ شوہر کے حق میں اور عورت کے حق میں زنا کی حد کے قائم مقام ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہو''۔

استثناء صرف جنس میں سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی' اللہ تعالیٰ کے نام کی' چار گواہیوں کے برابر ہوگی''۔

یہ اس بات کی دلیل ہے: گواہی بھی ہوگی اور یمین (قسم) بھی ہوگی' تو ہم یہ کہیں گے: لعان کا رکن گواہی ہے' جسے قسم کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہے' پھر مرد کی طرف میں' اس رکن کے ساتھ لعنت کو شامل کیا گیا ہے' اگر وہ جھوٹا ہو اور یہ شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اور عورت کی طرف میں غضب کو شامل کیا گیا ہے' جو حد زنا کے قائم مقام ہوگا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی' تو ہم یہ کہیں گے: یہ بات ضروری ہے' دونوں میاں بیوی شہادت کے اہل ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس کے بارے میں رکن شہادت ہے اور یہ بھی ضروری ہے' وہ عورت ایسی ہو کہ اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو اس کی وجہ یہ ہے: یہ چیز مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اس لئے عورت کا محصنہ ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی لازم ہے۔ بچے کی نفی کی گئی ہو اس کی وجہ یہ ہے: جب مرد عورت کے بچے کی نفی کر دے گا' تو وہ اس پر زنا کا الزام لگانے والا شمار ہوگا' جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے اور یہاں یہ احتمال معتبر نہیں ہوگا' وہ بچہ کسی دوسرے کا ہو' اور شبہ کے نتیجے میں وطی کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو۔

یہ بالکل اسی طرح ہے: جیسے کوئی اجنبی اس کے باپ کے معروف نسب کا انکار کر دے' اس کی وجہ یہ ہے: نسب میں اصل یہ ہے: فراش صحیح ہو' اور فاسد فراش کو اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔ تو شوہر کا صحیح فراش کی نفی کرنا' تہمت (زنا کا الزام لگانے) کے مترادف ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جائے جسے (اس فراش صحیح) کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

لعان کرنے کے لئے بیوی کا مطالبہ کرنا شرط ہے' کیونکہ لعان کروانا عورت کا حق ہے' تو دوسرے حقوق کی طرح اس میں بھی مطالبہ کرنا اور دعویٰ کرنا ضروری ہوگا۔

اگر عورت کے مطالبہ کرنے پر' شوہر لعان کرنے سے انکار کر دے' تو حاکم وقت اسے قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ لعان کرے گا یا پھر یہ اقرار کرے گا' میرا دعویٰ جھوٹا تھا' تاکہ اس پر حد قذف جاری کی جاسکے۔

اس کی وجہ یہ ہے: لعان کرنا شوہر پر لازم اور ضروری ہے اور مرد کو اس بات کو پورا کرنے کی قدرت بھی حاصل ہے' لہٰذا اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس حق کو پورا کرے یا پھر اپنی بات کی تکذیب کرے' تاکہ جس بنیاد پر یہ حق لازم ہوا تھا' اسے ختم کیا جا سکے۔

اگر شوہر لعان کرتا ہے' تو عورت پر بھی لعان کرنا لازم ہوگا' کیونکہ نص کا تقاضا یہی ہے' البتہ لعان کا آغاز مرد کرے گا' کیونکہ دعویٰ اسی نے کیا ہے۔

اگر عورت لعان سے انکار کر دیتی ہے تو حاکم اسے قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ لعان کرے گی یا پھر مرد کے دعوے کی تصدیق کردے گی کیونکہ لعان کرنا عورت پر لازم ہے اور یہ بھی اس کی ادائیگی پر قادر ہے تو (انکار پر) عورت کو قید کیا جائے گا۔

بَابُ مُتْعَةُ الطَّلَاقِ

باب 21: طلاق کے وقت مال ومتاع دینا

588- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ مُتْعَةٌ اِلَّا الَّتِیْ تُطَلَّقُ وَقَدْ فُرِضَ لَهَا صَدَاقٌ وَلَمْ تُمَسَّ فَحَسْبُهَا نِصْفُ مَافُرِضَ لَهَا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَلَيْسَتِ الْمُتْعَةُ الَّتِیْ يُجْبَرُ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا اِلَّامُتْعَةٌ وَّاحِدَةٌ هِيَ مُتْعَةُ الَّتِیْ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا فَهٰذِهٖ لَهَا الْمُتْعَةُ وَاجِبَةٌ يُؤْخَذُ بِهَا فِی الْقَضَآءِ وَ اَدْنَى الْمُتْعَةِ لِبَاسُهَا فِیْ بَيْتِهَا الدِّرْعُ وَالْمِلْحَفَةُ وَالْخِمَارُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہر طلاق یافتہ عورت کو مال ومتاع دیا جائے گا ماسوائے اس عورت کے کہ جسے ایسی صورت میں طلاق دی گئی ہو کہ اس کے لیے مہر مقرر ہو چکا ہو اور شوہر نے اس کے ساتھ صحبت نہ کی ہو ایسی عورت کے لیے طے شدہ مہر کا نصف حصہ ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں مال ومتاع کے حوالے سے شوہر کو مجبور نہیں کیا جائے گا صرف وہ ایک ادائیگی کرے گا کہ جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اُسے طلاق دیدیتا ہے اور اُس نے اُس عورت کا کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو تو اب ایسی صورت میں اس عورت کو مال ومتاع کے طور پر کوئی ادائیگی کی جائے گی اور قاضی کے فیصلے کے اعتبار سے اسے وصول کیا جائے گا اس مال ومتاع کی سب سے کم مقدار یہ ہے کہ عورت کے گھر میں پہننے کا لباس اُسے دیا جائے جس میں چادر قمیص اور تہبند ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَايُكْرَهُ لِلْمَرْاَةِ مِنَ الزِّيْنَةِ فِی الْعِدَّةِ

باب 22: عورت کے لیے عدت کے دوران کس طرح کی زیب وزینت حرام ہے؟

589- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِیْ عُبَيْدٍ اِشْتَكَتْ عَيْنَيْهَا وَهِيَ حَآدٌّ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَلَمْ تَكْتَحِلْ حَتّٰى كَادَتْ عَيْنَاهَا اَنْ تَرْمَصَا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَايَنْبَغِیْ اَنْ تَكْتَحِلَ بِكُحْلِ الزِّيْنَةِ وَلَاتَدَّهِنُ وَلَا تَتَطَيَّبُ وَاَمَّا الذُّرُوْرُ وَنَحْوُهٗ فَلَابَاْسَ بِهٖ لِاَنَّ هٰذَا لَيْسَ لِزِيْنَةٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا۔

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ صفیہ بنت ابوعبید رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں شکایت ہوگئی' وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد اُن کی وفات کا سوگ کر رہی تھیں تو انہوں نے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا یہاں تک کہ اُن کی آنکھوں میں مواد بھر گیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسی عورت کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ زیب وزینت کے طور پر سرمہ لگائے یا تیل لگائے یا خوشبو استعمال کرے۔

جہاں تک سفیدے وغیرہ کا تعلق ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

590-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَيْدٍ عَنْ حَفْصَةَ اَوْ عَآئِشَةَ اَوْ عَنْهُمَا جَمِيْعًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْبَغِیْ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى زَوْجِهَا حَتّٰى تَنْقَضِیَ عِدَّتُهَا وَلَا تَتَطَيَّبُ وَلَا تَدَّهِنُ لِزِيْنَةٍ وَّلَا تَكْتَحِلُ لِزِيْنَةٍ حَتّٰى تَنْقَضِیَ عِدَّتُهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✦✦ صفیہ بنت ابوعبید رضی اللہ عنہا' سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا یا شاید سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا شاید دونوں کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' البتہ شوہر کا حکم مختلف ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عورت کے لیے یہ بات مناسب ہے کہ وہ اپنے شوہر کا سوگ کرے کہ یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے' وہ اس دوران خوشبو استعمال نہیں کرے گی' زیب وزینت کے لیے تیل نہیں لگائے گی' زیب وزینت کے لیے سرمہ استعمال نہیں کرے گی' یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمَرْاَةِ تَنْتَقِلُ مِنْ مَّنْزِلِهَا قَبْلَ انْقِضَآءِ عِدَّتِهَا مِنْ مَّوْتٍ اَوْ طَلَاقٍ

باب 23: بیوگی یا طلاق کی عدت گزارنے والی عورت اپنی عدت پوری ہونے سے پہلے اپنے گھر سے منتقل ہوسکتی ہے؟

591-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ اَنَّ يَحْيَى ابْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ الْبَتَّةَ فَانْتَقَلَهَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ فَاَرْسَلَتْ عَآئِشَةُ اِلٰى مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ اِتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدِ الْمَرْاَةَ اِلٰى بَيْتِهَا فَقَالَ مَرْوَانُ فِیْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ اِنَّ

عبدالرحمن غلبنی وقال فی حدیث القاسم او مابلغک شان فاطمۃ بنت قیس قالت عائشۃ لایضرک ان لاتذکر حدیث فاطمۃ قال مروان کان بک الشر فحسبک مابین ھذین من الشر۔
قال محمد وبھذا ناخذ لاینبغی للمراۃ ان تنتقل من منزلھا الذی طلقھا فیہ زوجھا طلاقا بائنا او غیرہ اومات عنھا فیہ حتی تنقضی عدتھا وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقھائنا۔

✧✧ قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے عبدالرحمٰن بن حکم کی صاحبزادی کو طلاق بتہ دیدی تو عبدالرحمٰن نے اس خاتون کو اپنے گھر منتقل کر دیا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان کو پیغام بھیجا' جو اُن دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا (پیغام یہ تھا:) تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس عورت کو اس کے گھر واپس بھیجو! تو مروان نے کہا: (یہاں تک سلیمان نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:) اس بارے میں عبدالرحمٰن مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔
قاسم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: مروان نے کہا: کیا آپ کو سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعے کا پتہ نہیں ہے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ چیز تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گی کہ اگر تم فاطمہ کے واقعے کا تذکرہ نہ کرو' تو مروان نے کہا: اگر اس سے آپ کو اُلجھن ہو رہی ہے' تو آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان دونوں کے درمیان جو ناچاقی چل رہی ہے۔
✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسی عورت کے لیے اپنے گھر سے منتقل ہونا مناسب نہیں ہے' جس کے شوہر نے اُسے طلاقِ بائنہ دی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور طلاق دی ہو' یا جو عورت بیوہ ہو چکی ہو' وہ اس وقت تک منتقل نہیں ہوگی' جب تک اس کی عدت نہیں گزر جاتی۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

592-اخبرنا مالک اخبرنا نافع ان ابنۃ سعید بن زید بن نفیل طلقت البتۃ فانتقلت فانکر ذلک علیھا ابن عمر۔

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' نافع رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو طلاق ہو گئی تو وہ اپنے گھر سے منتقل ہو گئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کا انکار کیا۔

593-اخبرنا مالک اخبرنا سعد بن اسحق بن کعب بن عجرۃ عن عمتہ زینب بنت کعب بن عجرۃ ان الفریعۃ بنت مالک بن سنان وھی اخت ابی سعید ن الخدری اخبرتہ انھا اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسالہ ان ترجع الی اھلھا فی بنی خدرۃ فان زوجی خرج فی طلب اعبد لہ ابقوا حتی اذا کان بطرف القدوم ادرکھم فقتلوہ قالت فسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یاذن لی ان ارجع الی اھلی فی بنی خدرۃ فان زوجی لم یترکنی فی مسکن یملکہ ولا نفقۃ فقال نعم فخرجت حتی اذا کنت بالحجرۃ دعانی او امر من دعانی فدعیت لہ فقال کیف قلت فرددت علیہ القصۃ التی ذکرت لہ فقال امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجلہ قالت فاعتددت فیہ اربعۃ اشھر وعشرا قالت فلما کان امر عثمان ارسل الی

فَسَاَلَنِیْ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِذٰلِكَ فَاتَّبَعَهٗ وَقَضٰی بِهٖ .

✦✦ سعد بن اسحاق اپنی پھوپھی سیّدہ زینت بنت کعب رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ فریعہ بنت مالک جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں' انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں' تاکہ اُن سے یہ دریافت کریں کہ وہ اپنے میکے یعنی بنوخدرہ میں منتقل ہو جائیں' (انہوں نے بتایا:) میرے شوہر اپنے کچھ غلاموں کو تلاش کرنے کے لیے نکلے تھے' انہوں نے ''طرف قدوم'' کے مقام پر اُن غلاموں کو پالیا تو اُن غلاموں نے میرے شوہر کو قتل کر دیا۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں' کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ آپ مجھے یہ اجازت دیں کہ میں میکے میں' یعنی بنوخدرہ میں منتقل ہو جاؤں کیونکہ میرے شوہر نے رہائش کے لیے میرے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑی' جس کے وہ مالک ہوتے اور خرچ بھی نہیں چھوڑا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں اس وقت وہاں سے نکلی' میں ابھی حجرے کے دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا' یا آپ نے ہدایت کی' تو مجھے بلا کر لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا بات بیان کی تھی؟ میں نے پورا واقعہ آپ کے سامنے ذکر کیا' جو پہلے بھی ذکر کیا تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ہی ٹھہری رہو جب تک تمہاری عدت پوری نہیں ہو جاتی۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: پھر میں نے چار ماہ دس دن تک اسی گھر میں عدت بسر کی۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا تو انہوں نے مجھے پیغام بھیج کر مجھ سے اس بارے میں دریافت کیا' میں نے اس بارے میں بتایا تھا' تو انہوں نے اس کی پیروی کی تھی اور اس کے مطابق فیصلہ دیا تھا۔

594-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِبْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْمَرْءَ ةِ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا وَهِيَ فِيْ بَيْتِ الْكِرَاءِ عَلٰى مَنِ الْكِرَاءُ قَالَ عَلٰى زَوْجِهَا قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَ زَوْجِهَا قَالَ فَعَلَيْهَا قَالُوْافَاِنْ لَّمْ

حدیث593: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایةیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب الطلاق' باب مقام المتوفی عنها زوجها فی بیتها حتی تحل - حدیث: 1242اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب الطلاق' باب العدة - ذکر وصف عدة المتوفی عنها زوجها' حدیث: 4354اخرجه الحاکم فی "المستدرك"، کتاب الطلاق' حدیث: 2763اخرجه الترمذی فی "سننه"، ا' ابواب الطلاق واللعان - باب ما جاء این تعتد المتوفی عنها زوجها ؟' حدیث: 1161اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، کتاب الطلاق' أبواب تفریع أبواب الطلاق - باب فی المتوفی عنها تنتقل' حدیث: 1970اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب الطلاق' باب أین تعتد المتوفی عنها زوجها - حدیث: 2027اخرجه الدارمی فی "سننه"، ومن کتاب الطلاق' باب خروج المتوفی عنها زوجها - حدیث: 2252اخرجه النسائی فی "سننه"، کتاب الطلاق' مقام المتوفی عنها زوجها فی بیتها حتی تحل - حدیث: 3488اخرجه النسائی فی "سننه الکبری"، کتاب الطلاق' مقام المتوفی عنها زوجها فی بیتها حتی تحل - حدیث: 5555مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' من مسند القبائل - حدیث فریعة بنت مالك' حدیث: 26766مسند الشافعی - ومن کتاب الرسالة إلا ما کان معادا' حدیث: 1118مسند إسحاق بن راهویه - ما یروی عن الفریعة بنت مالك - ولقبها کبشة - عن' حدیث: 1954اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، کتاب الطلاق' باب المتوفی عنها زوجها - حدیث: 2939اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب الطلاق' باب : أین تعتد المتوفی عنها - حدیث: 11682ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب العدد' جماع أبواب عدة المدخول بها - باب سکنی المتوفی عنها زوجها' حدیث: 14443

يَكُنْ عِنْدَهَا قَالَ فَعَلَى الْاَمِيْرِ .

✧✧ یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سعید بن مسیّب سے ایسی عورت کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کا شوہر اسے طلاق دیدیتا ہے اور وہ کرائے کے مکان میں رہ رہی ہوتی ہے تو سعید نے کہا کہ اس کے شوہر پر کرائے کی ادائیگی لازم ہوگی۔ لوگوں نے دریافت کیا: اگر اس کے شوہر کے پاس اس بات کی گنجائش نہ ہو؟ تو سعید نے کہا: اس عورت پر اس کی ادائیگی لازم ہوگی' لوگوں نے دریافت کیا: اگر عورت کے پاس بھی اس بات کی گنجائش نہ ہو؟ تو سعید نے کہا: تو حاکم وقت پر اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔

595-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ مَسْكَنِ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ طَرِيْقُهٗ فِيْ حُجْرَتِهَا فَكَانَ يَسْلُكُ الطَّرِيْقَ الْاُخْرٰى مِنْ اَدْبَارِ الْبُيُوْتِ اِلَى الْمَسْجِدِ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّسْتَاْذِنَ عَلَيْهَا حَتّٰى رَاجَعَهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَايَنْبَغِيْ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَنْتَقِلَ مِنْ مَّنْزِلِهَا الَّذِيْ طَلَّقَهَا فِيْهِ زَوْجُهَا اِنْ كَانَ الطَّلَاقُ بَآئِنًا اَوْغَيْرَ بَآئِنٍ اَوْمَاتَ عَنْهَا فِيْهِ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَهُوَقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر طلاق دیدی' اُن کا راستہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں سے گزرتا تھا' لیکن وہ گھروں کے پیچھے کی طرف سے دوسرے راستے سے مسجد جایا کرتے تھے کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ رجوع کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے اندر آنے کی اجازت مانگیں (یعنی تنہائی میں اس کے پاس جائیں)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عورت کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر سے منتقل ہو' یعنی وہ عورت جس کے شوہر نے اسے طلاق دیدی ہو خواہ وہ بائنہ طلاق ہو یا بائنہ طلاق کے علاوہ ہو' یا جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو وہ اس وقت تک گھر سے منتقل نہیں ہوگی' جب تک اس کی عدت پوری نہیں ہو جاتی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ عِدَّةُ اُمِّ الْوَلَدِ

باب 24: اُم ولد کی عدت

596-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ عِدَّةُ اُمِّ الْوَلَدِ اِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا حَيْضَةٌ .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے: جب اُم ولد (کنیز) کا آقا انتقال کر جائے' تو اس کی عدت ایک حیض ہوگی۔

597-قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ عِدَّةُ اُمِّ الْوَلَدِ ثَلٰثُ حِيَضٍ .

✦✦ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُم ولد کی عدت تین حیض ہوگی۔

598-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِبْنِ يَزِيْدَ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ اَنَّ عَمْرَوبْنَ الْعَاصِ سُئِلَ عَنْ عِدَّةِ اُمِّ الْوَلَدِ فَقَالَ لَا تُلَبِّسُوْا عَلَيْنَا فِي دِيْنِنَا اِنْ تَكُ اَمَةً فَاِنَّ عِدَّتَهَا عِدَّةُ حُرَّةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اُم ولد کی عدت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: تم ہمارے دین کے بارے میں ہمیں الجھن کا شکار نہ کرو! اگرچہ وہ کنیز ہے لیکن اس کی عدت آزاد عورت کی عدت کی مانند ہوگی۔

✿✿ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ' ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْخَلِيَّةِ وَالْبَرِيَّةِ وَمَا يُشْبِهُ الطَّلَاقَ

باب 25: لفظ خلیہ' بریہ اور اس طرح کے دیگر الفاظ کا حکم جو طلاق کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں

599-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ: اَلْخَلِيَّةُ وَالْبَرِيَّةُ . ثَلَاثُ تَطْلِيْقَاتٍ كُلُّ وَّاحِدَةٍ مِّنْهُمَا

✦✦ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لفظ خلیہ اور لفظ بریہ کے استعمال کے ذریعے تین طلاقیں مراد لیا کرتے تھے' ان دونوں میں سے ہر ایک لفظ کا (یہی حکم ہے)۔

600-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ تَحْتَهٗ وَلِيْدَةٌ فَقَالَ لِاَهْلِهَا شَاْنُكُمْ بِهَا قَالَ الْقَاسِمُ فَرَاَى النَّاسُ اِنَّهَا تَطْلِيْقَةٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا نَوَى الرَّجُلُ بِالْخَلِيَّةِ وَالْبَرِيَّةِ ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ فَهِيَ ثَلٰثُ تَطْلِيْقَاتٍ وَاِذَا اَرَادَ بِهَا وَاحِدَةً اَوِ اثْنَتَيْنِ اَوْلَمْ يُرِدْ بِهَا شَيْئًا فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنٌ دَخَلَ بِامْرَاَتِهٖ اَوْلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں: ایک شخص کی بیوی کنیز تھی' اس شخص نے بیوی کے مالک سے کہا: تم اسے سنبھالو! قاسم کہتے ہیں: تو لوگوں نے اس چیز کو ایک طلاق شمار کیا۔

✿✿ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص لفظ خلیہ یا لفظ بریہ استعمال کرتے ہوئے تین طلاقوں کی نیت کرے گا' تو وہ تین طلاقیں شمار ہوں گی اور جب وہ ان کے ذریعے ایک طلاق کی نیت کرے گا' تو وہ ایک بائنہ طلاق شمار ہوگی' خواہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی ہو یا صحبت نہ کی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ اَلرَّجُلُ يُوْلَدُ لَهٗ فَيَغْلِبُ عَلَيْهِ الشَّبَهُ

باب 26: جس شخص کے ہاں بچہ ہوا اور اُسے اپنے بچے کے بارے میں شبہ ہو

601-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اِمْرَاَتِىْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ فَهَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فِيْمَا كَانَ ذٰلِكَ قَالَ اُرَاهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ نَزَعَهُ عِرْقٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِىْ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّنْتَفِىَ مِنْ وَّلَدِهٖ بِهٰذَا وَنَحْوِهٖ .

✦✦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اُن کا رنگ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: سرخ ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اُن میں کوئی مٹیالے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کہاں سے آ گیا؟ وہ شخص بولا: میرا خیال ہے یارسول اللہ! کسی رگ نے اُسے کھینچ لیا ہوگا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ تمہارے بیٹے کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اس حوالے سے یا اس طرح کی کسی اور صورت میں اپنی اولاد کی نفی کردے۔

بَابُ الْمَرْءَةُ تُسْلِمُ قَبْلَ زَوْجِهَا

باب 27: جب کوئی عورت اپنے شوہر سے پہلے اسلام قبول کرلے

602-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ اُمَّ حَكِيْمٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ كَانَتْ تَحْتَ عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِىْ

حديث 601: اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الحدود' باب ما جاء فی التعريض - حديث: 6469 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب اللعان' حديث: 2834 اخرجه الترمذی فی "سننه"، باب ما جاء فی الرجل ينتفی من ولده' حديث: 2105 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الطلاق' باب : إذا عرض بامرأته وشكت فی ولده وأراد الانتفاء منه - حديث: 3443 اخرجه ابو داؤد فی "سننه"، كتاب الطلاق' أبواب تفريع أبواب الطلاق - باب إذا شك فی الولد' حديث: 1940 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب النكاح' باب الرجل يشك فی ولده - حديث: 1998 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب الهدی - ذكر الخبر الدال على أن الحكم بالتشبيه مما وصفنا غير جائز' حديث: 4168 اخرجه النسائی فی "سننه الكبری"، كتاب الطلاق' إذا عرض بامرأته وشك فی ولده وأراد الانتفاء منه - حديث: 5508 اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، كتاب الطلاق' باب الرجل ينفی حمل امرأته أن يكون منه - حديث: 3014 مسند أحمد بن حنبل' مسند أبی هريرة رضی الله عنه - حديث: 7030 مسند الشافعی - ومن كتاب أحكام القرآن' حديث: 1208 اخرجه الحميدی فی "سننه"، باب فی الأقضية' حديث: 1035 ذكره البيهقی فی "سننه الكبری"، كتاب القسامة' جماع أبواب القذف - باب من قال : لا حد إلا فی القذف الصريح' حديث: 15947 ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب اللعان' التعريض بالقذف - حديث: 4812

جَهْلٍ فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَخَرَجَ عِكْرِمَةُ هَارِبًا مِنَ الْاِسْلَامِ حَتّٰى قَدِمَ الْيَمَنَ فَارْتَحَلَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ حَتّٰى قَدِمَتْ عَلَيْهِ فَدَعَتْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ فَقَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبَ اِلَيْهِ فَرِحًا وَّمَا عَلَيْهِ رِدَآؤُهٗ حَتّٰى بَايَعَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا اَسْلَمَتِ الْمَرْاَةُ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ فِيْ دَارِ الْاِسْلَامِ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا حَتّٰى يُعْرَضَ عَلَى الزَّوْجِ الْاِسْلَامُ فَاِنْ اَسْلَمَ فَهِيَ اِمْرَاَتُهٗ وَاِنْ اَبٰى اَنْ يُّسْلِمَ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَكَانَتْ فُرْقَتُهَا تَطْلِيْقَةً بَائِنَةً وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ

✦✦ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: اُم حکیم بنت حارث' عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی تھی' اُس خاتون نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا' لیکن عکرمہ اسلام سے بھاگتے ہوئے وہاں سے چلا گئے اور یمن آ گئے' اس کے بعد اُم حکیم وہاں سے روانہ ہوئیں اور عکرمہ کے پاس آئیں اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو عکرمہ نے اسلام قبول کر لیا' جب وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں ملاحظہ فرمایا تو آپ خوشی سے کھڑے ہو گئے' آپ نے اُس وقت چادر نہیں اوڑھی ہوئی تھی' پھر حضرت عکرمہ نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی عورت اسلام قبول کرے اور اس کا شوہر کافر ہو اور اسلامی سلطنت کی حدود میں رہ رہا ہو' تو اُن میاں بیوی کے درمیان اس وقت تک علیحدگی نہیں کی جائے گی' جب تک شوہر کو اسلام کی دعوت نہیں دی جاتی' اگر وہ شخص اسلام قبول کر لیتا ہے' تو وہ عورت اس کی بیوی شمار ہو گی' اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے' تو اُن میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروا دی جائے گی اور یہ علیحدگی ایک بائنہ طلاق شمار ہو گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ انْقِضَآءِ الْحَيْضِ

باب 28: حیض پورا ہو جانا

603-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنْتَقَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ حِيْنَ دَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَتْ صَدَقَ عُرْوَةُ وَقَدْ جَادَلَهَا فِيْهِ نَاسٌ وَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ فَقَالَتْ صَدَقْتُمْ وَتَدْرُوْنَ مَا الْاَقْرَآءُ اِنَّمَا الْاَقْرَآءُ الْاَطْهَارُ .

✦✦ عروہ بن زبیر' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی حفصہ کا جب تیسرا حیض شروع ہوا تو وہ اپنے (عدت والے گھر سے دوسری جگہ) منتقل ہو گئی۔

ابن شہاب کہتے ہیں: جب میں نے اس روایت کا تذکرہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے کیا' تو وہ بولیں: عروہ نے سچ کہا ہے' لوگوں نے اس بارے میں اُن سے اختلاف بھی کیا تھا' لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''تین قروء''۔

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم لوگ ٹھیک کہہ رہے ہو؟ تمہیں پتہ ہے کہ قروء سے مراد کیا ہے؟ قروء کا مطلب ''طہر'' ہوتا ہے۔

604- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِبْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بھی اس سے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

605- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ وَزَيْدُ ابْنُ اَسْلَمَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ الْاَحْوَصُ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثُمَّ مَاتَ حِيْنَ دَخَلَتْ فِی الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَقَالَتْ اَنَا وَارِثَتُهٗ وَقَالَ بَنُوْهُ لَاتَرِثِيْنَهٗ فَاخْتَصَمُوْا اِلٰى مُعَاوِيَةَ ابْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ فَسَاَلَ مُعَاوِيَةُ فَضَالَةَ ابْنَ عُبَيْدٍ وَنَاسًا مِنْ اَهْلِ الشَّامِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُمْ عِلْمًا فِيْهِ فَكَتَبَ اِلٰى زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ فَكَتَبَ اِلَيْهِ زَيْدُبْنُ ثَابِتٍ اَنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِی الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَاِنَّهَا لَاتَرِثُهٗ وَلَايَرِثُهَا وَقَدْ بَرِءَ تْ مِنْهُ وَبَرِئَ مِنْهَا .

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: شام سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جس کا نام ''احوص'' تھا' اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی' پھر ابھی عورت کا تیسرا حیض شروع ہوا تھا کہ اسی دوران اُس شخص کا انتقال ہو گیا' وہ عورت بولی کہ میں اُس شخص کی وارث ہوں' اُس شخص کے بیٹوں نے یہ کہا کہ تم اُس کی وارث نہیں بنو گی' یہ لوگ اپنا مقدمہ لے کر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فضالہ بن عبید سے اور شام سے تعلق رکھنے والے دیگر افراد سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہیں اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا' پھر ان لوگوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ جب عورت کو (عدت کے دوران) تیسرا حیض شروع ہو جائے' تو وہ عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں بنے گی اور وہ مرد اس عورت کا وارث نہیں بنے گا' اس عورت کا اس سے تعلق ختم ہو گیا ہے اور اس مرد کا بھی تعلق اس سے ختم ہو جاتا ہے۔

606- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ مِثْلَ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنْقِضَاءُ الْعِدَّةِ عِنْدَنَا الطَّهَارَةُ مِنَ الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ اِذَا اغْتَسَلَتْ مِنْهَا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی اسی کی مانند منقول ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک تیسرے حیض کے خون کے بعد جب طہر آئے گا اور وہ عورت اس کے بعد غسل کرے گی' اس وقت اس کی عدت ختم ہو گی۔

607- اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ تَطْلِيْقَةً يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ ثُمَّ تَرَكَهَا حَتّٰى اِنْقَطَعَ دَمُهَا مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ وَدَخَلَتْ مُغْتَسَلَهَا وَاَدْنَتْ مَاءَ هَا فَاَتَاهَا فَقَالَ لَهَا قَدْرَا جَعْتُكِ فَسَاَلَتْ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ عَنْ ذٰلِكَ وَعِنْدَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ عُمَرُ قُلْ فِيْهَا بِرَاْيِكَ فَقَالَ اُرَاهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحَقَّ بِرَجْعَتِهَا مَالَمْ تَغْتَسِلْ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ فَقَالَ عُمَرُ وَاَنَا اَرٰى ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ كُنَيْفٌ

مَلِیٌ عِلْمًا ۔

✧✧ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی' جس میں اُس کے پاس رجوع کا حق تھا' پھر اُس نے اپنی بیوی کو ایسے ہی رہنے دیا' یہاں تک کہ (عدت کے دوران) تیسرے حیض کا خون بند ہوگیا اور وہ عورت غسل خانے میں داخل ہوئی اور پانی کے قریب پہنچی تو وہ شخص اُس عورت کے پاس آیا اور اس سے کہا: میں نے تم سے رجوع کرلیا ہے' اُس عورت نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: آپ اس بارے میں اپنی رائے پیش کریں' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیرالمؤمنین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ مرد کو اس عورت کے ساتھ رجوع کرنے کا حق حاصل ہے' جب تک وہ تیسرے حیض کے بعد غسل نہیں کرلیتی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری بھی یہی رائے ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ علم سے بھرے ہوئے ہیں (یعنی بہت بڑے عالم ہیں)۔

608-اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ هُوَ اَحَقُّ بِهَا حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ ۔

✧✧ سعید بن مسیب فرماتے ہیں' کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب تک عورت تیسرے حیض کے بعد غسل نہیں کرلیتی' اس وقت تک مرد کو اس سے رجوع کا حق حاصل ہوگا۔

609-اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ اَبِیْ عِيْسٰى الْخَيَّاطُ الْمَدِيْنِیُّ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ ثَلٰثَةَ عَشَرَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا الرَّجُلُ اَحَقُّ بِامْرَاَتِهٖ حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ قَالَ عِيْسٰى وَسَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ الرَّجُلُ اَحَقُّ بِامْرَاَتِهٖ حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ شعبی نے تیرہ صحابہ کرام کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ وہ سب اس بات کے قائل ہیں' کہ جب تک عورت تیسرے حیض کے بعد غسل نہیں کرلیتی' اس وقت تک مرد کو اس سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں: آدمی کو اپنی بیوی کے بارے میں حق حاصل رہے گا' جب تک وہ عورت تیسرے حیض کے بعد غسل نہیں کرلیتی۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْمَرْءَةِ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا طَلَاقًا يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ فَتَحِيضُ حَيْضَةً اَوْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ تَرْتَفِعُ حَيْضَتُهَا

باب 29: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق دے جس میں اُس کو رجوع کا حق حاصل ہو پھر اس عورت کو ایک یا دو حیض آ جائیں اور پھر اُسے حیض آنا بند ہو جائے

610- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ اَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَدِّهِ امْرَاَتَانِ هَاشِمِيَّةٌ وَاَنْصَارِيَّةٌ فَطَلَّقَ الْاَنْصَارِيَّةَ وَهِيَ تُرْضِعُ وَكَانَتْ لَا تَحِيضُ وَهِيَ تُرْضِعُ فَمَرَّلَهَا قَرِيْبٌ مِّنْ سَنَةٍ ثُمَّ هَلَكَ زَوْجُهَا حَبَّانُ عِنْدَ رَاْسِ السَّنَةِ اَوْ قَرِيْبٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَلَمْ تَحِضْ فَقَالَتْ اَنَا اَرِثُهُ مَالَمْ اَحِضْ فَاخْتَصَمُوْا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَقَضٰى لَهَا بِالْمِيْرَاثِ فَلَامَتِ الْهَاشِمِيَّةُ عُثْمَانَ فَقَالَ هٰذَا عَمَلُ ابْنِ عَمِّكِ هُوَ اَشَارَ عَلَيْنَا بِذٰلِكَ يَعْنِيْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ.

✧✧ محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں: اُن کے دادا کی دو بیویاں تھیں اُن میں سے ایک ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور ایک انصاری تھیں انصاری خاتون کو انہوں نے طلاق دیدی جس دوران وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھیں اس دوران اُسے حیض نہیں آ رہا تھا تو تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر گیا جب اُسے حیض نہیں آیا اس کے بعد اس کے شوہر حضرت حبان کا تقریباً ایک سال بعد یا اُس کے آس پاس انتقال ہو گیا لیکن اس سارے عرصے کے دوران اس عورت کو حیض نہیں آیا (حضرت حبان کے انتقال پر) اس عورت نے کہا: میں ان کی وارث بنوں گی جب تک مجھے حیض نہیں آ جاتا۔ یہ لوگ اپنا مقدمہ لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس عورت کو وارث قرار دیا اس بات پر ہاشمی عورت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملامت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بولے: تمہارے چچازاد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

611- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ وَّيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَيُّمَا امْرَاَةٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَيْضَةً اَوْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ رُفِعَتْ حَيْضَتُهَا فَاِنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ فَاِنِ اسْتَبَانَ بِهَا حَمْلٌ فَذٰلِكَ وَاِلَّا اعْتَدَّتْ بَعْدَ التِّسْعَةِ ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ ثُمَّ حَلَّتْ.

✧✧ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ جس عورت کو طلاق ہو جائے اور اسے ایک یا دو حیض آ جائیں پھر اس کو حیض آنا بند ہو جائے تو وہ نو ماہ تک انتظار کرے اگر اس کے دوران اس کا حمل ظاہر ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ نو ماہ گزرنے کے بعد تین ماہ تک عدت بسر کرے گی اور پھر اُس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

612- قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ قَيْسٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ طَلَاقًا يَّمْلِكُ الرَّجْعَةَ فَحَاضَتْ حَيْضَةً اَوْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ ارْتَفَعَ حَيْضُهَا عَنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ مَاتَتْ فَسَاَلَ عَلْقَمَةُ عَبْدَ اللّٰهِ

بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ هٰذِهِ اِمْرَاَةٌ حَبَسَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مِيْرَاثَهَا فَكُلْهُ .

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: علقمہ بن قیس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدی' جس میں انہیں رجوع کا حق حاصل تھا' اُس عورت کو ایک مرتبہ یا شاید دو مرتبہ حیض آیا' اُس کے بعد اُسے حیض آنا بند ہو گیا' اور اٹھارہ ماہ تک نہیں آیا' اس کے بعد اس خاتون کا انتقال ہو گیا۔ علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایسی عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے روک دیا تھا' تا کہ تمہیں اُس کی وراثت مل جائے' تو اب تم اُسے استعمال کرو۔

613- اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ اَبِىْ عِيْسَى الْخَيَّاطُ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ قَيْسٍ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِ مِيْرَاثِهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ فَهٰذَا اَكْثَرُ مِنْ تِسْعَةِ اَشْهُرٍ وَّثَلٰثَةِ اَشْهُرٍ بَعْدَهَا فَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا لِاَنَّ الْعِدَّةَ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَوْجُهٍ لَا خَامِسَ لَهَا لِلْحَامِلِ حَتّٰى تَضَعَ وَالَّتِىْ لَمْ تَبْلُغِ الْحَيْضَةَ ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ وَالَّتِىْ قَدْ يَئِسَتْ مِنَ الْحَيْضِ ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ وَالَّتِىْ تَحِيْضُ ثَلٰثَ حِيَضٍ فَهٰذَا الَّذِىْ ذَكَرْتُمْ لَيْسَ بِعِدَّةِ الْحَآئِضِ وَلَا غَيْرِهَا .

شعبی بیان کرتے ہیں: علقمہ بن قیس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں دریافت کیا' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اس عورت کی وراثت لینے کی ہدایت کی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نو ماہ اور اس کے بعد مزید تین ماہ سے زیادہ کی مدت ہے' ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں عدت کی چار صورتیں بیان ہوئی ہیں' کوئی پانچویں صورت نہیں ہے' حاملہ عورت کی عدت یہ ہے کہ وہ بچے کو جنم دے' جس عورت کو حیض آنا شروع نہیں ہوئے اُس کی عدت تین ماہ ہیں' جو عورت حیض سے مایوس ہو چکی ہے اس کی عدت مہینوں کے اعتبار سے ہے اور جس عورت کو حیض آتا ہے اس کی عدت تین حیض ہے۔

تو جس عورت کا آپ لوگوں نے ذکر کیا ہے' اس میں نہ تو حیض والی عورت کی عدت ہے اور نہ ہی دوسری کسی قسم کی عدت ہے۔

بَابُ عِدَّةُ الْمُسْتَحَاضَةِ

باب 30: استحاضہ کا شکار عورت کی عدت

614- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ عِدَّةُ الْمُسْتَحَاضَةِ سَنَةٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْمَعْرُوْفُ عِنْدَنَا اَنَّ عِدَّتَهَا عَلٰى اَقْرَائِهَا الَّتِىْ كَانَتْ تَجْلِسُ فِىْ مَا مَضٰى وَكَذٰلِكَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِىُّ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْفُقَهَآءِ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا اَلَا تَرٰى اَنَّهَا تَتْرُكُ

الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا الَّتِي كَانَتْ تَجْلِسُ لِاَنَّهَا فِيهِنَّ حَائِضٌ فَكَذٰلِكَ تَعْتَدُّ بِهِنَّ فَاِذَا مَضَتْ ثَلٰثَةُ قُرُوْءٍ مِّنْهُنَّ بَانَتْ اِنْ كَانَ ذٰلِكَ اَقَلَّ مِنْ سَنَةٍ اَوْ اَكْثَرَ .

سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں: استحاضہ کا شکار عورت کی عدت ایک سال ہوگی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ بات معروف ہے کہ اس کی عدت قروء کے اعتبار سے ہوگی' جس کے حساب سے وہ پہلے (طہر کے دن) گزارا کرتی تھی۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ عورت اپنے قروء کے دن کے دوران نماز ترک کر دیتی تھی' جن دنوں میں وہ پہلے بیٹھی رہا کرتی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دوران اسے حیض آجایا کرتا تھا تو وہ اس حساب سے اُن کی گنتی کیا کرتی تھی۔

پھر جب اس عورت کے تین قروء گزر جائیں گے تو وہ اپنے میاں سے الگ ہو جائے گی' اگرچہ یہ مدت ایک سال سے کم ہو یا اس سے زیادہ ہو۔

بَابُ الرَّضَاعِ

باب 31: رضاعت سے متعلق احکام

615- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لَا رَضَاعَةَ اِلَّا لِمَنْ اُرْضِعَ فِي الصِّغَرِ .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے: رضاعت وہی ہوتی ہے کہ جب بچے کو کم سنی میں دودھ پلایا گیا ہو۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب رضاعت کی مخصوص مدت گزر جائے تو رضاعت کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''دودھ چھڑا دینے کے بعد رضاعت نہیں ہوتی''۔

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حرمت نشوونما کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یہ رضاعت کی مخصوص مدت میں ہو سکتی ہے' کیونکہ بڑی عمر کے بچے کی نشوونما دودھ کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔

مخصوص مدت سے پہلے دودھ چھڑانا معتبر نہیں ہوگا' البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے (کہ معتبر ہوگا) جبکہ بچہ دودھ سے بے نیاز ہو چکا ہو اس کی وجہ یہی ہے: غذا کی تبدیلی کی وجہ سے (دودھ کے ذریعے) اس کی نشوونما کا عمل منقطع ہو چکا ہے۔

مخصوص مدت کے بعد دودھ پلانا مباح ہے۔

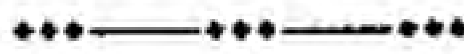
ایک قول کے مطابق یہ مباح نہیں ہے کیونکہ اس کی اباحت ضرورت کے پیش نظر تھی۔

اس کی وجہ یہ ہے: یہ (دودھ) انسان کا جزء ہے (اور وہ قابل احترام ہوتا ہے)



616-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ رَجُلًا يَّسْتَاْذِنُ فِىْ بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَّسْتَاْذِنُ فِىْ بَيْتِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمٍّ لِحَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَآئِشَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ كَانَ عَمِّىْ فُلَانًا مِّنَ الرَّضَاعَةِ حَيًّا دَخَلَ عَلَىَّ قَالَ نَعَمْ ۔

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ہاں موجود تھے انہوں نے کسی شخص کو سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگتے ہوئے سنا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ شخص آپ کے گھر میں اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ فلاں شخص ہوگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کے بارے میں یہ بات فرمائی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میرا فلاں رضاعی چچا زندہ ہوتا تو کیا وہ بھی میرے ہاں اندر آجاتا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں!



شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ ہو برابر ہے جب وہ رضاعت کی مدت میں حاصل ہو تو اس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حرمت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب پانچ گھونٹ پیے جائیں۔

اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''ایک گھونٹ یا دو گھونٹ یا ایک مرتبہ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی''۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے''۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے ذریعے حرمت ثابت ہوتی ہے''۔

حدیث 616: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایةیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب الرضاع' باب رضاعة الصغیر - حدیث: 1267 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الشهادات' باب الشهادة علی الأنساب - حدیث: 2524 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الرضاع' باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة - حدیث: 2693 اخرجه النسائی فی "سننه"، کتاب النکاح' لبن الفحل - حدیث: 3276 اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب النکاح' لبن الفحل - حدیث: 5318 ذکره البیهقی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب النکاح' جماع أبواب ما یحرم من نکاح الحرائر وما یحل منه ومن - باب ما یحرم من نکاح القرابة والرضاع وغیرهما' حدیث: 12991 مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حدیث السیدة عائشة رضی اللّٰه عنها' حدیث 24911 مسند الشافعی - ومن کتاب الرضاع' حدیث: 1358

اس حدیث میں کوئی فصل (یعنی مقدار کی قید) نہیں ہے۔

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حرمت جزء ہونے کے اس شبہہ کے ذریعے ثابت ہوتی ہے' جو ہڈیاں بڑھنے اور گوشت کی نشو ونما کی نتیجے میں ہوتا ہے' لیکن یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے' لہٰذا حکم کا تعلق دودھ پلانے کے فعل کے ساتھ ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت نقل کی ہے یا تو وہ کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے قبول نہیں کی جائے گی یا پھر کتاب اللہ کے حکم کے تحت منسوخ شمار ہوگی۔

مناسب یہ ہے: دودھ پلانے کا عمل رضاعت کی مخصوص مدت کے درمیان ہونا چاہئے' اس کی وجہ ہم بیان کریں گے۔

پھر رضاعت کی مخصوص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک 30 ماہ ہے۔

صاحبین یہ فرماتے ہیں: یہ دو سال ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: یہ تین سال ہے'

اس کی وجہ یہ ہے: ایک سال ایک حالت سے دوسری حالت تک منتقل ہونے کے لئے مناسب وقت ہے' اور دو سال سے زیادہ مدت کا ہونا ضروری ہے' اس کی وجہ ہم بیان کریں گے' تو اس (ایک سال) کو مقررہ کیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اس کا حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے''۔

حمل کی مدت کم از کم 6 ماہ ہے' تو دودھ چھڑانے کے لئے باقی دو سال رہ جائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے:

''دو سال کے بعد رضاعت نہیں ہوتی''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بھی یہی آیت ہے' اس کی صورت یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں کے لئے ایک مدت بیان کی ہے' تو یہ مدت مکمل طور پر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ثابت ہوگی' جیسے دو طرح کے قرض کے لئے ایک مدت بیان کی جائے' تاہم یہاں پر ایک میں کمی کرنے والی دلیل پائی جا رہی ہے تو دوسرا اپنے ظاہر کے مطابق برقرار رہے گا۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: غذا تبدیل ہونے کے لئے یہ بات ضروری ہے تاکہ دودھ کے ذریعے نشو ونما منقطع ہو جائے اور اس کے لئے اضافی مدت ضروری ہے۔ جس میں بچہ دوسری خوراک کی عادت بنا لے تو اس کے لئے حمل کی کم از کم مدت کو طے کیا گیا ہے' کیونکہ یہ حالت کو تبدیل کر سکتی ہے' کیونکہ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی غذا اس سے مختلف ہوتی ہے' جو دودھ پیتے بچے کی ہوتی ہے' جس طرح دودھ پیتے بچے کی غذا اس بچے سے مختلف ہوتی ہے' جس کا دودھ چھڑوا دیا گیا ہو۔

جو حدیث نقل کی گئی ہے وہ اس بات پر محمول ہوگی' اس سے مراد وہ مدت ہے' جس کا استحقاق ہے۔

نص کو بھی اسی مفہوم پر محمول کیا جائے گا جو کتاب اللہ میں دو سال کی قید کے ساتھ مذکور ہے۔

617-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ .

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو ولادت کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو حرمت نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم روایت کر چکے ہیں۔

البتہ رضاعی بہن کی ماں کے ساتھ شادی کرنا آدمی کے لئے جائز ہے لیکن آدمی اپنی نسبی بہن کی ماں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس کی اپنی ماں ہوگی یا اس کے باپ کی بیوی ہوگی جبکہ رضاعت کا حکم اس کے برخلاف ہے۔

یہ بھی جائز ہے آدمی اپنے رضاعی بیٹے کی بہن کے ساتھ شادی کرلے اور نسب میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جب آدمی اس لڑکی کی ماں کے ساتھ صحبت کرے گا تو وہ لڑکی اس کے لئے حرام ہو جائے گی جبکہ رضاعت میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

رضاعی باپ کی بیوی یا رضاعی بیٹے کی بیوی کے ساتھ شادی کرنا اسی طرح جائز نہیں ہے جیسے نسب میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل ہم پہلے روایت کر چکے ہیں۔

نسب میں صلبی رشتے داروں کا تذکرہ منہ بولی رشتے داری کا اعتبار ساقط کرنے کے لئے ہے جیسا کہ ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں۔

———

618-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا مَنْ اَرْضَعَتْهُ اَخَوَاتُهَا وَبَنَاتُ اَخِيْهَا وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا مَنْ اَرْضَعَتْهُ نِسَآءُ اِخْوَتِهَا

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جن بچوں کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہنوں نے یا بھانجیوں اور بھتیجیوں نے دودھ پلایا ہوتا تھا وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اندر آ جایا کرتے تھے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائیوں کی بیویوں نے جن بچوں کو دودھ پلایا ہوتا تھا وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اندر نہیں آ سکتے تھے۔

619-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ امْرَاَتَانِ فَاَرْضَعَتْ اِحْدٰهُمَا غُلَامًا وَالْاُخْرٰى جَارِيَةً فَسُئِلَ هَلْ يَتَزَوَّجُ الْغُلَامُ الْجَارِيَةَ قَالَ لَا اَللِّقَاحُ وَاحِدٌ .

✧✧ عمرو بن شرید بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک نے ایک لڑکے کو دودھ پلا دیا اور دوسری نے ایک لڑکی کو دودھ پلا دیا تو سوال یہ کیا گیا کہ کیا وہ لڑکا اس لڑکی کے ساتھ شادی کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! کیونکہ دودھ کے اترنے کا سبب ایک (مرد) ہے۔

•••———•••———•••

شرح: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لبن الفحل" کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے: کسی عورت نے کسی بچی کو دودھ پلایا ہو تو یہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے حرام ہوگی اور اس مرد کے آباؤ اجداد کے لئے اور بیٹوں کے لئے بھی حرام ہوگی اور وہ شوہر جس کی وجہ سے عورت کے دودھ اترا ہے اس دودھ پیتی بچی کا رضائی باپ بن جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے مطابق لبن الفحل حرام نہیں ہوتا' اس کی وجہ یہ ہے: حرمت بعضیت کے شبہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کے جسم کا حصہ ہے' مرد کا حصہ نہیں ہے۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے ہم روایت کر چکے ہیں۔

نسب میں حرمت دونوں طرف سے ہوتی ہے' تو اسی طرح رضاعت میں بھی ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ارشاد فرمایا تھا: افلح تمہارے ہاں اندر آ سکتا ہے' کیونکہ وہ تمہارا رضائی چچا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہوتا ہے' تو حرمت کے معاملے میں احتیاط کے پیش نظر حرمت کو اس کی طرف بھی منسوب کیا جائے گا۔



620-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُقْبَةَ اَنَّهُ سَاَلَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ الرَّضَاعَةِ فَقَالَ مَاكَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ وَلَوْ كَانَتْ مَصَّةً وَّاحِدَةً فَهِيَ تُحَرِّمُ وَمَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ فَاِنَّمَا هُوَ طَعَامٌ يَّاْكُلُهُ .

✧✧ ابراہیم بن عقبہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے سعید بن مسیب سے رضاعت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: جو دو سال کے اندر ہو (وہ حرمت کو ثابت کر دے گی) خواہ وہ ایک ہی گھونٹ کیوں نہ ہو اور جو دو سال سے بعد ہو' تو وہ ایک خوراک ہے جس کو اس نے کھا لیا (یعنی اس کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی)۔

621-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُقْبَةَ اَنَّهُ سَاَلَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَاقَالَ لَهُ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ .

✧✧ ابراہیم بن عقبہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عروہ بن زبیر سے یہی سوال کیا' تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا جو سعید بن مسیب نے دیا تھا۔

622-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقُوْلُ مَاكَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ مَصَّةً وَّاحِدَةً فَهِيَ تُحَرِّمُ .

✧✧ ثور بن زید بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: دو سال کے اندر جو رضاعت ہوگی وہ حرمت ثابت کر دے گی خواہ وہ ایک ہی گھونٹ کیوں نہ ہو۔

623-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ مَوْلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ

الْمُؤْمِنِينَ اَرْسَلَتْ بِهِ وَهُوَ يَرْضَعُ اِلَى اُخْتِهَا اُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ اَبِي بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ فَقَالَتْ اَرْضِعِيْهِ عَشْرَ رَضَعَاتٍ حَتّٰى يَدْخُلَ عَلَيَّ فَاَرْضَعَتْنِي اُمُّ كُلْثُوْمِ بِنْتُ اَبِي بَكْرٍ ثَلاثَ رَضَعَاتٍ ثُمَّ مَرِضَتْ فَلَمْ تُرْضِعْنِي غَيْرَ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَلَمْ اَكُنْ اَنْ اَدْخُلَ عَلٰى عَائِشَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّ اُمَّ كُلْثُوْمٍ لَمْ تُتِمَّ لِي عَشْرَ رَضَعَاتٍ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سالم بن عبداللہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ جب سالم دودھ پیتے بچے تھے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں منگوایا اور اپنی بہن اُم کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کو دیا اور فرمایا کہ تم اسے دس مرتبہ دودھ پلا دو تا کہ یہ میرے ہاں آجایا کرے۔ سالم کہتے ہیں: تو سیّدہ اُم کلثوم بنت ابوبکر نے مجھے تین مرتبہ دودھ پلایا' اس کے بعد وہ بیمار ہوگئیں' پھر وہ مجھے مزید دودھ نہیں پلاسکیں تو اس وجہ سے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اندر نہیں جاسکتا تھا کیونکہ سیّدہ اُم کلثوم نے مجھے دس مرتبہ دودھ نہیں پلایا تھا۔

624-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِي عُبَيْدٍ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ حَفْصَةَ اَرْسَلَتْ بِعَاصِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ اِلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ عُمَرَ وَهِيَ اُخْتُهَا تُرْضِعُهُ عَشْرَ رَضَعَاتٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهَا فَفَعَلَتْ فَكَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا وَهُوَ يَوْمَ اَرْضَعَتْهُ صَغِيْرٌ يَرْضَعُ .

✦✦ صفیہ بنت ابوعبید بیان کرتی ہیں' کہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عاصم بن عبداللہ کو فاطمہ بنت عمر کے پاس بھجوایا' تا کہ فاطمہ انہیں دس مرتبہ دودھ پلا دیں' تا کہ عاصم سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آجایا کریں تو انہوں نے ایسا ہی کیا' تو عاصم' سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چلے جایا کرتے تھے' جب انہیں دودھ پلایا گیا تھا اس وقت وہ کم سن شیر خوار بچے تھے۔

625-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ .

✦✦ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا تھا:

''دس متعین مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوتی ہے''۔

پھر اس حکم کو منسوخ کر کے پانچ مرتبہ کا حکم دیا گیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ چیز قرآن کا حصہ تھی۔

626-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا مَعَهُ عِنْدَ دَارِ الْقَضَاءِ يَسْاَلُهُ عَنْ رَضَاعَةِ الْكَبِيْرِ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ كَانَتْ لِي وَلِيْدَةٌ فَكُنْتُ اُصِيْبُهَا فَعَمَدَتْ اِمْرَاَتِي اِلَيْهَا فَاَرْضَعَتْهَا فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقَالَتِ امْرَاَتِي دُوْنَكَ وَاللّٰهِ قَدْ اَرْضَعْتُهَا قَالَ عُمَرُ اَوْجِعْهَا وَاْتِ جَارِيَتَكَ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ رَضَاعَةُ الصَّغِيْرِ .

✦✦ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' میں اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دارالقضاء کے پاس موجود تھا' اس شخص نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بڑی عمر کے شخص کے دودھ پینے کا مسئلہ

دریافت کیا' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: میری کنیز ہے' میں اس کے ساتھ صحبت کرتا ہوں' تو میری بیوی نے اسے دودھ پلا دیا' جب میں اپنی کنیز کے پاس جانے لگا' تو میری بیوی نے کہا: تم اُس کے پاس نہ جاؤ' اللہ کی قسم! میں تو اُسے دودھ پلا چکی ہوں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کی پٹائی کرواور اپنی کنیز کے ساتھ صحبت کرلو کیونکہ رضاعت وہ ہوتی ہے' جو کم سنی میں ہو۔

627- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ وَسُئِلَ عَنْ رَضَاعَةِ الْكَبِيْرِ فَقَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ اَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ ابْنِ رَبِيْعَةَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِدَ بَدْرًا وَّكَانَ تَبَنّٰى سَالِمًا الَّذِیْ يُقَالُ لَهٗ مَوْلٰى اَبِیْ حُذَيْفَةَ كَمَا كَانَ تَبَنّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَاَنْكَحَ اَبُوْ حُذَيْفَةَ سَالِمًا وَهُوَ يَرٰى اَنَّهُ اِبْنُهٗ اَنْكَحَهُ ابْنَةَ اَخِيْهِ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَهِیَ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاُوَلِ وَهِیَ يَوْمَئِذٍ مِنْ اَفْضَلِ اَيَامٰى قُرَيْشٍ . فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ زَيْدٍ مَّا اَنْزَلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ رُدَّ كُلُّ اَحَدٍ تُبُنِّیَ اِلٰى اَبِيْهِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ يُعْلَمُ اَبُوْهُ رُدَّ اِلٰى مَوَالِيْهِ فَجَآءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ اِمْرَاَةُ اَبِیْ حُذَيْفَةَ وَهِیَ مِنْ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنَا فَقَالَتْ كُنَّا نَرٰى سَالِمًا وَّلَدًا وَّكَانَ يَدْخُلُ عَلَیَّ وَاَنَا فُضُلٌ وَّلَيْسَ لَنَا اِلَّا بَيْتٌ وَّاحِدٌ فَمَا تَرٰى فِیْ شَاْنِهٖ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَا بَلَغَنَا اَرْضِعِيْهِ خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَتَحْرُمُ بِلَبَنِكِ اَوْ بِلَبَنِهَا وَكَانَتْ تَرَاهُ ابْنًا مِنَ الرَّضَاعَةِ .

فَاَخَذَتْ بِذٰلِكَ عَآئِشَةُ فِيْمَنْ تُحِبُّ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهَا مِنَ الرِّجَالِ فَكَانَتْ تَاْمُرُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ وَبَنَاتِ اَخِيْهَا يُرْضِعْنَ لِمَنْ اَحْبَبْنَ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهَا وَاَبٰى سَائِرُ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَقُلْنَ لِعَآئِشَةَ وَاللّٰهِ مَا نَرَى الَّذِیْ اَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلٍ اِلَّا رُخْصَةً لَّهَا فِیْ رَضَاعَةِ سَالِمٍ وَّحْدَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يَدْخُلُ عَلَيْنَا بِهٰذِهِ الرَّضَاعَةِ اَحَدٌ فَعَلٰى هٰذَا كَانَ رَاْیُ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَضَاعَةِ الْكَبِيْرِ .

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابن شہاب سے بڑی عمر کے شخص کے دودھ پینے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو وہ بولے: عروہ بن زبیر نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں اور جنہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے' انہوں نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا' سالم کو مولیٰ ابوحذیفہ بھی کہا جاتا تھا' یہ بالکل

حدیث 627: اخرجہ مالك فی "الموطا" بروایۃیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب الرضاع' باب ما جاء فی الرضاعۃ بعد الکبر - حدیث: 1280اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ"، کتاب الرضاع' ذکر العلۃ التی من أجلہا أرضعت سہلۃ سالما - حدیث: 4275اخرجہ الحاکم فی "المستدرك"، کتاب النکاح' حدیث: 2622اخرجہ ابو داؤد فی "سننہ"، کتاب النکاح' باب فیمن حرم بہ - حدیث: 1777اخرجہ البخاری فی "صحیحہ"، کتاب النکاح' باب الأکفاء فی الدین - حدیث: 4801اخرجہ الدارمی فی "سننہ"، ومن کتاب النکاح' باب فی رضاعۃ الکبیر - حدیث: 2224اخرجہ ابو داؤد فی "سننہ"، کتاب النکاح' باب فیمن حرم بہ - حدیث: 1777اخرجہ عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفہ"، کتاب الطلاق' باب رضاع الکبیر - حدیث: 13427اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبرٰی"، کتاب النکاح' الرخصۃ فی تزویج العربیۃ المولی - حدیث: 5187'

اُسی طرح تھا جس طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا' پھر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے سالم کا نکاح بھی کروادیا' حضرت ابوحذیفہ سالم کو اپنا بیٹا ہی سمجھتے تھے' انہوں نے سالم کی شادی اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید رضی اللہ عنہا کے ساتھ کی تھی' جو ہجرت کرنے والی ابتدائی خواتین میں سے ایک تھیں' اور اس وقت قریش کی معزز بیوہ تھیں' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ حکم نازل کیا جس میں اس نے فرمایا:

''اس طرح کے لوگوں کو تم ان کے حقیقی باپ کے حوالے سے بلاؤ' اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ چیز انصاف کے زیادہ قریب ہے''۔

تو ہر وہ شخص جو اپنے منہ بولے باپ کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کا یہ تعلق ختم کر دیا گیا' اگر کسی کے باپ کا پتہ نہیں تھا تو اسے اپنے آزاد کرنے والے آقا کی طرف منسوب کیا گیا۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ صالحہ بنت سہیل جن کا تعلق بنو عامر سے تھا' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' انہوں نے عرض کی: ہم تو سالم کو اپنا بچہ ہی سمجھتے تھے اور وہ میرے ہاں آجایا کرتا تھا' جبکہ میں نے سر پر کوئی چادر وغیرہ بھی نہیں لی ہوتی تھی' تو ہمارا تو گھر بھی ایک ہی ہے' تو آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: (راوی کہتے ہیں' کہ جہاں تک ہم تک یہ روایت پہنچی ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں:)

تم اُسے پانچ مرتبہ دودھ پلا دو تو وہ تمہارے دودھ کی وجہ سے تمہارے لیے حرام ہو جائے گا۔

تو سیدہ صالحہ بنت سہل رضی اللہ عنہا اس لڑکے کو اپنا رضاعی بیٹا سمجھتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے' وہ جس شخص کے بارے میں یہ پسند کرتی تھیں کہ وہ شخص اُن کے ہاں اندر آجایا کرے تو وہ سیدہ اُم کلثوم کو یا اپنی کسی بھتیجی کو یہ ہدایت کرتی تھی کہ وہ اسے دودھ پلا دے تاکہ وہ شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اندر آجایا کرے۔

لیکن نبی اکرم ﷺ کی دیگر ازواج نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ اس طرح کی رضاعت کے نتیجے میں کوئی شخص اُن کے ہاں اندر آجائے۔ دیگر ازواج مطہرات کہتی ہیں: ہم نے عائشہ سے یہ کہا: اللہ کی قسم! ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے صالحہ بنت سہیل کو جو حکم دیا تھا وہ صرف خصوصی اجازت تھی جو اُن کے لیے سالم کو دودھ پلانے کے حوالے سے تھی اور یہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے تھی۔ اس طرح کی رضاعت کے ذریعے کوئی ہمارے ہاں اندر نہیں آسکتا۔

بڑی عمر کے شخص کی رضاعت کے بارے میں دیگر ازواج مطہرات کا نظریہ یہ تھا۔

628- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ لَا رَضَاعَةَ اِلَّا فِي الْمَهْدِ وَلَا رَضَاعَةَ اِلَّا مَا اَنْبَتَ اللَّحْمَ وَالدَّمَ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يُحَرِّمُ الرَّضَاعُ اِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ فَمَا كَانَ فِيْهِمَا مِنَ الرَّضَاعِ وَاِنْ كَانَتْ مَصَّةً وَاحِدَةً فَهِيَ تُحَرِّمُ كَمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَمَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ فَتَمَامُ

الرَّضَاعَةِ الْحَوْلَانِ فَلَا رَضَاعَةَ بَعْدَ تَمَامِهَا تُحَرِّمُ شَيْئًا . وَكَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ يَحْتَاطُ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ يَقُوْلُ يُحَرِّمُ مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ وَبَعْدَهُمَا اِلٰى تَمَامِ سِتَّةِ اَشْهُرٍ وَّذٰلِكَ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا وَّلَا يُحَرِّمُ مَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَنَحْنُ لَا نَرٰى اَنَّهُ يُحَرِّمُ وَنَرٰى اَنَّهُ لَا يُحَرِّمُ وَنَرٰى اَنَّهُ لَا يُحَرِّمُ مَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ وَاَمَّا لَبَنُ الْفَحْلِ فَاِنَّا نَرَاهُ يُحَرِّمُ وَنَرٰى اَنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ فَالْاَخُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مِنَ الْاَبِ تَحْرُمُ عَلَيْهِ اُخْتُهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مِنَ الْاَبِ وَاِنْ كَانَتِ الْاُمَّانِ مُخْتَلِفَيْنَ اِذَا كَانَ لَبَنُهُمَا مِنْ رَجُلٍ وَّاحِدٍ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَللِّقَاحُ وَاحِدٌ فَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

سعید بن مسیب فرماتے ہیں‘ کہ رضاعت صرف وہ ہوتی ہے‘ جو گہوارے میں ہو اور رضاعت صرف وہ ہوتی ہے‘ جو گوشت اور خون کی نشو ونما کرتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صرف اُسی رضاعت کے ذریعے حرمت ثابت ہوتی ہے‘ جو رضاعت کی مخصوص عمر میں ہو‘ خواہ وہ ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو وہ ایک گھونٹ بھی حرمت کو ثابت کر دیتا ہے‘ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس‘ سعید بن مسیب‘ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے یہ بات بیان کی ہے۔

دو سال گزرنے کے بعد جو رضاعت ہے وہ حرمت کو ثابت نہیں کرتی‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اور مائیں اپنی اولاد کو مکمل دو سال تک دودھ پلائیں‘ یہ حکم اُن کے لیے ہے‘ جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں''۔

تو دو سال کے بعد رضاعت مکمل ہو جاتی ہے‘ اس کے مکمل ہونے کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی‘ جو کسی چیز کی حرمت کو ثابت کر دے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاط کے پیش نظر دو سال کے بعد مزید چھ ماہ کا حکم دیا ہے‘ اس اعتبار سے یہ مجموعہ تیس ماہ ہو جائے گا‘ اس کے بعد کی رضاعت حرمت ثابت نہیں کرے گی۔

ہم یہ نہیں سمجھتے ہیں‘ کہ اس طرح حرمت ثابت ہوتی ہے‘ ہم یہ سمجھتے ہیں‘ کہ حرمت دو سال کے بعد ثابت نہیں ہوتی۔

جہاں تک ''لبن الفحل'' کا تعلق ہے‘ تو ہم یہ سمجھتے ہیں‘ کہ یہ حرمت کو ثابت کر دیتا ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں‘ کہ رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے‘ جو نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔

باپ کی طرف سے شریک رضاعی بھائی کے لیے اپنی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہوگا‘ ایسی بہن جو باپ کی طرف سے اُس کی شریک ہو‘ اگرچہ اُن دونوں کی مائیں مختلف ہوں۔

لیکن جب اُن دونوں عورتوں کے دودھ کا سبب ایک شخص ہوگا‘ تو یہی حکم ہوگا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا ہے ''دودھ کے اترنے کا سبب ایک ہے''۔

ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

كِتَابُ الضَّحَايَا

قربانی کے احکام

بَابُ وَمَايُجْزِئُ مِنْهَا

باب 1: کون سی قربانی جائز ہے؟

629-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَانَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ فِي الضَّحَايَا وَالْبُدْنِ الثَّنِيَّ فَمَافَوْقَهُ.

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کے جانور میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس میں بدنہ، ثنی یا اس سے بڑا جانور ہوگا۔

...—...—...

شرح: عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا واجب ہے یا سنت ہے اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں، کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں، کہ شہر میں مقیم خوشحال لوگوں پر قربانی کرنا واجب ہے البتہ مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

علماء کے درمیان اس مسئلے کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ کون سے جانور کی قربانی زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں، کہ قربانی کرتے ہوئے سب سے زیادہ فضیلت یہ ہے کہ آدمی مینڈھا قربان کرے، اُس کے بعد گائے کا مرتبہ ہے اور اُس کے بعد اونٹ کا مرتبہ ہے، جبکہ ہدی میں معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔

جہاں روایات میں ایک لفظ ''ثنی'' استعمال ہوا ہے اس سے مراد پانچ سال کی عمر کا اونٹ، دو سال کی عمر کی گائے اور بھینس اور ایک سال کی عمر کا بکرا یا مینڈھا ہے۔

630-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَنْهٰى عَمَّالَمْ تُسَنَّ مِنَ الضَّحَايَاوَ الْبُدْنِ وَعَنِ الَّتِيْ نُقِصَ مِنْ خَلْقِهَا.

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسے جانور کو قربان کرنے سے منع کیا کرتے تھے جو مسنی نہ ہو اور ایسے جانور کو بھی قربان کرنے سے منع کیا کرتے تھے جس میں کوئی نقص موجود ہو۔



631- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ ضَحّٰى مَرَّةً بِالْمَدِيْنَةِ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَشْتَرِيَ لَهٗ كَبْشًا فَحِيْلًا اَقْرَنَ ثُمَّ اَذْبَحُهٗ لَهٗ يَوْمَ الْاَضْحٰى فِيْ مُصَلَّى النَّاسِ فَفَعَلْتُ ثُمَّ حُمِلَ اِلَيْهِ فَحَلَقَ رَاْسَهٗ حِيْنَ ذُبِحَ الْكَبْشُ وَكَانَ مَرِيْضًا لَمْ يَشْهَدِ الْعِيْدَ مَعَ النَّاسِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ لَيْسَ حِلَاقُ الرَّاْسِ بِوَاجِبٍ عَلٰى مَنْ ضَحّٰى اِذَا لَمْ يَحُجَّ وَقَدْ فَعَلَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ اِلَّا فِيْ خَصْلَةٍ وَّاحِدَةٍ الْجِذْعُ مِنَ الضَّاْنِ اِذَا كَانَ عَظِيْمًا اُجْزِئَ فِي الْهَدْيِ وَالْاُضْحِيَّةِ بِذٰلِكَ جَاءَتِ الْاٰثَارُ وَ الْخَصِيُّ مِنَ الْاُضْحِيَّةِ يُجْزِئُ مِمَّا يُجْزِئُ مِنْهُ الْفَحْلُ وَاَمَّا الْحِلَاقُ فَنَقُوْلُ فِيْهِ بِقَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِوَاجِبٍ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَحُجَّ فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قربانی کی' انہوں نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اُن کے لیے ایک دُنبہ خرید کر لاؤں' پھر میں قربانی کے دن عیدگاہ میں اُن کے لیے اُسے ذبح کر دوں' میں نے ایسا ہی کیا' پھر میں نے ذبح شدہ قربانی کا گوشت اُن کے سامنے پیش کیا' جب اُن کے دُنبے کو ذبح کر دیا گیا تو اُنہوں نے اپنے سر کو منڈ والیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بیمار تھے اور عید کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے کہ قربانی کرنے والے پر سر منڈوانا ضروری نہیں ہے' جبکہ اس نے حج نہ کیا ہو۔

راوی کہتے ہیں: لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' البتہ صرف ایک حکم مختلف ہے' وہ یہ کہ چھ مہینے کے دُنبے کی قربانی بھی جائز ہے' جبکہ وہ موٹا تازہ اور صحت مند ہو۔

اس بارے میں بہت سی روایات منقول ہیں' جس عمر کا فحل جانور جائز ہے' اُسی عمر کا خصی جانور بھی جائز ہے۔

جہاں تک سر منڈوانے کا تعلق ہے' تو ہم اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یعنی جس شخص نے حج نہیں کیا' اس کے لیے قربانی کے دن سر منڈوانا واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

632- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَكُنْ يُضَحِّيْ عَمَّا فِيْ بَطْنِ الْمَرْاَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يُضَحّٰى عَمَّا فِيْ بَطْنِ الْمَرْاَةِ .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی طرف سے قربانی نہیں کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عورت کے پیٹ میں موجود بچے کی طرف

سے قربانی نہیں کی جائے گی۔

بَابُ مَایُکْرَہُ مِنَ الضَّحَایَا

باب 2: قربانی کے حوالے سے کون سی چیزیں مکروہ ہیں؟

633- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَمْرُوبْنُ الْحَارِثِ اَنَّ عُبَيْدَبْنَ فَيْرُوْزَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَايُتَّقٰى مِنَ الضَّحَايَا فَاَشَارَبِيَدِهٖ وَقَالَ اَرْبَعٌ وَّكَانَ الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ يَقُوْلُ يَدِىْ اَقْصَرُ مِنْ يَّدِهٖ وَهِىَ الْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَآءُ الْبَيِّنُ عَوْرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِىْ لَاتُنْقِىْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ فَاَمَّا الْعَرْجَاءُ فَاِذَا مَشَتْ عَلٰى رِجْلِهَا فَهِىَ تُجْزِئُ وَاِنْ كَانَتْ لَاتَمْشِىْ لَمْ تُجْزِئْ اَمَّا الْعَوْرَآءُ فَاِنْ بَقِىَ مِنَ الْبَصَرِ الْاَكْثَرُ مِنْ نِّصْفِ الْبَصَرِاَجْزَءَ تْ وَاِنْ ذَهَبَ النِّصْفُ فَصَاعِدًا لَّمْ تُجْزِئْ وَاَمَّا الْمَرِيْضَةُ الَّتِىْ فَسَدَتْ لِمَرَضِهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِىْ لَاتُنْقِىْ فَاِنَّهُمَا لَايُجْزِيَانِ .

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: قربانی میں کن چیزوں سے بچا جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے کے ذریعے انہیں جواب دیا کہ چار چیزوں سے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کے ذریعے اشارہ کر کے یہ بات بتائی اور بولے: میرا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے چھوٹا ہے (وہ چار قسم کے جانور یہ ہیں:) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا ہونا واضح ہو ایسا کانا جانور جس کا کانا ہونا واضح ہو ایسا بیمار جانور جس کی بیماری واضح ہو اور ایسا کمزور جانور جس کے جسم پر کچھ بھی باقی نہ رہا ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جہاں تک لنگڑے جانور کا تعلق ہے تو اگر وہ

حدیث 633: اخرجه مالك في "الموطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الضحايا' باب ما ينهى عنه من الضحايا . حديث: 1027اخرجه الدارمي في "سننه"، من كتاب الأضاحي' باب ما لا يجوز في الأضاحي - حديث: 1931اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب المناسك' جماع أبواب ذكر أفعال اختلف الناس في إباحته للمحرم - باب ذكر العيوب التي تكون في الأنعام فلا تجزء هديا ولا' حديث: 2717اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحظر والإباحة' كتاب الأضحية - ذكر الزجر عن ان يضحي المرء بأربعة أنواع من الضحايا' حديث: 6003اخرجه الحاكم في "المستدرك"، بسم الله الرحمن الرحيم أول كتاب المناسك' حديث: 1657اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الأضاحي' باب ما يكره - حديث: 3142اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الصيد والذبائح' ما نهي عنه من الأضاحي العوراء - حديث: 4317اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الضحايا' العرجاء - حديث: 4328اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي' باب العيوب التي لا يجوز الهدايا والضحايا إذا كانت بها - حديث: 4080ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، ' جماع أبواب الهدى - باب ما لا يجزى من العيوب في الهدايا' حديث: 9627ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصيد' ما لا يضحى به - حديث: 5850مسند أحمد بن حنبل - أول مسند الكوفيين' حديث البراء بن عازب - حديث: 18168اخرجه الطيالسي في "مسنده"، البراء بن عازب' حديث: 778مسند ابن الجعد - شعبة' حديث: 729

ایک پاؤں پر چل سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی، جہاں تک کانے جانور کا تعلق ہے اس کی بصارت کا اکثر حصہ باقی ہے، یعنی جو نصف حصے سے زائد ہو تو اس کی قربانی جائز ہوگی لیکن اگر اس کی نصف بصارت رخصت ہو چکی ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی، جہاں تک بیمار جانور کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جو اپنی بیماری کی وجہ سے بالکل لاغر ہو چکا ہو۔

جہاں تک کمزور جانور کا تعلق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کی چربی ختم ہو چکی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

•••———•••———•••

شرح: امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس مسئلے پر تمام علماء کے مابین اتفاق پایا جاتا ہے کہ جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں، اُس کو قربانی کے طور پر ذبح کرنا جائز ہے، یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نقص کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اس سے مراد ایسا نقص ہے جس کے ذریعے جانور کو اذیت ہوتی ہے اور جس کے ذریعے اُس کی قیمت یا چربی میں کمی آ جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے جانور کی قربانی جائز قرار دیتے ہیں، جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہوتا ہے۔

یہی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ، حماد، سعید بن مسیب، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں منقول ہے۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ اگر سینگ ٹوٹنے کی وجہ سے خون نکل آتا ہے، تو قربانی جائز نہیں ہوگی، ورنہ جائز ہے۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب کسی جانور کا کان مکمل طور پر ضائع ہو چکا ہو، تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہوتی ہے، اگر تھوڑا سا حصہ ضائع ہو تو جانور کی قربانی جائز ہوگی۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

"چار قسم کے جانور کی قربانی جائز نہیں ہوتی"۔

اس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ اس کے علاوہ تمام اقسام کے جانوروں کی قربانی جائز ہوتی ہے۔

جبکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت منقول ہے کہ عبید نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اُن سے دریافت کیا: میں سینگ اور دُم میں موجود نقص کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں، تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے طور پر جسے چاہو ناپسندیدہ سمجھو لیکن لوگوں کو اس حوالے سے تنبیہ کرنے سے احتراز کرو کیونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ گوشت ٹھیک ہونا چاہیے۔

سینگ یا دُم میں موجود نقص کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔

بَابُ لُحُوْمُ الْاُضَاحِیْ

باب 3: قربانی کے گوشت کے احکام

634- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَاقِدٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلٰثٍ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

فَقَالَتْ صَدَقَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ تَقُوْلُ دَفَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْاَضْحٰى فِىْ زَمَانِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِدَّخِرُوا الثَّلُثَ وَتَصَدَّقُوْا بِمَا بَقِىَ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ
كَانَ النَّاسُ يَنْتَفِعُوْنَ فِىْ ضَحَايَاهُمْ يُجْمِلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَكَ وَيَتَّخِذُوْنَ مِنْهَا الْاَسْقِيَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاذَاكَ اَوْ كَمَا قَالَ قَالُوْا نَهَيْتَ عَنْ اِمْسَاكِ لُحُوْمِ الْاَضَاحِىْ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ اَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِىْ كَانَتْ دَفَّتْ حَضْرَةَ الْاَضْحٰى فَكُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَادَّخِرُوْا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع
فرمادیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے کیا تو وہ بولیں:
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں
کچھ دیہاتی عیدالاضحیٰ کے موقع پر (مدینہ منورہ) آ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے تین دن تک ذخیرہ رکھو اور اس کے
علاوہ جو بچ جائے اُسے صدقہ کر دو جب اگلا سال آیا تو عرض کی گئی: یارسول اللہ! لوگ تو پہلے اپنے قربانی کے جانوروں سے نفع
حاصل کیا کرتے تھے اس کی چربی کو سنبھال کر رکھا کرتے تھے اس کے مشکیزے بنایا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اب کیا ہوا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: آپ نے پچھلے سال قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کر دیا تھا تو نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تو میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ کچھ (نادار) لوگ آ گئے تھے جو عیدالضحیٰ کے موقع پر یہاں آئے
تھے اب تم اسے کھا بھی سکتے ہو صدقہ بھی کر سکتے ہو اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔

•••———•••———•••

شرح: اس بارے میں مذکور روایت کا بنیادی پس منظر یہ ہے کہ پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیا تھا کہ قربانی کے گوشت کو تین
دن سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھا جا سکتا اسے صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لیکن روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
حکم اس لیے دیا تھا کیونکہ قربانی کے دنوں میں دیہات کے رہنے والے لوگ بکثرت تعداد میں مدینہ منورہ جاتے تھے اور ان کی یہ
خواہش ہوتی تھی کہ انہیں بھی کچھ گوشت مل جائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیال کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا تھا
کہ وہ اپنے ذاتی استعمال کے لیے صرف اتنا گوشت محفوظ رکھیں گے جو تین دن تک استعمال ہو سکے باقی تمام گوشت ان غرباء پر
صدقہ کر دیا جائے گا لیکن جب بعد میں اس طرح کی صورتِ حال نہیں رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت دے دی کہ تین دن
سے زیادہ عرصے تک بھی قربانی کے گوشت کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

حدیث 634: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الضحايا' باب ادخار لحوم الأضاحي -
حديث: 1033اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحظر والإباحة' كتاب الأضحية - ذكر العلة التي من أجلها نهي عن أكل
لحوم الأضاحي بعد' حديث: 5012اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الضحايا' باب في حبس لحوم الأضاحي -
حديث: 2444مسند الشافعي - ومن كتاب اختلاف الحديث وترك المعاد منها' حديث: 736

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان حضرات کے نزدیک قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ سنبھال کر نہیں رکھا جا سکتا ہے' جبکہ ان دو حضرات کے علاوہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں کہ آدمی جب تک چاہے قربانی کے گوشت کو سنبھال کر رکھ سکتا ہے۔

635-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا وَادَّخِرُوْا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِالْاِدِّخَارِ بَعْدَ ثَلٰثٍ وَالتَّزَوُّدِ وَقَدْ رَخَّصَ فِيْ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ كَانَ نَهٰى عَنْهُ فَقَوْلُهُ الْاٰخِرُ نَاسِخٌ لِّلْاَوَّلِ فَلَا بَاْسَ بِالْاِدِّخَارِ وَالتَّزَوُّدِ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا ہے' اس کے بعد آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی: تم اسے کھا بھی سکتے ہو' زادِ راہ کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہو اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' تین دن کے بعد بھی قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے میں یا زادِ راہ کے طور پر اُسے ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے منع کیا تھا' لیکن بعد میں آپ نے اس بات کی اجازت دیدی تھی' تو آپ کا بعد والا فرمان پہلے حکم کے لیے ناسخ کی حیثیت رکھے گا' اس لیے قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے یا اسے زادِ راہ کے طور پر ساتھ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

636-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حدیث635: كلوا وتزودوا وادخروا لحوم الضحايا اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الضحايا' باب ادخار لحوم الأضاحي - حديث: 1032 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الصيد والذبائح' الإذن في ذلك - حديث: 4374 مسند أحمد بن حنبل' مسند جابر بن عبد الله رضي الله عنه - حديث: 14902 مسند الشافعي - ومن كتاب اختلاف الحديث وترك المعاد منها' حديث: 735 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الأضاحي' باب بيان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد - حديث: 3738 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحظر والإباحة' كتاب الأضحية - ذكر أمر المصطفى صلى الله عليه وسلم بأكل لحوم الضحايا بعد' حديث: 6009 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الضحايا' الإذن في ذلك - حديث: 4384 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي' باب أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاثة أيام - حديث: 143 اذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الضحايا' باب الرخصة في الأكل من لحوم الضحايا والإطعام والادخار - حديث: 17867 اذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصيد' لحوم الضحايا - حديث: 5873

وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهٰى عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ كُلُوْا وَادَّخِرُوْا اَوْتَصَدَّقُوْا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِاَنْ يَّاْكُلَ الرَّجُلُ مِنْ اُضْحِيَّتِهٖ وَيَدَّخِرَ وَ يَتَصَدَّقَ وَمَانُحِبُّ لَهٗ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِاَقَلَّ مِنَ الثُّلُثِ وَاِنْ تَصَدَّقَ بِاَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ جَازَ .

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

اس کے بعد (اگلے سال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اُسے کھاؤ' اُسے ذخیرہ کرو اور اسے صدقہ کرو۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے قربانی کے گوشت کو کھائے' یا اُسے ذخیرہ کرے یا اُسے صدقہ کرے۔

تاہم ہم اس کے لیے یہ بات پسند نہیں کریں گے کہ وہ قربانی کے گوشت کے تیسرے حصے سے کم کو صدقہ کرے' لیکن اگر وہ اس سے کم حصے کو صدقہ کرتا ہے' تو یہ صدقہ جائز ہوگا۔

بَابُ الرَّجُلُ يَذْبَحُ اُضْحِيَّتَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّغْدُ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى

باب 4: جو شخص عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کے لیے جانے سے پہلے اپنے قربانی کے جانور کو قربان کرے

637-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ اَنَّ عُوَيْمَرَ بْنَ اَشْقَرَ ذَبَحَ اُضْحِيَّتَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّغْدُوَ يَوْمَ الْاَضْحٰى وَاَنَّهٗ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّعُوْدَ بِاُضْحِيَّةٍ اُخْرٰى .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ فِىْ مِصْرٍ يُصَلّٰى الْعِيْدُ فِيْهِ فَذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ الْاِمَامُ فَاِنَّمَا هِيَ شَاةُ لَحْمٍ وَّلَا يُجْزِئُ مِنَ الْاُضْحِيَّةِ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ فِىْ مِصْرٍ وَّكَانَ فِىْ بَادِيَةٍ اَوْنَحْوِهَا مِنَ الْقُرَى النَّائِيَةِ عَنِ الْمِصْرِ فَاِنْ ذَبَحَ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ اَوْحِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ اَجْزَاهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ عویمر بن اشقر نے عید الاضحیٰ کے دن اپنے قربانی کے جانور کو عید کے دن نماز عید ادا کرنے کے لیے جانے سے پہلے ذبح کر دیا' بعد میں انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کریں۔

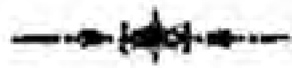
❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب کوئی شخص کسی ایسے شہر میں رہتا ہو' جہاں عید کی نماز ادا کی جاتی ہو اور پھر وہ شخص امام کے عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کو ذبح کر لے تو وہ صرف عام گوشت ہو گا' شرعی قربانی اس کی طرف سے ادا نہیں ہوگی' لیکن جو شخص شہر میں نہ رہتا ہو' بلکہ دیہات میں رہتا ہو یا اس طرح کی کسی ایسی بستی میں رہتا ہو جو شہر سے الگ ہو' تو اگر وہ صبح صادق ہو جانے کے بعد قربانی کے جانور کو ذبح کر دیتا ہے' یا سورج نکلنے کے بعد اُسے ذبح کر لیتا ہے' تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: شرعی حکم یہ ہے کہ دیہات وغیرہ میں عید کی نماز ادا نہیں کی جاسکتی ہے' اس حوالے سے دیہات کے رہنے والے لوگوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ عید کے دن صبح صادق ہو جانے کے بعد کسی بھی وقت قربانی کر سکتے ہیں' لیکن جس جگہ عید کی نماز ہوتی ہو وہاں عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے اگر کوئی شخص قربانی کر لیتا ہے' تو اس کی قربانی شرعی طور پر قربانی شمار نہیں ہوگی بلکہ یہ ایک عام ذبح شدہ جانور شمار ہوگا۔

اس حکم کی بنیاد یہ ہے کہ قربانی کی نسبت عیدالاضحیٰ کے دن کی طرف کی گئی ہے اور عیدالاضحیٰ کا دن صبح صادق ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے' لیکن شہر میں اس کے جواز کے لیے نماز کی ادائیگی کو شرط قرار دیا گیا ہے' تو جب نماز کا ادا کرنا قربانی کے لیے شرط ہو گا تو لازمی طور پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ شہر میں جہاں نمازِ عید ادا کی جاتی ہے وہاں نمازِ عید ادا کرنا واجب ہے' وہاں عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی نہیں کی جاسکتی' البتہ گاؤں یا دیہات میں رہنے والے شخص پر عید کی نماز واجب ہی نہیں ہے' تو عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے اگر وہ لوگ قربانی کر لیتے ہیں' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

یاد رہے کہ یہاں ہمارے زمانے میں اصول یہ ہوگا کہ جس آبادی اور بستی میں عید کی نماز ادا کی جاتی ہے' وہاں عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے قربانی نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہمارے زمانے میں گاؤں بھی چھوٹے شہر کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور وہاں بھی عید کی نماز پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔



بَابُ مَايُجْزِئُ مِنَ الضَّحَايَا عَنْ اَكْثَرَ مِنْ وَّاحِدٍ

باب 5: کون سی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے کرنا جائز ہے؟

638- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ صَيَّادٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهُ قَالَ كُنَّا نُضَحِّيْ بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَصَارَتْ مُبَاهَاةً .

قَالَ مُحَمَّدٌ كَانَ الرَّجُلُ يَكُوْنُ مُحْتَاجًا فَيَذْبَحُ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يُضَحِّيْ بِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ فَيَاْكُلُ وَيُطْعِمُ اَهْلَهٗ فَاَمَّا شَاةٌ وَّاحِدَةٌ تُذْبَحُ عَنِ اثْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ اُضْحِيَّةً فَهٰذِهٖ لَايُجْزِئُ وَلَايَجُوْزُ شَاةٌ اِلَّا عَنِ الْوَاحِدِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتائی ہے کہ ہم لوگ ایک بکری ذبح کیا کرتے تھے' کوئی شخص اس بکری کو اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ذبح کر لیا کرتا تھا' لیکن بعد میں لوگوں نے اس حوالے سے ایک دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار کرنا شروع کر دیا تو اب یہ صرف فخر کے اظہار کی رسم رہ گئی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص غریب ہو' تو وہ ایک بکری کو ذبح کرے گا' وہ اس بکری کو اپنی طرف سے ذبح کرے گا'

وہ اسے کھائے گا' اپنے گھر والوں کو کھلائے گا۔

جہاں تک ایک بکری کے دو یا تین آدمیوں کی طرف سے ذبح کرنے کا تعلق ہے' تو یہ قربانی درست نہیں ہوگی' کیونکہ بکری کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

...——...——...

شرح: اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ بکرا' مینڈھا اور بھیڑ ایک شخص کی طرف سے قربان کیے جا سکتے ہیں' انہیں ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے قربان نہیں کیا جا سکتا۔

اس بات پر بھی اتفاق پایا جاتا ہے کہ گائے یا بھینس کو سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے۔

البتہ اونٹ کے بارے میں رائے مختلف ہے' بعض حضرات کے نزدیک اس میں بھی سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں' جبکہ بعض روایات کے مطابق اونٹ کی قربانی دس آدمیوں کی طرف سے کی جا سکتی ہے۔

جن حضرات نے دس آدمیوں کی اجازت دی ہے' انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ حدیبیہ کے سال نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے' آپ ﷺ اپنے ساتھ ہدی کے طور پر ۷۰ اونٹ لے کر گئے تھے اور آپ کے ساتھ ۷۰۰ آدمی تھے' تو ہر ایک اونٹ' دس آدمیوں کی طرف سے قربان کیا گیا تھا۔

لیکن اس روایت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہیں تھے جبکہ اسی روایت کے دوسرے راوی مروان بن حکم صحابی ہی نہیں ہیں' اس لیے واقعہ حدیبیہ کے بارے میں ان کی بیان کردہ روایت قابل اعتماد شمار نہیں ہو گی۔

اس کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' جس میں بعض روایات ''مرفوع'' ہیں اور بعض روایات موقوف ہیں' لیکن ان سب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اونٹ کی قربانی ۷ آدمیوں کی طرف سے کی جا سکتی ہے۔

احناف اپنے مؤقف کی تائید میں دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں' کہ لفظ ''بدنہ'' کا اطلاق اونٹ اور گائے دونوں پر ہوتا ہے اور گائے کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ اسے ۷ آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے ''بدنہ'' کا دوسرا فرد یعنی اونٹ بھی ۷ آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جا سکے گا۔

یہاں اس مسئلے کی وضاحت ضروری ہے کہ احناف کے نزدیک قربانی میں عبادت کے طور پر جانور ذبح کرنے کی نیت شرط ہے۔

اگر کوئی شخص صرف گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کرتا ہے' تو یہ شرعی قربانی شمار نہیں ہوگی۔

639- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ الْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الْاُضْحِيَّةِ وَالْهَدْيِ مُتَفَرِّقِيْنَ كَانُوْا اَوْ مُجْتَمِعِيْنَ مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ وَّاحِدٍ اَوْ غَيْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے حدیبیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ اور سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے قربان کی تھی۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اونٹ اور گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کرنا جائز ہے' خواہ وہ ایک ساتھ ہوں یا الگ' الگ ہوں' خواہ اُن کا تعلق ایک ہی گھر سے ہو یا الگ' الگ خاندان سے ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الذَّبَائِحِ

باب 6: ذبیحہ کے احکام

640- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَرْعٰى لِقْحَةً لَّهٗ بِاُحُدٍ فَجَآءَهَا الْمَوْتُ فَذَكَّاهَا بِشِظَاظٍ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِهَا فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهَا كُلُوْهَا.

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک شخص اُحد میں اپنی اونٹنی کو چرا رہا تھا' اس کی اونٹنی مرنے کے قریب ہوئی تو اس نے نوکدار لکڑی کے ذریعے اسے ذبح کر دیا' بعد میں اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گوشت کھانے کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' تم اسے کھالو۔

•••———•••———•••

حديث 639: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيٰى بن يحيٰى المصمودي' كتاب الضحايا' باب الشركة في الضحايا وعن كم تذبح البقرة والبدنة - حديث: 1035 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الحج' باب الاشتراك في الهدي وإجزاء البقرة والبدنة كل منهما عن سبعة - حديث: 2397 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الأضاحي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في الاشتراك في الأضحية' حديث: 1462 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الضحايا' باب في البقر والجزور عن كم تجزء ؟ - حديث: 2441 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الأضاحي' باب عن - حديث: 3130 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب المناسك' إشعار الهدي - الاشتراك في الهدي' حديث: 3994 السنن المأثورة للشافعي - كتاب الزكاة' باب من أعتق شركا له في عبد - حديث: 533 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي' باب البدنة ، عن كم تجزء في الضحايا والهدايا - حديث: 4100 اخرجه ابن خزيمة في "صحيحه"، كتاب المناسك' جماع أبواب ذكر أفعال اختلف الناس في إباحته للمحرم - باب إباحة اشتراك النفر في البدنة والبقرة الواحدة' حديث: 2708 اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 2170 مسند الشافعي - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعي رضي الله عنهما' حديث: 983 مسند احمد بن حنبل' مسند جابر بن عبد الله رضي الله عنه - حديث: 13868

شرح: جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہے ان کی دو اقسام ہیں:

بعض جانور ایسے ہیں جنہیں ذبح کیے بغیر بھی کھانا حلال ہے جبکہ بعض جانور ایسے ہیں جنہیں ذبح کیے بغیر کھانا جائز نہیں ہے۔

اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ بحری جانور کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے جبکہ وہ بری جانور جس میں خون موجود نہیں ہوتا ہے اور اسے کھانا حلال ہوتا ہے اسے بھی ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ جن جانوروں کو ذبح کرنا ضروری ہے وہ ایسے بری جانور ہیں جن میں خون موجود ہوتا ہے جبکہ انہیں کسی اور نص میں حرام قرار نہ دیا گیا ہو ذبح کرنے کے دوران ذبح کی جگہ جسم سے بالکل الگ نہ ہوگئی ہو اور وہ جانور ذبح ہونے کی وجہ سے ہی وہ مریں کسی اور وجہ سے نہ مر گئے ہوں۔

قرآن مجید میں سورۃ المائدہ میں گلا گھٹ کر مر جانے والے جانور چوٹ کھا کر مرنے والے جانور بلندی سے گر کر مرنے والے جانور کو اور ٹکر کھا کر مرنے والے جانور کو اور درندے نے جسے پھاڑ کر کھا لیا ہو اس جانور کو کھانے سے منع کیا گیا ہے یعنی اس کے کھانے کو حرام قرار دیا گیا ہے ان تمام اقسام میں اگر کوئی جانور مرتا نہیں ہے اور مرنے سے پہلے اسے ذبح کر لیا جاتا ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی اسی طرح کا قول منقول ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک اب ایسی صورت میں ان کو ذبح کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ جس جانور کی حالت مایوس کن ہو اب اس میں ذبح کا عمل موثر نہیں ہے۔

جن جانوروں کو کھانا حرام ہوتا ہے ان کے بارے میں ذبح کی تاثیر یہ ہوگی کہ ذبح کرنے کے نتیجے میں ان کی کھال پاک ہو جائے گی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خنزیر کے علاوہ تمام جانوروں میں ذبح اثر انداز ہوتا ہے کیونکہ خنزیر کی کھال کسی بھی صورت میں پاک نہیں ہوتی ہے۔

یہاں ایک مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کسی مادہ جانور کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ موجود ہو تو کیا اس مادہ جانور کو ذبح کرنا اس کے پیٹ میں موجود بچے کا ذبح شمار ہوگا؟

جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس مادہ جانور کو ذبح کرنا ہی اس کے پیٹ میں موجود بچے کو ذبح کرنا شمار ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر پیٹ میں موجود بچہ زندہ باہر آ جاتا ہے تو پھر اسے ذبح کر کے کھایا جا سکتا ہے لیکن اگر مردہ باہر آتا ہے تو وہ مردہ شمار ہوگا۔

جن حضرات نے مادہ جانور کے ذبح کو اس کے پیٹ میں موجود بچہ کا ذبح قرار دیا ہے ان میں سے بعض حضرات نے مختلف شرائط عائد کی ہیں بعض نے یہ کہا ہے کہ بچے کی تخلیق مکمل ہو چکی ہو اور بال اُگ چکے ہوں یہ موقف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس حوالے سے کوئی چیز شرط نہیں ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

اسی طرح علماء کے درمیان اس مسئلے پر بھی اتفاق پایا جاتا ہے کہ ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ جب دونوں رگیں نرخرہ اور حلقوم کٹ جائے تو ذبح صحیح ہوگا اور اس کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور موقف یہ ہے کہ دونوں رگوں اور حلقوم کا کاٹنا واجب ہے اس سے کم میں ذبح درست نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ دو رگوں حلقوم اور نرخرے میں سے اگر تین متعین چیزیں کٹ جاتی ہیں تو یہ ذبح کافی ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر صرف نرخرہ اور حلقوم کٹ جاتا ہے تو یہ کافی ہوگا جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف ہے کہ ان چار میں سے ہر ایک کا اکثر حصہ کاٹنا واجب ہے۔

یہاں ایک اور مسئلے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جانور کو قربان کرنے کے دو طریقے ہیں:
نحر کرنا اور ذبح کرنا۔

اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ بکری اور پرندے کو ذبح کیا جائے گا اور اونٹ کو نحر کرنا سنت ہے جبکہ گائے میں ذبح اور نحر دونوں طریقے جائز ہیں۔

لیکن اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص بکری یا پرندے کو نحر کر دیتا ہے یا اونٹ کو ذبح کر دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ بکری یا پرندے کو نحر کرنا اونٹ کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے البتہ اگر ناگزیر صورت ہو تو حکم مختلف ہوگا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ سفیان ثوری امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں کہ اس میں کوئی کراہت نہیں یہ جائز ہے۔

علماء کا اس مسئلے پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر لوہے پتھر یا لکڑی یا ٹہنی کے ذریعے ذبح کرتے ہوئے رگیں کٹ جاتی ہیں اور خون بہہ جاتا ہے تو وہ ذبح جائز ہوگا۔

البتہ تین چیزوں کے ذریعے ذبح کرنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے:
دانت ناخن ہڈی۔

بعض فقہاء نے ہڈی کے ذریعے ذبح کرنے کو جائز قرار دیا ہے جبکہ دانت اور ناخن کے ذریعے ذبح کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

اس کے بعد اس کی جزئیات کے بارے میں فقہاء کے درمیان مزید اختلاف پایا جاتا ہے۔

ذبح کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ بسم اللہ پڑھنا مطلق طور پر فرض ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ آدمی کو یاد رہے تو بسم اللہ پڑھنا لازم ہے اگر بھول جائے تو یہ ساقط ہو جائے گی۔ امام

ابوحنیفہ' امام مالک اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ذبح سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے یہی بات منقول ہے۔

یہاں بسم اللہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اس پر اللہ کا نام لیا جائے۔

ذبیحہ کے لیے یہ بات شرط ہے کہ اسے ذبح کرنے والا شخص مسلمان ہونا چاہیے' اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی کافر مرتد یا مشرک شخص ذبح کرتا ہے' تو اس کی قربانی درست نہیں ہوگی۔

641- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ مُعَاذَبْنَ سَعْدٍ اَوْسَعْدَبْنَ مُعَاذٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ جَارِيَةً لِّكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَتْ تَرْعٰى غَنَمًا لَهٗ بِسَلْعٍ فَاُصِيْبَتْ مِنْهَا شَاةٌ فَاَدْرَكَتْهَا ثُمَّ ذَبَحَتْهَا بِحَجَرٍ فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهَا كُلُوْهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ كُلُّ شَيْءٍ اَفْرَى الْاَوْدَاجَ وَاَنْهَرَ الدَّمَ فَذُبِحَتْ بِهٖ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ اِلَّا السِّنَّ وَالظُّفْرَ وَالْعَظْمَ فَاِنَّهٗ مَكْرُوْهٌ اَنْ تُذْبَحَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ وَهُوَقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ نافع رحمۃ اللہ علیہ ایک انصاری کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ حضرت معاذ بن سعد رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہے:) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیز ان کی بکریاں "سلع" پہاڑ کے قریب چرا رہی تھی' ان میں سے ایک بکری مرنے لگی' تو اس کنیز نے پتھر کے ذریعے اسے ذبح کرلیا' بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے تم اسے کھالو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہر وہ چیز جو رگوں کو کاٹ دیتی ہے اور خون کو بہا دیتی ہے' تو اس طرح سے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' البتہ سن اور ظفر اور ہڈی کے ذریعے ذبح کا حکم مختلف ہے' کیونکہ ان کے ذریعے ذبح کرنا حرام ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

642- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَاذُبِحَ بِهٖ اِذَا بَضَعَ فَلَابَاْسَ بِهٖ اِذَا اضْطُرِرْتَ اِلَيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَابَاْسَ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ عَلٰى مَافَسَّرْتُ لَكَ وَاِنْ ذُبِحَ بِسِنٍّ اَوْظُفْرٍ مَّنْزُوْعَيْنِ فَاَفْرَى الْاَوْدَاجَ وَاَنْهَرَ الدَّمَ اُكِلَ اَيْضًا وَّذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ فَاِنْ كَانَ غَيْرَمَنْزُوْعَيْنِ فَاِنَّمَا قَتَلَهَا قَتْلًا فَهِيَ مَيْتَةٌ لَاتُؤْكَلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✦✦ سعید بن مسیب یہ فرماتے ہیں' کہ جس چیز کے ذریعے ذبح کرتے وقت (رگوں کو) کاٹ دیا جائے' تو ضرورت

کے رت اسے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ان تمام صورتوں میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ہم نے آپ کے سامنے واضح کردیا ہے' لیکن اگر سن یا ظفر کے ذریعے ذبح کیا جاتا ہے اور یہ چیز اس کی رگوں کو کاٹ دیتی ہے اور خون کو بہا دیتی ہے' تو ایسے جانور کا گوشت کھالیا جائے گا' تاہم یہ کھانا مکروہ ہے' لیکن اگر وہ دانت (جانور کے جسم) سے الگ نہ ہو' تو وہ اگر اس جانور کو مار دیتا ہے' تو وہ جانور مردار شمار ہوگا' اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ اَلصَّيْدُ وَمَايُكْرَهُ اَكْلُهُ مِنَ السِّبَاعِ وَغَيْرِهَا

باب 7: شکار کے احکام اور کون سے درندوں وغیرہ کو کھانا حرام ہے؟

643-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

✦✦ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوکیلے دانتوں والے درندوں (کا گوشت کھانے) سے منع کیا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: ذی ناب سے مراد وہ درندے ہیں جو اپنے نوکیلے دانتوں کے ذریعے چیر پھاڑ کرتے ہیں' جیسے شیر' بھیڑیا یا چیتا وغیرہ۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور اکثر اہل علم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

حدیث643: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروايةيحيىٰ بن يحيیٰ المصمودی' كتاب الصيد' باب تحريم أكل كل ذی ناب من السباع - حديث:1060 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الذبائح والصيد' باب أكل كل ذی ناب من السباع - حديث:5217 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان' باب تحريم أكل كل ذی ناب من السباع - حديث:3665 اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الصيد والذبائح' باب تحريم أكل السباع - حديث:4275 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الصيد' باب أكل - حديث: 3232 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الأطعمة' باب النهی عن أكل السباع - حديث:3329 اخرجه الدارمی فی "سننه"، من كتاب الأضاحی' باب ما لا يؤكل من السباع - حديث:1964 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الصيد' ما ينهی عن أكله من الطير والسباع - حديث: 19460 اخرجه النسائی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الصيد' تحريم أكل السباع - حديث: 4701 مسند الشافعی - ومن كتاب الرسالة إلا ما كان معادا' حديث: 1090 مسند أحمد بن حنبل - مسند الشاميين' حديث أبی ثعلبة الخشنی - حديث: 17428 المعجم الكبير للطبرانی - باب الهاء' من اسمه هلال - أبو ادريس الخولانی' حديث: 18411 اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الأطعمة' باب ما يجوز أكله وما لا يجوز - ذكر الخبر المدحض قول من أباح أكل بعض ذی الأنياب من' حديث:5355

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب کے نزدیک ان درندوں کو کھانا مباح ہے۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مطلق ہے:

''تم یہ فرما دو! جو چیز میری طرف وحی کی گئی' اُس میں' میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جس میں اسے حرام قرار دیا گیا ہو''۔

(الانعام: 145)

اسی طرح پرندوں میں سے نوکیلے پنجوں والے پرندوں کو بھی کھانا جائز نہیں ہے' اس میں باز' شاہین' عقاب وغیرہ شامل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' جبکہ امام مالک لیث بن سعد اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم یہ کہتے ہیں' کہ پرندوں میں سے کوئی بھی پرندہ حرام نہیں ہے۔

حالانکہ نوکیلے دانتوں والے درندوں کو کھانے کی ممانعت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول حدیث میں موجود ہے' جسے امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے' ایک روایت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' ایک روایت حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

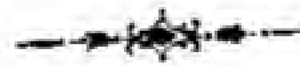
ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جسے امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختصر میں نقل کیا ہے۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو صحاح ستہ کے تمام مؤلفین نے نقل کیا ہے۔

ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تو یہ تمام روایات اُن لوگوں کے خلاف حجت کی حیثیت رکھتی ہیں جنہوں نے ان کے برخلاف فتویٰ دیا ہے۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔



644-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ ابْنُ اَبِیْ حَكِيْمٍ عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَكْلُ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ حَرَامٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ يُكْرَهُ اَكْلُ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ وَيُكْرَهُ مِنَ الطَّيْرِ

حدیث644: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی' كتاب الصید' باب تحریم أكل كل ذی ناب من السباع - حدیث:1060 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، كتاب الأطعمة' باب ما یجوز أكله وما لا یجوز - ذكر الزجر عن أكل ذی الأنیاب من السباع' حدیث: 5354 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الصید' باب أكل - حدیث: 3231 اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بیان مشكل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه' حدیث: 2963 مسند الشافعی - ومن كتاب الرسالة إلا ما كان معادا' حدیث: 1091 ذكره البیهقی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الضحایا' جماع أبواب ما یحل ویحرم من الحیوانات - باب ما یحرم من جهة ما لا تأكل العرب' حدیث: 18004 ذكره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصید' ما یحرم من جهة ما لا تأكل العرب - حدیث: 5910

اَيْضًا مَايَاكُلُ الْجِيَفَ مِمَّالَهُ مِخْلَبٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا وَاِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر نوکیلے دانت والا درندہ حرام ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہر نوکیلے دانت والا درندہ اور ہر نوکیلے پنجے والا پرندہ حرام ہیں جو مردار کھاتے ہیں' خواہ ان کے ناخن والے پنجے ہوں یا ناخن والے پنجے نہ ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ اَكْلِ الضَّبِّ

باب 8: گوہ کھانے (کا حکم؟)

645-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ خَالِدِبْنِ الْوَلِيْدِبْنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوْذٍ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ الَّتِيْ كُنَّ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ اَخْبِرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيْدُ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهُ فَقُلْنَ هُوَضَبٌّ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَقُلْتُ اَحَرَامٌ هُوَ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ قَالَ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَكَلْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو وہاں بھنی ہوئی گوہ پیش کی گئی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو گھر میں موجود خواتین میں سے کسی خاتون نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تو بتا دو کہ آپ کیا کھانے لگے ہیں؟ تو خواتین نے بتایا: یہ گوہ ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک کھینچ لیا۔ (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں نے عرض کی کہ کیا یہ حرام ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! یہ میرے علاقے کی خوراک نہیں ہے' اسی لیے میں اسے نہیں کھانا چاہوں گا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اسے اپنی طرف کر لیا اور کھانا شروع کر دیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے۔

646-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ نَادٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ اَكْلِ الضَّبِّ قَالَ لَسْتُ بِاٰكِلِهٖ وَلَامُحَرِّمِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدْجَآءَ فِيْ اَكْلِهٖ اِخْتِلَافٌ فَاَمَّا نَحْنُ فَلَانَرٰى اَنْ يُّؤْكَلَ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے بلند آواز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا' اس نے عرض کی: یارسول اللہ! گوہ کھانے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اسے کھاتا نہیں ہوں لیکن میں اسے حرام بھی قرار نہیں دیتا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو کھانے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' تاہم ہم اسے کھانے کو پسند نہیں کرتے۔

647-اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُ اُهْدِيَ لَهَا ضَبٌّ فَاَتَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَتْهُ عَنْ اَكْلِهِ فَنَهَاهَا عَنْهُ فَجَاءَتْ سَائِلَةٌ فَاَرَادَتْ اَنْ تُطْعِمَهَا اِيَّاهُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُطْعِمِيْنَهَا مِمَّا لَا تَاْكُلِيْنَ .

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ انہیں تحفے کے طور پر گوہ پیش کی گئی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے' تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو کھانے کے بارے میں دریافت کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گوہ کھانے سے منع کر دیا پھر اسی دوران کوئی عورت آئی' جس نے کھانے کے لیے کچھ مانگا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ارادہ کیا کہ اسے وہ گوہ کھانے کے لیے دیدیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اسے وہ چیز کھلانا چاہتی ہو جو تم خود نہیں کھاتی ہو۔

648-اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَزِيْزِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهُ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الضَّبِّ وَالضَّبُعِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ فَتَرْكُهُ اَحَبُّ اِلَيْنَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے گوہ اور کفتار کھانے سے منع کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اسے نہ کھانا زیادہ پسندیدہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے اُن روایات کا تذکرہ کیا ہے' جن میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع کیا ہے' تاہم فتویٰ اس بات پر ہے کہ گوہ کو کھانا مکروہ تحریمی ہے' مطلق طور پر حرام نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ ہم نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں بہت زیادہ گوہ پائی جاتی تھی' ہمیں بھوک لگی ہوئی تھی' ہم نے اُن میں سے کچھ کو پکا لیا' ابھی وہ ہنڈیا میں پک رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کی: یہ گوہ ہیں جنہیں ہم نے پکڑا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے ایک گروہ کو مسخ کر کے زمین کے چوپایوں کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا تھا' مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ وہی ہیں' تو تم ان ہانڈیوں کو اُلٹ دو۔

بَابُ مَالَفَظَهُ الْبَحْرُ مِنَ السَّمَكِ الطَّافِيْ وَغَيْرِهٖ

باب 9: سمندر جس مچھلی وغیرہ کو باہر پھینک دیتا ہے' اس کو کھانے کا حکم

649-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ سَاَلَ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ عَمَّا لَفَظَهُ الْبَحْرُ فَنَهَاهُ عَنْهُ ثُمَّ انْقَلَبَ فَدَعَا بِمُصْحَفٍ فَقَرَاَ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ قَالَ نَافِعٌ فَاَرْسَلَنِیْ اِلَيْهِ اَنْ لَّيْسَ بِهٖ بَاْسٌ فَكُلْهُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ الْاٰخِرِ نَاْخُذُ لَابَاْسَ بِمَا لَفَظَهُ الْبَحْرُ وَبِمَا حَسَرَ عَنْهُ الْمَآءُ اِنَّمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ الطَّافِیْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس جانور کے بارے میں دریافت کیا جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے' تو انہوں نے اسے کھانے سے منع کر دیا' پھر وہ مڑے اور انہوں نے مصحف منگوایا اور یہ آیت تلاوت کی:

''تمہارے لیے سمندر کے شکار کو اور اس کی خوراک کو حلال قرار دیا گیا ہے''۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے عبدالرحمٰن کی طرف بھیجا اور پیغام دیا کہ اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' تم اسے کھالو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آخری قول کے مطابق ہم فتویٰ دیتے ہیں' سمندر جس چیز کو باہر پھینک دیتا ہے' یا پانی جس چیز سے ہٹ جاتا ہے' اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مکروہ صرف وہ مچھلی کھانا ہے' جو مرنے کے بعد سمندر کے اوپر تیرنے لگتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: سمندری اور آبی جانوروں کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ فقہائے احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ آبی جانوروں میں سے صرف مچھلی کو کھایا جاسکتا ہے' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' کہ سمندر میں موجود ہر چیز کھائی جاسکتی ہے' جس میں مینڈک اور دریائی سانپ بھی شامل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور اسی طرح کی ایک روایت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی نقل کی گئی ہے۔

تاہم وہ یہ کہتے ہیں' کہ انہیں ذبح کرلیا جائے گا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آبی جانوروں میں سے جسے بھی شکار کرلیا جائے' اُسے کھانا حلال ہے۔

یہ روایت مجاہد کے بارے میں منقول ہے۔
لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سمندر کے مردار کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
اسی طرح دریائی گھوڑے کو کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ جو جانور پانی میں زندہ رہتا ہے اُسے کھانا جائز ہے اور اُسے شکار کر لینا ہی اُس کا ذبح کرنا شمار ہوگا۔
اُنہوں نے اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:
''تمہارے لیے سمندر کے شکار اور اُس کے طعام کو جائز قرار دیا گیا ہے''۔
فاضل لکھنوی نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں طعام سے مراد سمندر کا مردار ہے۔
یہ بات ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ''مرفوع'' اور موقوف دونوں طرح کی روایات کے طور پر نقل کی ہے اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:
یہاں شکار سے مراد وہ چیز ہے جسے تم پکڑ لو اور طعام سے مراد وہ چیز ہے جسے سمندر خود باہر پھینک دے۔
جبکہ عبد بن حمید اور ابن جریر' ابن ابی حاتم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ سمندر کا شکار وہ ہے جسے ہم اپنے ہاتھوں کے ذریعے شکار کرتے ہیں اور اس کا طعام وہ ہے جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے۔
اسی طرح کی ایک اور روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے۔
یہ تمام روایات امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الدر المنثور'' میں نقل کی ہیں۔
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت جابر' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن مسیب' ابوشعثاء' طاؤس اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں' ان سب حضرات کے حوالے سے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ' امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے روایات نقل کی ہیں۔
جبکہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے طافی کی جائز ہونے کی روایات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہیں۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض تابعین نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے' کیونکہ اس بارے میں مطلق روایت منقول ہے:
''اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے''۔
ہمارے فقہاء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ سمندر کے مردار سے مراد یہ ہے کہ جسے سمندر پانی سے باہر پھینک دیتا ہے اور پھر وہ

مرجاتا ہے کیونکہ اس صورت میں اس موت کی نسبت سمندر کی طرف ہوگی لیکن جو جانور سمندر کے اندر ہی مرجاتا ہے اور پانی پر تیرنے لگتا ہے وہ اس کے حکم میں شامل نہیں ہوگا۔

بَابُ اَلسَّمَكُ يَمُوْتُ فِي الْمَآءِ

باب 10: وہ مچھلی جو پانی کے اندر ہی مرجائے

650-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ سَعِيْدِ الْجَارِيِّ بْنِ الْجَارِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْحِيْتَانِ يَقْتُلُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَّيَمُوْتُ صَرَدًا وَفِيْ اَصْلِ ابْنِ الصَّوَّافِ وَيَمُوْتُ بَرْدًا قَالَ لَيْسَ بِهٖ بَاْسٌ قَالَ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا مَاتَتِ الْحِيْتَانُ مِنْ حَرٍّ اَوْبَرْدٍ اَوْقَتْلٍ بَعْضِهَا بَعْضًا فَلَابَاْسَ بِاَكْلِهَا فَاَمَّا اِذَا مَاتَتْ مِيْتَةَ نَفْسِهَا فَطَفَتْ فَهٰذَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَكِ فَاَمَّا مَاسِوٰى ذٰلِكَ فَلَابَاْسَ بِهٖ .

✦✦ سعید بن جار بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دو طرح کی مچھلیوں کے بارے میں دریافت کیا جن میں سے ایک دوسری کو قتل کر دیتی ہے یا وہ مچھلی جو سردی کی وجہ سے مرجاتی ہے۔ (ایک روایت میں الفاظ کچھ مختلف ہیں)

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جب کوئی مچھلی گرمی یا سردی کی وجہ سے مر جائے یا کوئی ایک مچھلی دوسری کو مار دے تو اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جو مچھلی خود ہی مر کر پانی پر تیرنے لگے تو اسے کھانا مکروہ ہے اس کے علاوہ مچھلی کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح: جو مچھلی پانی میں مرجاتی ہے اس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں ان میں سے جو مچھلی طبعی موت مرتی ہے اسے طافی کہا جاتا ہے طافی مچھلی کو کھانا جائز نہیں ہے اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے مرنے والی مردہ مچھلی کو کھانا حلال ہے جیسا کہ فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص دریا یا سمندر کے کنارے تالاب بنالیتا ہے اور پھر کچھ مچھلیاں اس تالاب میں داخل ہو کر مر جاتی ہیں تو اب اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ ذَكٰوةُ الْجَنِيْنِ ذَكٰوةُ اُمِّهٖ

باب 11: جانور کے پیٹ میں موجود بچے کی ماں کو ذبح کرنا ہی اس بچے کو ذبح کرنا شمار ہوگا

851- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا نُحِرَتِ النَّاقَةُ فَذَكٰوةُ مَافِيْ بَطْنِهَا ذَكَاتُهَا اِذَا كَانَ تَمَّ خَلْقُهٗ وَنَبَتَ شَعْرُهٗ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ بَطْنِهَا ذُبِحَ حَتّٰى يَخْرُجَ الدَّمُ مِنْ جَوْفِهٖ.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں: کہ جب اونٹنی کو ذبح کر دیا جائے تو اس کے پیٹ میں موجود بچہ بھی ذبح شمار ہوگا' جبکہ اس کی تخلیق مکمل ہو چکی ہو اور بال اُگ چکے ہوں' لیکن اگر وہ اس کے پیٹ سے زندہ نکل آتا ہے' پھر اس کو الگ سے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے پیٹ میں سے خون نکل آئے۔

•••——•••——•••

شرح: کسی مادہ جانور کو ذبح کیا جائے اور اس وقت اس کے پیٹ میں بچہ موجود ہو' تو اس کی دو صورتیں ہیں' وہ بچہ زندہ باہر آئے گا یا مردہ باہر آئے گا۔

اگر وہ بچہ زندہ باہر آ جاتا ہے' تو اس کے بارے میں تمام ائمہ کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ جب اسے ذبح کیا جائے گا' تو وہ حلال شمار ہوگا' ورنہ وہ حرام شمار ہوگا یعنی اگر وہ زندہ باہر آنے کے بعد ذبح کیے بغیر مر گیا تو اب اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

لیکن اگر وہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے مردہ باہر آتا ہے' تو اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس کی ماں کو ذبح کرنا ہی اس کے بچے کو ذبح کرنا شمار ہوگا اور ایسے بچے کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔

احناف میں سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں یہی دلیل دی ہے کہ پیٹ میں موجود بچے کی ماں کو ذبح کرنا اس بچے کو ذبح کرنا شمار ہوگا۔

امام ابن قدامہ حنبلی تحریر کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب پیٹ میں موجود بچے کے بال اُگ چکے ہوں' تب اس کی ماں کو ذبح کرنا ہی اس کے بچے کو ذبح کرنا شمار ہوگا' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس بارے میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق پایا جاتا ہے' جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ اس بچے کو کھانا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا' جب تک وہ زندہ باہر نہیں آتا اور اسے ذبح نہیں کر لیا جاتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ الگ سے ایک زندہ حیوان ہے' تو کسی دوسرے کے ذبح کرنے کی وجہ سے وہ ذبح شمار نہیں ہوگا' یہ بالکل اسی طرح ہے کہ بچے کی ماں اگر اس کو جنم دیدیتی تو اسے الگ سے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آتی۔

علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی' امام اوزاعی اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہم کی رائے بھی اس بارے میں وہی ہے' جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

652- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ ذَكَاةُ مَا كَانَ فِيْ بَطْنِ الذَّبِيْحَةِ ذَكَاةُ اُمِّهٖ اِذَا كَانَ قَدْ نَبَتَ شَعْرُهٗ وَتَمَّ خَلْقُهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا تَمَّ خَلْقُهٗ فَذَكَاتُهٗ ذَكٰوةُ اُمِّهٖ فَلَا بَاْسَ بِاَكْلِهٖ فَاَمَّا اَبُوْحَنِيْفَةَ كَانَ يَكْرَهُ اَكْلَهٗ حَتّٰى يَخْرُجَ حَيًّا فَيُذَكّٰى وَكَانَ يَرْوِيْ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تَكُوْنُ ذَكٰوةُ نَفْسٍ ذَكٰوةَ نَفْسَيْنِ ۔

✦✦ سعید بن میتب یہ فرماتے ہیں کہ ذبیحہ کے پیٹ میں جو چیز موجود ہوتی ہے اس کی ماں کو ذبح کرنا ہی اس کا ذبح کرنا شمار ہوگا' اس وقت جب اس کے پیٹ میں موجود جانور کے بال اُگ چکے ہوں اور اس کی تخلیق مکمل ہو چکی ہو۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب جانور کے پیٹ میں موجود بچے کی تخلیق مکمل ہو چکی ہو' تو اس کی ماں کو ذبح کرنا ہی اسے ذبح کرنا شمار ہوگا' ایسے جانور کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے جانور کو کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے' جب تک وہ زندہ باہر نہیں نکلتا اور اسے قربان نہیں کیا جاتا۔

انہوں نے حماد کے حوالے سے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: کسی ایک وجود کو ذبح کرنا دو کا ذبح کرنا شمار نہیں ہوگا۔

بَابُ اَكْلِ الْجَرَادِ

باب 12: ٹڈی دل کھانا

ـ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ ... الَ وَدِدْتُ اَنَّ عِنْدِيْ قَفْعَةً مِّنْ جَرَادٍ فَاٰكُلُ مِنْهُ ۔

... حَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ فَجَرَادٌ ذَكِيٌّ كُلُّهٗ لَا بَاْسَ بِاَكْلِهٖ اَنْ اُخِذَ حَيًّا اَوْ مَيِّتًا وَهُوَ ذَكِيٌّ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَهُوَ ... يْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

ـ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ٹڈی دل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے تو یہ بات پسند ہے ... ان کا تھیلا ہو اور میں اس میں سے کھالیا کروں۔

... امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ٹڈی دل ذبح شمار ہوتا ہے' اس کو کھانے میں ... ہے' خواہ اسے زندہ پکڑا جائے' یا مردہ پکڑا جائے' یہ ہر حال میں ذبح شمار ہوتا ہے۔

... رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

... یت میں استعمال ہونے والے لفظ "جراد" کا اُردو میں ترجمہ ٹڈی دل کیا جاتا ہے' جو ہوا میں اُڑتا بھی ہے او... ملہ کر کے فصل کو تباہ و برباد کر دیتا ہے' یہ وہ واحد اُڑنے والا حیوان ہے جسے ذبح کیے بغیر کھانا جائز ہے۔

بَابُ ذَبَائِحِ نَصَارَى الْعَرَبِ

باب 13: عرب کے عیسائیوں کے ذبیحہ کا حکم

654- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ زَيْدِ الدِّيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ ذَبَائِحِ نَصَارَى الْعَرَبِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهَا وَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان سے عرب میں رہنے والے عیسائیوں کے ذبیحہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

''اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے وہ ان میں سے ایک ہے''۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: عرب کے رہنے والے عیسائیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے عربوں میں سے عیسائیت قبول کر لی تھی یہ بنوتغلب قبیلے کے افراد ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بطور خاص عرب کے رہنے والے عیسائیوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا اس لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ترجمۃ الباب کا باب یہ قائم کیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مطلق ہے:

''ان لوگوں کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی ہے وہ تمہارے لیے حلال ہیں''۔

یعنی ان لوگوں کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے یہ حکم عام ہے۔ یہاں ترجمۃ الباب میں عرب کے رہنے والے عیسائیوں کا تذکرہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ درحقیقت اہل کتاب نہیں ہیں کیونکہ یہ لوگ بنی اسرائیل نہیں ہیں جو حقیقت میں اہل کتاب تھے تورات اور انجیل کے ماننے والے تھے تو ان کے بارے میں یہ گمان ہو سکتا تھا کہ شاید ان کا ذبح حلال نہ ہو لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ مَا قُتِلَ بِالْحَجَرِ

باب 14: جس (جانور) کو پتھر کے ذریعے مارا جائے

655- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ قَالَ رَمَيْتُ طَائِرَيْنِ بِحَجَرٍ وَّاَنَا بِالْجُرُفِ فَاَصَبْتُهُمَا فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَمَاتَ فَطَرَحَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَذَهَبَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّيْهِ بِقَدُوْمٍ فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّذَكِّيَهُ فَطَرَحَهُ اَيْضًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ مَا رُمِيَ بِهِ الطَّيْرُ فَقُتِلَ بِهِ قَبْلَ اَنْ تُدْرَكَ ذَكَاتُهُ لَمْ يُؤْكَلْ اِلَّا اَنْ يَّخْزِقَ اَوْ يَبْضَعَ

فَاِذَا خَزَقَ اَوْبَضَّعَ فَلَا بَاْسَ بِاَكْلِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں "جرف" کے مقام پر موجود تھا' میں نے دو پرندوں کو پتھر مارے' وہ انہیں لگے' ان میں سے ایک مرگیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پھینک دیا اور دوسرے کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما "قدوم" کے ذریعے ذبح کرنے لگے تو اسے ذبح کرنے سے پہلے وہ بھی مرگیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے بھی پھینک دیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ جس پرندے کو پتھر مار کر قتل کر دیا جائے اور اسے ذبح کرنے کا موقع نہ مل سکے' اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا' البتہ اگر اسے زخم آ جائے یا اس کا کوئی عضو کٹ جائے' تو حکم مختلف ہوگا' جب اسے کوئی زخم آ جائے یا اس کا کوئی عضو کٹ جائے (تو اسے ذبح کر کے کھانے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمر' قاسم بن محمد' سالم بن عبداللہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ روایات نقل کی ہیں' کہ یہ حضرات غلیل یا پتھر مار کر شکار کیے جانے والے جانور کو کھانا درست نہیں سمجھتے تھے' جبکہ وہ اس پتھر کے لگنے کی وجہ سے مرا ہو لیکن اگر وہ پتھر لگنے کی وجہ سے صرف زخمی ہوا ہو اور بعد میں اسے ذبح کر لیا جائے' تو اس جانور کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ الشَّاةُ وَغَيْرُ ذٰلِكَ تُذَكّٰى قَبْلَ اَنْ تَمُوْتَ

باب 15: بکری وغیرہ کے مرنے سے پہلے اسے ذبح کرنا

656- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ مُرَّةَ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ شَاةٍ ذَبَحَهَا فَتَحَرَّكَ بَعْضُهَا فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِهَا ثُمَّ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَقَالَ اِنَّ الْمَيْتَةَ لَتَتَحَرَّكُ وَنَهَاهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا تَحَرَّكَ تَحَرُّكًا اَكْبَرُ الرَّاْىِ فِيْهِ وَالظَّنُّ اَنَّهَا حَيَّةٌ اُكِلَتْ وَاِذَا كَانَ تَحَرُّكُهَا شَبِيْهًا بِالْاِخْتِلَاجِ وَاَكْبَرُ الرَّاْىِ وَالظَّنِّ فِىْ ذٰلِكَ اَنَّهَا مَيْتَةٌ لَمْ تُؤْكَلْ .

ابومرہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی بکری کے بارے میں دریافت کیا جسے وہ ذبح کر دیتے ہیں اور اس کا بعض حصہ پھر بھی حرکت کرتا رہتا ہے' تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے کھانے کی ہدایت کی۔

پھر انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہی مسئلہ دریافت کیا' تو وہ بولے: بعض اوقات مردار میں بھی حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسے کھانے سے منع کر دیا۔

جب وہ جانور اس انداز میں حرکت کرے کہ اس کا زندہ ہونے کا غالب گمان ہو' تو اسے کھا لیا جائے گا' اور جب یہ ہو کہ اس کے اعضاء پھڑک رہے ہیں اور غالب گمان یہی ہو کہ وہ مر چکا ہے' تو اسے نہیں کھایا جائے گا۔

شرح: علامہ ابن رشد تحریر کرتے ہیں: جو جانور بیماری کی شدت کی وجہ سے قریب الموت ہو اس میں ذبح کے مؤثر ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے' جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسی صورت حال میں ذبح مؤثر ہوتا ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے' تاہم ان سے ایک یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ ایسی صورت حال میں یعنی بیماری کی وجہ سے قریب الموت جانور میں ذبح مؤثر نہیں ہوگا۔

فقہاء کے درمیان اس اختلاف کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اس حوالے سے قیاس اور حدیث میں تعارض پایا جاتا ہے' احادیث میں یہ بات منقول ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیز پہاڑ پر بکریاں چرا رہی تھی' ایک بکری وہاں سے گر گئی' اس کنیز نے اس بکری کو پکڑا اور پتھر کے ذریعے ذبح کر دیا' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے کھالو۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

لیکن قیاس کا مسئلہ یہ ہے کہ ذبح اس جانور پر اثر انداز ہوتا ہے' جو زندہ ہو اور جو بیماری کی شدت کی وجہ سے موت کے قریب ہو' وہ تو مردہ کے حکم میں ہونا چاہیے۔

جن حضرات نے ایسی صورت میں اس جانور کے ذبح کرنے کو جائز قرار دیا ہے' اس جانور میں ذبح کا عمل اسی وقت مؤثر شمار ہوگا' جب اس جانور میں زندگی کی کوئی دلیل موجود ہو۔

اس بارے میں کس دلیل کا اعتبار کیا جائے گا؟ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے' بعض فقہاء نے حرکت کا اعتبار کیا ہے اور بعض فقہاء نے حرکت کا اعتبار نہیں کیا ہے' پہلا مسلک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور دوسرا مسلک حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے' جبکہ بعض علماء نے تین حرکتوں کا اعتبار کیا ہے: آنکھ کی حرکت' دُم ہلانا اور پاؤں کو حرکت دینا۔ یہ مؤقف سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ شیخ محمد نے اسی کو اختیار کیا ہے' جبکہ بعض حضرات نے یہ شرط رکھی ہے کہ اس کی سانس بھی چل رہی ہو' یہ شیخ ابن حبیب کا مسلک ہے۔

اس حوالے سے فقہاء نے بحث کرتے ہوئے دو جزئیات کی نشاندہی کی ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ زندگی کے لیے دو صورتیں ہوتی ہیں' ایک کو مستقر زندگی کہا جاتا ہے' یہ وہ زندگی ہے' جو جانور میں عام زندگی کے دوران پائی جاتی ہے۔

دوسری کو اصلی زندگی کہا جاتا ہے' اصلی زندگی سے مراد یہ ہے' جب تک بالکل دم نہیں نکل جاتا' اس سے پہلے زندگی کے کچھ آثار جانور کے جسم میں باقی ہوتے ہیں۔

گھریلو جانور ذبح کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصلی زندگی ہی کافی ہے' خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو' جبکہ صاحبین کے نزدیک مستقر زندگی کا اعتبار کیا جائے گا۔

اس حوالے سے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف حضرات تابعین اور تبع تابعین کے اقوال نقل کیے ہیں۔

انہوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام باقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے' وہ یہ فرماتے ہیں' کہ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو اور وہ اپنی دم کو ہلائے یا ٹانگ کو حرکت دے یا اس کی آنکھ اِدھر اُدھر ہو' تو وہ ذبح

شمار ہوگا (یعنی اسے کھانا جائز ہے)۔

بَابُ الرَّجُلِ يَشْتَرِى اللَّحْمَ فَلَايَدْرِىٓ اَذَكِيٌّ هُوَاَمْ غَيْرُ ذَكِيٍّ

باب 16: جب کوئی شخص گوشت خریدے اور اسے یہ پتہ نہ ہو کہ اسے ذبح کیا گیا ہے یا نہیں کیا گیا؟

657-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ يَاْتُوْنَا بِلُحْمَانٍ فَلَا نَدْرِىْ هَلْ سَمَّوْا عَلَيْهَا اَمْ لَاقَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهَا ثُمَّ كُلُوْهَا قَالَ وَذٰلِكَ فِىْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَقَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اِذَا كَانَ الَّذِىْ يَاْتِىْ بِهَا مُسْلِمًا اَوْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَاِنْ اَتٰى بِذٰلِكَ مَجُوْسِىٌّ وَّذَكَرَ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَهٗ اَوْرَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمْ يُصَدَّقْ وَلَمْ يُؤْكَلْ بِقَوْلِهٖ .

✦✦ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا' عرض کی گئی: یارسول اللہ! ہم لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں' ہمارے پاس گوشت آجاتا ہے' جس کے بارے میں ہمیں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کیا انہوں نے اس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس پر اللہ کا نام لے کر اسے کھالو۔

راوی کہتے ہیں: یہ ابتدائے اسلام کے دور کی بات ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس گوشت کو لانے والا شخص اگر مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو تو یہ حکم ہوگا' لیکن اگر کوئی مجوسی اسے لے کر آتا ہے اور یہ بات ذکر کرتا ہے کہ ایک مسلمان نے اسے ذبح کیا ہے یا اہل کتاب نے اسے ذبح کیا ہے' تو اس کی بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اس کے بیان کی وجہ سے اس گوشت کو نہیں کھایا جائے گا۔

شرح: اس حدیث کا پس منظر بیان کرتے ہوئے علماء نے یہ بات بیان کی ہے: ابتدائے اسلام میں مدینہ منورہ کے نواحی علاقوں میں بعض غیر مسلم بھی رہتے تھے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے' جب وہ اپنے جانوروں کا گوشت مدینہ منورہ میں فروخت کرنے کے لیے لاتے تھے' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بارے میں مشکوک ہو جایا کرتے تھے' کیونکہ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ جس شخص نے اس جانور کو ذبح کیا ہے' اس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں لیا ہے' تو انہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ ہدایت کی کہ تم اب اس پر اللہ کا نام لے لو اور اسے کھالو۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ علامہ طیبی نے مشکوۃ

حدیث 657: اخرجه مالك في "المؤطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودي' كتاب الذبائح' باب ما جاء في التسمية على الذبيحة -
حديث: 1040' ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصيد والذبائح' باب من ترك التسمية وهو ممن تحل ذبيحته -
حديث: 17567

کے حواشی میں یہ بات تحریر کی ہے: یہ حکمت آمیز اسلوب ہے گویا کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ کہا گیا ہے کہ تم اس حوالے سے ان لوگوں پر اعتراض نہ کرو اور اس بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے' تمہارے لیے اب اتنا ہی کافی ہے کہ تم اس پر اللہ کا نام لے لو۔

جبکہ علامہ قسطلانی نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں مراد یہ نہیں ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر اسے کھالینا ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے قائم مقام ہو جائے گا' بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بسم اللہ اس وقت رہ گئی تھی' وہ تم اب کھانے کے وقت پڑھ لو۔

اس حدیث کے ذریعے ان حضرات نے استدلال کیا ہے' جو اس بات کے قائل ہیں' کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں ہے' یہاں تک کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھتا تو اس جانور کو کھانا جائز ہوگا' کیونکہ اگر بسم اللہ پڑھنا شرط ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شک کی موجودگی میں ان حضرات کو وہ گوشت کھانے کی اجازت نہ دیتے' لیکن اس کا جواب علامہ عینی اور دیگر فقہاء نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ہمارے لیے دلیل کی حیثیت رکھتی ہے' کیونکہ جب ان حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گوشت کی شرعی حیثیت کے بارے میں سوال کیا جس کے بارے میں ان کو شک تھا کہ اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہے یا نہیں پڑھی گئی ہے؟ تو اسی سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک یہ بات معروف تھی کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط ہے' ورنہ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہی نہ کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کو کھانے کا حکم دیا تو اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی' بظاہر یہی لگتا ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان شخص بسم اللہ ترک نہیں کرتا ہے' گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم لوگ اس بات کے پابند نہیں ہو کہ تمہیں یقینی طور پر تحقیق کے ساتھ اس بات کا پتہ چلے کہ واقعی بسم اللہ پڑھی گئی ہے یا نہیں پڑھی گئی ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں وسوسہ بھی پیدا ہوگا اور حرج بھی لازم آئے گا' اس لیے تم کھاتے ہوئے بسم اللہ پڑھ لیا کرو اور اسے کھالیا کرو' اپنے آپ کو شک اور وسوسے میں مبتلا نہ کرو۔

حافظ ابن حجر نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے یہ بات تحریر کی ہے: فقہاء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا ذبح شدہ جانور کو کھانے کے لیے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک گروہ اسی بات کا قائل ہے کہ یہ شرط ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے' جو شخص جان بوجھ کر یا بھول کر اسے ترک کر دیتا ہے' تو اس جانور کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول راجح قول کے مطابق اور فقیہ ابوثور اور فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے' یعنی جانور کے حلال ہونے کے لیے اسے شرط قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول حدیث میں اسے شرط کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

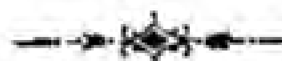
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں' کہ جو شخص بھول کر بسم اللہ نہیں پڑھتا تو ایسے جانور کو کھانا جائز ہے اور جو شخص جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کر دیتا ہے' تو ایسے ذبح شدہ جانور کو کھانا جائز نہیں ہے' تاہم فقہائے مالکیہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کر دیتا ہے' اس گوشت کو کھانا

حرام ہوگا یا مکروہ ہوگا۔ احناف کے نزدیک اس گوشت کو کھانا حرام ہوگا' جبکہ شوافع کے نزدیک جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کرنے کی تین صورتیں ہیں' اس میں صحیح قول یہی ہے کہ ایسے گوشت کو کھانا مکروہ ہے۔ (فتح الباری)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: یہ ابتدائے اسلام میں تھا' اس میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا' یعنی اس مسئلے میں کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے' اس مسئلے میں اسے دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ یہ ابتدائے اسلام کے زمانے کی بات ہے' جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل نہیں ہوا تھا:

''اور تم اس جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا''۔ (الانعام:۱۲۱)

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: یہ قول ضعیف ہے' اس میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور نہ ہی اسے جانا جا سکا ہے' بذاتِ خود حدیث ہی اس کو مسترد کر دیتی ہے' کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تسمیہ پڑھنے کا حکم دیا ہے' تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی' پھر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی اور یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اور یہاں مراد مدینہ منورہ کے نواحی علاقوں کے رہنے والے بدوی لوگ ہیں۔



بَابُ صَيْدُ الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ

باب 17: تربیت یافتہ کتے کے شکار کا حکم

658- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ كُلْ مَا اَمْسَكَ عَلَيْكَ اِنْ قَتَلَ اَوْلَمْ يَقْتُلْ،

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ كُلُّ مَاقَتَلَ وَمَا لَمْ يَقْتُلْ اِذَاذَكَّيْتَهُ مَالَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ فَاِنْ اَكَلَ مِنْهُ فَلَاتَاْكُلْ فَاِنَّمَآ اَمْسَكَهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَكَذٰلِكَ بَلَغَنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ـ

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تربیت یافتہ کتے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: جس شکار کو وہ تمہارے لیے روک لے اسے کھا لو' خواہ اس نے اسے قتل کر دیا ہو یا قتل نہ کیا ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہر وہ شکار جسے اس تربیت یافتہ کتے نے قتل کر دیا ہو' یا قتل نہ کیا ہو' جب آپ اسے ذبح کر لیتے ہیں' اسے کھا لیتے ہیں' جبکہ اس کتے نے خود اس میں سے کچھ نہ کھایا ہو' لیکن اگر اس نے خود اس میں سے کچھ کھا لیا ہو' تو پھر آپ اسے نہیں کھا سکتے کیونکہ وہ اس جانور نے اپنے لیے شکار کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی طرح کی روایت ہم تک پہنچی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: فقہاء نے شکاری کتے کے بارے میں مختلف احکام اور مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں
تربیت یافتہ شکاری کتے کے لیے یہ بات شرط ہے کہ وہ خود دوڑ کر شکار پر حملہ آور نہ ہو بلکہ جب مالک اُسے حملہ کرنے کے لیے کہے تو اس وقت وہ حملہ کرے۔

اگر مالک اسے جھڑکنے اور رُکنے کے لیے کہے تو وہ رُک جائے اگر واپس بلانا چاہے تو واپس آ جائے۔

تربیت یافتہ شکاری کتا شکار کو پکڑنے کے بعد خود اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ اُس شکار کو مالک کے لیے لے آئے۔

تربیت یافتہ جانور کے ذریعے کیے ہوئے شکار کے بارے میں احکام یہ ہیں' کہ جس جانور کے ذریعے شکار کیا جا رہا ہو وہ شکاری جانور ہونا چاہیے' اگر وہ روایتی طور پر شکاری جانور نہیں ہے' تو اب اُس کے پکڑے ہوئے شکار کا حکم شکاری جانور کے حکم میں شامل نہیں ہوگا' جیسے اگر بلی کسی جانور کو پکڑ لیتی ہے' تو اب وہ شکار شمار نہیں ہوگا۔

اس کے لیے دوسرا اصول یہ ہے کہ وہ شکاری جانور تربیت یافتہ ہونا چاہیے' اس لیے اگر عام کتا کسی جانور کو پکڑ لیتا ہے' تو اس کو کھانا جائز نہیں ہوگا۔

اگلا مسئلہ یہ ہے کہ تربیت یافتہ وہ جانور کسی مسلمان کا ہونا چاہیے' اگر کسی غیر مسلمان نے اپنے شکاری تربیت یافتہ کتے کو شکار کے لیے بھیجا تو اب وہ جانور جس شکار کو پکڑ کر لائے گا' وہ مسلمان کے لیے جائز نہیں ہوگا' یہاں یہ بات بھی شرط ہے کہ شکاری کتے یا شکاری جانور نے اپنے شکار کو زخمی کر کے مارا ہو' اگر وہ گلا گھونٹنے کی وجہ سے مر گیا ہو یا دہشت کی وجہ سے مر گیا ہو' یا کسی بلندی سے نیچے گرنے کی وجہ سے مر گیا ہو' تو اب اس شکار کو کھانا جائز نہیں ہوگا۔

اس کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ شکاری جانور کو چھوڑتے ہوئے بسم اللہ پڑھی گئی ہو' اگر کوئی شخص جانور کو چھوڑتے ہوئے جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کر دیتا ہے' تو شکار درست نہیں ہوگا' اس کے لیے یہ بات بھی شرط ہے کہ اگر وہ شکاری جانور اپنے شکار کو زندہ پکڑ کر لے آیا ہے' تو اسے شرعی طریقے کے ساتھ ذبح کیا جائے۔

بَابُ الْعَقِيْقَةِ

باب 18: عقیقہ کا بیان

659- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُبْنُ اَسْلَمَ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ بَنِىْ ضَمْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ قَالَ لَا اُحِبُّ الْعُقُوْقَ فَكَاَنَّهٗ اِنَّمَا كَرِهَ الْاِسْمَ وَقَالَ مَنْ وُّلِدَلَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَّنْسُكَ عَنْ وَّلَدِهٖ فَلْيَفْعَلْ۔

✧✧ زید بن اسلم بنو ضمرہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عقوق (نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا۔

راوی کہتے ہیں: گویا نبی اکرم ﷺ نے اس نام کو ناپسند کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس شخص کے ہاں بچہ ہوا اور وہ اس بچے کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو وہ ایسا کرے۔

••• ——— ••• ——— •••

شرح: عقیقہ کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: یہ اُس ذبیحہ کو کہتے ہیں جسے نئے پیدا ہونے والے بچے کے ساتویں دن قربان کیا جاتا ہے' اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ چیز سنت ہے اور مشروع ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: یہ مباح ہے' وہ فرماتے ہیں' کہ میں یہ نہیں' کہتا کہ یہ مستحب ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس حوالے سے دو روایات منقول ہیں' جس میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔ دوسری روایت کے مطابق یہ واجب ہے' ان کے بعض اصحاب نے اس قول کو بھی اختیار کیا ہے۔

عقیقہ یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ لڑکے کی طرف سے بھی ایک بکری ہی قربان کی جائے گی۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کیا جاتا ہے۔

اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ عقیقہ کے جانور کا خون بچے کے سر پر نہیں لگایا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ یہ بات مستحب ہے' عقیقہ کے جانور کی ہڈی کو نہ توڑا جائے' بلکہ اس کے اجزاء کو پکا لیا جائے' یہ تمام بحث (امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب "رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ") میں ہے۔

اس بارے میں بہت سی احادیث منقول ہیں جو عقیقہ کی مشروعیت اور استحباب پر دلالت کرتی ہیں۔

ان میں سے ایک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول یہ روایت ہے:

"نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہم لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کر کے) عقیقہ کریں"۔

اس روایت کو امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام ابن حبان اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔ جبکہ روایت کے یہ الفاظ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

ان میں سے ایک روایت حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جو "مرفوع" حدیث ہے' وہ بیان کرتے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:)

"بچہ اپنے عقیقے کے عوض میں رہن رکھا جاتا ہے' یہاں تک کہ ساتویں دن اُس کی طرف سے قربانی کر لی جائے اور اس کا سر منڈوا دیا جائے اور اُس کا نام رکھا جائے"۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' سنن کے مصنفین' امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

یہاں روایت کے کچھ الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس موضوع سے متعلق منقول مختلف روایات کا تذکرہ کیا ہے۔

روایت کے یہ الفاظ: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقیقہ کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقیقہ کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کے لیے لفظ عقیقہ استعمال کرنے کو ناپسند قرار دیا ہے چونکہ یہ لفظ عقوق سے بنتا ہے' جس کا مطلب نافرمانی' احسان کو ترک کرنا ہے۔ اسی لیے والدین کی نافرمانی کے لیے عقوق الوالدین استعمال ہوتا ہے' تو یہ بالکل اُسی طرح ہے' جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کو ناپسند کیا ہے' یا مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کو ناپسند کیا ہے۔ اس لیے کوئی بھی شخص اس روایت کی بنیاد پر یہ استدلال نہیں کر سکتا کہ عقیقہ کرنا مشروع نہیں ہے یا مستحب نہیں ہے' یا یہ زمانہ جاہلیت کا عمل تھا' یا یہ منسوخ ہو گیا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے' جبکہ اس بارے میں مختلف طرح کی روایات منقول ہیں' جو اس کی مشروعیت اور اس کی ترغیب پر دلالت کرتی ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: جہاں تک عقیقے کا تعلق ہے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: گویا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں' کہ عقیقہ کی مشروعیت باقی نہیں رہی ہے یا ایسا کرنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ الجامع الصغیر میں ان کی عبارت سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے' وہ فرماتے ہیں' کہ لڑکے یا لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

یہاں ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی' ابتداءِ اسلام میں بھی اس پر عمل کیا گیا' پھر یہ منسوخ ہو گیا' اس طرح بڑی عید کی قربانی نے ہر طرح کے ذبح کو منسوخ کر دیا ہے' رمضان کے روزوں کی فرضیت نے اس سے پہلے کے تمام روزوں کو منسوخ کر دیا ہے' غسل جنابت کی فرضیت نے اس سے پہلے کے تمام غسلوں کے لازم ہونے کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے' زکوٰۃ کی فرضیت نے اس سے پہلے کے لازم ہونے والے تمام صدقات کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچنے والی پہلی روایت کو انہوں نے اپنی کتاب "الآثار" میں نقل کیا ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حماد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی' جب اسلام آیا' تو اسے ختم کر دیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: عقیقہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی' جب اسلام آیا' تو اسے ختم کر دیا گیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

ان تک پہنچنے والی یہ روایت جس حدیث پر مشتمل ہے جو عقیقہ کے نسخ کے بارے میں ہے اس کو امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''زکوٰۃ نے تمام طرح کے صدقات (لازم ہونے) کو منسوخ کردیا' رمضان کے روزوں نے تمام روزوں (کے لازم ہونے) کو منسوخ کردیا ہے' غسل جنابت نے تمام طرح کے غسل (لازم ہونے) کو منسوخ کردیا ہے' بڑی عید کے دن قربانی نے ہر طرح کے ذبح (لازم ہونے) کو منسوخ کردیا ہے''۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کے دو راوی مسیب بن شریک اور عقبہ یہ دونوں متروک ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو اپنی مصنف میں ''کتاب النکاح'' کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تک ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' یہ بات علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''البنایہ'' میں جبکہ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث ہدایہ کی تخریج میں نقل کی ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''لسان المیزان'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ''مرفوع'' روایت امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے' یہ مسیب بن شریک بن سعید کوفی کے حالات میں نقل کی ہے' ان دونوں حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ یحییٰ بن معین نے اس راوی کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ لوگوں نے اس کی حدیث کو ترک کردیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: محدثین اس کے حوالے سے خاموش ہیں' جبکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

محمود بن غیلان کہتے ہیں: یحییٰ بن معین' احمد بن حنبل اور ابوخیثمہ رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی حدیثوں کو ترک کردیا تھا۔ ساجی کہتے ہیں: یہ شخص متروک الحدیث ہے' اس سے منکر روایات منقول ہے۔

فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: جب تم اس بات کو جان گئے' تو اب یہ بات جان لو کہ یہاں مختلف طرح کی ابحاث پائی جاتی ہیں' اس بارے میں پہلی بحث یہ ہے کہ عقیقہ کے زمانہ جاہلیت کی رسم ہونے سے مراد کیا ہے' اور اس کے متروک ہونے سے مراد کیا ہے؟

اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ پہلے واجب اور لازم تھا' یعنی زمانہ جاہلیت میں ایسا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اسے اپنے اوپر لازم قرار دیتے تھے' تو جب اسلام آیا' تو اس نے اس کے وجوب اور لازم کو مسترد کردیا تو یہ بات استحباب یا مشروعیت یا سنت ہونے کی نفی پر دلالت نہیں کرتی' بلکہ یہ لازم ہونے کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

اگر اس سے مراد یہ لیا جائے کہ یہ رسم زمانہ جاہلیت میں مستحب یا مشروع سمجھی جاتی تھی اور اسلام نے اس کے استحباب اور مشروعیت کو مسترد کردیا ہے' تو یہ بات بھی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

حدیث کی معتبر کتابوں میں اس حوالے سے منقول روایات موجود ہیں' جن کے عقیقہ کا مشروع اور مستحب ہونا ثابت ہے' جیسا کہ ان میں سے بعض روایات کا ہم پہلے تذکرہ کرچکے ہیں۔

ج یات عقیقہ کے استحباب اور مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ تمام کی تمام زمانۂ اسلام
سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ ان تمام روایات کے مقابلے میں ہیں جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے
سے پہنچی ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق فتویٰ دینا کسی دوسرے کے قول کے مطابق فتویٰ
دینے کے مقابلے میں زیادہ لازم ہے۔

اس بارے میں تیسری بحث یہ ہے کہ اگر عقیقہ کی مشروعیت مطلق طور پر اسلام میں ختم کر دی گئی ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ نہ کرتے۔

اگر کوئی شخص یہاں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا تو اس کے لیے اس بات کی ضرورت ہوگی کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کرے کہ جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ یہ چیز پہلے اسلام میں مشروع تھی اور بعد میں اس کی مشروعیت کو ختم کر دیا گیا۔

اس حوالے سے چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس کی مشروعیت کو مطلق طور پر ختم کر دیا گیا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یہ عمل نہ کرتے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا ہے جیسے نافع رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی ہے، اسی طرح یحییٰ بن یحییٰ مصمودی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا میں عروہ بن زبیر کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کے عقیقے میں ایک، ایک بکری قربان کیا کرتے تھے۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ اور ابراہیم نخعی نے عقیقے کو اسلام میں مسترد قرار دیا ہے۔ اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ اس سے مراد زمانۂ جاہلیت کے عقیقے کا مخصوص طریقہ ہو، کیونکہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ جانور ذبح کرنے کے بعد اُس کی اُون اُس کے خون میں بھگوتے تھے اور پھر اُسے بچے کے سر پر رکھ دیتے تھے، یہاں تک کہ خون کے چند قطرات اُن بچے کے جسم پر گرتے تھے، جب اسلام آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت کی کہ خون کی جگہ زعفران بچے کے سر پر لگایا جائے، تو اس حوالے سے ان دونوں حضرات کا کلام عقیقہ کی مطلق مشروعیت کی نفی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ مخصوص طریقے کے عقیقے کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس موضوع پر مزید بحث بھی کی ہے، لیکن یہاں کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے۔

660- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَسْاَلُهُ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِهِ عَقِيْقَةً اِلَّا اَعْطَاهَا اِيَّاهُ وَكَانَ يَعِقُّ عَنْ وَلَدِهِ بِشَاةٍ شَاةٍ عَنِ الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى .

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر والوں میں سے جب بھی کوئی ان سے عقیقے کے لیے کہتا تھا تو وہ اسے (جانور) عطاء کر دیتے تھے، وہ اپنی اولاد کی طرف سے ایک، ایک بکری ذبح کیا کرتے تھے، خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث ہو۔

661- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ وَزَنَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرَ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَزَيْنَبَ وَاُمِّ كُلْثُوْمٍ فَتَصَدَّقَتْ بِوَزْنِ ذٰلِكَ فِضَّةً .

✧✧ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن امام حسین سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم (کی پیدائش پر) ان کے سر کے بالوں کے وزن جتنی چاندی صدقہ کی تھی۔

662- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِىْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اَنَّهٗ قَالَ وَزَنَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرَ حَسَنٍ وَّحُسَيْنٍ وَتَصَدَّقَتْ بِوَزْنِهٖ فِضَّةً .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَمَّا الْعَقِيْقَةُ فَبَلَغَنَا اَنَّهَا كَانَتْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَقَدْ فُعِلَتْ فِىْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نَسَخَ الْاَضْحٰى كُلَّ ذِبْحٍ كَانَ قَبْلَهٗ وَنَسَخَ صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ كُلَّ صَوْمٍ كَانَ قَبْلَهٗ وَنَسَخَ غُسْلُ الْجَنَابَةِ كُلَّ غُسْلٍ كَانَ قَبْلَهٗ وَنَسَخَتِ الزَّكٰوةُ كُلَّ صَدَقَةٍ كَانَتْ قَبْلَهَا كَذٰلِكَ بَلَغَنَا .

✧✧ ربیعہ بن عبدالرحمن امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسین اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما (کی ولادت پر) ان کے بالوں کے وزن جتنی چاندی صدقہ کی تھی۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں تک عقیقے کا تعلق ہے تو ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی اور ابتدائے اسلام میں بھی ایسا کیا گیا پھر قربانی کے حکم نے اس طرح کے ہر ذبح کے حکم کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا جس طرح رمضان کے مہینے کے روزوں نے اس سے پہلے کے تمام روزوں کو منسوخ کر دیا تھا اور غسلِ جنابت نے اس سے پہلے کے تمام غسل کو منسوخ کر دیا اور زکوٰۃ نے ہر طرح کے صدقہ کے حکم کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا ہم تک یہی روایت پہنچی ہے۔



كِتَابُ الدِّيَاتِ

کتاب دیت سے متعلق احکام

بابٌ

باب 1: (بلاعنوان)

663-اَخبَرَنَا مَالِكٌ اَخبَرَنَا عَبدُاللّٰهِ بنُ اَبِى بَكرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخبَرَهُ عَنِ الكِتَابِ الَّذِى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَتَبَهُ لِعَمرِوبنِ حَزمٍ فِى العُقُولِ فَكَتَبَ اَنَّ فِى النَّفسِ مِائَةً مِّنَ الاِبِلِ وَفِى الاَنفِ اِذَا اُوعِيَتْ جَدْعًامِائَةً مِّنَ الاِبِلِ وَفِى الجَائِفَةِ ثُلُثُ النَّفسِ وَفِى المَامُومَةِ مِثلُهَا وَفِى العَينِ خَمسِينَ وَفِى اليَدِخَمسِينَ وَفِى الرِّجلِ خَمسِينَ وَفِى كُلِّ اِصبَعٍ مِمَّا هُنَالِكَ عَشرٌ مِّنَ الاِبِلِ وَفِى السِّنِّ خَمسٌ مِنَ الاِبِلِ وَفِى المُوضِحَةِ خَمسٌ مِّنَ الاِبِلِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهِ نَاخُذُ وَهُوَ قَولُ اَبِى حَنِيفَةَ وَالعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں اس خط کے بارے میں بتایا جو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو دیت کے بارے میں تحریر کیا تھا' آپ نے اس میں یہ بات تحریر کی تھی کہ جان کی دیت ایک سواونٹ ہو گی' جب ناک کو کاٹ دیا جائے' تو اس کی دیت ایک سواونٹ ہوگی' جائفہ زخم کی دیت جان کی دیت کا ایک تہائی حصہ ہوگی' مامومہ کی دیت اس کی مانند ہوگی' آنکھ کی دیت پچاس اونٹ ہوگی' ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہوگی' ٹانگ کی دیت پچاس اونٹ ہوگی' ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہوگی' دانت کی دیت پانچ اونٹ ہوگی اور موضحہ کی دیت پانچ اونٹ ہوگی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••

شرح: دیت اس تاوان کو کہا جاتا ہے' جو کسی انسان کی زندگی یا اس کے جسم کے کسی عضو کو نقصان پہنچانے کے عوض میں ادا کیا جاتا ہے' دیت کے بارے میں بنیادی حکم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور جو شخص خطاء کے طور پر کسی مؤمن کو قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ ایک مؤمن غلام کو آزاد کرے یا مقتول کے اہلِ خانہ کو دیت ادا کرے البتہ اگر وہ اسے معاف کر دیں (تو حکم مختلف ہوگا)''۔ (النساء:۹۲)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے: اگر مرنے والا مسلمان مرد ہو تو اس کی دیت ایک سو اونٹ ہوگی یا دینار کے حساب سے ایک ہزار دینار ہوگی یا چاندی کے درہموں کے اعتبار سے ۱۰ ہزار درہم ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: چاندی کے حساب سے ۱۲ ہزار درہم ہوگی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے ان حضرات کی دلیل وہ روایت ہے جسے سنن کے مصنفین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے بنوعدی سے تعلق رکھنے والا ایک شخص قتل ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت ۱۲ ہزار مقرر کی تھی۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: امام محمد بن حسن نے یہ بات بیان کی ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر نے سونے کے حساب سے ایک ہزار دینار مقرر کی تھی اور چاندی کے حساب سے ۱۲ ہزار درہم دیت مقرر کی تھی۔

یہ روایت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہیثم کے حوالے سے قعنبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جان یا اس سے کم (یعنی کسی عضو کو ضائع کرنے) کی دیت میں ہمارے نزدیک عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی۔

سفیان ثوری لیث بن سعد ابن ابی لیلیٰ ابن شبرمہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے (اس کے الفاظ یہ ہیں:)

"عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوتی ہے"۔

اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے یہ بات علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

بَابُ الدِّيَةُ فِي الشَّفَتَيْنِ

باب 2: ہونٹوں کی دیت

664-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ قَالَ فِي الشَّفَتَانِ الدِّيَةُ فَاِذَا قُطِعَتِ السُّفْلٰى فَفِيْهَا ثُلُثُ الدِّيَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا الشَّفَتَيْنِ سَوَآءٌ فِيْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الدِّيَةِ اَلَا تَرٰى اَنَّ الْخِنْصَرَ وَالْاِبْهَامَ سَوَآءٌ وَمَنْفَعَتُهُمَا مُخْتَلِفَةٌ وَهٰذَا قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: سعید بن مسیب نے دونوں ہونٹوں کی دیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اگر نیچے والے ہونٹ کو کاٹ دیا جائے تو اس میں پوری دیت کا تیسرا حصہ (ادا کیا جائے گا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے' دونوں ہونٹوں کا حکم ایک جیسا ہے' ان میں سے ہر ایک ہونٹ کی دیت نصف دیت ہوگی۔

کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا؟ سب سے چھوٹی انگلی اور انگوٹھے دونوں کی دیت ایک جتنی ہوتی ہے حالانکہ دونوں کا فائدہ مختلف ہے۔

ابراہیم نخعی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: فقہاء کے نزدیک بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان کے جسم میں جو اعضاء دو دو ہیں ان دونوں کو ضائع کرنے پر اس عضو کی مکمل دیت ادا کرنا لازم ہوگی اور ایک ضائع کرنے پر نصف دیت کی ادائیگی لازم ہوگی کیونکہ مؤطا میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول روایت اس اصول کے خلاف ہے اس لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ ہم اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے ہیں یعنی ایک عضو ضائع ہونے پر نصف دیت کا حکم دیا جائے گا۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد قتادہ اور مجاہد بھی اس بات کے قائل ہیں (جو اس حوالے سے احناف کے مؤقف ہے)۔

بَابُ دِيَةُ الْعَمَدِ

باب 2: قتلِ عمد کی دیت

665-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ مَضَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الْعَاقِلَةَ لَا تَحْمِلُ شَيْئًامِنْ دِيَةِ الْعَمَدِ اِلَّااَنْ تَشَاءَ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ .

✦✦ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: دیت کے بارے میں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ قتلِ عمد کی صورت میں قاتل کے خاندان پر دیت کی ادائیگی لازم قرار نہیں دی جاتی تاہم اگر وہ لوگ چاہیں (تو از خود ادا کر سکتے ہیں)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کے ارادے کے ساتھ قتل کر دیتا ہے اور ایسے ہتھیار کے ذریعے قتل کرتا ہے جسے استعمال کرنے کے نتیجے میں قصاص کی سزا دی جا سکتی ہو اور پھر مقتول کے ورثاء قصاص کی بجائے دیت دینے پر رضامندی ظاہر کر دیں تو اب مکمل دیت کی ادائیگی لازم ہوتی ہے لیکن کیونکہ مکمل دیت کی ادائیگی بہت مہنگی ہے اس لیے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اگر قاتل کے خاندان کے افراد چاہیں تو اس حوالے سے دیت ادا کر سکتے ہیں تاہم یہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: قتل عمد میں دیت کی ادائیگی خاندان پر لازم نہیں ہوتی ہے لیکن اگر وہ چاہیں تو قاتل کی طرف سے دیت ادا کر سکتے ہیں۔

قاتل کے خاندان پر کن صورتوں میں دیت کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اس حوالے سے فقہاء کے درمیان بہت سی جزئیات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔



666-اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَمْدًا وَّلَا صُلْحًا وَّلَا اعْتِرَافًا وَّلَا مَا جَنَی الْمَمْلُوْكُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قاتل کے خاندان کے لوگ قتلِ عمد کی دیت ادا نہیں کریں گے خواہ صلح کے طور پر ہو یا اعتراف کے طور پر ہو۔

اسی طرح غلام کی طرف سے بھی دیت نہیں ادا کی جائے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ دِیَةِ الْخَطَاِ

باب 3: قتلِ خطا کی دیت

667-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ فِیْ دِیَةِ الْخَطَاِ عِشْرُوْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ وَّعِشْرُوْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَعِشْرُوْنَ ابْنُ لَبُوْنٍ وَعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَّعِشْرُوْنَ جَذَعَةً .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا وَلٰكِنَّا نَاْخُذُ بِقَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ دِیَةُ الْخَطَاِ اَخْمَاسٌ عِشْرُوْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ ابْنُ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَّعِشْرُوْنَ جَذَعَةً اَخْمَاسٌ وَاِنَّمَا خَالَفَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ یَسَارٍ فِی الذُّكُوْرِ فَجَعَلَهَا مِنْ بَنِی اللَّبُوْنِ وَجَعَلَهَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مِنْ بَنِیْ مَخَاضٍ وَّقَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ مِثْلُ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

✧✧ سلیمان بن یسار قتلِ خطا کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: اس میں بیس بنت مخاض بیس بنت لبون بیس ابن لبون بیس حقہ اور بیس جذعہ دیئے جائیں گے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے بلکہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ قتلِ خطا کی دیت پانچ حصوں میں تقسیم ہوگی۔ (سو اونٹ ادا کرنے ہوتے ہیں ان میں سے) بیس بنت مخاض بیس ابن مخاض بیس بنت لبون بیس حقہ بیس جذعہ دیئے جائیں گے یہ پانچ حصے ہوں گے۔

سلیمان بن یسار نے مذکر کے بارے میں ہم سے مختلف روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بنولبون کا تذکرہ کیا ہے جبکہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بنو مخاض کا ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: قتل خطاء یہ ہے کہ انسان ارادۂ قتل کے ساتھ کسی کو قتل نہ کرے بلکہ اس نے کسی اور کو مارنے کا ارادہ کیا تھا اور غلطی سے مقتول مارا گیا۔

قتل خطاء کے بارے میں ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ اس کی ادائیگی قاتل کے خاندان پر لازم ہوتی ہے امام شافعی امام احمد بن حنبل سفیان ثوری اسحاق بن راہویہ ابراہیم نخعی حماد بن ابوسلیمان امام شعبی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ ابن سیرین ابن شبرمہ ابوثور قتادہ ابن شہاب زہری حارث رحمۃ اللہ علیہم اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت قاتل کے ذمے لازم ہوتی ہے یہ بات علامہ عینی نے البنایہ میں تحریر کی ہے۔

بَابُ دِيَةِ الْاَسْنَانِ

باب 4: دانتوں کی دیت کا حکم

668- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوُدُبْنُ الْحُصَيْنِ اَنَّ اَبَاغَطَفَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ اَرْسَلَهُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهُ عَنِ الضِّرْسِ فَقَالَ اِنَّ فِيهِ خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ قَالَ فَرَدَّنِىْ مَرْوَانُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ فَلِمَ تَجْعَلُ مُقَدَّمَ الْفَمِ مِثْلَ الْاَضْرَاسِ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْلَا اَنَّكَ لَا تَعْتَبِرُ اِلَّا بِالْاَصَابِعِ عَقْلُهَا سَوَاءٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَاْخُذُ عَقْلُ الْاَسْنَانِ سَوَاءٌ وَعَقْلُ الْاَصَابِعِ سَوَآءٌ فِىْ كُلِّ اَصْبُعٍ عُشْرُ الدِّيَةِ وَفِىْ كُلِّ سِنٍّ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ ابوغطفان بیان کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا تا کہ ان سے داڑھ کی دیت کے بارے میں دریافت کرے تو انہوں نے فرمایا: اس میں پانچ اونٹ لازم ہوتے ہیں۔ ابوغطفان کہتے ہیں کہ مروان نے مجھے دوبارہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا اور بولے: آپ نے سامنے کے دانتوں کو داڑھ کی مانند کیوں قرار دیا ہے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم نے قیاس سے کام لینا ہے تو انگلیوں پر قیاس کرو جن کی دیت برابر ہوتی ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں تمام دانتوں کی دیت برابر ہے۔ تمام انگلیوں کی دیت برابر ہے ہر انگلی کی دیت (مکمل دیت) کا دسواں حصہ ہوگی۔ اور ہر دانت کی دیت (مکمل دیت کا) بیسواں حصہ ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: تمام دانتوں کی دیت ایک برابر ہوتی ہے' اس بارے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث منقول ہے' جسے امام بزار نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''سامنے کے دانتوں اور داڑھوں کی دیت برابر ہوتی ہے اور تمام داڑھیں ایک جیسی حیثیت رکھتی ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ہی ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ بات بھی منقول ہے:

''آدمی کی انگلیاں اور ہاتھ برابر کی حیثیت رکھتے ہیں اور تمام دانت برابر کی حیثیت رکھتے ہیں' دانت اور داڑھیں ایک جیسی حیثیت رکھتی ہیں' یہ اور یہ (یعنی سب سے بڑی انگلی اور سب سے چھوٹی انگلی) ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں۔

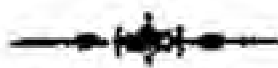
''اس روایت کو امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' ان کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کیا ہے:

''تمام انگلیاں اور تمام دانت برابر کی حیثیت رکھتے ہیں' ہر ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہو گی اور ہر ایک دانت کی دیت پانچ اونٹ ہو گی''۔

اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہو جاتی ہے' جس میں مطلق طور پر یہ بات منقول ہے:

''دانت کی دیت پانچ اونٹ ہوتی ہے''۔



بَابُ اَرْشِ السِّنِّ السَّوْدَآءِ وَالْعَيْنِ الْقَآئِمَةِ

باب 5: سیاہ ہو جانے والے دانت' قائم رہنے والی آنکھ کی دیت کا حکم

669-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اُصِيْبَتِ السِّنُّ فَاسْوَدَّتْ فَفِيْهَا عَقْلُهَا تَامًّا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا اُصِيْبَتِ السِّنُّ فَاسْوَدَّتْ اَوِ احْمَرَّتْ اَوِ اخْضَرَّتْ فَقَدْ تَمَّ عَقْلُهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .

✦✦ سعید بن مسیب یہ فرماتے ہیں' کہ جب دانت پر چوٹ لگے اور وہ سیاہ ہو جائے' تو اس میں مکمل دیت دی جائے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب دانت پر چوٹ لگے اور وہ سیاہ ہو جائے یا سرخ ہو جائے' یا سبز ہو جائے' تو اس کی پوری دیت دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح یہاں اس باب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز رسید کرتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کا دانت ٹوٹتا نہیں ہے، لیکن سیاہ ہو جاتا ہے یا آنکھ اپنی جگہ پر برقرار رہتی ہے، اس کی بینائی رخصت ہو جاتی ہے تو اس کا حکم کیا ہو گا؟

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حوالے سے اپنی مصنف میں مختلف روایات نقل کی ہیں، جس میں انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں، کہ اگر دانت سیاہ ہو جاتا ہے تو اس پر بھی مکمل دیت کی ادائیگی لازم ہو گی اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔ قاضی شریح نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا تھا، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی بات منقول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے دانت پر چوٹ لگاتا ہے اور دانت کا رنگ خراب ہو جاتا ہے، اگرچہ دانت اپنی جگہ سے نہیں ٹوٹتا لیکن دانت کے ٹوٹنے کی دیت ادا کرنا پڑے گی۔

جہاں تک آنکھ کا تعلق ہے، یعنی آنکھ اپنی جگہ پر موجود ہے اور اس کی بینائی رخصت ہو گئی ہے، تو اس کی دیت کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف روایات منقول ہیں، ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس صورت میں ایک عادل شخص سے فیصلہ لیا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول اس روایت کے مطابق مسروق، زہری، امام مالک، امام شافعی، ابوثور، امام ابوحنیفہ اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم سے آراء منقول ہیں کیونکہ یہاں اب مکمل دیت کو لازم کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ صرف آنکھ کی منفعت ضائع ہوئی اور منفعت ضائع ہونے کے نتیجے میں دیت مقرر نہیں کی جا سکتی، اس لیے کسی عادل شخص سے فیصلہ لیا جائے گا کہ کیا ادائیگی لازم کی جائے؟

670- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ اِذَا فُقِئَتْ مِائَةَ دِيْنَارٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَيْسَ عِنْدَنَا فِيْهَا اَرْشٌ مَعْلُوْمٌ فَفِيْهَا حُكُوْمَةُ عَدْلٍ وَّاِنْ بَلَغَتِ الْحُكُوْمَةُ مِائَةَ دِيْنَارٍ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ كَانَتِ الْحُكُوْمَةُ فِيْهَا وَاِنَّمَا نَضَعُ هٰذَا مِنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ لِاَنَّهٗ حَكَمَ بِذٰلِكَ .

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ زخمی ہونے والی آنکھ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں، کہ جب وہ آنکھ سلامت ہو، لیکن بینائی رخصت ہو چکی ہو، تو اس میں ایک سو دینار کی ادائیگی کی جائے گی۔

❊❊ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک ایسی صورت میں کوئی متعین دیت مقرر نہیں کی جائے گی بلکہ حاکمِ وقت کو اس بات کا اختیار ہو گا خواہ وہ سو دینار کی ادائیگی کا فیصلہ دے یا اس کے علاوہ مزید ادائیگی کا فیصلہ دے۔

ہم نے یہ بات اس لیے بیان کی ہے، کیونکہ یہ چیز حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کیونکہ انہوں نے خود یہ فیصلہ دیا تھا۔

بَابُ النَّفَرُ يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى قَتْلِ وَاحِدٍ

باب 6: جب کچھ لوگ مل کر کسی ایک شخص کو قتل کر دیں

671- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ ابْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً اَوْ سَبْعَةً بِرَجُلٍ قَتَلُوْهُ قَتْلَ غِيْلَةٍ وَقَالَ لَوْ تَمَالَاَ عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَاءَ قَتَلْتُهُمْ بِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِنْ قَتَلَ سَبْعَةٌ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ رَجُلًا عَمْدًا قَتْلَ غِيْلَةٍ اَوْ غَيْرِ غِيْلَةٍ ضَرَبُوْهُ بِاَسْيَافِهِمْ حَتّٰى قَتَلُوْهُ قُتِلُوْا بِهٖ كُلُّهُمْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پانچ یا شاید سات آدمیوں کو ایک شخص کے قتل کے بدلے میں قتل کروا دیا تھا' انہوں نے دھوکے کے ساتھ اسے قتل کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا: اگر صنعاء کے رہنے والے تمام لوگ اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں اس کے عوض میں ان سب کو قتل کروا دیتا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق یہ فتویٰ دیتے ہیں' کہ اگر سات یا اس سے زیادہ لوگ بھی جان بوجھ کر ایک شخص کو قتل کر دیتے ہیں' اسے دھوکے کے ساتھ قتل کرتے ہیں' یا دھوکے کے بغیر قتل کرتے ہیں' اسے تلواریں مارتے ہیں یہاں تک کہ اسے قتل کر دیتے ہیں' تو اس شخص کے بدلے میں ان سب کو قتل کر دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

...———...———...

شرح: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ نقل کیا ہے' اُسے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے' وہ اپنی سند کے ساتھ یہ بات بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن عبیداللہ بیان کرتے ہیں: یمن کی رہنے والی ایک عورت کے چھ دوست تھے' نے اپنے ان دوستوں سے کہا: جب تک تم میرے شوہر کے (پہلی بیوی سے) بیٹے کو قتل نہیں کرتے' اُس وقت تک میرے معاملات خراب رہیں گے تو اُن افراد نے اُس سے کہا: تم اُسے روک کے رکھنا' اُس عورت نے اُس بچے کو اپنے پاس روکے رکھا' بعد میں وہ لوگ اُس کے پاس آئے اور اُس بچے کو قتل کر دیا' قتل کرنے کے بعد اُنہوں نے اُس کی لاش ایک کنوئیں میں پھینک دی' جب اُس لاش پر مکھیاں آنے جانے لگیں تو لوگوں کو پتہ چلا کہ یہاں پر تو ایک لاش پڑی ہوئی ہے' اُس لاش کو کنوئیں سے نکالا گیا اور بعد میں اُن قاتلوں نے اُسے قتل کرنے کا اقرار کر لیا۔

یمن کے گورنر یعلیٰ بن اُمیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ لکھ کر بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے جواب لکھا کہ اُس عورت کو اُس کے چھ آشناؤں سمیت قتل کر دیا جائے' اُس خط میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی لکھا کہ اگر صنعاء شہر کے رہنے والے تمام لوگ اُس ایک شخص کے قتل میں شریک ہوتے تو اُس مقتول کے بدلے میں اُن سب کو بھی قتل کر دیا جاتا۔ (مصنف عبدالرزاق)

اس مسئلے کی ایک جزوی صورت یہ ہے کہ اگر کچھ افراد مل کر ایک شخص کو قتل کر دیتے ہیں' تو کیا میت کے ورثاء کو اس حوالے سے

اختیار حاصل ہوگا کہ وہ قاتلوں میں سے کچھ کو قصاص کے طور پر قتل کروادیں اور کچھ سے دیت وصول کرلیں اور کچھ کو دیت معاف کردیں؟

اس حوالے سے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ مقتول کے ورثاء کو اس حوالے سے اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو وہ کئی قاتلوں میں سے کسی ایک قاتل کو قتل کروادیں کسی دوسرے سے دیت وصول کرلیں اور کسی تیسرے کو دیت معاف کردیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يَرِثُ مِنْ دِيَةِ امْرَأَتِهٖ وَالْمَرْءَةُ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

باب 7: آدمی اپنی بیوی کی دیت میں سے وارث ہوگا اور عورت اپنے شوہر کی دیت میں سے وارث ہوگی

672- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ نَشَدَ النَّاسَ بِمِنًى مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ عِلْمٌ الدِّيَةِ اَنْ يُخْبِرَنِيْ بِهٖ فَقَامَ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ فَقَالَ كَتَبَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَشْيَمِ الضِّبَابِيِّ اَنْ وَرِّثِ امْرَاَتَهٗ مِنْ دِيَتِهٖ فَقَالَ عُمَرُ اُدْخُلِ الْخِبَآءَ حَتّٰى اٰتِيَكَ فَلَمَّا نَزَلَ اَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ بِذٰلِكَ فَقَضٰى بِهٖ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لِكُلِّ وَارِثٍ فِي الدِّيَةِ وَالدَّمِ نَصِيْبٌ امْرَاَةً كَانَ الْوَارِثُ اَوْ زَوْجًا اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں لوگوں کو قسم دے کر دریافت کیا: دیت کے بارے میں کس شخص کو علم ہے؟ جسے علم ہے وہ مجھے اس بارے میں بتائے۔ تو حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم ضبابی کے بارے میں مجھے خط لکھا تھا کہ میں ان کی دیت میں سے ان کی بیوی کو بھی وراثت میں حصہ دوں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: تم خیمے کے اندر چلو میں جب تک میں تمہارے پاس نہیں آتا (تم وہیں رہنا)۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیمے میں تشریف لائے تو ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں پھر اس بارے میں بتایا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق فیصلہ دیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں ہر وارث کو دیت میں سے اور خون میں سے حصہ ملے گا خواہ وہ بیوی ہو یا شوہر ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بنیادی اصول بیان کیا ہے کہ کسی بھی مقتول کی دیت کے طور پر ملنے والا معاوضہ اس مقتول کے ورثاء میں وراثت کے اصولوں کے مطابق تقسیم ہوتا ہے اور ان ورثاء میں چونکہ مقتول مرد کی بیوی یا مقتول عورت کا شوہر بھی شامل ہوتے ہیں اس لیے انہیں بھی وراثت کے قانون کے مطابق اس میں سے حصہ دیا جائے گا۔

بَابُ الْجُرُوْحِ وَمَافِيْهَا مِنَ الْاَرْشِ

باب 8: زخموں اوران کی دیت کا حکم

673- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ فِيْ كُلِّ نَافِذَةٍ فِيْ عُضْوٍ مِّنَ الْاَعْضَاءِ ثُلُثُ عَقْلِ ذٰلِكَ الْعُضْوِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ فِيْ ذٰلِكَ اَيْضًا حُكُوْمَةُ عَدْلٍ وَّهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: آر پار ہو جانے والے ہر زخم کی دیت' عضو کی دیت کے تہائی حصے کے برابر ہوگی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسی صورتِ حال میں حاکمِ وقت کو اختیار ہوگا (کہ وہ اس میں کمی وبیشی کر سکتا ہے)۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ ''ارش'' کا مطلب زخم کی دیت ہوتا ہے' متن میں استعمال ہونے والے لفظ ''نافذۃ'' سے مراد وہ زخم ہے' جو آر پار ہو جاتا ہے' یہاں مصنف نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کوئی چیز مارے جس کے نتیجے میں دوسرے شخص کو ایسا زخم آ جائے جو عضو کے آر پار ہو جائے' لیکن وہ عضو ضائع نہ ہو' تو ایسی صورت میں اس عضو کی مکمل دیت کا ایک تہائی حصہ دیت کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اس زخم سے مراد وہ زخم ہے' جو بازو یا پنڈلی وغیرہ پر لگایا جاتا ہے۔

پیٹ یا سینے میں لگنے والے زخم کا حکم ''جائفہ'' کے حکم میں آتا ہے' اس کا حکم مختلف ہے' کیونکہ اس کی دیت دو تہائی ہوتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے ''نافذہ'' یعنی آر پار ہونے والے زخم کی دیت' مکمل دیت کا ایک تہائی حصہ مقرر کی ہے' یعنی اس عضو کی مکمل دیت کا تہائی حصہ ہو گی۔

جبکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ نافذہ زخم میں خواہ وہ ہاتھ میں لگا ہو یا ٹانگ میں لگا ہو' اس کی دیت ایک سو دینار ہوگی۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زانوں میں لگنے والے آر پار زخم کی دیت (اس عضو کی دیت) کا ایک تہائی حصہ ہوگی۔

جبکہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی بھی عضو میں لگنے والا آر پار زخم کی دیت' اس عضو کی ایک تہائی دیت کے برابر ہو گی۔

اس حوالے سے بعض جزئیات میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

بَابُ دِيَةُ الْجَنِيْنِ

باب 9: (عورت کے) پیٹ میں موجود بچے کی دیت

674- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي الْجَنِيْنِ يُقْتَلُ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ وَلِيْدَةٍ فَقَالَ الَّذِيْ قَضٰى عَلَيْهِ . كَيْفَ اُغْرَمُ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا اَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذَا مِنْ اِخْوَانِ الْكُهَّانِ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ میں موجود بچے کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا جسے اس کی ماں کے پیٹ میں ہی قتل کر دیا گیا ہو' اس کے تاوان کے طور پر ایک غلام یا کنیز ادا کی جائے گی' جس شخص کے خلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا' وہ بولا: میں ایسے شخص کا تاوان کیسے ادا کر سکتا ہوں' جس نے کچھ پیا نہیں' کچھ کھایا نہیں' وہ بولا نہیں' چلا کے رویا نہیں' اس طرح کا خون رائیگاں جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص کاہنوں کا بھائی ہے۔

•••———•••———•••

شرح: ترجمۃ الباب میں ذکر ہونے والے لفظ "جنین" سے مراد پیٹ میں موجود بچہ ہے اور یہ بات اس صورتِ حال کے بارے میں ہے' جب کوئی شخص کسی حاملہ عورت کو کوئی چیز مارے' جس کے نتیجے میں اس عورت کے پیٹ میں موجود بچہ ضائع ہو جائے' تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

اس حوالے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں۔

اس حکم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: جب کوئی شخص کسی (حاملہ) عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے جس کے نتیجے میں اس کے پیٹ میں موجود بچہ ضائع ہو جائے اور وہ مردہ باہر نکلے تو اب ضرب لگانے والے شخص پر مکمل دیت کا بیسواں حصہ ادا کرنا لازم ہوگا' اگر وہ ضائع ہونے والا بچہ تھا تو اس کی دیت مرد کی دیت کا بیسواں حصہ ہوگی' اگر وہ بچی تھی' تو اس کی دیت عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہوگی' جو پانچ سو درہم بنیں گے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس صورت میں کوئی بھی چیز واجب نہیں ہونی چاہیے کیونکہ پیٹ میں موجود بچے کی زندگی کے بارے میں یقین نہیں ہوتا ہے (کہ وہ زندہ پیدا ہوگا یا نہیں ہوگا) لیکن استحسان

حدیث 674: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایة یحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب العقول' باب عقل الجنین۔ حدیث: 1559 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الطب' باب الکهانة - حدیث: 5435 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات' باب دیة الجنین - حدیث: 3271 اخرجه الدارمی فی "سننه"، ومن کتاب الدیات' باب دیة الخطا علی من هی - حدیث: 2343 اخرجه النسائی فی "سننه"، کتاب البیوع' باب دیة جنین المرأة - حدیث: 4761 السنن المأثورة للشافعی - کتاب الزکاة' باب عقل الجنین - حدیث: 574 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب العقول' باب نذر الجنین - حدیث: 17687 ذکره البیهقی فی "سننه الکبرٰی"، کتاب الدیات' جماع أبواب الدیات فیما دون النفس' - باب دیة الجنین' حدیث: 15267 ذکره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، کتاب الدیات' باب دیة الجنین - حدیث: 5207 مسند الشافعی - ومن کتاب جراح الخطأ' حدیث: 1489

کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پیٹ میں ضائع ہو جانے والے بچے کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کا تاوان ایک غلام یا کنیز کی شکل میں دیا جائے گا یا ان کی قیمت دی جائے گی جو پانچ سو درہم ہوتی ہے یہاں روایت کے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس لیے ہم اس روایت کی بنیاد پر قیاس کو ترک کر دیتے ہیں یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے ان کے نزدیک چھ سو درہم کی ادائیگی لازم ہو گی۔

احناف اس بات کے قائل ہیں کہ یہ دیت مارنے والے کے خاندان پر لازم ہوتی ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ دیت مارنے والے کے مال سے ادا کی جائے گی کیونکہ یہ جزو کا بدلہ ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے خاندان کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا تھا تاہم دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ تاوان اس جنین کا ہے جو باقاعدہ وجود کی حیثیت رکھتا ہے اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اسے دیت کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ ادائیگی ایک سال میں کرنا لازم ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ادائیگی تین سال میں کی جاسکتی ہے اس بارے میں ہمارے مؤقف کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے خاندان پر ایک سال کے اندر دیت کی ادائیگی لازمی قرار دی تھی اس کے تاوان میں غلام یا کنیز دونوں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اس میں ایک ہی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ پانچ سو درہم ہے لیکن اگر مارنے کی وجہ سے پیٹ کا بچہ زندہ باہر آتا ہے اور بعد میں مر جاتا ہے تو ایسی صورت میں کامل دیت کی ادائیگی لازم ہو گی۔

(البدایہ کتاب الدیات)

675- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ اسْتَبَّتَا فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى فَطَرَحَتْ جَنِيْنَهَا فَقَضٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ وَلِيْدَةٍ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا ضَرَبَ بَطْنَ الْمَرْاَةِ الْحُرَّةِ فَاَلْقَتْ جَنِيْنًا مَّيِّتًا فَفِيْهِ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ اَوْ خَمْسُوْنَ دِيْنَارًا اَوْ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْاِبِلِ اُخِذَ مِنْهُ خَمْسٌ مِّنَ الْاِبِلِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْغَنَمِ اُخِذَ مِنْهُ مِائَةٌ مِنَ الشَّاةِ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والی دو خواتین کی لڑائی ہو گئی یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس کی بات ہے ان میں سے ایک نے دوسری کو مارا تو دوسری کے پیٹ میں موجود بچہ ضائع ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس مسئلے کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ تاوان کے طور پر ایک غلام یا ایک کنیز ادا کیا جائے گا۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جب کوئی شخص کسی آزاد عورت کے پیٹ پر مارتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس میں تاوان کے

طور پر ایک غلام یا کنیز یا پچاس دینار یا پانچ سو درہم ادا کیے جائیں گے جو دیت کا بیسواں حصہ بنتا ہے۔

اگر اونٹوں کی شکل میں ادائیگی کی جائے تو پانچ اونٹ ادا کیے جائیں گے اگر بکریوں کی شکل میں ادائیگی کی جائے تو ایک سو بکریاں ادا کی جائیں گی یہ دیت کا بیسواں حصہ بنتا ہے۔

بَابُ الْمُوْضِحَةُ فِی الْوَجْهِ وَالرَّاْسِ

باب 10: چہرے یا سر میں موضحہ زخم کی دیت

676-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهٗ قَالَ فِي الْمُوْضِحَةِ فِي الْوَجْهِ اِنْ لَّمْ تُعِبِ الْوَجْهُ مِثْلُ مَافِي الْمُوْضِحَةِ فِي الرَّاْسِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ الْمُوْضِحَةُ فِي الْوَجْهِ وَالرَّاْسِ سَوَآءٌ فِيْ كُلِّ وَاحِدَةٍ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ وَهُوَقَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ سلیمان بن یسار چہرے پر آنے والے موضحہ زخم کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر اس کی وجہ سے چہرے میں عیب نہیں آتا تو اس کی دیت سر میں آنے والے موضحہ زخم کی مانند ہوگی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چہرے اور سر میں آنے والا موضحہ زخم دونوں کا حکم ایک جیسا ہے اس میں دیت کا بیسواں حصہ ادا کیا جائے گا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ "موضحہ" سے مراد وہ زخم ہے جو گوشت کو چیر دیتا ہے اور اس میں سے زردی نظر آنے لگتی ہے۔

متن کے یہ الفاظ: اگر چہرے کو عیب دار نہیں کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُس زخم کی وجہ سے چہرے پر عیب آ جاتا ہے تو اب دیت میں اضافہ ہو جائے گا جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا میں یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ اُنہوں نے سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات ذکر کرتے ہوئے سنا ہے: چہرے پر لگنے والے موضحہ زخم کی مثال سر میں لگنے والے موضحہ زخم کی طرح ہے البتہ اگر وہ چہرے کو عیب دار کر دے تو حکم مختلف ہوگا۔

ایسی صورت میں اُس کی دیت میں اضافہ ہو جائے گا۔ جو اُس کی دیت اور سر میں لگنے والے موضحہ زخم کی دیت کا نصف ہو گی۔ اس صورت میں یہ پچھتر دینار بن جائیں گے۔

بَابُ اَلْبِئْرُ جُبَارٌ

باب 11: کنوئیں میں گر کر مرنے والے شخص کا مرنا رائیگاں جائے گا

677- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جُرْحُ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ وَالْبِيْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِى الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَ الْجُبَارُ الْهَدَرُ وَالْعَجْمَاءُ الدَّابَّةُ الْمُنْفَلِتَةُ تَجْرَحُ الْاِنْسَانَ اَوْتَعْقِرُهٗ وَالْبِيْرُ وَالْمَعْدِنُ اَلرَّجُلُ يَسْتَاْجِرُ الرَّجُلَ يَحْفِرُلَهٗ بِيْرًا اَوْمَعْدِنًا فَيَسْقُطُ عَلَيْهِ فَيَقْتُلُهٗ فَذٰلِكَ هَدْرٌ وَفِى الرِّكَازِ الْخُمُسُ وَالرِّكَازُ مَا اسْتُخْرِجَ مِنَ الْمَعْدِنِ مِنْ ذَهَبٍ اَوْفِضَّةٍ اَوْرَصَاصٍ اَوْنُحَاسٍ اَوْحَدِيْدٍ اَوْزِيْبَقٍ فَفِيْهِ الْخُمُسُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جانور کے مارنے سے مرنے والے شخص کا خون رائیگاں جائے گا' کنوئیں میں گر کر مرنے والے کا خون رائیگاں جائے گا' کان میں گر کر مرنے والے کا خون رائیگاں جائے گا اور دفینہ ملنے پر پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' روایت میں استعمال ہونے والے لفظ جبار کا مطلب خون کا رائیگاں جانا ہے۔

لفظ عجماء کا مطلب وہ جانور ہے' جو رسّی تڑوا کر بھاگتا ہے اور پھر کسی انسان کو زخمی کر دیتا ہے' یا اسے سینگوں کے ذریعے مار دیتا ہے۔

کنویں اور کان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو مزدور رکھتا ہے کہ وہ اس کے لیے کنواں کھودے یا کان کھودے تو کوئی شخص اس میں گر جاتا ہے' جس کے نتیجے میں وہ مر جاتا ہے' تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔

دفینہ ملنے پر پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دفینہ اس چیز کو کہا جاتا ہے' جو معدنیات میں سے سونا' چاندی' سیسہ' تانبا' لوہا یا پارہ وغیرہ نکلتے ہیں' تو ان میں سے پانچویں حصے کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: دیت کے احکام کی وضاحت کرتے ہوئے یہاں فاضل مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ یہاں کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں' جن میں کوئی شخص قتل ہو جاتا ہے' لیکن اُس کا خون رائیگاں ہو جاتا ہے' اُس کے ورثاء کو قصاص یا دیت میں سے کوئی بھی چیز لینے کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔

اس مسئلے کے بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو احکام بیان کیے ہیں' ان میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اختلاف کی وضاحت کی ہے' وہ تحریر کرتے ہیں:

جب جانور کے ساتھ ہانکنے والا یا اُس کو ساتھ لے کر چلنے والا شخص موجود ہو یا کوئی شخص اُس پر سوار ہو اور پھر وہ جانور کسی شخص کی کسی چیز کو منہ مار کر یا پاؤں مار کر ضائع کر دے تو ایسی صورت میں اُس کو ہانک کر چلنے والا یا اُسے ساتھ لے کر چلنے والا یا اُس پر سوار شخص اُس نقصان کا تاوان ادا کریں گے خواہ وہ اُس جانور کے مالک ہوں یا جانور کا مالک کوئی اور ہو' خواہ وہ اُن کا اپنا جانور ہو یا کرائے پر لیا ہو یا کسی سے عارضی استعمال کے لیے لیا ہو یا غصب کیا ہوا ہو یا امانت کے طور پر اُن کے پاس رکھا گیا ہو یا وہ اُس کے وکیل ہوں (ان تمام صورتوں میں ساتھ لے کر چلنے والے یا سوار شخص پر تاوان ادا کرنا لازم ہوگا) لیکن اگر وہ جانور کسی شخص کو زخمی کر دیتا ہے' تو اب اُس کی دیت کی ادائیگی اُس جانور کو ساتھ لے کر چلنے والے' اُسے ہانکنے والے یا اُس پر سوار شخص کے خاندان کے ذمے ہوگی اور اس کا کفارہ اُس شخص کے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔

جانور کے زخمی کر دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس عضو کو ضائع کر دے خواہ وہ زخمی کرے یا کسی اور طریقے سے کرے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر دن کے وقت جانور کے ساتھ چلنے والا کوئی شخص نہیں ہے اور وہ جانور کوئی نقصان کر دیتا ہے' تو اس صورت میں اُس نقصان کا تاوان ادا نہیں کیا جائے گا۔

لیکن اگر کوئی شخص اُس پر سوار ہے یا اُسے چلا رہا ہے یا اُسے ہانک رہا ہے' تو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ایسی صورت میں اُس پر تاوان کی ادائیگی لازم ہوگی جبکہ داؤد ظاہری نے یہ بات بیان کی ہے کہ جانور کے نقصان پہنچانے پر کوئی بھی تاوان لازم نہیں ہوتا ہے' البتہ اگر کوئی شخص اپنے جانور کو کسی نقصان پہنچانے کے لیے آمادہ کرتا ہے یا بالقصد کوئی نقصان پہنچاتا ہے' تو ایسی صورت میں تاوان دینا لازم ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکیوں کا یہ مسلک ہے کہ جانور کے نقصان پہنچانے کا تاوان اُس کے مالک کے ذمے ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر کوئی جانور نقصان پہنچانے کے حوالے سے مشہور ہو' تو اب اُس کے مالک پر تاوان لازم ہوگا' کیونکہ اب یہ مالک کی ذمہ داری تھی کہ وہ اُس جانور کو کھلا نہ رہنے دیتا' بلکہ باندھ کے رکھتا۔

اگر وہ جانور رات کے وقت کسی کا نقصان کرتا ہے' تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو شخص جانور کے ساتھ تھا' وہ تاوان ادا کرے گا۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب کا یہ فتویٰ ہے کہ ایسی صورت میں اگر جانور کے نقصان پہنچانے میں اُس کے ساتھ چلنے والے شخص کا بھی دخل ہو' تو تاوان کی ادائیگی لازم ہوگی' ورنہ لازم نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں یہ قول ہے کہ وہ جانور دن کے وقت نقصان پہنچاتا ہے یا رات کے وقت نقصان پہنچاتا ہے' ساتھ چلنے والے شخص پر کسی تاوان کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ دن کے وقت کے نقصان کا تاوان نہیں ہوگا۔

جبکہ لیث بن سعد اور سحنون مالکی نے یہ بات بیان کی ہے کہ دن کے وقت پہنچائے جانے والے نقصان کا بھی تاوان دیا جائے گا۔(نووی حاشیہ مسلم)



678- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حِزَامِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ مُحَيِّصَةَ اَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطًا لِرَجُلٍ فَاَفْسَدَتْ فِيْهِ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَلٰى اَهْلِ الْحَائِطِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ وَ اَنَّ مَا اَفْسَدَتِ الْمَوَاشِيْ بِاللَّيْلِ فَالضَّمَانُ عَلٰى اَهْلِهَا .

✧✧ حزام بن سعید بیان کرتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک شخص کے باغ میں داخل ہوگئی اور اس نے اسے خراب کردیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ باغ کے مالک کا یہ فرض ہے کہ وہ دن کے وقت اس کی حفاظت کرے اس طرح کے جانور رات کے وقت جو نقصان کرتے ہیں اس کا تاوان جانور کے مالک پر ادا کرنا لازم ہوگا۔

بَابُ مَنْ قَتَلَ خَطَأً وَلَمْ تُعْرَفْ لَهٗ عَاقِلَةٌ

باب 13: جو شخص خطاء کے طور پر کسی کو قتل کردے اور اس کا کوئی خاندان نہ ہو

679- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ سَائِبَةً كَانَ اَعْتَقَهٗ بَعْضُ الْحُجَّاجِ وَكَانَ يَلْعَبُ مَعَ ابْنِ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ عَابِدٍ فَقَتَلَ السَّائِبَةُ ابْنَ الْعَابِدِيِّ فَجَاءَ الْعَابِدِيُّ اَبُو الْمَقْتُوْلِ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَطَلَبَ دِيَةَ ابْنِهٖ فَاَبٰى عُمَرُ اَنْ يَّدِيَهٗ وَقَالَ لَيْسَ لَهٗ مَوْلًى فَقَالَ الْعَابِدِيُّ لَهٗ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ ابْنِيْ قَتَلَهٗ قَالَ اِذَنْ تُخْرِجُوْا دِيَتَهٗ قَالَ الْعَابِدِيُّ هُوَ اِذَنْ كَالْاَرْقَمِ اِنْ يُّتْرَكْ يَلْقَمْ وَاِنْ يُّقْتَلْ يَنْقَمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا نَرٰى اَنَّ عُمَرَ اَبْطَلَ دِيَتَهٗ عَنِ الْقَاتِلِ وَلَا نَرَاهُ اَبْطَلَ ذٰلِكَ اِلَّا لِاَنَّ لَهٗ عَاقِلَةً وَّلٰكِنَّ عُمَرَ لَمْ يَعْرِفْهَا فَيَجْعَلُ الدِّيَةَ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلَوْ اَنَّ عُمَرَ لَمْ يَرَ لَهٗ مَوْلًى وَلَا اَنَّ لَهٗ عَاقِلَةً لَجَعَلَ دِيَةَ مَنْ قُتِلَ فِيْ مَالِهٖ اَوْ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ وَلٰكِنَّهٗ رَاٰى لَهٗ عَاقِلَةً وَّلَمْ يَعْرِفْهُمْ لِاَنَّ بَعْضَ الْحُجَّاجِ اَعْتَقَهٗ وَلَمْ يُعْرَفِ الْمُعْتِقُ وَلَا عَاقِلَتُهٗ فَاَبْطَلَ ذٰلِكَ عُمَرُ حَتّٰى يُعْرَفَ وَلَوْ كَانَ لَا يَرٰى لَهٗ عَاقِلَةً لَّجَعَلَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فِيْ مَالِهٖ اَوْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بَيْتِ مَالِهِمْ .

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک سائبہ غلام تھا جسے کسی حاجی نے آزاد کیا تھا' وہ بنو عابد سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے بیٹے کے ساتھ کھیل رہا تھا تو اس سائبہ غلام نے اس عابدی شخص کے بیٹے کو قتل کردیا' اس مقتول کا باپ عابدی شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اپنے بیٹے کی دیت کا مطالبہ کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیت دینے سے انکار کردیا اور بولے: اسے آزاد کرنے والا شخص موجود نہیں ہے۔ تو عابدی نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میرے بیٹے نے اس غلام کو قتل کیا ہوتا تو کیا ہوتا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: تو پھر اس صورت میں تم اس کی دیت ادا کرتے' تو وہ عابدی شخص بولا: پھر تو اس کی مثال ارقم

(سانپ) کی طرح ہوگئی کہ اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو وہ چبالے گا' اگر اسے مار دیا جائے' تو اس کا بدلہ لیا جائے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاتل کی طرف سے دیت کی ادائیگی کو باطل قرار نہیں دیا تھا' اور نہ ہی ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ انہوں نے اسے ختم کیا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ قاتل کی عاقلہ (خاندان) موجود تھا' لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ نہیں تھا ورنہ وہ دیت کی ادائیگی عاقلہ پر لازم کر دیتے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ ہوتا کہ اس کا نہ مالک موجود ہے اور نہ ہی اس کی عاقلہ موجود ہے' تو آپ اس قاتل کے مال میں سے یا بیت المال میں سے دیت کی ادائیگی کا حکم دیتے' لیکن کیونکہ آپ کو اس بات کا علم تھا کہ اس کی عاقلہ موجود ہے' لیکن وہ عاقلہ کون ہے' اس بارے میں انہیں علم نہیں تھا کیونکہ اسے تو ایک حاجی نے آزاد کیا تھا' نہ آزاد کرنے والے شخص کا پتہ چل سکا اور نہ ہی عاقلہ کا پتہ چل سکا' اس لیے اس کے آقا کے بارے میں علم ہونے تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیت کی ادائیگی کو باطل کر دیا۔

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابتداء میں ہی اس بات کا پتہ ہوتا کہ اس کی کوئی عاقلہ نہیں ہے' تو آپ قاتل کے مال میں سے یا بیت المال میں سے دیت کی ادائیگی کا حکم دیدیتے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ علامہ علی قاری یہ فرماتے ہیں: عاقلہ کا مطلب اہل دیوان ہے' یعنی وہ لوگ جو جھنڈے اُٹھاتے ہیں' اس سے مراد لشکر کے افراد ہیں' جن کے نام دیوان میں نوٹ کیے جاتے ہیں' اور ان کی تنخواہیں مقرر کی جاتی ہیں' تو ان تنخواہوں میں سے دیت وصول کی جاتی ہے' خواہ یہ تین سال میں نکلے یا اس سے کم مدت میں نکلے یا زیادہ عرصے میں نکلے۔

امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں' کہ دیت کی ادائیگی قاتل کے خاندان پر عائد ہوتی ہے اور اس سے مراد اس کے عصبہ رشتے دار ہیں۔ اس حوالے سے قاتل کے آباء واجداد اور اس کی اولاد کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ قاتل کے آباء واجداد پر اور اس کی اولاد پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ قاتل کے آباء واجداد اور اس کی اولاد عاقلہ میں شامل ہوں گے' ہمارے نزدیک یہ حکم ہوگا لیکن اُس وقت جب وہ اہلِ دیوان نہ ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ سب سے پہلے تنخواہوں کی باقاعدہ ادائیگی کا کام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔

یہاں روایت کے متن میں لفظ سائبہ استعمال ہوا ہے' پہلے زمانے میں رواج یہ تھا کہ آزاد لوگوں کا تو خاندان ان کی پشت پر ہوتا

تھا لیکن بعض اوقات بچوں کو کسی غیر آباد علاقے سے اغواء کر کے فروخت کر دیا جاتا تھا' تو جب وہ بچہ بڑا ہوتا تھا تو اُسے غلام کے طور پر فروخت کیا جاتا تھا' لیکن اس کے خاندان کا کوئی پتہ نہیں ہوتا تھا' ایسے غلاموں اور کنیزوں کے بارے میں یہ حکم دیا گیا کہ جب وہ آزاد کر دیئے جائیں تو ان کی ولاء کی نسبت ان کے آزاد کرنے والے شخص کی طرف ہو گی لیکن اگر کوئی شخص اپنے غلام کو آزاد کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ تم سائبہ ہو' تو اب وہ غلام شخص آزاد ہو جائے گا' لیکن اس کی ولاء آزاد کرنے والے شخص کو حاصل نہیں ہو گی۔

سائبہ غلام کے بارے میں مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ نہ تو اس کا کوئی خاندان ہے اور نہ ہی اس کے ولاء کی نسبت اس کو آزاد کرنے والے آقا کی طرف ہے' تو اب اگر وہ کسی کو قتل کر دیتا ہے اور خود اس کے پاس رقم موجود نہیں ہے جس کے ذریعے وہ دیت ادا کر سکے تو پھر اس کی دیت کون ادا کرے گا؟ اس واقعے کا تذکرہ یہاں اس روایت میں کیا گیا ہے۔

روایت میں استعمال ہونے والے لفظ ارقم کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی فرماتے ہیں' کہ یہ اُس سانپ کو کہتے ہیں جس میں سیاہی اور سفیدی نقش ہوتی ہے اور ایک قول کے مطابق اس سانپ کو کہتے ہیں: جس میں سرخی اور سیاہی ہوتی ہے' یہ ضرب المثل اس وقت دی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسی صورتِ حال کا شکار ہو جائے کہ جب دونوں طرف نقصان ہو اور یہ پتہ نہ چل سکے کہ اب وہ کیا کرے؟

بَابُ الْقَسَامَةُ

باب 14: قسامت کا بیان

680-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَعِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ الْغِفَارِيُّ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي سَعْدِبْنِ لَيْثٍ اَجْرٰى فَرَسًا فَوَطِئَ عَلٰى اِصْبَعِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي جُهَيْنَةَ فَنَزَفَ مِنْهَا الدَّمُ فَمَاتَ فَقَالَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ لِلَّذِيْنَ اُدُّعِيَ عَلَيْهِمْ اَتَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا مَّامَاتَ مِنْهَا فَاَبَوْا وَ تَحَرَّجُوْا مِنَ الْاَيْمَانِ فَقَالَ لِلْاٰخِرِيْنَ اِحْلِفُوْا اَنْتُمْ فَاَبَوْا فَقَضٰى بِشَطْرِ الدِّيَةِ عَلَى السَّعْدِيِّيْنَ .

✧✧ سلیمان بن یسار اور عراک بن مالک غفاری بیان کرتے ہیں: بنو سعد سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے گھوڑا دوڑایا اور اس کے نتیجے میں جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی انگلی کو کچل دیا' اس کی انگلی سے خون بہنے لگا' جس کے نتیجے میں وہ شخص فوت ہو گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تم میں سے پچاس آدمی یہ قسم اُٹھاتے ہیں' کہ یہ مرحوم اسی وجہ سے مرا ہے' تو ان لوگوں نے قسم اُٹھانے سے انکار کر دیا اور انہوں نے قسم نہیں اُٹھائی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے فریق سے دریافت کیا: کیا تم لوگ قسم اُٹھاؤ گے' انہوں نے بھی اس بات کا انکار کر دیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد قبیلے کے لوگوں کو نصف دیت کی ادائیگی کا حکم دیا۔

681-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُوْلَيْلٰى بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ رِجَالٌ مِّنْ كُبَرَاءِ

قَوْمِهٖ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةَ خَرَجَا اِلٰى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ اَصَابَهُمَا فَاُتِيَ مُحَيِّصَةُ فَاُخْبِرَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِيْ فَقِيْرٍ اَوْعَيْنٍ فَاَتٰى يَهُوْدَ فَقَالَ اَنْتُمْ قَتَلْتُمُوْهُ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَاقَتَلْنَاهُ ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى قَوْمِهٖ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُمْ ثُمَّ اَقْبَلَ هُوَ وَحُوَيِّصَةُ وَهُوَ اَخُوْهُ اَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ فَذَهَبَ لِيَتَكَلَّمَ وَهُوَ الَّذِيْ كَانَ بِخَيْبَرَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرْ كَبِّرْ يُرِيْدُ السِّنَّ فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمَّااَنْ تَدُوْاصَاحِبَكُمْ وَاِمَّااَنْ تُوْذَنُوْا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ فَكَتَبُوْا لَهٗ اِنَّا وَاللّٰهِ مَاقَتَلْنَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِالرَّحْمَانِ تَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ صَاحِبِكُمْ فَقَالُوْا لَاقَالَ فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُوْدُ قَالُوْا لَالَيْسُوْا بِمُسْلِمِيْنَ فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ بِمِائَةِ نَاقَةٍ حَتّٰى اُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارُ قَالَ سَهْلُ بْنُ اَبِيْ حَثْمَةَ لَقَدْ رَكَضَتْنِيْ مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَآءُ

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ صَاحِبِكُمْ يَعْنِيْ بِالدِّيَةِ لَيْسَ بِالْقَوَدِ وَاِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ اَنَّهٗ اِنَّمَا اَرَادَ الدِّيَةَ دُوْنَ الْقَوَدِ قَوْلُهٗ فِيْ اَوَّلِ الْحَدِيْثِ اِمَّااَنْ تَدُوْاصَاحِبَكُمْ وَاِمَّا اَنْ تُوْذَنُوْا بِحَرْبٍ فَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اٰخِرِالْحَدِيْثِ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ صَاحِبِكُمْ لِاَنَّ الدَّمَ قَدْ يُسْتَحَقُّ بِالدِّيَةِ كَمَا يُسْتَحَقُّ بِالْقَوَدِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ لَهُمْ تَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ مَنِ ادَّعَيْتُمْ فَيَكُوْنُ هٰذَا عَلَى الْقَوَدِ وَاِنَّمَا قَالَ لَهُمْ تَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ صَاحِبِكُمْ فَاِنَّمَا عَنٰى بِهٖ تَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ صَاحِبِكُمْ بِالدِّيَةِ لِاَنَّ اَوَّلَ الْحَدِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُهٗ اِمَّا اَنْ تَدُوْا صَاحِبَكُمْ

حديث 681: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي، كتاب القسامة، باب تبدئة أهل الدم في القسامة ـ حديث: 1590 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الأحكام، باب كتاب الحاكم إلى عماله و القاضي إلى أمنائه ـ حديث: 6790 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب القسامة والمحاربين و القصاص والديات، باب القسامة ـ حديث: 3244 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الديات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في القسامة، حديث: 1380 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الديات، باب القتل بالقسامة - حديث: 3938 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الديات، باب القسامة - حديث: 2673 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحظر والإباحة، باب القسامة - ذكر وصف الحكم في القتيل إذا وجد بين القريتين، حديث: 6100 مسند أحمد بن حنبل - مسند المدنيين، بقية حديث سهل بن أبي حثمة ـ حديث: 15801 مسند الشافعي - ومن الجزء الثاني من اختلاف الحديث من الأصل العتيق، حديث: 866 اخرجه الحميدي في "سننه"، أحاديث سهل بن أبي حثمة رضي الله عنه، حديث: 396 المعجم الأوسط للطبراني - باب الألف، باب من اسمه إبراهيم ـ حديث: 2715 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب الجنايات، باب القسامة هل تكون على ساكني الدار الموجود فيها القتيل أو ـ حديث: 3249 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب القسامة، ذكر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر سهل فيه ـ حديث: 6712 اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الديات، ما جاء في القسامة - حديث: 27255 السنن المأثورة للشافعي - كتاب الزكاة، باب ما جاء في القسامة - حديث: 571 اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الحدود والديات وغيره، حديث: 2791 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب القسامة، باب أصل القسامة والبداية فيها مع اللوث بأيمان المدعي ـ حديث: 15289 ذكره البيهقي في "معرفة السنن و الآثار"، كتاب الديات، باب القسامة - حديث: 5212

وَاِمَّا اَنْ تُؤْذَنُوْا بِحَرْبٍ ۔

وَقَدْ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْقَسَامَةُ تُوْجِبُ الْعَقْلَ وَلَا تُشِيْطُ الدَّمَ فِيْ اَحَادِيْثِ كَثِيْرَةٍ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ حضرت سہل بن ابوحثمہ بیان کرتے ہیں'ان کے قبیلے کے بڑے آدمیوں نے انہیں بتایا: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ رضی اللہ عنہما کسی کام کے سلسلے میں خیبر تشریف لے گئے' پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے بتایا: حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے انہیں کنوئیں کے پاس پھینک دیا گیا ہے یا چشمے کے پاس پھینک دیا گیا ہے۔ حضرت محیصہ یہودیوں کے پاس گئے اور ان سے بولے کہ تم لوگوں نے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے' تو ان یہودیوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے تو انہیں قتل نہیں کیا' پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ (اپنی قوم میں واپس آئے اور ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' پھر) حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ جو ان کے بڑے بھائی تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے) حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ گفتگو شروع کرنے لگے کیونکہ وہی خیبر میں موجود رہے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلے بڑے کو موقع دو' یعنی جو شخص عمر میں بڑا ہے' تو حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی' اس کے بعد حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ یا تو تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس کے بارے میں خط لکھا تو ان لوگوں نے جواب میں لکھا کہ اللہ کی قسم! ہم نے انہیں قتل نہیں کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حویصہ' حضرت محیصہ اور عبدالرحمٰن سے کہا: تم لوگ قسم اُٹھا کر اپنے ساتھی کے خون کی دیت کے مستحق بن سکتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر یہودی تمہارے خلاف قسم اُٹھائیں گے' انہوں نے عرض کی: وہ لوگ تو مسلمان ہی نہیں ہیں۔

(راوی کہتے ہیں:) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے انہیں دیت ادا کی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک سو اونٹنیاں بھیجیں جو ان کے گھر میں داخل ہوئیں۔

حضرت سہل بن ابوحثمہ کہتے ہیں' کہ ان میں سے ایک سرخ رنگ کی اونٹنی نے مجھے ٹانگ بھی ماری تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ تم لوگ قسم اُٹھا کر اپنے ساتھی کے خون کے مستحق بن جاؤ گے' یعنی اس کی دیت کے مستحق بن جاؤ گے' اس سے مراد قصاص نہیں ہے۔

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کا مقصد دیت حاصل کرنا تھا' قصاص لینا نہیں تھا۔

جیسا کہ حدیث کے آغاز میں یہ الفاظ ہیں: یا تو وہ لوگ تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں' یا وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔

تو یہ چیز حدیث کے آخری حصے پر بھی دلالت کرتی ہے اور وہ روایت کے الفاظ ہیں:

''تم لوگ قسم اٹھا کر اپنے ساتھی کے خون کے مستحق بن جاؤ''۔

خون کا مستحق ہونا بعض اوقات دیت کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی قصاص کی شکل میں ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ

نہیں فرمایا تھا: تم لوگ قسم اُٹھاؤ اور اس خون کے مستحق بن جاؤ، جس کا تم نے دعویٰ کیا ہے۔

اس صورت میں اس چیز کو قسامت پر محمول کیا جاتا' نبی اکرم ﷺ نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ تم لوگ قسم اُٹھا کر اپنے ساتھی کے خون کے مستحق بن جاؤ۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے لیے یہ مراد لیا تھا کہ تم اپنے ساتھی کے خون کی دیت کے مستحق بن جاؤ' اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کا ابتدائی حصہ اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''یا تو وہ تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں یا وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں''۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ قسامت دیت کو لازم کرتی ہے' خون کو باطل نہیں کرتی۔ بہت سی احادیث میں بھی یہ بات مذکور ہے' ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

...———...———...

شرح: لفظ قسامت کا لفظی مطلب کسی چیز کو تقسیم کرنا ہے' ایک قول کے مطابق یہ مصدر ہے اور ایک قول کے مطابق یہ اسم مصدر ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی محلے یا علاقے کے رہنے والے افراد اللہ کے نام کی یہ قسم اُٹھائیں کہ ان کے محلے یا علاقے میں جو مقتول پایا گیا ہے' اس کے قاتل کے بارے میں علم بھی نہیں ہے اور انہوں نے بھی اسے قتل نہیں کیا ہے۔

اس کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ کسی محلے میں کوئی شخص مقتول پایا جاتا ہے' تو اس محلے کے پچاس افراد یہ قسم اُٹھائیں گے کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور ہمیں اس کے قاتل کے بارے میں بھی پتہ نہیں ہے۔

قسامت کے لیے یہ بات رکن کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ سب لوگ یہ الفاظ استعمال کریں:

''اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا ہے اور ہمیں اس کے قاتل کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہے''۔

قسامت کے لیے یہ بات شرط ہے کہ قسم اُٹھانے والا شخص مرد ہونا چاہیے اور عاقل ہونا چاہیے' اکثر اہلِ علم کے نزدیک خواتین قسامت میں شامل نہیں ہوں گی' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس بارے میں مختلف ہے۔

جب سب لوگ قسم اُٹھا لیں گے تو اب دیت کی ادائیگی کو لازم قرار دیا جائے گا' خواہ دعویٰ قتلِ عمد کے بارے میں ہو یا قتلِ خطاء کے بارے میں ہو' یہ حکم اکثر اہلِ علم کے نزدیک ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر یہ دعویٰ قتلِ عمد کے بارے میں ہے اور اہلِ محلّہ کے قسم اُٹھا لینے کے بعد مقتول کے ورثاء یہ حلف اُٹھاتے ہیں' کہ اسے قتلِ عمد کے طور پر قتل کیا گیا ہے' تو اب اس صورت میں انہیں دیت کی رقم دی جائے گی' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول بھی یہی ہے' یہاں اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب وہ لوگ قسم اُٹھا لیں جن کے خلاف دعویٰ کیا گیا تھا تو اب دعویٰ کرنے والے لوگوں سے قسم لی جائے گی' اس بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں' کہ سب سے پہلے دعویٰ کرنے والے لوگوں سے قسم لی جائے گی' کیونکہ یہاں اب کوئی ثبوت موجود نہیں ہے' اگر وہ حلف اُٹھانے سے انکار کر دیتے ہیں' تو اس صورت میں جن لوگوں کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے وہ قسم اُٹھالیں گے اور بری الذمہ ہو جائیں گے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے بھی یہی بات بیان کی ہے کہ سب سے پہلے دعویٰ کرنے والے لوگوں سے قسم لی جائے گی' جمہور بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

ہمارے اصحاب (یعنی فقہائے احناف) اور اہلِ عراق اس بات کے قائل ہیں' کہ قسامت میں صرف وہ لوگ قسم اُٹھاتے ہیں جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہو۔



كِتَابُ الْحُدُوْدِ فِى السَّرِقَةِ

چوری کرنے کی حد کے احکام

بَابُ الْعَبْدُ يَسْرِقُ مِنْ مَّوْلَاهُ

باب ۱: جب کوئی غلام اپنے آقا کے مال میں سے چوری کرے (تو اس کا حکم)

682- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِىُّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو الْحَضْرَمِىَّ جَآءَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعَبْدٍ لَّهُ فَقَالَ اِقْطَعْ هٰذَا فَاِنَّهُ سَرَقَ فَقَالَ مَاذَا سَرَقَ قَالَ سَرَقَ مِرْاٰةً لِّامْرَاَتِىْ ثَمَنُهَا سِتُّوْنَ دِرْهَمًا فَقَالَ عُمَرُ اَرْسِلْهُ لَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ خَادِمُكُمْ سَرَقَ مَتَاعَكُمْ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اَيُّمَا رَجُلٍ لَهُ عَبْدٌ سَرَقَ مِنْ ذِىْ رَحْمٍ مَّحْرَمٍ مِنْهُ اَوْمِنْ مَوْلَاهُ اَوْمِنِ امْرَاَةِ مَوْلَاهُ اَوْمِنْ زَوْجِ مَوْلَاتِهِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِ فِيْمَا سَرَقَ فَكَيْفَ يَكُوْنُ عَلَيْهِ الْقَطْعُ فِيْمَا سَرَقَ مِنْ اُخْتِهِ اَوْاَخِيْهِ اَوْعَمَّتِهِ اَوْخَالَتِهِ وَهُوَ لَوْكَانَ مُحْتَاجًا اَوْزَمِنًا اَوْصَغِيْرًا وَّكَانَتْ مُحْتَاجَةٌ اُجْبِرَ عَلٰى نَفَقَتِهِمْ فَكَانَ لَهُمْ فِىْ مَالِهٖ نَصِيْبٌ وَّهٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو حضرمی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے غلام کو لے کر آئے اور بولے: اس کا ہاتھ کاٹ دیں کیونکہ اس نے چوری کی ہے' انہوں نے دریافت کیا: اس نے کیا چوری کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس نے میری بیوی کا شیشہ چوری کرلیا ہے' جس کی قیمت ساٹھ درہم تھی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو' اس کو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جاسکتی' تمہارے خادم نے تمہارے سامان کو چوری کرلیا ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جس شخص کا غلام اپنے آقا کے کسی خونی رشتے دار یا اپنے آقا کے یا آقا کی بیوی کے یا اپنی مالکہ کے شوہر کے سامان کی چوری کرلیتا ہے' تو اس چوری کی وجہ سے اس کے ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔

جو شخص اپنی بہن' اپنے بھائی' اپنی پھوپھی یا اپنی خالہ کے سامان میں سے کچھ چوری کرلیتا ہے' تو اس کے ہاتھ کو کیسے کاٹا جاسکتا ہے؟

اگر کوئی شخص محتاج ہو یا معذور ہو یا کم سن ہو یا کوئی عورت محتاج ہو' تو ان کا خرچ دلوایا جائے گا' تو آدمی کے مال میں ان کا حق ہوگا' تو اگر وہ اس مال میں سے کوئی چیز چوری کرلیتے ہیں' تو اس وجہ سے ان کا ہاتھ کیسے کاٹا جاسکتا ہے۔

یہ تمام امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: حد ایک ایسی سزا کو کہتے ہیں جو متعین اور مقرر شدہ ہوتی ہے اس کا تعین شریعت کی روشنی میں کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر لازم ہوتی ہے یعنی حدود کو معاف کرنے کا اختیار کسی انسان کو نہیں ہوتا ہے۔

لفظ سرقہ کا مطلب کسی چیز کو خفیہ طور پر حاصل کرنا ہے۔

سرقہ یعنی چوری کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ کتنی قیمت کی چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ تین درہم یا ایک دینار کی قیمت والی چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ چوری کا نصاب ایک چوتھائی دینار یا تین درہم ہوگا' جبکہ امام شافعی' امام اوزاعی اور امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک صرف چوتھائی دینار ہوگا' تین درہم کا حکم اس وقت ہوگا' جب اُس کی قیمت چوتھائی دینار کے برابر ہو۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ اہل بیت اس بات کے قائل ہیں کہ تمام فقہائے عراق کا بھی یہی مؤقف ہے کہ ہاتھ کاٹنے کو لازم کرنے والے نصاب کی حد دس درہم ہے یعنی اگر کوئی شخص دس درہم والی قیمت کی چیز چوری کرتا ہے تو اُس چوری پر اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس سے کم قیمت کی چیز چوری کرنے پر اُس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اُس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں ائمہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے' جس کی تفصیل الہدایہ اور البنایہ میں مذکور ہے۔

ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ' اپنی اولاد یا اپنے کسی بھی محرم رشتے دار یعنی بھائی' بہن' چچا' ماموں وغیرہ کے مال میں سے کوئی چیز چرا لیتا ہے' تو اُس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

جبکہ امام مالک' امام ابوثور اور شیخ ابن المنذر رخرتی رحمۃ اللہ علیہم جن کا تعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے ہے' یہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کے مال میں سے یا اپنے دادا' یا پردادا' یا نانا کے مال میں سے کوئی چیز چوری کرتا ہے' تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا' اسی طرح اولاد کا بھی یہی حکم ہے۔

یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے مال میں سے چوری کرنے پر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اس طرح وہ محرم رشتہ دار جن کا ولادت کے اعتبار سے رشتہ نہیں ہے' یعنی اولاد یا باپ دادا نہیں ہیں' اُن کے بارے میں بھی ائمہ ثلاثہ کا قول مختلف ہے۔

اُن کے نزدیک ان کا مال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی غلام یا کنیز اپنے مالک یا مالکن یا مالک کی بیوی یا مالکن کے شوہر کے مال میں سے چوری کر لیتے ہیں' تو (ہمارے نزدیک اُن کا) ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ' شیخ ابن المنذر رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جب کوئی غلام اپنی مالکن یا اپنے مالک

کی بیوی کی یا اپنی مالکن کے شوہر کے مال میں سے چوری کر لیتا ہے تو اُس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو جائے گا۔

بَابُ مَنْ سَرَقَ ثَمَرًا اَوْغَيْرَهٗ مِمَّالَمْ يُحْرَزْ

باب 2: جو شخص پھل وغیرہ یا کوئی ایسی چیز چوری کرتا ہے جسے محفوظ نہ کیا جاتا ہو

683- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُسَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ مُعَلَّقٍ وَلَا فِیْ حُرَيْسَةِ جَبَلٍ فَاِذَا اٰوَاهُ الْمُرَاحُ اَوِالْجَرِيْنُ فَالْقَطْعُ فِيْمَا بَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ سَرَقَ ثَمَرًا فِیْ رَأْسِ النَّخْلِ اَوْشَاةً فِی الْمَرْعٰی فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِ فَاِذَا اُتِیَ بِالثَّمَرِ الْجَرِيْنَ اَوِالْبَيْتَ وَاُتِیَ بِالْغَنَمِ الْمُرَاحَ وَكَانَ لَهَا مَنْ يَحْفَظُهَا فَجَآءَ سَارِقٌ سَرَقَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا يُسَاوِیْ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيْهِ الْقَطْعُ وَالْمِجَنُّ كَانَ يُسَاوِیْ يَوْمَئِذٍ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ وَلَا يُقْطَعُ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَقَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوحسین بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: لٹکے ہوئے پھل کو چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور پہاڑ پر کسی محافظ کے بغیر چلنے والی بکری کو چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' لیکن جب اس بکری کو باڑے میں رکھا جائے یا پھل کو گودام میں رکھ دیا جائے' تو اب اس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا' جبکہ اس کی قیمت ڈھال کی قیمت جتنی ہو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص درخت پر لگے ہوئے پھل کو چوری کرتا ہے یا چراگاہ میں سے بکری کو چوری کرتا ہے' تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' لیکن جب اس پھل کو گودام میں لایا جائے یا گھر میں لایا جائے یا اس بکری کو باڑے میں لے جایا جائے اور کوئی ایسی چیز موجود ہو جو اس کی حفاظت کر رہی ہو' اس وقت کوئی چور آ کر اس کی چوری کرے' جس کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو' تو اس صورت میں اس چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' ان دنوں ڈھال کی قیمت دس درہم کے برابر ہوا کرتی تھی' اس سے کم قیمت کی چیز کی چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: چوری کا حکم ثابت ہونے کے لیے فقہاء نے بعض احکام کی وضاحت کی ہے' جن کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

چوری کرنے والے شخص کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ عاقل اور بالغ ہونا چاہیے' اس لیے اگر کوئی پاگل شخص چوری کر لیتا ہے' بچہ چوری کر لیتا ہے' تو اب اس پر چوری کی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔

چوری کے لیے دوسری بنیادی شرط احناف کے نزدیک یہ ہے کہ جس چیز کو چوری کیا گیا ہے' اس کی قیمت ۱۰ درہم کے برابر ہونی چاہیے' ۱۰ درہم سے کم مالیت کی چیز چوری کرنے پر شرعی طور پر چوری کی حد نافذ نہیں کی جاسکتی ہے۔

احناف نے اپنے موقف کی تائید میں چند روایات بھی پیش کی ہیں' جن میں سے اکثر امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں نقل کی ہیں۔

احناف کے نزدیک تیسری بنیادی شرط یہ ہے کہ چوری کرنے والے شخص نے چوری شدہ مال کو خفیہ طور پر حاصل کیا ہو۔

احناف کے نزدیک چوری کی حد ثابت ہونے کے لیے چوتھا بنیادی اصول اور شرط یہ ہے کہ جس مال کو چوری کیا گیا ہو وہ جلد خراب ہونے والا نہیں ہونا چاہیے۔ اسی اصول کی بنیاد پر احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کوئی شخص پھل یا سبزی وغیرہ یا کوئی چیز چوری کر لیتا ہے' جو جلد خراب ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں اس کے چوری کرنے پر حد جاری نہیں کی جا سکتی ہے۔

اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بھی مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پھل اور گوند کے چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مشکوٰۃ کے مصنف نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو امام مالک' امام ترمذی' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام دارمی' امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

یہاں روایت کے متن میں پھل کے لیے لفظ ''ثمر'' استعمال ہوا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: یہاں ثمر سے مراد وہ پھل ہے' جو درخت سے لگا ہوا ہو اور اسے توڑا نہ گیا ہو' جبکہ احناف کے نزدیک یہاں ثمر سے مراد وہ پھل ہے' جو جلد خراب ہو جاتا ہے' جو بھی پھل خراب ہو جاتا ہے اسے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنا لازم نہیں ہو گا خواہ وہ درخت پر لگا ہوا ہو یا ویسے اُٹھا لیا گیا ہو' خواہ وہ باغ کے اندر سے لیا گیا ہو یا کسی چار دیواری کے اندر سے لیا گیا ہو۔

احناف کے نزدیک دودھ گوشت وغیرہ جیسی چیزیں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں' انہیں چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر وہ درخت کسی محفوظ جگہ پر نہ ہو' یعنی کسی چار دیواری کے اندر نہ ہو' تو پھر اس کا پھل چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' لیکن اگر وہ کسی چار دیواری کے اندر ہو' جس کی حفاظت کے لیے دروازہ موجود ہو' تو اس پھل کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اس مسئلے کی بعض جزئیات کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک چوری کی حد لازم ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز کو چوری کیا گیا ہے' اس کی کچھ نہ کچھ قیمت ہونا چاہیے اور حد کے لازم ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی قیمت کم از کم دس درہم ہونی چاہیے۔

احناف کے نزدیک ایک اصول یہ بھی ہے کہ جس چیز کو چوری کیا گیا ہے' اس میں چوری کرنے والے شخص کی ملکیت یا ملکیت کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

684- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ اَنَّ غُلَامًا سَرَقَ وَدِيًّا مِّنْ حَائِطِ رَجُلٍ فَغَرَسَهُ فِي حَائِطِ سَيِّدِهٖ فَخَرَجَ صَاحِبُ الْوَدِيِّ يَلْتَمِسُ وَدِيَّهٗ فَوَجَدَهٗ فَاسْتَعْدٰى عَلَيْهِ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فَسَجَنَهٗ وَاَرَادَ قَطْعَ يَدِهٖ فَانْطَلَقَ سَيِّدُ الْعَبْدِ اِلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاقَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ وَّالْكَثَرُ الْجُمَّارُ قَالَ الرَّجُلُ اَنَّ مَرْوَانَ اَخَذَ غُلَامِي وَهُوَ يُرِيْدُ قَطْعَ يَدِهٖ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ تَمْشِيَ اِلَيْهِ فَتُخْبِرَهٗ بِالَّذِيْ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشٰى مَعَهٗ حَتّٰى اَتٰى مَرْوَانَ فَقَالَ لَهٗ رَافِعٌ اَخَذْتَ غُلَامَ هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَآ اَنْتَ صَانِعٌ قَالَ اُرِيْدُ قَطْعَ يَدِهٖ قَالَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ فَاَمَرَ مَرْوَانُ بِالْعَبْدِ فَاُرْسِلَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ مُّعَلَّقٍ فِي شَجَرٍ وَّلَا فِي كَثَرٍ وَّالْكَثَرُ الْجُمَّارُ وَلَا فِي وَدِيٍّ وَّلَا فِي شَجَرٍ وَّهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک لڑکے نے ایک شخص کے باغ میں سے ایک پودا چوری کیا اور اسے اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا' اس پودے کا مالک نکلا تا کہ وہ اپنے پودے کو تلاش کرے جب اسے وہ پودا ملا تو اس نے مروان بن حکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کر دیا۔ مروان نے چور کو قید کر دیا اور اس کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دینے کا ارادہ کیا۔ اس غلام کا مالک حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے بتایا: انہوں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: پھل یا پودے کو چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

یہاں پودے سے مراد کھجور کا پودا تھا۔

غلام کے آقا نے ان سے کہا: مروان نے میرے غلام کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا دینا چاہتا ہے' میری یہ خواہش ہے کہ آپ ان کے پاس چلیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو بات آپ نے سن رکھی ہے' وہ ان کو بتا دیں۔ تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ روانہ ہوئے اور مروان کے پاس آئے' انہوں نے مروان سے دریافت کیا: کیا تم نے اس لڑکے کو گرفتار کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے اس کے ساتھ اب کیا سلوک کرنا ہے؟ مروان نے جواب دیا: میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دوں گا' تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پھل یا پودے کو چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی''۔

راوی کہتے ہیں: تو مروان نے اس لڑکے کو چھوڑ دیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' درخت پر لٹکی ہوئی کھجور کو چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يُسْرَقُ مِنْهُ الشَّيْءُ يَجِبُ فِيْهِ الْقَطْعُ فَيَهَبُهُ السَّارِقَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُهُ إِلَى الْإِمَامِ

باب 3: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی کوئی ایسی چیز چوری کرے کہ جس کو چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی ہو اور جس شخص کا سامان چوری ہوا ہے وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے جانے کے بعد وہ چیز اس چور کو ہبہ کر دے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟)

685- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ قِيْلَ لِصَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّهُ مَنْ لَّمْ يُهَاجِرْ هَلَكَ فَدَعَا بِرَاحِلَةٍ فَرَكِبَهَا حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ قِيْلَ لِيْ اِنَّهُ مَنْ لَّمْ يُهَاجِرْ هَلَكَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعْ اَبَا وَهْبٍ اِلٰى اَبَاطِحِ مَكَّةَ فَنَامَ صَفْوَانُ فِي الْمَسْجِدِ مُتَوَسِّدًا رِدَآءَهُ فَجَاءَهُ سَارِقٌ فَاَخَذَ رِدَآءَهُ فَاَخَذَ السَّارِقَ فَاَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّارِقِ اَنْ تُقْطَعَ يَدُهٗ فَقَالَ صَفْوَانُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا هُوَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِيْ بِهٖ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا رُفِعَ السَّارِقُ اِلَى الْاِمَامِ اَوِ الْقَاذِفُ فَوَهَبَ صَاحِبُ الْحَدِّ حَدَّهٗ لَمْ يَنْبَغِ لِلْاِمَامِ اَنْ يُّعَطِّلَ الْحَدَّ وَلٰكِنَّهٗ يُمْضِيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا۔

✧✧ صفوان بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: صفوان بن امیہ سے کہا گیا: جس شخص نے ہجرت نہ کی ہو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ تو صفوان نے اپنی سواری منگوائی اور اس پر سوار ہو کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے عرض کی: مجھے یہ بات بتائی گئی ہے کہ جس شخص نے ہجرت نہیں کی ہوگی وہ ہلاکت کا شکار ہو جائے گا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابووہب! تم مکہ کی سنگلاخ زمین پر واپس چلے جاؤ۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے وہیں مسجد میں اپنی چادر اپنے سر کے نیچے رکھی اور سو گئے' ایک چور آیا اور اس نے ان کی وہ چادر چوری کر لی۔ صفوان نے اس چور کو پکڑا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا' نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اس چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' تو حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا یہ مقصد نہیں تھا' میں یہ چادر اس چور کو صدقے کے طور پر دیتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہیں کیا؟

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب چور کو حاکم کے سامنے پیش کر دیا جائے یا قاذف (الزام لگانے والا شخص) کو حاکم کے سامنے پیش کر دیا جائے اور پھر حق والا شخص اپنے حق کو معاف کر دے تو اب امام کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس کی سزا

حدیث 685: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایۃیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب المدبر' باب ترك الشفاعة للسارق إذا بلغ السلطان - حدیث: 1527 اخرجه الطحاوی فی "مشکل الآثار"، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه' حدیث: 1974 ذکرہ البیهقی فی "سننه الکبرٰی"، کتاب السرقة' جماع أبواب القطع فی السرقة - باب ما یکون حرزا وما لا یکون' حدیث: 16017

کو مؤخر کردے بلکہ وہ اس سزا کو جاری کرے گا۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: بنیادی اصول یہ ہے کہ جن جرائم کے ارتکاب پر حد جاری ہوتی ہے ان میں دو پہلو پائے جاتے ہیں' ایک آخرت میں عذاب کا پہلو ہے یعنی اس مسئلے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہوتا ہے اور دوسرا پہلو دنیاوی احکام سے متعلق ہوتا ہے۔

جو شخص چوری کرتا ہے' آخرت میں اسے اپنے اس جرم کا حساب دینا ہوگا' لیکن دنیا میں حد جاری ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ اس کا معاملہ عدالت میں پیش کیا جائے اور پھر قاضی اور حکمران اس جرم کے ثابت ہو جانے کے بعد سزا جاری کرنے کا فیصلہ کرے' جب تک حدود کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا' اس وقت تک حدود نافذ نہیں کی جاسکتی ہیں' یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی کو چوری کرتے ہوئے پکڑ کر چھوڑ دیتا ہے' تو اب قانونی طور پر اسے سزا نہیں دی جاسکتی' البتہ اس چور کا گناہ باقی رہے گا لیکن جب معاملہ قاضی کے سامنے پیش ہو جائے اور جرم ثابت ہو جائے' تو اب قاضی یا کسی اور شخص کو اس جرم کو معاف کرنے کا اختیار باقی نہیں رہے گا۔

بَابُ مَايَجِبُ فِيْهِ الْقَطْعُ!

باب 4: کس چیز (کو چوری کرنے) پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے؟

686-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ فِيْ مِجَنٍّ قِيْمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کو چوری کرنے پر ہاتھ کٹوا دیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

687-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَتْ اِلٰى مَكَّةَ وَمَعَهَا مَوْلَاتَانِ وَمَعَهَا غُلَامٌ لِبَنِيْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَاَنَّهُ بُعِثَ مَعَ تَيْنِكَ الْمَرْاَتَيْنِ بِبُرْدٍ مُرَاجِلٍ قَدْخِيْطَتْ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ خَضْرَآءُ قَالَتْ فَاَخَذَ الْغُلَامُ الْبُرْدَ فَفَتَقَ عَنْهُ فَاسْتَخْرَجَهُ وَجَعَلَ مَكَانَهُ لِبَدًا اَوْ فَرْوَةً وَخَاطَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ دَفَعَتَا ذٰلِكَ الْبُرْدَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَلَمَّا فَتَقُوْا عَنْهُ وَجَدُوْا ذٰلِكَ اللِّبَدَ وَلَمْ يَجِدُوا الْبُرْدَ فَكَلَّمُوا الْمَرْاَتَيْنِ وَكَلَّمَتَا عَآئِشَةَ اَوْ كَتَبَتَا اِلَيْهَا وَاتَّهَمَتَا الْعَبْدَ فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَتْ بِهٖ عَآئِشَةُ فَقُطِعَتْ يَدُهٗ وَقَالَتْ عَآئِشَةُ الْقَطْعُ فِيْ رُبْعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ گئیں' ان کے ساتھ ان کی دو کنیزیں بھی تھیں اور ان کے ساتھ ایک غلام بھی تھا' جو حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا' ان دو کنیزوں کے ساتھ ایک نقش و

نگاروالی چادر بھی بھیجی گئی اور اس چادر پر ایک سبز کپڑے کو سی دیا گیا۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ غلام نے اس چادر کو لے کر اس کے اوپر سیے گئے کپڑے کو کھولا اور اس کے بیچ میں سے چادر نکال کر اس کی جگہ پوستین یا شاید بکری کے بال رکھ کر اسے اوپر سے سی دیا' جب ہم لوگ واپس مدینہ منورہ پہنچے اور ان کنیزوں نے وہ چادر اس کے مالکوں کو دی تو انہوں نے اسے کھولا تو اس کے اندر سے پوستین نکلی انہیں اس میں سے چادر نہیں ملی' انہوں نے ان دونوں کنیزوں سے اس بارے میں دریافت کیا' تو ان کنیزوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں بتایا یا شاید سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں لکھا' ان دونوں کنیزوں نے اس غلام پر الزام لگایا' جب اس غلام سے اس بارے میں تفتیش کی گئی تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حکم کے تحت اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ (قیمت والی چیز کو چوری کرنے) پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

688-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ ابْنَةِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ سَارِقًا سَرَقَ فِىْ عَهْدِ عُثْمَانَ اُتْرُجَّةً فَاَمَرَبِهَا عُثْمَانُ اَنْ تُقَوَّمَ فَقُوِّمَتْ بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ مِنْ صَرْفِ اثْنَىْ عَشَرَدِرْهَمًا بِدِيْنَارٍ فَقَطَعَ عُثْمَانُ يَدَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدِاخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْمَا تُقْطَعُ فِيْهِ الْيَدُ فَقَالَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ رُبْعُ دِيْنَارٍ وَرَوَوْاهٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ وَقَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ لَاتُقْطَعُ الْيَدُفِىْ اَقَلِّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَرَوَوْاذٰلِكَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ عُمَرَ وَعَنْ عُثْمَانَ وَعَنْ عَلِيٍّ وَّعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ فَاِذَا جَآءَ الْاِخْتِلَافُ فِى الْحُدُوْدِ اُخِذَ فِيْهَا بِالثِّقَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں' کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے پھل چوری کر لیا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت لگوائی تو وہ قیمت تین درہم تھی' یعنی وہ درہم جو ایک دینار کے بارہ درہم آتے ہیں۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس چور کا ہاتھ کٹوا دیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے' اس کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

اہل مدینہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس کی قیمت کم از کم ایک چوتھائی دینار ہونی چاہیے۔

ان حضرات نے اس بارے میں روایات نقل کی ہیں۔

جبکہ اہلِ عراق اس بات کے قائل ہیں' کہ دس درہم سے کم قیمت والی چیز کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ان حضرات نے اس حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور دیگر حضرات کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں۔

تو جب حدود کے بارے میں اختلاف آ جائے' تو اس بارے میں ثقہ روایت کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: تمام فقہاء کا اس بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص چوری (کی حد) کے نصاب سے کم قیمت والی کوئی چیز چوری کرتا ہے' تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' البتہ حسن بصری' داؤد ظاہری' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے اصحاب اور خوارج اس بات کے قائل ہیں' کہ چوری شدہ چیز کم قیمت کی ہو یا زیادہ قیمت کی ہو اس میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم عام ہے:

''چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ تم کاٹ دو''۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے:

(آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:)

''اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی ہے' جو رسی چوری کرتا ہے اور پھر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے یا انڈہ چوری کرتا ہے' تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے''۔

یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منقول ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ قلیل مقدار میں چوری کرنے والا شخص بھی محفوظ جگہ سے محفوظ چیز کو چوری کرتا ہے' اس لیے کثیر مقدار کی چوری کی طرح اس میں بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' جبکہ ہماری (یعنی جمہور فقہاء کی) دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ قیمت والی چیز چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا''۔

اس کے بعد امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف حوالوں سے یہ بات ذکر کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ آیت مذکورہ کے عمومی حکم میں تخصیص کی جائے گی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ' حضرت عمر' حضرت عثمان غنی' حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم اسی بات کے قائل ہیں جو جمہور کا موقف ہے۔

تاہم چوری کے نصاب کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' اس کی وضاحت ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔

بَابُ السَّارِقُ يَسْرِقُ وَقَدْ قُطِعَتْ يَدُهٗ اَوْيَدُهٗ وَرِجْلُهٗ

باب 5: جب کوئی ایسا شخص دوبارہ چوری کرلے جس کا پہلے ہی ہاتھ' یا ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹا جاچکا ہو

689- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ اَقْطَعَ الْيَدِ وَالرِّجْلِ قَدِمَ وَنَزَلَ عَلٰى اَبِىْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَشَكٰى اِلَيْهِ اَنَّ عَامِلَ الْيَمَنِ ظَلَمَهٗ قَالَ فَكَانَ يُصَلِّىْ مِنَ اللَّيْلِ فَيَقُوْلُ اَبُوْبَكْرٍ

وَاَبِیْكَ مَا لَیْلُكَ بِلَیْلِ سَارِقٍ ثُمَّ افْتَقَدُوْا حُلِیًّا لِاَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ اِمْرَاَةِ اَبِیْ بَكْرٍ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَطُوْفُ مَعَهُمْ وَیَقُوْلُ اللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِمَنْ بَیَّتَ اَهْلَ هٰذَا الْبَیْتِ الصَّالِحِ فَوَجَدُوْهُ عِنْدَ صَائِغٍ زَعَمَ اَنَّ الْاَقْطَعَ جَآءَهٗ بِهٖ فَاعْتَرَفَ بِهِ الْاَقْطَعُ اَوْ شُهِدَ عَلَیْهِ فَاَمَرَ بِهٖ اَبُوْبَكْرٍ فَقُطِعَتْ یَدُهُ الْیُسْرٰی قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهِ لَدُعَآءُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ اَشَدُّ عِنْدِیْ عَلَیْهِ مِنْ سَرِقَتِهٖ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِیُّ یُرْوٰی ذٰلِكَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّمَا كَانَ الَّذِیْ سَرَقَ حُلِیَّ اَسْمَآءَ اَقْطَعَ الْیَدِ الْیُمْنٰی فَقَطَعَ اَبُوْبَكْرٍ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَكَانَتْ تُنْكِرُ اَنْ یَّكُوْنَ اَقْطَعَ الْیَدِ وَالرِّجْلِ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ اَعْلَمَ مِنْ غَیْرِهٖ بِهٰذَا اَوْنَحْوِهٖ مِنْ اَهْلِ بِلَادِهٖ وَقَدْ بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهُمَا لَمْ یَزِیْدَا فِی الْقَطْعِ عَلٰی قَطْعِ الْیَدِ الْیُمْنٰی وَالرِّجْلِ الْیُسْرٰی فَاِنْ اُتِیَ بِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ یَقْطَعَاهُ وَضَمَّنَاهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ یمن سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا' وہ مدینہ منورہ آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا' اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے' وہ شخص رات کے وقت نوافل ادا کیا کرتا تھا' اس کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بولے: تمہارے باپ کی قسم! کوئی چور اس طرح رات نہیں گزارتا۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر ایک دن سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں' ان کا ایک ہار گم ہو گیا' تو وہ یمنی شخص بھی لوگوں کے ساتھ مل کر گھومتا پھرتا رہا اور یہ کہتا رہا: یا اللہ! تو ایسے شخص کو اپنی گرفت میں لے جس نے اس نیک گھرانے کے ساتھ یہ زیادتی کی ہے۔

لوگوں کو وہ ہار ایک سنار کے پاس مل گیا' سنار نے یہ بتایا: اس کٹے ہوئے ہاتھ والے شخص نے یہ ہار اس کو فروخت کیا ہے' پھر اسی کٹے ہوئے ہاتھ والے شخص نے اس گناہ کا اعتراف کر لیا' یا اس کے خلاف ثبوت پیش ہو گئے' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص کا اپنے خلاف بددعا کرنا میرے نزدیک اس کے چوری کرنے سے زیادہ شدید ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن شہاب زہری نے اس روایت کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتی ہیں: جس شخص نے سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے ہار کو چوری کیا تھا' اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بائیں پاؤں کو کٹوا دیا تھا اور انہوں نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ اس شخص کے پہلے سے ہاتھ اور پاؤں' دونوں کٹے ہوئے تھے۔

ابن شہاب اپنے شہر سے متعلق روایات کے بارے میں دوسرے سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب' اور حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایات ہم تک پہنچی ہیں' کہ یہ لوگ صرف دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کٹوایا کرتے تھے (مزید کچھ نہیں کٹواتے تھے) اگر ان کے کاٹنے کے بعد ان کے پاس کسی ایسے شخص کو چور کے طور پر لایا جاتا تو وہ اس کا مزید کوئی

عضو نہیں کٹواتے تھے بلکہ اس سے تاوان وصول کیا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک مرتبہ چوری کرتا ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' جب وہ دوسری مرتبہ چوری کرتا ہے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا' لیکن تیسری یا چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر اس کا ہاتھ یا پاؤں نہیں کاٹا جائے گا۔ جن روایات میں تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر باقی رہ جانے والے ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کا تذکرہ ہے وہ یا تو سند کے اعتبار سے مستند نہیں ہیں' یا عقلی اعتبار سے قابلِ قبول نہیں ہوں گی' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں وہ مؤقف ہے' جو حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا ہے' البتہ تیسری یا چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی بجائے تعزیر کے طور پر کوئی اور سزا دی جا سکتی ہے' یا تاوان کی ادائیگی لازم کی جا سکتی ہے۔

بَابُ الْعَبْدُ یَابِقُ ثُمَّ یَسْرِقُ

باب 6: جب کوئی غلام مفرور ہو جائے اور پھر وہ چوری کر لے

690-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ سَرَقَ وَهُوَ اٰبِقٌ فَبَعَثَ بِهٖ اِبْنُ عُمَرَ اِلٰی سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لِيَقْطَعَ يَدَهٗ فَاَبٰی سَعِيْدٌ اَنْ يَّقْطَعَ يَدَهٗ قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ الْاٰبِقِ اِذَا سَرَقَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَفِیْ كِتَابِ اللّٰهِ وَجَدْتَّ هٰذَا اَنَّ الْعَبْدَ الْاٰبِقَ لَا تُقْطَعُ يَدُهٗ فَاَمَرَ بِهٖ اِبْنُ عُمَرَ فَقُطِعَتْ يَدُهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ تُقْطَعُ يَدُ الْاٰبِقِ وَغَيْرِ الْاٰبِقِ اِذَا سَرَقَ وَلٰكِنْ لَّا يَنْبَغِیْ اَنْ يَّقْطَعَ السَّارِقَ اَحَدٌ اِلَّا الْاِمَامُ الَّذِیْ يَحْكُمُ لِاَنَّهٗ حَدٌّ لَّا يَقُوْمُ بِهٖ اِلَّا الْاِمَامُ اَوْ مَنْ وَّلَّاهُ الْاِمَامُ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک مفرور غلام نے چوری کر لی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے سعید بن العاص کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کا ہاتھ کاٹ دیں۔ حضرت سعید نے اس کا ہاتھ کاٹنے سے انکار کر دیا اور بولے: مفرور غلام جب چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ حکم پایا ہے کہ مفرور غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؟

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حکم کے تحت اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مفرور غلام یا غیر مفرور غلام کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' جب وہ چوری کر لے گا' تاہم یہ بات مناسب نہیں ہے کہ حاکمِ وقت کے علاوہ کوئی اور شخص چور کا ہاتھ کاٹے' یعنی وہ حاکم جو فیصلے کرتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک حد ہے اور حد کو صرف امام قائم کر سکتا ہے' یا وہ شخص قائم کر سکتا ہے جسے امام نے اس لیے مقرر کیا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس روایت میں مذکور فرد سعید بن العاص کے بارے میں فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے' یہ صحابیٔ رسول ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر نو برس تھی' جبکہ ان کا انتقال سن 53 ہجری میں ہوا' یہ بات امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

فاضل لکھنوی مزید لکھتے ہیں: شاید حضرت سعید بن العاص یہ سمجھتے تھے کہ مفرور غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس نے اپنے آقا کے مال میں سے چوری کی ہو یا کسی دوسرے کے مال میں سے چوری کی ہو' چونکہ جو غلام مفرور ہو جائے' اس کے بارے میں زیادہ گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ بھوکا ہوگا اور اسے نفقہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ ہوگا' جس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے چوری کی ہوگی۔ اور روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جب قحط سالی کا زمانہ ہو' اس وقت کوئی چیز چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے' جیسا کہ اس بارے میں روایات موجود ہیں' جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے اس سے مختلف تھی' انہوں نے اس غلام کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

اس روایت کی بنیاد پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید ہو جاتی ہے' جو اس بات کے قائل ہیں' کہ آقا کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ حاکم وقت سے اجازت لیے بغیر اپنے غلام پر حد جاری کر دے جبکہ ہمارے فقہاء (احناف) اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

بَابُ الْمُخْتَلِسِ

باب 7: کسی چیز کو اُچک کر لے جانا

691-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ رَجُلًا اِخْتَلَسَ شَيْئًا فِيْ زَمَنِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَاَرَادَ مَرْوَانُ قَطْعَ يَدِهٖ فَدَخَلَ عَلَيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ لَاقَطْعَ عَلَيْهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا قَطْعَ فِي الْمُخْتَلِسِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: مروان بن حکم کے عہدِ حکومت میں ایک شخص نے اُچک کر کوئی چیز اٹھالی تو مروان نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مروان کے پاس آئے اور اسے بتایا: اس شخص کو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

❀❀ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اُچک کر کوئی چیز لے جانے والے کو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: لفظ ''اختلس'' لفظ ''اختلاس'' سے ماخوذ ہے' جس کا مطلب کسی کی غفلت میں کوئی چیز جھپٹ لینا یا اُچک لینا ہے' خواہ یہ دن کے وقت کیا جائے یا رات کے وقت کیا جائے۔

اس روایت میں مروان بن حکم کا تذکرہ ہے' یہ شخص مدینہ منورہ کا گورنر تھا' مروان نے جو ارادہ کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا حکم بھی چوری کرنے کی مانند ہوگا' جبکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا: اس کا یہ نظریہ غلط ہے' یہ حکم کہ ایسے شخص کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے وہ ''مرفوع'' حدیث ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے:

''اُچک لینے والے' جھپٹ لینے والے اور خیانت کے طور پر ہتھیا لینے والے شخص کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا''۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل' چاروں سنن کے مؤلفین' امام حاکم' امام ابن حبان' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

اس کے شاہد کے طور پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث موجود ہے' جسے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی مذکور ہے' جسے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔



اَبْوَابُ الْحُدُوْدِ فِی الزِّنَاءِ

زنا کی حدود کے بارے میں ابواب

بَابُ الرَّجْمِ

باب ۱: سنگسار کرنا

692-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ الرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبْلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: سنگسار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے جو مرد اور عورت محصن ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کریں جب ان کے خلاف گواہی قائم ہو جائے یا (عورت) حاملہ ہو جائے یا وہ اعتراف کرلیں (تو انہیں سنگسار کرنا) لازم ہے۔

693-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ لَمَّا صَدَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ مِنًى اَنَاخَ بِالْاَبْطَحِ ثُمَّ كَوَّمَ كَوْمَةً مِنْ بَطْحَآءَ ثُمَّ طَرَحَ عَلَيْهِ ثَوْبَهُ ثُمَّ اسْتَلْقٰى وَمَدَّيَدَيْهِ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَضَعُفَتْ قُوَّتِيْ وَانْتَشَرَتْ رَعِيَّتِيْ فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَّلَا مُفَرِّطٍ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ سُنَّتْ لَكُمُ السُّنَنُ وَفُرِضَتْ لَكُمُ الْفَرَآئِضُ وَتُرِكْتُمْ عَلَى الْوَاضِحَةِ وَصَفَّقَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى اَلَا اِنْ لَّا تَضِلُّوْا بِالنَّاسِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا ثُمَّ اِيَّاكُمْ اَنْ تَهْلِكُوْا عَنْ اٰيَةِ الرَّجْمِ اَنْ يَّقُوْلَ قَآئِلٌ لَّا نَجِدُ حَدَّيْنِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَدْ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا وَاَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنْ يَّقُوْلَ النَّاسُ زَادَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَتَبْتُهَا اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ فَاِنَّا قَدْ قَرَاْنَاهَا قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا انْسَلَخَ ذُو الْحِجَّةِ حَتّٰى قُتِلَ عُمَرُ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منیٰ سے روانہ ہوئے تھے تو انہوں نے ابطح کے مقام پر اپنے اونٹ کو بٹھایا' پھر انہوں نے وہاں سے کنکریاں ہٹا کر وہاں اپنا کپڑا بچھایا اور سیدھے لیٹ گئے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور دعا کی:

''اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے میری قوت کمزور ہوگئی ہے' میری رعایا پھیل چکی ہے' تو اس حالت میں مجھے اپنی بارگاہ میں بلا لے کہ میں نے کوئی شرعی حکم ضائع نہ کیا ہو اور کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی ہو''۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے وہاں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے یہ کہا:

''اے لوگو! تمہارے لیے سنت کے احکام واضح کیے جا چکے ہیں اور شرائط کو مقرر کیا جا چکا ہے اور تمہیں واضح (شریعت) پر چھوڑا گیا ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے یہ کہا:

''البتہ تم دائیں بائیں ہو کر لوگوں کو گمراہ نہ کر دینا اور اس بات سے بچنا کہ سنگسار کے حکم سے متعلق آیت کے بارے میں تم ہلاکت کا شکار ہو جاؤ' یعنی کوئی شخص یہ کہے کہ ہمیں دو طرح کی حد کا حکم' اللہ کی کتاب میں نہیں ملتا (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کروایا ہے) اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ عمر بن خطاب نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے' تو میں ان آیات کو تحریر کرواتا:

''عمر رسیدہ مرد اور عمر رسیدہ عورت (یعنی شادی شدہ عورت اور شادی شدہ مرد) جب زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں ضرور سنگسار کرو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب ہی ذوالحج کا مہینہ ختم ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

694- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَجِدُوْنَ فِي التَّوْرٰةِ فِي شَانِ الرَّجْمِ فَقَالُوْا نَفْضَحُهُمَا وَيُجَلَّدَانِ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَاَتَوْا بِالتَّوْرٰةِ فَنَشَرُوْهَا فَجَعَلَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ ثُمَّ قَرَاَمَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالَ صَدَقْتَ يَامُحَمَّدُ فِيْهَآ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَبِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنَأُ عَلَى الْمَرْاَةِ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ اَيُّمَا رَجُلٍ حُرٍّ مُّسْلِمٍ زَنَا بِامْرَاَةٍ وَّقَدْ تَزَوَّجَ بِامْرَاَةٍ قَبْلَ ذٰلِكَ حُرَّةٍ مُّسْلِمَةٍ وَّجَامَعَهَا فَعَلَيْهِ الرَّجْمُ وَهٰذَا هُوَ الْمُحْصَنُ فَاِنْ كَانَ لَمْ يُجَامِعْهَا اِنَّمَا تَزَوَّجَهَا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا اَوْ كَانَتْ تَحْتَهٗ اَمَةٌ

حدیث 694: اخرجه مالك في "الموطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودي' كتاب المدبر' باب ما جاء في الرجم - حديث: 1495اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب المناقب' باب قول الله تعالى : يعرفونه كما يعرفون أبناء هم وإن فريقا - حديث: 3456اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الحدود' باب رجم اليهود أهل الذمة في الزنى - حديث: 3297اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحدود' باب الزنى وحده - ذكر العلة التي من اجلها رجم صلى الله عليه وسلم اليهوديين' حديث: 4498اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الرجم' شهادة أهل الكتاب بعضهم على بعض في الحدود' حديث: 7096اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 5122السنن الماثورة للشافعي - كتاب الزكاة' باب الحدود - حديث: 506ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الجزية' باب الحكم بين المعاهدين والمهاجرين - حديث: 5785

يَهُوْدِيَّةٌ اَوْ نَصْرَانِيَّةٌ لَمْ يَكُنْ بِهَا مُحْصَنًا وَلَمْ يُرْجَمْ وَضُرِبَ مِائَةً وَهٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ ان میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت کیا: تم لوگوں نے تورات میں سنگسار کرنے کے بارے میں کیا حکم پایا ہے؟ انہوں نے کہا: اس جرم کا ارتکاب کرنے والے افراد کو ہم صرف رُسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگا دیتے ہیں' تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم لوگ جھوٹ کہہ رہے ہو (تورات میں سنگسار کرنے کا حکم موجود ہے) پھر وہ لوگ تورات لے کر آئے' انہوں نے اُس کو کھولا' ایک شخص نے اپنا ہاتھ سنگسار کرنے سے متعلق آیت پر رکھ دیا' اُس نے اس آیت سے پہلے والا حصہ اور اس کے بعد والا حصہ پڑھا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنا ہاتھ اُٹھاؤ' اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں سنگسار کرنے کے حکم سے متعلق آیت موجود تھی' تو اس شخص نے کہا: اے حضرت محمد! آپ نے سچ کہا ہے' اس میں سنگسار کرنے سے متعلق آیت موجود ہے۔

راوی کہتے ہیں: اسکے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُن دونوں' مرد اور عورت کو سنگسار کر دیا گیا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ وہ شخص اس عورت کے اوپر ہو کر اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جو مسلمان مرد کسی عورت کے ساتھ زنا کرے گا حالانکہ وہ مسلمان عورت کے ساتھ شادی بھی کر چکا ہو' اس کے ساتھ صحبت بھی کر چکا ہو' تو اس کی سزا سنگسار ہوگی اور یہی شخص محصن شمار ہوگا۔

لیکن اگر اس نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کی صرف نکاح کیا تھا' اس عورت کی رخصتی نہیں ہوئی' یا اس شخص کی بیوی کوئی کنیز ہو یا یہودی عورت ہو' یا عیسائی ہو' تو اس عورت کی وجہ سے وہ مرد محصن شمار نہیں ہوگا اور اُسے سنگسار نہیں کیا جائے گا' بلکہ اُسے ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ رجم استعمال کیا ہے' جس کے لغوی معنی سنگسار کرنا ہے۔

اس باب کی پہلی روایت میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ رجم کا حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تھا۔

علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ رجم کے حکم سے متعلق آیات کی تلاوت کا حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

اس باب کی تیسری روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنگسار کرنے کا حکم سابقہ انبیاء کی کتابوں میں بھی مذکور تھا۔

یہودیوں کو سنگسار کرنے کے واقعے کی بنیاد پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ سنگسار کرنے کے لیے زنا کرنے والے شخص کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کوئی غیر مسلم بھی یہ کام کرتا ہے' تو اُسے بھی سنگسار کر دیا جائے گا' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل

ہیں کہ یہ سزا دینے کے لیے اُس شخص کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ (کفار پر حدود کو لازم نہیں کیا جا سکتا)

یہودیوں کو سنگسار کیے جانے کے واقعے کا جواب دیتے ہوئے ان حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ حکم ابتداءِ اسلام سے تعلق رکھتا تھا اور یہودیوں کو سنگسار کرنے کا حکم تورات کے حکم کے مطابق دیا گیا ہے' یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے یہ دریافت کیا تھا: تم لوگوں کو تورات میں اس بارے میں کیا حکم ملتا ہے؟ لیکن جب اسلام میں رجم سے متعلق حکم نازل ہوا تو اُس میں احصان کو شرط قرار دیا گیا اور احصان میں مسلمان ہونا بھی شرط ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جو شخص کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہو وہ محصن شمار نہیں ہوگا''۔

اس روایت کو امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے' جبکہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو سنن میں نقل کرنے کے بعد یہ بات بیان کی ہے: صحیح یہ ہے' یہ روایت ''موقوف'' ہے۔

بَابُ الْاِقْرَارُ بِالزِّنَاءِ

باب 2: زنا کا اعتراف کرنا

695- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِبْنِ خَالِدٍ

حديث 695: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى' كتاب المدبر' باب ما جاء فى الرجم - حديث: 1500 اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الصلح' باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود - حديث: 2570 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب الحدود' باب من اعترف على نفسه بالزنى - حديث: 3296 اخرجه الترمذى فى "سننه"، أبواب الحدود عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فى الرجم على الثيب' حديث: 1391 اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب الحدود' باب المرأة التى امر النبى صلى الله عليه وسلم برجمها من - حديث: 3876 اخرجه ابن ماجة فى "سننه"، كتاب الحدود' باب حد الزنا - حديث: 2545 اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب آداب القضاة' باب صون النساء عن مجلس الحكم - حديث: 5339 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، كتاب القضاء' توجيه الحاكم رجلا وحده للنظر فى الحكم وإنفاذه - حديث: 5789 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الحدود' باب الزنى وحده - ذكر البيان بأن الإقرار بالزنى يوجب الرجم على من أقر به' حديث: 4501 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، كتاب الطلاق' باب البكر - حديث: 12881 اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، كتاب الحدود' فى البكر والثيب - حديث: 28201 مسند أحمد بن حنبل - مسند الشاميين' بقية حديث زيد بن خالد الجهنى - حديث: 16735 مسند الشافعى - ومن كتاب الرسالة إلا ما كان معادا' حديث: 1095 اخرجه الطيالسى فى "مسنده"، وما أسند عن زيد بن خالد' حديث: 984 اخرجه الحميدى فى "سننه"، احاديث زيد بن خالد الجهنى رضى الله عنه' حديث: 782 المعجم [illegible] للطبرانى - باب الزاى من اسمه زيد' زيد بن خالد الجهنى يكنى أبا طلحة ويقال أبو محمد ويقال - عبيد الله بن عبد الله بن عتبة' حديث: 5039 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب الحدود - باب إقامة الحد على من اعترف بالزنا مرة وثبت عليها' حديث: 15802

اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ اِخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَانَبِيَّ اللّٰهِ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْاٰخَرُ وَهُوَ اَفْقَهُهُمَا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِّيْ فِيْ اَنْ اَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ . قَالَ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا يَعْنِيْ اَجِيْرًا فَزَنَا بِامْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّ عَلٰى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّجَارِيَةٍ لِّيْ ثُمَّ اِنِّيْ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّمَا عَلَى ابْنِيْ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ وَّاِنَّمَا الرَّجْمُ عَلٰى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَّغَرَّبَهُ عَامًا وَّاَمَرَ اُنَيْسَ الْاَسْلَمِيَّ اَنْ يَّاْتِيَ امْرَاَةَ الْاٰخَرِ فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا .

✧ حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان میں سے ایک نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ دوسرا شخص جو ان دونوں میں زیادہ سمجھ دار تھا۔ اس نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ! ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق ہی فیصلہ کیجئے' لیکن آپ مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم بولو! وہ بولا: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں ملازم تھا' اس نے اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا' لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے' تو میں نے اس کے فدیہ کے طور پر ایک سو بکریاں اور ایک کنیز دیدی ہے' پھر اس کے بعد میں نے اہل علم سے سوال کیا' انہوں نے مجھے بتایا: میرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور اس شخص کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! میں تم دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا' جہاں تک تمہاری بکریوں اور تمہاری کنیز کا تعلق ہے' تو وہ تمہیں واپس مل جائیں گی' نبی اکرم ﷺ نے اس کے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگانے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کرنے کا حکم دیا' تو پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت انیس اسلمی کو حکم دیا کہ وہ دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائیں' اگر وہ اعتراف کر لیتی ہے' تو اسے سنگسار کر دیں' اس عورت نے اعتراف کر لیا تو حضرت انیس رضی اللہ عنہ نے اُسے سنگسار کر دیا۔

696- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا زَنَتْ وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبِيْ حَتّٰى تَضَعِيْ فَلَمَّا وَضَعَتْ اَتَتْهُ فَقَالَ لَهَا اِذْهَبِيْ حَتّٰى تُرْضِعِيْ فَلَمَّا اَرْضَعَتْ اَتَتْهُ قَالَ لَهَا اِذْهَبِيْ حَتّٰى تَسْتَوْدِعِيْهِ فَاسْتَوْدَعَتْهُ ثُمَّ جَآءَتْهُ فَاَمَرَبِهَا فَاُقِيْمَ عَلَيْهَا الْحَدُّ .

✧ عبداللہ بن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے آپ کو

حدیث 696: اخرجه الحاكم فی "المستدرك"، كتاب الحدود' حديث: 8156' اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيی بن يحيی المصمودی' كتاب المدبر' باب ما جاء فی الرجم - حديث: 1499'

بتایا: وہ زنا کا ارتکاب کر چکی ہے اور حاملہ ہو چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم جاؤ اور بچے کو جنم دو! پھر جب اس عورت نے بچے کو جنم دیدیا تو پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی' نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم جاؤ اور اُسے دودھ پلاتی رہو' جب یہ دودھ پینا چھوڑ دے گا' تو پھر تم میرے پاس آنا۔ جب اُس عورت نے اس کو دودھ پلادیا (یعنی بچے کی دودھ پینے کی عمر ختم ہوگئی) تو وہ پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور اسے کسی کے سپرد کر آؤ۔ اُس عورت نے اس بچے کو کسی کے سپرد کر دیا اور پھر وہ آپ کے پاس آئی اور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق اس عورت پر حد جاری کر دی گئی۔

697- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ رَجُلًا اِعْتَرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالزِّنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَاَمَرَ بِهٖ فَحُدَّ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ يُؤْخَذُ الْمَرْءُ بِاعْتِرَافِهٖ عَلٰى نَفْسِهٖ.

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے اپنے زنا کا اعتراف کیا' اس نے اپنے بارے میں چار مرتبہ گواہی دی تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس پر حد جاری کر دی گئی۔

ابن شہاب کہتے ہیں: اسی روایت کی بنیاد پر یہ حکم ہے: آدمی اگر اپنے بارے میں اعتراف کر لے تو اُس پر گرفت کی جاتی ہے (یعنی اُسے سزا دی جاتی ہے)۔

698- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ رَجُلًا اِعْتَرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالزِّنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوْطٍ فَاُتِيَ بِسَوْطٍ مَّكْسُوْرٍ فَقَالَ فَوْقَ هٰذَا فَاُتِيَ بِسَوْطٍ جَدِيْدٍ لَّمْ تُقْطَعْ ثَمَرَتُهٗ فَقَالَ بَيْنَ هٰذَيْنِ فَاُتِيَ بِسَوْطٍ قَدْ رُكِبَ بِهٖ فَلَانَ فَاَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اٰنَ لَكُمْ اَنْ تَنْتَهُوْا عَنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ هٰذِهِ الْقَاذُوْرَاتِ شَيْئًا فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ مَنْ يُّبْدِلَنَا صَفْحَتَهٗ نُقِمْ عَلَيْهِ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

✧✧ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں زنا کرنے کا اعتراف کیا' نبی اکرم ﷺ نے کوڑا منگوایا' آپ کی خدمت میں ٹوٹا ہوا کوڑا پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے بہتر کوڑا لے کر آؤ۔ تو ایک نیا اور غیر استعمال شدہ کوڑا لایا گیا' آپ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان والا لے کر آؤ' تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایسا کوڑا پیش کیا گیا جو فلاں شخص استعمال کر چکا تھا' نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اُس شخص کو کوڑے لگائے گئے' پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے بچو! جو شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے' تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پردے کو پردے میں رکھے اور جو ہمارے سامنے اپنا جرم ظاہر کردے گا' تو ہم اُس پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکم جاری کر دیں گے''۔

699- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِیْ عُبَيْدٍ حَدَّثَتْهُ عَنْ اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ اَنَّ رَجُلًا وَقَعَ عَلٰى جَارِيَةٍ بِكْرٍ فَاَحْبَلَهَا ثُمَّ اعْتَرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَنَّهٗ زَنٰى وَلَمْ يَكُنْ اَحْصَنَ فَاَمَرَ بِهٖ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ فَجُلِدَ

الْحَدَّ ثُمَّ نُفِیَ اِلٰی فَدَكٍ .

✧✧ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک کنواری کنیز کے ساتھ زنا کر کے اُسے حاملہ کر دیا' پھر اس نے اپنے بارے میں یہ اعتراف کر لیا کہ وہ زنا کر چکا ہے' وہ شخص محصن نہیں تھا' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت اُسے کوڑوں کی سزا دی گئی اور اسے فدک کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

700- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی ابْنُ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ اَتٰی اَبَابَكْرٍ فَقَالَ اِنَّ الْاٰخِرَ قَدْزَنٰی قَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ هَلْ ذَكَرْتَ هٰذَا لِاَحَدٍ غَیْرِیْ قَالَ لَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ تُبْ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَاسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ قَالَ سَعِیْدٌ فَلَمْ تَقِرَّبِهٖ نَفْسُهٗ حَتّٰی اَتٰی عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهٗ كَمَا قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ كَمَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ سَعِیْدٌ لَمْ تَقِرَّبِهٖ نَفْسُهٗ حَتّٰی اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ الْاٰخِرُ قَدْزَنٰی قَالَ سَعِیْدٌ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا كُلَّ ذٰلِكَ یُعْرِضُ عَنْهُ حَتّٰی اِذَا اَكْثَرَ عَلَیْهِ بَعَثَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَقَالَ اَیَشْتَكِیْ اَبِهٖ جِنَّةٌ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَصَحِیْحٌ قَالَ اَبِكْرٌ اَمْ ثَیِّبٌ قَالَ ثَیِّبٌ فَاَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: ایک شخص نے زنا کا ارتکاب کر لیا ہے' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے دریافت کیا: کیا تم نے اس کے علاوہ بھی کسی اور سے اس بات کا تذکرہ کیا ہے؟ اس نے کہا: جی نہیں! تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور جو چیز اس نے پردے میں رکھی ہے' اُسے پردے میں رہنے دو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں: لیکن اُس شخص کو تسلی نہیں ہوئی تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُس نے ان سے بھی وہی بات کہی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہی تھی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اُسے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیا تھا۔

سعید نامی راوی کہتے ہیں: اُس شخص کی پھر بھی تسلی نہیں ہوئی' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے عرض کی کہ ایک شخص نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا۔ راوی کہتے ہیں' کہ اس شخص نے کئی بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ اس شخص سے منہ پھیر لیتے' یہاں تک کہ اس نے اس بات کا اعتراف کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر والوں کو پیغام بھیجا اور دریافت کیا: یہ شخص ذہنی مریض ہے یا اسے جنون لاحق ہے؟ اُن لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بالکل ٹھیک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا یہ شخص کنوارا ہے یا شادی شدہ ہے؟ ان لوگوں نے بتایا: یہ شادی شدہ ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا۔

701- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ

أَسْلَمَ يُدْعَى هَزَّالًا يَا هَزَّالُ لَوْ سَتَرْتَهُ بِرِدَائِكَ لَكَانَ خَيْرًا لَكَ قَالَ يَحْيَى فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ مَجْلِسٍ فِيْهِ يَزِيْدُ بْنُ نُعَيْمِ ابْنِ هَزَّالٍ فَقَالَ هَزَّالٌ جَدِّيْ وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ حَقٌّ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهٖ نَأْخُذُ وَلَا يُحَدُّ الرَّجُلُ بِاعْتِرَافِهٖ بِالزِّنَا حَتّٰى يُقِرَّ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِيْ اَرْبَعِ مَجَالِسَ مُخْتَلِفَةٍ وَّكَذٰلِكَ جَاءَتِ السُّنَّةُ لَا يُؤْخَذُ الرَّجُلُ بِاعْتِرَافِهٖ عَلٰى نَفْسِهٖ حَتّٰى يُقِرَّ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا وَاِنْ اَقَرَّ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ قُبِلَ رُجُوْعُهٗ وَخُلِّيَ سَبِيْلُهٗ .

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: انہیں اس حدیث کا پتا چلا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے یہ فرمایا تھا' اس شخص کا نام ہزال تھا: اگر تم اپنی چادر کے ذریعے پردہ کر لیتے تو یہ زیادہ بہتر تھا۔

یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں' کہ میں نے یہ حدیث ایسی محفل میں بیان کی جہاں پر یزید بن نعیم موجود تھے جو حضرت ہزال کے پوتے تھے' تو انہوں نے فرمایا: ہزال میرے دادا جان تھے اور یہ حدیث بالکل صحیح اور درست ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم ان تمام روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' زنا کا اعتراف کرنے والے شخص کو اُس وقت تک سزا نہیں دی جائے گی' جب تک وہ چار مختلف محفل میں اس بات کا اقرار نہیں کر لیتا۔

رواج یہی چلا آ رہا ہے' کسی شخص کے ایک مرتبہ زنا کرنے کے اعتراف سے اُسے سزا نہیں دی جائے گی' جب تک وہ چار مرتبہ اعتراف نہیں کر لیتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

اگر کوئی شخص چار مرتبہ اقرار کرنے کے بعد اس سے رجوع کر لیتا ہے' تو اس کا رجوع قبول کیا جائے گا' اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

...---...---...

شرح: حد کے بارے میں ہم یہ بات پہلے تحریر کر چکے ہیں' کہ شرعی اصطلاح کے مطابق حد ایک ایسی سزا کو کہتے ہیں جو مخصوص جرم کے ارتکاب پر مخصوص طریقے سے دی جاتی ہے۔

حد کی سزا کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا اور کوئی شخص اُسے معاف نہیں کر سکتا۔

حدود میں سے ایک جرم زنا کا ارتکاب کرنا بھی ہے۔

شریعت نے زنا کے ثبوت کی دو صورتیں مقرر کی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص خود قاضی کے سامنے پیش ہو کر زنا کرنے کا اعتراف کر لے' اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ وہ چار مرتبہ چار مختلف مجالس میں اپنے اس جرم کا اعتراف کرے اور قاضی اس بات کی تحقیق کرے کہ جرم کا اعتراف کرتے ہوئے وہ شخص ذہنی طور پر ٹھیک ہے' شراب پیے ہوئے' تو نہیں ہے یا کسی مجبوری کی وجہ سے تو ایسا نہیں کر رہا ہے۔

زنا کے ثبوت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چار عاقل' بالغ' مسلمان مرد قاضی کے سامنے پیش ہو کر اس بات کی گواہی دیں کہ اُن

چاروں نے اُس شخص کو جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے' زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
لیکن اگر اُن چار گواہوں میں سے کوئی ایک شخص اپنی گواہی سے رجوع کر لیتا ہے' تو اب حد ساقط ہو جائے گی۔
اسی طرح اگر کوئی شخص تین مرتبہ اعتراف کرنے کے بعد چوتھی مرتبہ اپنے اعتراف سے پھر جاتا ہے' تو حد ساقط ہو جائے گی' کیونکہ بنیادی اصول یہ ہے ''شبہ کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہے''۔

فقہائے احناف کے نزدیک چار مختلف مجالس میں چار مرتبہ اعتراف کرنا حد کے ثابت ہونے کے لیے ضروری ہے' اس بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک مرتبہ اعتراف کرنا ہی کافی ہوگا۔

البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ وہ شخص چار مرتبہ اعتراف کرے' لیکن اُس کے لیے چار مختلف مجلسیں ہونا شرط نہیں ہے۔
جبکہ احناف کے نزدیک یہ چیز شرط ہے۔

زنا کا اعتراف کرنے والا شخص اگر اپنے اعتراف سے رجوع کر لیتا ہے' تو احناف کے نزدیک اُس کا رجوع قبول کیا جائے گا اور اُس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْاِسْتِكْرَاهُ فِى الزِّنَاءِ

باب 3: زنا بالجبر کا حکم

702-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدًا كَانَ يَقُوْمُ عَلٰى رَقِيْقِ الْخُمُسِ وَاَنَّهُ اِسْتَكْرَهَ جَارِيَةً مِّنْ ذٰلِكَ الرَّقِيْقِ فَوَقَعَ بِهَا فَجَلَّدَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَنَفَاهُ وَلَمْ يُجَلِّدِ الْوَلِيْدَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: ایک غلام خمس کے غلاموں اور کنیزوں کا نگران تھا' اس نے ایک کنیز کے ساتھ زبردستی زنا کر لیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے لگائے اور اسے جلاوطن کر دیا' انہوں نے اس کنیز کو کوئی سزا نہیں دی کیونکہ اس شخص نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔

703-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ عَبْدَالْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ قَضٰى فِى امْرَاَةٍ اُصِيْبَتْ مُسْتَكْرِهَةً بِصَدَاقِهَا عَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا اسْتُكْرِهَتِ الْمَرْاَةُ فَلَاحَدَّ عَلَيْهَا وَعَلٰى مَنِ اسْتَكْرَهَهَا الْحَدُّ فَاِذَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ بَطَلَ الصِّدَاقُ وَلَايَجِبُ الْحَدُّ وَالصِّدَاقُ فِىْ جِمَاعٍ وَّاحِدٍ فَاِنْ دُرِئَ عَنْهُ الْحَدُّ بِشُبْهَةٍ وَّجَبَ عَلَيْهِ الصَّدَاقُ وَهُوَ قَوْلُ

اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ وَالْعَامَّۃِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: عبدالملک بن مروان نے ایک ایسی عورت کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا جس کے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا تھا' اسے مہر دیا جائے گا' جس کی ادائیگی اس شخص پر لازم ہوگی' جس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کسی عورت کے ساتھ زبردستی زنا کرلیا جائے' تو اس عورت پر حد جاری نہیں ہوگی لیکن جس شخص نے اسکے ساتھ زبردستی کی ہوگی اس پر حد جاری ہوگی اور جب اس پر حد جاری ہو جائے' تو مہر کی ادائیگی باطل ہو جائے گی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی صحبت کے بارے میں حد اور مہر دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے' لیکن اگر کسی شبے کی وجہ سے مرد سے حد کو ساقط کر دیا جاتا ہے' تو اس پر مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں روایت کے یہ الفاظ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے کوڑے لگوانے کے بعد جلاوطن کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کو پچاس کوڑے لگوائے تھے کیونکہ غلام کی حد خواہ وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ ہو' جمہور کے نزدیک یہی ہے۔

ائمہ اربعہ اسی بات کے قائل ہیں' جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے اس بارے میں مختلف ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کو چھ ماہ کے لیے جلاوطن کیا تھا کیونکہ آزاد شخص کو ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جاتا ہے' غلام کی حد نصف ہوتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزاد شخص کی طرح غلام کو بھی جلاوطن کیا جائے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیا ہے۔

اگر کسی عورت کے ساتھ زبردستی زنا کرلیا جائے' تو عام اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں' کہ اُس عورت پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

لیکن اگر کسی مرد کو زنا پر مجبور کر دیا جائے' تو فقہائے حنابلہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اُس پر حد جاری ہوگی' امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں' کہ اگر حاکم وقت نے اُسے مجبور کیا ہو' تو اب اُس شخص پر حد جاری نہیں ہوگی لیکن اگر حاکمِ وقت کے علاوہ کسی اور نے اُسے مجبور کیا ہو' تو استحسان کے پیشِ نظر اُس پر حد جاری کی جائے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں' کہ ایسے شخص پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

بَابُ حَدِّ الْمَمَالِيْكِ فِي الزِّنَا وَالسُّكْرِ

باب 4: زنا اور شراب نوشی کے بارے میں غلاموں اور کنیزوں کی حد

704-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَيَّاشِ بْنِ اَبِي رَبِيْعَةَ الْمَخْزُوْمِيِّ قَالَ اَمَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ فِتْيَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَجَلَدْنَا وَلَائِدَ الْاِمَارَةِ خَمْسِيْنَ خَمْسِيْنَ فِي الزِّنَاءِ.

✧✧ عبداللہ بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سمیت قریش کے کچھ نوجوانوں کو یہ ہدایت کی تھی تو ہم نے بیت المال کی کچھ کنیزوں کو زناء کی وجہ سے پچاس' پچاس کوڑے لگائے تھے۔

705-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَنْ زَيْدِبْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْاَمَةِ اِذَازَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ فَقَالَ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ اِذَازَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ بِيْعُوْهَا وَلَوْبِضَفِيْرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَآ اَدْرِيْ اَبَعْدَ الثَّالِثَةِ اَوْبَعْدَ الرَّابِعَةِ وَالضَّفِيْرُ الْحَبْلُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ يُجْلَدُ الْمَمْلُوْكُ وَالْمَمْلُوْكَةُ فِيْ حَدِّالزِّنَا نِصْفَ حَدِّالْحُرَّةِ خَمْسِيْنَ جَلْدَةً وَّكَذٰلِكَ الْقَذْفُ وَشُرْبُ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کنیز کے بارے میں دریافت کیا گیا جو زنا کا ارتکاب کر لیتی ہے' لیکن وہ محصنہ نہیں ہوتی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے تو تم اسے کوڑے لگاؤ' اور پھر جب وہ دوبارہ زنا کا ارتکاب کرے تو اُسے کوڑے لگاؤ پھر اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ اور پھر اسے فروخت کردو خواہ بالوں کی ایک رسّی کے عوض میں کرو۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات یاد نہیں ہے کہ راوی نے تیسری مرتبہ کے بعد یہ الفاظ استعمال کیے تھے' یا چوتھی مرتبہ کے بعد کیے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ضفیر" سے مراد رسّی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' کہ ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' زنا کی حد میں غلام اور کنیز کو آزاد شخص کی سزا سے نصف دی جائے گی' یعنی پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔

اسی طرح قذف' شراب پینے اور نشے کی حد کا حکم ہے (یعنی غلام اور کنیز کی سزا آزاد شخص سے نصف ہوگی)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

...—...—...

شرح: یہاں متن میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اگر وہ کنیز محصنہ ہو اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ اہلِ علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ قرآن میں استعمال ہونے والے لفظ ''احصان'' سے مراد کیا ہے؟

اکثر حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے مراد مسلمان ہونا ہے ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

ان تینوں کے حوالے سے منقول روایات کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک احصان سے مراد شادی شدہ ہونا ہے اس مؤقف کے قائلین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

روایت کے یہ الفاظ: ''تم اُنہیں کوڑے مارو'' اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ خطاب اُن غلاموں اور کنیزوں کے مالکان سے ہے اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ کوئی آقا اپنے غلام یا کنیز پر حد جاری کر سکتا ہے امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے جبکہ احناف کی رائے اس بارے میں مختلف ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹتے ہوئے آقا کو اس بات کی اجازت نہیں ہے (باقی حدود کی سزائیں آقا دے سکتا ہے)۔

روایت کے یہ الفاظ ''پھر تم اُسے فروخت کر دو'' فروخت کرنے کا یہ حکم شوافع احناف اور جمہور کے نزدیک استحباب کے طور پر ہے۔

706-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ اَنَّهُ جَلَدَ عَبْدًا فِىْ فِرْيَةٍ ثَمَانِيْنَ قَالَ اَبُو الزِّنَادِ فَسَاَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ فَقَالَ اَدْرَكْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَالْخُلَفَآءَ هَلُمَّ جَرًّا فَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا ضَرَبَ عَبْدًا فِىْ فِرْيَةٍ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يُضْرَبُ الْعَبْدُ فِى الْفِرْيَةِ اِلَّا اَرْبَعِيْنَ جَلْدَةً نِصْفُ حَدِّ الْحُرِّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے زنا کا الزام لگانے کی وجہ سے ایک غلام کو اسی (۸۰) کوڑے لگائے۔

ابوزناد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور بعد کے خلفاء کا زمانہ پایا ہے میں نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ اس نے زنا کا الزام لگانے کی وجہ سے کسی غلام کو چالیس سے زیادہ کوڑے لگائے ہوں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

زنا کا الزام لگانے والے غلام کو صرف چالیس کوڑے لگائے جائیں گے جو آزاد شخص کی حد کا نصف حصہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

707-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ وَّسُئِلَ عَنْ حَدِّ الْعَبْدِ فِي الْخَمْرِ فَقَالَ بَلَغَنَا اَنَّ عَلَيْهِ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ وَاَنَّ عُمَرَ وَعَلِيًّا وَّعُثْمَانَ وَابْنَ عَامِرٍ جَلَدُوْا عَبِيْدَهُمْ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ فِي الْخَمْرِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ الْحَدُّ فِي الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ ثَمَانُوْنَ وَحَدُّ الْعَبْدِ فِي ذٰلِكَ اَرْبَعُوْنَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابن شہاب سے شراب پینے والے غلام کی حد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ اس غلام پر آزاد شخص کی حد کا نصف جاری کیا جائے گا۔

حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم ان تمام لوگوں نے شراب نوشی کرنے والے غلاموں پر آزاد شخص کی حد کا نصف جاری کیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم شراب نوشی اور نشے کے بارے میں اس روایت پر عمل کرتے ہیں، آزاد شخص کی سزا اسی کوڑے ہوگی اور غلام کی سزا چالیس کوڑے ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس ترجمۃ الباب کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ اگر کوئی غلام یا کنیز زنا کا ارتکاب کرتے ہیں یا شراب پی لیتے ہیں، تو اس کی حد کیا ہوگی؟

تاہم اس کے ذریعے مصنف نے اس چیز سے احتراز کیا ہے کہ اگر غلام یا کنیز قتل کر دیتے ہیں یا چوری کر لیتے ہیں، تو اب اس صورت میں اُن کی سزا اور آزاد لوگوں کی سزا میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

بَابُ الْحَدُّ فِي التَّعْرِيْضِ

باب 5: اشارے کے طور پر (زنا کا الزام لگانے کی) حد

708-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الرِّجَالِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّهٖ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَجُلَيْنِ فِي زَمَانِ عُمَرَ اسْتَبَّا فَقَالَ اَحَدُهُمَا مَآ اَبِيْ بِزَانٍ وَّلَآ اُمِّيْ بِزَانِيَةٍ فَاسْتَشَارَ فِي ذٰلِكَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ قَائِلٌ مَدَحَ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ قَدْ كَانَ لِاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ مَدْحٌ سِوٰى هٰذَا نَرٰى اَنْ تَجْلِدَهُ الْحَدَّ فَجَلَدَهٗ عُمَرُ الْحَدَّ ثَمَانِيْنَ.

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدِ اخْتَلَفَ فِيْ هٰذَا عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

بَعْضُهُمْ لَانَرٰی عَلَيْهِ حَدًّا مَدَحَ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ فَاَخَذْنَا بِقَوْلِ مَنْ دَرَاَ الْحَدَّ مِنْهُمْ وَمِمَّنْ دَرَاَ الْحَدَّ وَقَالَ لَيْسَ فِي التَّعْرِيْضِ جَلْدٌ عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دو آدمیوں کے درمیان تکرار ہوگئی تو ان میں سے ایک نے کہا: میرا باپ بھی زانی نہیں ہے اور میری ماں بھی زانی نہیں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا' بعض نے کہا: اس شخص نے اپنے والد اور والدہ کی تعریف بیان کی ہے' تو بعض دیگر افراد نے کہا: اپنے والد اور والدہ کی تعریف کرنے کے اور بھی طریقے تھے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اس پر حد جاری کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حد میں اسی کوڑے لگائے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا ہے۔ بعض افراد نے یہ بات کہی تھی: ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ اس پر حد جاری نہیں ہوگی' کیونکہ اس شخص نے اپنے والد اور والدہ کی تعریف بیان کی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم ان لوگوں کا قول اختیار کرتے ہیں: جنہوں نے حد کو ساقط کر دیا تھا' جن لوگوں نے اس حد کو ساقط کیا تھا اور انہوں نے یہ بات کہی تھی کہ اشارے کے طور پر زنا کا الزام لگانے پر حد جاری نہیں ہوتی' ان میں حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں' ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: حدود کے بارے میں یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرد یا عورت پر زنا کرنے کا الزام لگا دیتا ہے اور پھر وہ اس الزام کو چار مسلمان' عاقل' بالغ مرد گواہوں کے ذریعے ثابت نہیں کر پاتا تو اب الزام لگانے والے اس شخص پر حد قذف جاری کی جائے گی۔

حد قذف جاری ہونے کے حوالے سے اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص صراحت کے ساتھ یعنی صریح الفاظ میں کسی پر زنا کا الزام لگاتا ہے اور پھر اس الزام کا شرعی ثبوت فراہم نہیں کرتا تو اس پر تو حد قذف جاری ہو جائے گی لیکن اگر کوئی شخص اشارے کنایے میں کسی پر زنا کا الزام لگاتا ہے' تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسی صورت میں اشارے کنایے کے ساتھ زنا کا الزام لگانے والے پر حد جاری نہیں کی جا سکتی۔ اور احناف نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے طاؤس' قتادہ' قاسم بن محمد' مکحول کے حوالے سے یہ روایات نقل کی ہیں' ان حضرات کے نزدیک بھی محض اشارے کنایے کے ذریعے زنا کا الزام لگانے پر حد قذف جاری نہیں کی جا سکتی۔

بَابُ الْحَدُّ فِي الشُّرْبِ

باب 6: شراب نوشی کی حد

709- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّي وَجَدْتُ مِنْ فُلَانٍ رِيْحَ شَرَابٍ فَسَاَلْتُهُ فَزَعَمَ اَنَّهُ شَرِبَ الطِّلَاءَ وَاَنَا سَائِلٌ عَنْهُ فَاِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهُ الْحَدَّ فَجَلَدَهُ الْحَدَّ .

✦✦ سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور بولے: مجھے فلاں شخص سے شراب کی بو آئی ہے' میں نے اس سے اس بارے میں دریافت کیا' تو اس نے بتایا: طلاء پیا ہے' اب میں اس کے بارے میں تحقیق کروں گا' اگر اسے نشہ ہو گیا تو میں اس پر حد جاری کروں گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے کوڑے لگوائے۔ (یعنی اُس شخص کو نشہ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو حد کے طور پر کوڑے لگوائے)۔

710- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ زَيْدِ الدِّيْلِيُّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَشَارَ فِي الْخَمْرِ يَشْرَبُهَا الرَّجُلُ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَرٰى اَنْ تَضْرِبَهُ ثَمَانِيْنَ فَاِنَّهُ اِذَا شَرِبَهَا سَكِرَ وَاِذَا سَكِرَ هَذٰى وَاِذَا هَذٰى افْتَرٰى اَوْ كَمَا قَالَ فَجَلَدَ عُمَرُ فِي الْخَمْرِ ثَمَانِيْنَ .

✦✦ ثور بن زید دیلی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شراب کے بارے میں مشورہ کیا (یعنی اگر کوئی شخص شراب پی لیتا ہے' تو اس کی سزا کیا ہو گی؟)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ آپ اُسے اسّی کوڑے لگائیں کیونکہ جب وہ شراب پئے گا' تو وہ مدہوش ہو جائے گا' جب وہ مدہوش ہو گا' تو وہ ہذیان بکے گا اور جب وہ ہذیان بکے گا' تو زنا کا الزام لگائے گا۔ (راوی کو شک ہے کہ یہاں کچھ اور الفاظ ہیں)

تو اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا میں اسّی کوڑے لگائے۔

بَابُ شُرْبِ الْبِتْعِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

باب 7: بتع' غبیرا' اور دیگر شرابوں کو پینے کا حکم

711- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ .

✦✦ ابن شہاب' ابوسلمہ بن عبدالرحمن کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ کر دے' وہ حرام ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس باب میں مصنف نے شراب کی حرمت سے متعلق روایات نقل کی ہیں۔

شراب کی حرمت کے بارے میں بنیادی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اے ایمان والو! بے شک شراب' جوا' بت پرستی' تیروں کے ذریعے فال نکالنا' یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں' تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ''۔ (المائدہ:۹۰)

صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے:

''شراب پینے والا شخص شراب پیتے ہوئے مؤمن نہیں رہتا''۔

شراب پینے کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن رُشد نے یہ بات تحریر کی ہے:

جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ اس کی سزا اسّی کوڑے ہیں' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی سزا چالیس کوڑے ہے اور یہ سزا آزاد شخص کی ہے' اگر کوئی غلام یا کنیز شراب پی لیتے ہیں' تو ان کی سزا کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' جمہور یہ کہتے ہیں: ان کی سزا آزاد شخص کی سزا کا نصف ہوگی۔

جبکہ اہل ظاہر یہ کہتے ہیں' کہ اس حوالے سے آزاد یا غلام شخص کا حکم ایک جیسا ہوگا' اور وہ چالیس کوڑے ہیں۔

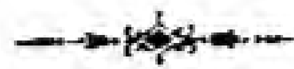
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ اُسے بیس کوڑے مارے جائیں گے' جبکہ جو حضرات آزاد شرابی کی سزا اسّی کوڑے تجویز کرتے ہیں' ان کے نزدیک غلام یا کنیز کو شراب پینے پر چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔ جمہور نے اپنے مؤقف کی تائید میں اُس روایت کو پیش کیا ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا' اس وقت جب ان کے دور میں شراب نوشی کے مقدمات زیادہ آنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ شرابی کو اسّی کوڑے لگائے جائیں' یہ وہی سزا ہے' جو زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے کو دی جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا:

''شراب پینے والا نشے کی حالت میں بکواس کرے گا اور پھر بکواس کرتے ہوئے زنا کا الزام بھی لگا دے گا''۔

حدیث 711: اخرجه مالك في "الموطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الأشربة' باب تحريم الخمر - حديث: 1543اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الأشربة' باب : الخمر من العسل - حديث: 5270اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الأشربة' باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام - حديث:3820اخرجه الترمذي في "سننه"، ابواب الأشربة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء كل مسكر حرام' حديث:1833اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الأشربة' باب النهي عن المسكر - حديث: 3215اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الأشربة' تحريم كل شراب أسكر - حديث: 5519اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الأشربة' تحريم كل شراب أسكر - حديث: 4957اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه"، كتاب الأشربة' باب ما ينهى عنه من الأشربة - حديث: 16421السنن المأثورة للشافعي - كتاب الزكاة' باب الحدود - حديث: 518مسند الشافعي - ومن كتاب الأشربة' حديث: 1257مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها' حديث: 25033اخرجه الدارقطني في "سننه"، كتاب الأشربة وغيرها' حديث: 4066اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل جواب رسول الله صلى الله عليه وسلم في' حديث: 4346سند إسحاق بن راهويه - ما يروى عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة رضي' حديث: 944

ابن رشد نے اس بات کو تحریر نہیں کیا لیکن بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس فیصلے کو قبول کیا اور شرابی کی سزا اسّی کوڑے مقرر کر دی گئی۔



712- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْغُبَيْرَآءِ فَقَالَ لَا خَيْرَ فِيْهَا وَنَهٰى عَنْهَا فَسَاَلْتُ زَيْدًا مَا الْغُبَيْرَآءُ فَقَالَ السُّكُرْكَةُ.

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے غبیراء کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے' نبی اکرم ﷺ نے اسے پینے سے منع کر دیا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے زید بن اسلم سے سوال کیا: غبیراء کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: جوار سے بنی ہوئی شراب۔

بَابُ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْاَشْرِبَةِ

باب 8: شراب کا حرام ہونا' کون سا مشروب پینا مکروہ ہے؟

713- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْ وَعْلَةَ الْمِصْرِيِّ اَنَّهُ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَمَّا يُعْصَرُ مِنَ الْعِنَبِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاوِيَةَ خَمْرٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ عَلِمْتَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَهَا قَالَ لَا فَسَارَّهُ اِنْسَانٌ اِلٰى جَنْبِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ سَارَرْتَهُ قَالَ اَمَرْتُهُ بِبَيْعِهَا فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا قَالَ فَفَتَحَ الْمَزَادَتَيْنِ حَتّٰى ذَهَبَ مَا فِيْهَا.

✧✧ ابو وعلہ مصری بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے انگوروں کے نچوڑے ہوئے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص نے شراب کا ایک مشکیزہ تحفے کے طور پر پیش کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے' تو اس پر اُس شخص نے اپنے پاس موجود ایک شخص سے سرگوشی میں ایک بات کہی' نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: تم نے اسے سرگوشی میں کیا کہا ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے

حديث 713: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الأشربة' باب جامع تحريم الخمر - حديث: 1546 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب المساقاة' باب تحريم بيع الخمر - حديث: 3042 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب البيوع' بيع الخمر - حديث: 6074 اخرجه الدارمي في "سننه"، ومن كتاب الأشربة' باب النهي عن بيع الخمر وشرائها - حديث: 2076 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب البيوع' باب البيع المنهي عنه - ذكر البيان بأن الله جل وعلا حرم بيع الخمر كما حرم' حديث: 5021 اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 2828 مسند أحمد بن حنبل' مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب - حديث: 2130 مسند الشافعي - ومن كتاب الأشربة' حديث: 1271 اخرجه ابويعلى في "مسنده"، أول مسند ابن عباس' حديث: 2411 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب البيوع' جماع ابواب بيوع الكلاب وغيرها مما لا يحل - باب تحريم التجارة في الخمر' حديث: 10334 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الأشربة والحد فيها' حديث: 5440.

اسے ہدایت کی ہے کہ اسے فروخت کردو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے پینے کو حرام قرار دیا ہے اس چیز کے فروخت کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر اس شخص نے اس مشکیزے کا منہ کھول دیا اور اس میں موجود تمام شراب کو بہادیا۔

•••——•••——•••

شرح: شراب کی تعریف کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف کے نزدیک شراب انگور کے اس کچے شیرے کو کہتے ہیں جسے اتنا پکایا جائے کہ اس کا جھاگ اوپر آ جائے اور اسے استعمال کرنے کے نتیجے میں انسان کے ہوش وحواس میں خلل آ جائے اس پر مستی کی کیفیت طاری ہو جائے۔

جس مشروب کی یہ کیفیت ہو اس کا ایک قطرہ پینے والے پر بھی شراب نوشی کی حد جاری کی جائے گی خواہ اس ایک قطرے کے پینے کی وجہ سے آدمی پر نشہ طاری ہو یا نشہ طاری نہ ہو۔

انگور سے بنی ہوئی شراب کے علاوہ باقی تمام اقسام کی شراب پینے پر احناف کے نزدیک اُس وقت حد واجب ہوگی جب انہیں پینے کے نتیجے میں نشہ طاری ہو جائے۔

714—اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِنَّا نَبْتَاعُ مِنْ ثَمَرِ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ وَالْقَصَبِ فَنَعْصِرُهُ خَمْرًا فَنَبِيْعُهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتَهُ وَمَنْ سَمِعَ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِّیْ لَا اٰمُرُكُمْ اَنْ تَبْتَاعُوْهَا فَلَا تَبْتَاعُوْهَا وَلَا تَعْصِرُوْهَا وَلَا تَسْقُوْهَا فَاِنَّهَا رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَا كَرِهْنَا شُرْبَهُ مِنَ الْاَشْرِبَةِ الْخَمْرُ وَالسُّكْرُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ فَلَا خَيْرَ فِیْ بَيْعِهِ وَلَا اَكْلِ ثَمَنِهِ ۔

✧✧ نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عراق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم لوگ کھجور انگور اور قصب کو خریدتے ہیں اور اسے نچوڑ کر شراب بنا کر اُسے فروخت کرتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو اس کے فرشتوں اور جو بھی انسان و جنات میں سے اس بات کو سن رہا ہے ان کو تمہارے خلاف گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم اُسے نچوڑو اُسے فروخت کرو یا اُسے کسی کو پلاؤ کیونکہ یہ شیطان کے عمل میں سے (ناپاک چیز ہے)۔

❀❀ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں شراب یا کوئی بھی نشہ آور چیز جسے پینا ہم حرام قرار دیتے ہیں اس کو فروخت کرنے اور اس کی قیمت استعمال کرنے میں بھی کوئی بھلائی نہیں ہے (یعنی یہ بھی حرام ہے)۔

715—اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ

الْخَمْرَ ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا حُرِمَهَا فِي الْاٰخِرَةِ فَلَمْ يُسْقَهَا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پئے گا اور اس سے توبہ نہیں کرے گا' تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا اور اسے پی نہیں سکے گا۔

716- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ اَسْقِيْ اَبَاعُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَاَبَاطَلْحَةَ الْاَنْصَارِيَّ وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ شَرَابًا مِّنْ فَضِيْخٍ وَّتَمْرٍ فَاَتَاهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ الْخَمْرَ قَدْحُرِّمَتْ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ يَااَنَسُ قُمْ اِلٰى هٰذِهِ الْجِرَارِ فَاكْسِرْهَا فَقُمْتُ اِلٰى مِهْرَاسٍ لَّنَا فَضَرَبْتُهَا بِاَسْفَلِهٖ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلنَّقِيْعُ عِنْدَنَا مَكْرُوْهٌ وَّلَايَنْبَغِيْ اَنْ يُّشْرَبَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ جَمِيْعًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِذَا كَانَ شَدِيْدًا يُّسْكِرُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح' حضرت ابوطلحہ انصاری' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو تازہ اور خشک کھجوروں سے بنی ہوئی شراب پلا رہا تھا' اسی دوران ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا: اس کو حرام قرار دیدیا گیا ہے' تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے انس! اس مٹکے کے پاس جاؤ اور اسے توڑ دو! تو میں نے اپنا ڈنڈا پکڑا اور اس کے نیچے والے حصے میں مار کر اُسے توڑ دیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک نقیع پینا مکروہ ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص خشک کھجوریں' خشک انگور' کھجور کا رس ملا کر (نبیذ بنا کر) پئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' یہ اس وقت ہے' جب وہ گاڑھی ہو جائے اس میں نشہ آ چکا ہو۔

بَابُ الْخَلِيْطَانِ

باب 9: دو چیزوں کو ملا کر اس کا مشروب بنانا

717- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الثِّقَةُ عِنْدِيْ عَنْ بُكَيْرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حُبَابٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ شُرْبِ التَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ جَمِيْعًا وَالزَّهْوِ وَالرُّطَبِ جَمِيْعًا .

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کھجور یا خشک انگور کو ملا کر یا تر کھجور یا تر انگور کو ملا کر (نبیذ) تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

718- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّنْبَذَ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ جَمِيْعًا وَالتَّمْرُ وَالزَّبِيْبُ جَمِيْعًا .

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ خشک کھجور اور تر کھجور کو ملا کر یا تر کھجور

اور کشمش کو ملا کر نبیذ تیار کی جائے۔

بَابُ نَبِيْذُ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ

باب 10: دباء اور مزفت میں تیار کی گئی نبیذ کا حکم

719- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَاَقْبَلْتُ نَحْوَهٗ فَانْصَرَفَ قَبْلَ اَنْ اَبْلُغَهٗ فَقُلْتُ مَاقَالَ قَالُوْا نَهٰى اَنْ يُّنْبَذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ کے دوران خطبہ دیا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں آپ کے پاس آیا' تو میرے آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی آپ اپنی گفتگو ختم کر چکے تھے' میں نے دریافت کیا: آپ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دباء اور مزفت میں نبیذ تیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔

720- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّنْبَذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ.

✧✧ علاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دباء اور مزفت میں نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابُ نَبِيْذُ الطِّلَاءِ

باب 11: طلاء کی نبیذ

721- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ بِالْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِيْنَ قَدِمَ الشَّامَ شَكٰى اِلَيْهِ اَهْلُ الشَّامِ وَبَاءَ الْاَرْضِ وَثِقَلَهَا وَقَالُوْا لَايُصْلِحُ لَنَا اِلَّا هٰذَا الشَّرَابُ فَقَالَ اِشْرَبُوا الْعَسَلَ قَالُوْا لَايُصْلِحُنَا الْعَسَلُ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ هَلْ لَّكَ اَنْ اَجْعَلَ لَكَ مِنْ هٰذَا الشَّرَابِ شَيْئًا لَّا يُسْكِرُ قَالَ نَعَمْ فَطَبَخُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثَاهُ وَبَقِيَ ثُلُثُهٗ فَاَتَوْابِهٖ اِلٰى عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَاَدْخَلَ اِصْبَعَهٗ فِيْهِ ثُمَّ دَفَعَ يَدَهٗ فَتَبِعَهٗ يَتَمَطَّطُ فَقَالَ هٰذَا الطِّلَاءُ مِثْلُ طِلَاءِ الْاِبِلِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّشْرَبُوْهُ فَقَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ اَحْلَلْتَهَا وَاللّٰهِ قَالَ كَلَّاوَاللّٰهِ مَآ اَحْلَلْتُهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَآاُحِلُّ لَهُمْ شَيْئًا حَرَّمْتَهٗ عَلَيْهِمْ وَلَآ اُحَرِّمُ عَلَيْهِمْ شَيْئًا اَحْلَلْتَهٗ لَهُمْ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِشُرْبِ الطِّلَاءِ الَّذِيْ قَدْ ذَهَبَ ثُلُثَاهُ وَبَقِيَ ثُلُثُهٗ وَهُوَ لَا يُسْكِرُ فَاَمَّا كُلُّ مُعَتَّقٍ يُسْكِرُ فَلَاخَيْرَ فِيْهِ.

✧✧ حضرت محمود بن لبید انصاری بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لائے' تو کسی نے شکایت کی کہ وہاں وباء پھیل چکی ہے' یا آب وہوا کے ناموافق ہونے کی بات کی' انہوں نے کہا: ہماری مجبوری ہے کہ ہمیں شراب پینی

بڑے گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ شہد پی لیا کرو تو انہوں نے کہا: ہمیں شہد موافق نہیں آیا' اس علاقے کے رہنے والے ایک شخص نے کہا: کیا میں آپ کو اس کے ذریعے ایسا مشروب بنا کر دوں جو نشہ نہ کرے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! ان لوگوں نے اس کو پکایا' یہاں تک کہ اس کا دوتہائی حصہ ختم ہو گیا' ایک تہائی حصہ باقی رہ گیا۔ وہ لوگ اسے لے کر حضرت عمر بن خطاب کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی اس میں داخل کی' انہوں نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دیکھا تو اُن کے ہاتھ میں چپچپاہٹ آ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: یہ تو طلاء ہے' جس طرح اونٹوں کا طلاء ہوتا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ اسے پی سکتے ہیں۔

تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ اس کو حلال قرار دے رہے ہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! میں اسے حلال قرار نہیں دے رہا' اے اللہ! میں ان لوگوں کے لیے کسی ایسی چیز کو حلال قرار نہیں دوں گا' جو تو نے حرام قرار دی ہو اور میں ان کے لیے کسی ایسی چیز کو حرام قرار نہیں دوں گا جو تو نے ان کے لیے حلال قرار دی ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اُسے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے' یعنی وہ مشروب جسے پکانے کے بعد اُس کا دوتہائی حصہ ختم ہو چکا ہو اور ایک تہائی باقی رہ گیا ہو' لیکن وہ نشہ آور نہ ہو۔

تاہم نشہ پیدا کرنے والے کسی بھی مشروب میں بھلائی نہیں ہے' (یعنی وہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے)۔



كِتَابُ الْفَرَآئِضِ

کتاب وراثت کا بیان

722-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُوَيْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَرَضَ لِلْجَدِّ الَّذِىْ يَفْرِضُ لَهُ النَّاسُ الْيَوْمَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ فِي الْجَدِّ وَهُوَ قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَبِهٖ تَقُوْلُ الْعَآمَّةُ وَاَمَّا اَبُوْحَنِيْفَةَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُ فِي الْجَدِّ بِقَوْلِ اَبِىْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَلَا يُوَرِّثُ الْاِخْوَةَ مَعَهٗ شَيْئًا .

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے دادا کو وراثت میں اتنا ہی حصہ دیا تھا' جتنا آج کل لوگ دیتے ہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دادا کے بارے میں اس روایت کے بارے میں ہم فتویٰ دیتے ہیں' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' اکثر فقہاء نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے' انہوں نے دادا کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے' یہ حضرات میت کے بھائیوں کی موجودگی میں دادا کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے۔

•••——•••——•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ وراثت کے احکام میں میت کا دادا بعض حوالوں سے میت کے والد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے' اور بعض حوالوں سے میت کے بھائی کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے' ایسی کوئی نص موجود نہیں ہے' جس سے یہ بات ثابت ہو کہ میت کے بہن بھائیوں کی موجودگی میں دادا کا حصہ بھی مقرر کیا جائے گا' تو اب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ کیا میت کے باپ کی طرح میت کا دادا بھی میت کے بہن بھائیوں کو محجوب کر دے گا یا انہیں حصہ دار بنائے گا۔

اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے اہلِ علم کے درمیان بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

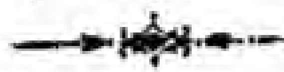
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' کہ میت کا دادا اُس کے بہن بھائیوں کو محجوب کر دے گا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت حذیفہ بن یمان' حضرت ابوسعید خدری' حضرت ابی بن کعب' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابوموسیٰ اشعری' سیّدہ عائشہ صدیقہ' حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(بعد کے زمانے کے اہلِ علم میں) قتادہ، جابر بن زید، قاضی شریح، عطاء بن ابی رباح، عبداللہ بن عتبہ، عروہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جبکہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں کہ میت کے بہن بھائی اُس کے دادا کی موجودگی میں وارث بنیں گے۔

امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی، علقمہ، اسود، نخعی، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے، البتہ اس کی بعض جزئیات کے اندر ان حضرات کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان کے درمیان تقسیم کی صورت کیا ہوگی؟ اس مسئلے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مختلف نوعیت کے فیصلے نقل کیے گئے ہیں۔



723- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ خَرْشَةَ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُوَيْبٍ اَنَّهُ قَالَ جَاءَتِ الْجَدَّةُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ نِالصِّدِّيْقِ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ مَا لَكِ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ وَّمَا عَلِمْنَا لَكِ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَارْجِعِىْ حَتّٰى اَسْاَلَ النَّاسَ قَالَ فَسَاَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَنْفَذَهُ لَهَا اَبُوْبَكْرٍ نِالصِّدِّيْقُ ۔ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْاُخْرٰى اِلٰى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ مَا لَكِ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِىْ قُضِىَ بِهٖ اِلَّا لِغَيْرِكِ وَمَآ اَنَا بِزَآئِدٍ فِى الْفَرَآئِضِ مِنْ شَىْءٍ وَّلٰكِنْ وَهُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ فَاِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيْهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا وَاَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا اجْتَمَعَتِ الْجَدَّتَانِ اُمُّ الْاُمِّ وَاُمُّ الْاَبِ فَالسُّدُسُ بَيْنَهُمَا وَاِنْ خَلَتْ بِهٖ اِحْدٰهُمَا فَهُوَ لَهَا وَلَا تَرِثُ مَعَهَا جَدَّةٌ فَوْقَهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ قبیصہ بن ذویب بیان کرتے ہیں: ایک دادی یا نانی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور وراثت کے بارے میں اُن سے مطالبہ کیا، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے بارے میں (اللہ کی) کتاب میں کوئی حکم موجود نہیں ہے اور ہمارے علم کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی تمہارے بارے میں کوئی حکم نہیں ہے، تم واپس جاؤ! میں اس بارے میں لوگوں سے سوال کروں گا۔ راوی کہتے ہیں، کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (یعنی مرحوم کی دادی یا نانی کو) چھٹا حصہ عطاء کیا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا آپ کے ساتھ کوئی اور شخص بھی تھا؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی یہی بات بیان کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دادی یا نانی) کے لیے اس حصے کو مقرر کر دیا۔

اس کے بعد ایک اور دادی یا نانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اُن سے وراثت کا مطالبہ کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے بارے میں (اللہ کی) کتاب میں کوئی حکم موجود نہیں ہے اور اس بارے میں جو پہلے فیصلے دیئے گئے ہیں، میں اس

کے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتا' وراثت کے احکام میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کروں گا' نہیں صرف چھٹا حصہ مل سکتا ہے' اگر تم دونوں دادی یا نانی اس میں اکٹھی ہو جاتی ہو' تو تم دونوں کے درمیان وہ حصہ تقسیم ہو جائے گا' اگر تم دونوں میں سے کوئی ایک ہو' تو یہ اس کو مل جائے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب دو دادیاں یعنی دادی اور نانی مل جائے' تو ان کے درمیان چھٹا حصہ تقسیم ہوگا' اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک ہو' تو وہ چھٹا حصہ اُسے مل جائے گا' تاہم اس کی موجودگی میں اس سے اوپر والی دادی یا نانی وراثت میں حق دار نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں۔

...—...—...

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ حافظ ابن حجر نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس حدیث کو امام مالک' امام احمد بن حنبل' سنن کے مؤلفین' امام ابن حبان اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے اسی حوالے سے نقل کیا ہے' اس کی سند صحیح ہے' کیونکہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ البتہ یہ روایت مرسل ہے' کیونکہ اس کے راوی قبیصہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے' اس لیے یہ بات لازم ہے کہ اس واقعے کے وقت وہ خود موجود نہیں ہوں گے' یہ بات علامہ ابن عبدالبر نے بیان کی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ مدینہ اس بات کے قائل ہیں' کہ میت کی نانی کو اس کا چھٹا حصہ فرض حصے کے طور پر ملے گا' اگر میت کی دادی اور نانی دونوں موجود ہوں' تو چھٹا حصہ ان دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گا' لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ ان دونوں کی قرابت یکساں ہونی چاہیے یا دادی کی قرابت زیادہ ہونی چاہیے' لیکن اگر نانی کی قرابت زیادہ قریبی ہو' تو اُسے میت کے ترکے کا چھٹا حصہ مل جائے گا' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے اور فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

اس مسئلے کی جزئیات کے بارے میں فقہاء کے مابین مزید اختلاف پایا جاتا ہے۔

بَابُ مِيْرَاثُ الْعَمَّةِ

باب ۶: پھوپھی کی وراثت

724-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ اَبَاهُ كَثِيْرًا يَقُوْلُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ عَجَبًا لِلْعَمَّةِ تُوْرِثُ وَلَا تَرِثُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا يَعْنِيْ عُمَرُ هٰذَا فِيْمَا نَرٰى اَنَّهَا تُوْرِثُ لِاَنَّ ابْنَ الْاَخِ ذُوْ سَهْمٍ وَّلَا تَرِثُ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِذَاتِ سَهْمٍ وَنَحْنُ نَرْوِيْ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا فِي الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ اِذَا لَمْ يَكُنْ ذُوْ سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٌ فَلِلْخَالَةِ الثُّلُثُ وَلِلْعَمَّةِ الثُّلُثَانِ وَحَدِيْثٌ يَّرْوِيْهِ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

لَايَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهُ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الدَّحْدَاحِ مَاتَ وَلَاوَارِثَ لَهُ فَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَالُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَكَانَ ابْنُ اُخْتِهٖ مِيْرَاثَهُ .وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يُوَرِّثُ الْعَمَّةَ وَالْخَالَةَ وَذَوِى الْقُرْبَاتِ بِقَرَابَاتِهِمْ وَكَانَ مِنْ اَفْقَهِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَعْلَمِهِمْ بِالرِّوَايَةِ .

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ پھوپھی کے معاملے میں حیرت ہے کہ وہ (بھتیجے کو) وارث بنا دیتی ہے لیکن خود اُس کی وارث نہیں بنتی ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس قول کے ذریعے یہ مراد تھی کہ بھتیجا پھوپھی کا وارث بن جاتا ہے کیونکہ بھتیجے کو وراثت میں حصہ ملتا ہے لیکن پھوپھی وارث نہیں بنتی اور پھوپھی کا مخصوص حصہ کوئی نہیں ہے۔

ہم نے حضرت عمر بن خطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' ان حضرات نے پھوپھی اور خالہ کے بارے میں یہ فرمایا ہے: جب میت کا فرض حصے والا وارث نہ ہو' تو کوئی عصبہ بھی نہ ہو' تو اس کی خالہ کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور پھوپھی کو دو تہائی حصے ملیں گے۔

اہل مدینہ نے اس بارے میں جو روایت نقل کی ہے' لوگ اسے مسترد نہیں کر سکتے' اس روایت میں یہ بات منقول ہے کہ ثابت بن دحداح کا انتقال ہوا' ان کا کوئی وارث نہیں تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وراثت ابولبابہ بن منذر کو دیدی' جو ان کے بھانجے تھے۔

ابن شہاب پھوپھی اور خالہ کو وارث قرار دیدیتے تھے' اسی طرح دیگر رشتے داروں کو بھی اُن کے رشتے کے حساب سے وارث قرار دیا کرتے تھے اور وہ مدینہ منورہ کے سب سے بڑے فقیہ اور علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

725- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَنْظَلَةَ بْنِ عَجْلَانَ الزُّرَقِيِّ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ عَنْ مَوْلًى لِقُرَيْشٍ كَانَ قَدِيْمًا يُقَالُ لَهُ ابْنُ مِرْسِيٍّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمَّا صَلّٰى صَلَاةَ الظُّهْرِ قَالَ يَا يَرْفَاءُ هَلُمَّ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لِكِتَابٍ كَانَ كَتَبَهُ فِىْ شَاْنِ الْعَمَّةِ يَسْاَلُ عَنْهُ وَيَسْتَخْبِرُ اللّٰهَ هَلْ لَهَا مِنْ شَىْءٍ فَاَتٰى بِهٖ يَرْفَاءُ ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ فِيْهِ مَاءٌ اَوْقَدَحٍ فَمَحَا ذٰلِكَ الْكِتَابَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَضِيَكِ اللّٰهُ اَقَرَّكِ لَوْ رَضِيَكِ اللّٰهُ اَقَرَّكِ .

✧✧ عبدالرحمٰن بن حنظلہ بیان کرتے ہیں: قریش کے ایک غلام نے ان کو یہ بات بتائی' جس کا نام ابن مرسی تھا' وہ کہتا تھا کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی اور بولے: اے یرفاء! وہ تحریر لے کر آؤ! یہ وہ تحریر تھی جو انہوں نے پھوپھی کے بارے میں لکھائی تھی' انہوں نے اس بارے میں تحقیق کی تھی اور استخارہ بھی کیا تھا' کیا پھوپھی کو کوئی حصہ ملے گا؟ تو یرفاء وہ تحریر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ پیالہ منگوایا جس میں پانی موجود تھا' انہوں نے اس پانی کے ذریعے اس تحریر کو دھو دیا اور بولے:

''اگر اللہ تعالیٰ کا تمہارے بارے میں یہ حکم ہوتا تو میں تمہیں برقرار رکھتا' اگر اللہ تعالیٰ کا تمہارے بارے میں حکم ہوتا تو

میں تمہیں اس کو برقرار رکھتا''۔

•••——•••——•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ پھوپھی اور خالہ کا تعلق ذوی الارحام سے ہوتا ہے یہ وہ وارث ہوتے ہیں جن کا کوئی متعین حصہ نہیں ہوتا اور یہ عصبہ بھی نہیں ہوتے۔

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں' کہ جب میت کے ورثاء میں سے اصحاب الفرائض اور عصبات موجود نہ ہوں' تو یہ لوگ وارث بن جاتے ہیں۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم اور ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔ علقمہ' ابراہیم نخعی' قاضی شریح' حسن بصری' ابن سیرین' عطاء' مجاہد' طاؤس' عبیدہ سلیمانی' مسروق' جابر بن زید' ابن ابی لیلیٰ' عیسیٰ بن حیان رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ہمارے اصحاب (یعنی فقہاء احناف) نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' اور ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مؤقف ہے کہ ذوی الارحام وراثت میں حصہ دار نہیں ہوتے ہیں بلکہ جب میت کے ورثاء میں سے اصحاب الفرائض اور عصبات موجود نہ ہوں' تو میت کا ترکہ بیت المال میں جمع کروا دیا جائے گا۔

سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ يُوْرَثُ

باب 2: کیا نبی اکرم ﷺ کا بھی کوئی وارث ہوگا؟

726- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث726: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروايةيحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی' كتاب الكلام' باب ما جاء فی تركة النبی صلی الله عليه وسلم - حديث:1813اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب فرض الخمس' باب نفقة نساء النبی صلی الله عليه وسلم بعد وفاته - حديث: 2946اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الجهاد والسير' باب قول النبی صلی الله عليه وسلم : " لا نورث - حديث:3393اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الخراج والإمارة والفیء' باب فی صفايا رسول الله صلی الله عليه وسلم من الأموال - حديث:2598السنن المأثورة للشافعی - كتاب الزكاة' باب الجهاد - حديث:616اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، كتاب الزكاة' باب الصدقة علی بنی هاشم - حديث:1904اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روی عن رسول الله صلی الله عليه' حديث:816اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب التاريخ' ذكر البيان بأن قوله صلی الله عليه وسلم : " بعد - حديث: 6714مسند احمد بن حنبل' مسند أبی هريرة رضی الله عنه - حديث:8712مسند الشافعی - ومن كتاب قسم الفیء' حديث:1406اخرجه الحميدی فی "سننه"، باب جامع عن أبی هريرة' حديث: 1081

قَالَ لَايُقْسَمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَّاتَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَآئِيْ وَمَئُوْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میری وراثت کے دینار (ورثاء میں تقسیم نہیں ہوں گے) اپنی بیویوں کے خرچ' اپنے عاملین کی تنخواہ کے بعد جو کچھ میں چھوڑ کر جاؤں گا' وہ صدقہ شمار ہوگا۔

727- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ نِسَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَدْنَ اَنْ يَّبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِنِالصِّدِّيْقِ يَسْاَلْنَهٗ مِيْرَاثَهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُنَّ عَآئِشَةُ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانُوْرِثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ .

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں' تاکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی اپنی وراثت کا مطالبہ کریں' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ہمار (یعنی انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں مسئلہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر ملکیت جو مال اور زمین وغیرہ موجود تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد کیا عام شرعی اصولوں کے مطابق اُسے وراثت میں تقسیم کیا گیا یا نہیں؟

یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے' جو اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان بنیادی اختلاف کی حیثیت رکھتا ہے۔

اہل سنت اس بات کے قائل ہیں' کہ اپنی ظاہری حیات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس نوعیت کا جو بھی مال آتا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے اخراجات اور اپنے ریاستی ملازمین کے معاوضوں کی رقم کے علاوہ بقیہ تمام مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کردیا کرتے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے:

''ہم انبیاء کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی ہے''۔

حدیث727: اخرجه مالك في "الموطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودي' كتاب الكلام' باب ما جاء في تركة النبي صلى الله عليه وسلم - حديث: 1812اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الفرائض' باب قول النبي صلى الله عليه وسلم : " لا نورث - حديث: 6361اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الجهاد والسير' باب قول النبي صلى الله عليه وسلم : " لا نورث - حديث:3390مسند احمد بن حنبل - مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها' حديث:25718سند إسحاق بن راهويه - ما يروى عن عروة بن الزبير ' حديث: 756المعجم الأوسط للطبراني - باب العين' من اسمه عثمان - حديث:3806اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الخراج والإمارة والفيء' باب في صفايا رسول الله صلى الله عليه وسلم من الأموال - حديث:2600اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الفرائض' ذكر مواريث الأنبياء - حديث: 6131ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب قسم الفيء والغنيمة' باب بيان مصرف أربعة أخماس الفيء بعد رسول الله صلى الله - حديث:11919

اس روایت کو مرفوع حدیث کے طور پر امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت تقسیم نہ ہونے کے حکم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات بھی شامل ہیں۔

بَابُ لَايَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ

باب 3: کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بنتا

728- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ عُمَرَبْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَايَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَالْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ يَّتَوَارَثُوْنَ بِهٖ وَاِنِ اخْتَلَفَتْ مِلَلُهُمْ يَرِثُ الْيَهُوْدِیُّ النَّصْرَانِیَّ وَالنَّصْرَانِیُّ الْيَهُوْدِیَّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابن شہاب' امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عمر کے حوالے سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بنتا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بنتا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بنتا۔

اہل کفر ایک ملت شمار ہوتے ہیں' وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے' اگرچہ ان کے مذہب ایک دوسرے سے مختلف ہوں' یعنی یہودی عیسائی کا وارث بن جائے گا' عیسائی یہودی کا وارث بن جائے گا۔

حدیث 728: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایةیحیی بن یحیی المصمودی' كتاب الفرائض' باب میراث أهل الملل - حدیث: 1082اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب الفرائض' باب : لا یرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم - حدیث: 6395اخرجه المسلم فی "صحیحه"، كتاب الفرائض' حدیث: 3112اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الفرائض عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فی إبطال المیراث بین المسلم والكافر' حدیث: 2084اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الفرائض' باب هل یرث المسلم الكافر ؟ - حدیث: 2536اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الفرائض' باب میراث أهل الإسلام من أهل الشرك - حدیث: 2726اخرجه الدارمی فی "سننه"، ومن كتاب الفرائض' باب : فی میراث أهل الشرك وأهل الإسلام - حدیث: 2946اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، كتاب الحظر والإباحة' كتاب الفرائض - ذكر البیان بأن الله جل وعلا نفی أخذ المرء المسلم میراثه' حدیث: 6125اخرجه النسائی فی "سننه الكبری"، كتاب الفرائض' فی الموارثة بین المسلمین والمشركین - حدیث: 6186اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، كتاب السیر' باب میراث المرتد لمن هو ؟ - حدیث: 3422مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' حدیث أسامة بن زید حب رسول الله صلى الله عليه وسلم - حدیث: 21212مسند الشافعی - ومن كتاب الرسالة إلا ما كان معادا' حدیث: 1085اخرجه الحمیدی فی "سننه"، أحادیث أسامة بن زید رضی الله عنه' حدیث: 525ذكره البیهقی فی "سننه الكبری"، كتاب الفرائض' باب لا یرث المسلم الكافر - حدیث: 11432ذكره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب الفرائض' باب الفرائض - حدیث: 3945

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

729- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ وَرَثَ اَبَاطَالِبٍ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ عَلِيٌّ.

ابن شہاب' امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ جناب عقیل اور جناب طالب' جناب ابوطالب کے وارث بنے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کے وارث نہیں بنے تھے۔

شرح: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی بھی کافر شخص کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔

صحابہ کرام' تابعین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ کوئی مسلمان بھی کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا ہے۔

جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جبکہ تابعین میں سے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور مسروق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے۔

یہاں ایک ذیلی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان (معاذ اللہ) مرتد ہو جاتا ہے اور اُسی حالت میں مر جاتا ہے یا اُسے سزائے موت کے طور پر قتل کر دیا جاتا ہے' تو حجاز کے اکثر فقہاء کے نزدیک اُس کے رشتہ دار اُس کے وارث نہیں بنیں گے بلکہ اُس کے ترکے کو بیت المال میں جمع کروا دیا جائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اسی بات کے قائل ہیں' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرتد کا حکم یہ ہے کہ مسلمان اُس کے تمام مال کا وارث بنے گا' خواہ اس شخص نے مرتد ہونے کی حالت میں اس مال کو کمایا ہو' یا مرتد ہونے سے پہلے اُس مال کو کمایا ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتد شخص اپنے دین پر برقرار شمار نہیں ہوگا' بلکہ یا تو اُسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا' تو اس بارے میں وہ حکم معتبر ہوگا' جس کے ذریعہ اس کے وارث کو فائدہ ہو' وہ حکم معتبر نہیں ہوگا' جس کے ذریعے اس مرتد شخص کو فائدہ ہو رہا ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں' کہ اس مرتد شخص نے مسلمان ہونے کے دوران جو مال کمایا تھا' وہ اس کے ورثاء کو مل جائے گا اور جو مال اُس نے مرتد ہونے کے بعد کمایا ہے وہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

ہمارے نزدیک کفار ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں' اگرچہ ان دونوں کا مذہب ایک دوسرے سے مختلف ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ ہمارے نزدیک کفر ایک دین کی حیثیت رکھتا ہے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں' لیکن یہ لوگ اور مجوسی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

جبکہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ یہودی اور عیسائی بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے (بلکہ صرف ایک مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں)۔

بَابُ مِيْرَاثُ الْوَلَاءِ

باب 4: ولاء کی وراثت (کا حکم)

730- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِبْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ اَنَّ عَبْدَالْمَلِكِ ابْنَ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ هِشَامٍ هَلَكَ وَتَرَكَ بَنِیْنَ لَهٗ ثَلَاثَةً اِبْنَیْنِ لِاُمٍّ وَّرَجُلًا لِعَلَّةٍ فَهَلَكَ اَحَدُ الْاِبْنَیْنِ الَّذَیْنِ هُمَا لِاُمٍّ وَتَرَكَ مَالًا وَّمَوَالِیْ فَوَرِثَهٗ اَخُوْهُ لِاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَوَرِثَ مَالَهٗ وَوَلَاءَ مَوَالِیْهِ ثُمَّ هَلَكَ اَخُوْهُ وَتَرَكَ ابْنَهٗ وَاَخَاهُ لِاَبِیْهِ فَقَالَ ابْنُهٗ قَدْ اَحْرَزْتُ مَاكَانَ اَبِیْ اَحْرَزَ مِنَ الْمَالِ وَوَلَاءَ الْمَوَالِیْ وَقَالَ اَخُوْهُ لَیْسَ كُلُّهٗ لَكَ اِنَّمَا اَحْرَزْتَ الْمَالَ فَاَمَّا وَلَاءُ الْمَوَالِیْ فَلَا اَرَاَیْتَ لَوْهَلَكَ اَخِی الْیَوْمَ اَلَسْتُ اَرِثُهٗ اَنَافَاخْتَصَمَا اِلٰی عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَقَضٰی لِاَخِیْهِ بِوَلَاءِ الْمَوَالِیْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَانَاْخُذُ الْوَلَاءُ لِلْاَخِ مِنَ الْاَبِ دُوْنَ بَنِی الْاَخِ مِنَ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهِ .

✧✧ عبدالملک بن ابوبکر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ جب عاص ابن ہشام کا انتقال ہوگیا' انہوں نے پسماندگان میں تین بیٹے چھوڑے' جن میں سے دو ایک ماں سے تھے اور ایک اُن کا سوتیلا بھائی تھا' ان دو بھائیوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا' اس نے ترکے میں کچھ غلام اور کچھ مال چھوڑا' تو اس کا سگا بھائی اس کا وارث بنا اور وہ پہلے مرحوم کے غلام کا بھی وارث بن گیا' پھر اس کا وہ بھائی بھی فوت ہوگیا تو اس نے پسماندگان میں ایک بیٹا چھوڑا اور ایک بھائی چھوڑا جو اس کے باپ کی طرف سے اُس کا بھائی تھا' تو اس بیٹے نے کہا: اپنے والد کے مال اور غلاموں کی وراثت کا حق مجھے حاصل ہوگا' جبکہ اس مرحوم کے بھائی نے یہ کہا کہ تم ان سب کے مالک نہیں بنو گے بلکہ مال تم لو گے' البتہ غلاموں کی ولاء کا حق تمہیں نہیں ملے گا' تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر آج میرا بھائی فوت ہو جاتا' کیا میں اس کا وارث نہیں بنتا؟ یہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے بھائی کے حق میں غلاموں کی ولاء کا فیصلہ دیدیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسی صورتِ حال میں ولاء کا حق باپ کی طرف سے مشترک بھائی کو ملے گا' سگے بھائی کی اولاد کو نہیں ملے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: ولاء کے مسئلے کا تعلق غلاموں کے ساتھ ہے' یعنی ایک شخص جو پہلے غلام تھا' پھر اُس کے آقا نے اسے آزاد کردیا' آزاد ہو جانے کے بعد اس غلام کا انتقال ہو جاتا ہے' لیکن اس کا کوئی خاندانی رشتے دار اس کا وارث نہیں بنتا تو ایسی صورت میں اُس شخص کا ترکہ اُسے آزاد کرنے والے آقا کو ملے گا۔

ولاء کے بارے میں ایک قانون بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ولاء کا حق صرف مردوں کو ملتا ہے' عورتوں کو نہیں ملتا ہے' البتہ اگر کوئی عورت بذاتِ خود اپنا غلام آزاد کرتی ہے' تو اس غلام کی ولاء کا حق اُسی عورت کو ملے گا۔
ایک اصول یہ ہے کہ ولاء کا تعلق میت کے عصبہ رشتہ داروں سے ہوتا ہے' ان میں سے جو عصبہ بھی رشتہ رکھتا ہوگا' وہ مقدم شمار ہو گا۔

لیکن یہاں متن میں جو مسئلہ ذکر کیا گیا ہے' اس میں ایک میت کا بیٹا اور دوسرا میت کا سوتیلا بھائی ہے' اگر یہ وراثت کا عام مسئلہ ہوتا تو بیٹے کی موجودگی میں بھائی نے محروم رہنا تھا' اس لیے متن میں مذکور مسئلے میں میت کے بیٹے نے ولاء کو اپنا حق قرار دیا تھا' لیکن میت کا سوتیلا بھائی عصبہ ہونے کے حوالے سے میت کے بیٹے سے زیادہ قوی حیثیت رکھتا ہے' اس لیے ولاء کا حق اسے سونپ دیا گیا' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ولاء اگرچہ ملکیت کا نتیجہ ہوتا ہے' لیکن ولاء فی نفسہ مال نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ولاء کے حق کو فروخت نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ نہ یہ مال ہوتا ہے اور نہ ہی مال کے حکم میں ہوتا ہے' تو اس لیے اس میں ورثاء کے طے شدہ حصوں کے مطابق تقسیم عمل میں نہیں آئے گی۔

731- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ فَاخْتَصَمَ اِلَيْهِ نَفَرٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ وَنَفَرٌ مِّنْ بَنِى الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنْ بَنِى الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ يُقَالُ لَهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ كُلَيْبٍ فَمَاتَتْ فَوَرِثَهَا اِبْنُهَا وَزَوْجُهَا وَتَرَكَتْ مَالًا وَّمَوَالِىَ ثُمَّ مَاتَ ابْنُهَا فَقَالَ وَرَثَتُهُ لَنَا وَلَاءُ الْمَوَالِىْ وَقَدْ كَانَ اِبْنُهَا اَحْرَزَهُ وَقَالَ الْجُهَنِيُّوْنَ لَيْسَ كَذٰلِكَ اِنَّمَاهُمْ مَّوَالِىْ صَاحِبَتِنَا فَاِذَا مَاتَ وَلَدُهَا فَلَنَا وَلَاؤُهُمْ وَنَحْنُ نَرِثُهُمْ فَقَضٰى اَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ لِلْجُهَنِيِّيْنَ بِوَلَاءِ الْمَوَالِىْ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا اَيْضًا نَاْخُذُ اِذَا انْقَرَضَ وَلَدُهَا الذُّكُوْرُ رَجَعَ الْوَلَاءُ وَمِيْرَاثُ مَنْ مَّاتَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْ مَّوَالِيْهَا اِلٰى عَصَبَتِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی ہے کہ ایک مرتبہ وہ ابان بن عثمان کے پاس بیٹھے تھے' جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ اور بنو حارث سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ اپنا مقدمہ لے کر ان کے پاس آئے جن کا تعلق جہینہ قبیلے سے تھا اور وہ بنو حارث قبیلے کے ایک شخص کی بیوی تھی جس کا نام ابراہیم تھا' وہ عورت انتقال کر گئی تو اس کا بیٹا اور اس کا شوہر اس کے وارث بنے' اس عورت نے ترکے میں کچھ غلام اور کچھ مال چھوڑا' پھر اس کا بیٹا بھی فوت ہو گیا تو اس لڑکے کے ورثاء نے کہا: ان غلاموں کے ولاء کا حق ہمیں حاصل ہوگا' کیونکہ اس عورت کے بیٹے کو ولاء کا حق حاصل ہو چکا تھا۔ جہینہ قبیلے کے لوگوں نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ ہمارے قبیلے کی عورت کے آزاد کردہ غلام ہیں' اب اس کا بیٹا مر گیا' اب اس کو ولاء کا حق نہیں ملے گا' ہم اس کے وارث بنیں گے تو ابان بن عثمان نے جہینہ قبیلے کے لوگوں کے حق میں ان غلاموں کی ولاء کا فیصلہ دیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب اس عورت کا بیٹا فوت ہو گیا تو اب ولاء کا

حق واپس چلا جائے گا اور وراثت بھی ان لوگوں کو ملے گی جو اس کے عصبات ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں۔

732- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ مُخْبِرٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ عَبْدٍ لَّهُ وَلَدٌ مِّنِ امْرَاَةٍ حُرَّةٍ لِّمَنْ وَلَآءُ هُمْ قَالَ اِنْ مَّاتَ اَبُوْهُمْ وَهُوَ عَبْدٌ لَّمْ يُعْتَقْ فَوَلَآءُ هُمْ لِمَوَالِىْ اُمِّهِمْ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَاِنْ اُعْتِقَ اَبُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ جَرَّ وَلَآءَ هُمْ فَصَارَ وَلَائُهُمْ لِمَوَالِىْ اَبِيْهِمْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ان سے ایسے غلام کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کا کوئی بچہ ہو جو آزاد عورت کے ہاں پیدا ہوا ہو اس کی ولاء کا حق کسے ملے گا؟ تو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اُس کا باپ مر جاتا ہے اور مرتے وقت وہ غلام ہوتا ہے آزاد نہیں ہوتا تو ان لوگوں کی ولاء کا حق اس کی ماں کے رشتے داروں کو ملے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر ان کے والد کو مرنے سے پہلے آزاد کر دیا جاتا تو ان کی ولاء کا حق آزاد ہوتا اور ان کی ولایت ان کے والد کے رشتے داروں کو حاصل ہوتی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک روایت نقل کی گئی ہے' مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص جو غلام ہے وہ ایک آزاد عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے' جس کے ہاں اُس غلام شخص کا بچہ ہو جاتا ہے' تو اب اس غلام شخص کا بچہ اپنی آزاد ماں کے تابع ہو کر آزاد شمار ہوگا۔ اس حوالے سے اُس کی ولاء کا حق اس کی ماں کے رشتے داروں کو حاصل ہوگا' لیکن اگر اس بچے کا باپ مرنے سے پہلے آزاد ہو جاتا ہے' تو اب وہ اپنی اولاد کی ولاء کو اپنی طرف کھینچ لے گا' یعنی اس صورت میں وہ بچے کے باپ کے رشتہ داروں کو حاصل ہو جائے گی' کیونکہ باپ کے رشتہ دار ماں کے رشتہ داروں سے زیادہ قوی حیثیت رکھتے ہیں۔

بَابُ مِيْرَاثُ الْحَمِيْلِ

باب 5: حمیل کی وراثت (کا حکم)

733- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا بُكَيْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اَبٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنْ يُّوَرِّثَ اَحَدًا مِّنَ الْاَعَاجِمِ اِلَّا مَاوُلِدَ فِى الْعَرَبِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَايُوَرَّثُ الْحَمِيْلُ الَّذِىْ يُسْبٰى وَتُسْبٰى مَعَهُ امْرَاَةٌ فَتَقُوْلُ هُوَ وَلَدِىْ اَوْتَقُوْلُ هُوَ اَخِىْ اَوْيَقُوْلُ هِىَ اُخْتِىْ وَلَا نَسَبٌ مِّنَ الْاَنْسَابِ يُوْرَثُ اِلَّا بِبَيِّنَةٍ اِلَّا الْوَالِدُ وَالْوَلَدُ فَاِنَّهُ اِذَا ادَّعَى الْوَالِدُ اَنَّهُ ابْنُهُ وَصَدَّقَهُ فَهُوَ ابْنُهُ وَلَا يُحْتَاجُ فِىْ هٰذَا اِلٰى بَيِّنَةٍ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَدُ عَبْدًا فَيُكَذِّبُهُ مَوْلَاهُ بِذٰلِكَ فَلَايَكُوْنُ ابْنُ

الْاَبِ مَادَامَ عَبْدًا حَتّٰی یُصَدِّقَهُ الْمَوْلٰی وَالْمَرْاَةُ اِذَا ادَّعَتِ الْوَلَدَ وَشَهِدَتْ اِمْرَاَةٌ حُرَّةٌ مُسْلِمَةٌ عَلٰی اَنَّهَا وَلَدَتْهُ یُصَدِّقُهَا وَهُوَ حُرٌّ فَهُوَ ابْنُهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی بھی عجمی کو وارث بنانے سے انکار کر دیا تھا' ماسوائے جو عرب میں پیدا ہوا ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جس شخص کو قیدی بنا کر لایا گیا ہو اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی موجود ہو' جو یہ کہے: یہ میری اولاد ہے' یا وہ یہ کہے کہ یہ میرا بھائی ہے' یا وہ یہ کہے کہ یہ میری بہن ہے اور ان کے درمیان کوئی نسبی واسطہ نہ ہو' تو وہ صرف ثبوت کی بنیاد پر وارث بنے گی' البتہ والد اور اولاد کا حکم مختلف ہے۔ کیونکہ اگر والد یہ دعویٰ کر دے کہ یہ اس کا بیٹا ہے' یا اس بات کی تصدیق کر دے کہ یہ اس کا بیٹا ہے' تو اس صورت میں کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

البتہ اگر وہ غلام ہو اور اس غلام کا آقا اس غلام کا انکار کر دے تو جب تک وہ غلام ہے' اس وقت تک اس باپ کی اولاد شمار نہیں ہوگا' جب اس کا آقا اس کی تصدیق کرے گا' تب شمار ہوگا۔

اگر کوئی عورت بچے کے اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتی ہے' اگر کوئی آزاد مسلمان عورت بھی اس بات کی تصدیق کر دیتی ہے کہ اسی عورت نے اس بچے کو جنم دیا ہے' تو وہ بچہ آزاد شمار ہوگا اور وہ اس کا بیٹا شمار ہوگا۔

امام ابوحنیفہ اسی بات کے قائل ہیں' اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں استعمال ہونے والے لفظ ''حمیل'' سے مراد وہ بچہ ہے' جسے اُس کے آبائی علاقے سے اُٹھا کر اسلامی سلطنت کی حدود میں لایا جائے۔

کتاب میں اس کی وضاحت یہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ بچہ ہے جسے کوئی عورت اُٹھا کر لاتی ہے (یعنی غیر مسلم سلطنت سے اُٹھا کر لاتی ہے) اور یہ کہتی ہے: یہ میرا بیٹا ہے۔

بنیادی اصول یہ ہے کہ نسب کو ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں' ایک یہ ہے' جو محض اقرار کے ذریعے ثابت ہو جاتا ہے' اس کے لیے ثبوت فراہم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی' یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب آپ کسی دوسرے شخص کا نسب کسی تیسرے شخص کے ساتھ ثابت نہ کر رہے ہوں' یعنی اگر کوئی ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے' تو اب وہ دوسرے شخص کا نسب اپنی ذات کے ساتھ ثابت کر رہا ہے' تو اس بات کے صرف اقرار کے ساتھ ہی دوسرے شخص کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اس دوسرے شخص کو اقرار کرنے والے شخص کا وارث قرار دیا جائے گا' یہ صورتِ حال اس وقت پیش آئے گی کہ جب دوسرا شخص یعنی جس کے بارے میں اقرار کیا گیا ہے' اُس کا نسب مجہول ہو' اگر اس کا نسب معروف ہو' تو پھر اس اقرار کی بھی ضرورت ہی نہیں ہے۔

نسب کی دوسری قسم وہ ہے' جو محض اقرار کے ذریعے ثابت نہیں ہوتی ہے' اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے نسب کو تیسرے سے ثابت کر رہا ہو' جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بھائی ہے' تو وہ

اصل میں اُس دوسرے شخص کا نسب ایک تیسرے فرد یعنی اپنے باپ کے ساتھ ثابت کر رہا ہے یا کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ یہ میرا چچا ہے تو اب وہ اس دوسرے شخص کا نسب ایک تیسرے شخص یعنی اپنے دادا کے ساتھ ثابت کر رہا ہے ان صورتوں میں اگر تیسرا فرد اس بات کا اعتراف کر لیتا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا' ورنہ پہلے شخص کا دوسرے شخص کے بارے میں اس طرح کا اقرار قابلِ قبول نہیں ہوگا' بلکہ اس کے لیے کوئی مستند ثبوت فراہم کرنا ہوگا' یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے سے متعلق جزئیات بیان کی ہیں۔

بَابُ فَضْلُ الْوَصِيَّةِ

باب 6: وصیت کی فضیلت

734- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاحَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَّهٗ شَىْءٌ يُّوْصِىْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ عِنْدَهٗ مَكْتُوْبَةٌ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ هٰذَا حَسَنٌ جَمِيْلٌ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کسی بھی مسلمان کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے' اس کے پاس ایسی چیز موجود ہو' جس کے بارے میں وہ وصیت کر سکتا ہو اور پھر دو راتیں ایسی گزر جائیں (کہ اس نے وصیت نہ کی ہو) اس کی وصیت اس کے پاس تحریری طور پر ہونی چاہیے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ اچھا اور بہتر طریقہ ہے۔

شرح: تمام علماء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ وصیت کرنا جائز ہے' وصیت کرنا لازم اُس شخص کے لیے ہے' جس کے لیے قرض ادا کرنا لازم ہو' یا اس کے پاس ودیعت کے طور پر کوئی چیز رکھی ہوئی ہو (جس کی ادائیگی کے لیے وہ وصیت کرے گا) یا اس پر کوئی چیز لازم تھی' تو اس لازم چیز کی ادائیگی کے لیے وہ وصیت کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لازم قرار دی ہے کہ امانت کو واپس کیا جائے اور جب انسان مرنے کے قریب ہو' تو اس وقت صرف وصیت کی شکل میں ہی اسے پورا کیا جا سکتا ہے' اس لیے ایسے شخص پر وصیت کرنا لازم ہوگا۔

جہاں تک اپنے مال کے کسی متعین حصے کے بارے میں وصیت کرنے کا معاملہ ہے' تو جمہور کے قول کے مطابق یہ چیز لازم نہیں ہے۔ امام شعبی' امام سفیان ثوری' امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُوْصِيْ عِنْدَ مَوْتِهٖ بِثُلُثِ مَالِهٖ

باب 7: جو شخص مرتے وقت اپنے ایک تہائی مال کو صدقہ کرنے کی وصیت کرے

735-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرِبْنِ حَزْمٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَوبْنَ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ قِيْلَ لِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ هٰهُنَا غُلَامًا يُّفَاعًا مِّنْ غَسَّانَ وَّوَارِثُهُ بِالشَّامِ وَلَهُ مَالٌ وَّلَيْسَ مِنْهَآ اِلَّاابْنَةُ عَمٍّ لَّهُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ مُرُوْهُ فَلْيُوْصِ لَهَا قَالَ فَاَوْصٰى لَهَا بِمَالٍ يُّقَالُ لَهُ بِيْرُجُشَمَ قَالَ عَمْرُوبْنُ سُلَيْمٍ فَبِعْتُ ذٰلِكَ الْمَالَ بِثَلَاثِيْنَ اَلْفًا بَعْدَ ذٰلِكَ وَابْنَةُ عَمِّهِ الَّتِيْ اَوْصٰى لَهَا هِيَ اُمُّ عَمْرِوبْنِ سُلَيْمٍ۔

✦✦ عمرو بن سلیم زرقی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب سے کہا گیا: یہاں ایک لڑکا ہے جس کا نام "یقاع" ہے وہ غسان قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جبکہ اس کا وارث شام میں موجود ہے اس کا مال بھی موجود ہے یہاں اس کی ایک چچازاد بہن بھی موجود ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس لڑکے سے کہو کہ اس لڑکی کے لیے وصیت کردے تو اس لڑکے نے اپنا مال اس لڑکی کو دینے کی وصیت کردی اس مال کا نام "بیر جشم" تھا۔

عمرو بن سلیم نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے بعد میں اس کو فروخت کیا تو وہ تیس ہزار درہم کے عوض میں فروخت ہوا اُس شخص کی وہ چچازاد جس کے بارے میں اُس شخص نے وصیت کی تھی وہ عمرو بن سلیم نامی راوی کی والدہ تھیں۔

736-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّهُ قَالَ جَآءَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَعُوْدُنِيْ مِنْ وَّجَعٍ اِشْتَدَّبِيْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ مِنِّي الْوَجَعُ مَاتَرٰى وَاَنَا ذُوْمَالٍ وَّلَا تَرِثُنِيْ اِلَّاابْنَتٌ لِّيْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَاقَالَ فَبِالثُّلُثِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَوْ كَبِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَاتَجْعَلُ فِيْ اِمْرَاَتِكَ ۔قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا

حدیث 736: اخرجه مالك فى "المؤطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودى' كتاب الوصية' باب الوصية فى الثلث لا تتعدى - حديث: 1453 اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب الجنائز' باب رثاء النبى صلى الله عليه وسلم سعد ابن خولة - حديث: 1247 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب الوصية' باب الوصية بالثلث - حديث: 3161 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الحظر والإباحة' باب الغرة - ذكر البيان بأن هذا العدد المذكور فى خبر نافع لم يرد' حديث: 8، 61 اخرجه الدارمى فى "سننه"، من كتاب الوصايا' باب : الوصية بالثلث - حديث: 3139 اخرجه ابو داؤد فى "سننه"، كتاب الوصايا' باب ما جاء فى ما لا يجوز للموصى فى ماله ؟ - حديث: 2495 اخرجه ابن ماجة فى "سننه"، كتاب الوصايا' باب الوصية بالثلث - حديث: 2705 اخرجه الترمذى فى "سننه"، ؟ باب ما جاء فى الوصية بالثلث والربع - حديث: 933 اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب الوصايا' باب : الوصية بالثلث - حديث: 3587 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، كتاب الوصايا' كم يوصى الرجل من ماله - حديث: 15806 اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، كتاب الوصايا' ما يجوز للرجل من الوصية فى ماله ؟ - حديث: 30296

اِزْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى تَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِىْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ يَرْثِىْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْوَصَايَا جَائِزَةٌ فِىْ ثُلُثِ مَالِ الْمَيِّتِ بَعْدَ قَضَآءِ دَيْنِهٖ وَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّوْصِىَ بِاَكْثَرَ مِنْهُ فَاِنْ اَوْصٰى بِاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَاَجَازَتْهُ وَرَثَتُهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ فَهُوَ جَائِزٌ وَّلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّرْجِعُوْا بَعْدَ اِجَازَتِهِمْ وَاِنْ رَدُّوْا رَجَعَ ذٰلِكَ اِلَى الثُّلُثِ لِاَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ فَلَايَجُوْزُ لِاَحَدٍ وَّصِيَّةٌ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ اِلَّا اَنْ يُّجِيْزَ الْوَرَثَةُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عامر بن سعد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیماری کے دوران میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے' میری بیماری شدید ہو چکی تھی' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بیماری اب اس مقام تک پہنچ گئی ہے' جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں' میں صاحبِ حیثیت آدمی ہوں' میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے' تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کو صدقہ کردوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! انہوں نے دریافت کیا: نصف کو کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے عرض کی: ایک تہائی کو کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) بڑا ہے' اگر تم اپنے ورثاء کو خوش حال چھوڑ کر جاتے ہو' تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ تم انہیں تنگ دست چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں' تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جو چیز بھی خرچ کروگے تو تمہیں اس کا اجر ملے گا' یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالو گے' اس کا بھی اجر ملے گا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پیچھے نہیں رہو گے' تم ایسے نیک عمل کرو گے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہو گے اور اس کے نتیجے میں تمہارے درجے میں اضافہ ہوگا' ہوسکتا ہے کہ تم کافی عرصے تک زندہ رہو اور تمہارے ذریعے بہت سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہو اور تمہارے ذریعے دوسرے بہت سے لوگوں کو نقصان لاحق ہو' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو برقرار رکھنا اور انہیں ایڑیوں کے بل واپس نہ لے جانا' لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے!

راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر افسوس کا اظہار اس لیے کیا کہ وہ مکہ میں انتقال کر گئے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میت کا قرض ادا کر دینے کے بعد اس کے ایک تہائی مال سے متعلق وصیت (پر عمل کرنا) جائز ہے۔ اور قریب المرگ شخص کو اس بات کا اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے۔

اگر وہ ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر دیتا ہے اور اس کے ورثاء اس کے مرنے کے بعد اسے برقرار رکھتے ہیں تو یہ جائز ہوگا اور جب ورثاء اسے جائز قرار دے دیں تو اب وہ اس سے رجوع نہیں کرسکیں گے' لیکن اگر ورثاء ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کو برقرار نہیں رکھتے ہیں تو وصیت پر ایک تہائی مال تک عمل درآمد ہوگا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''ایک تہائی (مال کی وصیت کرسکتے ہو) ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے''۔

اس لئے کسی بھی شخص کے لیے ایک تہائی مال سے زیادہ کے بارے میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے البتہ اگر اس کے ورثاء اسے برقرار رکھیں تو حکم مختلف ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ وصیت کے حکم کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اکثر اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ وصیت کرنا مشروع ہے لیکن مستحب ہے یہ واجب نہیں ہے البتہ بعض حضرات کی رائے مختلف ہے۔

زہری کے بارے میں یہ بات روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے وصیت کو لازم قرار دیا ہے خواہ مرنے والے شخص کے پاس مال تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔ اسی طرح کی ایک روایت ابومجلز کے بارے میں نقل کی گئی ہے۔ اہل ظاہر مسروق قتادہ اور ابن جریر طبری یہ کہتے ہیں کہ ایسے قریبی رشتے دار جو وارث نہیں بنتے ہیں ان کے لیے وصیت کرنا واجب ہے۔

جبکہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا لازم ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''تم پر یہ بات لازم کی گئی ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو موت آنے والی ہو تو وہ اپنے والدین اور قریب کے رشتہ داروں کے لیے اچھی وصیت چھوڑ کر جائے''۔ (البقرہ:۱۸۰)

جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ وراثت سے متعلق آیت کے ذریعے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اسی طرح ایک مشہور حدیث میں یہ بات منقول ہے:

''(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:) اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا کر دیا ہے یاد رکھنا وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہوگی''۔

امام ترمذی امام ابوداؤد امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے ایک تہائی مال سے زیادہ مال کی وصیت کر دیتا ہے تو اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل امام ابن شبرمہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے خواہ میت کا کوئی بھی وارث موجود نہ ہو۔

جبکہ احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اگر میت کا کوئی وارث نہیں ہے یا کوئی وارث ہے؟ اور وہ مرحوم کے مرنے کے بعد اس کی

وصیت کو برقرار رہنے دیتا ہے' تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔

حسن بصری' شریک اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی ممانعت ورثاء کے حق کی وجہ سے ہے' تو جب کوئی وارث ہی موجود نہ ہوگا' تو اس کا حق بھی نہیں ہوگا' یا اگر وارث موجود ہو اور وہ اجازت دیدے تو یہ رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ مرحوم کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس وصیت کو برقرار رکھتے ہیں' انہوں نے یہ شرط اس لیے عائد کی ہے کہ زندگی میں اس کے ورثاء اس وصیت کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کرتے ہیں' تو اس بات کا اعتبار نہیں ہوگا کہ ایسی صورتِ حال میں یہ چیز حق کے ثابت ہونے سے پہلے ہے' کیونکہ ان ورثاء کا حق تو میت کے مرنے کے بعد ہی ثابت ہوگا' اس لیے اگر ایسی کوئی صورتِ حال پیش آ بھی جاتی ہے' تو میت کے مرنے کے بعد ان کے ورثاء کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے اس فیصلے سے رجوع کر لیں۔

امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام ابوثور' امام سفیان ثوری' حسن بن صالح' قاضی شریک' طاؤس' حکم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

ابن ابی لیلیٰ' ابن شہاب زہری' عطاء بن ابی رباح' حماد بن ابوسلیمان اور ربیعہ رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' ان لوگوں کو اب رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا خواہ انہوں نے وصیت کو برقرار رکھنے کا فیصلہ میت کے مرنے سے پہلے دیا ہو یا بعد میں دیا ہو' یہ بات علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔



كِتَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

قسم اور نذر کا بیان

بَابُ وَاَدْنٰى مَايُجْزِئُ فِيْ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ

باب 8: قسم کے کفارے میں کم از کم کتنی ادائیگی جائز ہے؟

737- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَفِّرُ عَنْ يَمِيْنِهٖ بِاِطْعَامِ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ اِنْسَانٍ مُدَّيْنِ حِنْطَةٍ وَّكَانَ يَعْتِقُ الْجَوَارِيَ اِذَا وَكَّدَ فِي الْيَمِيْنِ.

✧ ✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قسم کے کفارے میں دس مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور ایک مسکین کو گندم کا ایک مُد دیتے تھے اور جب وہ قسم میں تاکید پیدا کر دیتے تھے تو غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

•••———•••———•••

شرح: قسم توڑنے کے کفارے کے بارے میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' جو اس اوسط کے حساب سے ہوگا' جو تم اپنے اہل خانہ کو کھلاتے ہو یا انہیں پہننے کے لیے کپڑا فراہم کرنا ہے' یا ایک غلام آزاد کرنا ہے' جو شخص یہ نہ کر سکے وہ تین دن روزے رکھ لے''۔ (المائدہ:۸۹)

یہاں تین دن کے روزوں سے مراد لگا تار تین دن کے روزے رکھنا ہے' جیسا کہ قرأت میں بھی یہ لفظ مذکور ہے۔

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ آدمی یا مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا انہیں پہننے کے لیے کپڑا فراہم کر دے یا پھر غلام آزاد کرے اور جو شخص ان سے عاجز ہو' اس پر روزے لازم قرار دیئے گئے ہیں۔

جمہور کا یہی مذہب ہے' تاہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل یہ ہے کہ جو شخص تاکید کے ساتھ قسم اُٹھاتا ہے اور پھر اُسے توڑ دیتا ہے' تو اب اُس پر یا تو غلام آزاد کرنا لازم ہوگا یا دس آدمیوں کو کپڑا فراہم کرنا لازم ہوگا اور جو شخص اپنی قسم کے ساتھ تاکید کے طور پر لفظ استعمال نہیں کرتا' اُس پر صرف کھانا کھلانا لازم ہوگا' اگر وہ کھانا کھلانے کے قابل نہیں ہے' تو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرنا یا کپڑا فراہم کرنا زیادہ مشکل تاوان ہے اور اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس مشکل اور بڑے تاوان کو بڑے جرم کا بدلہ ہونا چاہیے اور ہلکے تاوان کو ہلکے جرم کا بدلہ ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وہ اپنی قسم کے ساتھ تاکید کا لفظ استعمال نہیں کرتا تو اُس کے کفارے میں کھانا کھلا دے گا اور جب تاکید کا لفظ استعمال کرتا ہے' تو وہ غلام آزاد کر دے گا۔ یہاں تاکید سے مراد یہ ہے کہ قسم کے الفاظ کو دو مرتبہ استعمال کیا جائے' اور دونوں مرتبہ یہ الفاظ ایک ہی معاملے میں استعمال کیے جائیں'

لیکن کتاب اللہ کے ظاہر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان تینوں صورتوں میں آدمی کو مطلق اختیار ہے کہ کسی بھی ایک صورت کے مطابق کفارہ دے سکتا ہے۔

روایت کے یہ الفاظ: گندم کا ایک مُد' اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں اس چیز کا اعتبار کیا جائے جو اُس شہر میں عام خوراک کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور یہ اصول حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت زید بن ثابت' قاسم بن محمد' عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسکین کو گندم کا ایک مُد دیا جائے گا یا پھر جو یا کھجور کا نصف صاع دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو یا کھجور کا ایک صاع دیا جائے گا' یا پھر اس کا نصف گندم دیدی جائے گی۔

یہاں اس بات کی وضاحت فائدے سے خالی نہیں ہوگی کہ مُد کی پیمائش کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

738-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ اِذَا اَعْطَوُا الْمَسَاكِيْنَ فِيْ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ اَعْطَوْا مُدًّا مِنْ حِنْطَةٍ بِالْمُدِّ الْاَصْغَرِ وَرَاَوْا اَنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُمْ.

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: میں نے لوگوں کو پایا ہے کہ جب وہ قسم کے کفارے میں لوگوں کو ادائیگی کرتے تھے' تو گندم کا ایک مُد دیا کرتے تھے وہ مُد جو چھوٹا ہوتا ہے' وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی طرف سے یہ ادائیگی کافی ہے۔

739-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِيَمِيْنٍ فَوَكَّدَهَا ثُمَّ حَنِثَ فَعَلَيْهِ عِتْقُ رَقَبَةٍ اَوْكِسْوَةُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ وَمَنْ حَلَفَ بِيَمِيْنٍ وَّلَمْ يُوَكِّدْهَا فَحَنِثَ فَعَلَيْهِ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ مُّدٌّمِّنْ حِنْطَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ.

قَالَ مُحَمَّدٌ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ غَدَآءً وَّعَشَآءً اَوْنِصْفُ صَاعٍ مِّنْ حِنْطَةٍ اَوْصَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْشَعِيْرٍ.

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص قسم اُٹھاتے ہوئے اس میں تاکید پیدا کرنے کے الفاظ استعمال کرتا ہے اور پھر اس قسم کو توڑ دیتا ہے' تو اب اس پر غلام آزاد کرنا لازم ہوگا' یا وہ دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے گا اور جو شخص قسم اُٹھاتے ہوئے اس میں تاکید کے الفاظ استعمال نہیں کرتا اور پھر اس کو توڑ دیتا ہے' تو اس پر دس مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہوگا' وہ ایک مسکین کو گندم کا ایک مُد ادا کرے گا اگر اس شخص کے پاس یہ گنجائش نہ ہو' تو وہ (قسم کے کفارے کے طور پر) تین دن روزہ رکھے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دس مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلانا ہوگا' یا گندم کا نصف صاع ادا کیا جائے گا' یا کھجور یا جو کا ایک صاع ادا کرنا ہوگا۔

740-اَخْبَرَنَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ السَّبِيْعِيِّ عَنْ يَرْفَاءَ مَوْلٰى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ

عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ يَا يَرْفَاءُ اِنِّي اَنْزَلْتُ مَالَ اللّٰهِ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ مَالِ الْيَتِيمِ اِنِ احْتَجْتُ اَخَذْتُ مِنْهُ فَاِذَا اَيْسَرْتُ رَدَدْتُهُ وَاِنِ اسْتَغْنَيْتُ اِسْتَعْفَفْتُ وَاِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ اَمْرًا عَظِيْمًا فَاِذَا اَنْتَ سَمِعْتَنِي اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَلَمْ اُمْضِهَا فَاَطْعِمْ عَنِّي عَشَرَةَ مَسَاكِيْنَ خَمْسَ اَصْوُعٍ بُرًّا بَيْنَ كُلِّ مِسْكِيْنَيْنِ صَاعٌ .

✦✦ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام یرفاء بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے یرفاء! میں نے اللہ تعالیٰ کے مال یعنی بیت المال کو اپنے لیے یتیم کے مال کی مانند قرار دیا ہے اگر مجھے اس کی ضرورت ہوگی تو میں اسے حاصل کرلوں گا اور جب میری ضرورت ختم ہو جائے گی تو میں اسے واپس کردوں گا اگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہوگی تو میں اسے استعمال کرنے سے گریز کروں گا میں مسلمانوں کے حوالے سے ایک عظیم ذمہ داری کا نگران بنا ہوں تو جب تم مجھے سنو کہ میں نے قسم اُٹھائی اور پھر وہ کام نہیں کیا تو تم میری طرف سے پندرہ صاع گندم دیدینا ہر دو مسکینوں کو ایک صاع دینا (یعنی ہر مسکین کو نصف صاع ادائیگی کرنا)۔

741-اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَبِيْ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ عَنْ يَرْفَاءَ غُلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ عُمَرَ قَالَ لَهُ اَنَّ عَلَيَّ اَمْرًا مِنْ اَمْرِ النَّاسِ جَسِيْمًا فَاِذَا رَاَيْتَنِي قَدْ حَلَفْتُ عَلٰى شَيْءٍ فَاَطْعِمْ عَنِّي عَشَرَةَ مَسَاكِيْنَ كُلَّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ .

✦✦ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام یرفاء بیان کرتے ہیں: اُن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں لوگوں کا نگران بنا ہوں تو جب تم دیکھو کہ میں نے کسی چیز کے بارے میں قسم اُٹھائی (اور اس کو توڑ دیا) تو تم میری طرف سے دس مسکینوں کو کھانا کھلا دینا تم ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع دینا۔

742-اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اَنْ يُكَفِّرَ عَنْ يَمِيْنِهِ بِنِصْفِ صَاعٍ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ .

✦✦ یسار بن نمیر بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت کی تھی کہ ان کی قسم توڑنے کے کفارے کے طور پر ہر مسکین کو نصف صاع ادائیگی کی جائے۔

743-اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْكَفَّارَاتِ فِيْهِ اِطْعَامُ الْمَسَاكِيْنِ نِصْفُ صَاعٍ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ .

✦✦ مجاہد فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کے کفارے میں مسکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس میں ایک مسکین کو نصف صاع ادائیگی کی جائے گی۔

بَابُ الرَّجُلُ يَحْلِفُ بِالْمَشْيِ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ

باب 9: جو شخص بیت اللہ پیدل چل کر جانے کی قسم اُٹھائے

744-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَمَّتِهِ اَنَّهَا حَدَّثَتْهُ عَنْ جَدَّتِهِ اَنَّهَا كَانَتْ جَعَلَتْ

عَلَيْهَا مَشْيًا اِلٰى مَسْجِدِ قُبَآءَ فَمَاتَتْ وَلَمْ تَقْضِهِ فَاَفْتَى ابْنُ عَبَّاسٍ ابْنَتَهَا اَنْ تَمْشِيَ عَنْهَا .

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر اپنی پھوپھی کے حوالے سے اپنی دادی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے مسجد قباء تک پیدل جانے کی نذر مانی' اسی دوران ان کا انتقال ہو گیا' انہوں نے اس نذر کو پورا نہیں کیا تھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خاتون کی صاحب زادی کو یہ حکم دیا کہ تم اس خاتون کی طرف سے پیدل چل کر جاؤ۔

•••——•••——•••

شرح: جو شخص خانہ کعبہ یا مسجد الحرام تک پیدل چل کر جانے کی قسم اُٹھاتا ہے' اس کے بارے میں علماء احناف نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ مجھ پر بیت اللہ تک' یا کعبہ تک' یا مکہ تک پیدل چل کر جانا لازم ہے' تو ایسے شخص پر پیدل چل کے جا کر حج کرنا یا عمرہ کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

امام مالک' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کوئی بھی چیز لازم نہ ہو' کیونکہ اُس نے پیدل چلنے کو لازم کیا ہے اور پیدل چلنا فی نفسہٖ عبادت نہیں ہے اور جو چیز فی نفسہٖ عبادت نہ ہو' اس کے بارے میں نذر ماننے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی' یعنی ایسی نذر لازم نہیں ہوتی ہے۔ لیکن استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعے کنایہ کے طور پر اپنے اوپر احرام لازم کرنے کا حکم شرعی طور پر ثابت ہو جائے گا اور یہ جملہ اس طرح ہوگا' جیسے وہ شخص یہ کہے: مجھ پر عمرے یا حج کا احرام باندھ کر پیدل چل کر جانا لازم ہے۔ یہ بات مُلا علی قاری نے بیان کی ہے' یہاں حدیث: ۷۴۴ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ نقل کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قبا تک جانے کی ترغیب (احادیث میں) موجود ہے' اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نیکی اور عبادت کی نیت سے وہاں جاتا ہے' اُسے اجر و ثواب حاصل ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کسی مرحوم پر پیدل چل کر جانے کی نذر لازم ہو' تو مرحوم کی طرف سے اس کی قضاء کی جا سکتی ہے' لیکن چاروں ائمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فتویٰ نہیں دیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے پیدل چل کر نہیں جا سکتا۔

اگر کوئی شخص مسجد نبوی' مسجد حرام اور مسجد بیت المقدس کے علاوہ کسی اور مسجد میں جانے کی نذر مانتا ہے' تو اب اس پر اس مسجد تک جانا لازم نہیں ہوگا' اگر وہ یہ نذر مانتا ہے کہ وہاں جا کر نماز ادا کرے گا' تو اب اس پر صرف نماز ادا کرنا لازم ہوگا' اس مسجد میں جا کر نماز پڑھنا لازم نہیں ہوگا' وہ جس جگہ بھی اُس نماز کو ادا کر لے گا اس کی نذر پوری ہو جائے گی' چونکہ نماز کسی ایک جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' اِس طرح کہ دوسری جگہ وہ ادا ہی نہ ہو سکتی ہو' اس لیے جگہ اس پر لازم نہیں ہوگی صرف نماز لازم ہوگی۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے' البتہ صرف لیث بن سعد کی رائے مختلف ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی مخصوص مقام پر نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے کی نذر مانتا ہے' تو اب اس پر یہ بات لازم ہوگی کہ اُسی جگہ پر وہ روزہ رکھے یا نماز ادا کرے اور جو

شخص کسی مسجد تک پیدل چل کر جانے کی نذر مانتا ہے اس پر اس مسجد تک پیدل چل کر جانا لازم ہوگا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں کسی بھی فقیہ نے ان کی موافقت نہیں کی ہے۔

745- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ حَبِيْبَةَ قَالَ قُلْتُ لِرَجُلٍ وَّاَنَا حَدِيْثُ السِّنِّ لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ يَقُوْلُ عَلَىَّ الْمَشْىُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَا يُسَمِّىْ نَذْرًا شَىْءٌ فَقَالَ الرَّجُلُ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ اُعْطِيَكَ هٰذَا الْجَرْوَ لِجَرْوٍ قِثَّاءٍ فِىْ يَدِهٖ وَتَقُوْلُ عَلَىَّ مَشْىٌ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقُلْتُ نَعَمْ فَقُلْتُهٗ فَمَكَثْتُ حِيْنًا حَتّٰى عَقَلْتُ فَقِيْلَ لِىْ اَنَّ عَلَيْكَ مَشْيًا اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ فَجِئْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ عَلَيْكَ مَشْىٌ فَمَشَيْتُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ جَعَلَ عَلَيْهِ الْمَشْىَ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ لَزِمَهُ الْمَشْىُ اِنْ جَعَلَهٗ نَذْرًا اَوْ غَيْرَ نَذْرٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✦ عبداللہ بن ابوحبیبہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص سے کہا: یہ ان دنوں کی بات ہے جب میری عمر کم تھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ پر بیت اللہ تک پیدل چل کر جانا لازم ہے اس شخص پر کچھ لازم نہیں ہوتا جبکہ اس نے لفظ نذر استعمال نہ کیا ہو۔ تو وہ شخص بولا: کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ میں تمہیں یہ ککڑی دیتا ہوں اس نے ہاتھ میں موجود ککڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: تم نے یہ کہنا ہے کہ مجھ پر بیت اللہ تک پیدل چل کر جانا لازم ہے میں نے کہا: ٹھیک ہے میں نے یہ جملہ کہہ دیا تھوڑی دیر گزرنے کے بعد مجھے سمجھ آئی مجھ سے یہ کہا گیا مجھ پر پیدل چلنا لازم ہو گیا ہے۔ تو میں پیدل چل کر گیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کہ جب کوئی بیت اللہ تک جانا لازم قرار دے تو اس پر پیدل چل کر جانا لازم ہوگا خواہ اس نے اس بات کو نذر کے لفظ کے ساتھ استعمال کیا ہو یا نذر کے بغیر کیا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ تم پر پیدل چلنا لازم ہے کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک حکم یہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اہل علم کے ایک گروہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اس کی مانند ایک روایت قاسم بن محمد کے حوالے سے بھی منقول ہے۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک اور روایت بھی نقل کی گئی ہے جو اس کے برخلاف ہے اس روایت کے مطابق ایسے شخص پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اس وقت تک جب تک وہ یہ نہیں کہتا کہ مجھ پر نذر کے طور پر بیت اللہ تک پیدل چل کر جانا لازم ہے یہ بات علامہ ابن عبدالبر نے بیان کی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: اس پر پیدل چل کر جانا لازم ہوگا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ اُس کو حج یا عمرہ بھی کرنا پڑے گا اور یہاں پر یہ حکم برابر ہے کہ اُس نے مطلق طور پر نذر کا لفظ استعمال کیا ہو یا مطلق طور پر استعمال نہ کیا ہو خواہ اس بارے میں اُس نے یہ کہا ہو کہ مجھ پر بیت اللہ تک پیدل چل کر جانا لازم ہے۔ یا یہ کہا ہو کہ کعبہ تک پیدل چل کر جانا لازم ہے یا یہ کہا ہو کہ مکہ تک پیدل

چل کر جانا لازم ہے اور اس بارے میں یہ بھی صورت برابر ہوگی کہ وہ اُس وقت مکہ میں موجود تھا یا مکہ سے باہر کہیں موجود تھا۔

ان تمام صورتوں میں اس پر حج اور عمرہ میں سے کوئی ایک پیدل چل کر ادا کرنا لازم ہوگا' چونکہ ان الفاظ کے ذریعے حج اور عمرے میں سے کسی ایک کو لازم کرنا عام متعارف ہے۔ اس صورت میں یہ لغوی اعتبار سے مجاز ہوگا' اور عرفی اعتبار سے حقیقت ہوگا' یا اسی طرح ہوگا جیسے وہ شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ مجھ پر حج کرنا یا عمرہ کرنا لازم ہے۔

اس کے برخلاف اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ پر مکہ تک جانا لازم ہے' یا بیت اللہ کی طرف جانا لازم ہے' یا مکہ کی طرف سفر کرنا لازم ہے یا اس کی طرف سوار ہو کر جانا لازم ہے' یا اُس کی طرف سفر کرنا لازم ہے' یا اس کی مانند کوئی اور لفظ استعمال کرتا' تو ایسی صورت میں اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ عام عرف میں ان الفاظ کے ذریعے حج یا عمرہ اپنے اوپر لازم نہیں کیے جاتے ہیں' اور سفر وغیرہ اصل عبادت نہیں ہوتا ہے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے اس مسئلے کے بارے میں فتح القدیر کے حوالے سے بعض مزید جزئیات کی وضاحت کی ہے' جن کو یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

بَابُ مَنْ جَعَلَ عَلٰى نَفْسِهِ الْمَشْىَ ثُمَّ عَجَزَ

باب 10: جس شخص نے خود پر پیدل چلنا لازم کر لیا پھر وہ عاجز ہو گیا

746-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اُذَيْنَةَ اَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ جَدَّةٍ لِّىْ عَلَيْهَا مَشْىٌ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَجَزَتْ فَاَرْسَلَتْ مَوْلًى لَّهَا اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ لِيَسْاَلَهٗ وَخَرَجْتُ مَعَ الْمَوْلٰى فَسَاَلَهٗ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ ثُمَّ لْتَمْشِ مِنْ حَيْثُ عَجَزَتْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدْقَالَ هٰذَا قَوْمٌ وَّاَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ مَارُوِىَ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ .

✧✧ عروہ بن اُذینہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی دادی کے ہمراہ نکلا' جس نے پیدل چل کر جانے کی نذر مانی تھی' راستے میں وہ مکے جانے کے قابل نہ رہی تو اس نے اپنے غلام کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا تھا کہ وہ ان سے یہ مسئلہ دریافت کرے' اس غلام کے ساتھ میں بھی چلا گیا۔ اس غلام نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اس عورت سے کہو کہ وہ جانور پر سوار ہو جائے اور بعد میں کبھی وہ اسی جگہ سے پیدل چل کر جائے' جہاں سے وہ پیدل چل کر جانے کے قابل نہیں رہی تھی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض افراد نے یہ قول پیش کیا ہے' ہمارے نزدیک پسندیدہ قول وہ ہے' جو حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ (وہ درج ذیل ہے)

747-اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ حَجَّاجٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ نَّذَرَ اَنْ يَّحُجَّ مَاشِيًا ثُمَّ عَجَزَ فَلْيَرْكَبْ وَلْيَحُجَّ وَلْيَنْحَرْ بَدَنَةً وَّجَآءَ عَنْهُ فِىْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ وَيُهْدِىْ هَدْيًا

فَبِهٰذَا نَاْخُذُ يَكُوْنُ الْهَدْىُ مَكَانَ الْمَشْيِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ ابراہیم نخعی' حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: جو شخص یہ نذر مانتا ہے کہ وہ حج کے لیے پیدل چل کر جائے گا اور پھر وہ پیدل چل کر جانے کے قابل نہیں ہوتا تو پھر وہ سوار ہو کر حج کر لے اور جانور کو قربان کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات بھی منقول ہے کہ وہ شخص قربانی کا جانور ساتھ لے کر جائے۔

ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ قربانی کے جانور کو اس کے پیدل چلنے کی جگہ قرار دیدیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

748- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ عَلَيَّ مَشْيٌ فَاَصَابَتْنِىْ خَاصِرَةٌ فَرَكِبْتُ حَتّٰى اَتَيْتُ مَكَّةَ فَسَاَلْتُ عَطَاءَ بْنَ اَبِىْ رَبَاحٍ وَّغَيْرَهٗ فَقَالُوْا عَلَيْكَ هَدْىٌ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَاَمَرُوْنِىْ اَنِ امْشِ مِنْ حَيْثُ عَجَزْتَ مَرَّةً اُخْرٰى فَمَشَيْتُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِقَوْلِ عَطَاءٍ نَاْخُذُ يَرْكَبُ وَعَلَيْهِ هَدْىٌ لِّرُكُوْبِهٖ وَلَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ يَّعُوْدَ .

✦✦ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں پیدل چل کر جاؤں گا' تو میری کمر میں درد شروع ہو گیا' میں جانور پر سوار ہو گیا اور مکہ پہنچ گیا' میں نے عطاء بن ابی رباح اور دیگر افراد سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: تم پر لازم ہے کہ تم قربانی کرو' جب میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا' تو لوگوں نے مجھے ہدایت کی۔ تم جہاں سے عاجز آ گئے تھے' وہیں سے بعد میں کبھی پیدل چل کر چلے جانا' تو میں بعد میں پیدل چل کر گیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم عطاء بن ابی رباح کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ایسا شخص سوار ہو جائے گا اور اپنی نذر کے لیے جانور قربان کر دے گا' اس پر دوبارہ چل کر جانا لازم نہیں ہوگا۔

•••——•••——•••

شرح: اس باب میں حدیث: ۷۴۷ میں جو یہ لفظ استعمال ہوا ہے کہ اس شخص کو بدنہ قربان کرنا چاہیے۔ اس کے بارے میں احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بدنہ یعنی اونٹ یا گائے قربان کرنے کی قدرت رکھتا ہو' پھر بھی وہ بکری قربان کر سکتا ہے' بلکہ احناف کے نزدیک تو واجب ہی بکری کی قربانی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی صحیح قول یہی ہے۔

احناف کے نزدیک راجح قول کے مطابق ایسی صورت میں قسم کا کفارہ دینا لازم ہوگا' اگر کوئی شخص بیت اللہ تک پیدل چل کر جانے کی نذر مانتا ہے' تو اب اس پر یہ لازم ہوگا کہ اب وہ اپنی نذر کو پورا کرے۔ امام مالک' امام اوزاعی' امام شافعی' ابوعبید اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' ہمارے علم کے مطابق اس مسئلے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسے شخص پر دم دینا لازم ہوگا' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے شخص پر ہدی دینا لازم ہوگا' خواہ وہ پیدل چلنے کی قدرت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ شخص پیدل چل کر جانے کی قدرت رکھتا ہے' تو اس پر پیدل چل کر جانا ہی لازم ہوگا' اگر وہ سوار ہو جاتا ہے' تو اُس کی نذر پوری نہیں ہوگی' لیکن حج کے بارے میں نص سے یہ بات ثابت ہے۔ (کہ پیدل چل کر جانے والا شخص اگر سوار ہو جائے' تو اس کی نذر پوری ہو جاتی ہے) اس لیے اس نص پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

یہاں نص سے مراد وہ روایت ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے مستند سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل چل کر جائے گی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہ ہدایت کی کہ وہ سوار ہو کر جائے اور قربانی کا جانور ساتھ لے جائے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ حج کے لیے پیدل جائے گی' اُس خاتون سے یہ کہا گیا کہ آپ ایسا نہیں کر سکیں گی (جب حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے' اُسے چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور قربانی کا جانور ساتھ لے کر جائے''۔

بَابُ الْاِسْتِثْنَآءُ فِی الْیَمِیْنِ

باب 11: قسم میں استثناء پیدا کرنا

749- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ مَنْ قَالَ وَاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ لَمْ يَفْعَلِ الَّذِىْ حَلَفَ عَلَيْهِ لَمْ يَحْنَثْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَاِذَا قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَوَصَلَهَا بِيَمِيْنِهٖ فَلَاشَىْءَ عَلَيْهِ وَهُوَقَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کہ جو شخص یہ کہے: اللہ کی قسم! اور اس کے بعد انشاء اللہ بھی کہہ دے' پھر وہ کام نہ کرے جس کی اس نے قسم اُٹھائی تھی' تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب کوئی شخص قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہہ دے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی قسم اٹھاتا ہے کہ میں ایسا نہیں کروں گا اور پھر بعد میں وہ اُس کام کو کر لیتا ہے' تو ایسا شخص قسم توڑنے والا شمار ہوتا ہے اور اس پر قسم توڑنے کا کفارہ دینا لازم ہوتا ہے' لیکن اگر کوئی شخص قسم اُٹھانے کے ساتھ استثناء بھی کر لیتا ہے' یعنی انشاء اللہ کہہ دیتا ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں ایسا نہیں کروں گا اور بعد میں وہ ایسا کر لیتا ہے' تو کیا وہ قسم توڑنے والا شمار

ہوگا یا نہیں ہوگا؟ یعنی اس پر قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہوگا یا نہیں ہوگا؟
اس بات پر تمام علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ استثناء کے ہمراہ قسم منعقد ہو جاتی ہے' لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ قسم کے الفاظ کے ساتھ ہی استعمال کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت یہ ہے کہ آدمی کو ہمیشہ استثناء کرنے کا حق حاصل رہتا ہے' تاہم بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ کی یہ مراد نہیں ہے کہ استثناء کے نتیجے میں قسم ٹوٹنے کا حکم اُٹھ جاتا ہے' یا کفارے کا حکم ساقط ہو جاتا ہے' جہاں تک طلاق یا غلام آزاد کرنے یا اس کے علاوہ دیگر معاملات کا تعلق ہے' یعنی جو چیزیں قسم سے تعلق رکھتی ہیں' ان میں استثناء کا حکم ہے' تو اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ ان صورتوں میں بھی اللہ کے نام کی قسم اُٹھانے کی طرح استثناء درست ہے' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: استثناء صرف ''یمین'' میں درست ہوتا ہے۔
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مختلف طرح کی روایات نقل کی گئی ہیں' ایک قول کے مطابق ان کے نزدیک طلاق اور غلام آزاد کرنے کے علاوہ ہر یمین میں استثناء درست ہے۔ تاہم ان سے اکثر روایات یہی نقل کی گئی ہیں' کہ ان دونوں صورتوں میں انہوں نے توقف اختیار کیا ہے۔
ایک روایت کے مطابق وہ اس بات کے قائل ہیں' کہ آدمی کو ان دونوں صورتوں میں استثناء کا حق حاصل نہیں ہوگا' یعنی اس صورت میں ان کی رائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کے مطابق ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے استثناء میں تاخیر جائز ہونے کے بارے میں جو روایت نقل کی گئی ہے' شاید نقل ہونے کے اعتبار سے یہ مستند نہیں ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَمُوْتُ وَعَلَيْهِ نَذْرٌ

باب 12: جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ نذر لازم ہو

750–اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ ابْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّىْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَّمْ تَقْضِهِ قَالَ اِقْضِهِ عَنْهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ مَا كَانَ مِنْ نَذْرٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ حَجٍّ قَضَاهَا عَنْهَا اَجْزَاَ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا: میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے' ان کے ذمے نذر لازم تھی جسے انہوں نے پورا نہیں کیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم وہ اُن کی طرف سے پوری کر دو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو بھی نذر یا صدقہ یا حج کسی شخص پر لازم تھا' وہ اس مرحوم کی طرف سے ادا کیا جا سکتا ہے' ایسا کرنا جائز ہوگا اگر اللہ نے چاہا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں متن کے یہ الفاظ "تم اُس کی طرف سے اُس نذر کو پورا کرو" کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہاں امر کا صیغہ استحباب کے لیے ہے' وجوب کے لیے نہیں ہے' جبکہ اہل ظاہر اس بات کے قائل ہیں' کہ یہ وجوب کے لیے ہے۔

وہ یہ کہتے ہیں' کہ نذر خواہ مالی ہو یا جسمانی عبادت سے متعلق ہو' اُسے پورا کرنا لازم ہے' جبکہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں' کہ مالی عبادت سے متعلق نذر کو میت کی طرف سے ادا کیا جا سکتا ہے' صرف جسمانی عبادات میت کی طرف سے ادا نہیں کی جا سکتی ہیں۔

اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے:

"کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا اور کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز ادا نہیں کر سکتا"۔

اس روایت کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "سنن کبریٰ" میں نقل کیا ہے' اسی طرح اس روایت کو امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

پھر ان حضرات کے درمیان اس مسئلے میں ایک ذیلی صورت یہ ہے کہ اگر مرحوم نے نذر کے متعلق وصیت کی ہو' تو اب ورثاء پر اس مرحوم کے ایک تہائی مال میں سے اُس نذر کو پورا کرنا لازم ہوگا لیکن اگر اُس نے نذر پورا کرنے کی وصیت نہیں کی تھی' تو اُن پر اُس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہوگا۔

لیکن اگر وہ بھلائی کے طور پر اُس نذر کو پورا کر دیتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ اُسے قبول کر لے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ ایسا کرنا جائز ہوگا' اس سے مراد یہ ہے کہ نذر ماننے والے کے ذمے سے وہ چیز ساقط ہو جائے گی' اگر اللہ نے چاہا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مرحوم نے وصیت نہیں کی تھی' تو ایسا کرنا جائز ہے اور اس کی تائید صحیح بخاری میں منقول اُس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے' جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

"وہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بہن نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی اور پھر حج کرنے سے پہلے اُس کا انتقال ہو گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اُس کے ذمے کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اُسے ادا کرتے' اُس شخص نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم اسے بھی ادا کر دو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اُسے ادا کر دیا جائے"۔

جمہور اس بات کے قائل ہیں' کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اُس کے ذمے کوئی مالی نذر لازم ہو' تو اُس مرحوم کے مال میں سے اسے پورا کرنا لازم ہے' اگرچہ مرحوم نے اُسے پورا کرنے کی وصیت نہ کی ہو' البتہ اگر اُس نے وہ نذر مرض الموت کے

اُن کی تھی تو اب وہ اُس کے اصل مال کے ایک تہائی حصے میں سے پوری کی جائے گی۔
دوران فقہائے مالکیہ اور احناف نے یہ شرط عائد کی ہے کہ مرحوم نے اس کے بارے میں وصیت کی ہو تو پورا کرنا لازم ہوگا' جبکہ جمہور نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے واقعے کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' لیکن اس بات کا احتمال موجود ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے ترکے میں سے یا ویسے ہی نفلی طور پر اُس کو پورا کیا ہو۔

بَابُ مَنْ حَلَفَ اَوْنَذَرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ

باب 13: جو شخص کسی گناہ کے کام کے بارے میں قسم اُٹھاتا ہے یا نذر مانتا ہے

751- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَهُ فَلَايَعْصِهِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِيَةٍ وَلَمْ يُسَمِّ فَلْيُطِعِ اللّٰهَ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

✦✦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کی نذر مانتا ہے' تو وہ فرمانبرداری کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانتا ہے' تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانتا ہے' اور اُس نے اس کا تعین نہ کیا ہو' تو وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

حدیث 751: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروايةيحيیٰ بن يحيیٰ المصمودی' كتاب النذور والأيمان' باب ما لا يجوز من النذور فی معصية الله - حديث: 1016اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الأيمان والنذور' باب النذر فی الطاعة - حديث: 6329اخرجه الترمذی فی "سننه"، ابواب النذور والأيمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب من نذر أن يطيع الله فليطعه' حديث: 1486اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الأيمان والنذور' باب ما جاء فی النذر فی المعصية - حديث: 2878اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الكفارات' باب النذر فی المعصية - حديث: 2123اخرجه الدارمی فی "سننه"، ومن كتاب النذور والأيمان' باب لا نذر فی معصية الله - حديث: 2300اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب النذور' ذكر البيان بأن النذر إذا كان لله فيه معصية ليس علي - حديث: 4453اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب الأيمان والنذور' النذر فی الطاعة - حديث: 3766اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، كتاب النذور' النذر فی الطاعة - حديث: 4613مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضی الله عنها' حديث: 23548اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الأيمان والنذور والكفارات' من قال لا نذر فی معصية الله - حديث: 13709اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، كتاب الأيمان والنذور' باب : الرجل ينذر وهو مشرك نذرا ثم يسلم - حديث: 3103ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب النذور' باب ما يوفی به من النذور , وما لا يوفی - حديث: 18683ذكره البيهقی فی "معرفة السنن والآثار"، الأيمان والنذور' من نذر نذرا فی معصية الله جل وعز - حديث: 5997مسند الشافعی - ومن كتاب البحيرة والسائبة' حديث: 1454

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کوئی قسم اُٹھاتا ہے یا کوئی نذر مانتا ہے' تو اُس پر اُس قسم یا نذر کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے' لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ اُس نے جس مسئلے کے بارے میں نذر مانی ہے یا قسم اُٹھائی ہے' وہ کام شرعی طور پر جائز ہونا چاہیے' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق کسی بھی کام کے بارے میں نذر ماننے یا حلف اُٹھانے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر ماننے کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مان لیتا ہے کہ میں اپنے ماں باپ کے ساتھ بات چیت نہیں کروں گا یا نماز نہیں پڑھوں گا' تو اس طرح کی نذر میں آدمی پر یہ بات لازم ہے کہ وہ گناہ کے کام کا ارتکاب نہ کرے بلکہ اُس نے جو نذر مانی تھی یا جو قسم اُٹھائی تھی اُس کی مخالفت کرے اور اُس چیز کے مطابق عمل کرے جو اُس کے پروردگار نے اُسے حکم دیا ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ کسی مباح کام کے بارے میں جب نذر مان لی جائے' تو اب اُس کام کو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور وہ اپنی نذروں کو پورا کریں''۔(الحج:۲۹)

امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: اس بات پر اجماع ہے کہ معصیت کے بارے میں نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے' اس کی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق کوئی نذر مانے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے' اگر کوئی شخص معصیت سے متعلق کوئی نذر مان لیتا ہے' تو اب اُس نذر ماننے والے شخص پر قسم توڑنے کا کفارہ دینا لازم ہوگا اور اب وہ اپنی نذر کو پورا نہیں کرے گا۔

یہ حکم حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت جابر' حضرت عمران بن حصین' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم کے حوالے سے منقول ہے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما' اُن کے اصحاب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی گئی ہے' جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کے نزدیک ایسی صورت میں اُس شخص پر کفارہ دینا لازم نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص یہ نذر مانتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا' تو اُس شخص پر کفارہ لازم نہیں ہوگا اور یہ چیز اسی مفہوم کی حامل ہے (یعنی اس میں معصیت کا مفہوم پایا جاتا ہے)۔

اسی کی مانند روایت' مسروق رحمۃ اللہ علیہ' امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

752- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ یَقُوْلُ اَتَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَتْ اِنِّیْ نَذَرْتُ اِنْ اَنْحَرَ ابْنِیْ فَقَالَ لَا تَنْحَرِیْ ابْنَكِ وَكَفِّرِیْ عَنْ یَمِیْنِكِ فَقَالَ شَیْخٌ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ كَیْفَ یَكُوْنُ فِیْ هٰذَا كَفَّارَۃٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرَءَیْتَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ وَالَّذِیْنَ یُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ جَعَلَ فِیْهِ مِنَ الْكَفَّارَۃِ مَا قَدْ رَاَیْتَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَاْخُذُ وَهٰذَا مِمَّا وَصَفْتُكَ اَنَّهٗ مَنْ حَلَفَ اَوْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِیَۃٍ فَلَا یَعْصِیَنَّ وَلْیُكَفِّرَنَّ عَنْ یَمِیْنِهٖ ۔

✦✦ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں: ایک عورت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئی اور بولی: میں نے یہ نذر مانی ہے کہ میں اپنے بیٹے کو قربان کردوں گی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو قربان نہ کرو' بلکہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔

اُس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک بڑی عمر کا آدمی بیٹھا ہوا تھا' اس نے دریافت کیا: کفارے کی ادائیگی کیسے لازم ہوگی؟ (کیونکہ گناہ کے کام میں نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی) تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کرتے ہیں"۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کفارے کی ادائیگی مقرر کی ہے' جس سے تم واقف ہو۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ وہی بات ہے' جو میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں' جو شخص گناہ کے کسی کام کے بارے میں نذر مانتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔

•••——•••——•••

شرح: مذکورہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُس بزرگ کو جو جواب دیا ہے' اُس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس بات کو ثابت کرنا چاہ رہے ہیں' کہ معصیت اور کفارے کے وجوب کے درمیان منافات نہیں پائی جاتی ہیں' کیونکہ عرفی اور شرعی اعتبار سے ظہار کرنا ایک قبیح فعل ہے' جس کی مذمت سورۃ المجادلہ آیت نمبر ۲ میں موجود ہے۔

لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد والی آیت میں اس کا کفارہ بھی مقرر کر دیا ہے اور وہ غلام آزاد کرنا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص معصیت کے بارے میں نذر مان لیتا ہے' تو اگرچہ شرعی اعتبار سے یہ ممنوع ہے' لیکن اس میں قسم توڑنے کا کفارہ لازم آ جائے گا۔

753- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ سُهَیْلِ ابْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَلْیُكَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَلْیَفْعَلْ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص قسم اُٹھاتا ہے اور اس کے برعکس صورت حال کو اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے کے وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی قسم توڑنے کے بعد اُس کا کفارہ ادا کرے اگر کوئی شخص کفارہ پہلے ادا کر دیتا ہے اور بعد میں قسم توڑتا ہے تو ہمارے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ واجب ہونے کا سبب قسم کو توڑنا ہے قسم توڑنے کا ارادہ کرنا نہیں ہے' یا محض قسم اُٹھانا نہیں ہے' کیونکہ قسم اُٹھائی اس لیے جاتی ہے کہ اُسے پورا کیا جائے گا' اس لیے نہیں اُٹھائی جاتی کہ اُسے توڑ دیا جائے گا۔

اصول یہ ہے کہ کسی بھی چیز کو اُس کے سبب سے پہلے نہیں رکھا جاسکتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جو شخص مالی اعتبار سے کفارہ دینا چاہتا ہے' وہ قسم توڑنے سے پہلے بھی دے سکتا ہے' البتہ روزے رکھنے کی قسم والا کفارہ قسم توڑنے سے پہلے نہیں دیا جاسکتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے اس کا کفارہ ادا کر دینا جائز ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

اس بات پر حیرانگی ہوتی ہے کہ جن حضرات کے نزدیک سال پورا گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے' وہ کیسے اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں' کہ کوئی شخص پورا سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دے۔

جبکہ اس بارے میں آثار اور روایات بھی منقول نہیں ہیں' جبکہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے کے بارے میں روایات بھی موجود ہیں' لیکن یہ لوگ ان روایات کو نہیں مانتے ہیں' اس بارے میں حجت سنت ہوگی اور جو شخص اس کے برخلاف فیصلہ دے گا' اُس کا قول معتبر نہیں ہوگا۔

لیکن یہاں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو غلط فہمی ہوئی ہے' کیونکہ وہ احناف کے اصول سے واقف نہیں ہیں۔

احناف کے نزدیک سال کا گزرنا زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کا سبب ہے' زکوٰۃ واجب ہونے کا سبب نہیں ہے۔

زکوٰۃ واجب ہونے کا سبب نصاب کا مالک بن جانا ہے۔

احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ آدمی جب تک نصاب کا مالک نہیں بن جاتا' اُس وقت تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا لیکن جب وہ نصاب کا مالک بن جاتا ہے' تو پھر ایک سال گزرنے سے پہلے اور مالک بن جانے کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے لیے

لیکن قسم توڑنے کا حکم مختلف ہے کیونکہ وہ کفارہ واجب ہونے کا سبب ہے کفارے کی ادائیگی کا سبب نہیں ہے کہ آپ اُسے پہلے ادا کرنا جائز قرار دیدیں۔

بَابُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ

باب 14: جوشخص اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے اور کسی کی قسم اُٹھائے

754- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ لَا وَاَبِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ ثُمَّ لِيَبَرَّ اَوْلِيَصْمُتْ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّحْلِفَ بِاَبِيْهِ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ ثُمَّ لِيَبَرَّ اَوْلِيَصْمُتْ ۔

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے باپ کی قسم! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع کر دیا ہے کہ تم لوگ اپنے باپ کے نام کی قسم اُٹھاؤ، جس شخص نے قسم اُٹھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم اُٹھائے پھر اس قسم کو پورا کرے یا پھر وہ خاموش رہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کسی بھی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ کے نام کی قسم اُٹھائے۔ جس شخص نے بھی قسم اُٹھانی ہے وہ اللہ کے نام کی قسم اُٹھائے گا، پھر اس قسم کو پورا کرے گا، اگر پورا نہیں کر سکتا تو وہ خاموش رہے گا۔

•••——•••——•••

شرح: اس بات پر فقہاء کے مابین اتفاق پایا جاتا ہے کہ اللہ کے نام کے علاوہ اور کسی کی قسم اُٹھانے سے شرعی طور پر قسم لازم نہیں ہوتی یعنی اگر کوئی شخص ایسی قسم کو توڑ دیتا ہے تو اُس پر کفارے کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

اس روایت میں باپ کے نام کی قسم اُٹھانے کا جو تذکرہ کیا گیا ہے یہ زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق ہے، بعد میں اس سے منع کر دیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے باپ دادا کے نام کی قسم اُٹھانے سے منع کر دیا ہے"

یہ یا تو اُس زمانے کے رواج کے حساب سے ہے یا پھر اُس خاص پس منظر کے حساب سے ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس وقت اپنے باپ دادا کے نام کی قسم اُٹھا رہے تھے۔

تاہم حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کے نام کی بھی قسم اُٹھانا درست نہیں ہے۔
اور پوری وہی قسم کی جائے گی جو اللہ کے نام پر اُٹھائی گئی ہو۔

بَابُ الرَّجُلِ يَقُوْلُ مَالُهُ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ

باب 15: جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا مال خانہ کعبہ کے خزانے کے لیے وقف ہے

755- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى مِنْ وُّلْدِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحَجَبِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ فِيْمَنْ قَالَ مَالِىْ فِىْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ يُكَفِّرُ ذٰلِكَ بِمَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدْ بَلَغَنَا هٰذَا عَنْ عَائِشَةَ وَاَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ يَّفِىَ بِمَا جَعَلَ عَلٰى نَفْسِهٖ فَيَتَصَدَّقُ بِذٰلِكَ وَيُمْسِكُ مَايَقُوْتُهٗ فَاِذَا اَفَادَ مَالًا تَصَدَّقَ بِمِثْلِ مَا كَانَ اَمْسَكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ منصور بن عبدالرحمٰن اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا مال خانہ کعبہ کے خزانے کے لیے وقف ہے تو وہ اس جملے کا وہی کفارہ ادا کرے گا جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت ہم تک پہنچی ہے۔
ہمارے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ جس شخص نے یہ چیز لازم کی ہے وہ اُسے پورا کرے اور اس مال کو صدقہ کردے وہ اپنے پاس صرف اپنی ضروری خوراک کے لیے رکھے بعد میں اگر اس کے پاس اور مال آ جائے تو اتنے ہی مال کو صدقہ کردے جتنا مال اس نے پہلے اپنے لیے لیا تھا۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: جو شخص یہ کہتا ہے کہ اُس کا مال خانہ کعبہ کے خزانے میں جمع کروادیا جائے اُس کے حکم کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔
اس مسئلے کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات روایت کی گئی ہے کہ اُنہوں نے بھی اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا تھا لیکن بعد میں اُنہوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا اور یہ رائے دی تھی کہ ایسے شخص پر کوئی بھی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔
جیسا کہ علامہ الباجی نے ''المدونہ'' کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

بَابُ اللَّغْوِ مِنَ الْاَيْمَانِ

باب 16: لغوقسم کا بیان

756- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَغْوُ الْيَمِيْنِ قَوْلُ الْاِنْسَانِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اللَّغْوُ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ وَهُوَ يَرٰى اَنَّهُ حَقٌّ فَاسْتَبَانَ لَهُ بَعْدُ اَنَّهُ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَهٰذَا مِنَ اللَّغْوِ عِنْدَنَا.

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ لغوقسم سے مراد انسان کا یہ کہنا ہے: نہیں! اللہ کی قسم! ہاں! اللہ کی قسم!

●● امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ لغوقسم سے مراد یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کے بارے میں قسم اُٹھاتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات ٹھیک ہے' لیکن بعد میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صورتِ حال اس سے مختلف تھی' ہمارے نزدیک یہ چیز لغوقسم شمار ہوگی۔

•••——•••——•••

شرح: لغوقسم کی تاویل وتشریح کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغوقسموں کے بارے میں تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا''۔ (البقرہ:۲۲۵)

اس بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ غصے کی حالت میں کوئی قسم اُٹھا لیتے ہیں۔

سعید بن منصور' عبد بن حمید' ابن المنذر' ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے یہ تاویل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اس کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کسی گناہ کے کام کے بارے میں حلف اُٹھانا ہے' جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا یا بھلائی کا کام نہیں کرے گا۔

اس تشریح کو وکیع' امام عبدالرزاق' ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اُس چیز کو حرام قرار دیدیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال قرار دی ہے۔

اس کو ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کسی چیز کے بارے میں قسم اُٹھاتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مواخذہ نہیں کرے گا' البتہ کفارے کی ادائیگی لازم ہوگی' اُس وقت جب انسان کو وہ چیز یاد آ جاتی ہے۔

یہ وضاحت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

پانچواں قول یہ ہے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک مختار قول ہے کہ لغو سے مراد یہ ہے کہ آپ کسی چیز کے بارے میں قسم اُٹھاتے ہیں' یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ قسم سچی ہے حالانکہ درحقیقت وہ قسم جھوٹی ہو' تو ایسی صورت میں کوئی مواخذہ نہیں ہوگا' کوئی کفارہ نہیں ہوگا' کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

یہ روایت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے۔

اس روایت کو عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول روایت کو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت کو ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کو ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں چھٹا قول یہ ہے کہ لغو قسم سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے محاورے میں تکیہ کلام کے طور پر یہ کہے: اللہ کی قسم! اس طرح ہوا' اللہ کی قسم! اس طرح نہیں ہوا۔ حالانکہ اُس کا قصد اور ارادہ قسم اُٹھانے کا نہ ہو۔

اس تشریح کو وکیع' امام شافعی' امام عبدالرزاق' عبد بن حمید' امام بخاری' ابن المنذر' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جبکہ سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابوشیخ نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح کی ایک روایت ''مرفوع'' حدیث کے طور پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

اس روایت کو ابن جریر' ابن حبان' ابن مردویہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

لغو قسم کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اُٹھائے' اس جیسے معاملے کے بارے میں جس کے بارے میں اُسے یہ گمان ہو کہ اُس نے جو قسم اُٹھائی ہے' وہ معاملہ ویسا ہی ہوگا اور بعد میں یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ معاملہ ویسا نہیں تھا۔

اس بارے میں یہ صورت برابر ہوگی کہ آدمی نے اُس کا قصد کیا ہو یا اُس کا قصد نہ کیا ہو' بلکہ صرف اُس کی زبان سے وہ بات نکل گئی ہو۔

البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ماضی اور حال کے بارے میں اس طرح کی قسم اُٹھائی جا سکتی ہے۔

جبکہ امام احمد بن حنبل اس بات کے قائل ہیں' کہ اس کا تعلق صرف ماضی کے ساتھ ہوگا۔
اس بات پر تینوں ائمہ کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں آدمی نہ تو گناہ گار ہوتا ہے اور نہ ہی اُس پر کفارہ کی ادائیگی لازم ہوتی

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ لغو قسم سے مراد یہ ہے کہ آدمی (تکیہ کلام کے طور پر) یہ کہے: نہیں! اللہ کی قسم! ہاں! اللہ کی قسم! اور اُس کا ارادہ قسم اُٹھانے کا نہ ہو۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لغو قسم وہ ہوتی ہے کہ جب تک آدمی اُس کو پختہ نہیں کر لیتا اور یہ وہ کلمات ہیں جو قسم کے لیے استعمال ہوتے ہیں' لیکن اگر آدمی اپنے عام محاورے کے اعتبار سے یا غصے میں زبان سے کسی قصد کے بغیر ہی ادا کر دیتا ہے' تو اس بارے میں ماضی یا مستقبل کا حکم برابر ہوگا۔
ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



كِتَابُ الْبُيُوْعِ فِى التِّجَارَاتِ وَالسَّلَمِ

کتاب: تجارت میں خرید وفروخت اور بیع سلم کا بیان

بَابُ بَيْعُ الْعَرَايَا

باب 1: عرایا کی بیع

757-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ اَنْ يَّبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا ۔

✧✧ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایہ کے مالک کو اندازے کے ذریعے اُسے فروخت کرنے کی اجازت دی تھی۔

•••———•••———•••

شرح: لفظ عرایا' عریہ کی جمع ہے' جس کا مطلب کھجور کا وہ درخت ہے' جس کے کچھ پھل کو ہبہ کر دیا گیا ہو۔

عریہ کی تعریف اور اُس کی جزئیات کے بارے میں فقہاء کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس بارے میں پہلا اختلاف تو اس مسئلے میں ہے کہ اس رخصت کا بنیادی سبب کیا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس عریہ میں رخصت دی گئی ہے' کیا وہ ہبہ شمار ہوگا یا نہیں ہوگا؟

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عریہ کو فروخت کیا جاتا ہے' تو کیا اُس کے سودے میں نقد ادائیگی شرط ہوگی۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ عریہ کا محل کیا ہوگا؟ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف کھجور اور انگور میں عریہ ہو سکتا ہے۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر ایسے پھل میں عریہ ہو سکتا ہے' جو خشک ہو سکے اور اُسے ذخیرہ کیا جا سکے۔

عریہ کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ میں موجود کھجور کے کچھ درختوں کو ہبہ کر دیتا ہے اور بعد میں پھر وہ اس حوالے سے زحمت

حدیث 757: اخرجه مالك فى "المؤطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودى' كتاب البيوع' باب ما جاء فى بيع العرية - حديث: 1299اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب بيع المزابنة - حديث: 2098اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب تحريم بيع الرطب بالتمر إلا فى العرايا - حديث: 2920اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب البيع المنهى عنه - ذكر البيان بأن العرية التى رخص فيها هى بيع بعض الرطب' حديث: 5078مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' حديث زيد بن ثابت - حديث: 21100مسند الشافعى - ومن كتاب البيوع' حديث: 651السنن المأثورة للشافعى - باب فى البيوع' حديث: 197ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب البيوع' جماع أبواب الربا - باب بيع العرايا' حديث: 9989ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب البيوع' باب بيع العرايا - حديث: 3507

محسوس کرتا ہے کہ جس پھل کو اس نے ہبہ کیا ہے اُسے توڑنے کے لیے جو شخص آئے گا اُس کی وجہ سے اُسے اُلجھن کا سامنا کرنا پڑے گا تو ایسی صورت میں وہ ہبہ شدہ اُن درختوں کے عوض میں کچھ کھجوریں دیدیتا ہے جو اندازے کے ساتھ ہوتی ہیں۔

یہاں فقہاء کے مابین اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ سودا کرنا اُس شخص کے لیے جائز ہوگا جس نے وہ کھجوریں ہبہ کی نہیں یا کوئی بھی شخص ایسا کرسکتا ہے؟



758- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ اَنَّ اَبَاسُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ اَبِى اَحْمَدَ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِى بَيْعِ الْعَرَايَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَوْفِىْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ لَايَدْرِىْ اَقَالَ خَمْسَةَ اَوْفِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَذَكَرَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ اَنَّ الْعَرِيَّةَ اِنَّمَاتَكُوْنُ اَنَّ الرَّجُلَ يَكُوْنُ لَهُ النَّخْلُ فَيُطْعِمُ الرَّجُلَ مِنْهَا ثَمَرَةَ نَخْلَةٍ اَوْ نَخْلَتَيْنِ يَلْقُطُهَا لِعِيَالِهٖ ثُمَّ يَثْقُلُ عَلَيْهِ دُخُوْلُهٗ حَائِطَهٗ فَيَسْاَلُهٗ اَنْ يَّتَجَاوَزَلَهٗ عَنْهَا عَلٰى اَنْ يُّعْطِيَهٗ بِمَكِيْلَتِهَا تَمْرًا عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَهٰذَا كُلُّهٗ لَابَاْسَ بِهٖ عِنْدَنَا لِاَنَّ التَّمْرَ كُلَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّلِ وَهُوَ يُعْطِىْ مِنْهُ مَاشَاءَ فَاِنْ شَاءَ سَلَّمَ لَهٗ تَمْرَ النَّخْلِ وَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُ بِمَكِيْلَتِهَا مِنَ التَّمْرِ لِاَنَّ هٰذَا لَايَجْعَلُ بَيْعًا وَلَوْجُعِلَ بَيْعًا مَاحَلَّ تَمْرٌ بِتَمْرٍ اِلٰى اَجَلٍ

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایہ کو فروخت کرنے میں یہ اجازت دی ہے کہ وہ پانچ وسق سے کم ہو یا پانچ وسق ہو۔

یہاں پر شک داؤد نامی راوی کو ہے انہیں یہ پتا نہیں چل سکا کہ یہاں پر لفظ پانچ وسق ہے یا پانچ وسق سے زیادہ ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے عریہ سے مراد یہ ہے: کسی شخص کے پاس کھجوروں کا باغ ہو اور وہ اس باغ میں سے ایک یا دو درختوں کا پھل کسی شخص کو (صدقے کے طور پر) دے۔ تاکہ وہ شخص وہ کھجوریں اپنے گھر والوں کو کھلا سکے پھر اس شخص کا باغ میں آنا جانا مالک کو ناگوار گزرے تو وہ اس سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ وہاں نہ آیا کرے اس شرط پر کہ باغ کا مالک کھجوریں توڑنے کے وقت اُسے ماپ کر متعین کھجوریں ادا کردے گا۔

ان تمام صورتوں میں ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں وہ کھجور پہلے شخص کی ملکیت ہے اب وہ جسے چاہے گا وہ اُسے دیدے گا اگر وہ چاہے تو درخت پر لگی ہوئی کھجوریں اسے دیدے یا اگر وہ چاہے تو ماپ کر کھجوریں اُسے دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اسے خرید و فروخت نہیں کہہ سکتے اگر اسے خرید و فروخت کہا جائے تو ایک معین مدت تک کے بعد ادائیگی کی شرط پر کھجوروں کا سودا کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

باب 2: پھل کے پکنے سے پہلے اُسے فروخت کرنا مکروہ ہے

759-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَ الْمُشْتَرِىَ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے پک جانے سے پہلے اُسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے' آپ نے فروخت کرنے والے شخص اور خریدنے والے شخص دونوں کو منع کیا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں اُس کی صلاحیت ظاہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ آدمیوں کے کھانے کے یا جانوروں کے چارے کے قابل ہو جائے۔

اس بارے میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب پھل استعمال کے قابل ہو جائے' تو اُسے فروخت کرنا جائز ہے' لیکن وہ استعمال کے قابل کب ہوتا ہے؟ اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ جب وہ پھل خراب ہونے سے بچ جائے (یعنی پک جائے) تو وہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اُس میں رس آ جائے اور حلاوت آ جائے۔

اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے ابن قدامہ حنبلی تحریر کرتے ہیں:

پھل کے تیار ہو جانے سے پہلے اسے فروخت کرنے کی تین صورتیں ہوں گی۔

پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی اسے اس شرط پر خرید لے کہ وہ درخت ہی پر لگے رہیں گے' اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سودا درست نہیں ہوگا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے تیار ہو جانے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع کیا ہے اور یہ حدیث متفق علیہ ہے' یہ ممانعت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس چیز سے روکا گیا ہے' وہ چیز فاسد ہو جائے گی۔

شیخ ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ یہ بات کہتے ہیں' کہ تمام اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے' جو اس حدیث سے ثابت ہے۔

• اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص ایک پھل کو اس شرط پر خریدتا ہے کہ وہ اسے فوراً کاٹ لے گا' اس بات پر اتفاق ہے

حديث 759: اخرجه مالك فى "الموطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودى' كتاب البيوع' باب النهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها - حديث: 1295اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها - حديث: 2104مسند الشافعى - ومن كتاب البيوع' حديث: 639اخرجه ابويعلٰى فى "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر' حديث: 5664اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب البيع المنهى عنه - ذكر البيان بأن حكم البائع والمشترى فى هذا الزجر الذى ذكرناه' حديث: 5068السنن المأثورة للشافعى - باب فى البيوع' حديث: 189ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب البيوع' باب الوقت الذى يحل فيه بيع الثمار - حديث: 3457

کہ ایسا کرنا درست ہے'اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت اس وجہ سے تھی کہ اگر اس پھل کو درخت پر لگا رہنے دیا جاتا تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ پھل ضائع ہو جاتا یا اسے کوئی آفت لاحق ہو جاتی۔

اس کی دلیل وہ روایت ہے' جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے تیار ہو جانے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس پھل کو روک لے تو تم کس چیز کے عوض میں اپنے بھائی کے مال کو حاصل کرو گے۔

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' لیکن جب اس پھل کو توڑ لیا جائے گا' تو اس خدشے سے محفوظ ہو جائے گا' لہٰذا اس کا سودا صحیح ہوگا' یہ بالکل اسی طرح ہوگا' جیسے وہ پک کر تیار ہو چکا ہے۔

اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ مطلق طور پر پھل کی کسی شرط کے بغیر خرید وفروخت کر دی جائے' نہ تو یہ شرط رکھی جائے کہ وہ درخت پر موجود رہے گا (اور نہ ہی یہ شرط رکھی جائے کہ اسے اتار لیا جائے گا) تو ایسی صورت میں یہ سودا باطل ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جبکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے درست قرار دیا ہے' کیونکہ مطلق عقد ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خریدار اسے کاٹ سکتا ہے' پھر یہ بالکل اسی طرح ہو جائے گا جیسے خریدار نے یہ شرط رکھی ہو کہ وہ فوراً اسے اُتار لے گا' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی: ''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس پھل کو روک لے تو تم کس چیز کے عوض اپنے بھائی کے مال کو حاصل کرو گے''۔

تو یہاں روایت میں استعمال ہونے والا لفظ منع (روک دینا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک ایسا سودا ہوگا' جو معنوی طور پر ایسی چیز کا سودا کیا جا رہا ہے' جو اس وقت موجود نہیں ہے۔

پھل کے تیار ہونے میں اختلاف ہے' اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں' احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پھل جب شگوفے سے پھل کی شکل میں آ جائے اور شاخ کے ساتھ اس کی وابستگی مضبوط ہو جائے' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھل تیار ہو چکا ہو جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ پھل پک جائے اور اس میں مٹھاس آ جائے۔

اس اختلاف کا ثمرہ اس مسئلے میں سامنے آئے گا کہ جب پھل اپنی شکل وصورت میں آ گیا ہے' یعنی شگوفے سے پھل میں تبدیل ہو گیا ہے' لیکن ابھی اس میں مٹھاس پیدا نہیں ہوئی تو ایسے پھل کو فروخت کرنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہوگا' جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہوگا۔

760- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الرِّجَالِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّهٖ عَمْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَنْجُوَ مِنَ الْعَاهَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّبَاعَ شَیْءٌ مِّنَ الثِّمَارِ عَلٰی اَنْ یُّتْرَکَ فِی النَّخْلِ حَتّٰی یَبْلُغَ اِلَّا اَنْ یَّحْمَرَّ اَوْ یَصْفَرَّ اَوْ یَبْلُغَ بَعْضُہٗ فَاِذَا کَانَ کَذٰلِکَ فَلَا بَاْسَ بِبَیْعِہٖ عَلٰی اَنْ یُّتْرَکَ حَتّٰی یَبْلُغَ فَاِذَا لَمْ یَحْمَرَّ اَوْ یَصْفَرَّ اَوْ کَانَ اِخْضَرَّ اَوْ کَانَ کُفَرّٰی فَلَا خَیْرَ فِیْ شِرَآئِہٖ عَلٰی اَنْ یُّتْرَکَ حَتّٰی یَبْلُغَ وَلَا بَاْسَ بِشِرَآئِہٖ عَلٰی اَنْ یُّقْطَعَ وَیُبَاعَ وَکَذٰلِکَ بَلَغَنَا عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ اَنَّہٗ قَالَ لَا بَاْسَ بِبَیْعِ الْکُفَرّٰی عَلٰی اَنْ یُّقْطَعَ فَبِھٰذَا نَاْخُذُ۔

✧✧ عمرہ بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے پھل کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا ہے' جب تک وہ آفت سے بچنے کے قابل نہیں ہو جاتا (یعنی پک نہیں جاتا)۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی بھی پھل کو اس طرح فروخت نہیں کیا جا سکتا کہ وہ درخت پر ہی لگا رہے گا' جب تک وہ سرخ یا زرد نہیں ہو جاتا (یعنی پک نہیں جاتا)۔

یا اس کا کچھ حصہ پک نہیں جاتا' جب ایسی صورتِ حال ہو جائے گی' تو اب اُسے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس شرط پر کہ وہ درخت پر ہی لگا رہے' یہاں تک کہ وہ ایسی حالت تک پہنچ جائے' لیکن جب وہ سرخ یا زرد نہ ہوا ہو یا وہ سبز ہو (یعنی پکا نہ ہو) یا تازہ تازہ نکلا ہو' تو اس کی خرید و فروخت درست نہیں ہے کہ اسے پکنے تک درخت پہ ہی لگا رہنے دیا جائے' البتہ اگر اسے توڑ لیا جائے' تو اس کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حسن بصری کے حوالے سے یہی بات ہم تک پہنچی ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: کچے پھل کو توڑ کر فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

761- اَخْبَرَنَا مَالِکٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ خَارِجَۃَ بْنِ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّہٗ کَانَ لَا یَبِیْعُ ثِمَارَہٗ حَتّٰی تَطْلُعَ الثُّرَیَّا یَعْنِیْ بَیْعَ النَّخْلِ۔

✧✧ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ پھل اس وقت تک فروخت نہیں کرتے تھے' جب تک ثریا طلوع نہیں ہو جایا کرتا تھا (یعنی پھل جب تک پک نہیں جاتا تھا)۔

بَابُ الرَّجُلِ یَبِیْعُ بَعْضَ الثَّمَرِ وَیَسْتَثْنِیْ بَعْضَہٗ

باب 3: جو شخص پھل کو فروخت کرتے ہوئے کچھ حصے کا استثناء کر لے

762- اَخْبَرَنَا مَالِکٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ بَاعَ حَائِطًا لَّہٗ یُقَالُ لَہُ الْاَفْرَاقُ بِاَرْبَعَۃِ اٰلَافِ دِرْھَمٍ وَّاسْتَثْنٰی مِنْہُ بِثَمَانِیْ مِائَۃِ دِرْھَمٍ تَمْرًا۔

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ محمد بن عمرو بن حزم نے اپنا ایک باغ فروخت کیا' جس کا نام ''افراق'' تھا' وہ انہوں نے چار ہزار درہم کے عوض میں فروخت کیا اور اس میں سے آٹھ سو درہم قیمت کی کھجوروں کا استثناء کر لیا۔

763- اَخْبَرَنَا مَالِکٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الرِّجَالِ عَنْ اُمِّہٖ عَمْرَۃَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّھَا کَانَتْ تَبِیْعُ ثِمَارَھَا وَتَسْتَثْنِیْ

764- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا رَبِيْعَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ كَانَ يَبِيْعُ ثِمَارَهُ وَيَسْتَثْنِي مِنْهَا

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ اپنا پھل فروخت کر دیا کرتی تھیں اور اس میں سے کچھ استثناء کر لیتی تھیں۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَابَاْسَ بِاَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ ثَمَرَهُ وَيَسْتَثْنِيَ بَعْضَهُ اِذَا اسْتَثْنٰى شَيْئًا مِّنْ جُمْلَتِهٖ رُبْعًا اَوْ خُمُسًا اَوْ سُدُسًا.

✧✧ قاسم بن محمد کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ فروخت کرتے ہوئے استثناء کر لیتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنا پھل فروخت کرتے ہوئے اس کے بعض حصے کا استثناء کر لے' اگر وہ سارے مال میں سے ایک چوتھائی' پانچویں یا چھٹے حصے کا استثناء کر لیتا ہے (تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ!

باب 4: تازہ کھجور کے عوض میں خشک کھجور کا سودا کرنا منع ہے

765- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ زَيْدًا اَبَا عَيَّاشٍ مَّوْلٰى لِبَنِيْ زُهْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَمَّنِ اشْتَرَى الْبَيْضَآءَ بِالسُّلْتِ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ اَيُّهُمَا اَفْضَلُ قَالَ الْبَيْضَآءُ قَالَ فَنَهَانِيْ عَنْهُ وَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَمَّنِ اشْتَرَى التَّمْرَ بِالرُّطَبِ فَقَالَ اَيَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا يَبِسَ قَالُوْا نَعَمْ فَنَهٰى عَنْهُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا خَيْرَ فِيْ اَنْ يَّشْتَرِيَ الرَّجُلُ قَفِيْزَ رُطَبٍ بِقَفِيْزٍ مِّنْ تَمْرٍ يَّدًا بِيَدٍ لِاَنَّ الرُّطَبَ يَنْقُصُ اِذَا جَفَّ فَيَصِيْرُ اَقَلَّ مِنْ قَفِيْزٍ فَذٰلِكَ فَسَدَ الْبَيْعُ فِيْهِ.

✧✧ حضرت ابوعیاش کہتے ہیں' کہ انہوں نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا' جو دو مختلف قسم کی گندم میں سے ایک کو دوسرے کے عوض میں خرید لیتا ہے' تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ ان دونوں میں سے کون سی زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: سفید والی' تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کر دیا اور یہ بات بیان کی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ سے' تازہ کھجور کے عوض میں خشک کھجور کے بارے میں سودا کرنے کے بارے میں' دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا تازہ کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے' تو لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے (یعنی ایسا کرنا جائز نہیں ہے) کہ ایک شخص تازہ کھجوروں کے ایک قفیز کے عوض میں خشک کھجوروں کا ایک قفیز خریدے یا فروخت کردے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کھجور خشک ہوتی ہے' تو کم ہو جاتی ہے' اسی لیے وہ (تر کھجور والے) قفیز سے کم ہوگی' لہٰذا اس وجہ سے وہ سودا باطل ہو جائے گا۔

...——...——...

شرح: فقہاء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص چھوہارے کے عوض میں کھجور کا سودا کرتا ہے' تو اس کا شرعی حکم کیا ہوگا' یعنی تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض میں فروخت کیا جا سکتا ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض میں برابر برابر فروخت کیا جا سکتا ہے' اسی طرح خشک گندم کے عوض میں تر گندم کو بھی فروخت کیا جا سکتا ہے۔

امام مالک' امام ابویوسف' امام محمد بن حسن شیبانی' امام لیث بن سعد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض میں فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

ان میں سے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ تر گندم کو خشک گندم کے عوض میں فروخت کیا جا سکتا ہے' جبکہ باقی حضرات اسے بھی جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔ (مختصر اختلاف العلماء)

بَابُ بَيْعِ مَالَمْ يُقْبَضْ مِنَ الطَّعَامِ وَغَيْرِهٖ

باب 5: آدمی نے جب تک کھانے کی چیز قبضے میں نہ لی ہو (اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے)

766—اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ اِبْتَاعَ طَعَامًا اَمَرَبِهٖ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لِلنَّاسِ فَبَاعَ حَكِيْمٌ الطَّعَامَ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَوْفِيَهٗ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَرَدَّ عَلَيْهِ وَقَالَ لَاتَبِعْ طَعَامًا اِبْتَعْتَهٗ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَهٗ.

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں لوگوں سے اناج خریدا کرتا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس بات کا حکم دیا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے ایک اناج خریدا اور اسے پورا ماپنے سے پہلے آگے فروخت کر دیا' اس بات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے اس سودے کو کالعدم قرار دیا اور فرمایا: تم اپنا اناج اس وقت تک آگے فروخت نہ کرو' جب تک تم اسے خریدنے کے بعد ماپ نہیں لیتے۔

767—اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهٗ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ كَذٰلِكَ كُلُّ شَيْءٍ بِيْعَ مِنْ طَعَامٍ اَوْغَيْرِهٖ فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّبِيْعَهٗ حَتّٰى يَقْبِضَهٗ وَكَذٰلِكَ

قَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَّا الَّذِیْ نَھٰی عَنْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ الطَّعَامُ اَنْ یُّبَاعَ حَتّٰی یُقْبَضَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا اَحْسِبُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا مِثْلَ ذٰلِکَ فَبِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَاْخُذُ الْاَشْیَاءُ کُلُّھَا مِثْلُ الطَّعَامِ لَایَنْبَغِیْ اَنْ یَّبِیْعَ شَیْئًا اِشْتَرَاہُ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ وَکَذٰلِکَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا اَنَّہٗ رَخَّصَ فِی الدُّوْرِ وَالْعَقَارِ وَالْاَرَضِیْنَ الَّتِیْ لَاتُحَوَّلُ اَنْ تُبَاعَ قَبْلَ اَنْ تُقْبَضَ اَمَّانَحْنُ فَلَانُجِیْزُ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ حَتّٰی یُقْبَضَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ بات بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کوئی اناج خریدتا ہے وہ اسے اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے جب تک وہ اُسے اپنے قبضے میں نہیں لیتا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اسی طرح ہر وہ چیز خواہ اس کا تعلق اناج سے ہو یا دوسری چیزوں سے ہو اس کو فروخت کرنے کا یہی حکم ہوگا' آدمی نے جو چیز خریدی ہے وہ اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک وہ اپنے قبضے میں نہ لے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی بات بیان کی ہے۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع کیا ہے وہ اناج ہے کہ اسے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کیا جائے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرے خیال میں ہر چیز کا یہی حکم ہے' اس لیے ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کے مطابق تمام اشیاء میں یہی حکم دیں گے' جیسے اناج وغیرہ میں۔

کسی بھی چیز کو فروخت کرنے والے شخص کے لیے اپنی چیز کو خریدنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک وہ اسے اپنے قبضے میں نہیں لے جاتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' تاہم انہوں نے گھر زمین وغیرہ میں اس بات کی اجازت دی ہے یعنی اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا' اسی چیز کو قبضے میں لینے سے پہلے بھی فروخت کیا جاسکتا ہے' جہاں تک ہماری بات ہے' ہم ان میں سے کسی بھی چیز کو جائز قرار نہیں دیں گے' جب تک اس کو قبضے میں نہیں لینا جاتا (یعنی قبضے میں لینے سے پہلے آگے فروخت کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے)۔

768- اَخْبَرَنَا مَالِکٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ کُنَّا نَبْتَاعُ یَدَابِیَدٍ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ عَلَیْنَا مَنْ یَّاْمُرُنَا بِاِنْتِقَالِہٖ مِنَ الْمَکَانِ الَّذِیْ نَبْتَاعُہٗ فِیْہِ اِلٰی مَکَانٍ سِوَاہُ قَبْلَ اَنْ نَّبِیْعَہٗ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا کَانَ یُرَادُ بِھٰذَا الْقَبْضُ لِئَلَّا یَبِیْعَ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ فَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّبِیْعَ شَیْئًا اِشْتَرَاہُ رَجُلٌ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خرید و فروخت کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم نے وہ سامان جس جگہ سے خریدا ہے' اُسے دوسری جگہ پر منتقل کر دیں یعنی اسے آگے فروخت کرنے سے پہلے ایسا کریں۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ اس چیز کو اپنے قبضے میں لیا جائے' یعنی کسی بھی چیز کو اس وقت تک

فروخت نہ کیا جائے جب تک اس پر قبضہ نہ کرلیا جائے' آدمی نے جو چیز خریدی ہے' وہ اس وقت تک آگے فروخت نہیں کرسکتا' جب تک اپنے قبضے میں نہیں لیتا۔

...———...———...

شرح: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جس چیز کو فروخت کیا گیا ہے' اگر وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوسکتی' دونوں صورتوں میں خریدی ہوئی چیز کو خریدار جب تک اپنے قبضے میں نہیں لے گا' اُس وقت تک وہ اُسے آگے فروخت نہیں کرسکتا۔

ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں اُس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جسے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں یہ خرید وفروخت کرتا رہتا ہوں' تو اس میں سے کون سی چیز میرے لیے حلال ہے اور کون سی حرام ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم کسی بھی چیز کو اس وقت تک آگے فروخت نہ کرو' جب تک اُسے اپنے قبضے میں نہ لے لو''۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جس چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے' اُسے قبضے میں لینے سے پہلے آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے' لیکن جس چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا' جیسے مکان' زمین وغیرہ تو اس طرح کی اشیاء کو قبضہ میں لینے سے پہلے آگے فروخت کرنا جائز ہے۔

بَابُ بَیْعُ الْمَتَاعِ اَوْغَیْرِہٖ نَسِیْئَةً ثُمَّ یَقُوْلُ اُنْقُدْنِیْ وَاَضَعُ عَنْكَ

باب 6: جو شخص کسی سامان وغیرہ کو اُدھار فروخت کرے اور پھر یہ کہے کہ تم اگر نقد دو گے تو میں قیمت کم کردوں گا

769- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ بُسْرِبْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحِ بْنِ عُبَیْدٍ مَوْلَی السَّفَّاحِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاعَ بَزًّا مِنْ اَهْلِ دَارِ نَخْلَةَ اِلٰی اَجَلٍ ثُمَّ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ اِلٰی کُوْفَةَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ یَّنْقُدُوْهُ وَیَضَعَ عَنْهُمْ فَسَاَلَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَقَالَ لَا اٰمُرُكَ اَنْ تَاْکُلَ ذٰلِكَ وَلَا تُوْکِلَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ وَّجَبَ لَهٗ دَیْنٌ عَلٰی اِنْسَانٍ اِلٰی اَجَلٍ فَسَاَلَ اَنْ یُّوْضَعَ عَنْهُ وَیُعَجِّلَ لَهٗ مَابَقِیَ لَمْ یَنْبَغِ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ یُعَجِّلُ قَلِیْلًا بِکَثِیْرٍ . فَکَاَنَّهٗ یَبِیْعُ قَلِیْلًا نَقْدًا بِکَثِیْرٍ دَیْنًا وَّهُوَ قَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَزَیْدِبْنِ ثَابِتٍ وَّعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی .

✧✧ ابوصالح بن عبید بیان کرتے ہیں: انہوں نے نخلہ کے محلے میں رہنے والوں سے ایک کپڑا اُدھار خریدا' پھر وہ لوگ وہاں سے منتقل ہوکر کوفہ جانے لگے تو انہوں نے ابوصالح سے کہا: اُسے نقد ادائیگی کردیں' انہوں نے اس حوالے سے قیمت میں کمی بھی کردی۔ ابوصالح نے حضرت زید بن ثابت سے یہ مسئلہ دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں یہ ہدایت نہیں دوں گا' تم اسے

کھا دیا اسے کھلاؤ (یعنی یہ درست نہیں ہے)۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، جس شخص کے ذمے ادائیگی لازم ہو جو اس نے مخصوص مدت کے بعد دوسرے شخص کو کرنی ہو اور پھر وہ یہ کہے کہ تم اس کا کچھ حصہ معاف کر دو تو میں باقی رہ جانے والی ادائیگی جلدی کر دوں گا تو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زیادہ قرض کے مقابلے میں تھوڑی چیز جلد ادا کر رہا ہے، تو گویا وہ زیادہ چیز کے عوض میں تھوڑی چیز نقد فروخت کر رہا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں اس مسئلے کی وضاحت فائدے سے خالی نہیں ہوگی کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ساتھ کسی چیز کا سودا کرتا ہے اور خریدار یہ شرط عائد کرتا ہے کہ میں ایک مہینے کے بعد اس کی قیمت ادا کروں گا، پھر اُس کے بعد ایک مہینہ گزرنے سے پہلے فروخت کرنے والے کو رقم کی ضرورت پڑ جاتی ہے، تو خریدار اُس کی ضرورت کے پیش نظر اُسے یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے نقد لینے ہیں تو پھر میں تمہیں اسی روپے دوں گا، اگر اپنی معینہ مدت کے مطابق ایک مہینے کے بعد لو گے تو پھر تمہیں میں ایک سو روپے دوں گا، ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ فروخت کرنے والے نے خریدار کو وہ چیز ایک سو روپے کے عوض میں فروخت کی تھی، اب وہ شخص یعنی خریدار اُس فروخت کرنے والے کو جن اسی روپے کی پیشکش کر رہا ہے، وہ اصل میں ایک سو روپے کے عوض میں ہے، اس لیے ایسا کرنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ روپے کے بدلے میں روپے کے لین دین میں کوئی کمی بیشی درست نہیں ہوتی ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اگر تم مجھ سے یہ چیز نقد خریدو گے تو میں ایک سو روپے کی دوں گا، اگر اُدھار خریدو گے تو میں یہ ایک سو بیس روپے کی دوں گا، جیسے آج کل ہمارے زمانے میں قسطوں کا کاروبار ہوتا ہے، تو ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ ان دو صورتوں میں سے خریدار جس صورت کو بھی اختیار کرے گا، سودا اُس کے مطابق ہوگا، جبکہ یہاں متن میں جس مسئلے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ پہلے ایک سودا طے ہو چکا ہے۔ جس میں متعین رقم کی ادائیگی خریدار پر لازم ہو چکی ہے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ یہ کہتا ہے کہ اگر تم مخصوص طے شدہ مدت کے بعد وصولی کرو گے تو میں طے شدہ ادائیگی کروں گا، اگر تم ابھی وصولی چاہتے ہو، تو میں کچھ کم ادائیگی کروں گا۔

بَابُ الرَّجُلُ يَشْتَرِي الشَّعِيْرَ بِالْحِنْطَةِ

باب 7: جو شخص گندم کے عوض میں جو خریدے

770- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ فَنِيَ عَلَفُ دَآبَّتِهٖ فَقَالَ لِغُلَامِهٖ خُذْ مِنْ حِنْطَةِ اَهْلِكَ فَاشْتَرِ بِهٖ شَعِيْرًا وَلَا تَاْخُذْ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ -

قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَرٰى بَاْسًا بِاَنْ يَّشْتَرِىَ الرَّجُلُ قَفِيْزَيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ بِقَفِيْزٍ مِّنْ حِنْطَةٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْحَدِيْثُ الْمَعْرُوْفُ فِىْ ذٰلِكَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّلَا بَاْسَ بِاَنْ يَّاْخُذَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ اَكْثَرُ وَلَا بَاْسَ بِاَنْ يَّاْخُذَ الْحِنْطَةَ بِالشَّعِيْرِ وَالشَّعِيْرُ اَكْثَرُ يَدًا بِيَدٍ فِىْ ذٰلِكَ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ وَّهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن اسود کے جانور کا چارہ ختم ہوگیا' انہوں نے اپنے غلام سے کہا: تم گھر والوں سے گندم لو اور اس کے عوض میں جَو خرید کر لے آؤ' تم برابر لین دین کرنا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یعنی اگر کوئی شخص گندم کے ایک قفیز کے عوض میں جَو کے دو قفیز خرید لیتا ہے' جبکہ یہ لین دین نقد ہو۔

اس بارے میں روایت مشہور ہے' جو حضرت عبادہ بن صامت کے حوالے سے منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سونے کے عوض میں سونے کا برابر لین دین کیا جائے' چاندی کے عوض میں چاندی کا برابر لین دین کیا جائے' گندم کے عوض میں گندم کا برابر لین دین کیا جائے گا' جَو کے عوض میں جَو کا برابر لین دین کیا جائے گا۔

تاہم اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص چاندی کے بدلے میں سونا حاصل کر لیتا ہے اور چاندی زیادہ ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرج ہے کہ کوئی شخص جَو کے عوض میں گندم حاصل کر لیتا ہے' جبکہ جَو زیادہ ہوں لیکن یہ نقد لین دین ہونا چاہیے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ سابقہ زمانے میں لوگ رقم کے بدلے میں کوئی چیز نہیں خریدتے تھے' بلکہ عام طور پر چیز کے بدلے میں چیز کا لین دین کیا جاتا تھا' چیز کے بدلے میں چیز کا لین دین کرتے ہوئے بنیادی اصول یہ ہے کہ جب دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز موجود ہو تو دونوں طرف اُس کی مقدار برابر ہونی چاہیے۔

لیکن اگر دونوں طرف دو مختلف قسم کی چیزیں موجود ہیں' تو کمی و بیشی ہوسکتی ہے' جیسے ایک شخص کے پاس معیاری قسم کے چاول ہیں اور دوسرے شخص کے پاس کم معیاری چاول ہیں' تو وہ کم معیاری چاولوں کے دو کلو کے عوض میں معیاری چاولوں کا ایک کلو کا سودا نہیں کرسکتا' کیونکہ دونوں طرف جنس ایک ہے' لیکن اگر کسی شخص کے پاس ایک کلو چاول ہیں' تو وہ اُس کے بدلے میں دس کلو گندم خرید سکتا ہے کیونکہ دونوں طرف جنس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اصول یہی ہے' لیکن انہوں نے صرف ایک جزئی میں اختلاف کیا ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ گندم اور جَو دونوں عام خوراک کا حصہ ہیں' تو اگرچہ طبعی اور فطری اعتبار سے یہ ایک دوسرے سے مختلف چیزیں ہیں' لیکن لین دین کے اندر

ان دونوں کی حیثیت ایک جیسی ہوگی' اس لیے اگر کوئی شخص گندم کے عوض میں جو کا سودا کرتا ہے' تو دونوں طرف سے برابر ادائیگی لازم ہوگی' اگر اس میں کمی وبیشی کی جاتی ہے' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

بَابُ الرَّجُلُ يَبِيعُ الطَّعَامَ نَسِيئَةً ثُمَّ يَشْتَرِي بِذٰلِكَ الثَّمَنِ شَيْئًا اٰخَرَ

باب 8: جب کوئی شخص کسی اناج کو اُدھار کے طور پر فروخت کرے اور پھر اس کی قیمت کے ذریعے کوئی دوسری چیز خرید لے

771- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ كَانَا يَكْرَهَانِ اَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا اِلٰى اَجَلٍ بِذَهَبٍ ثُمَّ يَشْتَرِيْ بِذٰلِكَ الذَّهَبِ تَمْرًا قَبْلَ اَنْ يَّقْبِضَهَا.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّنَحْنُ لَا نَرٰى بَاْسًا اَنْ يَّشْتَرِيَ بِهَا تَمْرًا قَبْلَ اَنْ يَّقْبِضَهَا اِذَا كَانَ التَّمْرُ بِعَيْنِهِ وَلَمْ يَكُنْ دَيْنًا وَّقَدْ ذُكِرَ هٰذَا الْقَوْلُ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَلَمْ يَرَهُ شَيْئًا وَّقَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✧✧ ابوالزناد بیان کرتے ہیں: سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص طے شدہ مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر سونے کے عوض میں اناج فروخت کر دے اور پھر اس سونے کو قبضے میں لینے سے پہلے اس کے عوض میں کھجوریں خرید لے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں' کہ کوئی شخص سونے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے اس کے عوض میں کھجوریں خرید لے جبکہ کھجوروں کی مقدار متعین ہو اور اس کی ادائیگی اُدھار کے طور پر نہ ہو۔

اس قول کا تذکرہ سعید بن جبیر کے سامنے کیا گیا تھا تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا' انہوں نے فرمایا تھا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی چیز خریدتا ہے اور وہ ایک ایسی چیز ہے' جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے' تو اب وہ خریدار اس چیز کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت نہیں کر سکتا' اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو مخصوص مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر کوئی اناج فروخت کرتا ہے اور وہ ادائیگی سونے کی شکل میں (یعنی نقدی کی شکل میں ہوگی) تو کیا بعد میں وہ اُس نقدی کے عوض کھجوریں خرید سکتا ہے' یعنی اس نقدی کو قبضہ میں لینے سے پہلے اُس نقدی کے ذریعے کوئی چیز خرید سکتا ہے' تو احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا جائز ہے' کیونکہ یہاں مسئلہ یہ ہے

کہ تصرف میں لینے سے پہلے نقدی کے عوض میں کوئی چیز خریدی جاسکتی ہے یا نہیں خریدی جاسکتی ہے؟ احناف نے اسے اس لیے جائز قرار دیا ہے کیونکہ منتقل ہونے والے ساز وسامان (یعنی کھانے پینے کی اشیاء اور اناج وغیرہ) میں اس بات کا احتمال موجود ہوتا ہے کہ وہ ضائع ہوسکتا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سامان متعین بھی نہیں ہوتا' جبکہ نقدی میں یہ صورتِ حال نہیں ہوتی ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّجَشِ وَتَلَقِّى السِّلَعِ

باب 9: مصنوعی بولی لگانا اور منڈی تک پہنچنے سے پہلے سوداگروں کو (راستے میں) ملنا

772- أَخْبَرَنَا مَالِكٌ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُلَقَّى السِّلَعُ حَتّٰى تُهْبَطَ الْأَسْوَاقَ وَنَهٰى عَنِ النَّجَشِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَأْخُذُ كُلُّ ذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ فَأَمَّا النَّجَشُ فَالرَّجُلُ يَحْضُرُ فَيَزِيْدُ فِى الثَّمَنِ وَيُعْطِىْ فِيْهِ مَا لَا يُرِيْدُ بِهِ أَنْ يَّشْتَرِىَ بِهِ لِيَسْمَعَ بِذٰلِكَ غَيْرُهُ فَيَشْتَرِىْ عَلٰى سَوْمِهِ فَهٰذَا لَا يَنْبَغِىْ وَأَمَّا تَلَقِّى السِّلَعِ فَكُلُّ أَرْضٍ كَانَ ذٰلِكَ يَضُرُّ لِأَهْلِهَا فَلَيْسَ يَنْبَغِىْ أَنْ يُّفْعَلَ ذٰلِكَ بِهَا فَإِذَا كَثُرَتِ الْأَشْيَاءُ بِهَا حَتّٰى صَارَ ذٰلِكَ لَا يَضُرُّ بِأَهْلِهَا فَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ (سوداگروں کے قافلے کو منڈی تک پہنچنے سے پہلے) مل لیا جائے' یہ ممانعت اس وقت تک ہے کہ وہ سامان بازار تک نہیں پہنچ جاتا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بولی لگانے سے بھی منع کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ تمام اُمور حرام ہیں۔

جہاں تک نجش کا تعلق ہے' تو اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص آتا ہے اور زیادہ قیمت لگا دیتا ہے اور اتنی ادائیگی کی بات کرتا ہے کہ وہ اس ادائیگی کے ذریعے درحقیقت اس چیز کو خریدنا نہیں چاہتا' وہ ایسا اس لیے کرتا ہے' تاکہ دوسرا شخص اس بات کو سن لے اور اُس کے بھاؤ کے مطابق اس چیز کو خرید لے' یہ مناسب نہیں ہے جہاں تک ''سامان سے ملنے'' کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آدمی کے' سوداگروں کے قافلے منڈی تک پہنچنے سے پہلے' اس قافلے کے ملنے کے نتیجے میں شہر والوں کو نقصان ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا' لیکن اگر اس حوالے سے چیزیں زیادہ ہوں اور اس طرح کی صورتِ حال میں شہر والوں کو کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو' تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

شرح: متن میں استعمال ہونے والے لفظ نجش کا مطلب مصنوعی بولی لگانا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن رُشد تحریر کرتے ہیں: جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نجش سے منع کرنے کا تعلق

ہے تو اس بارے میں علماء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ ایسا کرنا ممنوع ہے اور نجش سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سامان کی قیمت زیادہ لگاتا ہے لیکن اس کی نیت یہ نہیں کہ وہ اس سامان کو خرید لے گا' بلکہ وہ اس کے ذریعے فروخت کرنے والے کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے اور خریدار کا نقصان کرنا چاہتا ہے' ایسی صورت میں جب کوئی سودا ہو جاتا ہے' تو اس کے بارے میں علماء نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔

اہل ظاہر نے اس طرح کے سودے کو فاسد قرار دیا ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے عیب کی طرح سمجھتے ہیں' یعنی خریدار کو اس بارے میں اختیار ہو گا کہ اگر وہ چاہے' تو اس سودے کو کالعدم قرار دیدے' اگر چاہے' تو اسے برقرار رہنے دے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس طرح سے کیا جانے والا سودا ہو جاتا ہے' البتہ سودا کرنے والا شخص گنہگار ہو گا۔

بَابُ الرَّجُلُ يُسْلِمُ فِيمَا يُكَالُ

باب 10: جن چیزوں کو ماپا جاتا ہے' ان کے بارے میں بیع سلم کرنا

773- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لَابَاْسَ بِاَنْ يَّبْتَاعَ الرَّجُلُ طَعَامًا اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ اِنْ كَانَ لِصَاحِبِهٖ طَعَامٌ اَوْلَمْ يَكُنْ مَالَمْ يَكُنْ فِىْ زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا اَوْ فِىْ ثَمَرٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ وَعَنْ شِرَائِهَا حَتّٰى يَبْدُوْ صِلَاحُهُمَا

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا عِنْدَنَا لَابَاْسَ بِهٖ وَهُوَ السَّلَمُ يُسْلِمُ الرَّجُلُ فِىْ طَعَامٍ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ بِكَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ مِنْ صِنْفٍ مَّعْلُوْمٍ وَّلَاخَيْرَ فِىْ اَنْ يَّشْتَرِطَ ذٰلِكَ مِنْ زَرْعٍ مَّعْلُوْمٍ اَوْمِنْ نَّخْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص متعین مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر متعین قیمت کے مقابلے میں اناج خرید لے' خواہ فروخت کرنے والے کے پاس اس وقت اناج موجود ہو یا موجود نہ ہو' تاہم کھیت میں موجود اناج کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کا سودا کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہو گا' جب تک وہ پک کر تیار نہیں ہو جاتا' اسی طرح کھجوروں کے بارے میں بھی حکم یہ ہے کہ ان کا سودا کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہو گا' جب تک وہ پک کر تیار نہیں ہو جاتی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے پکنے سے پہلے اس کی خرید و فروخت سے منع کیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ بیع سلم ہے۔

یعنی کوئی شخص مقررہ مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر اناج کی متعین مقدار کا اور متعین قسم کا سودا کر لے۔

تاہم اگر کوئی یہ شرط عائد کرتا ہے کہ متعین کھیت میں سے یا متعین کھجور کے درخت میں سے اس کو اناج فراہم کیا جائے' تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے (یعنی ایسا جائز نہیں ہے)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: لفظ سلم کا لغوی معنی اُدھار ہے اسی کے لیے لفظ ''سلف'' بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

علماء کا اس بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ ہر ایسی چیز کے بارے میں بیع سلم کی جاسکتی ہے جسے ماپا جاسکتا ہو یا وزن کیا جاسکتا ہو۔

بیع سلم یا بیع سلف کے جائز ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ دو دو تین تین سال کے اُدھار پر بیع سلم کرلیا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اُدھار سودا کرنا چاہتا ہو وہ متعین قیمت متعین وزن کے عوض میں متعین مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر ایسا سودا کیا کرے''۔

فقہاء نے بیع سلم کے جائز ہونے کے لیے بعض شرائط مقرر کی ہیں۔

اس میں پہلی شرط یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں بیع سلم کی جارہی ہے وہ کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے کہ اُس چیز اور اُس کی قیمت دونوں کا ادھار کے طور پر لین دین کرنا جائز ہو۔

یعنی جس چیز کا اُدھار کے طور پر لین دین جائز نہیں ہوگا بیع سلم میں بھی اُس کا لین دین درست نہیں ہوگا۔

وزن ماپ یا گنتی کے اعتبار سے اس کا تعین کرلیا جائے گا۔

صفت کے اعتبار سے اُس کو واضح کرلیا جائے۔

جس وقت طے شدہ مدت پوری ہورہی ہو اُس وقت وہ چیز موجود ہونی چاہیے۔

چیز کے عوض میں اُس کی قیمت فوراً ادا کردی جائے کیونکہ اگر اُس کو فوراً ادا نہیں کیا جائے گا تو وہ اُدھار کے بدلے میں اُدھار کی مانند ہو جائے گی۔

یہ وہ شرائط ہیں جن کے بارے میں فقہاء کے مابین اتفاق پایا جاتا ہے۔

البتہ بعض مسائل میں فقہاء کا اختلاف بھی ہے۔

جیسے یہ مسئلہ ہے کہ کیا بیع سلم میں مدت کا تعین شرط ہے یا نہیں ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ چیز شرط ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْبَرَاءَةِ

باب ۱۱: بری الذمہ ہونے کا سودا

714- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ بَاعَ غُلَامًا بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ

بِالْبَرَاءَةِ وَقَالَ الَّذِي ابْتَاعَ الْعَبْدَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِالْعَبْدِ دَاءٌ لَمْ تُسَمِّهِ لِي فَاخْتَصَمَا إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَقَالَ الرَّجُلُ بَاعَنِي عَبْدًا وَبِهِ دَاءٌ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ بِعْتُهُ بِالْبَرَاءَةِ فَقَضَى عُثْمَانُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ أَنْ يَحْلِفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَمَا بِهِ دَاءٌ يَعْلَمُهُ فَأَبَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنْ يَحْلِفَ فَارْتَجَعَ الْغُلَامَ فَصَحَّ عِنْدَهُ الْعَبْدُ فَبَاعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِأَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَةِ دِرْهَمٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ قَالَ مَنْ بَاعَ غُلَامًا بِالْبَرَاءَةِ فَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَكَذٰلِكَ بَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بِالْبَرَاءَةِ وَرَاٰهَا بَرَاءَةً جَائِزَةً فَبِقَوْلِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَأْخُذُ مَنْ بَاعَ غُلَامًا أَوْ شَيْئًا وَتَبَرَّأَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَرَضِيَ بِذٰلِكَ الْمُشْتَرِي وَقَبَضَهُ عَلَى ذٰلِكَ فَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ عَلِمَهُ أَوْ لَمْ يَعْلَمْهُ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ قَدْ بَرَّأَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَمَّا أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَالُوْا يَبْرَأُ الْبَائِعُ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ لَمْ يَعْلَمْهُ فَأَمَّا مَا عَلِمَهُ وَكَتَمَهُ فَإِنَّهُ لَا يَبْرَأُ مِنْهُ وَقَالُوْا إِذَا بَاعَهُ بَيْعَ الْمُبَرَّاتِ بَرِئَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ عَلِمَهُ أَوْ لَمْ يَعْلَمْهُ إِذَا قَالَ اِبْتَعْتُكَ بَيْعَ الْمُبَرَّاتِ فَالَّذِي يَقُولُ أَتَبَرَّأُ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَبَيَّنَ ذٰلِكَ أَحْرَى أَنْ يَبْرَأَ لِمَا اشْتَرَطَ مِنْ هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَوْلُنَا وَالْعَامَّةِ .

✦✦ سالم بن عبداللہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے آٹھ سو درہم کے عوض میں ایک غلام فروخت کیا' اس شرط پر کہ اگر وہ (عیب دار ہوا) تو سالم اس سے بری ہوں گے' جس شخص نے وہ غلام خریدا تھا' اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: غلام میں ایک بیماری پائی جاتی ہے' جو آپ نے میرے سامنے بیان نہیں کی' یہ دونوں صاحبان اپنا مقدمہ لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' وہ شخص بولا: انہوں نے مجھے غلام فروخت کیا ہے اس میں ایک بیماری پائی جاتی ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے یہ غلام اس شرط پر فروخت کیا تھا کہ اس میں اگر کوئی عیب ہوا تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں گا' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف فیصلہ دیا اور یہ کہا: وہ قسم اُٹھائیں کہ انہوں نے اس کو ایسی حالت میں فروخت کیا تھا کہ انہیں غلام میں کسی بیماری کا علم نہیں تھا' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قسم اُٹھانے سے انکار کر دیا' پھر وہ غلام انہوں نے واپس لے لیا' پھر ان کے پاس رہتے ہوئے ہی وہ غلام تندرست ہو گیا' اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس غلام کو پندرہ سو کے عوض میں فروخت کیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے' انہوں نے یہ فرمایا تھا: جو شخص ذمہ دار ہونے کی شرط پر کسی غلام کو فروخت کرتا ہے' تو وہ ہر عیب سے بری شمار ہو گا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بری الذمہ ہونے کی شرط پر اپنا غلام فروخت کیا تھا اور انہوں نے بری الذمہ ہونے کی شرط پر درست سمجھا تھا' اس لیے حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے موقف کے مطابق ہم فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص کسی غلام کو یا کسی بھی چیز کو فروخت کرتے ہوئے ہر عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط عائد کر دیتا ہے' اور خریدار بھی اس سے راضی ہوتا ہے اور پھر خریدار اس چیز کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے' تو فروخت کرنے والا شخص ہر عیب سے بری الذمہ شمار ہو گا' خواہ اس

کو عیب کا علم ہو یا اس کو عیب کا علم نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ خریدار شخص نے اس کو اس حوالے سے بری الذمہ قرار دیدیا ہے۔

اس بارے میں اہل مدینہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسی صورت حال میں فروخت کرنے والا شخص اُس عیب سے بری الذمہ شمار ہوگا جس عیب کا اسے علم نہ ہو' لیکن جس عیب کا اسے علم ہو اور وہ اس عیب کو چھپائے' تو پھر اس صورت میں وہ اس عیب سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔

اہل مدینہ نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کو اس شرط پر فروخت کرتا ہے' کہ وہ تمام عیوب سے بری الذمہ ہو گا' تو وہ ہر عیب سے بری الذمہ ہو جائے گا' خواہ اُسے اس بات کا علم ہو یا نہ ہو' جبکہ اس نے یہ کہا ہو: میں تم سے ہر عیب سے بری الذمہ ہونے کا سودا کر رہا ہوں۔

تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں ہر عیب سے بری الذمہ ہو رہا ہوں' پھر وہ کسی دوسری چیز کو بیان کر دیتا ہے' تو ایسا شخص بری الذمہ شمار ہوگا' کیونکہ اس نے یہ شرط عائد کی تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا' ہمارا اور اکثر فقہاء کا یہی مؤقف ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کیا بری الذمہ ہونے کی شرط پر کوئی سودا کیا جا سکتا ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جب فروخت کرنے والا خریدار سے یہ کہتا ہے کہ یہ سامان فروخت کے لیے تمہارے سامنے موجود ہے' تم اس کو اچھی طرح سے دیکھ بھال لو' بعد میں اگر کسی عیب کو تم نے بیان کیا' تو وہ میرا ذمہ نہیں ہوگا' تو ایسی صورت میں فروخت کرنے والا شخص بری الذمہ ہو جائے گا' اگر بعد میں اُس سامان میں سے کوئی نقص نکل آتا ہے' تو خریدار کو اُسے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں یہ مؤقف ہے کہ اگر فروخت کرنے والا شخص اُس سامان میں موجود عیب کو بیان کر دیتا ہے یا اُسے اُس عیب کا پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ اُسے بیان کر دیتا تو ان صورتوں میں وہ بری الذمہ ہوگا' لیکن اگر اُسے سامان میں موجود عیب کا پتہ تھا لیکن اُس نے خریدار کو نہیں بتایا اور یہ شرط رکھ دی کہ میں بری الذمہ ہوں' تو ایسی صورت میں وہ بری الذمہ نہیں ہوگا اور خریدار کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ سامان کو واپس کر دے۔

بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ

باب 12: دھوکے کا سودا

775- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث 775: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایةیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب البیوع' باب بیع الغرر - حدیث: 1359 ذکرہ البیهقی فی "سننه الکبرٰی"، کتاب البیوع' جماع أبواب الخراج بالضمان والرد بالعیوب وغیر ذلك - باب النهی عن بیع الغرر' حدیث: 10158 اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب البیوع' باب : بیع المجهول والغرر - حدیث: 14024

نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ
قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ بَيْعُ الْغَرَرِ كُلُّهٗ فَاسِدٌ وَّهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ .

✦✦ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کے سودے سے منع کیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم مکمل طور پر اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہم دھوکے کے سودے کو فاسد تصور کرتے ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

776-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَارِبُوا فِي الْحَيْوَانِ وَاِنَّمَا نُهِيَ عَنِ الْحَيْوَانِ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ الْمَضَامِيْنِ وَالْمَلَاقِيْحِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ وَالْمَضَامِيْنُ مَافِيْ بُطُوْنِ اُنَاثِ الْاِبِلِ وَالْمَلَاقِيْحُ مَافِيْ ظُهُوْرِ الْجِمَالِ .

✦✦ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ جانور میں سود نہیں ہوتا' تاہم تین طرح کے جانوروں کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے: مضامین' ملاقیح اور حبل الحبلہ۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مضامین سے مراد وہ جانور ہے' جو اونٹنی کے پیٹ میں موجود ہو ملاقیح سے مراد وہ جانور ہے' جو اونٹ کی پشت میں موجود ہو (یعنی ان کے ہاں جو بچہ ہوگا اس کی خرید وفروخت ممنوع ہے)۔

777-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَّتَبَاعُهُ الْجَاهِلِيَّةُ يَبِيْعُ اَحَدُهُمُ الْجُزُوْرَ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجَ الَّتِيْ فِيْ بَطْنِهَا .
قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذِهِ الْبُيُوْعُ كُلُّهَا مَكْرُوْهَةٌ وَّلَا يَنْبَغِيْ لِاَنَّهَا غَرَرٌ عِنْدَنَا وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبل الحبلہ کا سودا کرنے سے منع کیا ہے۔
راوی کہتے ہیں: یہ زمانہ جاہلیت کا ایک سودا تھا جو لوگ کیا کرتے تھے' کوئی شخص اس شرط پر اونٹ خریدتا تھا کہ جب اس کے ہاں بچہ ہوگا اور پھر اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کے ہاں بچہ ہوگا (اس وقت ادائیگی کروں گا یا وہ خریدوں گا)۔

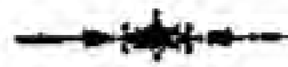
✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس طرح کے تمام سودے حرام ہیں اور ایسا کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ یہ ہمارے نزدیک دھوکہ دہی میں شامل ہوگا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کے سودے سے منع کیا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: غرر کا لغوی معنی دھوکا دینا ہے اور بیع غرر میں ہر وہ چیز شامل ہوگی' جس میں کسی بھی حوالے سے فریقین میں سے کوئی بھی ایک شخص دوسرے کو دھوکا دے رہا ہو۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے: بیع غرر کی ممانعت شرعی احکام میں خرید وفروخت کے متعلق معاملات کے بارے میں ایک بنیادی اصول ہے' یہی وجہ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پہلے ذکر کیا ہے اور اس میں بہت

سے مسائل شامل کردیے ہیں' جیسے مفرور غلام کوفروخت کرنا' کسی معدوم چیز کوفروخت کرنا' کسی مجہول چیز کوفروخت کرنا' کسی ایسی چیز کو فروخت کرنا جسے خریدار کے حوالے نہ کیا جاسکتا ہو' یا کسی ایسی چیز کوفروخت کرنا جس پرفروخت کرنے والے کی ملکیت مکمل نہ ہو۔

ہمارے زمانے میں اس اصول کے پیش نظر بہت سے سودے شامل ہو جاتے ہیں' جن میں بیمہ' پگڑی' دستاویزات کی خرید وفروخت وغیرہ کے بارے میں زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ تمام سودے بیع غرر کے حکم میں آتے ہیں۔



بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ

باب 13: بیع مزابنہ (کا حکم)

778-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الْعِنَبِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع کیا ہے۔

مزابنہ سے مراد یہ ہے کہ کھجور کے عوض میں پھلوں کو لیا جائے اور انگوروں کے عوض میں کشمش کو ماپ کر فروخت کیا جائے۔

779-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَالْمُحَاقَلَةُ اشْتِرَاءُ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ وَاسْتِكْرَاءُ الْاَرْضِ بِالْحِنْطَةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَاَلْنَا عَنْ كِرَائِهَا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے منع کیا ہے۔

مزابنہ سے مراد یہ ہے کہ درخت پر موجود پھلوں کو کھجوروں کے عوض میں فروخت کر دیا جائے اور محاقلہ یہ ہے کہ آدمی گندم کے عوض میں کھیت کو خرید لے' یا زمین کو گندم کے عوض میں کرائے پر حاصل کر لے۔

ابن شہاب کہتے ہیں' کہ میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے سونے کے عوض میں زمین کو کرائے پر دینے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

780-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ اَحْمَدَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ فِيْ رُءُوْسِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ وَ الْمُحَاقَلَةُ كِرَاءُ الْاَرْضِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْمُزَابَنَةُ عِنْدَنَا اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ فِيْ رُءُوْسِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا لَا يُدْرٰى التَّمْرُ الَّذِيْ اَعْطٰى اَكْثَرُ اَوْ اَقَلُّ وَالزَّبِيْبُ بِالْعِنَبِ لَا يُدْرٰى اَيُّهُمَا اَكْثَرُ وَالْمُحَاقَلَةُ اشْتِرَاءُ الْحَبِّ فِي السُّنْبُلِ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا لَا يُدْرٰى اَيُّهُمَا اَكْثَرُ وَهٰذَا كُلُّهٗ مَكْرُوْهٌ وَلَا يَنْبَغِيْ مُبَاشَرَتُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ وَهُوَ قَوْلُنَا

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع کیا ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) مزابنہ سے مراد یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض میں خرید لیا جائے اور محاقلہ یہ ہے کہ زمین کو کرائے پر دیا جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک مزابنہ سے مراد یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض میں ماپ کر خریدا جائے' یہ پتا نہ چل سکے کہ آدمی نے جو خشک کھجوریں ادا کی ہیں' وہ زیادہ ہیں' یا کم ہیں' اسی طرح خشک انگور اور تر انگور کا آپس میں سودا کر دیا جائے اور یہ پتا نہ چل سکے کہ ان دونوں میں زیادہ مقدار کس کی ہے؟

جبکہ محاقلہ سے مراد یہ ہے کہ گندم کی بالی میں موجود گندم کو دوسری گندم کے عوض میں اندازے کے تحت فروخت کر دیا جائے' جبکہ یہ پتا نہ چل سکے کہ دونوں میں کم کون سی ہے اور زیادہ کون سی ہے؟ یہ تمام صورتیں حرام ہیں اور ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء کا اور ہمارا یہی مؤقف ہے۔

•••——•••——•••

شرح: لفظ مزابنہ کا مطلب مدافعت یعنی کسی چیز کو پرے کرنا ہے' اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ جب خرید وفروخت کرنے والے افراد اس سودے میں ہونے والے غبن سے واقف ہوتے ہیں' تو وہ اس سودے کو فسخ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں' ان میں سے ایک فریق فسخ کرنا چاہتا ہے' جبکہ دوسرا برقرار رہنا چاہتا ہے' تو وہ اس حوالے سے ایک دوسرے کے خلاف مدافعت کرتے ہیں۔

عام محاورہ میں مزابنہ کا اطلاق اس بات پر کیا جاتا ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو فروخت کر دیا جائے' اب یہاں یہ صورت حال سامنے آتی ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو نہ تو ماپا جا سکتا ہے نہ وزن کیا جا سکتا ہے نہ گنا جا سکتا ہے' درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی مقدار اور تعداد مجہول ہیں اور اصول یہ ہے کہ مجہول چیز کا سودا نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں اس باب میں ایک لفظ محاقلہ استعمال ہوا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ متعین گندم کے عوض میں کھیت میں کھڑی ہوئی فصل میں گندم کے خوشوں کے اندر موجود گندم کا سودا کرنا محاقلہ ہے۔

جمہور فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' کہ مزابنہ اور محاقلہ دونوں جائز نہیں ہیں۔

یہاں ایک ضمنی مسئلہ زمین کو کرائے پر دینے کا بھی ہے' اس بارے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر زمین کا مالک کسی شخص کو اس شرط پر زمین کرائے پر دیتا ہے کہ تم نے اس زمین کی پیداوار میں سے ایک متعین پیداوار کرائے کے طور پر مجھے دینی ہے' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کو کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر کرائے پر دیتا ہے کہ زمین کے فلاں حصے کی پیداوار میری ہوگی اور بقیہ حصے کی پیداوار تمہاری ہوگی' تو اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ زمین کا مالک شخص کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر زمین کرائے پر دیتا ہے کہ جو بھی پیداوار ہوگی' اس کا نصف حصہ یا ایک تہائی حصہ تم نے مجھے دینا ہے' اس مسئلے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

طاؤس حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما اس بات کے قائل ہیں کہ یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء کی کثیر تعداد نے سونے یا چاندی (یا نقد رقم) یا کپڑے یا کسی بھی دوسری چیز کی متعین مقدار کے عوض میں زمین کو کرائے پر دینے کو جائز قرار دیا ہے۔

بَابُ اِشْتِرَاءُ الْحَیَوَانِ بِاللَّحْمِ

باب 14: گوشت کے عوض میں جانور کو خریدنا

781- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الْحَیَوَانِ بِاللَّحْمِ قَالَ قُلْتُ لِسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَرَاَیْتَ رَجُلًا اشْتَرٰی شَارِفًا بِعَشْرِ شِیَاهٍ اَوْ قَالَ بِشَاةٍ فَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اِنْ كَانَ اشْتَرَاهَا لِیَنْحَرَهَا فَلَا خَیْرَ فِیْ ذٰلِكَ قَالَ اَبُو الزِّنَادِ وَكَانَ مَنْ اَدْرَكْتُ مِنَ النَّاسِ یَنْهَوْنَ عَنْ بَیْعِ الْحَیَوَانِ بِاللَّحْمِ وَكَانَ یُكْتَبُ فِیْ عُهُوْدِ الْعُمَّالِ فِیْ زَمَانِ اَبَانَ وَهِشَامٍ یَنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے گوشت کے عوض میں جانور کو خریدنے سے منع کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ کوئی شخص دس بکریوں کے عوض میں ایک اونٹنی خرید لیتا ہے؟ (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) ایک بکری کے عوض میں ایک اونٹنی خرید لیتا ہے۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ اسے اس لیے خریدتا ہے کہ اسے قربانی کرے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

شیخ ابوالزناد کہتے ہیں: میں نے جن لوگوں کو پایا ہے وہ گوشت کے عوض میں جانور کو فروخت کرنے سے منع کیا کرتے تھے اور ابان اور ہشام نامی (مدینہ منورہ کے گورنروں) کے زمانے میں سرکاری اہلکار اس طرح کے سودے سے منع کیا کرتے تھے۔

782- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ الْحُصَیْنِ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ مَیْسِرِ اَهْلِ الْجَاهِلِیَّةِ بَیْعُ اللَّحْمِ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَیْنِ۔

✧✧ داؤد بن حصین بیان کرتے ہیں: سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا میسر ہوا کرتا تھا (یا جوا تھا) کہ ایک آدمی ایک یا دو بکریوں کے عوض میں گوشت کو فروخت کر دے۔

783- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الْحَیَوَانِ بِاللَّحْمِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ بَاعَ لَحْمًا مِنْ لَحْمِ الْغَنَمِ بِشَاةٍ حَیَّةٍ لَا یُدْرٰی اللَّحْمُ اَكْثَرُ اَوْ مَا فِی الشَّاةِ اَكْثَرُ فَالْبَیْعُ فَاسِدٌ مَكْرُوْهٌ لَا یَنْبَغِیْ وَهٰذَا مِثْلُ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَكَذٰلِكَ بَیْعُ الزَّیْتُوْنِ بِالزَّیْتِ وَدُهْنِ السِّمْسِمِ بِالسِّمْسِمِ۔

✦✦ سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: انہیں یہ بات پتہ چلی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے عوض میں جانور فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کہ کوئی شخص کسی زندہ بکری کے عوض میں بکری کا گوشت خرید لیتا ہے یہ پتا نہیں چلتا کہ یہ گوشت جو ادا کیا گیا ہے اس کی مقدار زیادہ ہے یا بکری کے گوشت کی مقدار زیادہ ہے۔ تو اس صورت میں یہ سودا فاسد ہوگا اور حرام ہوگا' ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

اس کی مثال مزابنہ اور محاقلہ کی طرح ہے' اسی طرح زیتون کے عوض میں زیتون کے تیل کا اور تلوں کے عوض میں تل کے تیل کا سودا کرنا بھی (حرام) ہے۔

•••——•••——•••

شرح: گوشت کے بدلے میں جانور کا سودا کرنے کے بارے میں ابن قدامہ لکھتے ہیں: حنبلی مسلک کے مطابق جس جانور کا گوشت ہے' اُسی جانور کے عوض میں گوشت کا سودا کرنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' مدینہ منورہ کے ساتوں فقہاء اسی بات کے قائل ہیں' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے۔

یہاں وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے جانور کے عوض میں گوشت فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے' خواہ وہ گوشت اُسی جانور کی جنس سے تعلق رکھتا ہو یا اُس کی جنس سے تعلق نہ رکھتا ہو' خواہ اُس گوشت کا وزن جانور کے جسم میں موجود گوشت کے برابر ہو یا نہ ہو' لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ ادائیگی فوری کی جائے' اگر اُدھار کے طور پر کی جائے' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ جانور اور گوشت کے درمیان بیع سلم نہیں ہو سکتی' اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس شخص نے ایک ایسی چیز کو خریدا ہے' جس کا وزن کیا جا سکتا ہے اور ایک ایسی چیز کے عوض خریدا ہے' جس کا وزن نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ عرف اور عادت یہ ہے کہ جانور کو وزن کر کے خریدا یا بیچا نہیں جاتا ہے۔

مقدار میں اختلاف کے ہمراہ جنس کا اتحاد یہاں پر کسی ایک طرف سے اضافی ادائیگی میں ممانعت کا باعث نہیں بنے گا۔

یہاں ممانعت کا باعث اُدھار لین دین بنے گا' اسی لیے ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يُسَاوِمُ بِالشَّيْءِ فَيَزِيْدُ عَلَيْهِ اَحَدٌ

باب 15: جب کوئی شخص کسی چیز کو خریدتے ہوئے دوسرے کے مقابلے میں زیادہ بولی لگائے

784- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِعْ

بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَأْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ إِذَا سَاوَمَ الرَّجُلُ بِالشَّىْءِ اَنْ يَّزِيْدَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ فِيْهِ حَتّٰى يَشْتَرِىَ اَوْيَدَعَ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔

●● امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کا سودا طے کر رہا ہو' تو کوئی تیسرا شخص آ کر اس کے مقابلے میں زیادہ بولی لگا دے' جب تک وہ (دوسرا) اُسے خرید نہیں لیتا یا اس سودے کو ترک نہیں کر دیتا۔

•••——•••——•••

شـــرح: حافظ ابن حجر نے یہ بات بیان کی ہے کہ کسی ایک شخص کے سودے پر سودا کرنا حرام ہے' اسی طرح کسی شخص کی خریداری پر خریداری کرنا بھی حرام ہے۔

اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ ایک شخص نے کوئی چیز خریدی' اور اب اُسے یہ اختیار ہے کہ وہ اُس سودے کو ختم کر سکتا ہے' تو کوئی دوسرا شخص اُس سے آ کر یہ کہے کہ تم اس سودے کو فسخ کر دو' میں تمہیں یہ چیز اس سے کم قیمت پر فروخت کر دوں گا یا وہ فروخت کرنے والے سے یہ کہے کہ تم اس سودے کو فسخ کر دو' میں تم سے یہ چیز اس سے زیادہ قیمت میں خرید لوں گا' اس مسئلے پر اتفاق پایا جاتا ہے۔

فاضل لکھنوی تحریر کرتے ہیں: ایسا کرنا حرام ہوگا کہ جب دو افراد کسی سودے کو طے کرنے کے قریب پہنچ چکے ہوں اور ایک دوسرے کی طرف مائل ہو چکے ہوں کیونکہ اب اگر اُس وقت کوئی شخص بولی لگائے گا' تو اس کے نتیجے میں کسی ایک فریق کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے' لیکن اگر خریدار اور فروخت کرنے والا ایک دوسرے کی طرف مائل نہیں ہوئے تھے' اس سے پہلے کوئی اور شخص آ کر زیادہ قیمت لگاتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ بات "شرح الطحاوی" میں منقول ہے۔

حدیث 784: اخرجه مالك فى "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى' كتاب البيوع' باب ما ينهى عنه من المساومة والمبايعة - حديث: 1376 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب تحريم بيع الرجل على بيع اخيه - حديث: 2865 مسند أحمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضى الله عنهما - حديث: 5700 اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب البيوع' أبواب الإجارة - باب فى التلقى' حديث: 2996 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب البيع المنهى عنه - ذكر الزجر عن بيع المرء على بيع اخيه قبل أن يفترق' حديث: 5042 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب البيوع' جماع أبواب الخراج بالضمان والرد بالعيوب وغير ذلك - باب : لا يبيع بعضكم على بيع بعض' حديث: 10193 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب البيوع' لا يبيع بعضكم على بيع بعض - حديث: 3586

بَابُ مَا يُوْجِبُ الْبَيْعَ بَيْنَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي

باب 16: کون سی چیز فروخت کرنے والے اور خریدار کے درمیان سودے کو لازم کر دیتی ہے؟

765- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهٖ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَتَفْسِيْرُهٗ عِنْدَنَا عَلٰى مَابَلَغَنَا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّهٗ قَالَ الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا عَنْ مَنْطِقِ الْبَيْعِ اِذَا قَالَ الْبَائِعُ قَدْ بِعْتُكَ فَلَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ مَالَمْ يَقُلِ الْاٰخَرُ قَدِ اشْتَرَيْتُ فَاِذَا قَالَ الْمُشْتَرِيْ قَدِ اشْتَرَيْتُ بِكَذَا وَكَذَا فَلَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ مَالَمْ يَقُلِ الْبَائِعُ قَدْ بِعْتُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: خرید وفروخت کرنے والے دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو جاتے' البتہ بیع خیار کا حکم مختلف ہے۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہمارے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات پتہ چلی ہے وہ فرماتے ہیں: خرید وفروخت کرنے والے کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں' وہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ سودے کے الفاظ کے حوالے سے ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں' یعنی فروخت کرنے والا یہ کہہ دے کہ میں نے تمہیں یہ چیز فروخت کر دی تو اس سودے کو ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے' جب تک دوسرا فریق یہ کہہ نہیں دیتا کہ یہ چیز میں نے خرید لی ہے' جب خریدار یہ کہہ دے کہ میں نے یہ چیز اتنے کے عوض میں خرید لی ہے تو اب اُسے اس سودے کو ختم کرنے کا اختیار ہوگا' جب تک فروخت کرنے والا یہ نہیں' کہہ دیتا کہ ٹھیک ہے میں نے فروخت کر دی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت نقل کی ہے' اس کے الفاظ "جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں" ان کی وضاحت کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں ایک دوسرے سے جدا ہونے سے مراد جسمانی طور پر الگ ہونا ہے' یعنی جب تک وہ ایک ہی مقام پر موجود ہیں' اسی وقت تک فروخت کرنے والے اور خریدار دونوں کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ سودے کو کالعدم قرار دیدیں۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ یہاں علیحدگی سے مراد لفظی طور پر علیحدگی ہے' یعنی جب ان میں ایجاب و

قبول کے کلمات مکمل ہو جائیں تو سودا طے ہو جائے گا اور کسی ایک فریق کو اس سودے کو ختم کرنے کا اختیار باقی نہیں رہے گا۔

مسند امام زید رحمۃ اللہ علیہ میں بھی اس حوالے سے یہی روایت منقول ہے' جس کے بعد مسند کے ناقل شیخ ابوخالد واسطی تحریر کرتے ہیں: میں نے امام زید رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: یہاں جسمانی طور پر علیحدگی مراد ہے' یا کلام کے اعتبار سے علیحدگی مراد ہے' تو انہوں نے جواب دیا: یہاں کلام کے ذریعے علیحدگی مراد ہے' جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہاں جسمانی علیحدگی مراد ہے وہ شخص عربوں کے محاورے سے واقف نہیں ہے' کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور نہیں کیا:

''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ' الگ ہو گئے اور اپنے پاس واضح ثبوت آ جانے کے بعد بھی انہوں نے اختلاف کیا''۔

تو اب یہ لوگ کلام کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا تھے۔ حالانکہ ان کے جسم تو ایک جگہ پر ایک ساتھ رہ رہے تھے۔

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو الگ' الگ کر دیا اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے' تمہارا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے''۔

تو یہ وہ لوگ ہیں' کہ جنہوں نے کلام کے ذریعے اپنے دین کو ایک دوسرے سے جدا کر لیا تھا۔

(مسند امام زید' مطبوعہ شبیر برادرز' ص ۲۷۸)

بَابُ الْاِخْتِلَافُ فِی الْبَیْعِ بَیْنَ الْبَآئِعِ وَالْمُشْتَرِیْ

باب 17: فروخت کرنے والے اور خریدار کے درمیان سودے میں اختلاف ہونے کا حکم

786- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا بَيِّعَيْنِ تَبَايَعَا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ اَوْ يَتَرَادَّانِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا اخْتَلَفَا فِی الثَّمَنِ تَحَالَفَا وَتَرَادَّا الْبَيْعَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا اِذَا كَانَ الْمَبِيْعُ قَآئِمًا بِعَيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ الْمُشْتَرِیْ قَدِاسْتَهْلَكَهٗ فَالْقَوْلُ مَاقَالَ الْمُشْتَرِیْ فِی الثَّمَنِ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَاَمَّافِیْ قَوْلِنَا فَيَتَحَالَفَانِ وَيَتَرَادَّانِ الْقِيْمَةَ ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب دو آدمی خرید و فروخت کریں تو اس بارے میں فروخت کرنے والے کا قول معتبر ہوگا' یا پھر وہ دونوں اس سودے کو کالعدم قرار دیں گے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جب دونوں فریقوں کے درمیان قیمت کے بارے میں اختلاف ہو جائے' تو وہ دونوں قسم اٹھالیں گے اور اس کو کالعدم قرار

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

یہ اس صورت میں ہے جب فروخت شدہ سامان اصل حالت میں موجود ہو لیکن اگر خریدار نے اس کو ضائع کر دیا ہو تو اس بارے میں قیمت کے بارے میں خریدار کا قول معتبر ہوگا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے البتہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ وہ دونوں قسم اُٹھائیں گے اور قیمت واپس کر دیں گے۔

...———...———...

شرح: یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: فروخت کرنے والے کے قول کے معتبر ہوتے کا حکم اس وقت ہوگا کہ جب وہ سامان موجود ہو جسے فروخت کیا گیا تھا اور اس کی قیمت کے بارے میں فروخت کرنے والے اور خریدار کے درمیان اختلاف ہوا ہو تو اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں کہ فروخت کرنے والا اور خریدار دونوں قسم اُٹھائیں گے اور پھر فروخت شدہ سامان فروخت کرنے والے کو واپس کر دیا جائے گا اور وہ سودا کالعدم قرار دیا جائے گا۔

لیکن اگر فروخت شدہ سامان خریدار کے پاس سے ضائع ہو جاتا ہے اور اس سامان کی قیمت کے بارے میں فروخت کرنے والے اور خریدار کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے تو اب فقہاء کے درمیان اس صورت حال کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ اب دونوں فریقوں سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ اس حوالے سے خریدار کا قول معتبر ہوگا۔

اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: (ماتن کہتے ہیں:) اگر سامان ہلاک یا ضائع ہو جاتا ہے اور اس کے بعد فروخت کرنے والے اور خریدار کے درمیان قیمت میں اختلاف ہو جاتا ہے تو ان دونوں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں قسم نہیں لی جائے گی یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور ایسی صورت حال میں خریدار کا قول معتبر سمجھا جائے گا جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے قسم لی جائے گی اور وہ سودا کالعدم قرار دیا جائے گا اور جو سامان خریدار کے پاس سے ہلاک ہو چکا ہو اس کی وہی قیمت ادا کی جائے گی جو اس وقت بازار میں رائج ہوگی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:) جب خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس بارے میں فروخت کرنے والے کا قول معتبر ہوگا اگر وہ سامان ضائع ہو جائے تو اس بارے میں خریدار کا قول معتبر ہو گا"۔

بَابُ الرَّجُلُ يَبِيعُ الْمَتَاعَ بِنَسِيَةٍ فَيُفْلِسُ الْمُبْتَاعُ

باب 18: جب کوئی شخص کسی سامان کو اُدھار فروخت کرے اور پھر خریدار مفلس ہو جائے

767- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعًا فَاَفْلَسَ الَّذِي ابْتَاعَهُ وَلَمْ يَقْبِضِ الَّذِي بَاعَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا فَوَجَدَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ وَاِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِي فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ فِيهِ اُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا مَاتَ وَقَدْ قَبَضَهُ فَصَاحِبُهُ فِيهِ اُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَقْبِضِ الْمُشْتَرِي فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ مِنْ بَقِيَّةِ الْغُرَمَاءِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ حَقَّهُ وَكَذٰلِكَ اِنْ اَفْلَسَ الْمُشْتَرِيْ وَلَمْ يَقْبِضْ مَا اشْتَرٰى فَالْبَائِعُ اَحَقُّ بِمَا بَاعَ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ حَقَّهُ .

✦✦ ابوبکر بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص سامان فروخت کر دے اور خریدنے والا شخص مفلس ہو جائے اور فروخت کرنے والے نے اپنی سامان کی قیمت میں سے کچھ بھی وصول نہ کیا ہو اور وہ اپنا سامان بعینہ اس خریدار کے پاس پائے' تو اس سامان کا زیادہ حق دار ہوگا لیکن اگر وہ خریدار فوت ہو جاتا ہے' تو اب اس سامان کا مالک باقی قرض خواہوں کی مانند شمار ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب خریدار فوت ہو جائے اور وہ سامان کو اپنے قبضے میں لے چکا ہو' تو اس صورت میں فروخت کرنے والا شخص باقی قرض خواہوں کی مانند شمار ہوگا' لیکن اگر خریدار نے اس چیز کو اپنے قبضے میں نہیں لیا تو باقی قرض خواہوں کے مقابلے میں فروخت کرنے والا اپنی چیز کا زیادہ حق دار ہوگا' وہ اپنا حق پورا وصول کرے گا۔

اسی طرح اگر خریدار کو مفلس قرار دیا جاتا ہے اور اس نے جو چیز خریدی تھی' اس نے اس چیز کو اپنے قبضے میں نہیں لیا تھا تو فروخت کرنے والا شخص اپنی فروخت کردہ چیز کا زیادہ حقدار ہوگا' یہاں تک کہ وہ اپنا حق پورا وصول کر لے گا۔

•••———•••———•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے کو کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور اُدھار کے طور پر فروخت کرتا ہے' اس شرط پر کہ ایک متعین مدت گزر جانے کے بعد خریدار اُس چیز کی قیمت ادا کر دے گا۔

اور پھر وہ مدت پوری ہونے سے پہلے خریدار دیوالیہ ہو جاتا ہے اور قیمت ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا' لیکن اُس نے پہلے شخص سے جو چیز خریدی تھی' وہ بعینہ اُس خریدار کے پاس موجود ہے' تو متن میں ذکر ہونے والی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں فروخت کرنے والا شخص اپنی اُس چیز کا زیادہ حقدار ہوگا' یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب خریدار زندہ ہو اور اُسے دیوالیہ قرار دیا گیا ہو۔

لیکن اگر خریدار فوت ہو جاتا ہے اور فروخت شدہ چیز اُس کے پاس اپنی اصل حالت میں موجود ہے' تو اب فروخت کرنے والے کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اُسے بعینہ واپس لے' بلکہ اُس کی حیثیت دیگر قرض خواہوں کی سی ہوگی۔

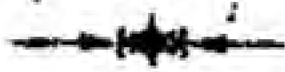
اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ خریدار نے کوئی چیز خرید لی' لیکن ابھی وہ اپنے قبضے میں نہیں لی' بلکہ وہ فروخت کرنے والے کے قبضے میں ہی تھی' تو ایسی صورت میں فروخت کرنے والا شخص اُس چیز کا زیادہ حقدار ہوگا۔

احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ جب فروخت شدہ چیز خریدار کے پاس موجود ہو' خریدار کے مفلس یا دیوالیہ ہونے کا فیصلہ دیدیا جائے' تو اس صورت میں اُس چیز کو فروخت کرنے والا شخص اور دیگر قرض خواہ برابر کی حیثیت رکھیں گے۔

تابعین میں سے ابراہیم نخعی' حسن بصری' ایک روایت کے مطابق امام شعبی' وکیع بن جراح' عبداللہ بن شبرمہ' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں' کہ اس صورت میں فروخت کرنے والے شخص کی حیثیت عام قرض خواہوں کی مانند ہوگی۔

ایک روایت کے مطابق عمر بن عبدالعزیز اور ابن شہاب زہری بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔



بَابُ الرَّجُلُ يَشْتَرِى الشَّىْءَ اَوْيَبِيْعُهُ فَيُغْبَنُ فِيْهِ اَوْيُسَعِّرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ

باب 19: جب کوئی شخص چیز خریدے یا فروخت کرے اور اُسے دھوکہ ہو جائے (اُس کا حکم کیا ہوگا؟) نیز مسلمانوں کے لیے قیمت مقرر کرنے کا حکم

788- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يُخْدَعُ فِى الْبَيْعِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَايَعْتَهُ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا بَاعَ فَقَالَ لَا خِلَابَةَ

قَالَ مُحَمَّدٌ نَرٰى اَنَّ هٰذَا كَانَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ خَاصَّةً.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا کہ خرید و فروخت میں اس کے ساتھ دھوکہ ہو جاتا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: جب کوئی شخص تمہارے ساتھ سودا کرے تو کہہ دو کہ کوئی دھوکہ نہیں ہوگا۔

تو وہ شخص جب کوئی چیز فروخت کرتا تھا تو یہ کہہ دیتا تھا کہ کوئی دھوکہ نہیں ہوگا (یعنی تم مجھے دھوکہ نہیں دینا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ یہ حکم صرف اُسی شخص کے لیے تھا۔

789- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ عَلٰى حَاطِبِ بْنِ اَبِىْ بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيْعُ زَبِيْبًا لَّهُ بِالسُّوْقِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اِمَّا اَنْ تَزِيْدَ فِى السِّعْرِ وَاِمَّا اَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوْقِنَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّسَعِّرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ بِيْعُوْا كَذَا وَكَذَا بِكَذَا وَكَذَا

وَيُجْبَرُوْا عَلٰى ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' حاطب بن ابوبلتعہ کے پاس سے گزرے تو اُس وقت وہ بازار میں اپنے خشک انگور فروخت کر رہے تھے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: یا تو تم اپنی قیمت میں اضافہ کر دو یا پھر ہمارے بازار سے اُٹھ جاؤ۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ کسی بھی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ مسلمان تاجروں کے لیے قیمت کا تعین کرے اور ان سے یہ کہا جائے کہ تم اتنی اتنی قیمت میں فروخت کر دو یا انہیں اس بات پر مجبور کیا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس باب میں دو مسائل ذکر کیے گئے ہیں:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے: اس سودے میں کوئی دھوکہ نہیں چلے گا' اور پھر اُس کے ساتھ دھوکہ ہو جاتا ہے' تو کیا اُسے سودا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں ہوگا؟

احناف اور شوافع اس بات کے قائل ہیں' کہ جس شخص کے ساتھ غبن ہو جاتا ہے' اُسے سودے کو فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا خواہ غبن کم ہو یا زیادہ ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح تر روایت کے مطابق یہی قول منقول ہے۔

جبکہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر وہ غبن اُس چیز کی قیمت کے ایک تہائی حصے کے برابر ہو' تو ایسی صورت میں کو فروخت کرنے والے سودے کو فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

بعض مالکی اور بعض حنبلی فقہاء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ اگر فروخت کرنے والا شخص اور خریدار دونوں فروخت شدہ سامان اور اُس کے بھاؤ کے متعلق علم رکھتے ہوں تو پھر بعد میں اُس سودے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا خواہ غبن کم ہو یا زیادہ ہو۔

لیکن اگر وہ دونوں یا اُن دونوں میں سے کوئی ایک بھاؤ کو نہیں جانتا تھا تو اس صورت میں وہ سودا فسخ ہو جائے گا' البتہ ایک صورت میں جائز ہوگا کہ غبن سے واقف ہونے کے بعد دونوں فریق اُس پر رضامند رہیں۔

احناف اور شوافع یہ کہتے ہیں' کہ مذکورہ بالا حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے جو حکم دیا ہے' وہ اُس ایک فرد کے ساتھ خاص ہے یعنی یہ حکم صرف حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص ہے۔

جبکہ دوسری روایت دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے' جو دونوں بدری ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حاطب بن ابوبلتعہ کو غزوہ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ کسی شخص کو بھاؤ مقرر کرنے کا حق حاصل نہیں ہے' بلکہ بھاؤ میں کمی بیشی فروخت کرنے والے اور خریدار کی مرضی پر موقوف ہوگی۔

بَابُ الْاِشْتِرَاطُ فِي الْبَيْعِ وَمَا يُفْسِدُهُ

باب 20: سودے میں شرط عائد کرنا' کون سی چیز اسے فاسد کر دیتی ہے؟

790- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اشْتَرٰى مِنْ اِمْرَاَتِهِ الثَّقَفِيَّةِ جَارِيَةً وَّاشْتَرَطَتْ عَلَيْهِ اَنَّكَ اِنْ بِعْتَهَا فَهِيَ لِيْ بِالثَّمَنِ الَّذِيْ تَبِيْعُهَا بِهٖ فَاسْتَفْتٰى فِيْ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَاتَقْرَبْهَا وَفِيْهَا شَرْطٌ لِاَحَدٍ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ كُلُّ شَرْطٍ اِشْتَرَطَ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِيْ وَالْمُشْتَرِيْ عَلَى الْبَائِعِ لَيْسَ مِنْ شُرُوْطِ الْبَيْعِ وَفِيْهِ مَنْفَعَةٌ لِلْبَائِعِ اَوِ الْمُشْتَرِيْ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ سے ایک کنیز خریدی' ان کی اہلیہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتی تھیں' اس خاتون نے ان پر یہ شرط عائد کی کہ اگر آپ نے اسے فروخت کرنا ہوا تو میں اُسی قیمت پر آپ سے لے لوں گی' جس پر آپ اسے فروخت کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس عورت کے پاس نہ جاؤ' جبکہ اس سودے میں کسی ایک کی طرف سے بھی شرط ہو۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہر ایسی شرط جو فروخت کنندہ خریدار پر عائد کرے یا خریدار فروخت کنندہ پر عائد کرے اور وہ ان شرائط میں شامل نہ ہو (جنہیں سودے میں عائد کیا جا سکتا ہے یا جن کی بنیاد پر) سودا کیا جا سکتا ہے۔ اور اس شرط میں فروخت کرنے والے یا خریدار کا کوئی فائدہ ہو تو ایسا سودا فاسد ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

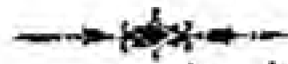
شرح: اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: (فقہ کی مشہور کتاب) الہدایہ اور اس کی شروح کے ذریعے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ نفس عقد جس کا تقاضا نہ کرتا ہو اور فریقین میں سے کسی ایک کا اس میں فائدہ ہو یا جس چیز کے بارے میں عقد کیا جا رہا ہے' اُس میں کوئی فائدہ ہو' تو ایسی صورت میں سودا فاسد ہو جاتا ہے' جبکہ وہ شرط متعارف بھی نہ ہو۔

شرعی طور پر بیع میں شرط لگانے سے مراد کسی متعین مدت کی شرط نہیں' جیسے یہ کہ متعین مدت کے بعد قیمت ادا کر دی جائے گی' متعین مدت کے بعد فروخت شدہ چیز ادا کی جائے گی' یا متعین مدت تک سودے کو ختم کرنے کا اختیار ہونے کی شرط عائد کرنا' یہ صورتیں جائز ہیں۔ اسی طرح ایسی کوئی شرط عائد کرنا بھی منع نہیں ہے' جو یقین اور پختگی کے لیے ہوتی ہے' جیسے یہ شرط عائد کی جائے

کہ کوئی کفیل لایا جائے گا' جو قیمت کے بارے میں اپنا ذمہ لے گا' تو ایسا کرنا جائز ہے۔

عقد میں فریقین کے کسی ایک فائدے یا جس چیز کے بارے میں عقد کیا جا رہا ہے' اُس کے فائدے کی مثال فاضل لکھنوی نے یہ تحریر کی ہے کہ جیسے کوئی شخص گندم خریدتا ہے' اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا شخص اُسے پیس کر دے گا' یا کوئی کپڑا خریدتا ہے اس شرط پر کہ فروخت کرنے والے اُسے سی کر دے گا' یا کوئی غلام خریدتا ہے اس شرط پر کہ خریدنے والا شخص بعد میں اُسے آگے فروخت نہیں کرے گا' وغیرہ لیکن اگر وہ شرط عقد کے تقاضے کے مطابق ہو' تو وہ فاسد نہیں ہوگی' جیسے یہ شرط عائد کرنا کہ فروخت شدہ چیز اب خریدار کی ملکیت شمار ہوگی۔

اس مسئلے کی بہت سی جزئیات ہیں' جو فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔

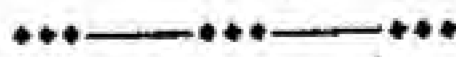


791- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَطَأُ الرَّجُلُ وَلِيْدَةً اِلَّا وَلِيْدَةً اِنْ شَآءَ بَاعَهَا وَاِنْ شَآءَ وَهَبَهَا وَاِنْ شَآءَ صَنَعَ بِهَا مَاشَآءَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهٰذَا تَفْسِيْرُ اِنَّ الْعَبْدَ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّتَسَرّٰى لِاَنَّهٗ اِنْ وَّهَبَ لَمْ يَجُزْ هِبَتُهٗ كَمَا يَجُوْزُ هِبَةُ الْحُرِّ فَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ نافع' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' آدمی صرف اُسی کنیز کے ساتھ صحبت کرے' جو اس کی اپنی ملکیت ہو' جسے اگر وہ چاہے تو فروخت کر دے' اگر چاہے' تو اسے ہبہ کر دے اور اس کے بارے میں جو کرنا چاہے کر لے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس کی وضاحت یہ ہے کہ غلام کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ صحبت کرنے کے لیے کنیز خرید لے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اسے ہبہ کرے گا' تو اس کا ہبہ کرنا درست نہیں ہوگا' جس طرح ایک آزاد شخص کا ہبہ کرنا درست ہوتا ہے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے یہی مراد ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کسی ایسی کنیز کے ساتھ ہی صحبت کر سکتا ہے' جو مکمل طور پر اس کی اپنی ملکیت ہو اور صحیح طور پر اس کی ملکیت میں آئی ہو' اس طرح کہ اگر وہ چاہے' تو اس کو آگے فروخت کر دے' اگر چاہے' تو کسی کو ہبہ کر دے' اگر چاہے' تو ایسا نہ بھی کرے' یعنی آزاد کرنے' مدبر بنانے وغیرہ کے حوالے سے وہ اس کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کر سکے لیکن جو کنیز اس نوعیت کی نہ ہو' اس کنیز کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ وہ کنیز یا تو کسی دوسرے کی ملکیت ہوگی' یعنی اس شخص کی بیوی یا والدین کی ملکیت ہوگی یا پھر اس کی اپنی ملکیت ہوگی' لیکن وہ فاسد طور پر اس کی ملکیت میں آئی ہوگی' جیسے اس نے اس کنیز کو اس شرط پر خریدا ہوگا کہ اُسے آگے فروخت نہیں کرے گا یا اُسے آگے

نہیں کرے گا' تو ایسی کنیز کے ساتھ صحبت کرنا آدمی کے لیے جائز نہیں ہے' کیونکہ وہ غلط طریقے سے اُس کی ملکیت میں آئی ہے اور ایسی کنیز کو آگے فروخت کرنا' اُسے خریدنا' اس میں تصرف کرنا آدمی کے لیے جائز نہیں ہوگا' بلکہ سابقہ عقد میں اقالہ کرنا اس پر لازم ہوگا۔

اس مفہوم کے اعتبار سے یہ روایت ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس بات کی تائید ''شرح معانی الآثار'' کی اس روایت سے بھی ہو جاتی ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کہ کوئی بھی شرمگاہ اُس وقت تک حلال نہیں ہوتی' جب تک اُس کا مالک اگر اُسے چاہے' تو فروخت کر دے' اگر چاہے' تو ہبہ کرے' اگر چاہے' تو اپنے پاس رہنے دے' اس میں کوئی شرط موجود نہ ہو۔

اسی طرح امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسی خاتون کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو اپنی کنیز کو اپنے شوہر کے لیے حلال قرار دیتی ہے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تم کسی ایسی کنیز کے ساتھ صحبت کر سکتے ہو جسے اگر تم چاہو تو فروخت کر دو' اگر تم چاہو تو ہبہ کر دو' اگر چاہو تو آزاد کر دو۔

ان روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کنیز کی شرمگاہ کو کسی دوسرے کے لیے حلال کر دیتا ہے' تو وہ دوسرا شخص اُس کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا' اسی طرح وہ دوسرا شخص اس کنیز کو عاریت کے طور پر کسی کو نہیں دے سکتا' ہبہ کے طور پر کسی کو نہیں دے سکتا۔

بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا مُّؤَبَّرًا اَوْ عَبْدًا وَّلَهٗ مَالٌ

باب 21: جو شخص پیوند شدہ کھجور کے درخت کو یا کسی ایسے غلام کو فروخت کرے جس کے پاس مال موجود ہو

792- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَهَا الْمُبْتَاعُ ۔

حديث792: اخرجه مالك في "المؤطا" بروايةيحيیٰ بن يحيیٰ المصمودي' كتاب البيوع' باب ما جاء في ثمر المال يباع أصله - حديث: 1294اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الشروط' باب إذا باع نخلا قد أبرت ولم يشترط الثمرة - حديث: 2587اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب البيوع' باب من باع نخلا عليها ثمر - حديث: 2934اخرجه الترمذي في "سننه"، ابواب البيوع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في ابتياع النخل بعد التأبير والعبد وله مال' حديث: 1201اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب التجارات' باب ما جاء فيمن باع نخلا مؤبرا - حديث: 2207السنن المأثورة للشافعي - باب في البيوع' حديث: 185اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، باب ما قذفه البحر' ذكر العبد يعتق وله مال - حديث: 4841مسند أحمد بن حنبل ' مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 4360مسند الشافعي - ومن كتاب البيوع' حديث: 637

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کھجور کا ایسا درخت فروخت کرتا ہے' جس میں پیوند لگائے گئے ہوں' تو اس کا پھل فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا' البتہ اگر خریدار اس کی شرط عائد کر دیتا ہے' تو وہ اس کو ملے گا۔

•••——•••——•••

شرح: عربی زبان میں لفظ "تابیر" کا مطلب پیوند کاری کرنا ہے' یعنی کھجور کے درخت میں مادہ کھجور کو شق کر کے اس میں نر کھجور کا شگوفہ لگانا یا نر کھجور کو شق کر کے مادہ کھجور کا شگوفہ لگانا' اسے تابیر کہا جاتا ہے' اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے نتیجے میں کھجور کی پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حدیث میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے کھجور کے باغ میں اپنے کھجور کے درخت پر پیوند کاری کی ہو اور بعد میں وہ شخص اپنے اس باغ کو یا کھجور کے اس درخت کو فروخت کر دے تو اب اس درخت کا پھل فروخت کرنے والے کی ملکیت شمار ہوگا' البتہ اگر سودا ہوتے وقت خریدار یہ شرط عائد کر دے کہ پھل بھی میری ملکیت ہوگا' تو اس بات کا حکم مختلف ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء اسی بات کے قائل ہیں۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ آدمی نے یعنی فروخت کرنے والے شخص نے اپنے کھجور کے درختوں میں پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو' اگر مطلق طور پر سودا ہوا ہو' تو کھجور کے درخت کا پھل فروخت کرنے والے کی ملکیت شمار ہوگا اور درخت خریدار کی ملکیت شمار ہوں گے' البتہ اگر خریدار شخص پھل کے بھی سودے میں شامل ہونے کی شرط عائد کر دیتا ہے' تو حکم مختلف ہوگا۔

یہاں دوسری روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے' جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی غلام کو فروخت کرتا ہے اور اس غلام کے پاس کچھ مال موجود ہے' تو اس غلام کے پاس موجود مال' فروخت کرنے والے کی ملکیت شمار ہوگا' البتہ اگر سودے کے وقت خریدار یہ شرط عائد کرتا ہے کہ اس غلام کے ساتھ اس کے پاس موجود مال بھی میری ملکیت ہوگا' تو ایسی صورت میں وہ مال خریدار کی ملکیت شمار ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے اس بات کے قائل ہیں' کہ غلام کی اپنی ملکیت میں کوئی چیز نہیں ہوگی۔ غلام کے پاس جو مال بھی موجود ہے وہ اس کے سابقہ مالک یعنی فروخت کرنے والے شخص کا ہوگا' خریدار اگر اُس کی شرط عائد بھی کر دیتا ہے' تو بھی اس شرط کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اگر اس شرط کا اعتبار کیا جائے' تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خریدار اپنی رقم کے عوض میں دو چیزیں خرید رہا ہے' ایک اس غلام کو خرید رہا ہے اور دوسرا اس کے پاس موجود مال کو خرید رہا ہے۔ اب آگے یہ اختلاف آ جائے گا کہ اگر اس غلام کے پاس موجود مال کسی نقدی کی شکل میں ہے' سونا یا چاندی کی شکل میں ہے' تو کیا سونا یا چاندی کے عوض بھی اس مال کو خریدا جا سکتا ہے؟ اگر اس غلام کے پاس موجود مال گیہوں وغیرہ کی شکل میں ہے' تو کیا گیہوں کے عوض اس غلام اور اس کے پاس موجود مال کو خریدا جا سکتا ہے' اس مسئلے کی جزئیات کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

793- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کوئی ایسا غلام فروخت کرتا ہے جس کے پاس مال موجود ہو تو وہ مال فروخت کرنے والے کو ملے گا' البتہ خریدار نے اس مال کی شرط عائد کی ہو (تو وہ اُسے مل جائے گا)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَشْتَرِى الْجَارِيَةَ وَلَهَا زَوْجٌ اَوْ تُهْدٰى اِلَيْهِ

باب 22: جب کوئی شخص کسی کنیز کو خرید لے یا کسی شخص کو کوئی کنیز ہبہ کی جائے اور اس کنیز کا شوہر موجود ہو؟

794- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِىُّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اِشْتَرٰى مِنْ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ جَارِيَةً فَوَجَدَهَا ذَاتَ زَوْجٍ فَرَدَّهَا

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَكُوْنُ بَيْعُهَا طَلَاقًا فَاِذَا كَانَتْ ذَاتَ زَوْجٍ فَهٰذَا عَيْبٌ تُرَدُّ بِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ سلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک کنیز خریدی' بعد میں پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے' تو انہوں نے وہ کنیز واپس کر دی۔

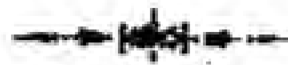
✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ جب کوئی کنیز شادی شدہ ہو' تو اسے فروخت کرنا طلاق شمار نہیں ہوگا اور یہ چیز عیب ہے' اس کی بنیاد پر کنیز کو واپس کیا جا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ جس زمانے میں غلاموں اور کنیزوں کی خرید و فروخت کا رواج تھا' اس زمانے کے قوانین کے مطابق جب کوئی شخص کسی کنیز کو خریدتا تھا تو وہ اس کے ساتھ صحبت کر سکتا تھا اور اس کنیز کے آقا کو اس بات کا بھی حق حاصل ہوتا تھا کہ اگر وہ چاہے' تو اپنی کنیز کی شادی کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دے' جب ایک کنیز کسی ایک شخص کی ملکیت ہو اور اس کا آقا اس کی شادی کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دیتا ہے' تو اب اس کنیز کے ساتھ صحبت کرنے کا حق آقا کو باقی نہیں رہے گا' بلکہ اس کے شوہر کے پاس آ جائے گا اور یہ حق اس شوہر کے پاس اس وقت تک رہے گا' جب تک اس شوہر کا انتقال نہیں ہو جاتا یا وہ شوہر اس عورت کو طلاق نہیں دیدیتا۔

مسئلہ یہ ہے کہ بیوی آزاد عورت ہو یا کنیز ہو شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو بیوی کو طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو حاصل ہوتا ہے اس میں شوہر کے آقا یا کنیز کے آقا کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوتا' اس لیے اگر کوئی شخص کسی ایسی کنیز کو خریدتا ہے' جو پہلے سے شادی شدہ ہو یا کسی شخص کو ہدیے کے طور پر کوئی ایسی کنیز دی جاتی ہے' جو پہلے سے شادی شدہ ہو' تو اب اسے یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ شادی شدہ کنیز کے ساتھ صحبت کر سکے۔ اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی ایک ہی عورت کے ساتھ صحبت کرنا دو مردوں کے لیے جائز نہیں ہو سکتا' اگر کنیز کے شوہر کی موجودگی میں کنیز کا آقا اس کے ساتھ صحبت کرتا ہے' تو وہ گنہگار بھی ہوگا اور اسے سزا بھی دی جائے گی۔



795- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ اَهْدٰى لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ جَارِيَةً مِّنَ الْبَصْرَةِ وَلَهَا زَوْجٌ فَقَالَ عُثْمَانُ لَنْ اَقْرَبَهَا حَتّٰى يُفَارِقَهَا زَوْجُهَا فَاَرْضٰى ابْنُ عَامِرٍ زَوْجَهَا فَفَارَقَهَا .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عامر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بصرہ سے ایک کنیز تحفے کے طور پر بھیجی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کے ساتھ اس وقت تک صحبت نہیں کروں گا' جب تک اس کا شوہر اسے طلاق نہیں دیتا۔ تو عبداللہ بن عامر نے اس کے شوہر کو راضی کیا' تو اس نے اسے طلاق دیدی۔

بَابُ عُهْدَةُ الثَّلَاثِ وَالسَّنَةِ

باب 23: تین دن اور ایک سال (کے بعد) کا وعدہ کرنا

796- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ وَهِشَامَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ يُعَلِّمَانِ النَّاسَ عُهْدَةَ الثَّلٰثِ وَالسَّنَةِ يَخْطُبَانِ بِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ

قَالَ مُحَمَّدٌ لَسْنَا نَعْرِفُ عُهْدَةَ الثَّلٰثِ وَلَا عُهْدَةَ السَّنَةِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الرَّجُلُ خِيَارَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اَوْ خِيَارَ سَنَةٍ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ عَلٰى مَااشْتَرَطَ وَاَمَّافِىْ قَوْلِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ فَلَا يَجُوْزُ الْخِيَارُ اِلَّا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ .

✧✧ عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: ابان بن عثمان اور ہشام بن اسماعیل لوگوں کو یہ بات بتا رہے تھے کہ تین دن سے لے کر ایک سال تک (کے بعد) کی ادائیگی کا وعدہ کیا جا سکتا ہے' ان دونوں نے منبر پر خطبہ دیتے وقت یہ بات بیان کی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں تین دن یا ایک سال کے وعدے کا پتہ نہیں ہے' اگر کوئی شخص یہ شرط عائد کرتا ہے کہ اسے سودا تین دن تک ختم کرنے کا اختیار ہوگا یا ایک سال تک اختیار ہوگا' تو اسے اپنی مقرر کردہ شرط کے مطابق حق حاصل ہوگا۔ جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کا تعلق ہے' تو ان کے نزدیک تین سے زیادہ اختیار دینا جائز نہیں ہے۔



شرح: یہاں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب دو افراد مل کر آپس میں ایک سودا کر لیتے ہیں اور وہ یہ شرط عائد کرتے ہیں' کہ وہ تین دن تک یا دس دن تک یا ایک سال تک اس سودے کو کالعدم کرنے کا اختیار رکھتے ہیں' تو اس شرط کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس نوعیت کی شرط صرف تین دن تک مقرر کی جاسکتی ہے' اگر تین دن سے زیادہ کی شرط رکھی جائے گی' تو وہ معتبر شمار نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کی تائید اُس روایت سے بھی ہو جاتی ہے جسے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک اونٹ خریدا اور یہ شرط عائد کی کہ چار دن تک اُسے اختیار رہے گا (یعنی اگر وہ چاہے' تو چار دن کے اندر اندر اس سودے کو کالعدم کرسکتا ہے)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سودے کو مسترد کر دیا اور فرمایا: (سودا ختم کرنے کا) اختیار تین دن تک ہوتا ہے۔

بَابُ بَيْعُ الْوَلَاءِ

باب 24: ولاء کوفروخت کرنا

797- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْوَلَاءِ وَلَا هِبَتُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کوفروخت کرنے یا اسے ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

●● امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ولاء کوفروخت کرنا یا اس کو ہبہ کرنا جائز

حدیث 797: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودی' كتاب العتق و الولاء' باب مصير الولاء لمن أعتق - حديث:1477اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب العتق' باب بيع الولاء وهبته - حديث:2418اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب العتق' بـاب النهی عن بيع الولاء - حـديث:2849اخـرجـه ابـوداؤد فـی "سـنـنـه"، كـتـاب الفرائض' باب فی بيع الولاء - حديث:2545اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الفرائض' باب النهی عن بيع الولاء وعن هبته - حديث:2744اخرجه النسائی فی "سننه"، كتـاب البيوع' بيع الولاء - حـديث: 4603اخـرجـه الـنسـائـی فـی "سـنـنـه الـكـبـرى"، كـتـاب البيوع' بيع الولاء - حديث:6069اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، كتاب الولاء' باب بيع الولاء وهبته - حديث:15606اخرجه الدارمی فی "سننه"، ومن كتاب البيوع' باب : فی النهی عن بيع الولاء - حديث: 2529اخـرجـه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب البيوع' باب البيع المنهی عنه - ذكـر خبر ثان يصرح بصحة ما ذكرناه' حديث: 5026اخـرجه الدارمی فی "سننه"، ومن كتاب الفرائض' باب : بيع الولاء - حديث: 3102اخـرجـه الـنسائی فی "سننه الكبرى"، كتاب البيوع' بيع الولاء - حديث: 6069مـسـنـد احمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حديث: 4423مسند الشافعی - ومن كتاب جراح العمد' حديث: 1921اخرجه الطيالسی فی "مسنده"، احـاديـث النساء' وما أسند عبد الله بن عمر بن الخطاب رحمه الله عن - وما روى عبد الله بن دينار عن ابن عمر' حديث:1983اخـرجـه الـحميدی فی "سننه"، احاديث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنه' حديث: 618المعجم الأوسط للطبرانی - باب الألف' من اسمه احمد - حديث:49

نہیں ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی غلام یا کنیز آزاد ہو جائیں اور آزاد ہونے کے بعد ان کا انتقال ہو جائے اور پھر وراثت کے قوانین کے مطابق ذوی الفروض یا عصبہ رشتہ داروں میں سے اُن کا کوئی بھی رشتے دار موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں آزاد ہو جانے والے اُس غلام یا کنیز کا سارا مال اُسے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے آزاد کرنے والے شخص کو ملنے والے اس حق کو ولاء کہا جاتا ہے۔

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ ولاء کا یہ حق صرف اُس شخص کے لیے مخصوص ہے جو بذاتِ خود غلام یا کنیز کو آزاد کرتا ہے اس حق کو نہ تو فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان دونوں کاموں کی ممانعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔

جمہور علماء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے البتہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اُنہوں نے اپنے ایک غلام کی ولاء کا حق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دے دیا تھا۔

اسی طرح امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ اُنہوں نے ایک غلام کے آقا کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ولاء کا حق جسے چاہے دیدے۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ اُنہوں نے ولاء کے حق کو فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

اسی نوعیت کی روایات عروہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی منقول ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان حضرات تک یہ حدیث نہیں پہنچ سکی ہوگی کیونکہ فتح الباری میں یہ بات منقول ہے کہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات نقل کی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس نوعیت کا فیصلہ دیا تھا (کہ ولاء کے حق کو فروخت کیا جا سکتا ہے) تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُن کا انکار کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا: کیا کوئی شخص اپنے نسب کو فروخت کر سکتا ہے؟

798- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ وَلِيْدَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ اَهْلُهَا نَبِيْعُكِ عَلٰى اَنَّ وَلَاءَ هَا لَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكِ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ لَا يَتَحَوَّلُ عَنْهُ وَهُوَ كَالنَّسَبِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کنیز کو خرید کر اُسے آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کنیز کے مالک نے کہا: ہم اس شرط پر آپ کو فروخت کریں گے کہ کنیز کی ولاء کا حق ہمیں حاصل رہے گا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس

بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ چیز تمہارے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی کیونکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو ملتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ یہ حق اس سے منتقل نہیں ہو سکتا' یہ نسب کی طرح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ بَيْعِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ

باب 25: اُم ولد کو فروخت کرنا

799- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَيُّمَا وَلِيْدَةٍ وَّلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا فَاِنَّهُ لَا يَبِيْعُهَا وَلَا يَهَبُهَا وَلَا يُوَرِّثُهَا وَهُوَ يَسْتَمْتِعُ مِنْهَا فَاِذَامَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ کنیز اپنے آقا کے بچے کو جنم دے گی' تو وہ آقا اسے فروخت نہیں کر سکے گا اور اسے ہبہ نہیں کر سکے گا' وہ اس کی وراثت میں منتقل نہیں ہوگی وہ آقا جب تک زندہ رہے گا' اس سے فائدہ حاصل کرتا رہے گا اور جب وہ آقا فوت ہو جائے گا' تو وہ کنیز آزاد شمار ہو گی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: "اُم ولد" ایسی کنیز کو کہا جاتا ہے' جس کا آقا اُس کے ساتھ صحبت کرے اور اُس کے نتیجے میں وہ کنیز اپنے آقا کے بچے کو جنم دے۔ اصولی طور پر وہ کنیز اپنے آقا کی ملکیت ہوتی ہے اور کوئی بھی شخص اپنی زیر ملکیت کنیز کو فروخت کر سکتا ہے' کسی دوسرے کو ہبہ کر سکتا ہے یا اُس شخص کے مر جانے کے بعد اُس کے غلام اور کنیزیں اُس کے ورثاء میں تقسیم ہو جاتے ہیں' لیکن اُم ولد کنیز کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ہے کہ ایسی کنیز کو نہ تو فروخت کیا جا سکتا ہے' نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی یہ وراثت میں تقسیم ہو گی بلکہ جب تک اُس کا آقا زندہ ہے' اُس کے ساتھ صحبت کرتا رہے گا' جب آقا کا انتقال ہو جائے' تو اُس کے انتقال کے ساتھ ہی وہ کنیز خود بخود فوری طور پر آزاد ہو جائے گی۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"جب کسی شخص کی کنیز اُس کے بچے کو جنم دے تو اُس شخص کے (مرنے کے) بعد وہ کنیز اُس کی طرف سے آزاد ہو جائے گی"۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ (سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) کا تذکرہ کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اُس کے بچے نے اُسے آزاد کردیا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ)

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو موقف ہے' ائمہ ثلاثہ نے بھی اُس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ بَيْعُ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً وَّنَقْدًا

باب 26: جانور کے عوض میں جانور کا اُدھار یا نقد سودا کرنا

800-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ بَاعَ جَمَلًا لَّهٗ يُدْعٰى عُصَيْفِيْرًا بِعِشْرِيْنَ بَعِيْرًا اِلٰى اَجَلٍ .

✧✧ حسن بن محمد بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک اونٹ فروخت کیا جس کا نام عصیفیر تھا' اور وہ اونٹ انہوں نے بیس اونٹوں کی اُدھار ادائیگی کے عوض میں فروخت کیا تھا۔

801-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اشْتَرٰى رَاحِلَةً بِاَرْبَعَةِ اَبْعِرَةٍ مَّضْمُوْنَةٍ عَلَيْهَا يُوَفِّيْهَا اِيَّاهُ بِالرَّبْذَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ خِلَافُ هٰذَا .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چار اونٹوں کے عوض میں ایک اونٹنی خریدی تھی اس شرط پر کہ اگر وہ ہلاک ہوگئی تو اس کا نقصان فروخت کنندہ کے ذمے ہوگا اور اس کا مالک وہ اونٹنی ربذہ کے مقام پر انہیں ادا کرنے کا پابند تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہم تک جو روایت پہنچی ہے وہ مختلف ہے۔

802-اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ ذُوَيْبٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ اَبِیْ حَسَنِ الْبَزَّارِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْبَعِيْرِ بِالْبَعِيْرَيْنِ اِلٰى اَجَلٍ وَالشَّاةِ بِالشَّاتَيْنِ اِلٰى اَجَلٍ وَّبَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً فَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ ابوحسن بزار ایک صحابی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے دو اونٹوں کے عوض میں ایک اونٹ کو اُدھار فروخت کرنے اور دو بکریوں کے عوض میں ایک بکری کو اُدھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہم تک پہنچی ہے کہ آپ نے جانور کے عوض میں جانور کو اُدھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••-----•••-----•••

شرح: فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب دست بدست لین دین کیا جا رہا ہو تو ایک جانور کے عوض میں دوسرے جانور کو دینا جائز ہے خواہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ موٹا تازہ ہو۔

لیکن اگر جانور کے بدلے میں جانور فروخت کرتے ہوئے اُدھار لین دین کیا جاتا ہے تو اس حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے تین طرح کی روایات منقول ہیں ایک روایت کے مطابق ایسا کرنا مطلق جائز ہے ایک روایت کے مطابق ایسا کرنا مطلق جائز نہیں ہے اور ایک روایت کے مطابق حکم یہ ہے کہ اگر دونوں طرف جانوروں کی جنس ایک ہو تو پھر ایک جانور کو دوسرے کے عوض میں اُدھار کے طور پر فروخت نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر دونوں جانوروں کی جنس مختلف ہو تو اُدھار کے طور پر ایسا کرنا جائز ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جانور کے عوض میں جانور کے اُدھار سودے کو مطلق طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔

بَابُ الشِّرْكَةِ فِی الْبَيْعِ

باب 27: سودے میں شرکت

803- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ كُنْتُ اَبِيْعُ الْبَزَّ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَنَّ عُمَرَ قَالَ لَا يَبِيْعُهُ فِیْ سُوْقِنَا اَعْجَمِیٌّ فَاِنَّهُمْ لَمْ يَفْقَهُوْا فِی الدِّيْنِ وَلَمْ يُقِيْمُوا الْمِيْزَانَ وَالْمِكْيَالَ قَالَ يَعْقُوْبُ فَذَهَبْتُ اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ لَكَ فِیْ غَنِيْمَةٍ بَارِدَةٍ قَالَ مَاهِیَ قُلْتُ بَزٌّ قَدْ عَلِمْتُ مَكَانَهٗ يَبِيْعُهٗ صَاحِبُهٗ بِرُخْصٍ لَا يَسْتَطِيْعُ بَيْعَهٗ اَشْتَرِيْهِ لَكَ ثُمَّ اَبِيْعُهٗ لَكَ قَالَ نَعَمْ فَذَهَبْتُ فَصَفَقْتُ بِالْبَزِّ ثُمَّ جِئْتُ بِهٖ فَطَرَحْتُ فِیْ دَارِ عُثْمَانَ فَلَمَّا رَجَعَ عُثْمَانُ فَرَاَى الْعُكُوْمَ فِیْ دَارِهٖ قَالَ مَاهٰذَا قَالُوْا بَزٌّ جَآءَ بِهٖ يَعْقُوْبُ قَالَ اُدْعُوْهُ لِیْ فَجِئْتُ فَقَالَ مَاهٰذَا قُلْتُ هٰذَا الَّذِیْ قُلْتُ لَكَ قَالَ اَنْظَرْتَهٗ قُلْتُ كَفَيْتُكَ وَلٰكِنَّهٗ حَرَسُ عُمَرَ قَالَ نَعَمْ فَذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰی حَرَسِ عُمَرَ فَقَالَ اِنَّ يَعْقُوْبَ يَبِيْعُ بَزِّیْ فَلَا تَمْنَعُوْهُ قَالُوْا نَعَمْ فَجِئْتُ بِالْبَزِّ السُّوْقَ فَلَمْ اَلْبَثْ حَتّٰی جَعَلْتُ ثَمَنَهٗ فِیْ مِزْوَدٍ وَذَهَبْتُ اِلٰی عُثْمَانَ وَبِالَّذِی اشْتَرَيْتُ الْبَزَّ بِهٖ فَقُلْتُ عُدَّ الَّذِیْ لَكَ فَاعْتَدَّهٗ وَبَقِیَ مَالٌ كَثِيْرٌ قَالَ فَقُلْتُ لِعُثْمَانَ هٰذَا لَكَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَظْلِمْ بِهٖ اَحَدًا قَالَ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا

وَفَرِحَ بِذٰلِكَ قَالَ فَقُلْتُ اَمَا اِنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ مَكَانَ بَيْعِهَا مِثْلَهَا اَوْ اَفْضَلَ قَالَ وَعَائِدٌ اَنْتَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ اِنْ شِئْتَ قَالَ قَدْ شِئْتُ قَالَ فَقُلْتُ فَاِنِّيْ بَاعَ خَيْرًا فَاَشْرِكْنِيْ قَالَ نَعَمْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِاَنْ يَشْتَرِكَ الرَّجُلَانِ فِي الشِّرَاءِ بِالنَّسِيْئَةِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا رَأْسُ مَالٍ عَلٰى اَنَّ الرِّبْحَ بَيْنَهُمَا وَالْوَضِيْعَةُ عَلٰى ذٰلِكَ وَاِنْ وَلِيَ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ اَحَدُهُمَا دُوْنَ صَاحِبِهٖ وَلَا يَفْضُلُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَهٗ فِي الرِّبْحِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَاْكُلَ اَحَدُهُمَا رِبْحَ مَا ضَمِنَ صَاحِبُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ حضرت ابوبن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی ہے میرے والد نے مجھے بتایا: وہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں میں کپڑوں کی خرید وفروخت کیا کرتا تھا' انہوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ کوئی بھی عجمی شخص ہمارے بازار میں کپڑوں کی خرید وفروخت نہ کرے' کیونکہ عجمی لوگوں کو دین کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتی ہیں' اس لیے وہ ماپ تول میں انصاف سے کام نہیں لے سکتے ہیں۔ یعقوب نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اُن سے کہا: کیا میں آپ کے لیے خرید وفروخت کرلوں؟ انہوں نے دریافت کیا: کس چیز کے بارے میں؟ کیونکہ مجھے یہ پتہ ہے کہ کون سی جگہ سے ستا کپڑا ملتا ہے' کیونکہ اس کا مالک اس کو فروخت نہیں کرسکتا' اس لیے میں اس کے مالک سے وہ کپڑا آپ کے لیے خرید لوں گا اور پھر اُسے آپ کے لیے بازار میں فروخت کردوں گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے' میں وہاں گیا' وہاں سے کپڑا خریدا اور وہ کپڑا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھ دیا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے' اپنے گھر میں کپڑے کے ڈھیر کو دیکھ کر دریافت کیا: یہ کہاں سے آیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ کپڑا یعقوب نے آپ کے لیے خریدا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو بلا کر لاؤ! میں ان کے پاس آیا' تو انہوں نے دریافت کیا: یہ کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں' میں نے آپ سے گزارش کی تھی' انہوں نے کہا: تم نے اچھی طرح جانچ پڑتال کی ہے؟ تو میں نے کہا: جی! میں نے اچھی طرح اسے پرکھ لیا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری اہلکاروں کو اس کے بارے میں شک ہے' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے! تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اہلکاروں کے پاس تشریف لے کر گئے اور بولے: یعقوب نے میرے کپڑوں کی خرید وفروخت کی ہے' تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

یعقوب نامی راوی کہتے ہیں' کہ میں جلدی سے بازار میں وہ کپڑا لے کر آیا اور اُسے فروخت کردیا' میں نے اس کی قیمت کو تھیلی میں محفوظ کرلیا اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' میرے ساتھ وہ شخص بھی تھا جس سے میں نے وہ کپڑا خریدا تھا' میں نے ان سے کہا: آپ اپنی رقم کو گنتی کریں' انہوں نے گنتی کی تو انہیں یہ پتہ چلا کہ اس سے انہیں بہت فائدہ ہوا ہے۔

یعقوب نامی راوی کہتے ہیں' کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ سب آپ کی ملکیت ہے' میں نے کسی کے ساتھ زیادتی کر کے یہ رقم حاصل نہیں کی ہے' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بہترین اجر عطاء کرے گا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بات سے بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد یعقوب نامی راوی کہتے ہیں' کہ میں نے دوبارہ عرض کی: میں اسی طرح خرید وفروخت بلکہ اس سے بھی زیادہ خرید وفروخت کے بارے میں جانتا ہوں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم دوبارہ خرید وفروخت کرو گے؟ راوی کہتے ہیں' کہ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اگر آپ اس کو مناسب سمجھیں' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے! تو راوی کہتے ہیں' کہ میں نے کہا: میں اس کو بہترین طریقے سے خرید وفروخت کروں گا' اگر آپ مجھے اس میں شراکت دار کر دیں' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے! ہم دونوں شراکت دار ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اگر دو آدمی اُدھار کے طور پر کوئی چیز فروخت کرنے میں شریک ہو جاتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' بے شک اس میں ایک کی رقم نہ ہو اور شرط یہ ہو کہ یہ منافع دونوں کے لیے ہوگا اور نقصان میں بھی دونوں شراکت دار ہوں گے۔

اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک خرید وفروخت اپنے ہی ذمے لے لیتا ہے' یہ اُس کے ساتھی کی ذمہ داری نہیں ہوتی اور دونوں میں سے کسی ایک کا نفع دوسرے ساتھی سے زیادہ بھی نہیں ہوگا' یہ بات جائز نہیں ہوگی دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک فریق اُس چیز کا نفع حاصل کرے' جس کا تاوان صرف دوسرے فریق پر لازم ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں شرکت سے مراد کاروبار میں شراکت داری ہے۔ کاروبار میں شراکت داری کے حوالے سے فقہاء کے درمیان بہت سے مسائل اور جزئیات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شراکت کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: ہمارے اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے کہ شراکت صرف درہم اور دینار میں ہو سکتی ہے' یہ ساز وسامان میں نہیں ہو سکتی۔

شیخ ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شیخ بتی فرماتے ہیں: ساز وسامان میں بھی شراکت جائز ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ساز وسامان میں بھی شراکت جائز ہے' البتہ اناج میں شراکت جائز نہیں ہے' خواہ دونوں طرف سے برابر اناج موجود ہو' خواہ اس کی کوئی ایک ہی قسم ہو یا مختلف اقسام ہوں۔

ایسی شراکت بھی جائز نہیں ہے' جس میں ایک طرف سے درہم ہوں اور دوسری طرف سے دینار ہوں' اگرچہ قیمت برابر ہی ہو کیونکہ اناج کی مثال بھی بیع صرف کی طرح ہوتی ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ساز وسامان کے لین دین میں شراکت جائز نہیں ہے' یہ صرف درہم یا دینار میں ہو سکتی ہے۔

بَابُ الْقَضَاءِ

باب 28: قضاء کا بیان

804-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمْنَعُ اَحَدُكُمْ جَارَهٗ اَنْ یَغْرِزَ خَشَبَةً فِیْ جِدَارِهٖ قَالَ ثُمَّ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ مَالِیْ اَرٰكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِیَنَّ بِهَا بَیْنَ اَكْتَافِكُمْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهٰذَا عِنْدَنَا عَلٰی وَجْهِ التَّوَسُّعِ مِنَ النَّاسِ بَعْضِهِمْ عَلٰی بَعْضٍ وَحُسْنِ الْخُلُقِ فَاَمَّا فِی الْحُكْمِ فَلَا یُجْبَرُوْنَ عَلٰی ذٰلِكَ بَلَغَنَا اَنَّ شُرَیْحًا اُخْتُصِمَ اِلَیْهِ فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلَّذِیْ وَضَعَ الْخَشَبَةَ اِرْفَعْ رِجْلَكَ عَنْ مَطِیَّةِ اَخِیْكَ فَهٰذَا هُوَا لْحُكْمُ فِیْ ذٰلِكَ وَالتَّوَسُّعُ اَفْضَلُ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوئی بھی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں شہتیر لگانے سے نہ روکے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ تم اس حکم سے منہ موڑ رہے ہو' اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کو سزا دوں گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ حکم لوگوں کی سہولت کے اعتبار سے ہے کہ وہ ایک دوسرے کو سہولت فراہم کریں' ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کریں' جہاں تک حکم کا تعلق ہے' تو آپ اس بارے میں کسی کو مجبور نہیں کرسکتے۔ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ قاضی شریح کی خدمت میں اس طرح کا ایک مقدمہ پیش ہوا تو جس شخص نے وہ شہتیر لگایا تھا' اس شخص سے انہوں نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی سواری سے اپنی ٹانگ اٹھالو' تو اس بارے میں حکم یہی ہے' تاہم گنجائش دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

حدیث 804: اخرجه مالك فی "الموطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودی' كتاب الأقضية' باب القضاء فی المرفق - حديث: 1428 اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب المظالم والغصب' باب: لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبه فی جداره - حديث: 2351 اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب المساقاة' باب غرز الخشب فی جدار الجار - حديث: 3104 اخرجه الترمذی فی "سننه"، ابواب الأحكام عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فی الرجل يضع على حائط جاره خشبا' حديث: 1310 اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الأقضية' باب من القضاء - حديث: 3168 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الأحكام' باب الرجل يضع خشبة على جدار جاره - حديث: 2332 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب البيوع والأقضية' فی الرجل يجعل خشبة على جدار جاره - حديث: 22544 اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 2010 اخرجه الدارقطنی فی "سننه"، كتاب فی الأقضية والأحكام وغير ذلك' فی المرأة تقتل إذا ارتدت - حديث: 3979 ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب الصلح' باب ارتفاق الرجل بجدار غيره بوضع الجذوع عليه بأجرة وغير أجرة - حديث: 10636 مسند أحمد بن حنبل' مسند ابی هريرة رضی الله عنه - حديث: 7531 مسند الشافعی - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعی رضی الله عنهما' حديث: 1021 اخرجه الحميدی فی "سننه"، جامع ابی هريرة' حديث: 1028 اخرجه ابويعلى فی "مسنده"، الأعرج' حديث: 6117 المعجم الأوسط للطبرانی - باب الألف' باب من اسمه

شرح: اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ یہاں پڑوسی کو اپنی دیوار میں اپنا شہتیر لگانے کی اجازت دینے کا حکم استحباب کے طور پر ہے اور ممانعت مکروہ تنزیہی کے طور پر ہے۔

جمہور علماء امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں کہ مؤطا کے شارحین نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں دو طرح کے احتمال پائے جاتے ہیں: ایک یہ کہ اس کو وجوب پر محمول کیا جائے جیسا کہ اس کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ اس کو استحباب پر محمول کیا جائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ ترغیب کے طور پر دیا ہے تا کہ لوگ استحباب کے طور پر اس پر عمل کریں اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے کوئی بھی اس چیز کے وجوب کا قائل نہیں ہے کہ آدمی کو اپنے پڑوسی کو لازمی طور پر (اپنی دیوار میں شہتیر لگانے کی) اجازت دینا پڑے گی۔

بَابُ الْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ

باب 29: ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا

805- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ اَبِیْ غَطَفَانَ ابْنِ طَرِيْفِ الْمُرِّيِّ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْ وَّهَبَ هِبَةً لِصِلَةِ رَحِمٍ اَوْ عَلٰى وَجْهِ صَدَقَةٍ فَاِنَّهٗ لَا يَرْجِعُ فِيْهَا وَمَنْ وَّهَبَ هِبَةً يُرٰى اَنَّهٗ اِنَّمَا اَرَادَ بِهِ الثَّوَابَ فَهُوَ عَلٰى هِبَتِهٖ يَرْجِعُ فِيْهَا اِنْ لَّمْ يَرْضَ مِنْهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ وَّهَبَ هِبَةً لِّذِیْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ اَوْ عَلٰى وَجْهِ صَدَقَةٍ فَقَبَضَهَا الْمَوْهُوْبُ لَهٗ فَلَيْسَ لِلْوَاهِبِ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا وَمَنْ وَّهَبَ هِبَةً لِغَيْرِ ذِیْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ وَّقَبَضَهَا فَلَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا اِنْ لَّمْ يُثَبْ مِنْهَا اَوْ يَزِدْ خَيْرًا فِیْ يَدِهٖ اَوْ يَخْرُجُ مِنْ مِّلْكِهٖ اِلٰى مِلْكِ غَيْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں: جو شخص صلہ رحمی کے طور پر یا صدقہ کے طور پر کوئی چیز ہبہ کرتا ہے وہ اُسے واپس نہیں لے سکتا اور جو شخص محض اس لئے کوئی چیز ہبہ کرتا ہے کہ اس کے ذریعے ثواب حاصل ہو تو اُس ہبہ کے بارے میں اُسے حق حاصل ہوگا اگر وہ چاہے تو اسے واپس لے سکتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اگر کوئی شخص اپنے محرم رشتے دار کو یا صدقے کے طور پر کسی کو کوئی چیز ہبہ کرتا ہے اور جس شخص کو چیز ہبہ کی گئی ہے وہ اُسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو ہبہ کرنے والے کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لے۔

لیکن اگر کوئی شخص اپنے محرم عزیز کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کرتا ہے اور وہ دوسرا شخص اُسے قبضے میں لیتا ہے تو پہلے شخص کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ اس چیز کو واپس لے اگر اس نے اس چیز کا بدلہ وصول نہ کیا ہو یا (ہبہ کرنے والا شخص یہ محسوس کرے) اگر وہ چیز اس کے پاس رہی تو یہ زیادہ بہتر ہوگا یا وہ چیز ہبہ کرنے والے کی ملکیت سے نکل کر کسی دوسرے کی ملکیت میں چلی گئی ہو (تو ہبہ کرنے والا اسے واپس لے سکتا ہے)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: ہبہ کا مطلب کسی دوسرے شخص کو کسی عوض کے بغیر کوئی چیز دینا ہے۔

پہلے زمانے میں یہ رواج تھا کہ جب کسی دوسرے کو کوئی شخص کوئی چیز ہبہ کرتا تھا تو دوسرا شخص بھی شکر گزاری کے طور پر یا بدلہ دینے کے لیے پہلے شخص کو کوئی چیز ہبہ کر دیا کرتا تھا۔

اس بات پر فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ جب دوسرا فریق پہلے شخص کو اُس چیز کے عوض کے طور پر کوئی چیز ہبہ کر دے تو اب پہلا شخص اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس نہیں لے سکتا۔

لیکن اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی ہو اور اس کے عوض میں کوئی چیز وصول نہ کی ہو تو کیا وہ اس سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں لے سکتا؟ اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کرتا ہے' بلکہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے علاوہ اور کسی کو بھی کوئی چیز ہبہ کرتا ہے' جس میں اُس کے بھائی' بہن اور دیگر رشتے دار شامل ہیں' تو آدمی اُس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کرے اور اس کے عوض میں بھی کچھ نہ لے تو اس کی ہبہ کی ہوئی چیز جب تک دوسرے شخص کے پاس بعینہٖ ہی موجود ہے' تو اس وقت تک ہبہ کرنے والا شخص اس چیز کو واپس لے سکتا ہے' یعنی اپنے ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے' لیکن اگر دوسرا شخص اُس چیز کو ضائع کر دیتا ہے' تو اب ہبہ کرنے والا اُس سے رجوع نہیں کر سکتا۔

اس حوالے سے بعض محدثین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے:

"اپنے ہبہ کو واپس لینے والا شخص اُس کتے کی مانند ہے' جو اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے"۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فقہاء احناف نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں اس بات کی کراہت بیان کی گئی ہے کہ کوئی چیز ہبہ کرنے کے بعد واپس لی جائے' تو یہ ایک ناپسندیدہ حرکت ہے۔

بَابُ النُّحْلٰی

باب 30: عطیہ کا بیان

810- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ مَنْ نَحَلَ وَلَدًا لَّهُ صَغِيْرًا لَّمْ يَبْلُغْ اَنْ يَحُوْزَ نُحْلَةً فَاَعْلَنَ بِهَا وَاَشْهَدَ عَلَيْهَا فَهِيَ جَائِزَةٌ وَّاِنَّ وَلِيَّهَا اَبُوْهُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ يَنْبَغِيْ لِلرَّجُلِ اَنْ يُسَوِّيَ بَيْنَ وَلَدِهٖ فِي النُّحْلَةِ وَلَا يُفَضِّلُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

نَحْنُ نَحَلَ نُحْلَةً وَالِدًا اَوْ غَيْرَهُ فَلَمْ يَقْبِضْهَا الَّذِىْ نُحِلَهَا حَتّٰى مَاتَ النَّاحِلُ اَوِ الْمَنْحُوْلُ فَهِىَ مَرْدُوْدَةٌ عَلَى النَّاحِلِ وَعَلٰى وَرَثَتِهٖ وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَنْحُوْلِ حَتّٰى يَقْبِضَهَا اِلَّا الْوَلَدُ الصَّغِيْرُ فَاِنْ قَبَضَ وَالِدِهٖ لَهٗ قَبْضٌ فَاِذَا اَعْلَنَهَا وَاَشْهَدَ بِهَا فَهِىَ جَائِزَةٌ لِوَلَدِهٖ وَلَا سَبِيْلَ لِلْوَالِدِ اِلَى الرَّجْعَةِ فِيْهَا وَلَا اِلٰى اِعْتِصَارِهَا بَعْدَ اَنْ شَهِدَ عَلَيْهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے چھوٹے نابالغ بچے کو کوئی چیز عطیے کے طور پر دے ٗ جسے عطیے کے طور پر دینا جائز ہو اور وہ شخص اس عطیے کا اعلان بھی کر دے اور اس پر گواہ بھی بنا دے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اگر چہ اس بچے کا باپ اس عطیے کا نگران رہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی کے لیے یہ بات مناسب ہے کہ وہ عطیہ دیتے ہوئے اپنی اولاد میں برابری کا خیال رکھے اور کسی ایک کو دوسرے سے زیادہ نہ دے۔

جب کوئی شخص اپنے بچے کو یا کسی اور کو عطیے کے طور پر کوئی چیز دیتا ہے اور جس کو اس نے عطیے کے طور پر چیز دی تھی اس عطیے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے' عطیہ کرنے والے کا انتقال ہو جاتا ہے' یا اس کا انتقال ہو جاتا ہے جسے عطیہ دیا گیا تھا تو اب یہ چیز عطیہ دینے والے' یا اس کے ورثاء کی طرف واپس آجائے گی۔

جس شخص کو عطیہ دیا گیا تھا اس کے اس چیز کو استعمال کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہو گا جب تک وہ اس عطیے کو اپنے قبضے میں نہیں لیتا۔ البتہ نابالغ بچے کا حکم مختلف ہے اگر اس کا باپ وہ چیز قبضے میں لے لیتا ہے تو یہ اس بچے کا قبضہ شمار ہو گا۔

عطیہ دینے والا اگر اس کا اعلان کر دیتا ہے اور اس پر گواہ بنا دیتا ہے تو اپنے بچے کے حق میں ایسا کرنا جائز ہے۔ اور ایسی صورت میں والد کے لیے وہ عطیہ واپس لینا جائز نہیں ہو گا۔ اور اس پر گواہ بنا لینے کے بعد اس چیز کو لینا اس کے لئے جائز نہیں ہو گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

807- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نُعْمَانَ بْنِ بَشِيْرٍ يُحَدِّثَانِهٖ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اِنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ نَحَلْتُ اِبْنِىْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِىْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ .

✧✧ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد انہیں ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطیہ کے طور پر دیا ہے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے اپنی سب اولاد کو اسی طرح عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے واپس لے لو۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ ''نُحلٰی'' سے مراد عطیہ ہے۔

یہاں اس ترجمۃ الباب کے بعد جو روایات نقل کی گئی ہیں' ان میں سے پہلی روایت میں یہ مسئلہ سامنے [illegible] روایات میں
اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو زیادہ عطیہ دیدیتا ہے اور دوسروں کو نہیں دیتا تو اس کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

اس باب میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی گئی ہے' اسے کئی محدثین نے نقل کیا ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں:

''اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہبہ کرتے ہوئے اپنی اولاد کے درمیان مساوات کا [illegible] رکھنا چاہیے اور کسی ایک اولاد کو دوسری سے زیادہ نہیں دینا چاہیے''۔

بعض شوافع اس بات کے قائل ہیں' کہ بیٹے کو بیٹی کے مقابلے میں دگنا حصہ دیا جاسکتا ہے [illegible] ہور اور صحیح قول یہی ہے کہ برابری کی بنیاد پر عطیہ دینا چاہیے' جیسا کہ اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بعض اولاد کو دوسری اولاد سے زیادہ دیدیتا ہے' تو امام شافعی علیہ الرحمہ' امام مالک علیہ الرحمہ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا مکروہ ہوگا' حرام نہیں ہوگا اور ہبہ درست ہوجائے گا۔

طاؤس' مجاہد' عروہ' سفیان ثوری' امام احمد بن حنبل' اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا حرام ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

''میں کسی زیادتی پر گواہ نہیں بنوں گا''۔

لیکن دیگر فقہاء نے اس کے جواب میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ اس کے آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے:

''تم اس معاملے میں میری بجائے کسی اور کو گواہ بنالو''۔

اگر اس طرح سے ہبہ کرنا حرام ہوتا' یا ہبہ باطل شمار ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کو گواہ بنانے کے لیے نہ کہتے۔



808-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ كَانَ نَحَلَهَا جُذَاذَ عِشْرِيْنَ وَسَقًا مِّنْ مَّالِهِ بِالْعَالِيَةِ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ وَاللّٰهِ يَابُنَيَّةَ مَامِنَ النَّاسِ اَحَبَّ اِلَيَّ غِنًى بَعْدِيْ مِنْكِ وَلَا اَعَزَّ اِلَيَّ فَقْرًا مِّنْكِ وَاِنِّيْ كُنْتُ نَحَلْتُكِ مِنْ مَالِيْ جُذَاذَ عِشْرِيْنَ وَسَقًا فَلَوْ كُنْتِ جَذَذْتِيْهِ وَاحْتَزْتِيْهِ كَانَ لَكِ فَاِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ وَّاِنَّمَا هُوَ اَخُوْكِ وَاُخْتَاكِ فَاقْتَسِمُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَتْ يَا اَبَتِ وَ اللّٰهِ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَتَرَكْتُهُ اِنَّمَا هِيَ اَسْمَآءُ فَمَنِ الْاُخْرٰى قَالَ ذُوْبَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ وَاَرَاهَا جَارِيَةً فَوَلَدَتْ جَارِيَةً ۔

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں عطیے کے طور پر ''عطیہ'' کے مقام پر ایک باغ دیا' جس میں بیس وسق کھجوروں کی پیداوار ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا' تو انہوں نے فرمایا: اے میری بیٹی! میری یہ خواہش ہے کہ میرے بعد تم سب سے زیادہ مال دار ہو' اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم مفلس ہوجاؤ' لیکن میں نے

تمہیں ایک کھجوروں کا باغ دیا تھا جس کی پیداوار بیس وسق کھجوریں تھیں اگر تم کاٹ کر اس باغ کو محفوظ کر لیتی تو یہ تمہارا ہوتا' لیکن اب وہ وراثت کا مال تمہارے بھائی اور دو بہنوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقسیم ہوگا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' کہ میں نے عرض کی: اے ابا جان! اللہ کی قسم! اگر میرے پاس اتنا مال بھی ہوتا تو میں اُسے بھی چھوڑ دیتی' میری تو صرف ایک بہن اسماء ہے' تو دوسری کون ہوگی؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خارجہ کی صاحبزادی (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ) کے پیٹ میں بیٹی ہے' میرا خیال ہے کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوگی (راوی کہتے ہیں) تو بعد میں اس خاتون کے ہاں بچی پیدا ہوئی۔

809- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ مَابَالُ رِجَالٍ يَنْحَلُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ نُحْلًا ثُمَّ يُمْسِكُوْنَهَا قَالَ فَاِنْ مَاتَ ابْنُ اَحَدِهِمْ قَالَ مَالِيْ بِيَدِيْ لَمْ اُعْطِهِ اَحَدًا وَّاِنْ مَاتَ هُوَ قَالَ هُوَ لِابْنِيْ قَدْ كُنْتُ اَعْطَيْتُهُ اِيَّاهُ مَنْ نَحَلَ نَحْلَةً لَمْ يَحُزْهَا الَّذِيْ نُحِلَهَا حَتّٰى تَكُوْنَ اِنْ مَاتَ لِوَرَثَتِهِ فَهِيَ بَاطِلٌ

✧✧ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: لوگوں کا کیا معاملہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کوئی چیز ہبہ کرتے ہیں' پھر وہ اپنے پاس روک لیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اب اگر کسی شخص کا بیٹا فوت ہو جائے' تو وہ یہ کہتا ہے کہ میرا مال میرے ہاتھ میں ہے' میں کسی کو نہیں دوں گا' اگر وہ خود فوت ہونے لگتا ہے' تو کہتا ہے کہ یہ مال تو میرے بیٹے کا ہے میں نے اسے دیا تھا' (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) جب کوئی شخص دوسرے شخص کو کوئی چیز عطیہ کے طور پر دیدے اور اس شخص نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو اور دینے والے شخص کا انتقال ہو جائے' تو وہ چیز اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگی اور وہ عطیہ کالعدم قرار پائے گا۔

810- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ مَنْ نَحَلَ وَلَدًا لَّهُ صَغِيْرًا لَّمْ يَبْلُغْ اَنْ يَّحُوْزَ نُحْلَةً فَاَعْلَنَ بِهَا وَاَشْهَدَ عَلَيْهَا فَهِيَ جَائِزَةٌ وَّاِنَّ وَلِيَّهَا اَبُوْهُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ يَنْبَغِيْ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّسَوِّيَ بَيْنَ وَلَدِهٖ فِي النُّحْلَةِ وَلَا يُفَضِّلُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَمَنْ نَحَلَ نُحْلَةً وَالِدًا اَوْغَيْرَهٗ فَلَمْ يَقْبِضْهَا الَّذِيْ نُحِلَهَا حَتّٰى مَاتَ النَّاحِلُ اَوِالْمَنْحُوْلُ فَهِيَ مَرْدُوْدَةٌ عَلَى النَّاحِلِ وَعَلٰى وَرَثَتِهٖ وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَنْحُوْلِ حَتّٰى يَقْبِضَهَا اِلَّاالْوَلَدُ الصَّغِيْرُ فَاِنْ قَبْضَ وَالِدِهٖ لَهٗ قَبْضٌ فَاِذَا اَعْلَنَهَا وَاَشْهَدَبِهَا فَهِيَ جَائِزَةٌ لِوَلَدِهٖ وَلَا سَبِيْلَ لِلْوَالِدِ اِلَى الرَّجْعَةِ فِيْهَا وَلَا اِلٰى اِغْتِصَابِهَا بَعْدَاَنْ شَهِدَعَلَيْهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا۔

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص اپنے نابالغ بچے کو عطیہ کے طور پر کوئی چیز دیتا ہے' تو وہ جائز ہے' جبکہ وہ اس بارے میں گواہ بھی بنالے' اس بچے کا باپ اس چیز کا نگران ہوگا۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان عطیات تقسیم کرتے ہوئے برابری سے کام لے اور کسی اولاد کو بھی دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ادائیگی نہ کرے۔

جو شخص عطیہ کرتا ہے خواہ وہ اپنی اولاد کو کرے یا اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور کو کرے' جو عطیہ اسے دیا گیا ہے اگر دوسرے فریق

نے اس کے اس عطیہ کو اپنے قبضہ میں نہیں لیا اور عطیہ دینے والا شخص فوت ہو جائے' تو وہ چیز عطیہ دینے والے کی ۔۔۔ ہوگی اور عطیہ دینے والے کے مال میں شامل کر کے اس کے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی' عطیہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا' جب تک دوسرا فریق قبضہ نہیں کر لیتا' اس میں نابالغ بچے کا حکم مختلف ہے۔

اگر نابالغ بچے کا والد اس پر قبضہ کر لیتا ہے تو بیٹے کے لیے عطیہ جائز ہو جائے گا' لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ عطیہ کرنے والے نے اس کا اعلان کر دیا ہو اور لوگوں کو گواہ بھی بنا لیا ہو' اس بارے میں باپ رجوع نہیں ۔۔۔ گواہی قائم ہونے کے بعد اسے غصب کر سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الْعُمْرٰى وَالسُّكْنٰى

باب 31: عمریٰ اور سکنیٰ (کے احکام)

811-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْمَرَ عُمْرٰى لَهُ وَلِعَقِبِهٖ فَاِنَّمَا هِىَ لِلَّذِىْ يُعْطَاهَا لَا تَرْجِعُ اِلَى الَّذِىْ اَعْطَاهَا لِاَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَآءً وَّقَعَتِ الْمَوَارِيْثُ فِيْهِ۔

✦✦ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کسی کو مستقل طور پر رہائش کی جگہ عطیہ کے طور پر دے دیتا ہے' وہ اس شخص کی اور اس کے ورثاء کی ملکیت ہوگی اور عطیہ کے طور پر دینے والا شخص اس کو واپس نہیں لے سکتا' کیونکہ اس نے اس طریقے کے ساتھ وہ عطیہ دیا ہے' جس میں وراثت کے احکام جاری ہوں گے۔

812-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَرِثَ حَفْصَةَ دَارَهَا وَكَانَتْ حَفْصَةُ قَدِ اسْكَنَتْ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ

حديث 811: اخرجه مالك فى "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى' كتاب الأقضية' باب القضاء فى العمرى - حديث: 1438 اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب الهبات' باب العمرى - حديث: 3147 اخرجه الترمذى فى "سننه"، ابواب الأحكام عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء فى العمرى' حديث: 1307 اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب البيوع' ابواب الإجارة - باب من قال فيه ولعقبه' حديث: 3101 اخرجه ابن ماجة فى "سننه"، كتاب الهبات' باب العمرى - حديث: 2377 اخرجه ابن حبان فى "صحيحه"، كتاب الرقبى والعمرى' ذكر البيان بأن الدار التى اعمرت لا ترجع إلى الذى اعمرها - حديث: 5214 اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب العمرى' ذكر الاختلاف على الزهرى فيه - حديث: 3703 اخرجه عبدالرزاق الصنعانى فى "مصنفه"، كتاب المدبر' باب العمرى - حديث: 16312 اخرجه النسائى فى "سننه الكبرى"، كتاب العمرى' ذكر الاختلاف على الزهرى فيه - حديث: 6378 مسند الشافعى - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعى رضى الله عنهما' حديث: 988 مسند احمد بن حنبل' مسند جابر بن عبد الله رضى الله عنه - حديث: 15025 اخرجه ابويعلى فى "مسنده"، مسند جابر' حديث: 2036 اخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار"، كتاب الهبة والصدقة' باب العمرى - حديث: 3864 اخرجه الطحاوى فى "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 4757 ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب الهبات' باب العمرى - حديث: 11177 ذكره البيهقى فى "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلح' باب العمرى والرقبى - حديث: 3880

الْخَطَّابِ مَا عَاشَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ قَبَضَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْمَسْكَنَ وَرَاٰى اَنَّهٗ لَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ الْعُمْرٰى هِبَةٌ فَمَنْ اُعْمِرَ شَيْئًا فَهُوَ لَهٗ وَالسُّكْنٰى لَهٗ عَارِيَةٌ تَرْجِعُ اِلَى الَّذِىْ اَسْكَنَهَا وَاِلٰى وَارِثِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا وَالْعُمْرٰى اِنْ قَالَ هِىَ لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ اَوْلَمْ يَقُلْ وَلِعَقِبِهٖ فَهُوَ سَوَآءٌ

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے وارث بنے تھے' جبکہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو اپنی زندگی میں اس کا مالک بنا دیا تھا' لیکن جب حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس گھر کو اپنے قبضے میں لیا' ان کی یہ رائے تھی کہ اب یہ ان کی ملکیت ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' عمریٰ ایک ایسا عطیہ ہے' جو شخص کسی کو مستقل طور پر دیدیتا ہے اور وہ دوسرے شخص کی ملکیت ہو جاتا ہے' سکنیٰ ایک ایسا عطیہ ہے' جو عارضی طور پر دیتا ہے' جو اصل مالک کو بعد میں واپس مل جاتا ہے اور اصل مالک کے ورثاء کو لوٹایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

عمریٰ یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ کہے: یہ جگہ اس آدمی کی اور اس کے ورثاء کی ملکیت ہے' لیکن اگر کوئی شخص مستقل طور پر عطیہ دیتے ہوئے اس کے ورثاء کا لفظ استعمال نہیں کرتا تو دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ ''عمریٰ'' سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو یہ کہے کہ میں تمہیں یہ گھر زندگی بھر کے لیے دے رہا ہوں' اس میں یہ بات برابر ہے کہ آدمی اس میں اپنی زندگی کا لفظ استعمال کرے یا اگلے شخص کی زندگی کا لفظ استعمال کرے۔

ایسے الفاظ استعمال کرنے کے حوالے سے فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ پہلے شخص نے دوسرے شخص کو اس گھر کا نفع یعنی استعمال کرنا ہبہ کیا ہے' اس گھر کو ہبہ نہیں کیا ہے' اس لیے جب تک وہ دوسرا شخص زندہ رہے گا' وہ اُسے استعمال کرتا رہے گا اور جب وہ دوسرا شخص فوت ہو جائے گا' تو وہ گھر واپس ہبہ کرنے والے شخص کی طرف آ جائے گا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ان الفاظ کے ذریعے اصل چیز ہبہ ہو جاتی ہے' جب وہ دوسرا شخص فوت ہو جائے گا' تو وہ گھر اُس کے ورثاء کو مل جائے گا' یہ ہبہ کرنے والے کی طرف واپس نہیں آئے گا۔

بعض روایات کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ (جو احناف کا موقف ہے)

قاضی شریح' مجاہد' طاؤس اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ كِتَابُ الصَّرْفِ وَاَبْوَابُ الرِّبٰوا

باب [: کتاب بیع صرف کے احکام' سود سے متعلق ابواب

813-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَاتَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالذَّهَبِ اَحَدُهُمَا غَائِبٌ وَّالْاٰخَرُ نَاجِزٌ فَاِنِ اسْتَنْظَرَكَ اِلٰى اَنْ يَّلِجَ بَيْتَهٗ فَلَا تُنْظِرْهُ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ وَالرَّمَاءُ هُوَالرِّبٰوا .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سونے کے عوض چاندی کالین دین اس طریقے سے نہ کرو کہ اس میں سے ایک چیز غیر موجود ہو اور دوسری موجود ہو' اور اگر (سودا طے کرتے وقت) دوسرا فریق تم سے مہلت مانگے کہ وہ تمہیں گھر سے لاکر ادائیگی کردے گا' تو تم اسے مہلت نہ دو' کیونکہ اس میں نقد لین دین شرط ہے' مجھے تمہارے بارے میں ''رماء'' کا اندیشہ ہے (راوی کہتے ہیں): ''رماء'' سے مراد سود ہے۔

814-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ اِلَّا مَثَلًا بِمَثَلٍ وَّلَاتَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مَثَلًا بِمَثَلٍ وَّلَاتَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ اَحَدُهُمَا غَائِبٌ وَّالْاٰخَرُ نَاجِزٌ وَّاِنِ اسْتَنْظَرَكَ حَتّٰى يَلِجَ بَيْتَهٗ فَلَا تُنْظِرْهُ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرِّبٰوا .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سونے کے عوض میں سونے کالین دین صرف برابر برابر کرو اور چاندی کے عوض میں چاندی کالین دین صرف برابر برابر کرو' چاندی کے عوض میں سونے کالین دین اس طرح نہ کرو کہ دونوں میں سے ایک چیز موجود ہو اور دوسری چیز موجود نہ ہو اور دوسرا فریق تم سے مہلت مانگے کہ میں گھر جاکر وہاں سے سونا یا چاندی لاکر تمہیں ادائیگی کروں گا' تو تم اُسے مہلت نہ دو کیونکہ (اس صورت میں) مجھے تمہارے سود میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

815-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ ن الْخُدْرِىِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا

حدیث 815: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایةیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب البیوع' باب بیع الذهب بالفضة تبرا وعینا - حدیث: 1315 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب البیوع' باب بیع الفضة بالفضة - حدیث: 2088 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب المساقاة' باب الربا - حدیث: 3049 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب البیوع' باب الربا - ذکر الزجر عن بیع هذه الأشیاء بأجناسها مثلا بمثل وأحدهما غائب' حدیث: 5093 اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب البیوع' بیع الذهب بالذهب - حدیث: 5980 السنن المأثورة للشافعی - باب فی البیوع' حدیث: 213 ذکره البیهقی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب البیوع' جماع أبواب الربا - باب الأجناس التی ورد النص بجریان الربا فیها' حدیث: 9833 ذکره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، کتاب البیوع' الذهب یعطی الصراب ویزاد - حدیث: 3437

تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّامِثْلًا بِمِثْلٍ وَّلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَّلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَّلَا تَبِيعُوْا مِنْهَا شَيْئًا غَائِبًا بِنَاجِزٍ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سونے کے عوض میں سونے کا لین دین صرف برابر برابر کرو،ان میں سے کسی ایک طرف اضافی ادائیگی نہ کرو چاندی کے عوض میں چاندی کا لین دین صرف برابر برابر کرو،ان میں سے کسی ایک طرف اضافی ادائیگی نہ کرو،اور موجود چیز کے لین دین میں غیر موجود چیز کا لین دین نہ کرو۔

816-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اَبِىْ تَمِيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ لَافَضْلَ بَيْنَهُمَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: دینار کے عوض میں دینار اور درہم کے عوض میں درہم کا لین دین کرتے ہوئے اضافی ادائیگی نہیں ہوگی۔

817-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ وَقَالَ فَدَعَانِىْ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ فَقَالَ فَتَرَاوَضْنَا حَتّٰى اصْطَرَفَ مِنِّىْ فَاَخَذَ طَلْحَةُ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِىْ يَدِهٖ ثُمَّ قَالَ حَتّٰى يَاْتِيَنِىْ خَازِنِىْ مِنَ الْغَابَةِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْمَعُ كَلَامَهُ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَاتُفَارِقُهُ حَتّٰى تَاْخُذَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ

✧✧ مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے ایک سو دینار کی بیع صرف کرنی تھی، وہ کہتے ہیں، کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، انہوں نے فرمایا: (میرے ساتھ سودا کرلو) ہم نے آپس میں معاملات طے کر لیے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ سونا پکڑا اور اسے ہاتھ میں اُلٹنے لگے، پھر وہ بولے: جب تک میرا منشی "غابہ" سے نہیں آ جاتا (میں اُس وقت تک ادائیگی نہیں کرسکتا، وہ آئے گا، تو میں ادائیگی کر دوں گا)۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سن لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مجھ سے فرمایا: نہیں!) تم اُس سے اُس وقت تک جدا نہیں ہو سکتے جب تک اس سے وصولی نہیں کر لیتے، پھر انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین سود ہے، البتہ اگر دست بدست ہو تو حکم مختلف ہے، کھجور کے عوض میں کھجور کا لین دین سود ہے، البتہ اگر دست بدست ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، جَو کے بدلے میں جَو کا لین دین سود ہے البتہ اگر دست بدست ہو (تو کوئی حرج نہیں ہے)۔

818-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَوْعَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِىْ سُفْيَانَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ وَّرِقٍ اَوْذَهَبٍ بِاَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَآءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذَا اِلَّامِثْلًا بِمِثْلٍ قَالَ مُعَاوِيَةُ مَانَرٰى بِهٖ بَاْسًا فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَآءِ مَنْ يَعْذِرُنِىْ مِنْ

مُعَاوِيَةَ اُخْبِرُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُخْبِرُنِي عَنْ رَأْيِهٖ لَا اُسَاكِنُكَ بِاَرْضٍ اَنْتَ بِهَا قَالَ فَقَدِمَ اَبُو الدَّرْدَآءِ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَخْبَرَهُ فَكَتَبَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنْ لَا يَبِيعَ ذٰلِكَ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ اَوْوَزْنًا بِوَزْنٍ .

✧✧ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے چاندی یا شاید سونے سے بنا ہوا برتن اس کے وزن سے زیادہ سونے یا چاندی کے عوض میں فروخت کیا' تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے سنا ہے: آپ نے اس طرح کے لین دین سے منع کیا ہے' یہ برابر برابر ہونا چاہیے۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ہم تو اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے' تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: معاویہ کی طرف سے کون مجھے معذور سمجھے گا؟ جبکہ میں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بتائی ہے اور یہ اپنی رائے مجھے بتا رہا ہے' میں ایسی جگہ پر نہیں رہوں گا جہاں تم قیام پذیر ہو۔

راوی کہتے ہیں: بعد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں اس بارے میں بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ وہ اس طرح کا سودا اس صورت میں کریں' جب دونوں طرف سے برابر کا لین دین ہو اور برابر وزن ہو۔

819- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ اللَّيْثِيُّ اَنَّهٗ رَاٰى سَعِيْدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يُرَاطِلُ الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ فَيُفْرِغُ الذَّهَبَ فِيْ كِفَّةِ الْمِيْزَانِ وَيُفْرِغُ الْاٰخَرُ الذَّهَبَ فِيْ كِفَّةِ الْاُخْرٰى قَالَ ثُمَّ يَرْفَعُ الْمِيْزَانَ فَاِذَا اعْتَدَلَ لِسَانُ الْمِيْزَانِ اَخَذَ وَاَعْطٰى صَاحِبَهٗ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ عَلٰى مَاجَآءَتِ الْاٰثَارُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ یزید بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ سونے کے عوض میں سونے کا لین دین کیا کرتے تھے' وہ ایک طرف کا سونا ترازو کے ایک پلڑے میں رکھتے تھے اور دوسری طرف کا سونا ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھتے تھے' پھر وہ اس ترازو کو اُٹھا لیتے تھے' جب ترازو کا کانٹا برابر ہو جاتا تھا تو وہ اپنی چیز لے لیتے تھے اور دوسرے فریق کی ادائیگی اسے کر دیا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان تمام روایات کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جو اس حوالے سے منقول ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

——————***

شرح: ''صرف'' کا مطلب نقدی کے بدلے میں نقدی کا لین دین کرنا ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ جب سونے کے بدلے میں سونے اور چاندی کے بدلے میں چاندی کا لین دین کیا جاتا ہے' تو دونوں طرف ان کی مقدار برابر ہونی چاہیے اور لین دین نقد ہونا چاہیے' اُدھار کے طور پر ایسا لین دین کرنا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے مختلف ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ سونے کے بدلے میں

سونے یا چاندی کے بدلے میں چاندی کا لین دین کرتے ہوئے نقد دینا شرط ہے تاہم دونوں میں سے کسی ایک طرف سے اضافی لین دین ہوسکتا ہے انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

"سود صرف اُدھار میں ہوتا ہے"۔

لیکن جمہور نے اس کے مقابلے میں وہ حدیث پیش کی ہے جسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں نقل کیا ہے یعنی جس میں یہ بات مذکور ہے کہ سونے کے عوض میں سونے کا لین دین کرتے ہوئے برابری کی سطح پر لین دین کیا جائے گا کوئی کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

اس مسئلے کی بعض جزئیات کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

بَابُ الرِّبٰوا فِيمَا يُكَالُ اَوْيُوْزَنُ

باب 2: سوداُن چیزوں میں ہوتا ہے جنہیں ماپا جاتا ہے اوروزن کیا جاتا ہے

820-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ لَارِبٰوا اِلَّا فِي ذَهَبٍ اَوْفِضَّةٍ اَوْمَايُكَالُ اَوْيُوْزَنُ مِمَّا يُؤْكَلُ اَوْيُشْرَبُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا كَانَ مَايُكَالُ مِنْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ اَوْكَانَ مَايُوْزَنُ مِنْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ اَيْضًا اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ بِمَنْزِلَةِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ وَيُشْرَبُ وَهُوَ قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سود صرف سونے یا چاندی کے لین دین میں ہوتا ہے یا ان چیزوں میں ہوتا ہے جنہیں ماپا جاتا ہے اوروزن کیا جاتا ہے یعنی وہ چیزیں جو کھائی پی جاتی ہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب ماپی جانے والی وہ چیز ایک ہی صنف سے تعلق رکھتی ہو یا وزن کی جانے والی چیز ایک ہی صنف سے تعلق رکھتی ہو تو ان کا لین دین اس وقت درست ہوگا جب وہ نقد ہوں اور دونوں طرف سے برابری کی ادائیگی کی جا رہی ہو اوران کی مثال ان چیزوں کی طرح ہوگی جنہیں کھایا اور پیا جاتا ہے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اوراکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

821-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَامِلَكَ عَلٰى خَيْبَرَ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ عَدِيٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَاْخُذُ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ قَالَ ادْعُوْهُ لِيْ فَدَعٰى فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَاْخُذِ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْطُوْنِيَ الْجَنِيْبَ بِالْجَمْعِ اِلَّا صَاعًا بِصَاعَيْنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ وَاشْتَرِ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کھجور کے عوض میں کھجور کا لین دین برابر برابر ہوگا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! خیبر میں جو آپ کا سرکاری اہلکار ہے راوی کہتے ہیں کہ اس کا تعلق انصار کے قبیلے عدی

سے تھا' وہ دوصاع کے عوض میں ایک صاع وصول کر لیتا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے میرے پاس لے کر آؤ! اسے نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دوصاع کے عوض میں ایک صاع وصول نہ کیا کرو! اس نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ لوگ ہلکی قسم کی کھجوروں کے عوض میں اسی حساب سے دیتے ہیں' کہ دوصاع کے عوض میں ایک صاع مجھے دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پہلے درہم کے عوض میں عام کھجوریں فروخت کیا کرو اور پھر ان دراہم کے ذریعے اچھی کھجوریں خرید لیا کرو۔

822-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَجِيْدِ ابْنُ سُهَيْلٍ وَالزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَ عَلَيْهِ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنِ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ بِالثَّلٰثَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَفْعَلْ بِعْ تَمْرَكَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ اشْتَرِ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو خیبر میں اپنا سرکاری اہلکار مقرر کیا' وہ شخص وہاں سے اچھی قسم کی کھجوریں لے کر آیا' نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح کی ہوتی ہیں؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں نے عام کھجوروں کے دوصاع کے عوض میں اچھی کھجوروں کا ایک صاع لیا ہے اور ان کے تین صاع کے عوض میں ان کے دوصاع لیے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کرو' تم اپنی کھجوریں درہموں کے عوض میں فروخت کر دیا کرو اور ان درہموں کے عوض میں اچھی قسم کی کھجوریں خرید لیا کرو۔

(راوی کہتے ہیں:) وزن کرنے والی چیز کے بارے میں بھی نبی اکرم ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم مکمل طور پر اس کے متعلق فتویٰ دیتے ہیں امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

823-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَجُلٍ اَنَّهٗ سَاَلَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ رَجُلٍ يَشْتَرِيْ طَعَامًا مِّنَ الْجَارِ بِدِيْنَارٍ

حدیث822: اخرجه مالك فی "الموطا" بروایةیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' كتاب البیوع' باب ما یكره من بیع التمر. حدیث: 1307اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب البیوع' باب إذا أراد بیع تمر بتمر خیر منه - حدیث: 2110اخرجه المسلم فی "صحیحه"، كتاب المساقاة' باب بیع الطعام مثلا بمثل - حدیث: 3069اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب البیوع' بیع التمر بالتمر متفاضلا - حدیث: 4502اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، كتاب البیوع' بیع التمر بالتمر متفاضلا - حدیث: 5962المسند المأثورة للشافعی - باب فی البیوع' حدیث: 201اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، كتاب الصرف' باب الربا - حدیث: 3776اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بیان مشكل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه' حدیث: 1107ذكره البیهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب البیوع' جماع أبواب الربا - باب اعتبار التماثل فیما كان موزونا علی عهد النبی صلی الله' حدیث: 9895ذكره البیهقی فی "معرفة السنن والآثار"، كتاب البیوع' اعتبار التماثل بالكیل فیما أصله الكیل - حدیث: 3431

وَنِصْفِ دِرْهَمٍ اَيُعْطِيْهِ دِيْنَارًا وَنِصْفَ دِرْهَمٍ طَعَامًا قَالَ لَا وَلٰكِنْ يُعْطِيْهِ دِيْنَارًا وَّدِرْهَمًا وَيَرُدُّ عَلَيْهِ الْبَائِعُ نِصْفَ دِرْهَمٍ طَعَامًا.

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْوَجْهُ اَحَبُّ اِلَيْنَا وَالْوَجْهُ الْاٰخَرُ يَجُوْزُ اَيْضًا اِذَا لَمْ يُعْطِهِ مِنَ الطَّعَامِ الَّذِى اشْتَرٰى اَقَلَّ مِمَّا يُصِيْبُ نِصْفَ الدِّرْهَمِ مِنْهُ فِى الْبَيْعِ الْاَوَّلِ فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهُ اَقَلَّ مِمَّا يُصِيْبُ نِصْفَ الدِّرْهَمِ مِنْهُ فِى الْبَيْعِ الْاَوَّلِ لَمْ يَجُزْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا

✦✦ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب کا بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو اپنے کسی سے ایک دینار اور نصف درہم کے عوض میں ایک دینار خرید لیتا ہے تو ایک دینار اور نصف درہم کا اناج دے سکتا ہے تو سعید نے جواب دیا: جی نہیں! بلکہ وہ اُسے ایک دینار اور نصف درہم دے گا اور فروخت کرنے والا نصف درہم کا اناج واپس لے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ طریقہ پسندیدہ ہے ایک اور طریقہ بھی ہے جو جائز ہے وہ یہ ہے کہ جب خریدار فروخت کنندہ کو خریدے ہوئے اناج میں سے اس اناج کا نصف نہیں دیتا جس کی مقدار پہلے سودے میں نصف درہم کے برابر تھی لیکن اگر خریدار اپنے خریدے ہوئے اناج میں سے پہلے سودے کے حساب سے نصف درہم سے کم قیمت کا اناج واپس کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ (کیونکہ اس میں سود کا مفہوم پایا جاتا ہے)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: ''ربو'' کا لغوی معنی کسی چیز کا بڑھ جانا یا بلند ہونا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اشیاء کا لین دین کرتے ہوئے دو چیزوں کا اعتبار کیا جاتا تھا۔

کچھ اشیاء ایسی تھیں جنہیں ماپ کر دیا جاتا تھا' جیسے گندم' جو' چاول' اناج وغیرہ۔

جبکہ بعض اشیاء ایسی تھیں جنہیں وزن کر کے دیا جاتا تھا' جیسے سونا' چاندی وغیرہ۔

احناف کے نزدیک اصول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں جس چیز کو ماپ کر دیا اور لیا جاتا تھا' جب دو آدمی ایک ہی جنس سے تعلق رکھنے والی اس چیز کا لین دین کرتے ہیں' تو اب اضافی ادائیگی ممنوع ہوگی' خواہ ایک طرف اس چیز کی عمدہ قسم موجود ہو اور دوسری طرف کم عمدہ قسم موجود ہو۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں جس چیز کو وزن کر کے لیا اور دیا جاتا تھا' ان میں سے ایک ہی جنس کا لین دین کرتے ہوئے وزن کا اعتبار کیا جائے گا اور ایک طرف سے اضافی وزن کی ادائیگی سود شمار کی جائے گی۔

بَابُ الرَّجُلُ يَكُوْنُ لَهُ الْعَطَايَا اَوِ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ فَيَبِيْعُهُ قَبْلَ اَنْ يَّقْبِضَهُ

باب 3: جس شخص کو کسی دوسرے شخص سے عطیہ یا قرض ملے اور وہ اُسے اپنے قبضے میں لینے سے پہلے آگے فروخت کردے

824-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَمِيْلَ الْمُؤَذِّنَ يَقُوْلُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اِنِّیْ رَجُلٌ اَشْتَرِیْ هٰذِهِ الْاَرْزَاقَ الَّتِیْ يُعْطِيْهَا النَّاسُ بِالْجَارِ فَاَبْتَاعُ مِنْهَا مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اُرِيْدُ اَنْ اَبِيْعَ الطَّعَامَ الْمَضْمُوْنَ عَلَیَّ اِلٰی ذٰلِكَ الْاَجَلِ فَقَالَ لَهُ سَعِيْدٌ اَتُرِيْدُ اَنْ تُوَفِّيَهُمْ مِنْ تِلْكَ الْاَرْزَاقِ الَّتِیْ اِبْتَعْتَ قَالَ نَعَمْ فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِیْ لِرَجُلٍ اِذَا كَانَ لَهُ دَيْنٌ اَنْ يَبِيْعَهُ حَتّٰی يَسْتَوْفِيَهُ لِاَنَّهُ غَرَرٌ فَلَا يَدْرِیْ اَيَخْرُجُ اَمْ لَا يَخْرُجُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی .

✧✧ یحییٰ بن سعید، جمیل موذن کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو اناج کی خرید وفروخت کرتا ہوں، جسے لوگ ''جار'' کے مقام پر ادا کرتے ہیں، میں اللہ کو جو منظور ہوتا ہے اس میں سے خرید لیتا ہوں، پھر میں اس اناج کو فروخت کرنا چاہتا ہوں، جس کے تاوان کا میں پابند ہوتا ہوں اور اس کی ادائیگی میں نے مخصوص مدت کے بعد کرنی ہوتی ہے، تو سعید نے ان سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ تم نے جو یہ اناج خریدا ہے، وہ اُسے پورا ادا کردیں گے؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! تو سعید نے اسے اس سے منع کردیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس نے کسی سے قرض واپس لینا ہو تو وہ اسے وصول کرنے سے پہلے اسے فروخت کردے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے، اسے یہ بات پتا نہیں ہے کہ کیا یہ چیز نکلے گی بھی یا نہیں نکلے گی، اُسے یہ بات پتا نہیں ہے، یعنی وصول بھی ہوگا یا نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

825-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُوْسَی بْنُ مَيْسَرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَسْاَلُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ اِنِّیْ رَجُلٌ اَبِيْعُ الدَّيْنَ وَذَكَرَ لَهُ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا تَبِعْ اِلَّا مَا اٰوَيْتَ اِلٰی رَحْلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِیْ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّبِيْعَ دَيْنًا لَهُ عَلٰی اِنْسَانٍ اِلَّا مِنَ الَّذِیْ هُوَ عَلَيْهِ لِاَنَّ بَيْعَ الدَّيْنِ غَرَرٌ لَا يُدْرٰی اَيَخْرُجُ مِنْهُ اَمْ لَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی .

✧✧ موسیٰ بن میسرہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ایک شخص کو سنا، جس نے سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا: میں قرض کے طور پر لی ہوئی چیز کو فروخت کردیتا ہوں، پھر اس نے اس حوالے سے کسی بات کا تذکرہ کیا، تو سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: تم صرف اس چیز کو فروخت کرسکتے ہو جسے تم مخصوص جگہ پر لے جا کر محفوظ کردو (یعنی جسے تم اپنے قبضے میں لے لو)۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں

ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے قرض لے کر قبضے میں لیے بغیر آگے فروخت کر دے ماسوائے اس شخص کے جس کے ذمے یہ ادائیگی لازم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض کو فروخت کرنا دھوکہ کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ اُسے یہ بات پتا نہیں ہے کہ وہ قرض وصول ہو گا یا نہیں ہوگا؟

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس سے پہلے بھی یہ روایت ذکر کی جا چکی ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے سے کوئی چیز خریدتا ہے تو اُسے آگے اس وقت تک فروخت نہیں کر سکتا' جب تک خریدی ہوئی چیز کو اپنے قبضے میں نہیں لے لیتا' اس مسئلے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی تنخواہ وصول کرنی ہو یا کسی شخص سے قرض کی رقم واپس لینی ہو' تو وہ جب تک وصول کر کے اس چیز کو اپنے قبضے میں نہیں لیتا' اس وقت تک اُسے آگے فروخت نہیں کر سکتا۔

بَابُ الرَّجُلُ يَكُوْنُ عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَقْضِىْ اَفْضَلَ مِمَّا اَخَذَهٗ

باب 4: جس شخص کے ذمے قرض ادا کرنا لازم ہو وہ لی ہوئی چیز سے بہتر ادائیگی کرے

826- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ قَيْسٍ الْمَكِّيُّ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ اِسْتَسْلَفَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ رَّجُلٍ دَرَاهِمَ ثُمَّ قَضٰى خَيْرًا مِّنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ هٰذِهٖ خَيْرٌ مِّنْ دَرَاهِمِى الَّتِىْ اَسْلَفْتُكَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ عَلِمْتُ وَلٰكِنْ نَفْسِىْ بِذٰلِكَ طَيِّبَةٌ

✧✧ مجاہد بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے کچھ درہم قرض لیے' پھر انہوں نے اسے اس سے بہتر ادائیگی کی (یعنی زیادہ ادا کر دیئے) تو اس شخص نے عرض کی: یہ میرے درہموں کے مقابلے میں زیادہ ہیں جو میں نے آپ کو قرض کے طور پر دیئے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے اس بات کا پتا ہے' لیکن میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں۔

827- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْلَفَ مِنْ رَّجُلٍ بَكْرًا فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ فَاَمَرَ اَبَا رَافِعٍ اَنْ يَّقْضِىَ الرَّجُلَ بَكْرَهٗ فَرَجَعَ اِلَيْهِ اَبُوْرَافِعٍ فَقَالَ لَمْ اَجِدْ فِيْهَا اِلَّا جَمَلًا رُبَاعِيًا خِيَارًا فَقَالَ اَعْطِهٖ اِيَّاهُ فَاِنَّ خِيَارَ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَآءً .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ نَاْخُذُ لَابَاْسَ بِذٰلِكَ اِذَا كَانَ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ اُشْتُرِطَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✧✧ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے اونٹ قرض لیا' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کے اونٹ آئے تو آپ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس شخص کو اونٹ کی ادائیگی کر

دیں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں واپس آئے اور بولے: میں نے ان اونٹوں میں ایک ایسا اونٹ پایا ہے جو اس شخص کے دیئے ہوئے اونٹ سے بہتر ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے وہی ادا کر دو کیونکہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہوتے ہیں جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرتے ہیں۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ یہ شرط کے طور پر طے نہ کیا گیا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

828- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنْ اَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا يَشْتَرِطْ اِلَّا قَضَاءَهُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِطَ اَفْضَلَ مِنْهُ وَلَا يَشْتَرِطُ عَلَيْهِ اَحْسَنَ مِنْهُ فَاِنَّ الشَّرْطَ فِيْ هٰذَا لَا يَنْبَغِيْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں' کہ جو شخص کسی شخص کو قرض دیتا ہے' وہ صرف یہی شرط عائد کرے کہ اس کو واپس کر دیا جائے گا۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کسی بھی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس سے بہتر چیز واپس لینے کی شرط عائد کرے۔ کیونکہ اس طرح کی شرط عائد کرنا مناسب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کوئی چیز قرض دیتا ہے' تو دوسرا شخص اتنی ہی رقم واپس کرنے کا پابند ہے' جتنی رقم اس نے قرض کے طور پر لی تھی۔ اگر قرض دینے والا شخص دوسرے شخص سے زیادہ رقم کی وصولی کا مطالبہ کرتا ہے' یا زیادہ رقم کی ادائیگی کی شرط عائد کرتا ہے' تو یہ چیز سود شمار ہو گی۔

لیکن اگر مقروض شکریہ کے طور پر پہلے شخص کو اضافی ادائیگی کر دیتا ہے' تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے' کیونکہ یہاں مقروض نے اپنی ذاتی خوشی کے ساتھ اضافی ادائیگی کی ہے' قرض خواہ نے اس اضافی ادائیگی کی لین دین کے وقت شرط عائد نہیں کی تھی' بلکہ ایسا کرنا (یعنی بہتر طور پر قرض واپس کرنا) مستحب ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''وہ لوگ بہتر ہوتے ہیں جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرتے ہیں''۔

یعنی قرض واپس کرتے وقت زیادہ یا بہتر ادائیگی کرتے ہیں۔

بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ قَطْعِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ

باب 5: درہم اور دینار کو توڑنے کا مکروہ ہونا

829- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ قَالَ قَطْعُ الْوَرِقِ وَالذَّهَبِ مِنَ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِيْ قَطْعُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ بِغَيْرِ مَنْفَعَةٍ

✦✦ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چاندی اور سونے کو کاٹنا زمین میں فساد کا باعث ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: درہم اور دینار کو کسی فائدے کے بغیر کاٹنا نہیں چاہیے۔

•••———•••———•••

شرح: اس باب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ سونے یا چاندی کے درہم یا دینار میں سے کچھ سونا یا چاندی اتار لیا جائے' تاکہ اُس کا وزن کم ہو جائے' چونکہ یہ صورت دھوکہ دہی کی ہے بلکہ اس میں چوری کا پہلو پایا جاتا ہے اور اس میں بھی زیادہ شدت اس وجہ سے ہے کہ اگر دو تین لوگ اس طریقے کے ساتھ اگر درہم دینار میں سے تھوڑا سا سونا یا چاندی اُتار لیں گے تو لوگوں کے درمیان تو وہی سکہ چلتا رہے گا اور آگے بڑھتے بڑھتے اُس کی مالیت اور وزن کم ہوتا چلا جائے گا۔

لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں درہم اور دینار کو قطع کرنے کا ذکر کیا ہے' تو اس سے مراد اُسے توڑنا ہے' یعنی ایک شخص کے پاس ایسا دینار موجود ہے' جس کا وزن ایک تولہ ہے' لیکن اس نے ادائیگی کے طور پر نصف تولہ ادا کرنا ہے' تو اب نصف تولہ ادا کرنے کے لیے اسے یقیناً اُس دینار کو توڑنا پڑے گا' تو اگر کسی منفعت یا ضرورت کی خاطر درہم یا دینار کو توڑا جاتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن اگر ضرورت نہیں ہے' تو پھر اسے نہیں' توڑنا چاہیے' تاکہ وہ سکہ اپنی اصل شکل میں مارکیٹ میں گردش کرتا رہے۔

بَابُ الْمُعَامَلَةِ وَالْمُزَارَعَةِ فِي النَّخْلِ وَالْاَرْضِ

باب 6: کھجوروں کے باغ اور زرعی زمین کے بارے میں معاملت اور مزارعت کے احکام

830- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا رَبِيْعَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ حَنْظَلَةَ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَقَالَ قَدْ نُهِيَ عَنْهُ وَقَالَ حَنْظَلَةُ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ قَالَ رَافِعٌ لَا بَاْسَ بِكِرَائِهَا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِكِرَائِهَا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَبِالْحِنْطَةِ كَيْلًا مَّعْلُوْمًا وَضَرْبًا مَّعْلُوْمًا مَالَمْ يَشْتَرِطْ ذٰلِكَ مِمَّا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاِنِ اشْتَرَطَ مِمَّا يَخْرُجُ مِنْهَا كَيْلًا مَّعْلُوْمًا فَلَا خَيْرَ فِيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا وَقَدْ سُئِلَ عَنْ كِرَائِهَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا مَعْلُوْمًا فَرَخَّصَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ هَلْ ذٰلِكَ اِلَّا مِثْلُ الْبَيْتِ يُكْرٰى .

✧✧ حنظلہ انصاری بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت رافع بن خدیج سے زمین کو کرائے پر دینے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: اس چیز سے منع کر دیا گیا ہے' حنظلہ کہتے ہیں' کہ میں نے حضرت رافع سے کہا: کیا سونے اور چاندی کے عوض میں بھی؟ تو حضرت رافع نے فرمایا: سونے اور چاندی کے عوض میں اسے کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یعنی سونے' چاندی یا گندم کے عوض میں زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ گندم کی ماپ کا تعین کر دیا گیا ہو اور اس میں یہ شرط عائد نہ کی گئی ہو کہ زمین سے جو پیداوار ہوگی' اس پیداوار میں سے متعین پیداوار کی ادائیگی کی جائے گی' اس شرط میں کوئی بھلائی نہیں ہے (یعنی یہ جائز نہیں ہے)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے گندم کی متعین مقدار کے عوض میں زمین کرائے پر دینے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس بارے میں اجازت دیدی' انہوں نے فرمایا: زمین کی مثال بھی اسی طرح ہے جیسے گھر کرائے پر دیا جاتا ہے۔

831- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ فَتَحَ خَيْبَرَ قَالَ لِلْيَهُوْدِ اُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ عَلٰى اَنَّ الثَّمَرَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنْ شِئْتُمْ فَلَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ فَلِيْ قَالَ فَكَانُوْا يَاْخُذُوْنَهٗ

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا' تو آپ نے یہودیوں سے یہ فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا اس وقت تک ہم تمہیں یہاں رہنے دیں گے' اس شرط پر یہاں کی پیداوار ہمارے اور تمہارے درمیان برابر تقسیم ہوگی۔

راوی کہتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا کرتے تھے' وہ پیداوار کا اندازہ لگا کر ان کے اور اپنے حصے کا تعین کر لیا کرتے تھے' پھر یہ فرماتے تھے: اگر تم چاہو تو یہ حصہ تم لے لو' اگر تم چاہو تو یہ حصہ مجھے دیدو' تو وہ لوگ (اپنی پسند کا حصہ) لے لیا کرتے تھے۔

832- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْيَهُوْدِ قَالَ فَجَمَعُوْا حُلِيًّا مِنْ حُلِيِّ نِسَآئِهِمْ فَقَالُوْا هٰذَا لَكَ وَخَفِّفْ عَنَّا وَتَجَاوَزْ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَمِنْ اَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ اِلَيَّ وَمَا ذَالِكَ بِحَامِلِيْ اَنْ اَحِيْفَ عَلَيْكُمْ اَمَّا الَّذِيْ عَرَضْتُمْ مِنَ الرِّشْوَةِ فَاِنَّهَا سُحْتٌ وَّاِنَّا لَا نَاْكُلُهَا قَالُوْا بِهٰذَا قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِمُعَامَلَةِ النَّخْلِ عَلَى الشَّطْرِ وَالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَبِمُزَارَعَةِ الْاَرْضِ الْبَيْضَآءِ

عَلَى الشَّطْرِ وَالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَكَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَذْكُرُ اَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْمُخَابَرَةُ الَّتِيْ نَهٰى عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✦✦ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنے اور یہودیوں کے درمیان پیداوار کو تقسیم کرلیا۔ راوی کہتے ہیں' کہ ان یہودیوں نے اپنے خواتین کے زیورات اکٹھے کیے اور بولے: ہم یہ (زیورات رشوت کے طور پر) آپ کو دیتے ہیں اور ہمارے ساتھ تقسیم کیجئے' اور تقسیم میں ہمارے ساتھ رعایت کریں' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے یہودیوں کے گروہ! اللہ کی قسم! تم لوگ میری نظر میں اللہ کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ مخلوق ہو' لیکن یہ بات بھی مجھے تمہارے خلاف راغب نہیں کرتی کہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کروں' تم نے جو رشوت پیش کی ہے' یہ حرام ہے' ہم اسے نہیں کھاتے ہیں' تو انہوں نے کہا: اسی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یعنی نصف یا ایک تہائی پیداوار کے عوض میں کھجور (کے باغ کو کرائے پر دینے) یعنی اس کا معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح گندم کی مخصوص مقدار یعنی نصف پیداوار ایک تہائی پیداوار' دو تہائی پیداوار کے عوض میں زمین کو مزارعت پر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے' انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ چیز مخابرہ ہے' جس سے نبی اکرم ﷺ نے منع کیا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: مزارعت کا مطلب یہ ہے کہ زمین ایک شخص کی ملکیت ہو اور اس زمین پر زراعت اور کھیتی باڑی کا کام کوئی دوسرا شخص کرے' اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں' زمین کا مالک یہ شرط عائد کرے کہ دوسرا شخص اس پر کھیتی باڑی کرے گا اور اس زمین کی پیداوار میں سے اتنے وزن کے اناج کی ادائیگی تم پر لازم ہو گی۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ ایسی شرط عائد کرنا درست نہیں ہے اور یہ مزارعت ٹھیک نہیں ہو گی' کیونکہ اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے کہ وہاں کتنی پیداوار ہوتی ہے' تو اگر مجموعی پیداوار زمین کے مالک کی عائد کردہ شرط سے کم ہوئی تو زراعت اور کھیتی باڑی کرنے والا شخص وہ ادائیگی کہاں سے کرے گا؟

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ زمین کا مالک کھیتی باڑی کرنے والے شخص سے یہ کہتا ہے کہ اس زمین کے فلاں حصے کی پیداوار میری ہو گی اور بقیہ حصے کی پیداوار تمہاری ہو گی' اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ ایسا کرنا بھی غلط ہے۔

اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ زمین کا مالک کھیتی باڑی کرنے والے شخص سے یہ کہتا ہے کہ زمین سے جو بھی پیداوار ہو گی' اس کا ایک مخصوص حصہ یعنی نصف حصہ' یا چوتھائی حصہ' یا ایک تہائی حصہ مجھے ملے گا اور بقیہ تمہارا ہو گا۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے امام موفق الدین ابن قدامہ نے یہ بات تحریر کی ہے:

''مزارعت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کا مالک شخص اپنی زمین کو کسی دوسرے شخص کو کھیتی باڑی کرنے کے لیے اس شرط پر

دے کہ پیداوار دونوں کے درمیان مخصوص طریقے سے تقسیم ہو جائے گی''۔

اکثر علماء نے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے: ابوجعفر نے یہ بات بیان کی ہے کہ اہل مدینہ پیداوار کے تہائی یا چوتھائی حصے کی شرط پر مزارعت کر لیا کرتے تھے۔

حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم نے مزارعت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھنے والے افراد، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھنے والے افراد، عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی مزارعت کیا کرتے تھے۔

تابعین کے طبقے سے تعلق رکھنے والے فقہاء میں سے سعید بن مسیب، طاؤس، عبدالرحمٰن بن اسود، موسیٰ بن طلحہ، ابن شہاب زہری، عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم مزارعت کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔ (المغنی)



بَابُ اِحْيَآءُ الْاَرْضِ بِاِذْنِ الْاِمَامِ اَوْبِغَيْرِ اِذْنِهٖ

باب 7: امام کی اجازت سے یا اس کی اجازت کے بغیر بنجر زمین کو آباد کرنے کا حکم

833-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهٗ وَلَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ ۔

✧✧ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرتا ہے تو وہ اس کی ملکیت ہوگی اور کسی ظالم شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

834-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ مَنْ اَحْيٰ اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهٗ ۔

حديث 833: اخرجه مالك في "الموطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودي' كتاب الأقضية' باب القضاء في عمارة الموات - حديث: 1422اخرجه الترمذي في "سننه"، ا' ابواب الأحكام عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما ذكر في إحياء أرض الموات' حديث: 1336اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الخراج والإمارة والفيء ' باب في إحياء الموات - حديث: 2687اخرجه النسائي في "سننه الكبرىٰ"، كتاب إحياء الموات' من احيا أرضا ميتة ليست لأحد - حديث: 5592اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب البيوع والأقضية' من قال : إذا أحيا أرضا فهي له - حديث: 21915اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب المزارعة والمساقاة' باب من زرع في أرض قوم بغير إذنهم كيف حكمهم في - حديث: 3944مسند الشافعي - ومن كتاب اختلاف مالك والشافعي رضي الله عنهما' حديث: 1018ذكره البيهقي في "سننه الكبرىٰ"، كتاب الغصب' باب ليس لعرق ظالم حق - حديث: 10784ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب الصلح' باب إحياء الموات - حديث: 3817

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيْتَةً بِاِذْنِ الْاِمَامِ اَوْبِغَيْرِ اِذْنِهٖ فَهِيَ لَهٗ فَاَمَّا اَبُوْحَنِيْفَةَ فَقَالَ لَا يَكُوْنُ لَهٗ اِلَّااَنْ يَّجْعَلَهُ الْاِمَامُ لَهٗ قَالَ وَيَنْبَغِىْ لِلْاِمَامِ اِذَا اَحْيَاهَا اَنْ يَّجْعَلَهَا لَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ لَمْ تَكُنْ لَهٗ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ جو شخص بنجر زمین کو آباد کرتا ہے' وہ اُسی کی ملکیت بن جاتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرتا ہے خواہ امام کی اجازت کے ساتھ کرے یا اس کی اجازت کے بغیر کرے تو وہ زمین اس کی ملکیت ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ زمین اس کی ملکیت اس وقت تک نہیں ہوگی' جب تک امام وہ زمین اس کے نام نہیں کرتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام (حاکمِ وقت کے لیے) یہ بات مناسب ہے کہ کوئی شخص اس طرح بنجر زمین کو آباد کر دے تو وہ زمین اس کے نام کر دے لیکن اگر حاکمِ وقت ایسا نہیں کرتا تو وہ زمین اس شخص کے نام نہیں ہوگی۔

•••——•••——•••

شرح: بنجر زمین کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں' اس کی پہلی صورت یہ ہے کہ وہ ایسی زمین ہو جہاں تک پانی نہ پہنچتا ہو اور اس کے نتیجے میں وہ سخت ہو چکی ہو۔

وہ ایسی زمین ہو' جو پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے سیم زدہ ہو گئی ہو۔

وہ زمین جو شروع سے ہی بنجر رہی ہو اور زیرِ کاشت نہ رہی ہو' اس کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ زمین کسی کی باقاعدہ قانونی ملکیت نہیں ہونی چاہیے۔

ایک شرط یہ ہے کہ وہ آبادی سے خاصی دور ہونی چاہیے۔

اب اگر کوئی شخص ایسی بنجر زمین کو قابلِ کاشت بنالیتا ہے' تو کیا وہ قابلِ کاشت بنانے کی وجہ سے اُس کا مالک بن جائے گا' یا اس کے لیے اُسے حکومت کی طرف سے ملکیت کا پروانہ حاصل کرنا پڑے گا۔

اس مسئلے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

صاحبین نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ کے مطابق حکم دیا ہے' یعنی جو شخص ایسی کسی بنجر زمین کو آباد کرتا ہے' تو حاکمِ وقت کی اجازت کے بغیر ہی وہ اس کا مالک بن جاتا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکومت کی طرف سے اجازت لینا شرط ہے' اس کے بغیر کوئی شخص محض آباد کر لینے کی وجہ سے زمین کا مالک نہیں بنے گا۔

بَابُ الصُّلْحِ فِي الشُّرْبِ وَقِسْمَةِ الْمَاءِ

باب 8: آبپاشی میں صلح کرنا اور پانی کو تقسیم کرنے (کا حکم)

835- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِىْ سَيْلِ مَهْزُوْرٍ وَّمُذَيْنِبٍ يُمْسَكُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلُ الْاَعْلٰى عَلَى الْاَسْفَلِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لِاَنَّهٗ كَانَ كَذٰلِكَ الصُّلْحُ بَيْنَهُمْ لِكُلِّ قَوْمٍ مَّا اصْطَلَحُوْا وَ اَسْلَمُوْا عَلَيْهِ مِنْ عُيُوْنِهِمْ وَسُيُوْلِهِمْ وَاَنْهَارِهِمْ وَشِرْبِهِمْ .

✦✦ عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مہزور اور مذنیب (پانی کے نالوہ) کو روکا جائے گا یہاں تک کہ ٹخنوں تک پہنچ جائے پھر اسے بلندی کی طرف سے پستی کی طرف چھوڑ دیا جائے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ اسی طریقے کے ساتھ ان کے درمیان صلح قائم رہے گی۔ کچھ لوگ آپس میں اپنے چشموں نہروں بارش کے پانی کے راستوں اور پانی کے دیگر ذرائع کے بارے میں جن شرائط پر معاملت کرتے ہیں اور انہیں قبول کر لیتے ہیں ان شرائط کے مطابق وہ اس پر عمل درآمد کریں گے۔

836- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَمْرُوبْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ خَلِيْفَةَ سَاقَ خَلِيْجًا لَّهٗ حَتَّى النَّهْرَ الصَّغِيْرِ مِنَ الْعَرِيْضِ فَاَرَادَاَنْ يَّمُرَّبِهٖ فِى الْاَرْضِ لِمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ فَاَبٰى مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ الضَّحَّاكُ لِمَ تَمْنَعُنِىْ وَهُوَلَكَ مَنْفَعَةٌ تَشْرَبُ بِهٖ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَلَا يَضُرُّكَ فَاَبٰى فَكَلَّمَ فِيْهِ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ فَدَعَا مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّخَلِّيَ سَبِيْلَهٗ فَاَبٰى فَقَالَ عُمَرُلِمَ تَمْنَعُ اَخَاكَ مَايَنْفَعُهٗ وَهُوَلَكَ نَافِعٌ تَشْرَبُ بِهٖ اَوَّلًا وَّاٰخِرًاوَّلَا يَضُرُّكَ قَالَ مُحَمَّدٌ لَاوَاللّٰهِ فَقَالَ عُمَرُوَاللّٰهِ لَيَمُرَّنَّ بِهٖ وَلَوْعَلٰى بَطْنِكَ فَاَمَرَهٗ عُمَرُ اَنْ يُّجْرِيَهٗ

✦✦ عروہ بن یحییٰ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ضحاک بن خلیفہ نے بڑی نالی میں سے ایک چھوٹی نالی نکالی وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کی وہ نالی محمد بن مسلمہ کی زمین میں سے گزرے تو محمد بن مسلمہ نے اس بات کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ضحاک نے ان سے کہا: آپ مجھے اس سے نہ روکیں کیونکہ اس میں آپ کا بھی فائدہ ہے کیونکہ آپ اس سے پانی حاصل کر سکتے ہیں آپ کو اس کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ لیکن محمد بن مسلمہ نے اس بات کو قبول نہیں کیا انہوں نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: وہ ضحاک کے لیے راستہ دیدیں تو انہوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیوں اپنے بھائی کو ایک ایسی چیز سے روک رہے ہو جس سے اس کو فائدہ حاصل ہوگا اور یہ چیز تمہارے لیے بھی فائدہ مند ہے اس کے آغاز میں اس کے اختتام پر تم اس میں سے پانی حاصل کر سکتے ہو اس کا تمہیں کوئی نقصان بھی نہیں ہے؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ نالہ وہاں سے ضرور گزرے گا خواہ وہ تمہارے پیٹ کے اوپر سے گزرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اس کے لیے جگہ فراہم کریں۔

837- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَمْرُوبْنُ يَحْيَى الْمَازِنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ كَانَ فِي حَائِطِ جَدِّهٖ رَبِيْعٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَاَرَادَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اَنْ يُّحَوِّلَهُ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْحَائِطِ هِيَ اَرْفَقُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَقْرَبُ اِلٰى اَرْضِهٖ فَمَنَعَهُ صَاحِبُ الْحَائِطِ فَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَضٰى لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِتَحْوِيْلِهٖ .

✧✧ عمرو بن یحییٰ مازنی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا ربیع کے باغ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نالہ گزرتا تھا تو ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اس نالے کو بہا کر دوسری طرف لے جائیں کیونکہ اس کے نتیجے میں حضرت عبدالرحمٰن کے لیے سہولت ہو جاتی تھی اور ان کی زمین دوسری طرف سے زیادہ قریب تھی تو باغ کے مالک نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بات کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حق میں فیصلہ دیا کہ اُسے منتقل کر سکتے ہیں۔

838- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الرِّجَالِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ نَقْعُ بِئْرٍ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهٗ بِئْرٌ فَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّمْنَعَ النَّاسَ اَنْ يَّسْتَقُوْا مِنْهَا لِشِفَاهِهِمْ وَاِبِلِهِمْ وَغَنَمِهِمْ فَاَمَّا لِزَرْعِهِمْ وَنَخْلِهِمْ فَلَهٗ اَنْ يَّمْنَعَ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ کنویں کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے سے نہ روکا جائے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ جس شخص کا کنواں ہو' اس کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ دوسرے لوگوں کو اس بات سے روک دے کہ وہ کنویں میں سے پانی پی لیں یا اپنی بھیڑ بکریوں کو اور اونٹوں کو اس میں سے پانی پلا دیں' البتہ وہ لوگ اپنے کھیت کے لیے اور کھجور کے باغ کے لیے اس میں سے پانی نہیں لے سکتے' اس صورت میں اس کو پانی سے روکنے کا حق حاصل ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس باب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پانی کی تقسیم کے حوالے سے مختلف روایات نقل کی ہیں۔

اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں مخصوص قسم کی صورت حال ہوتی ہے' جس کے مطابق پانی کی تقسیم' اس کے طریقہ کار کو کسی ایک قانون کا پابند نہیں کیا جا سکتا' اس بارے میں بہتر یہی ہے کہ فریقین آپس میں مل کر تقسیم کا کوئی اصول طے کر لیں' وہ جس اصول پر مصالحت کریں گے' باقی فریق اُس کی پیروی کریں گے تاکہ کسی باہمی تنازعے اور نقصان کے بغیر تمام فریق اپنا فائدہ حاصل کر سکیں۔

یہاں یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ اگر کسی شخص نے پانی حاصل کرنا ہے اور پانی کے حصول کے لیے اُسے کسی دوسرے شخص کی

زمین میں سے نالہ گزارنا پڑتا ہے لیکن دوسرا شخص اس نالے کو گزرنے کی اجازت نہیں دیتا تو کیا زبردستی اُس کی زمین سے نالہ گزارا جاسکتا ہے یا نہیں گزارا جاسکتا؟

بعض حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں اُس روایت کو پیش کیا ہے جسے امام محمد ؒ نے یہاں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے واقعے کے بارے میں نقل کیا ہے۔

جبکہ بعض فقہاء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح آپ دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کے مرتکب ہوں گے اور کسی بھی دوسرے شخص کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا شرعی طور پر جائز نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص ضرورت مند ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے شخص کے مال کو اس کی مرضی کے بغیر اپنے تصرف میں لے آئے۔

بَابُ الرَّجُلُ يُعْتِقُ نَصِيبًا لَّهُ مِنْ مَّمْلُوْكٍ اَوْيُسَيِّبُ سَائِبَةً اَوْيُوْصِي بِعِتْقٍ

باب 9: جب کوئی شخص کسی غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کردے یا کسی کو سائبہ کے طور پر آزاد کردے یا کسی کو آزاد کرنے کی وصیت کرے تو (اس کا حکم کیا ہوگا؟)

839-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَابَكْرٍ سَيَّبَ سَائِبَةً

قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيْثِ الْمَشْهُوْرِ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ لَاسَائِبَةَ فِي الْاِسْلَامِ وَلَوِاسْتَقَامَ اَنْ يَّعْتِقَ الرَّجُلُ سَائِبَةً فَلَايَكُوْنُ لِمَنْ اَعْتَقَهٗ وِلَاءٌ لَاسْتَقَامَ لِمَنْ طَلَبَ مِنْ عَائِشَةَ اَنْ تُعْتِقَ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِغَيْرِهَا فَقَدْ طُلِبَ ذٰلِكَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَاِذَا اسْتَقَامَ اَنْ لَّايَكُوْنَ لِمَنْ اَعْتَقَ وَلَاءٌ اِسْتَقَامَ اَنْ يُّسْتَثْنٰى عَنْهُ الْوَلَاءُ فَيَكُوْنُ لِغَيْرِهٖ وَاسْتَقَامَ اَنْ يَّهَبَ الْوَلَاءَ وَيَبِيْعَهٗ وَقَدْنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ وَالْوَلَاءُ عِنْدَنَا بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ وَهُوَ لِمَنْ اَعْتَقَ اِنْ اَعْتَقَ سَائِبَةً اَوْغَيْرَهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا ۔

✦✦ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غلام کو سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشہور حدیث میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ ولاء کا حق اُسے حاصل ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسلام میں سائبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر سائبہ کے طور پر غلام کو آزاد کرنا جائز ہوتا اور آزاد کرنے والے کو ولاء نہیں ملتی تو یہ حق اس شخص کو حاصل ہوتا جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ کنیز کو آزاد کردیں اور اس کی ولاء کا حق اسے حاصل ہوگا یعنی اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسرے کے لیے

ولاء مانگی تھی' جبکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: ولاء کا حق اس شخص کو حاصل ہوگا' جس نے آزاد کیا ہے' اگر یہ بات درست ہوتی کہ ولاء آزاد کرنے والے کے علاوہ کسی اور کو بھی مل سکتی ہے' تو ولاء کا استثناء بھی درست ہوتا اور وہ کسی دوسرے کے لیے ہو جاتی' اسی طرح یہ بھی درست ہوتا کہ ولاء کو ہبہ کر دیا جائے یا اُسے فروخت کر دیا جائے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کر دیا ہے۔

ہمارے نزدیک ولاء نسب کی طرح ہوتی ہے' اس لیے ولاء کا حق اسی شخص کو حاصل ہوگا' جو آزاد کرتا ہے' خواہ وہ سائبہ کے طور پر آزاد کرے یا کسی دوسرے طریقے کے مطابق آزاد کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے زیرِ ملکیت غلام یا کنیز کو آزاد کرتا ہے' تو اس غلام یا کنیز کی ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے' اس ولاء کا فائدہ اس وقت ہوتا ہے' جب آزاد ہو جانے والا وہ غلام یا کنیز فوت ہو جائیں اور ان کا کوئی وارث موجود نہ ہو' تو ان کے ترکے کا سارا مال اُس شخص کو ملتا ہے جسے ان کی ولاء کا حق حاصل ہو۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے غلام کو آزاد کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ تم سائبہ ہو' یعنی تمہاری ولاء میں اپنے نام نہیں رکھتا' بلکہ تمہیں ولاء سے بھی آزاد کرتا ہوں اور بعد میں وہ شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہیں ہے' تو اُسے آزاد کرنے والے شخص نے اس کی ولاء کے حق کو اپنی ذات سے ختم کر دیا ہے' تو کیا اب وہ آزاد کرنے والا شخص اُس مرحوم غلام کے ترکے کو حاصل کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ آقا کے یہ کہہ دینے سے کہ تمہاری ولاء اب میرے پاس نہیں رہی' پھر بھی ولاء کا حق ختم نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے''۔

اس لیے اگر کوئی شخص سائبہ کے طور پر کسی غلام کو آزاد کر دیتا ہے' تو اُسے آزاد کرنے والا شخص ہی اس غلام کی ولاء کا مالک ہو گا۔

اس مسئلے پر جمہور کی رائے یہی ہے' جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے' صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام کو سائبہ کہہ کر آزاد کیا ہو' تو اب اس کی وراثت اس آزاد کرنے والے شخص کو حاصل نہیں ہوگی۔

840- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَّهُ فِیْ عَبْدٍ وَّكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ قِيْمَةَ الْعَدْلِ ثُمَّ اُعْطٰى شُرَكَائُهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَ اِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا اُعْتِقَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا فِیْ مَمْلُوْكٍ فَهُوَ حُرٌّ كُلُّهٗ فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ اَعْتَقَ مُوْسِرًا ضَمِنَ حِصَّةَ

شَرِيْكِهٖ مِنَ الْعَبْدِ وَاِنْ كَانَ مُعْسِرًا سَعَى الْعَبْدُ لِشُرَكَآئِهٖ فِيْ حِصَصِهِمْ وَكَذٰلِكَ بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَعْتِقُ عَلَيْهِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ وَالشُّرَكَآءُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَآءُوْا اَعْتَقُوْا كَمَا اَعْتَقَ وَاِنْ شَآءُوْا ضَمَّنُوْهُ اِنْ كَانَ مُوْسِرًا وَاِنْ شَآءُوْا اسْتَسْعَوُا الْعَبْدَ فِيْ حِصَصِهِمْ فَاِنِ اسْتَسْعَوْا وَاَعْتَقُوْا كَانَ الْوَلَآءُ بَيْنَهُمْ عَلٰى قَدْرِ حِصَصِهِمْ وَاِنْ ضَمَّنُوا الْمُعْتِقَ الْوَلَآءُ كُلُّهٗ لَهٗ وَرَجَعَ عَلَى الْعَبْدِ بِمَا ضَمِنَ وَاسْتَسْعَاهُ بِهٖ .

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مشترکہ غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دے اور اس شخص کا اور بھی مال موجود ہو جو غلام کی قیمت جتنا ہو تو انصاف کے مطابق اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور شراکت داروں کو ان کے حصے کے مطابق ادائیگی کر دی جائے گی اور وہ غلام اس شخص کی طرف سے آزاد شمار ہوگا' اس کا اتنا حصہ ہی آزاد شمار ہوگا جتنا آزاد کیا گیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جو مشترکہ غلام میں سے ایک حصے کو آزاد کر دیتا ہے' وہ غلام مکمل طور پر آزاد کیا جائے گا' اسے آزاد کرنے والا شخص اگر خوشحال ہے' تو وہ شراکت داروں کے حصے کا تاوان ادا کرے گا' اگر غریب ہے' تو وہ غلام بقیہ شراکت داروں کے حصے کے مطابق کما کر انہیں رقم ادا کر دے گا' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہی روایت ہم تک پہنچی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اُس حصے والے شخص کے مخصوص حصے کے جتنا آزاد شمار ہوگا اور باقی ساتھیوں کو یہ اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہیں' تو وہ سب آزاد کر دیں جو پہلے شخص نے کیا تھا' اگر وہ چاہیں' تو پہلے شخص سے تاوان وصول کر لیں' اگر وہ خوشحال ہو' اگر وہ چاہیں' تو اپنے حصے کے مطابق غلام سے مزدوری کروا کر (اپنے حصے کی رقم وصول کر لیں) اگر وہ غلام سے مزدوری کرواتے ہیں' وہ سب اُسے آزاد کر دیتے ہیں' تو ان سب کے حصوں کے مطابق ان کے درمیان ولاء کا حق تقسیم ہو جائے گا لیکن اگر وہ آزاد کرنے والے شخص سے اس کا تاوان وصول کر لیتے ہیں' تو غلام کی ولاء مکمل طور پر اُس شخص کو ملے گی اور وہ شخص اس غلام سے تاوان کی رقم وصول کرنے کے لیے مزدوری کروا سکتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح کوئی ایک چیز چند افراد کی مشترکہ ملکیت ہو سکتی ہے' اسی طرح کوئی غلام بھی چند افراد کی مشترکہ ملکیت ہو سکتا ہے۔ اب اس غلام کے مالکان میں سے کوئی ایک مالک اپنے حصے کو آزاد کر دیتا ہے' تو یہ صورت حال سامنے آ جائے گی کہ اس غلام کا کچھ حصہ آزاد ہے اور باقی حصے ابھی بھی غلام ہیں' یعنی وہ شخص نہ تو مکمل طور پر غلام ہے اور نہ ہی مکمل طور پر آزاد ہے۔

فقہاء کے درمیان اس اصول میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا کوئی غلام اجزاء میں آزاد ہو سکتا ہے' یعنی اس کے ایک تہائی حصے کو آزاد کر دیا جائے' تو اس کا ایک تہائی حصہ آزاد ہو جائے اور بقیہ دو تہائی حصہ غلام رہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ آزادی اجزاء میں حاصل نہیں ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ آزادی اجزاء میں یعنی ٹکڑوں کی شکل میں حاصل ہوسکتی ہے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر مشترکہ غلام میں سے اپنے حصے میں سے آزاد کرنے والا شخص اگر صاحب حیثیت ہے تو اب آزادی حصوں اور ٹکڑوں میں نہیں ہوگی بلکہ اس کے آزاد کرنے کے ساتھ ہی وہ مکمل آزاد ہو جائے گا اور غلام کے بقیہ مالکان کے حصے کی قیمت کی ادائیگی آزاد کرنے والے شخص پر لازم ہوگی۔
امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیونکہ آزادی کو حصوں اور ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا' اس لیے جب کسی مشترکہ غلام میں سے کسی ایک حصے کو اس کا مالک آزاد کر دیتا ہے تو وہ غلام مکمل طور پر اس وقت آزاد ہو جائے گا' اب اگر اس کے باقی مالکان بھی اپنے' اپنے حصے کو آزاد کر دیتے ہیں' تو اب اس غلام کی ولاء کا حق ان سب کو حاصل ہوگا لیکن اگر باقی مالکان اپنے حصے کو آزاد نہیں کرتے ہیں' تو بھی غلام مکمل طور پر آزاد ہو جائے گا' باقی مالکان اپنے حصے کی رقم اس غلام سے وصول کریں گے' یعنی وہ غلام محنت مزدوری کر کے اپنی قیمت کی بقیہ رقم ادا کر دے گا۔

841- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَعْتَقَ وَلَدَ زِنًى وَاُمَّهٗ .
قَالَ مُحَمَّدٌ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَهُوَ حَسَنٌ جَمِيْلٌ بَلَغَنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ عَبْدَيْنِ اَحَدُهُمَا لِبَغِيَّةٍ وَالْاٰخَرُ لِرَشِيْدَةٍ اَيُّهُمَا يُعْتَقُ قَالَ اَغْلَاهُمَا ثَمَنًا بِدِيْنَارٍ فَهٰكَذَا نَقُوْلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .
✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے اور اس کی ماں (یعنی کنیز) کو آزاد کر دیا تھا۔
✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ ایک اچھا کام ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایت ہم تک پہنچی ہے کہ ان سے ایسے دو غلاموں کے بارے میں دریافت کیا گیا جن میں سے ایک کسی کی ناجائز اولاد ہو' دوسرا کسی نیک عورت کی اولاد ہو' ان دونوں میں سے کسے آزاد کیا جائے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کی قیمت دینار کے اعتبار سے زیادہ ہو۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: جمہور نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' زیادہ بہتر یہ ہے کہ ایسے غلام کو آزاد کیا جائے' جس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔
شیخین اور دیگر محدثین نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سا غلام زیادہ فضیلت رکھتا ہے (یعنی کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کی قیمت زیادہ ہواور وہ اپنے مالک کے نزدیک زیادہ نفیس ترین ہو''۔

اس روایت کے ایک لفظ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

842-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَوْمٍ نَامَهُ فَاَعْتَقَتْ عَنْهُ عَائِشَةُ رِقَابًا كَثِيْرَةً

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّعْتَقَ عَنِ الْمَيِّتِ فَاِنْ كَانَ اَوْصٰى بِذٰلِكَ كَانَ الْوَلَاءُ لَهٗ وَاِنْ كَانَ لَمْ يُوْصِ كَانَ الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَيُلْحِقُهُ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✦✦ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سوتے ہوئے انتقال ہوگیا' تو سیّدہ عائشہ صدیقہ نے ان کی طرف سے (یعنی اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے) کثیر غلام آزاد کیے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ میت کے ایصالِ ثواب کے طور پر کسی غلام کو آزاد کیا جائے' اگر میت نے وصیت کی ہو' تو غلام کی ولاء کا حق اس کو ملے گا' اگر اس نے وصیت نہ کی ہو' تو ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو ملے گا اور اس کا ثواب میت کو مل جائے گا' اگر اللہ نے چاہا۔

•••——•••——•••

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات بیان کی ہے: اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ مرحوم شخص کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرنا یا کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہے' تاہم ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوگا اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مؤقف ہے اور یہ بات امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنا صدقہ کی سب سے بہترین قسم ہے' صدقہ کی تمام اقسام بلکہ تمام مالی اور جسمانی عبادات کا ثواب بھی میت تک پہنچتا ہے اور یہ میت کی مغفرت یا اور اس کے درجات کی بلندی کا باعث ہوتا ہے' اس بارے میں بہت سی روایات منقول ہیں' جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات کو اپنی کتاب ''شرح الصدور'' میں نقل کیا ہے۔

میت کے لیے غلام آزاد کرنے کے بارے میں بھی کچھ روایات نقل کی گئی ہیں جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

''غزوۂ تبوک کے موقع پر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے' ہم نے عرض کی: ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کی طرف سے کوئی غلام آزاد کردو' اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر ایک عضو کے عوض میں اس شخص کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد کردے گا''۔

بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

باب 10: مدبر غلام کو فروخت کرنا

843- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الرِّجَالِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّهٖ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ اَعْتَقَتْ جَارِيَةً لَهَا عَنْ دُبُرٍ مِّنْهَا ثُمَّ اِنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَعْدَ ذٰلِكَ اشْتَكَتْ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَشْتَكِيَ ثُمَّ اِنَّهٗ دَخَلَ عَلَيْهَا رَجُلٌ سِنْدِيٌّ فَقَالَ لَهَا اَنْتِ مَطْبُوْبَةٌ فَقَالَتْ لَهٗ عَآئِشَةُ وَيْلَكَ مَنْ طَبَّنِيْ قَالَ اِمْرَاَةٌ مِّنْ نَّعْتِهَا كَذَا وَكَذَا فَوَصَفَهَا وَقَالَ اِنَّ فِيْ حَجْرِهَا الْاٰنَ صَبِيًّا قَدْ بَالَ .

فَقَالَتْ عَآئِشَةُ ادْعُوْا لِيْ فُلَانَةَ جَارِيَةً كَانَتْ تَخْدِمُهَا فَوَجَدُوْهَا فِيْ بَيْتِ جِيْرَانٍ لَّهُمْ فِيْ حَجْرِهَا صَبِيٌّ قَالَتِ الْاٰنَ حَتّٰى اَغْسِلَ بَوْلَ هٰذَا الصَّبِيِّ فَغَسَلَتْهُ ثُمَّ جَآءَتْ فَقَالَتْ لَهَا عَآئِشَةُ اَسَحَرْتِيْنِيْ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ لِمَ قَالَتْ اَحْبَبْتُ الْعِتْقَ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا تَعْتِقِيْنَ اَبَدًا ثُمَّ اَمَرَتْ عَآئِشَةُ ابْنَ اُخْتِهَا اَنْ يَّبِيْعَهَا مِنَ الْاَعْرَابِ مِمَّنْ يُّسِيْءُ مَلَكَتَهَا قَالَتْ ثُمَّ ابْتَعْ لِيْ بِثَمَنِهَا رَقَبَةً ثُمَّ اَعْتِقْهَا فَقَالَتْ عَمْرَةُ فَلَبِثَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَاشَآءَ اللّٰهُ مِنَ الزَّمَانِ ثُمَّ اِنَّهَا رَاَتْ فِي الْمَنَامِ اَنِ اغْتَسِلِيْ مِنْ اٰبَارٍ ثَلٰثَةٍ يَّمُدُّ بَعْضُهَا بَعْضًا فَاِنَّكِ تُشْفَيْنَ فَدَخَلَ عَلٰى عَآئِشَةَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ فَذَكَرَتْ لَهُمْ عَآئِشَةُ الَّتِيْ رَاَتْ فَانْطَلَقَا اِلٰى قَنَاةٍ فَوَجَدَا اٰبَارًا ثَلَاثَةً يَّمُدُّ بَعْضُهَا بَعْضًا فَاسْتَقَوْا مِنْ كُلِّ بِيْرٍ مِّنْهَا ثَلٰثَ شُجُبٍ حَتّٰى مَلَؤُا الشُّجُبَ مِنْ جَمِيْعِهِمْ ثُمَّ اَتَوْا بِذٰلِكَ الْمَآءِ عَآئِشَةَ فَاغْتَسَلَتْ فِيْهِ فَشُفِيَتْ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اَمَّا نَحْنُ فَلَا نَرٰى اَنْ يُّبَاعَ الْمُدَبَّرُ وَهُوَ قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک کنیز کو مدبر کیا، اس کے بعد ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک سندھی آدمی حاضر ہوا اور بولا: آپ پر جادو کیا گیا ہے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو! مجھ پر کس نے جادو کرتا ہے؟ وہ شخص بولا: وہ ایک عورت ہے' جس کا حلیہ اس اس طرح کا ہوگا' اس نے اس عورت کا حلیہ بیان کرتے ہوئے یہ بات بھی بتائی کہ اس وقت اُس عورت کی گود میں ایک بچہ ہوگا' جس نے ابھی پیشاب کیا ہوگا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فلانی کنیز کو میرے پاس بلا کر لاؤ! یہ وہ عورت تھی جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کیا کرتی تھی' تو لوگوں نے اس کنیز کو پڑوسیوں کے گھر میں پایا' اس کی گود میں اس وقت اس کا بچہ موجود تھا' وہ بولی: میں ابھی چلتی ہوں' پہلے میں اس بچے کے پیشاب کو دھولوں' اس کے بعد اس کنیز نے اس پیشاب کو دھویا اور پھر وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: تم نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ اس نے جواب دیا: میں آزاد ہونا چاہتی ہوں (تو آپ کے انتقال کے بعد میں آزاد ہو جاؤں گی)' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم کبھی آزاد نہیں ہوگی' پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ اُس کنیز کو ایسے دیہاتی کو فروخت کیا جائے' جو اس

کے ساتھ انتہائی بُرا سلوک کرے' سیدہ عائشہ ﷺ نے فرمایا: اس کی قیمت سے ایک اور غلام یا کنیز خرید لینا تا کہ میں اُسے آزاد کر دوں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں' کہ اس کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا' سیدہ عائشہ ﷺ زندہ رہیں' پھر ایک مرتبہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا: تم ایسے تین کنوؤں کے پانی کے ذریعے غسل کرو جن کا پانی ایک دوسرے سے ملتا ہے' تو تمہیں شفاء ہو جائے گی۔

(راوی خاتون کہتی ہیں:) اسماعیل بن ابوبکر اور اسماعیل بن سعد' سیدہ عائشہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو سیدہ عائشہ ﷺ نے اس خواب کا تذکرہ ان کے ساتھ کیا' وہ دونوں قنات نامی نالے کی طرف گئے' تو وہاں انہیں ایسے تین کنویں ملے جن کا پانی آپس میں ملتا تھا تو انہوں نے اُن تینوں کنوؤں میں سے برابر برابر پانی لے کر ایک مشکیزہ بھر لیا' وہ اس پانی کو لے کر سیدہ عائشہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' سیدہ عائشہ ﷺ نے اس پانی کے ساتھ غسل کیا' تو انہیں شفاء ہو گئی۔

امام محمد ﷫ فرماتے ہیں: ہم مدبر غلام کی خرید و فروخت کو درست نہیں سمجھتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷢ اسی بات کے قائل ہیں۔

ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ ﷫ اور اکثر فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

844-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ مَنْ اَعْتَقَ وَلِيْدَةً عَنْ دُبُرٍ مِّنْهُ فَاِنَّ لَهُ اَنْ يَّطَاَهَا وَاَنْ يُّزَوِّجَهَا وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّبِيْعَهَا وَلَا اَنْ يَّهَبَهَا وَوَلَدُهَا بِمَنْزِلَتِهَا ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا ۔

سعید بن مسیب ﷫ فرماتے ہیں: جو شخص اپنی کنیز کو مدبر کے طور پر آزاد کر دیتا ہے' تو اسے اس بات کا حق حاصل ہو گا کہ وہ اس کنیز کے ساتھ صحبت کرتا رہے' یا اس کنیز کی شادی کسی اور کے ساتھ کر دے' تاہم اسے یہ حق حاصل نہیں ہو گا کہ وہ اس کنیز کو فروخت کر دے یا اُسے کسی کو ہبہ کر دے' اس کنیز کی اولاد کا حکم بھی کنیز کی مانند ہو گا۔

امام محمد ﷫ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ ﷫ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس باب میں مدبر غلام کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے' مدبر اس غلام یا کنیز کو کہتے ہیں' جس کا آقا اس سے یہ کہہ دے: تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو گے۔

مدبر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' امام ابوحنیفہ ﷫ اس بات کے قائل ہیں' کہ اگر اس غلام کو مطلق طور پر مدبر کیا گیا ہو' تو اب اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اگر مقید طور پر یعنی مشروط طور پر مدبر کیا گیا ہو' یعنی کسی متعین

سلے والی یا کسی متعین بیماری سے شفاء یابی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہو تو ایسے مدبر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مدبر غلام کو اس کے آقا کی زندگی میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے البتہ اس کے آقا کے فوت ہو جانے کے بعد اسے فروخت کرنا جائز ہے لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ اس کے آقا کے ذمے قرض ہو لیکن اگر آقا مقروض نہیں تھا اور اس کے ترکہ میں سے ایک تہائی مال کے برابر اس غلام کی قیمت ہے تو وہ غلام مکمل طور پر آزاد ہو جائے گا' لیکن اگر اس غلام کی قیمت مال کے ایک تہائی حصے سے زیادہ ہے تو اس مدبر غلام کا وہی حصہ آزاد ہوگا' جو آقا کے ترکے کے ایک تہائی حصے کے برابر ہوگا۔

بَابُ الدَّعْوٰی وَالشَّهَادَاتُ وَادِّعَآءُ النَّسَبِ

باب 11: دعویٰ' گواہیاں اور نسب کا دعویٰ کرنا

845-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَتْ عُتْبَةُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰی اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةَ زَمْعَةَ مِنِّیْ فَاقْبِضْهُ اِلَيْكَ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهٗ سَعْدٌ وَقَالَ ابْنُ اَخِیْ قَدْ كَانَ عَهِدَ اِلَیَّ اَخِیْ فِيْهِ فَقَامَ اِلَيْهِ عَبْدُبْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ اَخِیْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِیْ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَتَسَاوَقَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ

حديث 845: اخرجه مالك فى "المؤطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودى' كتاب الأقضية' باب القضاء بالحاق الولد بأبيه - حديث: 1416اخرجه البخارى فى "صحيحه"، كتاب البيوع' باب تفسير المشبهات - حديث: 1963اخرجه المسلم فى "صحيحه"، كتاب الرضاع' باب الولد للفراش - حديث: 2723اخرجه الدارقطني فى "سننه"، كتاب فى الأقضية والأحكام وغير ذلك' فى المرأة تقتل إذا ارتدت - حديث: 4026اخرجه الدارمى فى "سننه"، ومن كتاب النكاح' باب الولد للفراش - حديث: 2206اخرجه ابوداؤد فى "سننه"، كتاب الطلاق' أبواب تفريع أبواب الطلاق - باب الولد للفراش' حديث: 1948اخرجه ابن ماجة فى "سننه"، كتاب النكاح' باب الولد للفراش - حديث: 2000اخرجه النسائى فى "سننه"، كتاب الطلاق' باب : إلحاق الولد بالفراش إذا لم ينفه صاحب الفراش - حديث: 3448اخرجه عبدالرزاق الصنعاني فى "مصنفه"، كتاب الطلاق' باب الرجلان يدعيان الولد - حديث: 13364اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ"، كتاب الطلاق' إلحاق الولد بالفراش إذا لم ينفه صاحب الفراش - حديث: 5514اخرجه الطحاوى فى "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 3597اخرجه الدارقطني فى "سننه"، كتاب النكاح' باب المهر - حديث: 3371مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها' حديث: 24450مسند الشافعى - من الجزء الثانى من اختلاف الحديث من الأصل العتيق' حديث: 845اخرجه الطيالسى فى "مسنده"، أحاديث النساء ' علقمة بن قيس عن عائشة - عروة بن الزبير عن عائشة' حديث: 1533اخرجه الحميدى فى "سننه"، أحاديث عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها عن رسول الله صلى' حديث: 234اخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار"، كتاب العتاق' باب الأمة يطؤها مولاها ثم يموت , وقد كانت جاءت بولد - حديث: 3054سند إسحاق بن راهويه - ما يروى عن عروة بن الزبير ' حديث: 632اخرجه ابويعلى فى "مسنده"، مسند عائشة' حديث:4303

اَخِیْ قَدْ کَانَ عَہِدَ اِلَیَّ فِیْہِ اَخِیْ عُتْبَۃُ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَۃَ اَخِیْ اِبْنُ وَلِیْدَۃِ اَبِیْ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَلَکَ یَاعَبْدَبْنَ زَمْعَۃَ ثُمَّ قَالَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَۃَ بِنْتِ زَمْعَۃَ اِحْتَجِبِیْ مِنْہُ لِمَارَاٰی ھِیَ مِنْ شَبَہِہٖ بِعُتْبَۃَ فَمَارَاٰھَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِھٰذَا نَاْخُذُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَالْعَآمَّۃِ مِنْ فُقَھَآئِنَا ۔

✧✧ عروہ بن زبیر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میری اولاد ہے' تو تم اُسے اپنے قبضے میں لے لینا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کو اپنے قبضے میں لے لیا' اور کہا یہ میرا بھتیجا ہے' جس کے بارے میں میرے بھائی نے مجھ سے عہد لیا تھا' تو عبد بن زمعہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے اور بولے: یہ میرا بھائی ہے' میرے والد کی کنیز کا بیٹا ہے' جو میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے' وہ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' جس کے بارے میں میرے بھائی عتبہ نے مجھ سے عہد لیا تھا' عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرے والد کی کنیز کا بیٹا ہے' یہ میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہیں ملے گا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اولاد فراش والے کو ملتی ہے اور زنا کرنے والے کو محرومی ملتی ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اس لڑکے سے پردہ کرو' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کی عتبہ بن ابو وقاص کے ساتھ مشابہت ملاحظہ کرلی تھی' تو اس لڑکے نے مرنے تک کبھی بھی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یعنی فراش والے کو بچہ ملے گا اور زنا کرنے والے کو محرومی ملے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصول بیان کیا ہے کہ بچہ فراش والے کا ہوتا ہے اور زنا کرنے والے کو محرومی نصیب ہوتی ہے۔ فراش سے مراد دو صورتیں ہیں' عورت اس مرد کی بیوی ہو یا اس مرد کی کنیز ہو۔

جب کوئی عورت کسی مرد کی بیوی یا اس کی کنیز ہو اور اس کی بیوی یا کنیز رہنے کے دوران وہ جس بچے کو جنم دیتی ہے وہ اس کے شوہر یا آقا کی اولاد شمار ہوگا۔

علامہ ابن عبدالبر نے یہ بات تحریر کی ہے کہ اس بات پر تمام علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ نکاح یا ملک یمین کی وجہ سے بچے کا نسب اس کے باپ سے ثابت کردیا جاتا ہے۔

اس مسئلے کی بعض جزئیات کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ جب آزاد عورت سے فراش ہونے کا حکم سامنے آئے گا' تو اس کا طریقہ نکاح ہے' تو نکاح کے ساتھ وطی کا امکان بھی نسب کے ثبوت

کے لیے شرط ہوگا۔
لیکن کنیز کے فراش ہونے میں صرف آقا کا اقرار کرلینا کافی ہوگا کہ اس نے اس کنیز کے ساتھ صحبت کی ہوئی ہے' جبکہ اہل کوفہ کے نزدیک آقا کا اقرار کرنا ضروری ہے کہ کنیز کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ اُس کی اولاد ہے' آزاد عورت کے ہاں ہونے والے بچے کے نسب کا انکار اس کا شوہر صرف ایک صورت میں کرسکتا ہے اور وہ صورت لعان کی ہے' یعنی شوہر قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کرے کہ اس عورت نے جس بچے کو جنم دیا ہے وہ میرا نطفہ میری اولاد نہیں ہے اور پھر وہ دونوں میاں بیوی قاضی کے سامنے لعان کر لیں (تو قاضی بچے کے نسب کی اس شخص سے نفی کردے گا)۔

بَابُ الْيَمِيْنُ مَعَ الشَّاهِدِ

باب 12: ایک گواہ کے ساتھ قسم اُٹھانا

846-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُبْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافُ ذٰلِكَ وَقَالَ ذَكَرَ ذٰلِكَ ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَاَلْتُهُ عَنِ الْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ فَقَالَ بِدْعَةٌ وَّاَوَّلُ مَنْ قَضٰى بِهَا مُعَاوِيَةُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ اَعْلَمَ عِنْدَاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بِالْحَدِيْثِ مِنْ غَيْرِهٖ وَكَذٰلِكَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَيْضًا عَنْ عَطَآءِ ابْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ قَالَ اِنَّهٗ قَالَ كَانَ الْقَضَاءُ الْاَوَّلُ لَايُقْبَلُ اِلَّا الشَّاهِدَانِ فَاَوَّلُ مَنْ قَضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ .

✦✦ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ کے ساتھ قسم کے ذریعے فیصلہ دیدیا تھا۔

✿✿ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہم تک اس کے برخلاف روایت بھی پہنچی ہے۔
ابن ابوذئب نے ابن شہاب زہری کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' وہ کہتے ہیں' کہ ایک مرتبہ میں نے ان سے ایک گواہی کے ساتھ قسم کے ذریعے فیصلہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ بدعت ہے اور سب سے پہلے یہ فیصلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔
ابن شہاب مدینہ منورہ کے محدثین کے بارے میں تمام افراد سے زیادہ علم رکھتے تھے' اسی طرح ابن جریج نے عطاء بن ابورباح کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔
وہ فرماتے ہیں: اس بارے میں پہلے یہی فیصلہ ہوا کرتا تھا' دو گواہوں کے بغیر فیصلہ نہیں ہوگا' ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ کرنے کا آغاز سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے کیا۔

شرح: کسی بھی مقدمے میں ثبوت کے طور پر دو گواہ پیش کرنا شرط ہے۔
اب ایک مدعی کوئی دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس ثبوت کے طور پر صرف ایک گواہ ہے تو کیا ایک گواہ کی موجودگی میں مدعی خود قسم اٹھا کر شرعی ثبوت فراہم کر دیتا ہے یا نہیں کرتا؟

اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ذریعے شہادت مکمل ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک گواہ اور قسم کے ذریعے فیصلہ دیدیا تھا۔

اس روایت میں اس بات کا جواز پایا جاتا ہے کہ ایک گواہ اور قسم کی بنیاد پر فیصلہ دیا جاسکتا ہے۔

اس مسئلے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' اہل کوفہ' امام شعبی' حکم' امام اوزاعی' امام لیث بن سعد اور امام مالک کے شاگردوں میں سے اندلس کے رہنے والے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں' کہ قاضی ایک گواہ اور قسم کی بنیاد پر کسی بھی صورت میں فیصلہ نہیں دے سکتا۔

صحابہ کرام' تابعین اور ان کے بعد کے زمانوں سے تعلق رکھنے والے جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں' کہ ایک گواہ اور ایک قسم کی بنیاد پر فیصلہ دیا جاسکتا ہے' لیکن یہ حکم اموال کے ساتھ خاص ہوگا' یا ان چیزوں کے بارے میں ہوگا کہ اموال کے ذریعے جن چیزوں کا قصد کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم' امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم' مدینہ منورہ کے فقہاء' حجاز کے تمام فقہاء اور اکثر اہل علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں وہ روایات پیش کی ہیں' جو اس حوالے سے منقول ہیں۔

یہ تمام بحث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بدرالدین محمود عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: گواہی کے بارے میں قرآن کا حکم ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی قبول کی جائے گی' اگر دو مرد موجود نہ ہوں' تو ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی قبول کی جائے گی' اور ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ دینا قرآن کے اس حکم کے مخالف ہوگا' اس لیے ایسا کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس بارے میں جن روایات کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے' وہ تمام کی تمام خبر واحد ہیں اور خبر واحد جب نص کے مقابلے میں ہو' تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا' کیونکہ نص کے مقابلے میں کسی بھی حدیث پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ قرآن کے حکم کو منسوخ قرار دیں' تو خبر واحد کی بنیاد پر قرآن کا حکم منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔

بَابُ اِسْتِحْلَافُ الْخُصُوْمِ

باب 13: مخالف فریق سے قسم لینا

847- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاغَطَفَانَ بْنَ طَرِيْفِ الْمُرِّيِّ يَقُوْلُ اخْتَصَمَ زَيْدُبْنُ ثَابِتٍ وَابْنُ مُطِيْعٍ فِيْ دَارٍ اِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَقَضٰى عَلٰى زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ بِالْيَمِيْنِ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ اَحْلِفُ لَهُ مَكَانِىْ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ لَا وَاللّٰهِ اِلَّاعِنْدَ مَقَاطِعِ الْحُقُوْقِ قَالَ فَجَعَلَ زَيْدٌ يَحْلِفُ اَنَّ حَقَّهُ لَحَقٌّ وَاَبٰى اَنْ يَّحْلِفَ عِنْدَالْمِنْبَرِ فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِقَوْلِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَاْخُذُ حَيْثُ مَاحَلَفَ الرَّجُلُ فَهُوَجَائِزٌ وَلَوْ رَاٰى زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّ ذٰلِكَ يَلْزَمُهُ مَااَبٰى اَنْ يُّعْطِىَ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّهُ كَرِهَ اَنْ يُّعْطِىَ مَالَيْسَ عَلَيْهِ فَهُوَاَحَقُّ اَنْ يُّؤْخَذَ بِقَوْلِهٖ وَفِعْلِهٖ مِمَّنِ اسْتَحْلَفَهُ

✦✦ ابوغطفان بن طریف مری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابن مطیع کا ایک گھر کے بارے میں اختلاف ہوگیا' تو یہ لوگ مروان بن حکم کے پاس گئے' تو مروان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دیدیا کہ وہ منبر کے پاس قسم اُٹھائیں گے' تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں اپنی جگہ پر جہاں موجود ہوں وہی قسم اُٹھالیتا ہوں' تو مروان نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! آپ اسی جگہ پر قسم اُٹھائیں گے جہاں حقوق کے فیصلے ہوتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قسم اُٹھائی کہ وہ بالکل ٹھیک موقف رکھتے ہیں' مروان نے یہ کہا کہ وہ منبر کے پاس ہی اس سے قسم لیں گے۔ مروان ان کی اس بات پر بہت حیران ہوا (کہ وہ منبر کے پاس قسم اُٹھانے سے کیوں گریز کررہے ہیں؟)۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یعنی آدمی جہاں کہیں بھی حلف اُٹھائے گا' یہ جائز ہوگا۔

اگر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ کہتے کہ بات' یعنی منبر کے پاس قسم اُٹھانا ضروری ہے' تو وہ اس بات کا کبھی انکار نہ کرتے کہ جو حق ان کے ذمے لازم ہے' وہ اس کو ادا کردیں' لیکن انہوں نے اس بات کو ناپسند قرار دیا کہ وہ ایسی چیز کو ادا کریں' جو ان پر لازم نہیں ہے' اس لیے ان سے قسم لینے والا شخص (یعنی مروان) کے مقابلے میں وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں' کہ ان کے قول اور فعل کے مطابق عمل کیا جائے۔

•••———•••———•••

شرح: احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ آدمی جس جگہ پر بھی قسم اُٹھائے' وہ قسم معتبر شمار ہوگی۔ اس کے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے' یعنی کسی گواہ کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ تم کسی متبرک یا معظم جگہ پر جاکر قسم اُٹھاؤ' تاہم بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ احتیاط کے طور پر گواہ کو یہ کہنا چاہیے کہ وہ کسی متبرک اور معظم جگہ پر جاکر قسم اُٹھائے' کیونکہ اس متبرک اور معظم جگہ کی عظمت کی وجہ سے انسان نفسیاتی طور پر مرعوب ہوجاتا ہے اور جھوٹی قسم اُٹھانے سے گریز کرتا ہے' تاہم یہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔

بَابُ الرَّهْنُ

باب 14: رہن کا بیان

848-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَتَفْسِيْرُ قَوْلِهٖ لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَرْهَنُ الرَّهْنَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ اِنْ جِئْتُكَ بِمَالِكَ اِلٰى كَذَا وَكَذَا وَاِلَّا فَالرَّهْنُ لَكَ بِمَالِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُغْلَقُ الرَّهْنُ وَلَا يَكُوْنُ لِلْمُرْتَهِنِ بِمَالِهٖ وَكَذٰلِكَ نَقُوْلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَكَذٰلِكَ فَسَّرَهٗ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ .

✦✦ سعید بن میتب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رہن کو بند نہیں رکھا جائے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

روایت کے یہ الفاظ: رہن کو بند نہیں رکھا جائے گا' اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے پاس کوئی چیز رہن کے طور پر رکھتا ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ اگر میں اتنے عرصے تک تمہارا مال لے کر تمہارے پاس آ گیا تو ٹھیک ہے' ورنہ تمہارے مال کے عوض میں یہ رہن شدہ چیز تمہاری ملکیت ہوگی۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ رہن کو اس طرح بند نہیں رکھا جائے گا اور نہ ہی یہ رہن رکھوانے والے کے عوض میں رہن رکھنے والے کو مل جائے گا' ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور امام مالک نے بھی اس کی یہی وضاحت کی ہے۔

•••———•••———•••

شرح: لفظ رہن کا لغوی مطلب مطلق طور پر کسی چیز کو روک لینا ہے۔

جیسا کہ سورۃ المدثر: ۳۸ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''ہر شخص اُس چیز کے عوض میں رہن ہے' جو اس نے عمل کیا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے رہن کا جواز ثابت ہوتا ہے' جیسا کہ روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ اناج خریدا تھا اور اپنی زرہ اس کے پاس رہن کے طور پر رکھوائی تھی۔

اس بات پر بھی علماء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ رہن جائز ہے' رہن کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' امام بوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' رہن کے طور پر جو چیز رکھی گئی تھی اور اس کے بدلے میں جو چیز قرض کے طور پر لی گئی تھی' اس میں سے جو بھی چیز کم قیمت والی ہوگی' دوسری چیز اس کا بدلہ بن جائے گی' یعنی اگر قرض کی رقم کم تھی اور رہن میں رکھی گئی چیز زیادہ قیمتی تھی' وہ رہن میں رکھی ہوئی چیز اس شخص کے پاس سے ضائع ہو جائے' تو قرض کے طور پر دی گئی رقم اس کی قیمت میں سے کاٹ لی جائے گی' اور جو باقی رقم بچے گی' وہ اس کے مالک کو ادا کر دی جائے گی' لیکن اگر رہن میں رکھی ہوئی چیز کی قیمت کم تھی اور قرض میں دی ہوئی

رقم زیادہ تھی تو اس صورت میں اُس چیز کی قیمت کے حساب سے قرض ادا شمار کیا جائے گا اور جو باقی قرض رہ جائے گا' اس کی ادائیگی مقروض پر لازم ہوگی۔ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ جس چیز کو رہن میں رکھا گیا ہے وہ مطلق طور پر اس قرض کا بدلہ ہے' اس لیے اگر وہ اس شخص کے پاس سے ضائع ہو جاتی ہے جس کے پاس رہن کے طور پر رکھی گئی تھی' تو قرض اور رہن شدہ چیز دونوں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں' لہٰذا دونوں فریقوں میں سے کسی ایک پر بھی کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

بَابُ الرَّجُلِ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الشَّهَادَةُ

باب 15: جس شخص کے پاس گواہی موجود ہو (اس کا حکم)

848- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِیَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِیَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَآءِ الَّذِیْ يَاْتِیْ بِالشَّهَادَةِ اَوْ يُخْبِرُ بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ اَنْ يُّسْئَلَهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ شَهَادَةُ الْاِنْسَانِ لَايَعْلَمُ ذٰلِكَ الْاِنْسَانُ بِهَا فَلْيُخْبِرْهُ بِشَهَادَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَسْئَلْهَا اِيَّاهُ .

✧✧ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کیا میں تمہیں سب سے بہترین گواہ کے بارے میں بتاؤں' یہ وہ شخص ہوتا ہے' جو خود گواہی دیتا ہے یا گواہی کے بارے میں بتا دیتا ہے' اس سے پہلے کہ اس سے مطالبہ کیا جائے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جس شخص کے پاس کسی انسان کے بارے میں گواہی موجود ہو اور اس انسان کو اس کے بارے میں پتا نہیں ہو' تو وہ اس گواہی کے بارے میں اس کو بتا دے' اگرچہ اس گواہی کے بارے میں اس سے سوال نہ کیا گیا ہو' یا مطالبہ نہ کیا گیا ہو۔

شرح: یہاں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ جب کوئی شخص کسی واقعے یا کسی صورتِ حال کے بارے میں گواہ کی حیثیت رکھتا ہو یا کسی چیز کا گواہ ہو' تو اگرچہ متعلقہ فرد یا ادارے کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ شخص بھی گواہ ہے' پھر بھی آدمی کے لیے یہ بات مستحب اور مناسب ہے کہ وہ ازخود عدالت یا قاضی کے سامنے پیش ہو کر اپنی گواہی بیان کر دے' کیونکہ ایسا کرنے کے نتیجے میں قاضی یا عدالت کو مقدمے کے صحیح نتیجے تک پہنچنے میں آسانی ہو جائے گی۔

یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے' جس کا مفہوم یہ ہے:

''آگے آنے والے زمانے میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو خیانت کریں گے انہیں امین مقرر نہیں کیا جائے گا' وہ گواہی دیا کریں گے حالانکہ ان سے گواہی نہیں مانگی گئی ہوگی''۔

اب یہاں مؤطا میں مذکور حدیث اور صحیح بخاری میں منقول حدیث کے درمیان تعارض پایا جاتا ہے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ صحیح بخاری میں منقول حدیث میں جن گواہوں کا تذکرہ ہے اس سے مراد جھوٹے گواہ ہیں۔

كِتَابُ اللُّقَطَةِ

گری ہوئی چیز ملنے کے احکام

850- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ اَنَّ ضَوَالَّ الْاِبِلِ كَانَتْ فِي زَمَنِ عُمَرَ اِبِلًا مُرْسَلَةً تَنَاتَجُ لَا يَمَسُّهَا اَحَدٌ حَتّٰى اِذَا كَانَ زَمَنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَمَرَ بِمَعْرِفَتِهَا وَتَعْرِيْفِهَا ثُمَّ تُبَاعُ فَاِذَا جَآءَ صَاحِبُهَا اُعْطِيَ ثَمَنَهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ كِلَا الْوَجْهَيْنِ حَسَنٌ اِنْ شَاءَ الْاِمَامُ تَرَكَهَا حَتّٰى يَجِيْئَ اَهْلُهَا فَاِنْ خَافَ عَلَيْهَا الضَّيْعَةَ اَوْلَمْ يَجِدْ مَنْ يَرْعَاهَا فَبَاعَهَا وَوَقَفَ ثَمَنَهَا حَتّٰى يَاْتِيَ اَرْبَابُهَا فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ .

✦✦ ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گم شدہ اونٹنیوں کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا' وہ بچوں کو جنم دیدیا کرتی تھیں' کوئی انہیں پکڑتا نہیں تھا' یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا' تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ ان کی شناخت کر کے ان کا اعلان کیا جائے' اگر کوئی مالک نہیں ملتا تو انہیں فروخت کردیا جائے' جب ان کا مالک آئے گا' تو ان کی قیمت اس کو ادا کر دی جائے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں صورتیں بہتر ہیں' اگر حاکم وقت چاہے' تو جانوروں کو ایسے ہی رہنے دے یہاں تک کہ اُن کا مالک آ جائے' اگر اسے اُن کے بارے میں ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور کوئی ایسا شخص نہ مل سکے جو ان کی دیکھ بھال کر سکے' پھر وہ انہیں فروخت کردے اور اس کی قیمت کو محفوظ رکھے یہاں تک کہ اُن کا مالک آ جائے' تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

851- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ اَنَّ رَجُلًا وَجَدَ لُقَطَةً فَجَآءَ اِلَى ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اِنِّيْ وَجَدْتُ لُقَطَةً فَمَا تَاْمُرُنِيْ فِيْهَا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ عَرِّفْهَا قَالَ قُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ قَالَ زِدْ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ قَالَ لَا اٰمُرُكَ اَنْ تَاْكُلَهَا لَوْ شِئْتَ لَمْ تَاْخُذْهَا .

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک گم شدہ چیز پائی' وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور بولا: مجھے گری ہوئی چیز ملی ہے' تو آپ مجھے اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اس کا اعلان کرو' اس نے کہا: میں ایسا کر چکا ہوں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم مزید اعلان کرو' تو اس نے کہا: میں یہ بھی کر چکا ہوں' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تمہیں یہ ہدایت نہیں کروں گا کہ تم خود اسے کھا لو' اگر تم چاہو تو اسے نہ پکڑو۔

852-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ الْاَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ وَجَدَ بَعِيْرًا بِالْحَرَّةِ فَعَرَّفَهُ ثُمَّ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ فَاَمَرَهُ اَنْ يُعَرِّفَهُ قَالَ ثَابِتٌ لِعُمَرَ قَدْ شَغَلَنِيْ عَنْهُ ضَيْعَتِيْ قَالَ لَهُ عُمَرُ اَرْسِلْهُ حَيْثُ وَجَدْتَهُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٖ نَاْخُذُ مَنِ الْتَقَطَ لُقَطَةً تُسَاوِيْ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَصَاعِدًا عَرَّفَهَا حَوْلًا فَاِنْ عُرِفَتْ وَاِلَّا تَصَدَّقَ بِهَا فَاِنْ كَانَ مُحْتَاجًا اَكَلَهَا فَاِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا خَيَّرَهُ بَيْنَ الْاَجْرِ وَبَيْنَ اَنْ يَّغْرِمَهَا لَهٗ وَاِنْ كَانَ قِيْمَتُهَا اَقَلَّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ عَرَّفَهَا عَلٰى قَدْرِ مَايَرٰى اَيَّامًا ثُمَّ صَنَعَ بِهَا كَمَا صَنَعَ بِالْاُوْلٰى وَكَانَ الْحُكْمُ فِيْهَا اِذَا جَآءَ صَاحِبُهَا كَالْحُكْمِ فِى الْاُوْلٰى وَاِنْ رَدَّهَا فِى الْمَوْضِعِ الَّذِيْ وَجَدَهَا فِيْهِ بَرِئَ مِنْهَا وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ فِيْ ذٰلِكَ ضَمَانٌ ۔

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ثابت بن ضحاک انصاری نے انہیں یہ بات بتائی کہ ایک مرتبہ انہیں حرہ میں ایک اونٹ ملا' انہوں نے اس کا اعلان کیا' پھر اس بارے میں اس کا مشورہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ مزید اس کا اعلان کریں' تو ثابت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کی وجہ سے مجھے اپنے معاملات میں شکل پیش آ جائے گی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تمہیں جہاں سے یہ ملا ہے' تم اسے وہیں چھوڑ دو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جس شخص کو ایسی گری ہوئی چیز ملتی ہے جس کی قیمت دس درہم یا اس سے زیادہ ہو' تو وہ ایک سال تک اس کا اعلان کرے گا' اگر اس کی پہچان ہو جاتی ہے' تو ٹھیک ہے ورنہ اسے صدقہ کر دے گا' اگر وہ خود محتاج ہے' تو وہ اسے خود ہی کھا لے گا' پھر جب اس چیز کا اصل مالک آئے گا تو وہ اس کو اختیار دے گا کہ اس کا اجر حاصل کرے یا پھر اس کی قیمت اس کو ادا کر دے گا۔

اگر اس چیز کی قیمت دس درہم سے کم ہو' تو جتنے دن وہ مناسب سمجھے اس کا اعلان کرتا رہے پھر اس کے ساتھ وہی سلوک کرے جو پہلے اس قسم کی چیز کے ساتھ کیا ہے' اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ جب اس کا مالک آ جائے گا' تو اس کا حکم پہلی چیز کے مطابق ہو گا' اگر گم شدہ چیز کو پانے والا شخص اس چیز کو اسی جگہ چھوڑ آتا ہے جہاں اسے ملی تھی' تو وہ اس چیز سے بری ہو جائے گا اور اس چیز کے ضائع ہونے کی صورت میں اس شخص پر تاوان کی ادائیگی لازم نہیں ہو گی۔

853-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهٗ اِلَى الْكَعْبَةِ مَنْ اَخَذَ ضَآلَّةً فَهُوَ ضَالٌّ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَاِنَّمَا يَعْنِيْ بِذٰلِكَ مَنْ اَخَذَهَا لِيَذْهَبَ بِهَا فَاَمَّا مَنْ اَخَذَهَا لِيَرُدَّهَا اَوْلِيُعَرِّفَهَا فَلَا بَاْسَ بِهٖ ۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی' اسی حالت میں انہوں نے فرمایا: جو شخص گم شدہ چیز کو حاصل کرتا ہے وہ خود گمراہ ہوتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

●● حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ جو شخص ایسی چیز کو حاصل کرتا ہے' تا کہ اسے اپنے قبضے میں لے (تو وہ گمراہ ہے)' البتہ کوئی شخص اس چیز کو اس لیے اُٹھالیتا ہے کہ اس کو لوٹا دے یا اس کا اعلان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس باب میں تمام تر روایات گمشدہ ملنے والی چیز کے بارے میں ہیں' اگر کوئی شخص کسی جگہ پر کوئی گری ہوئی ہے یا کوئی گمشدہ چیز پاتا ہے' تو اُسے اُٹھانے یا اُسے حاصل کرنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

اختلاف کے حوالے سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس طرح سے گری ہوئی ملنے والی چیز کو اُٹھانا افضل ہے یا اُسے ویسے ہی پڑے رہنے دینا افضل ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسی چیز کو اُٹھالینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' کیونکہ ہر مسلمان پر یہ بات لازم ہے' وہ مسلمان بھائی کے مال کی حفاظت کرے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ اس طرح سے گری ہوئی کوئی چیز ملنے پر اُسے اُٹھانا مکروہ ہے۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں دو دلائل پیش کیے ہیں:

"مسلمان کی گم شدہ چیز آگ کا الاؤ ہے"۔

ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اُسے اُٹھالیتا ہے' تو اس بات کا اندیشہ موجود ہوگا کہ اُس گم شدہ چیز کا اعلان کرنے کے حوالے سے اُس سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے یا اُس چیز کے بارے میں کوئی زیادتی سرزد نہ ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے مؤقف کے قائلین اس روایت کی یہ تاویل پیش کرتے ہیں' کہ یہ وعید اُس شخص کے لیے ہے' جو اُس چیز کو اپنے ذاتی استعمال کے لیے اُٹھاتا ہے' اُس کا اعلان کرنے کے لیے (یا اصل مالک تک پہنچانے کی نیت سے نہیں اُٹھاتا ہے)۔

اس حوالے سے فقہاء کے درمیان دوسرا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گم شدہ چیز کو اُٹھالیتا ہے' تو وہ کتنے عرصے تک اُس کا اعلان کرتا رہے گا۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ وہ آدمی ایک سال تک گمشدہ چیز کے ملنے کا اعلان کرتا رہے گا۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

سعید بن مسیب' امام شعبی' امام مالک' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور احناف اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ ایسی چیز کا تین ماہ تک اعلان کیا جائے گا۔

جبکہ اُن کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ ایسی چیز کا اعلان تین سال تک کیا جائے گا۔

اس کی دلیل حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں حکم دیا تھا کہ وہ (اُنہیں ملنے والے) ایک سو دینار کا تین سال تک اعلان کرتے رہیں۔

پھر اُس کے بعد ملنے والی چیز کی قدر و قیمت کے حوالے سے اعلان کی مدت کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

اس بارے میں تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو پالیتا ہے' پھر اُس کا اعلان بھی کرتا رہتا ہے' لیکن اُس کا اصل مالک پھر بھی نہیں مل پاتا تو اب اُس چیز کا مصرف کیا ہوگا؟

اس مسئلے کے بارے میں بھی فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے' اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب اعلان کی متعین مدت گزر جاتی ہے اور اُسے اُٹھانے والا شخص خود تنگدست ہو' تو وہ اُس چیز کو خود استعمال کرلے' اگر خوشحال ہو' تو اُس کو صدقہ کردے' بعد میں جب اُس چیز کا مالک آئے گا' تو اُسے اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ صدقہ کو برقرار رکھے اور اُس کا اجر و ثواب حاصل کرلے' اگر چاہے' تو صدقہ کرنے والے شخص سے اُس چیز کا تاوان حاصل کرلے۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام سفیان ثوری' امام اوزاعی' امام ابوعبید اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

یہاں فقہاء کے درمیان ایک نیا مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ اُس چیز کو اُٹھانے والا شخص اگر خوشحال ہے' تو کیا اعلان کی مخصوص مدت گزر جانے یعنی ایک سال گزر جانے کے بعد کیا وہ اُسے خود کھا سکتا ہے یا اُسے خرچ کرسکتا ہے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا ہے کہ اُسے اس بات کی اجازت حاصل ہوگی' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ اُسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مؤقف ہے' اُسی کی مانند روایت حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ فقہاء کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر ملنے والا مال زیادہ ہو' تو اُسے بیت المال میں جمع کروایا جائے۔

اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول ہے' اُس کی مانند روایت حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے منقول ہے۔

تاہم اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو خود استعمال کرلیتا ہے' وہ اُس چیز کے مالک کو اُس کا تاوان ادا کرے گا۔

بَابُ الشُّفْعَةُ

باب ۱ : شفعہ کا بیان

854- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَارَةَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ اِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فِیْ اَرْضٍ فَلَا شُفْعَةَ فِیْهَا وَلَا شُفْعَةَ فِیْ بِئْرٍ وَّلَا فِیْ فَحْلِ نَخْلٍ .

✦✦ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب زمین کی حدود کا تعین ہو جائے تو اس میں شفعہ کا حق باقی نہیں رہے گا' اسی طرح کنویں میں اور کھجوروں کے درخت میں شفعہ کا حق نہیں ہوتا۔

855- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالشُّفْعَةِ فِیْمَا لَمْ یُقْسَمْ فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ فِیْهِ

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدْ جَآءَتْ فِیْ هٰذَا اَحَادِیْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَالشَّرِیْكُ اَحَقُّ بِالشُّفْعَةِ مِنَ الْجَارِ وَالْجَارُ اَحَقُّ مِنْ غَیْرِهٖ بَلَغَنَا ذٰلِكَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

✦✦ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا فیصلہ اُن چیزوں کے بارے میں کیا ہے جنہیں تقسیم نہ کیا گیا ہو لیکن جب حدود متعین ہو چکی ہوں' تو پھر اس میں شفعہ نہیں ہوگا۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں مختلف طرح کی روایات منقول ہیں' پڑوسی کے مقابلے میں شراکت دار شفعہ کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے' اور کسی دوسرے شخص کے مقابلے میں پڑوسی شفعہ کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے' اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث منقول ہیں۔

856- اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ یَعْلَی الثَّقَفِیُّ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْهِ الشَّرِیْدِ بْنِ

حدیث856: اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الحیل' باب فی الهبة والشفعة . حدیث: 6594اخرجه الدارقطنی فی "سننه"، کتاب فی الأقضیة والأحکام وغیر ذلك' فی المرأة تقتل إذا ارتدت . حدیث:3970اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، کتاب الشفعة' ذکر الأمر بأخذ الشفعة للجار فی العقدة المبیعة . حدیث: 5257اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، کتاب البیوع' أبواب الإجارة - باب فی الشفعة' حدیث: 3068اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب الشفعة' باب الشفعة بالجوار - حدیث: 2492اخرجه النسائی فی "سننه"، کتاب البیوع' ذکر الشفعة وأحکامها - حدیث: 4648اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه"، کتاب البیوع' باب: الشفعة بالجوار - حدیث: 13897اخرجه النسائی فی "سننه الکبری"، کتاب البیوع' ذکر الشفع وأحکامها - حدیث: 6112اخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار"، کتاب الشفعة' باب الشفعة بالجوار - حدیث: 3956اخرجه الدارقطنی فی "سننه"، کتاب فی الأقضیة والأحکام وغیر ذلك' فی المرأة تقتل إذا ارتدت - حدیث: 3963مسند احمد بن حنبل - مسند الأنصار' حدیث أبی رافع - حدیث: 23261مسند الشافعی - من الجزء الثانی من اختلاف الحدیث من الأصل العتیق' حدیث: 821اخرجه الحمیدی فی "سننه"، أحادیث أبی رافع رضی الله عنه مولی رسول الله صلی الله' حدیث: 535المعجم الکبیر للطبرانی - باب من اسمه إبراهیم' الفضل بن عبید الله بن أبی رافع - عمرو بن الشرید' حدیث: 970ذکره البیهقی فی "سننه الکبری"، کتاب الشفعة' باب الشفعة بالجوار - حدیث: 10818

سُوَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِصَقَبِہٖ وَبِھٰذَا نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَالْعَامَّۃِ مِنْ فُقَھَآئِنَا ۔

✧✧ حضرت شرید بن سوید بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حق رکھتا ہے (یعنی پڑوسی کو شفعہ کرنے کا زیادہ حق حاصل ہوگا)۔

(✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس بات پر تمام ائمہ کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ شفعہ کرنا جائز ہے لیکن فقہاء کے مابین اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ شفعہ کا حق سب سے پہلے کس کو حاصل ہوگا اور کن چیزوں میں شفعہ کیا جاسکتا ہے اور کن چیزوں میں شفعہ نہیں کیا جا سکتا؟

اس بات پر ائمہ کے مابین اتفاق پایا جاتا ہے کہ جو شخص فروخت شدہ چیز کی ملکیت میں شراکت دار ہو اُس کے لیے شفعہ کا حق ثابت ہو جائے گا۔

امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پڑوسی کو شفعہ کا حق لازمی طور پر حاصل ہوگا۔

احناف اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص اُس چیز میں ملکیت کے حوالے سے شراکت دار ہے سب سے زیادہ شفعہ کا حق اُسے حاصل ہوگا لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ جس زمین میں وہ شراکت دار ہے اُس کی تقسیم نہ ہو چکی ہو اگر اُس کی تقسیم اور حد بندی ہو چکی ہو تو پھر شفعہ کا حق ختم ہو جائے گا۔

اس کے بعد دوسرے مرتبے میں وہ شخص حق دار شمار ہوگا جو زمین کے تقسیم ہو جانے کے بعد زمین کے حقوق کے بارے میں شراکت دار ہو جیسے زمین میں جانے والے پانی یا راستے کے حوالے سے وہ دونوں شراکت دار ہوں۔

تیسرا حق ہمسائے کا ہے یعنی وہ شخص جس کی زمین اُس شخص کی زمین کے ساتھ متصل ہو جس کے خلاف شفعہ کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔

بَابُ الْمُکَاتَبِ

باب 2: مکاتب کا بیان

857- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ الْمُکَاتَبُ عَبْدٌ مَّا بَقِیَ عَلَیْہِ مِنْ مُّکَاتَبَتِہٖ شَیْءٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِھٰذَا نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَالْعَامَّۃِ مِنْ فُقَھَآئِنَا وَھُوَ بِمَنْزِلَۃِ الْعَبْدِ فِیْ شَھَادَتِہٖ وَحُدُوْدِہٖ وَجَمِیْعِ اَمْرِہٖ اِلَّا اَنَّہٗ لَا سَبِیْلَ لِمَوْلَاہُ عَلٰی مَالِہٖ مَادَامَ مُکَاتَبًا ۔

✦✦ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے کہ مکاتب شخص غلام رہتا ہے جب تک اس کے ذمے کتابت کی رقم کا کوئی بھی حصہ ادا کرنا لازم ہو۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ مکاتب شخص گواہی دینے کے احکام کے اعتبار سے حدود کے احکام کے اعتبار سے ایک عام غلام کی مانند ہوتا ہے البتہ جب تک شخص مکاتب ہے اس وقت تک اُس کے آقا کو اس کے مال پر قبضہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

858- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ قَيْسِ الْمَكِّيُّ اَنَّ مُكَاتَبًا لِاِبْنِ الْمُتَوَكِّلِ هَلَكَ بِمَكَّةَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ بَقِيَّةً مِنْ مُكَاتَبَتِهٖ وَدُيُوْنَ النَّاسِ وَتَرَكَ بِنْتًا فَاَشْكَلَ عَلٰى عَامِلِ مَكَّةَ الْقَضَاءُ فِىْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلٰى عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يَسْاَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُالْمَلِكِ اَنِ ابْدَاْ بِدُيُوْنِ النَّاسِ فَاقْضِهَا ثُمَّ اقْضِ مَابَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهٖ ثُمَّ اقْسِمْ مَابَقِيَ مِنْ مَالِهٖ بَيْنَ ابْنَتِهٖ وَمَوَالِيْهِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا اَنَّهٗ اِذَا مَاتَ بُدِئَ بِدُيُوْنِ النَّاسِ ثُمَّ بِمُكَاتَبَتِهٖ ثُمَّ مَابَقِيَ مَاكَانَ مِيْرَاثًا لِوَرَثَتِهِ الْاَحْرَارِ مَنْ كَانُوْا ۔

✦✦ حمید بن قیس مکی بیان کرتے ہیں: ابن متوکل کا ایک مکاتب غلام مکہ میں فوت ہو گیا اس کے ذمے ابھی کتابت کی کچھ رقم کی ادائیگی باقی تھی اس نے کچھ لوگوں کا قرض بھی چھوڑا تھا اور اُس کے پسماندگان میں ایک بیٹی بھی تھی تو مکہ کے گورنر کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا مکہ کے گورنر نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا اور اس سے اس مسئلے کا حکم دریافت کیا تو عبدالملک نے اُسے جواب میں لکھا: تم لوگوں کے قرض سے آغاز کرو سب سے پہلے اسے ادا کرو پھر اس کے بعد اس کی کتابت میں جو ادائیگی باقی رہتی تھی اسے ادا کرو اس کے بعد اگر مال میں سے کچھ بچ جائے تو اُسے اس کی بیٹی اور اس کے آزاد کرنے والے آقا کے درمیان تقسیم کر دو۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

جب ایسا مکاتب شخص فوت ہو جائے تو سب سے پہلے لوگوں کا قرض ادا کیا جائے یا پھر کتابت کی رقم ادا کی جائے گی اور پھر جو کچھ باقی بچ جائے گا وہ اس کے ورثاء کو ملے گا جو خود آزاد ہوں خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔

859- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الثِّقَةُ عِنْدِىْ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسُلَيْمَانَ ابْنَ يَسَارٍ سُئِلَا عَنْ رَّجُلٍ كَاتَبَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَعَلٰى وَلَدِهٖ ثُمَّ هَلَكَ الْمُكَاتَبُ وَتَرَكَ بَنِيْنَ اَيَسْعَوْنَ فِىْ مُكَاتَبَةِ اَبِيْهِمْ اَمْ هُمْ عَبِيْدٌ فَقَالَ لَابَلْ يَسْعَوْنَ فِىْ كِتَابَةِ اَبِيْهِمْ وَلَا يُوْضَعُ عَنْهُمْ لِمَوْتِ اَبِيْهِمْ شَىْءٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ فَاِذَا اَدَّوْا عَتَقُوْا جَمِيْعًا ۔

اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُخْبِرٌ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تُقَاطِعُ مُكَاتَبَتَهَا بِالذَّهَبِ

وَالْوَرِقِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

✧✧ عروہ بن زبیر اور سلیمان بن یسار سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی کتابت کا معاہدہ کر لیتا ہے پھر مکاتب شخص فوت ہو جاتا ہے اور دو بیٹے چھوڑتا ہے تو کیا اس کی اولاد کتابت کی رقم ادا کرنے کے لیے محنت مزدوری کرے گی یا وہ غلام شمار ہوں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ اپنے والد کی کتابت کی رقم ادا کرنے کے لیے محنت مزدوری کریں گے اور ان کے والد کے انتقال کی وجہ سے ان سے کوئی چیز کم نہیں کی جائے گی (یعنی وہ بھی مکاتب شمار ہوں گے)۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' جب وہ لوگ اپنی رقم ادا کر دیں گے تو سب لوگ آزاد ہو جائیں گے۔

سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ اپنے مکاتب غلام سے سونا یا چاندی بھی وصول کر لیا کرتی تھیں' باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: مکاتب اُس غلام کو کہا جاتا ہے' جو اپنے آقا کے سامنے یہ پیش کش کرے کہ اگر آقا اُسے اجازت دے تو غلام محنت مزدوری کر کے اپنے آقا کو ایک مخصوص رقم ادا کر دے اور مخصوص رقم کی ادائیگی کے بعد آقا اُس غلام کو آزاد کر دے۔

اس معاہدے کو کتابت کا معاہدہ بھی کہا جاتا ہے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے یہ فرمائش کرتا ہے کہ وہ آقا اپنے غلام کے ساتھ کتابت کا معاہدہ کر لے تو کیا آقا پر یہ معاہدہ کرنا لازم ہو جاتا ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ آقا پر کتابت کا معاہدہ کرنا واجب نہیں ہوتا' تاہم اُس کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ اگر اس میں بھلائی موجود ہو' تو وہ اپنے غلام کے ساتھ یہ معاہدہ کر لے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ ایسی صورت میں آقا پر یہ بات لازم ہوگی کہ وہ اپنے غلام کے ساتھ کتابت کا معاہدہ کر لے' جبکہ وہ غلام سچا ہو' وہ محنت مزدوری کر کے پیسے کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اُس نے اپنے آقا کو کتابت کا معاہدہ کرنے کی پیش کش کی ہو۔

بعض تابعین بھی اسی بات کے قائل ہیں' جن میں عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں' کہ اگر ایسی صورت میں آقا' غلام کی پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے' تو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آقا گناہ گار ہوگا تاہم آقا کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا کے ساتھ کتابت کا معاہدہ کر لیتا ہے اور مخصوص رقم کی ادائیگی کا وعدہ کر لیتا ہے' تو اُس میں سے اکثر حصے کو ادا کر دیتا ہے اور کچھ ادائیگی باقی رہ جاتی ہے' تو کیا وہ غلام اب بھی غلام ہی شمار ہوگا یا آزاد شخص کے حکم میں ہو جائے گا؟

اس بارے میں بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ جتنی رقم وہ ادا کر چکا ہے' غلام کا اتنا حصہ آزاد شمار ہوگا اور جتنی رقم کی اس کے ذمے باقی ہے' اُتنا حصہ غلام شمار ہوگا۔

لیکن احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ جب تک وہ غلام اپنے ذمے لازم طے شدہ پوری رقم ادا نہیں کرتا' اُس وقت تک وہ غلام شمار ہوگا' خواہ ایک درہم کی ادائیگی بھی باقی رہ گئی ہو۔

روایات کے مطابق حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت زید بن ثابت' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم' سعید بن مسیب' ابن شہاب زہری' قاسم بن محمد' سلیمان بن یسار' عطاء بن ابی رباح' قتادہ' سفیان ثوری' ابن شبرمہ' امام مالک' امام اوزاعی' امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

یہی مسلک ہے' جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

اسی مسئلے کی ایک جزئی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی غلام کتابت کا معاہدہ کرنے کے بعد کچھ رقم ادا کر لیتا ہے اور پھر وہ فوت ہو جاتا ہے اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کے ترکے میں اتنی رقم موجود ہے' جو کتابت کا معاوضہ بن سکتی ہے اور کتابت کا معاوضہ ادا کر لینے کے بعد پھر بھی کچھ رقم باقی رہ جاتی ہے' تو باقی رہ جانے والی رقم اُس کے آقا کو دی جائے گی یا اُس کے ورثاء کو ملے گی؟

اس بارے میں احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ وہ بقیہ رقم اُس کے ورثاء کو مل جائے گی' لیکن اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ وہ ورثاء بذاتِ خود آزاد ہوں' جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک یہ رقم اُس مکاتب غلام کے آقا کو دیدی جائے گی۔

بَابُ اَلسَّبَقُ فِی الْخَیْلِ

باب 3: گھوڑوں کے درمیان مقابلہ

860- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُوْلُ لَيْسَ بِرِهَانِ الْخَيْلِ بَأْسٌ اِذَا اَدْخَلُوْا فِيْهَا مُحَلِّلًا اِنْ سَبَقَ اَخَذَ السَّبَقَ وَاِنْ سُبِقَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ اِنَّمَا يُكْرَهُ مِنْ هٰذَا اَنْ يَّضَعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَبَقًا فَاِنْ سَبَقَ اَحَدُهُمَا اَخَذَ السَّبَقَيْنِ جَمِيْعًا فَيَكُوْنُ هٰذَا كَالْمُبَايَعَةِ فَاَمَّا اِذَا كَانَ السَّبَقُ مِنْ اَحَدِهِمَا اَوْ كَانُوْا ثَلَاثَةً وَّالسَّبَقُ مِنِ اثْنَيْنِ مِنْهُمْ وَالثَّالِثُ لَيْسَ مِنْهُ سَبَقٌ اِنْ سَبَقَ اَخَذَ وَاِنْ لَّمْ يَسْبِقْ لَمْ يَغْرَمْهُ فَهٰذَا لَا بَاْسَ بِهٖ اَيْضًا وَهُوَ الْمُحَلِّلُ الَّذِيْ قَالَهٗ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ وہ لوگ درمیان میں ایک شخص کو جج مقرر کرتے ہیں' کہ اگر وہ شخص مقابلے میں جیت گیا تو وہ (انعام) وصول کرے گا' اگر وہ پیچھے رہ گیا' تو اس پر کسی چیز کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

⚫⚫ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

گھوڑوں کی دوڑ کو اس صورت میں مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ دونوں فریق یہ طے کریں کہ جس شخص کا گھوڑا جیت جائے گا وہ رقم وصول کرے گا اور جو ہار جائے گا وہ رقم کو ادا کرے گا تو یہ جوئے کی مانند ہوگا۔

لیکن اگر اس مقابلے میں دو آدمی شریک ہوتے ہیں اور ایک طرف سے شرط ہوتی ہے یا تین آدمی ہوتے ہیں ان میں سے دو کی طرف سے شرط ہوتی ہے' تیسرے کی طرف سے شرط نہیں ہوتی کہ اگر وہ تیسرا شخص جیت گیا تو اسے انعام مل جائے گا' لیکن اگر وہ نہ جیت سکا تو کسی چیز کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' تو اس طرح کی شرط مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ نے جو لفظ ''محلل'' استعمال کیا ہے' اس سے مراد یہی ہے۔

861-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ اَنَّ الْقَصْوَاءَ نَاقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَسْبِقُ كُلَّمَا وَقَعَتْ فِيْ سِبَاقٍ فَوَقَعَتْ يَوْمًا فِيْ اِبِلٍ فَسُبِقَتْ فَكَانَتْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ كَآبَةٌ اَنْ سُبِقَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَفَعُوْا شَيْئًا اَوْ اَرَادُوْا رَفْعَ شَيْءٍ وَضَعَهُ اللّٰهُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِالسَّبَقِ فِي النَّصْلِ وَالْحَافِرِ وَالْخُفِّ

✦✦ سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء جب بھی دوڑ میں حصہ لیتی تھی' تو ہمیشہ آگے نکل جاتی تھی' ایک مرتبہ دوڑ میں ایک اونٹ بھی شامل ہوا' قصواء اس سے پیچھے رہ گئی تو مسلمانوں کو اس بات سے بہت تکلیف ہوئی کہ قصواء پیچھے رہ گئی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی: جب لوگ کسی چیز کو بلند کرتے ہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کسی چیز کی بلندی چاہتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ اُس کو پست کر دیتا ہے۔

⚫⚫ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

تیر اندازی' سم والے جانور اور عام پاؤں والے جانوروں کا مقابلہ کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

...——...——...

شرح: اس بات پر تمام فقہاء کے مابین اتفاق پایا جاتا ہے کہ گھوڑوں کے درمیان گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرانا مطلق طور پر جائز ہے' کیونکہ متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کروایا تھا۔

بعض دیگر روایات سے تیر اندازی کے مقابلے کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ مقابلہ تین چیزوں میں ہوسکتا ہے: گھوڑوں کی دوڑ میں' اونٹوں کی دوڑ میں اور تیر اندازی میں' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کشتی میں مقابلہ بھی ہوسکتا ہے اور آدمیوں کی دوڑ میں بھی مقابلہ ہوسکتا ہے۔

اس بات پر بھی تقریباً اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر اس طرح کے مقابلوں میں کسی تیسرے فریق کی طرف سے یا حاکم وقت کی

طرف سے انعام دیا جاتا ہے تو یہ انعام دینا اور لینا بھی جائز ہے اگر یہ شرط ہو کہ ایک فریق جو ہار جاتا ہے وہ دوسرے جیتنے والے فریق کو مخصوص رقم ادا کرے تو یہ چیز جوئے میں شامل ہو جائے گی اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جوا کی حرمت قرآن کی نص سے ثابت ہے:

''اے ایمان والو! بے شک شراب' جوا' پانسہ اور بت پرستی ناپاک شیطانی کام ہیں تو تم اُن سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرلو''۔ (المائدہ:۹)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے روک دے تو کیا تم (شراب اور جوئے سے) باز آ جاؤ گے''۔



بَابُ السِّيَرِ *

سیر سے متعلق ابواب

862- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ مَاظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِي قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا اُلْقِيَ فِي قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبُ وَلَا فَشَاالزِّنٰى فِي قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا كَثُرَفِيهِمُ الْمَوْتُ وَلَانَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّاقُطِعَ عَلَيْهِمُ الرِّزْقُ وَلَاحَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ الْحَقِّ اِلَّافَشَا فِيْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ .

✦ ✦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جس قوم میں خیانت عام ہو جائے ان کے ذہن میں رعب ڈال دیا جاتا ہے' جس قوم میں زنا عام ہو جائے ان میں اموات عام ہو جاتی ہیں' جس قوم میں ناپ تول میں کمی عام ہو جائے' ان کا رزق کم ہو جاتا ہے' جو قوم حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے نہ کرتی ہو' اُن میں خون ریزی عام ہو جاتی ہے اور جو قوم اپنے عہد و پیمان کی پروا نہیں کرتی' اس پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

863- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا كَثِيْرَةً فَكَانَ سِهَامُهُمْ اِثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا وَنُفِلُوْا بَعِيْرًا بَعِيْرًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ كَانَ النَّفَلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَفِّلُ مِنَ الْخُمُسِ اَهْلَ الْحَاجَةِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا نَفَلَ بَعْدَ اِحْرَازِ الْغَنِيْمَةِ اِلَّا مِنَ الْخُمُسِ لِمُحْتَاجٍ .

✦ ✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نجد" کی طرف ایک جنگی مہم روانہ کی تو ان لوگوں کو مال غنیمت میں بہت سے اونٹ ملے' ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں بارہ اونٹ آئے اور ایک اونٹ اضافی طور پر بھی دیا گیا۔

حدیث 863: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الجهاد' باب جامع النفل في الغزو - حديث: 1972 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب فرض الخمس' باب : ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين - حديث: 2982 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الجهاد والسير' باب الأنفال - حديث: 3377 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب السير' باب الغنائم وقسمتها - ذكر الإباحة للإمام أن ينفل السرية إذا خرجت شيئا معلوما من' حديث: 4910 اخرجه الدارمي في "سننه"، ومن كتاب السير' باب : في أن النفل إلى الإمام - حديث: 2439 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الجهاد' باب في نفل السرية تخرج من العسكر - حديث: 2379 مسند أحمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 5132 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب قسم الفيء والغنيمة' جماع أبواب الأنفال - باب الوجه الثاني من النفل' حديث: 11969

* شیخ عبدالوہاب عبداللطیف کے تحقیق کردہ نسخے میں یہی الفاظ ہیں' تاہم بعض نسخوں میں یہاں ابواب السیر منقول ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نفل (ادائیگی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے' آپ یہ اضافی ادائیگی ضرورت مند لوگوں کو کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے: ''تم یہ فرمادو! انفال' اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہیں''۔

لیکن اب مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد نفل کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی' البتہ ''خمس'' باقی ہے' جو ضرورت مندوں کو ملے گا۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں استعمال ہونے والے لفظ ''سیر'' میں ''سین'' پر زیر پڑھی جائے گی اور ''ی'' پر زبر پڑھی جائے گی' یہ لفظ سیرت کی جمع ہے' جس کا مطلب طریقہ ہے۔ علماء کے محاورے میں اس سے مراد غزوات و جہاد وغیرہ سے متعلق احکامات ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے طریقہ کار سے ثابت ہیں۔

نفل اُس مال کو کہتے ہیں جو لشکر کا امیر کسی ایک فوجی کو یا کسی ایک گروہ کو اضافی طور پر انعام کے طور پر دیتا ہے۔

ویسے بھی لغوی اعتبار سے لفظ نفل کا مطلب کسی چیز کا اضافی ہونا ہے' جیسے نوافل اُن نمازوں کو کہا جاتا ہے' جو فرض اور سنتوں کے علاوہ اضافی ہوتی ہیں' اس بارے میں اصول یہ ہے کہ کل مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں گے' چار حصے بنیادی قانون کے مطابق غازیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے' جبکہ پانچواں حصہ جسے (خمس) کہا جاتا ہے' اُسے حاکمِ وقت اپنی صوابدید کے مطابق استعمال کرے گا۔

خمس کا مستحق قرآن مجید میں چار افراد کو قرار دیا گیا ہے۔ ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار' دوسرے یتیم لوگ' تیسرے مساکین اور چوتھے مسافر۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے' اُن میں سے ایک حصہ بنو ہاشم کو دیا جائے گا' کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور بقیہ چار حصے دیگر غرباء کو دیئے جائیں گے خواہ وہ یتیم ہوں' مسکین ہوں خواہ اُن کا تعلق خانوادۂ ہاشم سے ہی کیوں نہ ہو۔

احناف اس چیز کے قائل ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کے قرابت داروں کو خمس میں سے ادائیگی کا حکم ختم ہو گیا ہے اور اب اُنہیں عام مستحق لوگوں کے ساتھ ادائیگی کی جائے گی' یعنی یتیموں' مساکین اور مسافروں کے ساتھ اگر خانوادۂ ہاشم سے تعلق رکھنے والے افراد بھی ضرورت مند ہیں' تو اُنہیں خمس میں سے ادائیگی کی جائے' لیکن اس کی وجہ اُن کا ضرورت مند ہونا ہو گا۔ ہاشمی ہونے کی وجہ سے اُنہیں یہ ادائیگی نہیں کی جائے گی۔

مالِ خمس کی تقسیم اور ادائیگی کے حوالے سے اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کے مابین بہت سے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہلِ سنت کا مسلک ہم بیان کر چکے ہیں' جبکہ اہلِ تشیع کے اس حوالے سے مختلف نظریات ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک خمس کے چھ حصوں میں سے چار حصے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لیے مخصوص ہوں گے' اُن چار حصوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا جا سکتا جبکہ بقیہ دو حصے مسکینوں اور مسافروں کو دیئے

جائیں گے اور اُن میں سے نبی اکرم ﷺ کے قرابت داروں کو کوئی ادائیگی نہیں کی جاسکتی۔

بعض اہلِ تشیع اس بات کے قائل ہیں' کہ خمس کا تمام مال نبی اکرم ﷺ کی آل کو دیا جائے گا۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے' جن میں سے تین حصوں کو حاکمِ وقت اپنی صوابدید کے مطابق استعمال کرے گا' جبکہ بقیہ تین حصے نبی اکرم ﷺ کے قرابت داروں کو دیئے جائیں گے۔



بَابُ الرَّجُلُ يُعْطِي الشَّيْءَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب ۶: جب کوئی شخص کوئی چیز اللہ کی راہ میں دے

864–اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُعْطِي الشَّيْءَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَاِذَا بَلَغَ رَاْسَ مَغْزَاتِهٖ فَهُوَ لَهٗ .

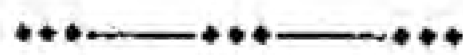
قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا قَوْلُ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا بَلَغَ وَادِيَ الْقُرٰى فَهُوَ لَهٗ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَغَيْرُهٗ مِنْ فُقَهَآئِنَا اِذَا دَفَعَهٗ اِلَيْهِ صَاحِبُهٗ فَهُوَ لَهٗ .

✧✧ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو کوئی چیز اللہ کی راہ میں دیتا ہے' تو انہوں نے فرمایا: جب وہ چیز میدانِ جنگ میں پہنچ جائے گی' تو وہ اس شخص کی ملکیت ہو جائے گی' جسے وہ ملے گی۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں' کہ جب وہ چیز وادی القریٰ میں پہنچ جائے گی' تو اس شخص کی ملکیت ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب اس چیز کا مالک دوسرے شخص کے سپرد وہ چیز کر دے گا' تو وہ دوسرے شخص کی ملکیت بن جائے گی۔



شرح: یہاں ترجمۃ الباب کے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی غازی کو کوئی چیز ہبہ کر دے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص جہاد پر جانے لگا ہے' کوئی شخص اُس مجاہد کو کوئی سامان دیدیتا ہے' تاکہ وہ اُسے استعمال کرلے اور لڑائی کے دوران اُس سے فائدہ اُٹھائے' تو سوال یہ سامنے آتا ہے کہ وہ سامان مجاہد کی ملکیت کب بنے گا؟

اس بارے میں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ جب وہ چیز میدانِ جنگ میں پہنچ جائے گی' تو اُس وقت غازی اُس کا مالک بنے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں' کہ جب غازی وادی القریٰ میں پہنچ جائے گا' تو اُس کا مالک بن جائے گا' یہ خیبر کے نزدیک ایک جگہ تھی اور اکثر جنگی مہمات کا آغاز یہیں سے ہوتا تھا۔

جبکہ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ جیسے ہی وہ شخص غازی کو وہ چیز ہبہ کرے گا جو جنگ میں استعمال ہوسکتی ہے تو اُس کے ساتھ ہی غازی اُس کا مالک بن جائے گا۔

بَابُ اِثْمِ الْخَوَارِجِ وَمَا فِیْ لُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ مِنَ الْفَضْلِ

باب 2: خوارج کا گناہ اور جماعت کے ساتھ رہنے کی فضیلت

865- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَخْرُجُ فِيْكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَاَعْمَالَكُمْ مَعَ اَعْمَالِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ تَنْظُرُ فِی النَّصْلِ فَلَا تَرٰى شَيْئًا تَنْظُرُ فِی الْقَدْحِ فَلَا تَرٰى شَيْئًا تَنْظُرُ فِی الرِّيْشِ فَلَا تَرٰى شَيْئًا وَتَتَمَارٰى فِی الْفُوْقِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا خَيْرَ فِی الْخُرُوْجِ وَلَا يَنْبَغِیْ اِلَّا لُزُوْمُ الْجَمَاعَةِ ۔

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تمہارے درمیان ایسے لوگ ظاہر ہوں گے کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو اور ان کے اعمال کے مقابلے میں اعمال کو حقیر سمجھو گے وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے پار ہو جاتا ہے تو تم اس کے پھل میں دیکھو گے تو تمہیں کچھ نظر نہیں آئے گا تم اس کے قدح (تیر کی جڑ) میں دیکھو گے تو تمہیں کچھ نظر نہیں آئے گا تم اس کے پر میں دیکھو گے تو کچھ نظر نہیں آئے گا لیکن فوق (تیر کا وہ حصہ جو کمان کی تار کے ساتھ لگتا ہے) کے بارے میں تمہیں شک ہوگا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں: خروج کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور انسان کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا چاہیے۔

866- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ مَنْ حَمَلَ السِّلَاحَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَاعْتَرَضَهُمْ بِهٖ لِقَتْلِهِمْ فَمَنْ قَتَلَهٗ فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ اَحَلَّ دَمَهٗ بِاعْتِرَاضِ النَّاسِ بِسَيْفِهٖ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص ہم پر ہتھیار اُٹھاتا ہے اُس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھاتا ہے اور ان کے قتل کرنے کے درپے ہوتا ہے اور پھر کوئی شخص اسے قتل کر دیتا ہے، تو قتل کرنے والے پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی تلوار کو لوگوں پر سونت کر اپنے قتل کو مباح کر دیا ہے۔

867-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ اَلَااُخْبِرُكُمْ اَوْاُحَدِّثُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَاِيَّاكُمْ وَالْبُغْضَةَ فَاِنَّمَاهِيَ الْحَالِقَةُ .

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں بتاؤں جو نماز پڑھنے اور صدقہ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو سعید نے فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح کروانا اور آپس کی بحث سے بچنا کیونکہ یہی رسوا کرنے والا عمل ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جو حاکم وقت کے خلاف بغاوت کر دیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کا آغاز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت سے ہوا تھا۔

بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی بغاوت کر دی تھی۔

اس باب میں ذکر ہونے والی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان انتشار اور اضطراب پیدا کرنا بدترین جرم ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں ملی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور اس جرم کے مرتکب افراد اگر چہ دین دار ہی کیوں نہ ہوں، تو اُن کی مذمت ہی کی جائے گی۔

بَابُ قَتْلُ النِّسَآءِ

باب 3: خواتین کو قتل کرنا

868-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ

حديث 868: اخرجه مالك في "المؤطا" بروايةيحيٰى بن يحيٰى المصمودي، كتاب الجهاد، باب النهي عن قتل النساء والولدان في الغزو - حديث: 965 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب السير عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في النهي عن قتل النساء والصبيان، حديث: 1534 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الإيمان، ذكر خبر أوهم من لم يحسن طلب العلم من مظانه - حديث: 135 مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 4607 المعجم الأوسط للطبراني - باب العين، باب من اسمه محمود - حديث: 8096 ذكره البيهقي في "معرفة السنن والآثار"، كتاب السير، النهي عن قصد النساء والولدان بالقتل - حديث: 5612 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الجهاد والسير، باب قتل الصبيان في الحرب - حديث: 2872 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الجهاد والسير، باب تحريم قتل النساء والصبيان في الحرب - حديث: 3366 اخرجه الدارمي في "سننه"، ومن كتاب السير، باب: في النهي عن قتل النساء - حديث: 2422 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الجهاد، باب في قتل النساء - حديث: 2308 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الجهاد، باب الغارة - حديث: 2838 اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الجهاد، من ينهى عن قتله في دار الحرب - حديث: 32459 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب السير، النهي عن قتل النساء - حديث: 8348

اِمْرَاَۃٌ مَقْتُوْلَۃٌ فَاَنْکَرَ ذٰلِکَ وَنَھٰی عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِھٰذَا نَاْخُذُ لَایَنْبَغِیْ اَنْ یُّقْتَلَ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْمَغَازِیْ اِمْرَاَۃٌ وَّلَا شَیْخٌ فَانِ اِلَّااَنْ تُقَاتِلَ الْمَرْاَۃُ فَتُقْتَلُ

✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگ کے دوران ایک مقتول خاتون کو دیکھا تو اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور آپ نے جنگ کے دوران خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔

✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کسی بھی جنگ میں کسی عورت کو یا کسی عمر رسیدہ شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا' البتہ اگر عورت جنگ میں حصہ لے رہی ہو' تو اس کو قتل کیا جاسکتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس بات پر علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ جنگ کے دوران خواتین اور نابالغ بچوں کو قتل نہیں کیا جائے گا' جنگ کے دوران قتل کی ممانعت میں خواتین اور بچوں کے ساتھ پاگل' انتہائی عمر رسیدہ شخص' نابینا لوگ اور ننگے افراد بھی شامل ہوں گے' تاہم اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ وہ خود جنگ میں حصہ نہ لیتے ہوں یا جنگ میں معاونت نہ کرتے ہوں' اگر ان میں سے کسی ایک قسم کا فرد بھی جنگ میں حصہ لیتا ہو' یا جنگ میں کسی حوالے سے' خواہ عملی طور پر یا ذہنی طور پر معاونت کر سکتا ہو' تو انہیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کفار کی جنگ کی قیادت عورت کر رہی ہو یا کوئی نابالغ بچہ کر رہا ہو' تو ان کی جمعیت اور طاقت کو کمزور کرنے کے لیے اسے قتل کر دیا جائے گا۔

یہاں یہ اصول بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ اگر حملہ کی کوئی ایسی صورت ہو کہ جس سے خواتین اور بچوں کے قتل سے بچاؤ ممکن نہ ہو' تو اس صورت میں خواتین اور بچوں کو قتل سے بچانے کا حکم لاگو نہیں ہوگا جیسے منجنیق کے ذریعے کسی شہر یا آبادی پر پتھر برسا دیئے جائیں یا موجودہ زمانے میں بم پھینک دیا جائے۔

بَابُ الْمُرْتَدِّ

باب 4: مرتد کے احکام

869-اَخْبَرَنَا مَالِکٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ نِالْقَارِیُّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَدِمَ رَجُلٌ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ قِبَلِ اَبِیْ مُوْسٰی فَسَاَلَہٗ عَنِ النَّاسِ فَاَخْبَرَہٗ ثُمَّ قَالَ ھَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ مُّغْرِبَۃِ خَبَرٍ قَالَ نَعَمْ رَجُلٌ کَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِہٖ فَقَالَ مَاذَا فَعَلْتُمْ بِہٖ قَالَ قَرَّبْنَاہُ فَضَرَبْنَا عُنُقَہٗ قَالَ عُمَرُ فَھَلَّا طَبَقْتُمْ عَلَیْہِ بَیْتًا ثَلٰثًا وَّاَطْعَمْتُمُوْہُ کُلَّ یَوْمٍ رَغِیْفًا فَاسْتَتَبْتُمُوْہُ لَعَلَّہٗ یَتُوْبُ وَیَرْجِعُ اِلٰی اَمْرِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَمْ اٰمُرْ وَلَمْ اَحْضُرْ وَلَمْ اَرْضَ اِذَا بَلَغَنِیْ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنْ شَآءَ الْاِمَامُ اَخَّرَ الْمُرْتَدَّ ثَلٰثًا اِنْ طَمِعَ فِیْ تَوْبَتِہٖ اَوْسَاَلَہٗ عَنْ ذٰلِکَ الْمُرْتَدُّ وَاِنْ لَّمْ یَطْمَعْ فِیْ ذٰلِکَ وَلَمْ یَسْاَلْہُ الْمُرْتَدُّ فَقَتَلَہٗ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِکَ

✧ عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالقاری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابوموسیٰ

اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے لوگوں کا حال احوال دریافت کیا' تو اس نے وہ آپ کو بتایا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہارے پاس کوئی انوکھی خبر ہے؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گیا تھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: پھر تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو اس نے بتایا: ہم نے اس کو پکڑا اور اس کی گردن اُڑا دی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اس کو گھر میں تین دن تک بند کیوں نہیں کیا؟ تم اسے روزانہ مناسب خوراک دیتے' اور خدا سے توبہ کرنے کا مطالبہ کرتے' شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آتا' (پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:) اے اللہ! میں نے اس بات کا حکم نہیں دیا تھا اور میں اس سے راضی بھی نہیں ہوا' جب مجھے اس کے بارے میں بتایا گیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر امام یعنی حاکمِ وقت چاہے' تو مرتد کو تین دن کی مہلت دے سکتا ہے' اگر اسے اُمید ہو کہ وہ توبہ کر لے گا یا اگر مرتد شخص اس سے اتنی مہلت کا مطالبہ کرتا ہے' لیکن اگر اس کے بارے میں یہ اُمید نہ ہو' یا مرتد شخص نے ایسا مطالبہ نہ کیا ہو اور امام اس کو قتل کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

•••——•••——•••

شرح: مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو مسلمان ہونے کے بعد دین کو ترک کر کے کفر اختیار کر لیتا ہے۔

اس کے لیے یہ بات شرط ہے کہ مرتد ہونے والا شخص عاقل اور بالغ ہونا چاہیے۔

پاگل اور نابالغ شخص پر مرتد کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

نشے میں' مدہوشی کے دوران کفریہ کلمات کہنے والے شخص کو استحسان کے پیشِ نظر مرتد قرار نہیں دیا جائے گا' ورنہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اسے بھی مرتد کہا جاتا۔

جب کوئی شخص مرتد ہو جائے' تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل سے پہلے اسے مہلت دینا واجب ہے۔

جبکہ احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ جو شخص مرتد ہو جاتا ہے' اسے اسلام قبول کرنے کے لیے کہا جائے گا' اگر وہ اس بات کو مان جاتا ہے اور اسلام قبول کر لیتا ہے' تو ٹھیک ہے' ورنہ اسے اسی جگہ پر قتل کر دیا جائے گا' اگر وہ مہلت طلب کر لیتا ہے' تو پھر اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی۔

''نوادر'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ حاکم وقت کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ وہ مرتد کو تین دن کی مہلت دے' خواہ وہ اس کا مطالبہ کرے یا اس کا مطالبہ نہ کرے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلق طور پر حاکم وقت کے لیے مہلت دینا واجب ہے اور اس مہلت سے پہلے اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

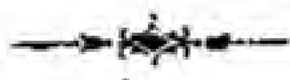
مرتد کے توبہ کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ دوبارہ کلمہ شہادت پڑھے گا اور اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب اور ادیان سے لاتعلقی کا اظہار کرے گا اور بطورِ خاص اس عقیدے اور نظریے سے بےزاری کا اظہار کرے گا' جس کی طرف وہ اسلام کو چھوڑ کر منتقل ہوا تھا۔

جب کسی شخص کو مہلت بھی دیدی جائے اور اس کے باوجود وہ دوبارہ اسلام قبول نہیں کرتا تو اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

یہاں ایک جزئی میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مالک' امام شافعی' حسن بصری' ابن شہاب زہری' ابراہیم نخعی' حماد بن ابوسلیمان' لیث بن سعد اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں' کہ مرتد ہونے والا شخص مرد ہو یا عورت انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس حوالے سے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ مرتد ہونے والی عورت کو قتل نہیں کیا جاسکتا' بلکہ اسے قیدی بنا کر بعد میں کنیز کے طور پر رکھا جائے گا۔

احناف اس بات کے قائل ہیں' کہ مرتد ہونے والی عورت کو قتل نہیں کیا جاسکتا' بلکہ اسے صرف قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔



بَابُ مَایُکْرَهُ مِنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ

باب 5: حریر اور دیباج (ریشم کی اقسام) پہننا حرام ہے

870-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاٰى حُلَّةً سِيَرَاءَ تُبَاعُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِاشْتَرَيْتَ هٰذِهِ الْحُلَّةَ فَلَبِسْتَهَايَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْوُفُوْدِاِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ قَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَاَعْطٰى عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْقُلْتَ فِىْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَاقُلْتَ قَالَ اِنِّىْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ اَخًالَّهٗ مِنْ اُمِّهٖ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِىْ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَلْبَسَ الْحَرِيْرَوَالدِّيْبَاجَ وَالذَّهَبَ كُلُّ ذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ لِلذُّكُوْرِ مِنَ الصِّغَارِ وَالْكِبَارِ وَلَا بَاْسَ بِهٖ لِلْاِنَاثِ وَلَابَاْسَ بِهٖ اَيْضًا بِالْهَدِيَّةِ اِلَى الْمُشْرِكِ الْمُحَارِبِ مَالَمْ يُهْدَاِلَيْهِ سَلَاحٌ اَوْدِرْعٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ انہوں نے مسجد نبوی کے دروازے پر ایک ریشمی حُلّہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ یہ حلّہ خرید لیں تو مناسب ہوگا' آپ جمعہ کے دن اور وفود سے ملاقات کے دن اسے زیب تن فرمایا کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو وہ شخص پہنے گا' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی قسم کے حلّے پیش کیے گئے' تو آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطاء کیا' تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ یہ مجھے پہننے کے لیے دے رہے ہیں' جبکہ عطارد (نامی سوداگر) کے حلّے کے بارے میں آپ نے فلاں بات ارشاد فرمائی تھی' تو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں یہ تمہیں اس لیے نہیں دے رہا کہ تم اسے پہن لو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کی طرف سے شریک بھائی کو وہ پہننے کے لیے دیدیا جو مکہ میں رہتا تھا اور مشرک تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی بھی مسلمان شخص کے لیے ریشم' حریر' دیباج اور سونا پہننا مناسب نہیں ہے' یہ سب مردوں کے لیے حرام ہیں' وہ کم سن ہوں یا بڑی عمر کے ہوں' البتہ خواتین کے لیے انہیں پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح حربی مشرک شخص کو تحفہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ اس کو ہتھیار یا زرہ وغیرہ تحفے کے طور پر نہ دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مرد کے لیے ریشمی کپڑے کو پہننا جائز نہیں ہے' اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مرد ریشمی کپڑے کو خرید سکتا ہے اور اسے کسی غیر مسلم کو تحفے کے طور پر بھی دے سکتا ہے یا گھر کے کسی اور استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔

اگر کسی کپڑے پر بالتبع چار انگلیوں کے برابر ریشم لگا ہوا ہو' تو ایسے کپڑے کو پہننا مرد کے لیے جائز ہے' عام طور پر اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی جبے کے کنارے پر ریشمی کپڑے کی پٹی لگی ہوئی ہوتی ہے۔

بعض دیگر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ضرورت کے وقت ریشمی کپڑے کا استعمال کرنا مرد کے لیے بھی جائز ہے جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ریشمی قمیص پہننے کی اجازت دی تھی کیونکہ انہیں خارش یا کوئی اور بیماری لاحق تھی (اور اس میں ریشمی کپڑا ہی پہنا جا سکتا تھا)۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ

باب 6: سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے

871- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمًا مِّنْ ذَهَبٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ كُنْتُ اَلْبَسُ هٰذَا الْخَاتَمَ فَنَبَذَهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَلْبَسُهٗ اَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَهُمْ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّتَخَتَّمَ بِذَهَبٍ وَّلَا حَدِيْدٍ وَّلَا صُفْرٍ وَّلَا يَتَخَتَّمُ اِلَّا بِالْفِضَّةِ فَاَمَّا النِّسَآءُ فَلَا بَاْسَ بِتَخَتُّمِ الذَّهَبِ لَهُنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ انگوٹھی پہنی تھی' پھر آپ نے اسے اتار دیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں اب اسے نہیں پہنوں گا' تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کہ مردوں کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ سونے یا لوہے یا پیتل کی انگوٹھی پہنیں مرد صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے جہاں تک خواتین کا تعلق ہے ان کے سونے کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح: اس بات پر فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ مرد کے لیے سونے کا کوئی بھی زیور استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس میں انگوٹھی بھی شامل ہے البتہ خواتین سونے اور چاندی کے زیورات استعمال کر سکتی ہیں۔

اس بات پر علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ خواتین سونے اور چاندی کے علاوہ اور کسی بھی دھات کا زیور استعمال نہیں کر سکتی ہیں۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ خواتین کے لیے بھی صرف زیور کے طور پر سونے اور چاندی کو پہننا جائز ہے سونے یا چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا ان کے لیے بھی ممنوع ہے۔

جبکہ دیگر دھاتوں کا حکم یہ ہے کہ انہیں زیور کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا لیکن عام استعمال میں ان سے بنے ہوئے برتنوں وغیرہ کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مرد صرف چاندی کی بنی ہوئی انگوٹھی پہن سکتا ہے جس کا وزن زیادہ سے زیادہ چار ماشہ سے کچھ زیادہ ہونا چاہیے۔

سونے یا چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے کی ممانعت اس حدیث کی وجہ سے ہے جو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھانے والا شخص اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

بَابُ اَلرَّجُلُ یَمُرُّ عَلٰی مَاشِیَةِ الرَّجُلِ فَیَحْلِبُهَا بِغَیْرِ اِذْنِهٖ

باب 7: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے جانور کے پاس سے گزرے اور اس کی اجازت کے بغیر اس جانور کا دودھ دوہ لے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

872- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْتَلِبَنَّ اَحَدُكُمْ مَاشِيَةَ امْرِءٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ فَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَتَهُمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِءٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِيْ لِرَجُلٍ مَرَّ عَلٰى مَاشِيَةِ رَجُلٍ اَنْ يَّحْلِبَ مِنْهَا شَيْئًا بِغَيْرِ اَمْرِ اَهْلِهَا وَكَذٰلِكَ اِنْ مَرَّ عَلٰى حَائِطٍ لَّهٗ فِيْهَا نَخْلٌ اَوْ شَجَرٌ فِيْهِ ثَمَرٌ فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَّلَا يَاْكُلْهُ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ يُّضْطَرَّ

اِلٰی ذٰلِکَ فَیَاْکُلُ مِنْهُ وَیَشْرَبُ وَیَغْرَمُ ذٰلِکَ لِاَهْلِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کی اجازت کے بغیر اس کے جانور کا دودھ نہ دوہ لے کیا وہ شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے گودام میں آ کر اس کے خزانے کو توڑ کر اس کے اناج کو منتقل کر لے؟ تمہیں اس سے پریشانی ہوگی؟ تو ان لوگوں کے جانوروں کے تھن ان کی خوراک ہیں تو کوئی بھی شخص دوسرے شخص کے جانور کو دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہ لے یعنی نہ نکالے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کسی بھی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اگر وہ کسی دوسرے شخص کے جانوروں کے پاس سے گزرے تو اس جانور کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا دودھ نکال لے۔

اسی طرح اگر وہ کسی باغ کے پاس سے گزرے جس میں کھجور کے درخت ہوں کوئی دوسرے درخت ہوں جن پر پھل لگے ہوئے ہوتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی چیز نہ لے اور اس کے مالک کی اجازت کے بغیر اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے البتہ اگر وہ انتہائی مجبور ہو رہا ہو تو وہ کھا سکتا ہے پھر بعد میں اُس کے مالک کو اس کا تاوان ادا کر دے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: جانور کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا دودھ دوہنے کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہے۔

جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی جانور کا دودھ دوہا نہیں جا سکتا اور کوئی کھجور کھائی نہیں جا سکتی جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنے کا حق انسان کو حاصل ہے۔

ان حضرات نے اپنے مؤقف کی تائید میں اس روایت کو پیش کیا ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص کسی جانور کے پاس جائے تو اگر وہاں اس کا مالک موجود ہو تو وہ اس سے اجازت لے اگر وہ اس کو اجازت دیدے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ خود ہی اس کا دودھ دوہ کر پی لے اگر وہاں وہ مالک موجود نہ ہو تو وہ تین مرتبہ آواز دے اگر کوئی شخص جواب دیدے تو وہ اس سے اجازت لے اگر اجازت دیدیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ خود ہی دودھ کر اسے پی لے تاہم اس دودھ کو اُٹھا کر اپنے ساتھ نہ لے جائے"۔

اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد یہ بات بیان کی ہے کہ یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

جمہور نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے مال کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال نہیں کر سکتا اور یہ حکم احادیث سے ثابت ہے' اس لیے اس حدیث کو اس صورتِ حال پر محمول کیا جائے گا کہ جب اُس دودھ پینے والے شخص کو اس بات کا علم ہو کہ جانور کا مالک اس کے دودھ پینے سے ناراض نہیں ہو گا یا اسے اس صورتِ حال پر محمول کیا جائے گا کہ جب دودھ دوہنے والے شخص کو اس کی شدید ضرورت ہو' یعنی وہ شخص شدید بھوکا اور پیاسا ہو اور مالک وہاں موجود نہ ہو' تو مالک کی اجازت کے بغیر وہ اس دودھ کو استعمال کر لے گا اور بعد میں اس کی قیمت مالک کو ادا کر دے گا۔

بَابُ نُزُوْلُ اَهْلِ الذِّمَّةِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ وَمَايُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

باب 8: ذمیوں کا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں پڑاؤ کرنا' ایسا کرنا مکروہ ہے

873-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَانَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ لِلنَّصَارٰى وَالْيَهُوْدِ وَالْمَجُوْسِ بِالْمَدِيْنَةِ اِقَامَةَ ثَلٰثِ لَيَالٍ يَتَسَوَّقُوْنَ وَيَقْضُوْنَ حَوَآئِجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ يُقِيْمُ بَعْدَ ذٰلِكَ

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ وَمَا حَوْلَهَا مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَقَدْ بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَا يَبْقٰى دِيْنَانِ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَاَخْرَجَ عُمَرُ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مُسْلِمًا مِّنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں' یہودیوں اور مجوسیوں کو مدینہ منورہ میں تین دن قیام کرنے کی اجازت دی تھی' وہ اس دوران بازاروں میں جاتے تھے اور اپنی ضروریات پوری کر سکتے تھے' لیکن تین دن گزارنے کے بعد کوئی شخص وہاں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس جزیرۂ عرب کا تمام علاقہ' اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے:

''جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رہیں گے''۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی روشنی میں ہر ایسے شخص کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا جو مسلمان نہیں تھا۔

874-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَبْقَيَنَّ دِيْنَانِ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَخْرَجَ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ .

✦✦ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

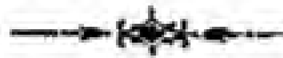
✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا' انہوں نے جزیرۂ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دیا تھا۔

شرح: مسئلہ یہ ہے کہ کسی بھی غیر مسلم کے لیے خواہ وہ مشرک ہو یہودی ہو یا عیسائی ہو عرب کی سرزمین پر مستقل قیام کرنا ممکن نہیں ہے اور ان لوگوں کو وہاں سے نکالنا لازم ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے تاہم ان کے نزدیک یہ حکم عرب کی تمام سرزمین کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ صرف حجاز کے ساتھ مخصوص ہے۔

جزیرہ نماز عرب سے مراد وہ جگہ ہے جو بحر ہند اور بحر شام کے درمیان ہے یہ لمبائی میں سمندر کے کنارے سے لے کر شام کے ساحلی علاقے تک ہے اور چوڑائی میں جدہ سے لے کر عراق کے کنارے تک ہے۔



بَابُ الرَّجُلُ يُقِيمُ الرَّجُلَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ لِيَجْلِسَ فِيهِ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

باب 9: کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر وہاں بیٹھ جانا ایسا کرنا مکروہ ہے

875- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا يُقِيمُ اَحَدُكُمُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ فَيَجْلِسُ فِيهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِيْ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَّصْنَعَ هٰذَا بِاَخِيهِ وَيُقِيمَهٗ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر وہاں خود نہ بیٹھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کسی بھی مسلمان شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرے اور اس کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود وہاں بیٹھ جائے۔



شرح: اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے کہ ممانعت کا یہ حکم حرمت کے اظہار کے لیے ہے تو بے شک مسجد میں یا کسی بھی اور جگہ پر جمعہ کے دن یا جمعہ کے دن کے علاوہ نماز کے وقت یا نماز کے وقت کے علاوہ جا کر بیٹھ جاتا ہے تو اس جگہ کا حق اسی شخص کو حاصل ہوگا کسی دوسرے شخص کے لیے یہ بات حرام ہے کہ وہ دوسرے شخص کو وہاں سے اُٹھا کر خود وہاں بیٹھ جائے اور یہ حرمت اس حدیث سے ثابت ہے تاہم فقہاء نے اس میں ایک مسئلے کا استثناء کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسجد میں کوئی جگہ فتویٰ دینے کے لیے یا قرآن کی تلاوت کے لیے یا شرعی علوم کا درس دینے کے لیے کسی استاد کے لیے مخصوص ہو تو اب وہاں بیٹھنے کا حق اسی کو حاصل ہوگا اس کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کا اس مخصوص جگہ پر بیٹھنا درست نہیں ہوگا۔



بَابُ الرُّقٰى

باب 10: دَم کرنے کے احکام

876- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَتْنِىْ عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ وَهِىَ تَشْتَكِىْ وَيَهُوْدِيَّةٌ تَرْقِيْهَا فَقَالَ اِرْقِيْهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَابَاْسَ بِالرُّقٰى بِمَا كَانَ فِى الْقُرْاٰنِ وَبِمَا كَانَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَمَّا مَا كَانَ لَايُعْرَفُ مِنَ الْكَلَامِ فَلَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّرْقٰى بِهٖ ۔

✦✦ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں' کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت بیمار تھیں اور ایک یہودی عورت ان کو دَم کر رہی تھی' تو آپ نے فرمایا: اسے اللہ کی کتاب کی آیات پڑھ کر دَم کرو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' قرآن میں جو کچھ موجود ہے' اس کو پڑھ کر دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تعلق رکھتی ہے' اس کو پڑھ کر دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جس کلام کا مطلب سمجھ نہ آتا ہو اس کے ذریعے دم نہیں کرنا چاہیے۔

877- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَ اُمِّ سَلَمَةَ وَفِى الْبَيْتِ صَبِىٌّ يَبْكِىْ فَذَكَرُوْا اَنَّ بِهِ الْعَيْنَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا تَسْتَرْقُوْنَ لَهٗ مِنَ الْعَيْنِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَانَرٰى بِالرُّقْيَةِ بَاْسًا اِذَا كَانَتْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔

✦✦ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے' تو وہاں ایک بچہ موجود تھا جو رو رہا تھا' عروہ اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا کہ بچے کو نظر لگ گئی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اسے نظر لگنے کا دَم کیوں نہیں کرتے؟

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ایسا دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔

878- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ السَّلَمِىَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِى الْعَاصِ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُثْمَانُ وَبِىْ وَجَعٌ حَتّٰى كَادَ يُهْلِكُنِىْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْسَحْهُ بِيَمِيْنِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَقُلْ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِىْ فَلَمْ اَزَلْ بَعْدُ اٰمُرُ بِهٖ اَهْلِىْ وَغَيْرَهُمْ

✦✦ نافع بن جبیر' حضرت عثمان بن ابوالعاص کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں' کہ ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اتنی تکلیف ہے' جو مجھے ہلاکت کا شکار کر دے گی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنا دایاں ہاتھ سات مرتبہ اس پر پھیرو' اور یہ پڑھو:

''میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کے ذریعے اس سے پناہ مانگتا ہوں جو میں محسوس کر رہا ہوں''۔

راوی کہتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف کو ختم کر دیا' اس کے بعد میں اپنے گھر والوں کو اور دوسرے لوگوں کو اسی کی تلقین کرتا ہوں۔

•••——•••——•••

شرح: لفظ ''رقی'' لفظ رقیہ کی جمع ہے' اس سے مراد وہ چیز ہے کہ جسے پڑھ کر مریض پر پھونک ماری جاتی ہے' ایسا اس کے علاج کے لیے کیا جاتا ہے' تا کہ اسے شفا حاصل ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: قاضی عیاض مالکی نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہودی یا عیسائی سے دم کروانے کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختلف ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے' جبکہ وہ لوگ اللہ کی کتاب کے مطابق دم کریں' یہ مسئلہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ''وہ چیز جو قرآن میں ہے'' یعنی اس سے مراد قرآن کی آیات یا اس کے الفاظ کے ذریعے دم کرنا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ذریعے بھی دم کیا جا سکتا ہے' اسی طرح قرآن کے کچھ حصے کو لکھ کر اسے دھو کر مریض کو پلایا جا سکتا ہے' قرآن میں مذکور شفاء سے متعلق آیات کو لکھ کر دیا جا سکتا ہے' ویسے تو قرآن مکمل ہی شفاء ہے' اسی طرح سورۂ فاتحہ اس حوالے سے انتہائی تاثیر رکھتی ہے اور آزمودہ ہے' تاہم قرآن کو خون یا کسی اور نجس چیز سے لکھنا جائز نہیں ہے۔

ایسا تعویذ لکھنا' ایسا دم کرنا جائز نہیں ہے' جس کے الفاظ مجہول ہوں' اُن کا پتہ نہ چلتا ہو کہ اس کا مطلب کیا ہے' کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہو سکتا ہے کہ ان میں کوئی کفریہ یا شرکیہ کلمہ موجود ہو۔

حدیث 878: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایةیحیی بن یحیی المصمودی' كتاب العین' باب التعوذ والرقیة من المرض ۔ حدیث: 1702اخرجه المسلم فی "صحیحه"، كتاب السلام' باب استحباب وضع یده علی موضع الألم مع الدعاء ۔ حدیث: 4177اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب الطب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم - باب' حدیث: 2057اخرجه ابوداؤد فی "سننه"، كتاب الطب' باب كیف الرقی - حدیث: 3411اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، كتاب الطب' باب ما عوذ به النبی صلی الله علیه وسلم - حدیث: 3520اخرجه الحاكم فی "المستدرك"، كتاب الجنائز' حدیث: 1204اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، كتاب الجنائز وما یتعلق بها مقدما أو مؤخرا' باب المریض وما یتعلق به - ذكر الشیء الذی إذا قاله الوجع یرتجی له ذهاب وجعه به' حدیث: 3017

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْفَالِ وَالْاِسْمِ الْحَسَنِ

باب 11: فال اور اچھے نام کا مستحب ہونا

879- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلِقْحَةٍ عِنْدَهُ مَنْ يَحْلِبُ هٰذِهٖ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ مَا اسْمُكَ فَقَالَ لَهٗ مُرَّةُ قَالَ اِجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلِبُ هٰذِهِ النَّاقَةَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ مَا اسْمُكَ قَالَ حَرْبٌ قَالَ اِجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلِبُ هٰذِهِ النَّاقَةَ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ يَعِيْشُ قَالَ اِحْلِبْ .

✦✦ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک اونٹنی کے بارے میں فرمایا: اس کا دودھ کون نکالے گا؟ ایک شخص کھڑا ہوا' نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی: مرہ' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ! پھر آپ نے دوبارہ دریافت فرمایا: اس کا دودھ کون نکالے گا؟ تو ایک اور شخص کھڑا ہوا' نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی: حرب' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بھی بیٹھ جاؤ! پھر آپ نے دریافت کیا: اس اونٹنی کا دودھ کون نکالے گا؟ تو ایک اور شخص کھڑا ہوا' آپ ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے عرض کی: ''یعیش'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس کا دودھ دوہ لو۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اچھے ناموں اور اچھے الفاظ کو پسند کیا ہے اور ناپسندیدہ ناموں کو پسند نہیں کیا ہے۔

ناپسندیدہ ناموں یا بُرے شگون والے ناموں سے مراد وہ نام ہیں جن کے لفظی مفہوم میں لڑائی' تکبر' خود نمائی یا منفی رجحان کا مفہوم پایا جاتا ہو۔

اس سے بالواسطہ طور پر بھی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نام رکھتے ہوئے اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ بامعنی ہو اور اس کے معنی اور مفہوم میں مثبت پہلو پایا جاتا ہو' بعض روایات میں یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''تم لوگ اپنے بچے کا نام یسار' رباح' نجیح یا افلح نہ رکھو' کیونکہ اگر تم یہ کہو' کیا وہ یہاں ہے' اور وہ وہاں نہ ہوا تو جواب ملے گا نہیں ہے''۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ لفظ یسار کا مطلب سہولت اور آرام ہے' رباح کا مطلب فائدہ اور منافع ہے' نجیح کا مطلب کامیابی ہے' افلح کا مطلب بھی کامیابی اور بھلائی ہے' تو اگر یہ کہا جائے کہ یہاں نجیح ہے' تو اگر وہ لڑکا وہاں پر نہ ہوا تو جواب دیا جائے گا کہ نہیں ہے' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے ہاں کامیابی موجود نہیں ہے یا سہولت اور آرام موجود نہیں ہے' تو الفاظ استعمال کرتے ہوئے اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کا معنی یا مفہوم کسی بھی حوالے سے منفی حیثیت کا حامل نہیں ہونا چاہیے۔

بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا

باب 12: کھڑے ہوکر پانی پینا

880-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَعْدَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ كَانَا لَا يَرَيَانِ بِشُرْبِ الْاِنْسَانِ وَهُوَ قَائِمٌ بَاْسًا .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما دونوں کھڑے ہوکر پانی پینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

881-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِي مُخْبِرٌ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ كَانُوْا يَشْرَبُوْنَ قِيَامًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا نَرٰى بِالشُّرْبِ قَائِمًا بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ مخبر بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب' حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کھڑے ہوکر پی لیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' ہمارے نزدیک کھڑے ہوکر پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے پر ڈانٹا تھا' اسی طرح حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''کوئی بھی شخص کھڑے ہوکر پانی نہ پیئے اور جو شخص بھول کر ایسا کرلے تو وہ قے کردے''۔

اس کے برعکس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کھڑے ہوکر پانی پیا اور فرمایا: لوگ اس حوالے سے اعتراض کرتے ہیں' حالانکہ میں نے خود نبی اکرم ﷺ کو کھڑے ہوکر پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ حضرات کھڑے ہوکر پانی پی لیا کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینا حرام نہیں ہے' تاہم مناسب اور مستحب یہی ہے کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے اور جن روایات میں کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت ہے' وہ مکروہ تنزیہی کے طور پر ہے۔ فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ امام بیہقی' امام نووی' ملا علی قاری' امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر حضرات نے یہ بات نقل کی ہے کہ یہاں ممانعت تشریع کے طور پر ہے اور عملی

نفل جواز بیان کرنے کے لیے ہے۔

بَابُ الشُّرْبِ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ

باب 13: چاندی کے برتن میں پینا

882- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ زَیْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَھَنَّمَ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِھٰذَا نَاْخُذُ یُکْرَہُ الشُّرْبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ وَالذَّھَبِ وَلَانَرٰی بِذٰلِكَ بَاْسًا فِی الْاِنَاءِ الْمُفَضَّضِ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَالْعَامَّۃِ مِنْ فُقَھَآئِنَا ۔

✦✦ عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص چاندی کے برتن میں کچھ پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈالتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

چاندی کے برتن میں یا سونے کے برتن میں کچھ پینا حرام ہے۔

البتہ ایسے برتن میں پینے میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں جس پر چاندی کا کام ہوا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا مردوں اور خواتین کے لیے حرام ہے۔ حافظ ابن حجر نے یہ بات بیان کی ہے کہ جو چیزیں معنوی اعتبار سے ان کی مانند ہیں، ان کا حکم بھی ان کے ساتھ شامل ہوگا جیسے سونے یا چاندی کے برتن میں خوشبو رکھنا، سونے یا چاندی کی

حدیث 882: اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب اللباس و الزینة' باب تحریم استعمال أوانی الذهب والفضة فی الشرب وغیره علی الرجال - حدیث: 3939اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایةیحییٰ بن یحیٰی المصمودی' کتاب صفة النبی صلی اللہ علیه وسلم' باب النهی عن الشراب فی آنیة الفضة - حدیث: 1666اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب الأشربة المحظورة' التشدید فی الشرب فی آنیة الذهب و الفضة - حدیث: 6666اخرجه الطحاوی فی "مشکل الآثار"، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه' حدیث: 1216مسند الشافعی - باب ما خرج من کتاب الوضوء' حدیث: 20مسند احمد بن حنبل - مسند الأنصار' مسند النساء - حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم' حدیث: 26059سند إسحاق بن راهویه - زیادات روایة أهل مكة والمدینة وغیرهم' حدیث: 1737المعجم الکبیر للطبرانی - باب الیاء' هذا ما أسند النساء - ما روت صفیة بنت أبی عبید' حدیث: 19675ذکره البیهقی فی "سننه الکبریٰ"، کتاب الطهارة' جماع أبواب الأوانی - باب المنع من الشرب فی آنیة الذهب والفضة' حدیث: 94ذکره البیهقی فی "معرفة السنن و الآثار"، باب الآنیة' حدیث: 139

سرمہ دانی استعمال کرنا وغیرہ تمام طرح کے استعمال اس میں شامل ہوں گے اور جمہور اسی بات کے قائل ہیں کہ جن حضرات نے جمہور سے مختلف رائے دی ہے ان کا قول شاذ ہے۔

بَابُ الشُّرْبُ وَالْاَكْلُ بِالْيَمِيْنِ

باب 14: دائیں ہاتھ سے پینا یا کھانا

883-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَاْكُلْ بِيَمِيْنِهٖ وَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٖ نَاْخُذُ لَايَنْبَغِیْ اَنْ يَّاْكُلَ بِشِمَالِهٖ وَلَايَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ اِلَّامِنْ عِلَّةٍ ۔

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص کچھ کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اگر پینے لگے تو دائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
بائیں ہاتھ سے کچھ کھانا اور بائیں ہاتھ سے کچھ پینا مناسب نہیں ہے البتہ اگر کوئی علت ہو تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔

شرح: جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانے اور پینے کا حکم استحباب پر محمول کیا جائے گا اور بائیں ہاتھ سے کھانا یا پینا مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے گا' مکروہ تحریمی قرار نہیں دیا جائے گا' وہ بھی اس شرط پر کہ کسی عذر کی وجہ سے ایسا نہ ہو یعنی اگر وہ شخص کسی عذر کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے کھاتا یا پیتا ہے تو اس کا حکم مکروہ تنزیہی کے حکم میں بھی شامل نہیں ہوگا۔

بعض حنبلی اور مالکی فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ بائیں ہاتھ سے کھانا اور پینا حرام ہے۔

بَابُ الرَّجُلُ يَشْرَبُ ثُمَّ يُنَاوِلُ مَنْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

باب 15: جب کوئی شخص پینے کے بعد اُسے اپنے دائیں طرف موجود شخص کی طرف بڑھادے

884-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَآءٍ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ اَعْرَابِیٌّ وَّعَنْ يَّسَارِهٖ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ فَشَرِبَ ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِیَّ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنُ فَالْاَيْمَنُ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ کچھ دودھ لایا گیا جس میں پانی ملایا گیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف ایک دیہاتی موجود تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پی لیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دیہاتی کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: دائیں طرف والے کا حق پہلے ہوتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

885-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ نِالسَّاعِدِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ غُلَامٌ وَعَنْ يَّسَارِهٖ اَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ اَتَاْذَنُ لِيْ فِيْ اَنْ اُعْطِيَهٗ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا قَالَ فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ۔

✦✦ حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مشروب لایا گیا' آپ نے اسے پی لیا' آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف عمر رسیدہ افراد بیٹھے ہوئے تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے دریافت کیا: کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گے کہ میں یہ بچا ہوا دودھ عمر رسیدہ لوگوں کو پہلے دیدوں؟ تو اس لڑکے نے عرض کی: نہیں! اللہ کی قسم! آپ کی طرف سے ملنے والے اپنے حصے کے بارے میں' میں کسی کے لیے ایثار نہیں کروں گا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

•••——•••——•••

شرح: مجلس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جب کوئی شخص کچھ پی لینے کے بعد یا کھا لینے کے بعد دوسروں کو کوئی چیز دینا چاہے اور اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف بھی افراد موجود ہوں' تو دائیں طرف والے کو پہلے دینا سنت ہے۔ جمہور اسی بات کے قائل ہیں' کہ ایسا کرنا سنت ہے' جبکہ ابن حزم کی رائے مختلف ہے' انہوں نے اسے واجب قرار دیا ہے' وہ یہ کہتے ہیں' کہ دائیں طرف والے شخص سے اجازت لیے بغیر بائیں طرف والے شخص کو چیز دینا جائز ہی نہیں ہے۔

اگر انسان کے دائیں یا بائیں طرف لوگ موجود نہیں ہیں اور کچھ لوگ سامنے کی طرف بیٹھے ہوئے ہیں' تو ایسی صورت میں جو لوگ عمر میں بڑے ہوں' پہلے اُن کو دیا جائے گا جیسا کہ حضرت امام ابوثعلبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز پینے کے لیے دیتے تھے' تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے بڑوں کو دو۔

اس صورت کو اسی صورتِ حال پر محمول کیا گیا ہے کہ اس وقت آپ کے دائیں طرف کوئی موجود نہیں ہوگا' بلکہ سب لوگ آپ کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

یہاں پہلی روایت میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی شخص سے اجازت نہیں مانگی تھی' جبکہ دوسری روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے سے اجازت طلب کی تھی' علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ دیہاتی شخص سے آپ نے اجازت اس لیے نہیں طلب کی تھی تاکہ اس کی تالیفِ قلب ہو' جبکہ بچے سے اس لیے اجازت طلب کی تھی کیونکہ ایک تو وہ آپ کا

قریبی عزیز تھا اور دوسرا یہ کہ اس کی عمر دیگر عمر رسیدہ افراد کے مقابلے میں کم تھی' آپ ﷺ نے اس سے اجازت طلب کر کے اس بات کا ادب سکھایا ہے کہ دائیں طرف موجود شخص کی اجازت کے بغیر بائیں طرف والے کو نہیں دینا چاہیے۔

بَابُ فَضْلُ اِجَابَةِ الدَّعْوَةِ

باب 16: دعوت قبول کرنے کی فضیلت

886-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُدْعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى وَلِيْمَةٍ فَلْيَاْتِهَا

✧✧ نافع' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کسی شخص کو ولیمے کی دعوت دی جائے' تو وہ اس میں شریک ہو۔

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ ولیمہ شادی کے بعد دیئے جانے والے کھانے کو کہتے ہیں اور یہ لفظ "ولم" سے ماخوذ ہے' اس کا مطلب اکٹھے ہونا ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"جب کسی شخص کو اس کا کوئی بھائی دعوت دے تو اس کو دعوت قبول کر لینی چاہیے خواہ وہ شادی کی ہو یا اس کے علاوہ ہو"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"اگر وہ روزہ کی حالت میں نہ ہو' تو کھانا کھالے' اگر روزہ کی حالت میں ہو' تو برکت کی دعا کر دے"۔

ان روایات کے ظاہری الفاظ کی بنیاد پر اہلِ ظاہر اس بات کے قائل ہیں' کہ دعوت کو قبول کرنا مطلق طور پر واجب ہے۔

بعض مالکی فقہاء اس بات کے قائل ہیں' کہ ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا واجب ہے' دوسری دعوت کو قبول کرنا واجب نہیں ہے۔

جبکہ تمام فقہاء کے نزدیک یہاں امر کا صیغہ استحباب کے لیے ہے' تاہم ولیمہ کی دعوت کا مستحب ہونا زیادہ مؤکد ہے۔

887-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ وَلِيْمَةٍ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِيْنُ وَمَنْ لَّمْ يَاْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں: سب سے بُرا کھانا ولیمے کا کھانا ہوتا ہے' اس میں خوشحال لوگوں کو بُلایا جاتا ہے اور غریب لوگوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے' جو شخص دعوت میں شریک نہیں ہوتا' وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔

شرح: اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں' کہ موطا امام

مالک کے اکثر راویوں نے اس روایت کے "مرفوع" ہونے کی تصریح نہیں کی ہے' جبکہ روح نامی راوی نے اس کے "مرفوع" ہونے کی تصریح کی ہے' امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو "مرفوع" حدیث کے طور پر اپنی کتاب "الغرائب" میں نقل کیا ہے۔
یہ روایت الفاظ کے قریبی اختلاف کے ساتھ صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن ترمذی اور دیگر کتابوں میں منقول ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے بُرا کھانا ولیمہ کا کھانا ہوتا ہے' جس میں امیر لوگوں کی دعوت دیدی جاتی ہے اور غریبوں کو نہیں بلایا جاتا۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت منقول ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی ایک روایت منقول ہے۔



888-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى طَعَامٍ صَنَعَهٗ قَالَ اَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِّنْ شَعِيْرٍ وَّمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ قَالَ اَنَسٌ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الصَّحْفَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مُنْذُ يَوْمَئِذٍ

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک درزی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بھی اس کھانے میں شریک ہونے کے لیے گیا' میزبان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جَو کی بنی ہوئی روٹی اور شوربا رکھا' جس میں کدو موجود تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے میں سے کدو تلاش کر رہے تھے' اس دن کے بعد میں بھی کدوؤں کو پسند کرنے لگا ہوں۔



شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: علامہ علی قاری نے شمائل ترمذی کی شرح میں یہ بات تحریر کی ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ کوئی صاحب حیثیت شخص اپنے سے کم مرتبے کے شخص کی دعوت قبول کرسکتا ہے' اس کے ہاں کھانا کھا سکتا ہے' اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھا سکتا ہے' کھانا اگرچہ عام ہی کیوں نہ ہو' تو بھی دعوت قبول کی جاسکتی ہے' یہ بات علامہ قسطلانی نے ذکر کی ہے۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند کرنے کی وجہ سے کدو کو پسند کرنا مسنون ہے' بلکہ ہر اس چیز کو پسند کرنا مسنون ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند کیا کرتے تھے' یہ بات امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔



889-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَىْءٍ قَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَارًا لَّهَا ثُمَّ لَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ

تَحْتَ يَدِىْ وَرَدَّتْنِىْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِىْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِى الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَقَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا قَالَ فَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ رَجَعْتُ اِلٰى اَبِىْ طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ .

فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ يَااُمَّ سُلَيْمٍ قَدْجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَانُطْعِمُهُمْ كَيْفَ نَصْنَعُ فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِىَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ هُوَوَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّىْ يَااُمَّ سُلَيْمٍ مَاعِنْدَكِ فَجَآءَ تْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ قَالَ فَاَمَرَبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفُتَّتْ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَّهَا فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ حَتّٰى اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَهُوَ سَبْعُوْنَ اَوْثَمَانُوْنَ رَجُلًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ يَنْبَغِىْ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّجِيْبَ الدَّعْوَةَ الْعَامَّةَ وَلَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّالِعِلَّةٍ فَاَمَّاالدَّعْوَةُ الْخَاصَّةُ فَاِنْ شَآءَ اَجَابَ وَاِنْ شَآءَ لَمْ يُجِبْ .

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے' اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے' کیا تمہارے پاس پکانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس خاتون نے جواب دیا: جی ہاں! اس خاتون نے جَو کی کچھ ٹکیاں نکالیں اور پھر اپنی چادر لی اور پھر کچھ روٹیاں اپنی چادر میں لپیٹی اور اسے میری بغل کے نیچے رکھ دیا اور اس کپڑے کا کچھ حصہ مجھے اوڑھا دیا' پھر سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا' میں وہ روٹیاں لے کر آیا' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں تشریف فرما پایا' آپ کے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے' میں ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کھانے کے لیے کچھ لائے ہو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس موجود لوگوں سے فرمایا: اُٹھو!

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' کہ میں ان حضرات کے پیچھے چلتا ہوا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہلے پہنچ گیا' میں نے انہیں اس بارے میں بتایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اُم سلیم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سمیت تشریف لا رہے ہیں' ہمارے پاس تو اتنا کھانا ہی نہیں ہے کہ انہیں کھلا سکیں' اب ہم کیا کریں گے؟ سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گئے اور پھر راستے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے' پھر وہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ساتھ تشریف لائے' دونوں گھر کے اندر آ گئے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اُم سلیم! تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ لے آؤ! تو سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا وہ روٹیاں لے آئیں۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت ان روٹیوں کے ٹکڑے کیے گئے۔ سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنی کپی میں سے اس پر گھی نچوڑ دیا تو وہ سالن بن گیا' نبی اکرم ﷺ نے اس پر' جو اللہ کو منظور تھا' وہ پڑھا' پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس آدمیوں کو اندر آنے کے لیے کہو' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دی اور انہوں نے کھانا کھایا اور سیر ہو کر کھانا کھایا' پھر وہ چلے گئے' پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کے لیے کہو' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی اجازت دی' انہوں نے بھی کھانا کھایا' پھر وہ سیر ہو کر چلے گئے' پھر انہوں نے دس آدمیوں کو اجازت دی' یوں سب لوگوں نے کھانا کھالیا اور وہ سیر ہو گئے' اس وقت ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

آدمی کے لیے یہ بات مناسب ہے کہ وہ عام دعوت کو قبول کرے اور کسی ضرورت کے بغیر اس دعوت میں شرکت کو ترک نہ کرے' جہاں تک مخصوص دعوت کا تعلق ہے اگر وہ چاہے' تو وہ دعوت کو قبول کرے' اگر چاہے' تو اس کو قبول نہ کرے۔

...———...———...

شرح: اس حدیث میں متن کے یہ الفاظ ہیں:

''جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ اندر تشریف لے آئے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اُم سلیم! تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے' اسے لے آؤ تو سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا روٹیاں لے آئیں' نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے اس پر گھی نچوڑ دیا پھر نبی اکرم ﷺ نے اس پر جو بھی اللہ کو منظور تھا وہ پڑھ دیا''۔

ان الفاظ کے ذریعے اہل سنت اس بات پر استدلال کرتے ہیں' کہ اس نوعیت کے کھانے میں' کھانے کی چیز کو سامنے رکھ کر ختم پڑھنا جائز ہے بلکہ ایسا کرنا سنت سے ثابت ہے۔ اس روایت میں نبی اکرم ﷺ کے معجزے کا اظہار ہے کہ تھوڑا سا کھانا آپ کے معجزے کے ذریعے زیادہ افراد کے لیے کافی ہو گیا تھا۔

890- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ كَافٍ لِلثَّلٰثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافٍ لِلْاَرْبَعَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اور تین کا کھانا' چار افراد کے لیے کافی ہوتا ہے۔

...———...———...

شرح: اس روایت میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ جب کچھ افراد موجود ہوں' تو ان سب کو اکٹھے ہو کر کھانا کھانا چاہیے' کیونکہ اس سے کھانے میں برکت ہوتی ہے' اس طرح سے دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

بَابُ فَضْلُ الْمَدِيْنَةِ

باب 17: مدینہ منورہ کی فضیلت

891-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَصَابَهُ وَعْكٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَجَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طِيْبَهَا

✦✦ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا' اسے مدینہ منورہ میں بخار ہو گیا' وہ آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میری بیعت مجھے واپس کر دیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہیں مانی' اس کے بعد وہ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میری بیعت مجھے واپس کر دیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہیں مانی' اس کے بعد وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میری بیعت مجھے واپس کر دو' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات بھی نہیں مانی' تو وہ دیہاتی (مدینہ منورہ سے) چلا گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ منورہ بھٹی کی طرح ہے' جو لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے اور صاف چیز کو محفوظ کر لیتی ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ اُس دیہاتی کا یہ کہنا کہ آپ میری یہ بیعت واپس کر دیں' اس سے مراد یہ تھا کہ ہجرت کرنے کے بارے میں' میں نے جو بیعت کی ہے اُسے واپس کر دیں اور مجھے اپنے آبائی وطن میں واپس جانے دیں' اس سے مراد اُس کا مرتد ہو جانا نہیں ہے' کیونکہ اگر وہ مرتد ہو جاتا تو پھر مرتد ہونے کی وجہ سے اُسے قتل کر دیا جاتا۔

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے علامہ عینی نے یہ بات تحریر کی ہے: اگر آپ یہ کہیں' کہ منافقین بھی مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے ہیں' اور وہیں مر بھی گئے لیکن مدینہ نے اُنہیں باہر نہیں نکالا تو اس کے جواب میں' میں یہ کہوں گا کہ مدینہ منورہ اصل کے اعتبار سے اُن کا رہائشی وطن تھا' وہ لوگ اسلام کی وجہ سے یا مدینہ منورہ سے محبت کی وجہ سے وہاں قیام پذیر نہیں ہوئے تھے' وہ لوگ وہاں اس لیے رہے' کیونکہ اُن کی ساری زندگی وہیں گزری تھی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے کے ذریعے یہ بات مراد لی ہے کہ جو شخص مسلمان ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں قیام کی رغبت رکھتے ہوئے یہاں آتا ہے اور اس کے دل میں خباثت آ جاتی ہے' تو (مدینہ منورہ اُسے باہر نکال دیتا ہے)۔

مدینہ منورہ کے فضائل و مناقب بہت سی احادیث سے ثابت ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"جو شخص اس بات کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ مدینہ میں مر جائے تو اُسے ایسا کر لینا چاہیے کیونکہ جو شخص یہاں فوت ہو گا میں اُس شخص کے بارے میں گواہی دوں گا"۔

اس سے مراد یہی ہے کہ جو شخص یہ کر سکتا ہو کہ مدینہ منورہ میں ہی قیام پذیر رہے اُسے یہیں رہنا چاہیے۔

بَابُ اِقْتِنَاءُ الْكَلْبِ

باب 18: کتا پالنے کا حکم

892- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ اَنَّ السَّآئِبَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ اَبِیْ زُهَيْرٍ وَّهُوَ رَجُلٌ مِنْ شَنُوْءَةَ وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ اُنَاسًا مَعَهُ وَهُوَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَّا يُغْنِىْ بِهٖ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ قَالَ قُلْتُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ يُكْرَهُ اِقْتِنَآءُ الْكَلْبِ لِغَيْرِ مَنْفَعَةٍ فَاَمَّا كَلْبُ الزَّرْعِ اَوِ الضَّرْعِ اَوِ الصَّيْدِ اَوِ الْحَرَسِ فَلَا بَاْسَ بِهٖ

✧✧ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت سفیان بن ابوزہیر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے جن کا تعلق شنوءہ قبیلے سے تھا اور وہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں انہوں نے مسجد نبوی کے دروازے کے پاس ان لوگوں کو یہ حدیث سنائی انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کتا پالتا ہے جو اس کے کھیت یا بکریوں وغیرہ کی حفاظت کے لیے نہ ہو اس شخص کے عمل میں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! رب کعبہ کی قسم اور اس مسجد کے پروردگار کی قسم! (میں نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے)۔

✪✪ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی مقصد کے بغیر کتا پالنا مکروہ ہے جہاں تک کھیت یا ریوڑ کی حفاظت کے لیے کتے کا تعلق ہے یا شکار یا گھر وغیرہ کی نگرانی کے لیے کتا پالنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح: اس بات پر فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ صرف شوقیہ طور پر کتا پالنا یا لڑائی وغیرہ کے لیے کتا پالنا حرام ہے۔

اس بات پر بھی فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ شکار کرنے کے لیے یا حفاظت کے لیے کتا رکھنا جائز ہے۔

جہاں تک کتے کو فروخت کرنے کا تعلق ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا کرنا مطلق طور پر جائز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ ایسے کتے کو فروخت کرنا جائز ہے جو تربیت یافتہ ہو۔

احناف کے نزدیک کتے کو فروخت کرنا مطلق طور پر جائز ہے البتہ اگر وہ پاگل کتا ہو تو اُسے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

893--اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْبَيْتِ الْقَاصِىْ فِى الْكَلْبِ يَتَّخِذُوْنَهُ

قَالَ مُحَمَّدٌ فَهٰذَا لِلْحَرْسِ

✧✧ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آبادی سے دور گھر والوں کو کتا پالنے کی اجازت دی تھی'

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی اپنی حفاظت کے لیے۔

894-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْضَارِيًا نُقِصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کتا پالتا ہے جو جانوروں کی حفاظت کے لیے یا شکار کے لیے نہ ہو تو اس کے عمل میں سے روزانہ دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔

بَابُ مَايُكْرَهُ مِنَ الْكَذِبِ وَسُوْءِ الظَّنِّ وَالتَّجَسُّسِ وَالنَّمِيْمَةِ

باب 19: جھوٹ بولنے بدگمانی تجسس اور چغلی کا حرام ہونا

895--اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَكْذِبُ امْرَاَتِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاخَيْرَ فِي الْكَذِبِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَعِدُهَا وَاَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاجُنَاحَ عَلَيْكَ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَاخَيْرَ فِى الْكَذِبِ فِىْ جِدٍّ وَّلَا هَزْلٍ فَاِنْ وَسِعَ الْكِذْبُ فِىْ شَىْءٍ فَفِىْ خَصْلَةٍ وَّاحِدَةٍ اَنْ تَدْفَعَ عَنْ نَفْسِكَ اَوْعَنْ اَخِيْكَ مَظْلِمَةً فَهٰذَا نَرْجُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنَ بِهٖ بَاْسٌ.

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جھوٹ میں کوئی بھلائی نہیں ہے اُس نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں اس کے ساتھ کوئی وعدہ کر سکتا ہوں یا اس حوالے سے کچھ کہہ سکتا ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بارے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں سنجیدگی یا مذاق کسی بھی حالت میں جھوٹ بولنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اگر کسی صورت میں غلط بیانی کی گنجائش ہے تو وہ صرف ایک صورت میں ہے وہ یہ کہ آپ جھوٹ بول کر اپنی ذات سے یا اپنے بھائی کی ذات سے اس تکلیف کو دور کر دیں تو اس بارے میں ہمیں اُمید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔

...——...——...

شرح: اس روایت میں جھوٹ کی مذمت بیان کی گئی ہے اور جھوٹ انتہائی قبیح گناہ ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں معاشرتی فساد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

896-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوتی ہے اور تجسس نہ کرو اور ایک دوسرے کے سامنے فخر نہ کرو ایک دوسرے سے حسد نہ رکھو ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

...——...——...

شرح: یہاں ظن سے مراد بدگمانی ہے کیونکہ عام طور پر کسی بھی شخص کے بارے میں بدگمانی غلط فہمی پر مبنی ہوتی ہے۔

حدیث میں مذکور لفظ تجسس سے مراد لوگوں کے عیوب تلاش کرنا ہے۔

حدیث کے الفاظ "لا تنافسوا" کا مطلب دنیاوی مال و اسباب حاصل کرنا ہے تا کہ لوگوں کے سامنے فخر اور برتری کا اظہار کیا جا سکے۔

تاہم نیکی کے کاموں میں فخر کا اظہار کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"اس کی مُہر کستوری کی ہوگی، اور (اسی مشروب) کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے مقابلے میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے"۔ (المطففین:۲۶)

اسلام نے جن چیزوں سے منع کیا ہے اُن میں سے ایک اہم چیز حسد ہے یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ رکھیں حسد سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمت دی ہوئی ہے انسان اُس نعمت کے اُس شخص سے زائل ہو جانے کی آرزو کرے خواہ اُس کی یہ آرزو ہو کہ وہ نعمت مجھے مل جائے یا یہ آرزو نہ ہو۔

تاہم کسی شخص کے پاس نعمت دیکھ کر اس آرزو کا اظہار کرنا کہ یہ نعمت مجھے بھی حاصل ہو جائے اسے رشک کہا جاتا ہے اور یہ جائز ہے۔

روایت کے یہ الفاظ کہ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے کام نہ کرو جس کے نتیجے میں آپس میں بغض

اور دشمنی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اور اس سے مراد وہ بغض اور دشمنی ہے جو انسان اپنی ذات کے لیے کسی سے رکھتا ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ کے لیے یا دینی اعتبار سے کسی کو ناپسند کرنے یا اُس سے بغض یا دشمنی رکھنے کا تعلق ہے تو یہ ایک مستحب کام ہے۔

897--اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَاْتِیْ هٰؤُلَاۤءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَاۤءِ بِوَجْهٍ.

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سب سے بُرا شخص دوغلا شخص ہوتا ہے' جو اس شخص کے پاس اس منہ سے آتا ہے اور اُس کے پاس اُس منہ سے جاتا ہے۔

شرح: اس حدیث میں دوغلے پن کی مذمت کی گئی ہے' یعنی جب انسان کسی ایک شخص کے پاس جائے' تو اُس کی ہمنوائی کرتے ہوئے دوسرے کی برائی کرے اور جب دوسرے شخص کے پاس جائے' تو اُس کی ہمنوائی کرتے ہوئے پہلے شخص کی برائی کرے' اس کو ناپسند اس لیے کیا گیا ہے' کیونکہ انسان عام طور پر کسی بھی شخص کے بارے میں جو رائے قائم کرتا ہے' تو اس حوالے سے دوسروں کی رائے سے ضرور متاثر ہوتا ہے' تو اگر کوئی شخص کسی کے سامنے غلط رائے کا اظہار کرے گا' جس کے نتیجے میں دوسرے شخص کی سوچ کسی تیسرے شخص کے بارے میں منفی ہو جائے گی' تو اس کے نتیجے میں معاشرتی طور پر فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

بَابُ الْاِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَالصَّدَقَةِ

باب 20: مانگنے سے بچنا اور صدقہ کرنا

898--اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاۤءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ نِالْخُدْرِیِّ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى اَنْفَدَ مَاعِنْدَهٗ فَقَالَ مَايَكُنْ عِنْدِیْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ مَّنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِیْ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَااُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاۤءً هُوَ خَيْرٌ وَّ اَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ.

حديث 898: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الصدقة' باب ما جاء في التعفف عن المسألة - حديث: 1821 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الزكاة' باب الاستعفاف عن المسألة - حديث: 1411 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الزكاة' باب فضل التعفف والصبر - حديث: 1809 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في الصبر' حديث: 1997 اخرجه الدارمي في "سننه"، كتاب الصلاة' باب في الاستعفاف عن المسألة - حديث: 1651 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الزكاة' باب المسألة بعد أن أغناه الله جل وعلا عنها - ذكر الإخبار بأن من استغنى بالله عن خلقه جل وعلا يغنه' حديث: 3459 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الزكاة' الاستعفاف عن المسألة - حديث: 2554 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الزكاة' الاستعفاف عن المسألة - حديث: 2340

✦✦ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ انصاریوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ عطاء کر دیا' انہوں نے پھر آپ سے مانگا' آپ نے پھر عطاء کر دیا' انہوں نے پھر آپ سے مانگا' آپ نے پھر انہیں عطا کر دیا' یہاں تک کہ آپ کے پاس موجود مال ختم ہو گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جو بھلائی موجود ہے میں وہ تم سے چھپا کر اپنے پاس نہیں رکھوں گا' جو شخص مانگنے سے بچنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مانگنے سے بچائے گا' جو شخص بے نیازی حاصل کرنا چاہے گا' اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دے گا۔ جو شخص صبر اختیار کرنا چاہے گا' اللہ تعالیٰ اسے صبر نصیب کر دے گا اور کسی بھی شخص کو کوئی چیز ایسی عطاء نہیں کی گئی جو صبر سے زیادہ بہتر ہے اور زیادہ وسیع ہے۔

•••———•••———•••

شرح: یہ ایک عام مشاہداتی حقیقت ہے کہ دنیا میں انسان کی بہت سی ضروریات دوسروں کی مدد سے پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہیں۔ اصول یہ ہے کہ جب کوئی شخص حاجت مند اور ضرورت مند ہو تو وہ دوسرے سے مدد مانگ سکتا ہے' تاہم ایسے ضرورت مند شخص کے لیے بھی اسلام نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ اُسے صبر سے کام لینا چاہیے اور لوگوں سے مانگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے لوگوں سے بے نیاز کر دے گا اور اُس کی ضرورت اس طرح پوری کر دے گا کہ اُسے لوگوں سے مانگنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

———

۸۹۹- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ بَنِىْ عَبْدِالْاَشْهَلِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ سَاَلَهٗ اَبْعِرَةً مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى عُرِفَ الْغَضَبُ فِىْ وَجْهِهٖ وَكَانَ مِمَّا يُعْرَفُ بِهِ الْغَضَبُ فِىْ وَجْهِهٖ اَنْ تَحْمَرَّ عَيْنَاهُ ثُمَّ قَالَ الرَّجُلُ يَسْاَلُنِىْ مَالَا يَصْلُحُ لِىْ وَلَا لَهٗ فَاِنْ مَنَعْتُهٗ كَرِهْتُ الْمَنْعَ وَاِنْ اَعْطَيْتُهٗ اَعْطَيْتُهٗ مَالَا يَصْلُحُ لِىْ وَلَا لَهٗ فَقَالَ الرَّجُلُ لَا اَسْاَلُكَ مِنْهَا شَيْئًا اَبَدًا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ لَّا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّعْطٰى مِنَ الصَّدَقَةِ غَنِيًّا وَّاِنَّمَا نَرٰى اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الرَّجُلَ كَانَ غَنِيًّا وَلَوْ كَانَ فَقِيْرًا لَّاَعْطَاهُ مِنْهَا

✦✦ عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالاشہل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کیا' جب وہ شخص آیا' تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اونٹ مانگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے' یہاں تک کہ ناراضگی کے اثرات آپ کے چہرۂ مبارک پر نظر آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے ناراضگی کا اثر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ آپ کی دونوں آنکھیں سرخ ہو جایا کرتی تھیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص وہ چیز مانگ رہا ہے جس کو مانگنے کا اس کو حق نہیں ہے اور جو مناسب بھی نہیں ہے' اگر میں اسے روک دیتا ہوں' تو مجھے نہ دینا اچھا نہیں لگتا' اگر میں اسے دیدیتا ہوں' تو میں اسے ایک ایسی چیز دوں گا جو مناسب نہیں ہے اور جس کا اسے حق حاصل نہیں ہے' تو اس شخص نے عرض کی:

اب میں اس (زکوۃ) میں سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات مناسب نہیں ہے کہ زکوۃ کے مال میں سے کسی خوشحال شخص کو کچھ ادائیگی کی جائے' ہم یہ سمجھتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی تھی کیونکہ وہ خوشحال تھا اگر وہ غریب ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اسے عطاء کر دیتے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جس شخص کو ضرورت نہ ہو' اُس کے لیے دوسروں سے مانگنا حرام ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ جس شخص کو ضرورت نہ ہو' اسے دینا بھی نہیں چاہیے کیونکہ اگر غیر ضرورت مند کو اس طرح دینے کا رواج ہو جائے' تو وہ لوگ محروم رہ جاتے ہیں' جن کو حقیقی ضرورت ہوتی ہے' جس کے بارے میں قرآن نے یہ کہا ہے کہ ناواقف شخص اُن کے مانگنے سے بچنے کی وجہ سے اُنہیں خوشحال تصور کرتا ہے۔

بَابُ الرَّجُلُ يَكْتُبُ اِلَى الرَّجُلِ يَبْدَاُبِه

باب 21: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو خط لکھے تو کس طرح سے آغاز کرے؟

900-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَبْدِالْمَلِكِ يُبَايِعُهٗ فَكَتَبَ .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّابَعْدُ لِعَبْدِاللّٰهِ عَبْدِالْمَلِكِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ وَ اُقِرُّلَكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَااسْتَطَعْتُ

قَالَ مُحَمَّدٌ لَابَاْسَ اِذَاكَتَبَ الرَّجُلُ اِلٰى صَاحِبِه اَنْ يَّبْدَاَبِصَاحِبِه قَبْلَ نَفْسِه

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے امیر المؤمنین عبدالملک کو خط لکھا جس میں اس کو نصیحت کی تھی' تو انہوں نے یہ تحریر کیا:

اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتے ہوئے جو بڑا مہربان اور نہایت رحیم ہے۔

امابعد! یہ اللہ تعالیٰ کے بندے عبدالملک کے نام ہے' جو مسلمانوں کا امیر ہے اور عبداللہ بن عمر کی طرف سے ہے' تمہیں سلام ہو! میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں' جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کرتا ہوں' اللہ کے حکم اور اس کے رسول کے مطابق' جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکے گا میں تمہاری فرمانبرداری کروں گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو خط لکھتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسرے شخص کا ذکر اپنی ذات سے پہلے کر دے۔

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات بیان کی ہے: یہ الفاظ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم امابعد!

ان الفاظ کو خط کے آغاز میں نقل کرنا چاہیے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے کسریٰ اور ہرقل وغیرہ کو جو خطوط بھیجے تھے'ان کا آغاز اس طرح کیا تھا۔

ایک قول کے مطابق سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے اس طرز پر خطوط لکھنے کا آغاز کیا تھا۔

ویسے بھی بسم اللہ کے ذریعے خط کا آغاز کرنا مستحب ہے' جب قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملکہ سبا کو خط لکھنے کا واقعہ نازل ہوا'اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطوط اسی طرز پر تحریر کیے۔

روایات میں یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پہلے زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق خط کے آغاز میں صرف "باسمك اللهم" لکھا کرتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی: "بسم الله ومجرها ومرسٰها" تو نبی اکرم ﷺ نے خطوط کے آغاز میں بسم اللہ لکھنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

"قل ادعوا الله او ادعوا الرحمٰن"

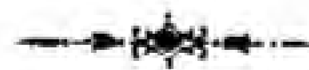
تو نبی اکرم ﷺ نے خطوط کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط سے متعلق آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے مکمل بسم اللہ لکھنی شروع کر دی۔

اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے اور ان کا تذکرہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الدر المنثور" میں کیا ہے۔

خط کے آغاز میں لفظ سلام لکھتے ہوئے اسے معرفہ یا نکرہ دونوں طور پر لکھنا برابر کی حیثیت رکھتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ تحریر کرتے ہوئے اس لفظ کو نکرہ کے طور پر لکھنا چاہیے کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو اسی طرح استعمال کیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"سلامٌ علٰی نوح سلامٌ علٰی ابراهیم" وغیرہ۔

ایک قول یہ ہے کہ جب کسی کو بالمشافہ مخاطب کیا جا رہا ہو' تو اس وقت اس کو معرفہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے' جیسا کہ اس کے بارے میں منقول احادیث میں بھی یہی مذکور ہے۔



901-وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَیْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ کَتَبَ اِلٰی مُعَاوِیَةَ .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لِعَبْدِاللّٰهِ مُعَاوِیَةَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ زَیْدِبْنِ ثَابِتٍ......الخ وَقَالَ وَلَابَاْسَ بِاَنْ یَّبْدَاَ الرَّجُلُ لِصَاحِبِهٖ قَبْلَ نَفْسِهٖ فِی الْکِتَابِ .

✧✧ خارجہ بن زید بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس کی عبارت یہ تھی:

اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتے ہوئے جو مہربان اور نہایت رحیم ہے۔

یہ اللہ کے بندے معاویہ کے نام ہے' جو امیر المؤمنین ہے اور زید بن ثابت کی طرف سے ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آدمی اپنی ذات سے پہلے اپنے ساتھی کا تذکرہ خط میں کر دے۔

•••———•••———•••

شرح: فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ خط وراثت کے احکام کے بارے میں تھا اور اسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الدر المنثور'' میں سورۃ النساء کے آخر میں طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس بارے میں کوئی شرعی حکم نہیں ہے کہ خط کا آغاز اپنے نام سے کیا جائے یا مکتوب الیہ کے نام سے کیا جائے' صرف یہ سنت ہے کہ خط کے آغاز میں بسم اللہ تحریر کر دی جائے' اس کے بعد عام رواج کے مطابق خط لکھا جائے' مختلف زبانوں کے ساتھ مختلف خطوں میں خط لکھنے کا رواج مختلف ہوتا ہے۔

بَابُ الْاِسْتِیْذَانُ

باب 22: کسی کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگنا

802- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَیْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَاْذِنُ عَلٰی اُمِّیْ قَالَ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ اِنِّیْ مَعَهَا فِی الْبَیْتِ قَالَ اسْتَاْذِنْ عَلَیْهَا قَالَ اِنِّیْ اَخْدِمُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْیَانَةً قَالَ لَا قَالَ فَاسْتَاْذِنْ عَلَیْهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ الْاِسْتِیْذَانُ حَسَنٌ وَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ عَلٰی کُلِّ مَنْ یَّحْرُمُ عَلَیْهِ النَّظَرُ اِلٰی عَوْرَتِهٖ وَنَحْوِهَا .

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' اس نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اپنی والدہ سے بھی اندر آنے کی اجازت مانگوں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! تو اس شخص نے عرض کی: میں تو ان کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان سے بھی اندر آنے کی اجازت مانگو گے' اس نے عرض کی: میں تو ان کی خدمت کرتا ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تم انہیں برہنہ حالت میں دیکھو! اس نے عرض کی: نہیں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم ان سے بھی اندر آنے کی اجازت مانگو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' کہ اجازت مانگنا بہتر ہے اور آدمی کو چاہیے کہ ہر ایسے شخص سے اندر آنے کی اجازت مانگے جس کی شرم گاہ کی طرف دیکھنا اس کے لیے حرام ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کی حکمت بیان کر دی ہے' بعض

اوقات جب انسان گھر میں اکیلا ہوتا ہے تو بعض اوقات تنہا ہونے کے باعث اضافی کپڑے اتار دیتا ہے اسی لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے بعد یہ حکم بیان کیا ہے کہ ہر ایسا قریبی عزیز جس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے اس کے گھر میں داخل ہوتے وقت پہلے اجازت لی جائے گی اور اس حکم میں آدمی کے محرم عزیز بھی شامل ہوں گے صرف بیوی اور کنیز اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے۔

ہمارے زمانے میں اس حکم کا تعلق کسی کے مخصوص کمرے میں داخل ہونے سے بھی ہوگا۔

بَابُ التَّصَاوِيْرُ وَالْجَرَسُ وَمَا يُكْرَهُ مِنْهَا

باب 23: تصاویر اور گھنٹی (کے احکام) اس میں کیا مکروہ؟

903-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ الْجَرَّاحِ مَوْلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِيْرُ الَّتِىْ فِيْهَا جَرَسٌ لَاتَصْحَبُهَا الْمَلٰئِكَةُ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاِنَّمَا رُوِىَ ذٰلِكَ فِى الْحَرْبِ لِاَنَّهٗ يُنْذَرُ بِهِ الْعَدُوُّ

✧✧ سالم بن عبداللہ' جراح کے حوالے سے' سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اونٹوں کے جس قافلے کے ساتھ گھنٹی ہو فرشتے اس کے ساتھ نہیں چلتے ہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات جنگ کے بارے میں کی گئی ہے' کیونکہ جنگ کے وقت ان گھنٹیوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا تھا۔

شرح: گھنٹی لٹکانے کے حکم کے بارے میں حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

علماء نے "جانور کے گلے میں" گھنٹی لٹکانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ایسا کرنا اپنی اصل کے اعتبار سے ہی جائز نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حاجت اور ضرورت کے وقت ایسا کرنا جائز ہے۔

تاہم بعض دیگر روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گھنٹی کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے' جیسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: گھنٹی شیطان کا ساز ہے۔

اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک بچی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا' اس نے پاؤں میں پائل پہنی ہوئی تھی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اتروا دیا اور فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے"۔

904-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى اَبِىْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِىِّ يَعُوْدُهٗ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ فَدَعَا اَبُوْطَلْحَةَ اِنْسَانًا يَنْزِعُ

يُبْسَطُ تَحْتَهُ فَقَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ لِمَ تَنْزِعُهُ قَالَ لِاَنَّ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا مَاقَدْ عَلِمْتَ قَالَ سَهْلٌ اَوَلَمْ يَقُلْ اِلَّا مَا كَانَ رَقْمًا فِيْ ثَوْبٍ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنَّهُ اَطْيَبُ لِنَفْسِيْ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ مَاكَانَ فِيْهِ مِنْ تَصَاوِيْرَ مِنْ بِسَاطٍ يُبْسَطُ اَوْفِرَاشٍ يُفْرَشُ اَوْوِسَادَةٍ فَلَابَاْسَ بِذٰلِكَ اِنَّمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ فِي السِّتْرِ وَمَا يُنْصَبُ نَصْبًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا.

✦✦ عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ حضرت ابوطلحہ انصاری کی عیادت کرنے کے لیے ان کے پاس گئے تو حضرت سہل بن حنیف کو بھی ان کے پاس پایا' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بلایا کہ وہ ان کے نیچے سے دری نکال دے تو حضرت سہل بن حنیف نے دریافت کیا: آپ یہ کیوں نکال رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کپڑے موجود ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ آپ کے علم میں ہے' تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی' اُن نقش ونگار کا حکم مختلف ہے' جو کپڑے پر بنے ہوئے ہوتے ہیں' تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! لیکن (اسے نکالنے سے) میں مطمئن ہوتا ہوں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' نیچے بچھائی جانے والی چیز پر یا تکیے کے اوپر جو تصویریں وغیرہ بنائی جاتی ہیں' ان میں کوئی حرج نہیں ہے' پردے پر یا لٹکائے جانے والے کپڑے پر جو تصویریں بنائی جاتی ہیں وہ مکروہ ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: تصویر کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ دیوار یا دروازے پر لٹکی ہوئی نہیں ہونی چاہیے خواہ وہ دیوار پر تصویر کی شکل میں لگی ہوئی ہو' اور دروازے پر موجود پردے پر بنی ہوئی ہو' اگر اسے فرش پر بچھا لیا جاتا ہے یا تکیے پر رکھ دیا جاتا ہے' تو ایسا استعمال جائز ہوگا۔

ہمارے زمانے میں کیمرے سے بنائی گئی تصویر کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' بعض حضرات نے اسے مطلق طور پر حرام قرار دیا ہے' جبکہ بعض کا یہ کہنا ہے کہ کیمرے کے ساتھ کھینچی ہوئی تصویر جائز ہوتی ہے' جن حضرات نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے' وہ بھی اس بات کے قائل ہیں' کہ شناختی دستاویزات کے لیے ضرورت کے تحت تصویر بنانا جائز ہے۔

بَابُ اللَّعْبُ بِالنَّرْدِ

باب 24: چوسر کھیلنے کا حکم

905- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا خَيْرَ بِاللَّعِبِ كُلِّهَا مِنَ النَّرْدِ وَالشِّطْرَنْجِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ .

✦✦ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص چوسر کھیلتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔

●● امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس طرح کے کسی بھی کھیل میں بھلائی نہیں ہے خواہ وہ چوسر ہو شطرنج ہو یا کوئی اور ہو۔

•••———•••———•••

شرح: نرد ایک عجمی کھیل ہے جو شطرنج کی طرح کا ہوتا ہے۔

فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ نرد کھیلنا حرام ہے اور جو شخص نرد کھیلتا ہو وہ اگر کسی مقدمے میں گواہی دے تو اُس کی گواہی مسترد کر دی جائے گی البتہ احناف کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے نزدیک اس بارے میں ثابت ہونے والا حکم ظنی ہے۔

تاہم بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ نرد کیونکہ جوئے کے طور پر کھیلا جاتا ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا گیا ہے اگر کوئی شخص جوئے کے بغیر صرف تفریح کی خاطر یا وقت گزاری کے لیے کھیلتا ہے تو ایسا کرنا حرام نہیں ہوگا بلکہ اسے مکروہ قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔

جہاں تک شطرنج کا تعلق ہے تو جمہور کے نزدیک شطرنج کھیلنا بھی حرام ہے جبکہ شوافع کے نزدیک اسے حرام قرار نہیں دیا جائے گا شوافع کے نزدیک شطرنج کھیلنا مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک ایسا کھیل ہے جس کے ذریعے دینی معاملات میں کوئی نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا اور اسے کھیلنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے اس لیے اسے ترک کرنا اولیٰ ہے تاہم یہ حرام نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت ابوہریرہ اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ یہ حضرات شطرنج کھیلا کرتے تھے اور اس کی حرمت کی کوئی صریح نص بھی موجود نہیں ہے اور جس چیز کے بارے میں نص موجود ہے یہ اس کے مفہوم میں شامل بھی نہیں ہے۔

اصول یہ ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہر کام جائز ہوتا ہے (لہٰذا یہ بھی جائز ہوگا)۔

یہ بحث "الفقہ الاسلامی" کے مصنف "ڈاکٹر وہبہ زحیلی" نے تحریر کی ہے۔

حدیث 905: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الرؤيا' باب ما جاء في النرد - حديث:1735 اخرجه الحاكم في "المستدرك"، كتاب الإيمان' وأما حديث سمرة بن جندب - حديث: 145 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب الحظر والإباحة' باب اللعب واللهو - ذكر إثبات اسم العصيان لله ورسوله صلى الله عليه وسلم باللاعب' حديث: 5953 مسند أحمد بن حنبل - أول مسند الكوفيين' حديث أبي موسى الأشعري - حديث: 19111 اخرجه الطيالسي في "مسنده"، سعيد بن جبير وغيره عن أبي موسى' حديث: 506 مسند عبد بن حميد - أبو موسى الأشعري' حديث: 548 اخرجه ابويعلى في "مسنده"، حديث أبي موسى الأشعري' حديث: 7126 اخرجه ابوداؤد في "سننه"، كتاب الأدب' باب في النهي عن اللعب بالنرد - حديث: 4308 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الأدب' باب اللعب بالنرد - حديث: 3760 اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب الأدب' في اللعب بالنرد وما جاء فيه - حديث: 25606

بَابُ اَلنَّظْرُ اِلَى اللَّعْبِ

باب 25: کھیل تماشا دیکھنے کا حکم

906- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو النَّضْرِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ مَنْ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ صَوْتَ اُنَاسٍ يَلْعَبُوْنَ مِنَ الْحَبْشِ وَغَيْرِهِمْ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبِّيْنَ اَنْ تَرٰى لَعِبَهُمْ قَالَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءُوْا وَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ النَّاسِ فَوَضَعَ كَفَّهُ عَلَى الْبَابِ وَمَدَّيَدَهُ وَوَضَعْتُ ذَقَنِيْ عَلٰى يَدِهٖ فَجَعَلُوْا يَلْعَبُوْنَ وَاَنَا اَنْظُرُ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَسْبُكِ قَالَتْ وَاَسْكُتُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لِيْ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ فَانْصَرَفُوْا .

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ میں نے کچھ لوگوں کی آواز سنی' وہ کھیل تماشا کر رہے تھے' اُن میں سے حبشی بھی تھے اور دوسرے لوگ بھی تھے' یہ عاشورا کے دن کی بات ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ تم اُن کا تماشا دیکھو؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' کہ میں نے عرض کی: جی ہاں! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیغام بھیجا وہ لوگ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے سامنے کھیل کود کا مظاہرہ کرنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے' آپ نے اپنے دست مبارک دروازے پر رکھا اور اپنے ہاتھ کو پھیلا دیا' میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے دستِ مبارک پر رکھی' وہ لوگ کرتب دکھاتے رہے اور میں دیکھتی رہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی دریافت کرتے رہے: اتنا کافی ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: دو مرتبہ یا تین مرتبہ تو میں خاموش رہی' پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا اتنا کافی ہے؟ تو میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا' تو وہ لوگ واپس چلے گئے۔

——————***

شرح: اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ہر ایسا کھیل جس میں جوا پایا جاتا ہو' اُسے کھیلنا حرام ہے' یعنی ایسا کھیل جس میں ایک فریق کو انعام مل جائے اور دوسرے فریق کو تاوان ادا کرنا پڑے' ایسا کوئی بھی کھیل جو بھی شخص بار بار کھیلے گا اُس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور اُس کی گواہی مسترد کر دی جائے گی۔

جن کھیلوں میں جوئے کی صورت نہیں پائی جاتی' اُن میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں' لیکن ہر ایسا کھیل جس میں کوئی نفع نہ ہو' وہ کراہت سے خالی نہیں ہوگا' کیونکہ اس صورت میں وقت کو ضائع کرنے کی صورت سامنے آتی ہے۔

بَابُ الْمَرْاَۃُ تَصِلُ شَعْرَھَا بِشَعْرِ غَیْرِھَا

باب 26: جو عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسری عورت کے بال لگا لے (اس کا حکم)

907- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ عَامَ حَجٍّ وَهُوَ عَلَی الْمِنبَرِ يَقُوْلُ يَاَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاءُ كُمْ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِیْ يَدِ حَرَسِيٍّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰی عَنْ مِثْلِ هٰذَا وَيَقُوْلُ اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْاِسْرَآئِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَآءُ هُمْ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ يُكْرَهُ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصِلَ شَعْرًا اِلٰی شَعْرِهَا اَوْتَتَّخِذَ قُصَّةَ شَعْرٍ وَّلَابَاْسَ بِالْوَصْلِ فِی الرَّاْسِ اِذَاكَانَ صُوْفًا فَاَمَّا الشَّعْرُمِنْ شُعُوْرِ النَّاسِ فَلَايَنْبَغِیْ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا ۔

✧✧ حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: انہوں نے حج کے موقع پر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سپاہی کے ہاتھ میں سے مصنوعی بالوں کا گچھا (وگ) لیا اور بولے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کرتے ہوئے سنا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل اس وقت ہلاکت کا شکار ہو گئے تھے جب ان کی عورتوں نے اسے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' خواتین کے لیے یہ بات حرام ہے کہ وہ دوسرے بالوں کے ساتھ اپنے بال ملا لیں' یا بال جوڑیں۔

اگر دوسرے بال اُون کے بنے ہوئے ہوں' تو ان کو اپنے ساتھ ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن انسانوں کے بال اس طرح استعمال نہیں کیے جا سکتے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس مسئلے کے بارے میں احناف کا یہ مسلک ہے کہ کسی انسان کے بال اپنے بالوں میں لگا لینا حرام ہے' انسان کے علاوہ دوسرے کسی جانور کے بال اپنے بالوں میں لگا لینا (یعنی اُن کی وگ استعمال کرنا یا مصنوعی بال لگوا لینا) جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس' لیث بن سعد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ کسی بھی انسان کی عزت واحترام کے پیش نظر انسان کے کسی جزء کو کسی دوسرے شخص کا استعمال کرنا حرام ہے۔

بَابُ اَلشَّفَاعَةُ

باب 27: شفاعت کا تذکرہ

908-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ فَاُرِيْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِیَٔ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ ہر نبی کی ایک مخصوص دعا ہوتی ہے' میری یہ خواہش ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال کر رکھوں گا۔

بَابُ اَلطِّيْبُ لِلرَّجُلِ

باب 28: مرد کا خوشبو استعمال کرنا

909-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَتَطَيَّبُ بِالْمِسْكِ الْمُفَتَّتِ الْيَابِسِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ بِالْمِسْكِ لِلْحَيِّ وَلِلْمَيِّتِ اَنْ يَتَطَيَّبَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی.

✧✧ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خشک کستوری کو رگڑ کر استعمال کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' زندہ یا مردہ کسی بھی شخص کے لیے مشک کو خوشبو کے طور پر لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ مشک استعمال کرنا مستحب ہے بلکہ کوئی بھی خوشبو استعمال کرنا مطلق طور پر مستحب ہے خواہ زندہ شخص استعمال کرے یا میت کو لگائی جائے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے زندگی اور موت دونوں صورتوں میں اسے استعمال کیا ہے' بلکہ ایک روایت میں تو یہ بات بھی مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کو خوشبو کا تحفہ دیا جائے' تو اسے وہ ضرور قبول کرنا چاہیے۔

اس کے بعد فاضل لکھنوی نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

حدیث 908: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب القرآن' باب ما جاء في الدعاء - حديث: 495' اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الدعوات' باب : لكل نبي دعوة مستجابة - حديث: 5955' اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الإيمان' باب اختباء النبي صلى الله عليه وسلم دعوة الشفاعة لأمته - حديث: 321' مسند أحمد بن حنبل' مسند أبي هريرة رضي الله عنه - حديث: 7543' اخرجه الدارمي في "سننه"، ومن كتاب الرقاق' باب : إن لكل نبي دعوة - حديث: 2757

وصال کے وقت آپ کے حنوط میں ملا کر خوشبو لگائی گئی تو اس میں سے کچھ خوشبو بچ گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال پر یہ باقی رہ جانے والی خوشبو مجھے لگائی جائے' کیونکہ اس طرح وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بچ جانے والی چیز کے ذریعے برکت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اسی طرح ایک روایت میں یہ بات منقول ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت قریب آیا' تو انہوں نے یہ ہدایت کی کہ گھر میں خوشبو کا چھڑکاؤ کر دیا جائے' انہوں نے فرمایا: اب میرے پاس فرشتے آنے والے ہیں جو کچھ کھاتے نہیں ہیں' کچھ پیتے نہیں ہیں' لیکن وہ خوشبو کو محسوس کرتے ہیں۔

اسی طرح خوشبو کے بارے میں بہت سی صریح اور صحیح احادیث منقول ہیں' جن میں وہ روایت بھی شامل ہے' جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے خون کو مشک سے تشبیہ دی ہے' اسی طرح ایک روایت میں روزے دار کے منہ کی بو کو مشک سے زیادہ پسندیدہ قرار دیا ہے' اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض والی خواتین کو یہ ہدایت کی ہے کہ جب وہ پاک ہوتے وقت غسل کرتی ہیں' تو وہ خوشبو بھی استعمال کر لیا کریں' اسی طرح ایک روایت میں یہ بات بھی منقول ہے کہ مشک سب سے بہترین خوشبو ہے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشک پاک ہوتی ہے' اسے جسم اور کپڑوں پر استعمال کرنا جائز ہے' اس کی خرید و فروخت کرنا بھی جائز ہے اور ان تمام امور پر علماء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے' صرف اہلِ تشیع کی رائے اس بارے میں مختلف ہے' لیکن ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

بَابُ الدُّعَاءِ

باب 29: دعا کا بیان

810- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلٰثِيْنَ غَدَاةً يَدْعُوْا عَلٰى رَعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنَسٌ نَزَلَ فِى الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنٌ قَرَاْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا وَرَضِىَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ۔

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس دن تک ان لوگوں کے خلاف دعائے ضرر کی جنہوں نے اصحابِ بئر معونہ کو شہید کیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رعل' ذکوان لحیان اور عصیہ (قبائل) کے خلاف دعائے ضرر کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان لوگوں کو بئر معونہ کے پاس شہید کیا گیا' ان کے بارے میں قرآن کی آیات نازل ہوئی تھیں جن کی ہم تلاوت کیا کرتے تھے' پھر ان آیات کو منسوخ قرار دیدیا گیا' ان کے الفاظ یہ تھے: انہوں نے کہا کہ "تم ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ہیں' وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں"۔

شرح: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ ''دعا'' سے مراد دعائے ضرر کرنا ہے اس روایت میں بئر معونہ کا تذکرہ ہے یہ مکہ مکرمہ عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے یہ واقعہ ہجرت کے چھتیس ماہ گزرنے کے بعد صفر کے مہینے میں پیش آیا تھا اور یہ تقریباً سن ۴ ہجری میں پیش آیا تھا۔ اس روایت کے ایک مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان ہے کہ اگر وہ یہ کوئی آفت لاحق ہو جاتی ہے تو کیا قنوتِ نازلہ پڑھی جائے گی یا نہیں پڑھی جائے گی؟ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ قنوتِ نازلہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک موقع پر قنوتِ نازلہ پڑھی تھی اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: لوگوں نے قنوتِ نازلہ پڑھنے کا رواج کہاں سے حاصل کیا ہے؟ حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے صرف کچھ دن تک ایسا کیا تھا' پھر اسے ترک کر دیا تھا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات بھی منقول ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس دنیا سے رخصت ہوئے' تو یہ حضرات قنوتِ نازلہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق)

بَابُ رَدِّالسَّلَامِ

باب 30: سلام کا جواب دینا

911- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْجَعْفَرِ الْقَارِئُ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَكَانَ يُسَلَّمُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَيَقُوْلُ مِثْلَ مَايُقَالُ لَهٗ

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَالَابَاْسَ بِهٖ وَاِنْ زَادَالرَّحْمَةَ وَالْبَرَكَةَ فَهُوَاَفْضَلُ .

✦✦ ابوجعفر قاری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' جو شخص بھی انہیں سلام کرتا وہ جواب میں السلام علیکم ہی کہتے تھے' جو اُن سے کہا گیا ہوتا تھا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن اگر کوئی شخص اس کے ساتھ رحمت اور برکت کے الفاظ کا اضافہ کر لیتا ہے' تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

شرح: اس حدیث کا بنیادی موضوع سلام کرنا اور اس کا جواب دینا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سا اسلام زیادہ بہتر ہے؟ (یعنی کون سا عمل زیادہ بہتر ہے؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم کھانا کھلاؤ' اور ہر واقف اور ناواقف شخص کو سلام کرو''۔ (صحیح بخاری' صحیح مسلم)

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ اگر وہ رحمت اور برکت کے الفاظ زیادہ کر دے تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے

ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے السلام علیکم کہا' نبی اکرم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا' پھر وہ شخص بیٹھ گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسے دس نیکیاں مل جائیں گی''۔ ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا' نبی اکرم ﷺ نے اسے سلام کا جواب دیا وہ بیٹھ گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے بیس نیکیاں ملیں گی' پھر ایک اور شخص آیا' اُس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' نبی اکرم ﷺ نے اُسے سلام کا جواب دیا' وہ بیٹھ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے تیس نیکیاں ملیں گی۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سلام کے کلمات میں رحمت اور برکت کا اضافہ کرنا اجر وثواب کے اعتبار سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

سلام کرنے اور اُس کے جواب دینے کی یہی فضیلت ہے جسے حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بازار تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور وہ ہر خاص وعام کو سلام کیا کرتے تھے۔ جس کا تذکرہ اگلی حدیث میں موجود ہے۔



912- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ اَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهٗ كَانَ يَاْتِىْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْامَعَهٗ اِلَى السُّوْقِ قَالَ وَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلٰى سَقَّاطٍ وَلَاصَاحِبِ بَيْعٍ وَّلَا مِسْكِيْنٍ وَلَا اَحَدٍ اِلَّاسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ قَالَ الطُّفَيْلُ ابْنُ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَجِئْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِىْ اِلَى السُّوْقِ قَالَ فَقُلْتُ مَاتَصْنَعُ فِى السُّوْقِ وَلَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَاتَسْئَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَاتُسَاوِمُ بِهَاوَلَا تَجْلِسُ فِىْ مَجْلِسِ السُّوْقِ اِجْلِسْ بِنَاهٰهُنَا نَتَحَدَّثُ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنَ عُمَرَيَا اَبَابَطْنٍ وَّكَانَ الطُّفَيْلُ ذَابَطْنٍ اِنَّمَا نَغْدُوْلِاَجْلِ السَّلَامِ نُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَّقِيْنَا .

✧✧ طفیل بن ابی بن کعب بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بازار چلے گئے۔ راوی کہتے ہیں: جب ہم بازار پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس بھی ردّی فروخت کرنے والے' جس بھی سامان فروخت کرنے والے' جس بھی غریب آدمی کے پاس' جس بھی شخص کے پاس سے گزرے تو اسے سلام کیا۔

طفیل کہتے ہیں' کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار چلنے کے لیے کہا۔ طفیل کہتے ہیں' کہ میں نے کہا: آپ نے بازار میں کیا کرنا ہے؟ آپ کسی سوداگر کے پاس نہیں کھڑے ہوتے' کسی سامان کے بارے میں نہیں پوچھتے' کسی چیز کا بھاؤ تاؤ نہیں کرتے' بازار کی کسی محفل میں نہیں بیٹھتے' پھر آپ ہمارے ساتھ بیٹھئے ہم بات چیت کرتے ہیں' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے موٹے پیٹ والے! (راوی کہتے ہیں:) ابو طفیل کا پیٹ بڑا تھا' ہم اس لیے وہاں جاتے ہیں تاکہ جو بھی شخص ہمیں ملے ہم اُسے سلام کیا کریں۔

913- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْيَهُوْدَ اِذَاسَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَحَدُهُمْ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُوْلُوْاعَلَيْكَ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب یہودی تمہیں سلام کرتے ہوئے "السام علیکم" کہے تو تم بھی "علیک" کہہ دیا کرو۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں روایت میں استعمال ہونے والے لفظ "السام" سے مراد موت ہے' یہودی سلام کرتے ہوئے سلام کہنے کی بجائے "السام" کہہ دیا کرتے تھے یعنی تمہیں موت آئے' تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں یہ ہدایت کی کہ تم لوگ ان کے جواب میں "علیک" کہہ دیا کرو یعنی تمہیں بھی آئے۔

914- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِوبْنِ عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ يَمَانِيٌّ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ثُمَّ زَادَشَيْئًا مَعَ ذٰلِكَ اَيْضًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ هٰذَا وَهُوَ يَوْمَئِذٍ قَدْذَهَبَ بَصَرُهٗ قَالُوْا هٰذَاالْيَمَانِيُّ الَّذِيْ يَغْشَاكَ فَعَرَّفُوْهُ اِيَّاهُ حَتّٰى عَرَفَهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ السَّلَامَ اِنْتَهٰى اِلَى الْبَرَكَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَاقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَلْيَكْفُفْ فَاِنَّ اِتِّبَاعَ السُّنَّةِ اَفْضَلُ .

✧✧ محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک یمنی شخص ان کے پاس آیا اور بولا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ان الفاظ کے ساتھ اس نے کچھ اور الفاظ بھی استعمال کیے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: یہ کون شخص ہے؟ یہ ان دنوں کی بات ہے' جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بینائی رخصت ہو چکی تھی' لوگوں نے کہا: یہ فلاں یمنی شخص ہے' جو آپ کے ہاں آیا کرتا تھا' انہوں نے اس کا تعارف کروایا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کو پہچان گئے' پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سلام کے الفاظ صرف برکت تک ہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جب کوئی شخص السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے' تو اُسے اس پر بھی اکتفاء کرنا چاہیے کیونکہ سنت کی پیروی کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہ سنت کی پیروی کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' ان کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ خلاف سنت کام کو زیادہ کرنا سنت کے مطابق تھوڑے کام سے بہتر شمار نہیں ہو گا۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ برکاتہ کے بعد کے الفاظ استعمال کرنا سنت کے خلاف ہے۔ اور ایسا مطلق ہے' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور اس کی تائید اُس روایت سے بھی ہو جاتی ہے' جو یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کے حوالے سے منقول ہے' مؤطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید کے حوالے سے منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سلام کرتے ہوئے کہا: آپ پر سلامتی ہو! اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں اور صبح وشام کی نعمتیں حاصل ہوں! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: تمہیں بھی یہ سب کچھ ہزاروں مرتبہ حاصل ہو لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کو ناپسند کیا۔

اس موضوع پر مزید کچھ بحث کرنے کے بعد فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے کچھ جانوروں کو چرانے کے لیے لے جارہا تھا' اس نے کہا: ''السلام علیک یارسول اللہ''! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تم پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں! اور اس کی مغفرت اور رضامندی تمہیں نصیب ہو! عرض کی گئی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا ایسا جواب دیا ہے' جو آپ نے اپنے کسی بھی صحابی کو کبھی نہیں دیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے ایسا اس لیے کیا ہے' کیونکہ وہ شخص دس سے زیادہ آدمیوں کا اجر وثواب لے کر جارہا تھا''۔

تاہم اولیٰ یہ ہوگا کہ کبھی کبھار برکاتہ کے بعد کے الفاظ استعمال کرنے کو بھی جائز قرار دیا جائے اور اکثر صرف برکاتہ پر اکتفاء کیا جائے۔



بَابُ الدُّعَآءُ

باب 31: دعا کا بیان

915-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ دِیْنَارٍ وَقَالَ رَاٰنِیْ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَدْعُوْ فَاُشِیْرُ بِاَصْبَعَیَّ اِصْبَعٍ مِّنْ كُلِّ یَدٍ فَنَهَانِیْ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ نَاْخُذُ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّشِیْرَ بِاِصْبَعٍ وَّاحِدَةٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی .

✧✧ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو میں دو انگلیوں کے اشارے سے دعا مانگ رہا تھا' دونوں ہاتھ کی ایک' ایک انگلی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کردیا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' آدمی کو چاہیے کہ ایک ہی انگلی کے ذریعے اشارہ کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔



شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں تشہد میں اشارہ کرنا مقصود ہے' جبکہ تشہد میں تو مستحب یہ ہے کہ صرف اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے اشارہ کیا جائے۔ اور اس کی تائید

اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ابن ابی شیبہ نے بشر بن حرب سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نماز کے دوران تم لوگوں کا ہاتھ اُٹھانا بدعت ہے اللہ کی قسم! اللہ کے رسول نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا' یعنی صرف ایک انگلی سے اشارہ کیا تھا' اس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص اپنی انگلیوں کے ذریعے دعا مانگا کرتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انگلی کے ذریعے کرو (ایک انگلی کے ذریعے کرو) یعنی ایک انگلی کے ذریعے اشارہ کرو۔

اس روایت کو امام ترمذی' امام نسائی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

اگر یہ مفہوم لے لیا جائے' تو اس روایت کو اس باب میں نقل کرنا مناسب نہیں تھا' اور یہاں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ دعا کرنے سے مراد حقیقی معنی کے اعتبار سے یہ دعا کرنا ہو۔

916- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيُرْفَعُ بِدُعَاءِ وَلَدِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ وَقَالَ بِيَدِهٖ فَرَفَعَهَا اِلَى السَّمَآءِ

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' آدمی (کے انتقال) کے بعد اس کی اولاد کی دعا کی وجہ سے آدمی کے درجات بلند ہوتے ہیں' انہوں نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ کے ذریعے اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔

شرح: یحییٰ بن سعید کے یہ الفاظ کہ آدمی کی اولاد کے اس کے لیے دعا کرنے سے آدمی کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اس کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الوصیۃ'' باب انسان کے مرنے کے بعد جو ثواب اسے لاحق ہوتا ہے' حدیث ۳۱۶۹ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے' تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے' صرف تین اعمال ایسے ہیں (جس کا ثواب اُسے بعد میں بھی ملتا رہتا ہے) ایک صدقۂ جاریہ' دوسرا ایسا علم جس کے ذریعے نفع حاصل کیا جا سکے اور تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

اس روایت کو امام ابوداؤد' امام ابن ماجہ' امام ترمذی' امام دارمی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔

بَابُ الرَّجُلُ يَهْجُرُ اَخَاهُ

باب 32: جو شخص اپنے بھائی سے لاتعلقی اختیار کرے

917- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِىِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَ يُعْرِضُ

هٰذا وَخَیْرُهُمُ الَّذِیْ یَبْدَءُ بِالسَّلَامِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَایَنْبَغِیْ الْهِجْرَةُ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ .

✦✦ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: کسی بھی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرے۔ اس طرح کہ جب وہ ملے یہ اِدھر منہ کرلے اور وہ اُدھر منہ کرلے اور اُن میں سے بہتر شخص وہ ہوگا' جو سلام میں پہل کرے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' مسلمانوں کو آپس میں لاتعلقی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تحریر کی ہے کہ علماء نے اس حدیث کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرنا حرام ہے' البتہ تین دن تک لاتعلقی اختیار کرنا جائز ہے۔

پہلا مسئلہ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے' جبکہ دوسرا مفہوم مخالف سے ثابت ہے۔

علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ تین دن کی لاتعلقی کو اس لیے معاف قرار دیا گیا ہے' کیونکہ انسان غصے کے عالم میں خود پر قابو نہیں رکھ پاتا' اسی طرح بدخلقی کا مظاہرہ کرنے پر بھی اُتر آتا ہے' تو تین دن کی لاتعلقی کو معاف قرار دیا گیا ہے' تاکہ وارد ہونے والی یہ چیز ختم ہو جائے۔

ایک قول کے مطابق یہ حدیث تین دن کی لاتعلقی مباح ہونے کو ثابت نہیں کرتی ہے' لیکن یہ مؤقف ان حضرات کے نزدیک ہے' جو مفہوم مخالف کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کرتے تھے۔

اس لاتعلقی کو سلام کرنے کے ذریعے ختم کیا جائے گا اور پھر اس کا گناہ اُٹھ جائے اور وہ اسے زائل کر دے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر وہ شخص دوسرے فریق کو تکلیف دیتا رہے' تو محض سلام کرنے سے لاتعلقی ختم نہیں ہوگی۔

ہمارے اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر وہ دوسرے شخص کو خط لکھ دے یا کسی قاصد کو اس کے پاس بھیج دے جبکہ وہ خود دوسرے شخص کے پاس موجود نہ ہو' کیا اس صورت میں لاتعلقی ختم شمار ہوگی' اس میں دو صورتیں پائی جاتی ہیں' ایک صورت یہ ہے کہ یہ ختم شمار نہیں ہوگی' کیونکہ اس نے دوسرے فریق کے ساتھ خود کلام نہیں کیا ہے' تاہم صحیح قول یہ ہے کہ وہ لاتعلقی ختم شمار ہوگی' کیونکہ ان کے درمیان آپس کی ناراضگی ختم ہو جائے گی' باقی اللہ بہتر جانتا ہے!

بَابُ الْخُصُوْمَةُ فِي الدِّيْنِ وَالرَّجُلُ يَشْهَدُ عَلَى الرَّجُلِ بِالْكُفْرِ

باب 33: دینی معاملے میں جھگڑنے کا بیان اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں کفر کی گواہی دے (یعنی اُسے کافر قرار دے)

918-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَبْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ مَنْ جَعَلَ دِيْنَهٗ غَرَضًا لِّلْخُصُوْمَاتِ اَكْثَرَا لتَّنَقُّلَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِي الْخُصُوْمَاتُ فِي الدِّيْنِ .

✦✦ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنے دین کو جھگڑوں میں پیش کرتا ہے وہ جگہ بدلتا رہتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں دینی معاملات میں جھگڑا اور اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں خصومات سے مراد مذہبی بحثیں ہیں اس سے مراد وہ مذہبی مباحث ہیں جو صرف اختلاف برائے اختلاف کی بنیاد پر کی جاتی ہیں ورنہ کسی بے دین شخص کی اصلاح کے لیے اس کے ساتھ بحث کرنا مستحب ہے۔

919-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَآءَ بِهَا اَحَدُهُمَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ اَنْ يَّشْهَدَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ بِذَنْبٍ اَذْنَبَهٗ بِكُفْرٍ وَّاِنْ عَظُمَ جُرْمُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف لوٹ آتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں میں سے کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر قرار دے اگرچہ اس کا جرم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ اَكْلِ الثُّوْمِ

باب 34: لہسن کھانا مکروہ ہے

920-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا شِهَابٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ

مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ وَفِيْ رِوَايَةِ الْخَبِيْثَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا يُؤْذِيْنَا بِرِيْحِ الثُّوْمِ

قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِرِيْحِهٖ فَاِذَا اَمَتَّهٗ طَبْخًا فَلَا بَاْسَ بِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى

✦ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اس درخت میں سے کھائے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اس خبیث درخت میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ وہ لہسن کی بو کے ذریعے ہمیں تکلیف دے گا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لہسن کی بو کی وجہ سے اسے مکروہ قرار دیا گیا ہے لیکن جب پکانے کی وجہ سے اس کی بو ختم ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں صرف لہسن کھانے کا ذکر ہے لیکن علماء نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ ہر ایسی چیز کو استعمال کرنے کے بعد مسجد میں آنا مکروہ ہے جسے استعمال کرنے کے بعد منہ سے بو آتی ہے۔ بعض دیگر روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس چیز کی بو کے ذریعے انسان کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اس کے ذریعے فرشتوں کو بھی ایذاء پہنچتی ہے۔

اگر کوئی شخص ایسی کوئی چیز کھالیتا ہے اور پھر اس نے مسجد میں جانا ہو تو اُسے چاہیے کہ مسجد میں جانے سے پہلے اپنے منہ میں اچھی طرح کلی کر کے منہ کی بو کو زائل کر لے۔

بَابُ الرُّؤْيَا

باب 35: خوابوں (کے بارے میں روایت)

921-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا قَتَادَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الشَّيْءَ يَكْرَهُهٗ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اِذَا اسْتَيْقَظَ وَلْيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

✦ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جب کوئی شخص خواب میں ایسی چیز دیکھے جو اُسے ناپسند ہو تو وہ اپنے بائیں طرف تین دفعہ تھوک دے جب اس کی آنکھ کھلتی ہے اور پھر اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اگر اللہ نے چاہا تو وہ خواب اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

بَابُ جَامِعُ الْحَدِيْثِ

باب 36: ایک جامع حدیث

922-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ وَعَنْ صَوْمِ يَوْمَيْنِ فَاَمَّا الْبَيْعَتَانِ الْمُنَابَذَةُ وَالْمُلَامَسَةُ وَاَمَّا اللِّبْسَتَانِ فَاشْتِمَالُ الصَّمَّآءِ وَالْاِحْتِبَآءُ بِثَوْبٍ وَّاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهٖ وَاَمَّا الصَّلَاتَانِ فَالصَّلٰوةُ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَالصَّلٰوةُ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ وَاَمَّا الصِّيَامَانِ فَصِيَامُ يَوْمِ الضُّحٰى وَيَوْمِ الْفِطْرِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوطرح کے سودوں سے منع کیا ہے دوطرح کے لباس سے منع کیا ہے دوطرح کی نمازوں سے منع کیا ہے دودن روزے رکھنے سے منع کیا ہے جہاں تک دوطرح کے سودے کا تعلق ہے تو وہ منابذہ اور ملامسہ ہے جہاں تک دوطرح کے لباس کا تعلق ہے تو وہ اشتمال صماء اور احتباء کے طور پر ایک کپڑے کو لپیٹنا ہے جس میں شرم گاہ بے پردہ ہوتی ہے جہاں تک دونمازوں کا تعلق ہے تو ایک عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک (کوئی نفل نماز) ادا کرنا ہے اور دوسرا صبح صادق ہوجانے کے بعد سورج نکلنے تک (کوئی نفل نماز ادا کرنا ہے)۔

جہاں تک دوروزوں کا تعلق ہے تو ایک عیدالضحیٰ کا روزہ اور ایک عیدالفطر کے دن کا روزہ ان سب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوطرح کے لین دین سے منع کیا ہے۔

اس میں سے پہلی لین دین منابذہ ہے منابذہ کا لغوی معنی دوآدمیوں کا کسی چیز کو پرے کرنا ہے یہ زمانہ جاہلیت میں سودا کرنے کا ایک مخصوص طریقہ تھا جس میں ایک فریق دوسرے کی طرف کپڑا (یا کوئی چیز) پھینک دیتا تو اس کے ساتھ ہی سودا طے شمار ہوتا تھا خواہ دوسرا فریق اس سے راضی ہو یا نہ ہو۔

لفظ ملامسہ کا مطلب دوآدمیوں کا ایک دوسرے کے سامنے یا ایک دوسرے کے مقابلے میں کسی چیز کو چھونا ہے یہ بھی زمانہ جاہلیت کے لین دین کا ایک طریقہ تھا جس میں یہ ہوتا تھا کہ کوئی شخص دوسرے کے کپڑے کو جیسے ہی چھو لیتا تھا تو اس کے ساتھ ہی سودا طے شمار ہوتا تھا اگرچہ دوسرا فرد اس کے لیے راضی ہو یا نہ راضی ہو۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں قسم کے لین دین سے منع کر دیا' کیونکہ اس میں دوسرے فریق کی رضامندی شامل نہیں ہوتی ہے اور دوسرے فریق کے نقصان کا امکان موجود ہوتا ہے۔

یہاں دو طرح کے لباس سے منع کیا گیا ہے' ایک اشتمال صماء سے۔ اشتمال صماء سے مراد پورے جسم پر ایک ہی چادر کو لپیٹ لینا ہے' یہ پہلے زمانے میں عربوں کے ہاں لباس پہننے کا ایک مخصوص طریقہ تھا' اس طرح چادر لپیٹنے سے ایک تو انسان کے تمام اعضاء چادر کے اندر پھنس جاتے ہیں اور دوسرا یہ احتمال موجود ہوتا تھا کہ اگر انسان چادر کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرے تو بے پردہ ہو سکتا ہے۔ دوسری قسم کا لباس احتباء ہے کہ کوئی شخص سرین کے بل بیٹھ جائے' اپنے دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرے اور پھر اپنے جسم پر چادر لپیٹ لے' ایسی صورت میں اس بات کا احتمال موجود ہوتا تھا کہ انسان کی شرمگاہ بے پردہ ہو جائے' اس لیے نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں اقسام کے لباس کو پہننے سے منع کیا ہے۔

عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی بھی نفل نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ جبکہ صبح صادق ہونے کے بعد سورج نکلنے تک کوئی بھی نفل نماز ادا کرنا فقہاء کے نزدیک ممنوع ہے۔

جبکہ عید الضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنا بھی بالاتفاق ممنوع ہے۔

923- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُخْبِرٌ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ يُوْصِيْ رَجُلًا لَاتَعْتَرِضْ فِيْمَا لَا يَعْنِيْكَ وَاعْتَزِلْ عَدُوَّكَ وَاحْذَرْ خَلِيْلَكَ اِلَّا الْاَمِيْنَ وَلَا اَمِيْنَ اِلَّا مَنْ خَشِيَ اللّٰهَ وَلَاتَصْحَبْ فَاجِرًا كَيْ تَتَعَلَّمَ مِنْ فُجُوْرِهٖ وَلَا تُفْشِ اِلَيْهِ سِرَّكَ وَاسْتَشِرْ فِيْ اَمْرِكَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔

✧✧ مخبر نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو وصیت کرتے ہوئے یہ فرمایا: تم زبانی کاموں کے درپے نہ ہونا' اپنے دشمن سے بچے رہنا اور اپنے دوست سے بھی احتیاط کرنا' ماسوائے اس شخص کے جو امین ہو اور امین وہ شخص ہوتا ہے' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تم کسی گناہ گار کو دوست نہ بنانا کہ اس سے گناہ نہ سیکھ لو اور تم اپنا راز کسی دوسرے کو نہ بتانا اور اپنے معاملے کے بارے میں ان لوگوں سے مشورہ لینا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔

شرح: اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحتوں کا تذکرہ ہے' جو انہوں نے ایک شخص کو کی تھیں۔

اس میں پہلی نصیحت یہ ہے کہ انسان کو کسی بھی لایعنی کام کے کرنے میں مشغول نہیں ہونا چاہیے' اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''آدمی کے اسلام کی خوبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو ترک کر دیتا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

یہاں لایعنی کام سے مراد یہ ہے کہ اس کام کا نہ تو دینی اعتبار سے کوئی نفع ہو اور نہ دنیاوی اعتبار سے کوئی نفع ہو' اگرچہ وہ کام فی

نفسہ مباح ہو۔

ان کی دوسری نصیحت یہ تھی کہ تم اپنے دشمن سے الگ رہو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اگر اپنے دشمن کے پاس رہے گا' تو کسی بھی وقت اس بات کا احتمال موجود ہے کہ وہ دشمن اسے جسمانی یا مالی یا معاشی' معاشرتی حوالے سے نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتا ہے۔

ان کی اگلی نصیحت یہ ہے کہ تم اپنا دوست اُس شخص کو بناؤ جو امانت دار ہو اور امانت دار وہ شخص ہوتا ہے' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں ہوگا' وہ خیانت کا مرتکب ہوگا اور جو شخص خیانت کا مرتکب ہوتا ہو اس سے آپ کسی بھی ایسی زیادتی کی توقع کر سکتے ہیں' جو آپ کے لیے کافی زیادہ نقصان دہ ثابت ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اگلی نصیحت یہ ہے کہ کسی گنہگار شخص کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گنہگار شخص کے ساتھ رہے گا' تو اس بات کا احتمال اور امکان موجود ہے کہ انسان اُس سے گناہ کے طریقے سیکھنا شروع کر دے گا' اور آخر کار خود بھی گناہوں کا ارتکاب کرنا شروع کر دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اگلی نصیحت یہ ہے کہ تم کسی گنہگار کو اپنا راز نہ بتاؤ' اس پر عربوں کا یہ مقولہ ثابت آتا ہے۔

تمہارا راز اس وقت تک راز ہے' جب تک وہ تمہارا قیدی ہے' جب تم اسے کسی کو بتا دیتے ہو' تو پھر تم اُس کے قیدی بن جاتے ہو۔ اسی طرح بعض دانشوروں نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب تم اپنا راز کسی کو بتا دیتے ہو' تو تم نے خود اپنے راز کو افشاء کیا ہے' تو جو چیز تم خود راز نہیں رکھ سکے ہو' تو دوسروں سے کیسے توقع کرتے ہو کہ وہ اس کو راز میں رکھے گا؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی آخری نصیحت یہ ہے کہ تم اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو' جو اللہ سے ڈرتے ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہوں گے' وہ انسان کو تمام معاملات پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری اور پیروی کرنے کی تعلیم و ترغیب اور مشورہ دیں گے' لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہوں گے' اگر تم اپنے معاملے میں ان سے کوئی مشورہ لو گے تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں کسی گناہ یا خلافِ شرع کام کی ترغیب دیں اور اس کے نتیجے میں تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے راستے پر چل پڑو۔

924- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّاْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَمْشِىْ فِىْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَاَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ اَوْيَحْتَبِىَ فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهٖ .

قَالَ مُحَمَّدٌ يُكْرَهُ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّاْكُلَ بِشِمَالِهٖ وَاَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّآءَ وَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ اَنْ يَّشْتَمِلَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ فَيَشْتَمِلُ بِهٖ فَتَنْكَشِفُ عَوْرَتُهٗ مِنَ النَّاحِيَةِ الَّتِىْ تُرْفَعُ مِنْ ثَوْبِهٖ وَكَذٰلِكَ الْاِحْتِبَآءُ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ .

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ کے ذریعے کھائے یا ایک جوتا پہن کر چلے یا اشتمال صماء کے طور پر کپڑا اپنے یا احتباء کے طور پر ایک کپڑے کو یوں اوڑھے کہ اس

کی شرمگاہ بے پردہ ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھائے یا اشتمال صماء کے طور پر کپڑا پہنے۔

اشتمال صماء کا مطلب یہ ہے آدمی اس کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے' اسے اپنے اوپر رکھ کر اُسے ڈھانپ لے اور جب ایک طرف سے اس کا کپڑا اُٹھایا جائے' تو اس کی شرمگاہ بے پردہ ہو جائے۔

ایک کپڑے کو احتباء کے طور پر اوڑھنے کا بھی یہی حکم ہے۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں بائیں ہاتھ سے کھانے کو منع کیا گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانا شیطان کا مخصوص طریقہ ہے' اس میں کھانے کے ساتھ پینا بھی شامل ہوگا' بلکہ ہر نیک اور اچھا کام دائیں ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔

ایک جوتا پہن کر چلنے کو بھی علماء نے مکروہ قرار دیا ہے' علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ شیطان اس طرح چلتا ہے' لیکن اس کے ساتھ اگر جسمانی اعتبار سے بھی دیکھا جائے' تو اگر آدمی ایک جوتا پہن کر چلے گا' تو لازمی طور پر اس کے ایک پاؤں کے اوپر وزن زیادہ پڑے گا' یعنی وہ پاؤں جس میں جوتا نہیں پہنا ہوا ہے' اس لیے یہ چیز انسان کے لیے جسمانی اعتبار سے بھی مناسب نہیں ہے۔

بَابُ الزُّهْدِ وَالتَّوَاضُعِ

باب 37: زہد اور تواضع کا بیان

925- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِيْ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر یا پیدل ہی قباء تشریف لے جایا کرتے تھے۔

•••———•••———•••

حدیث 925: اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الجمعة' أبواب تقصير الصلاة - باب من أتى مسجد قباء كل سبت' حديث: 1150اخرجه مالك فی "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودى' كتاب قصر الصلاة فی السفر' باب العمل فی جامع الصلاة - حديث: 405اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب الحج' باب فضل مسجد قباء - حديث: 2559اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب الصلاة' باب المساجد - ذكر البيان بأن المصطفى صلى الله عليه وسلم لم يرد بهذا' حديث: 1639اخرجه النسائی فی "سننه"، كتاب المساجد' فضل مسجد قباء و الصلاة فيه - حديث: 695اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، كتاب الفضائل' فی مسجد قباء - حديث: 31886اخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 4990مسند أحمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما - حديث: 4706اخرجه الحميدی فی "سننه"، أحاديث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنه' حديث: 634

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: یہاں ترجمۃ الباب میں استعمال ہونے والے لفظ زہد سے مراد یہ ہے کہ انسان دنیا کی چیزوں کے حصول میں لالچ کو ترک کردے اور جو رزق اسے نصیب ہوتا ہے' اس پر قناعت کرے جبکہ تواضع' تکبر کی ضد ہے۔

حدیث میں اس بات کا مذکور ہونا کہ نبی اکرم ﷺ قبا تشریف لایا کرتے تھے' بعض اوقات سوار ہو کر تشریف لاتے تھے اور بعض اوقات پیدل ہی تشریف لے جایا کرتے تھے' تو یہ نبی اکرم ﷺ کی تواضع پر دلالت کرتا ہے' کیونکہ آپ ﷺ اس بات کی قدرت رکھتے تھے کہ ہر مرتبہ سوار ہو کر تشریف لے جائیں' لیکن بعض اوقات آپ ﷺ اس معمول کو ترک کر دیا کرتے تھے اور تواضع کے طور پر پیدل چل کر جانے کو اختیار کرتے تھے' اگرچہ مسافت بھی خاصی زیادہ تھی۔

اگرچہ حدیث میں اس بات کا تذکرہ نہیں ہے' لیکن بعض دیگر روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اکثر ہفتے کے دن قبا تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ بطور خاص مسجد قبا میں نوافل ادا کیا کرتے تھے' بلکہ بعض احادیث میں مسجد قبا میں نوافل ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے اجر و ثواب کا بھی تذکرہ مذکور ہے۔

926- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ قَالَ اَنَسٌ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ رَقَّعَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِرِقَاعٍ ثَلٰثٍ لَبَّدَ بَعْضَهَا وَقَالَ اَنَسٌ وَقَدْ رَاَيْتُ عُمَرَ يُطْرَحُ لَهٗ صَاعُ تَمْرٍ فَيَاْكُلُهٗ حَتّٰى يَاْكُلَ حَشَفَهٗ قَالَ اَنَسٌ وَقَدْ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَوْمًا وَخَرَجْتُ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَ حَائِطًا فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ وَبَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ جِدَارٌ وَهُوَ فِیْ جَوْفِ الْحَائِطِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بَخٍ بَخٍ وَاللّٰهِ يَابْنَ الْخَطَّابِ لَتَتَّقِيَنَّ اللّٰهَ اَوْ لَيُعَذِّبَنَّكَ قَالَ اَنَسٌ وَسَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ سَاَلَ عُمَرُ الرَّجُلَ كَيْفَ اَنْتَ قَالَ الرَّجُلُ اَحْمَدُ اللّٰهَ اِلَيْكَ قَالَ عُمَرُ هٰذِهٖ اَرَدْتُ مِنْكَ ۔

✧✧ اسحاق بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ چار حدیثیں سنائی ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا ''وہ اس وقت امیر المؤمنین تھے'' انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اور نیچے تین پیوند لگائے ہوئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے انہیں دیکھا کہ ان کے سامنے کھجوروں کا ایک صاع رکھا ہوا تھا تاکہ وہ اسے کھالیں' تو انہوں نے اس میں سے ردی یعنی عام قسم کی کھجوریں بھی کھالیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا' میں ان کے ساتھ روانہ ہوا تو وہ ایک باغ میں داخل ہو گئے' میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار موجود تھی' انہوں نے دیوار کے دوسری طرف سے کہا' یعنی دیوار کے دوسری طرف سے آواز آئی: خدا کی قسم! عمر بن خطاب امیر المؤمنین ہے' بہت اچھے! اللہ کی قسم! اے خطاب کے بیٹے! یا تم اللہ سے ڈرو گے یا پھر وہ

تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا' ایک شخص نے انہیں سلام کیا' تو انہوں نے اُس کے سلام کا جواب دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ وہ شخص بولا: میں آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔

*** ——— *** ——— ***

شرح: یہاں چار روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زہد اور تواضع کا ذکر کیا گیا' یعنی ایک بڑی سلطنت کے حکمران ہونے کے باوجود دنیاوی ناز ونعمت سے دور تھے اور بظاہر فقر وتنگ دستی کی زندگی گزارتے تھے' پیوند لگا ہوا لباس پہن لیتے تھے' سادہ کھانا کھایا کرتے تھے اور اس کے باوجود ان کی تواضع' عاجزی' انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب وہ تنہا ہوتے تھے' تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ کہتے تھے کہ تم اللہ سے ڈرو' ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ: تواضع اور انکساری کے طور پر تھے ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دیدی تھی۔

927- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَبْعَثُ اِلَيْنَا بِاَحِظَّائِنَا مِنَ الْاَكَارِعِ وَالرُّءُ وْسِ .

✧✧ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں' کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات) کے حصے کے سری پائے ہمیں بھیج دیا کرتے تھے۔

*** ——— *** ——— ***

شرح: یہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی جانور ذبح کیا کرتے تھے' تو اس میں سے کچھ حصہ یعنی سری پائے ہمیں بھی بھیج دیا کرتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہونے کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواجِ مطہرات کے ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح کے تحائف بھیجا کرتے تھے' بعض دیگر روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے لیے بڑے اہتمام کے ساتھ تحائف اور ہدایا بھجوایا کرتے تھے۔

928- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُرِيْدُ الشَّامَ حَتّٰى اِذَا دَنَا مِنَ الشَّامِ اَنَاخَ عُمَرُ وَذَهَبَ لِحَاجَتِهٖ قَالَ اَسْلَمُ فَطَرَحْتُ فَرْوَتِيْ بَيْنَ شِقَّيْ رَحْلِيْ فَلَمَّا فَرَغَ عُمَرُ عَمَدَ اِلٰى بَعِيْرِيْ فَرَكِبَهٗ عَلَى الْفَرْوِ وَرَكِبَ اَسْلَمُ بَعِيْرَهٗ فَخَرَجَا يَسِيْرَانِ حَتّٰى لَقِيَهُمَا اَهْلُ الْاَرْضِ يَتَلَقَّوْنَ عُمَرَ قَالَ اَسْلَمُ فَلَمَّا دَنَوْا مِنَّا اَشَرْتُ لَهُمْ اِلٰى عُمَرَ فَجَعَلُوْا

يَتَحَدَّثُوْنَ بَيْنَهُمْ قَالَ عُمَرُ تَطْمَحُ اَبْصَارُهُمْ اِلٰى مَرَاكِبَ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُمْ يُرِيْدُ مَرَاكِبَ الْعَجَمِ ۔

✧✧ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا وہ شام جا رہے تھے' جب ہم شام کے قریب پہنچے تو انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ اسلم کہتے ہیں' کہ میں نے اپنے کوٹ کو پالان کے ایک پہلو میں رکھ دیا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہو کر آئے' تو میرے اونٹ کی طرف بڑھے اور میرے کوٹ پر بیٹھ گئے۔ اسلم' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار ہو گیا' یہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ سفر کرتے رہے وہاں کے لوگ ان دونوں حضرات سے ملے' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنا تھی۔ اسلم کہتے ہیں' کہ جب وہ لوگ ہمارے قریب ہوئے' تو میں نے انہیں اشارہ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ ہیں' تو وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے (وہ اتنے سادہ آدمی ہیں)' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ ایسے سواروں کا انتظار کر رہے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' حضرت عمر کی مراد عجمی حکمران تھے (کیونکہ وہ ظاہری شان وشوکت کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے)۔

•••———•••———•••

شرح: فلسطین انبیاء ومرسلین کی سرزمین ہے' یہاں بیت المقدس واقع ہے' جس کی طرف رخ کر کے مسلمان نماز ادا کرتے رہے ہیں اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء کا قبلہ تھا' پھر جب خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا گیا تو مسلمانوں نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دی' لیکن اس کے باوجود بیت المقدس کو اسلام کی نظر میں انتہائی اہمیت حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتوحات کا سلسلہ پھیلا تو بہت جلد مسلمان یروشلم کے دروازے پر دستک دینے پہنچ گئے۔

مسلمانوں نے کافی دن تک یروشلم کا محاصرہ کیے رکھا اور آخر کار وہاں کے حکمران نے یہ شرط پیش کی کہ اگر خلیفہ خود آ کر ہمارے ساتھ صلح کا معاہدہ کریں گے تو ہم ہتھیار ڈالنے پر تیار ہیں' مسلمان لشکر کے امیر نے خلیفہ کو خط لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا' تو اکثر حضرات کی رائے یہ تھی کہ امیر المؤمنین کو کفار کی یہ شرط ماننے کے لیے اتنا طویل سفر نہیں کرنا چاہیے' لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ مختلف تھا' ان کا کہنا تھا کہ یروشلم کو فتح کرنا ایک تاریخی اعزاز ہے' اس لیے خلیفہ کو خود وہاں موجود ہونا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے اور اس سفر میں آپ رضی اللہ عنہ کا طریقۂ مبارک یہ تھا کہ آپ کے ساتھ صرف ایک شخص ہمراہی کے طور پر ساتھ گیا تھا اور وہ آپ کا خادم اسلم تھا۔ یہی اسلم بیان کرتے ہیں: جب ہم اس سرزمین پر پہنچے تو لوگوں نے مجھے خلیفہ سمجھنا شروع کر دیا تو میں نے انہیں اشارے کے ذریعے بتایا: خلیفہ یہ ہیں' تو وہ اس بات پر آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے' یعنی مسلمانوں کا خلیفہ جو اتنی بڑی سلطنت کا حکمران ہے' وہ اتنا سادہ اور اتنا عاجز ہے' تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تبصرہ کیا' اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم لوگ عجمی حکمرانوں کی طرح ظاہری شان وشوکت کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

929-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَاْكُلُ خُبْزًا مَفْتُوْتًا بِسَمْنٍ فَدَعَا رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ فَجَعَلَ يَاْكُلُ وَيَتَّبِعُ بِاللُّقْمَةِ وَضَرَ الصَّحْفَةِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ كَاَنَّكَ مُقْفِرٌ قَالَ وَاللّٰهِ مَارَاَيْتُ سَمْنًا وَلَارَاَيْتُ اٰكِلًا بِهٖ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عُمَرُ لَا اٰكُلُ السَّمْنَ حَتّٰى يَحْيَى النَّاسُ مِنْ اَوَّلِ مَا اَحْيُوْا ۔

✦✦ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روٹی کو گھی میں کوٹ کر کھا رہے تھے' آپ نے ایک دیہاتی کو بھی کھانے کی دعوت دی' وہ لقمے کے ساتھ پیالے کا میل بھی کھانے لگا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا: کیا تم بھوکے ہو؟ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں نے اتنے عرصے سے نہ کبھی گھی دیکھا ہے نہ گھی کو کھانے والے کو دیکھا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت تک گھی نہیں کھاؤں گا' جب تک لوگ پہلے کی طرح آسودہ حال نہیں ہو جاتے۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بڑی سلطنت کے حکمران ہونے کے باوجود دنیا کی نعمتوں اور آرائش وزیبائش سے دور رہتے تھے' یہاں تک کہ جب انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ قحط سالی کے دوران اس نے ایک طویل عرصے سے گھی نہیں کھایا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر بہت افسوس ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ تاریخی قول ارشاد فرمایا:

''میں خود اس وقت تک گھی نہیں کھاؤں گا' جب تک قحط سالی کے اثرات ختم نہیں ہو جاتے اور لوگ پہلے کی طرح خوشحال نہیں ہو جاتے''۔

بَابُ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ

باب 38: اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنا

930-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ وَاللّٰهِ اِنِّي لَقَلِيْلُ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنِّي لَاُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اِنَّكَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

✦✦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے عرض کی: تیاری تو کوئی خاص نہیں کی' اللہ کی قسم! میں نے تو بہت تھوڑے روزے رکھے ہیں اور بہت تھوڑی نمازیں پڑھی ہیں' لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہو گے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت نقل کی ہے' اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المناقب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ذکر کیا ہے' جس کے آخر میں یہ الفاظ زائد ہیں:

(اس حدیث کو بیان کر لینے کے بعد) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس بات سے جتنی خوشی ہوئی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ "تم جس سے محبت کرتے ہو تم اُس کے ساتھ ہو گے" اتنی خوشی کبھی کسی بات پر نہیں ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے یہ امید ہے کہ میں ان حضرات کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا' اگرچہ میرے اعمال ان حضرات کے اعمال جیسے نہیں ہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الجماعۃ والامامۃ" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"قیامت کے دن سات افراد اللہ تعالیٰ کے خاص سایۂ رحمت میں ہوں گے' ان میں سے دو وہ افراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں' اس وجہ سے ملتے ہوں اور اسی وجہ سے جدا ہوتے ہوں"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں ہمیشہ اس محبت پر برقرار رہیں۔

بَابُ فَضْلُ الْمَعْرُوْفِ وَالصَّدَقَةِ

باب 39: نیکی اور صدقہ کرنے کی فضیلت

931 - اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمِسْكِیْنُ بِالطَّوَّافِ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ قَالُوْا فَمَا الْمِسْكِیْنُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ مَاعِنْدَهُ مَایُغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ لَهٗ فَیُتَصَدَّقُ عَلَیْهِ وَلَایَقُوْمُ فَیَسْاَلُ النَّاسَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا اَحَقُّ بِالْعَطِیَّةِ وَاَیُّهُمَا اَعْطَیْتَهُ زَكٰوتَكَ اَجْزَاكَ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: غریب وہ شخص نہیں ہوتا جو لوگوں کے گرد چکر لگاتا پھرے اور ایک یا دو لقمے لے کر واپس چلا جاتا ہے اور ایک یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! پھر غریب کون ہوتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حقیقی مسکین) وہ شخص ہوتا ہے' جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے کوئی چیز نہ لے اور اس کے بارے میں یہ پتا بھی نہ چل سکے (کہ وہ مجبور اور ضرورت مند ہے) کہ اس کو صدقہ ہی کر دیا جائے اور وہ خود کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگے بھی نہیں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عطیہ دینے کا سب سے زیادہ حق دار یہی شخص ہے' البتہ ان دونوں میں سے جس کو بھی اپنی زکوٰۃ ادا کر دیں گے' وہ جائز ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

...——...——...

شرح: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ جو شخص فقر و فاقہ کا شکار ہو جائے' اُسے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے فقر و فاقہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے اور لوگوں سے مانگنا نہ شروع کر دے۔

اس کے ساتھ حدیث میں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ آدمی کو اپنے آس پاس کا جائزہ لینا چاہیے اور ایسے شخص کے بارے میں خاص طور پر محتاط رہنا چاہیے کہ جو بظاہر فقر و فاقہ کا شکار نظر نہیں آتا ہے' لیکن حقیقی اعتبار سے ضرورت مند ہوتا ہے' عام مانگنے والے کے مقابلے میں ایسے حقیقی ضرورت مند کی مدد کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

932-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُبْنُ اَسْلَمَ عَنْ مُعَاذِبْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ جَدَّتِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَانِسَآءَ الْمُؤْمِنٰتِ لَاتَحْقِرَنَّ اَحَدُكُنَّ لِجَارَتِهَا وَلَوْكُرَاعُ شَاةٍ مُحْرَقٌ .

✧✧ معاذ بن سعد نامی راوی اپنی دادی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: اے مسلمان خواتین! تم اپنی پڑوسن کی طرف سے آنے والی کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھنا خواہ وہ بکری کا جلا ہوا پایا ہی کیوں نہ ہو۔

...——...——...

شرح: احادیث کے محاورے میں عام تحفے' ہدیے اور ہر قسم کی اچھائی اور نیکی کو بھی صدقہ کہہ دیا جاتا ہے' اس حدیث کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی تحفہ دیتا ہے اور وہ تحفہ آپ کو اپنے شایان شان محسوس نہیں ہوتا' یا وہ کوئی کم قیمت یا بے حیثیت تحفہ ہے' تو بھی اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے' اس میں بظاہر خطاب صرف خواتین کو ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ خواتین عام طور پر کم حیثیت کے تحفے کو کسی گنتی میں شمار نہیں کرتی ہیں' ورنہ حدیث کا عمومی حکم مرد و خواتین سب کے لیے ہے۔

933-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنِ ابْنِ بُجَيْدِ الْاَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْحَارِثِيِّ عَنْ جَدَّتِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُدُّوا الْمِسْكِيْنَ وَلَوْبِظِلْفٍ مُحْرَقٍ

✧✧ ابوبجید انصاری اپنی دادی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ غریب شخص کو کچھ دے کر لوٹاؤ خواہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

...——...——...

شرح: اس حدیث کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس کوئی مانگنے والا آئے' تو اُسے چاہیے کہ اُس مانگنے والے کی حتی المقدور مدد کرے۔

اس مضمون کی تائید اُس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے' جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزکوۃ میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ

کے حوالے سے نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''ہر شخص کو جہاں تک ہو سکے' جہنم سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے بچے (یعنی آدمی کھجور کے ذریعے بچے)' اگر یہ بھی نہیں ملتا تو اچھی بات کے ذریعے بچ جائے''۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر انسان کے پاس صرف اتنی استطاعت ہے کہ وہ نصف کھجور صدقہ کر سکتا ہے' تو وہ اسے بھی کم تر اور حقیر نہ سمجھے' بلکہ اُسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دے' اس کی بھی گنجائش نہ ہو' تو کوئی اچھی بات کرلے یا کسی کو کوئی اچھی بات بتا دے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب بھی اسے عطاء کرے گا۔

934-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سُمَيٌّ عَنْ اَبِیْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِیْ بِطَرِيْقٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِیْ بَلَغَ بِیْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَكَ الْخُفَّ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِیَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ لَنَا فِی الْبَهَائِمِ لَاَجْرًا قَالَ فِیْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ .

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک شخص ایک مرتبہ کسی جگہ جا رہا تھا' اُسے راستے میں پیاس محسوس ہوئی' اُسے ایک کنواں نظر آیا' اور اُس نے اس میں سے پانی پی لیا' جب وہ باہر نکلا تو وہاں ایک کتا پیاس کی وجہ سے زمین چاٹ رہا تھا اور ہانپ رہا تھا' اس شخص نے سوچا کہ اس کتے کو بھی اُسی طرح کی پیاس محسوس ہو رہی ہے' جس طرح مجھے محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کنویں میں اُترا' اُس نے اپنے موزے میں پانی بھرا' پھر اپنے منہ کے ذریعے اس موزے کو پکڑا اور اوپر چڑھ کر کتے کو پانی پلایا' اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا بھی اجر ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر جاندار کے ساتھ (حسنِ سلوک کی وجہ سے) اجر ملتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کا بنیادی مضمون یہ ہے کہ انسان مخلوق میں سے جس کے ساتھ جو بھی اچھائی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا اجر و ثواب انسان کو عطاء کرے گا۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا بیان موجود ہے کہ وہ جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر بھی انسان کی مغفرت کر سکتا ہے' یہ روایت ان لوگوں کے لیے بطور خاص قابل غور ہے۔ جو یہ کہتے ہیں' کہ اگر کوئی شخص فرض کا تارک ہو' تو اس کے مستحبات سرے سے کوئی فائدہ ہی نہیں دیتے ہیں۔

یہاں صدقہ و خیرات کے بارے میں بعض ذیلی مباحث بھی پائی جاتی ہیں۔

سب سے پہلی بحث یہ ہے کہ سب سے زیادہ فضیلت کون سی چیز صدقہ کرنے میں ہے' اس بارے میں قرآن مجید میں سورۃ

آل عمران میں آیت ۹۲ میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے:
''تم لوگ حقیقی نیکی تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اُس چیز کو خرچ نہیں کر دیتے جو تم پسند کرتے ہو''۔
اس حوالے سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صدقہ لینے کا زیادہ حقدار کون ہے؟
اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان کو قریبی رشتے دار کو صدقہ دینا چاہیے' کیونکہ اس صورت میں دو چیزیں اکٹھی ہو جاتی ہیں' ایک انسان کو صدقہ وخیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے اور دوسرا صلہ رحمی کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
یہاں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس سے مراد ہدیہ اور تحفہ بھی ہے' صرف زکوۃ یا صدقہ مراد نہیں ہے۔

بَابُ حَقِّ الْجَارِ

باب 40: پڑوسی کا حق

935-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْبَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ اَنَّ عَمْرَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِىْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ لَيُوَرِّثُنَّهُ

✦✦ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جبریل مجھے مسلسل پڑوسی کے بارے میں تلقین کرتے رہے' یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ (یعنی حضرت جبریل) اُسے وارث قرار نہ دیدیں۔

شرح: اس حدیث کا بنیادی موضوع معاشرتی اخلاقیات کی تعلیم ہے' انسانی معاشرہ انسانوں کی اجتماعی زندگی سے تشکیل پاتا ہے اور انسان کی اجتماعی زندگی میں اس کے اپنے گھر کے باہر سب سے زیادہ قریبی تعلق پڑوس کا ہوتا ہے' کیونکہ انسان نے خود بھی اپنے گھر میں رہنا ہے اور اس کے پڑوسی نے بھی ساتھ والے گھر میں رہنا ہے' تو اگر پڑوسی بُرے اخلاق کا مالک ہے' یا ظلم اور زیادتی کرتا ہے' تو فاسق وفاجر ہے' تو اس کا سب سے زیادہ اثر انسان کے اپنے گھر پر پڑتا ہے۔

اِكْتِتَابُ الْعِلْمِ

باب 41: علم کو تحریری طور پر محفوظ کرنا

936-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ كَتَبَ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنِ انْظُرْمَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْسُنَّتِهٖ اَوْحَدِيْثِ عُمَرَ اَوْنَحْوِهٰذَا فَاكْتُبْهُ لِىْ فَاِنِّىْ

قَدْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذِهَابَ الْعُلَمَاءِ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَلَا نَرٰی بِكِتَابَةِ الْعِلْمِ بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی .

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن عمرو بن حزم کو خط میں لکھا تھا: تم اس بات کی تحقیق کرو کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث اور آپ کی سنت (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوئی روایت یا اسی طرح کی کوئی بھی چیز ملے تو تم اسے نوٹ کرلو کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ علم کے درس ختم ہو جائیں گے اور علماء رخصت ہو جائیں گے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں ہمارے نزدیک علمی بات کو تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانے میں الفاظ علوم احادیث احکام وغیرہ کو تحریر کرنے کا رواج نہیں تھا' یہ لوگ اپنی یادداشت کے سہارے احادیث بیان کر دیا کرتے تھے اور سننے والے اپنی یادداشت میں اُسے محفوظ کرلیا کرتے تھے۔

بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ جب قرآن نازل ہوا اور قرآن کی کتابت کا آغاز ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے ابتداء میں قرآن کے علاوہ کسی بھی چیز کو تحریری طور پر نوٹ کر کے محفوظ کرنے سے منع کیا۔

اس بنیاد پر بعض حضرات اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ شاید قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کو تحریری طور پر محفوظ کرنا درست نہیں ہے۔

ان حضرات کے اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے امام محمد رحمہ اللہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ ہمارے نزدیک کسی بھی علمی بات کو تحریری طور پر نوٹ کر کے محفوظ کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے یہاں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایت نقل کی ہے' اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں تعلیق کے طور پر بھی نقل کیا ہے۔

بَابُ الْخِضَابِ

باب 42: خضاب کا حکم

937-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ كَانَ جَلِيْسًا لَنَا وَكَانَ اَبْيَضَ اللِّحْيَةِ وَالرَّاْسِ فَغَدَا عَلَيْهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَقَدْ حَمَّرَهَا فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ هٰذَا اَحْسَنُ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلَیَّ الْبَارِحَةَ جَارِيَتَهَا نُخَيْلَةَ فَاَقْسَمَتْ عَلَیَّ لَاَصْبُغَنَّ فَاَخْبَرَتْنِیْ اَنَّ اَبَابَكْرٍ كَانَ يَصْبُغُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَانَرٰی بِالْخِضَابِ بِالْوَسْمَةِ وَالْحِنَّاءِ وَالصُّفْرَةِ بَاْسًاوَّاِنْ تَرَکَهٗ اَبْيَضَ فَلَابَاْسَ بِذٰلِکَ کُلُّ ذٰلِکَ حَسَنٌ ۔

عبدالرحمٰن بن اسود بیان کرتے ہیں: ایک شخص ہمارے ساتھ رہا کرتا تھا' اس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے ایک دن وہ جب صبح آیا' تو اس کی داڑھی وغیرہ کے بال سرخ تھے' لوگوں نے اُسے کہا: یہ اچھا ہے' تو وہ بولا: میری والدہ یعنی نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز نخیلہ کے ذریعے تاکید کے ساتھ پیغام بھیجا تھا کہ میں خضاب ضرور استعمال کروں۔

انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خضاب استعمال کیا کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک وسمہ' مہندی اور زرد رنگ کا خضاب استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اگر کوئی شخص بالوں کو سفید ہی رہنے دیتا ہے' تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' دونوں صورتیں ٹھیک ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: خضاب کا مطلب سفید بالوں کو رنگنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اس حوالے سے مختلف روایات موجود ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بات روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفید بالوں کو رنگا نہیں ہے' جبکہ حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے یہ روایات نقل کی ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے بالوں کو رنگا ہے۔

احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سفید بالوں والے شخص کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے بالوں کو خضاب لگا کر ان کا رنگ تبدیل کر لے اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ یہودیوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے بال سفید رہنے دیتے ہیں' تو تم لوگ ان کی مخالفت کرتے ہوئے انہیں رنگ لیا کرو۔

اس بات پر فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے' مہندی زرد رنگ یا سرخ رنگ کے ذریعے بالوں کی رنگت تبدیل کرنا جائز ہے' صرف سیاہ رنگ کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' بعض روایات کی بنیاد پر بعض فقہاء نے اس کو حرام قرار دیا ہے' جبکہ بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے اور اپنے مؤقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ حضرات سیاہ خضاب استعمال کیا کرتے تھے۔

بَابُ الْوَصِيُّ يَسْتَقْرِضُ مِنْ مَّالِ الْيَتِيْمِ

باب 43: وصی کا یتیم کے مال میں سے قرض کے طور پر کچھ لینا

938- اَخْبَرَنَا مَالِکٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ قَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ لِيْ يَتِيْمًا وَّلَهٗ اِبِلٌ فَاَشْرَبُ مِنْ لَّبَنِ اِبِلِهٖ قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنْ كُنْتَ تَبْغِيْ ضَالَّةَ اِبِلِهٖ وَتَهْنَأُ جَرْبَاهَا وَتُلِيْطُ حَوْضَهَا وَتَسْقِيْهَا يَوْمَ وِرْدِهَا فَاشْرَبْ غَيْرَ مُضِرٍّ بِنَسْلٍ وَّلَانَاهِكٍ فِي حَلْبٍ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ذَكَرَ وَلِیَّ الْیَتِیْمِ فَقَالَ اِنِ اسْتَغْنٰی اِسْتَعَفَّ وَاِنِ افْتَقَرَ اَكَلَ بِالْمَعْرُوْفِ قَرْضًا بَلَغَنَا عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ فَسَّرَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ قَالَ قَرْضًا ۔

✦✦ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور ان سے کہا: میرا زیر پرورش ایک یتیم ہے' جو کچھ اونٹوں کا مالک ہے' تو میں اس کے اونٹوں میں سے دودھ پی لیتا ہوں' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُس سے فرمایا: اگر اس کا اونٹ گم ہو جائے اور تم اس کو تلاش کرو' اس کی خارش کا علاج کرو' اس کے حوض کو درست کرو' دن کے وقت اُسے پانی پلاؤ' تو پھر تم اس کا دودھ پی لو' لیکن اس طرح کہ تم اس کے دودھ پیتے بچے کو نقصان نہ پہنچاؤ اور دودھ نہ دوہنے کی وجہ سے (اس جانور کا نقصان نہ ہو)

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یتیم کے سرپرست کے بارے میں کچھ ذکر کیا اور بتایا: اگر وہ خوش حال ہو' تو یتیم کا مال استعمال کرنے سے بچے' اگر وہ ضرورت مند ہو' تو وہ مناسب طریقے سے قرض کے طور پر اس میں سے حوالے سے کھالے۔

سعید بن جبیر کے بارے میں بھی یہ روایت ہم تک پہنچی ہے کہ انہوں نے یہ تفسیر بیان کی ہے: (ارشاد باری تعالیٰ ہے) تفصیل دی ہے: اور جو خوش حال ہو' تو اس سے بچے اور جو ضرورت مند ہو' وہ مناسب طریقے سے کھالے۔

سعید کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے قرض کے طور پر استعمال کرے۔

•••——•••——•••

شرح: ایک شخص جو مرنے والا ہے اُس کے چھوٹے بچے ہیں' اب وہ اپنے کسی دوست یا رشتے دار کو اپنا وصی بنا دیتا ہے' یعنی اُسے یہ وصیت کرتا ہے کہ میرے بعد تم نے میرے مال و اسباب کا خیال رکھنا ہے اور اس مال و اسباب کے ذریعے میری اولاد کی پرورش کا خرچ فراہم کرنا ہے' کیونکہ اُس کے نابالغ بچے تو مال میں تصرف نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لیے وصی اُس وقت تک اُس مرحوم کے مال کا نگران ہوتا ہے' جب تک مرحوم کے بچے بالغ نہیں ہو جاتے۔

بعض اوقات ایسی صورتِ حال پیش آتی ہے کہ جس شخص کو وصی بنایا جاتا ہے وہ خوشحال ہوتا ہے' ایسی صورت میں وہ اپنے مال و اسباب کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اور ساتھ ضمنی طور پر مرحوم کے مال و اسباب کا بھی خیال رکھتا ہے' لیکن اگر وصی غریب ہو' تو اُس کے لیے اپنی ضروریات کا خیال رکھنا زیادہ ضروری ہوتا ہے اور بعض اوقات اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اُسے قرض لینے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے' تو سوال یہ سامنے آتا ہے کہ کیا اُس کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ یتیم کے مال میں سے کچھ رقم قرض کے طور پر حاصل کر لے؟

ایسے وصی کے تصرف کرنے کے بارے میں حکم وہی ہے جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بیان کر دیا ہے' یعنی اگر وصی خوشحال ہے' تو وہ یتیم کے مال میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا' اگر وہ غریب ہے اور تنگدست ہے' تو وہ یتیم کے مال میں سے کھا پی لے گا' لیکن وہ

سب کچھ قرض کے طور پر شمار ہوگا اور جیسے ہی وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہوگا' اُس رقم کو واپس کر دے گا۔

حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن مسعود اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم اسی بات کے قائل ہیں۔

939- اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اَوْصِنِيْ اِلَى الْيَتِيْمِ فَقَالَ لَا تَشْتَرِيَنَّ مِنْ مَّالِهٖ شَيْئًا وَّلَا تَسْتَقْرِضْ مِنْ مَّالِهٖ شَيْئًا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَالْاِسْتِعْفَافُ عَنْ مَّالِهٖ عِنْدَنَا اَفْضَلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✦✦ صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: آپ مجھے یتیم کے بارے میں کچھ تلقین کیجئے' تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس کے مال میں سے کوئی چیز نہ خریدنا اور اس کے مال میں سے کچھ بھی قرض کے طور پر نہ لینا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یتیم کا مال قرض کے طور پر لینے سے بچنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ الرَّجُلُ يَنْظُرُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ

باب 44: کسی شخص کے دوسرے کی شرمگاہ کی طرف دیکھنے (کا حکم)

940- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا اَغْتَسِلُ وَيَتِيْمٌ كَانَ فِيْ حَجْرِ اَبِيْ يَصُبُّ اَحَدُنَا عَلٰى صَاحِبِهٖ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا عَامِرٌ وَّنَحْنُ كَذٰلِكَ فَقَالَ يَنْظُرُ بَعْضُكُمْ اِلٰى عَوْرَةِ بَعْضٍ وَاللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ لَاَحْسِبُكُمْ خَيْرًا مِّنَّا قُلْتُ قَوْمٌ وُّلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ لَمْ يُوْلَدُوْا فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْجَاهِلِيَّةِ وَاللّٰهِ لَاَظُنُّكُمُ الْخَلْفَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِيْ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى عَوْرَةِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةِ الْمُدَاوَاةِ وَنَحْوِهٖ .

✦✦ عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور ایک نوجوان لڑکا جو میرے والد کی زیر پرورش تھا' ہم اکٹھے نہا رہے تھے' ہم میں سے کوئی ایک اپنی ساتھی کے جسم پر پانی ڈال رہا تھا' اسی دوران عامر وہاں آگئے' ہم اسی حالت میں تھے' تو عامر بولے: کیا تم ایک دوسرے کی شرمگاہ کی طرف دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں تو تمہارے بارے میں اچھا گمان ہی رکھتا تھا' میں نے تو یہ سوچا تھا تم لوگ وہ ہو جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے ہو' تم لوگوں کو تو زمانہ جاہلیت نصیب ہی نہیں ہوا' اللہ کی قسم! اب میں تمہارے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھ سکتا۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کی شرمگاہ کی طرف دیکھے البتہ دوا یا علاج وغیرہ کے لیے ضرورت کے پیش نظر ایسا کیا جا سکتا ہے۔

شرح: حکم یہ ہے کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے' جبکہ عورت کے ستر میں اُس کے چہرے' اُس کے ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم شامل ہوگا۔

کوئی بھی مرد کسی دوسرے مرد یا عورت کے قابلِ ستر حصے کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔

محرم رشتے دار خواتین کے بارے میں حکم یہ ہے کہ گھر میں رہتے ہوئے عام کام کاج کے دوران جو حصے کھلے رہتے ہیں' جیسے سر چہرہ وغیرہ' وہ ستر میں شامل نہیں ہوں گے۔

مرد یا عورت کا اپنی شرمگاہ کی طرف دیکھنا بھی مکروہ ہے۔

بَابُ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

باب 45: پانی میں سانس لینا

941- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ بْنُ حَبِيْبٍ مَوْلٰى سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِي الْمُثَنَّى الْجُهَنِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَدَخَلَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ عَلٰى مَرْوَانَ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَا اَرْوٰى مِنْ نَّفَسٍ وَّاحِدٍ قَالَ فَاَبِنِ الْقَدَحَ عَنْ فِيْكَ ثُمَّ تَنَفَّسْ قَالَ فَاِنِّيْ اَرَى الْقَذَاةَ فِيْهِ قَالَ فَاَهْرِقْهَا .

✧✧ حضرت ابومثنیٰ جہنی بیان کرتے ہیں: میں مروان بن حکم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مروان کے پاس تشریف لے آئے' تو مروان نے ان سے دریافت کیا: آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروب کے اندر ہی سانس لینے سے منع کیا ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! ایک سانس کے ذریعے میں سیراب نہیں ہوتا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پیالے کو اپنے منہ سے الگ کر کے سانس لو۔ اس نے عرض کی: مجھے بعض اوقات پانی میں کوئی چیز نظر آ جاتی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے بہا دو!

شرح: پانی پیتے ہوئے برتن سے منہ الگ کر کے تین مرتبہ سانس لینا سنت ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

یہی روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے۔

فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایک ہی گھونٹ میں سارا پانی پی لینا بھی مباح ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو منع نہیں کیا تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے جو فرمایا ہے' اُس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ایک گھونٹ سے سیراب نہیں ہوتے تو پیالے کو اپنے منہ سے پرے کر دو' پھر دوسرا گھونٹ بھرو' اس طرح زیادہ اچھے طریقے سے سیراب

ہوجاؤ گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ ایک ہی گھونٹ میں پانی پینا منع ہے تاہم اگر اسے جائز بھی قرار دیا جائے تو بھی یہ کراہت کے منافی نہیں ہوگا۔

بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ مُّصَافَحَةِ النِّسَآءِ

باب 46: خواتین کے ساتھ مصافحہ کرنا حرام ہے

942- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ تُبَايِعُهُ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نُبَايِعُكَ عَلٰى اَنْ لَّانُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيْ وَلَا نَقْتُلَ اَوْلَادَنَا وَلَا نَاْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَّفْتَرِيْهِ بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَاَرْجُلِنَا وَلَانَعْصِيْكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ مِنَّا بِاَنْفُسِنَا هَلُمَّ نُبَايِعُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ وَاِنَّمَا قَوْلِيْ لِمِائَةِ امْرَاَةٍ كَقَوْلِيْ لِامْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْمِثْلُ قَوْلِيْ لِامْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ.

✧✧ سیّدہ اُمیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ خواتین کے ساتھ حاضر ہوئی تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم آپ کی بیعت کرتی ہیں اس بات پر کہ ہم کسی کو اللہ پر شریک نہیں ٹھہرائیں گی ہم چوری نہیں کریں گی زنا نہیں کریں گی اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اپنی طرف سے کسی پر جھوٹا الزام نہیں لگائیں گی اور بھلائی کے کسی بھی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک تم سے ہو سکے اور جتنی تم میں طاقت ہو۔ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے میں ہماری اپنی ذات سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں یارسول اللہ! آپ اپنا دستِ مبارک ہمارے آگے کریں تاکہ ہم بیعت کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا ایک سو خواتین کے ساتھ بھی اُسی طرح کلام کرتا ہوں جس طرح ایک خاتون کے ساتھ کرتا ہوں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جس طرح میں ایک عورت کے ساتھ کلام کرتا ہوں۔

شرح: اصول یہ ہے کہ اجنبی عورت کو چھونا منع ہے اور اسی اصول کے پیش نظر اجنبی عورت کے ساتھ مصافحہ کرنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو خواتین بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا کرتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دستِ مبارک اُن کے ہاتھ میں نہیں دیا کرتے تھے اور آپ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے:

"میں خواتین کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا ہوں"۔

بَابُ فَضَائِلِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 47: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی فضیلت

943-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِىْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ لَقَدْ جَمَعَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ

✧✧ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا: ''میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں''!

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا تذکرہ کیا گیا ہے'ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(اجمالی تعارف)

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

سعد بن ابووقاص مالک بن اہیب بن ابن مناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن مالک بن سہل بن نضر بن کنانہ۔

آپ کا تعلق قریش کے خاندان ''بنوزہرہ'' سے ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابواسحاق'' ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: حمنہ ابوسفیان بن امیہ کی صاحبزادی ہیں۔

حدیث 943: اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب المناقب' باب مناقب سعد بن أبي وقاص الزهري وبنو زهرة أخوال النبي - حديث: 3540اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم' باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه - حديث: 4535اخرجه ابن ماجة في "سننه"، المقدمة' باب في فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم - فضل الزبير رضي الله عنه' حديث: 122اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في فداك أبي وأمي' حديث: 2829اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"، كتاب المغازي' هذا ما حفظ أبو بكر في أحد وما جاء فيها - حديث: 36062اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب المناقب' مناقب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من المهاجرين والأنصار - سعد بن مالك رضي الله عنه' حديث: 7946اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم لمن' حديث: 4909مسند أحمد بن حنبل - مسند العشرة المبشرين بالجنة' مسند باقي العشرة المبشرين بالجنة - مسند الزبير بن العوام رضي الله عنه' حديث: 1374اخرجه الطيالسي في "مسنده"، أحاديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه' حديث: 214اخرجه ابويعلى في "مسنده"، من مسند الزبير بن العوام' حديث:645

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک روایت کے مطابق چھ آدمیوں کے بعد اور دوسری روایت کے مطابق ۴ آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے (یعنی یہ اسلام قبول کرنے والے ۵ ویں یا ۷ ویں آدمی تھے)۔

جس وقت انہوں نے اسلام قبول کیا اس وقت ان کی عمر ۱۷ سال تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا شمار ''عشرۂ مبشرہ'' میں ہوتا ہے جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کی کمیٹی میں شامل کیا تھا جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آئندہ خلیفوں کا انتخاب کرنا تھا اور ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا: یہ وہ حضرات ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تھے تو آپ ان سب سے راضی تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر غزوۂ اُحد غزوۂ خندق بلکہ تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کا شرف حاصل ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سعد بن ابی وقاص کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

غزوۂ اُحد کے دن آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اے طاقت ور لڑکے! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں! تم تیراندازی جاری رکھو۔

ایک روایت کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: یہ میرے ماموں (یعنی ننھیالی عزیز) ہیں۔ اگر کسی شخص کا ماموں ان جیسا ہو تو وہ مجھے دکھائے۔

ابن اثیر بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ماموں اس لیے کہا تھا کیونکہ ان کا تعلق قبیلہ زہرہ سے تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا (یہاں ماموں سے مراد ننھیالی عزیز ہیں)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک خصوصیت یہ ہے انہوں نے ہی کوفہ شہر کی بنیاد رکھی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہلے عراق کا گورنر مقرر کیا تھا اور بعد میں انہیں معزول کر دیا تھا۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔

قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی:

''اے اللہ! سعد مجھ سے جو دعا مانگے تو اسے قبول کر''۔

اس دعا کے نتیجے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ''مستجاب الدعوات'' بن گئے تھے۔ لوگوں کو اس بات کا علم تھا اور وہ اس حوالے سے ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۵ ہجری میں ہوا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ سے ۷ میل کے فاصلے پر ''عقیق'' کے مقام پر ہوا۔ ان کی میت کو مدینہ منورہ لایا گیا۔

مسجد نبوی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں ازواج مطہرات نے بھی شرکت کی۔

حضرت سعد کے صاحبزادے عامر بن سعد بیان کرتے ہیں: مہاجرین میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے ایک پرانا ڈبہ کپڑا کر یہ وصیت کی: مجھے اس میں کفن دینا۔ کیونکہ غزوۂ بدر کے دن میں نے اسے پہنا ہوا تھا۔ اس کو پہن کر میں مشرکین سے لڑا تھا اور میں نے آج کے دن کے لئے اسے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

944- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِي اِمْرَتِهٖ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ اِمْرَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمْرَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمْرَةِ بِهٖ وَكَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ مِنْ بَعْدِهٖ .

✦✦ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کا امیر مقرر کیا' لوگوں نے اس بارے میں کچھ حیرانگی کا اظہار کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس کے امیر بنائے جانے پر حیرانگی کا اظہار کیا ہے' اس سے پہلے تم اس کے والد کو امیر بنائے جانے پر بھی حیرانگی کر چکے ہو' اللہ کی قسم! یہ امیر بننے کے لائق ہے اور یہ اپنے والد کے بعد میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

شرح: اس روایت میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

(اجمالی تعارف)

(آپ کا شجرہ نسب یہ ہے) اسامہ بن زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید بن امرء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید لات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی۔

حديث 944: اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم' باب فضائل زيد بن حارثة وأسامة بن زيد رضي الله عنهما - حديث: 4557 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب مناقب زيد بن حارثة رضي الله عنه' حديث: 3832 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة ' ذكر البيان بأن زيد بن حارثة كان من أحب الناس إلى - حديث: 7153 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب المناقب' مناقب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من المهاجرين والأنصار - زيد بن حارثة رضي الله عنه' حديث: 7915 اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه' حديث: 4620 مسند أحمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 5725 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الأيمان' باب من قال : وايم الله - حديث: 18523

ان کی والدہ سیدہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''دائی ماں'' تھیں۔
حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی کنیت بعض حضرات نے ''ابومحمد'' نقل کی ہے اور بعض نے ''ابوزید'' نقل کی ہے جبکہ بعض نے ''ابوخارجہ'' بھی نقل کی ہے۔
یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور حب رسول اللہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب شخصیت) کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
اسامہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) میرے محبوب لوگوں میں سے ایک ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اٹھارہ برس کی عمر میں عامل مقرر کیا تھا۔
مشہور روایت کے مطابق حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے آخری دور میں سن ۵۸ یا ۵۹ میں انتقال فرمایا۔
بعض لوگوں کے بیان کے مطابق ان کا انتقال ۵۴ ہجری میں ہوا۔

945- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِى النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَبْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍعَنْ عُبَيْدٍ يَعْنِى ابْنَ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًاخَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَاشَاءَ وَبَيْنَ مَاعِنْدَهٗ فَاخْتَارَ الْعَبْدُ مَاعِنْدَهٗ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَقَالَ فَعَجِبْنَالَهٗ قَالَ النَّاسُ انْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَبَرِ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ يَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَالْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا بِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِىْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَّلَوْكُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَلَايُبْقَيَنَّ فِى الْمَسْجِدِ خَوْخَةً اِلَّاخَوْخَةَ اَبِىْ بَكْرٍ .

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے' آپ نے ارشاد

حديث 945: اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب المناقب' باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة - حديث:3713اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم' باب من فضائل ابي بكر الصديق رضي الله عنه - حديث: 4494اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة' ذكر البيان بأن ابا بكر رضي الله عنه كان من أمن - حديث: 6971اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب' حديث:3678اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب التاريخ' ذكر البيان بأن المخبر فيما وصفنا كان صفي الله جل وعلا - حديث: 6698اخرجه الحاكم في "المستدرك"، كتاب الأدب' وأما حديث سالم بن عبيد النخعي في هذا الباب حديث:7823اخرجه الدارمي في "سننه"، باب في وفاة النبي صلى الله عليه وسلم' حديث:80

فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اختیار دیا کہ اللہ تعالیٰ اُسے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو دنیاوی آرائش وزیبائش عطاء کر دے یا اُسے اپنے پاس بلا لے تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو اختیار کر لیا۔ (راوی کہتے ہیں:) یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور بولے: ہم آپ پر اپنے ماں باپ قربان کرتے ہیں (راوی کہتے ہیں) اس پر لوگوں نے کہا: ان بزرگ کو تو دیکھو نبی اکرم نے ایک بندے کے بارے میں بتایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے

اور یہ بزرگ فرما رہے ہیں کہ ہم اپنے والدین آپ پر قربان کر دیں گے۔

(راوی کہتے ہیں:) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم سے زیادہ علم تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے کہ ہمارے ساتھ اپنی ذات اور مال کے اعتبار سے سب سے اچھا سلوک ابوبکر نے کیا ہے اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا' لیکن اسلامی بھائی چارہ تو ہے ہی' مسجد میں ابوبکر کے مخصوص داخلے کے علاوہ اور کوئی دروازہ کھلا نہ رہنے دیا جائے۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت کا مرکزی مضمون حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج شناس تھے' چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک فرد کا تذکرہ کیا تھا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سننے کے ساتھ ہی فوراً اس نتیجے تک پہنچ گئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد آپ کی اپنی ذات ہے۔

روایت کے آخر میں ایک دوسری روایت ذکر کی گئی ہے' جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان اور مال کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور طریقے سے ساتھ دیا' اس روایت کے مختلف طرق ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
(ایک مختصر تعارف)

آپ کا نام عبداللہ بن عثمان ہے آپ کے والد عثمان بن عامر ابوقحافہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ جبکہ آپ کہ خود ابوبکر کی کنیت سے مشہور ہوئے۔

حضرت ابوبکر اسلام قبول کرنے والے سب سے پہلے فرد ہیں۔

حضرت ابوبکر نبی اکرم کے انتہائی قریبی ساتھی تھے۔

حضرت ابوبکر کی دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں بہت سے افراد نے اسلام قبول کیا۔ جن میں حضرت عثمان غنی کا نام نمایاں ہے۔

حضرت ابوبکر نے اپنے ذاتی مال میں سے ان غلام مسلمانوں کو رہائی دلائی جنہیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کے آقا تکالیف دیا کرتے تھے۔ ان میں نمایاں نام حضرت بلال حبشی کا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کو نبی اکرم کے ہمراہ ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نبی اکرم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص نے ہمارے ساتھ بھلائی کی ہم نے اس کا بدلہ اسے دے دیا' سوائے ابوبکر کے' اس کی کی ہوئی بھلائیوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں دے گا''۔

حضرت ابوبکر صدیق کے فضائل و مناقب میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

نبی اکرم کی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں' نبی اکرم کے حکم کے تحت' آپ ہی مسلمانوں کی امامت کرتے رہے۔

نبی اکرم کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کا انتقال 13 ہجری میں ہوا اور آپ کو نبی اکرم کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

946-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ اَكُوْنَ قَدْ هَلَكْتُ قَالَ لِمَ قَالَ نَهَانَا اللّٰهُ اَنْ نُّحِبَّ اَنْ نُحْمَدَ بِمَالَمْ نَفْعَلْ وَاَنَاامْرُءٌ اُحِبُّ الْحَمْدَ وَنَهَانَا عَنِ الْخُيَلَاءِ وَاَنَااُحِبُّ الْجَمَالَ وَنَهَانَا اللّٰهُ اَنْ نَرْفَعَ اَصْوَاتَنَا فَوْقَ صَوْتِكَ وَاَنَارَجُلٌ جَهِيْرُ الصَّوْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاثَابِتُ اَمَاتَرْضٰى اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَّتُقْتَلَ شَهِيْدًا وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ .

✧✧ اسماعیل بیان کرتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ منافقت کا شکار ہو جاؤں گا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیوں؟ انہوں نے عرض کی: ہمیں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ ہم اس بات کو پسند کریں ہم نے جو کام نہیں کیا اس میں ہماری تعریف کی جائے' جبکہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری تعریف کی جائے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں فخر کا اظہار کرنے سے بھی روکا ہے' جبکہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو خوبصورتی کو یعنی آرائش و زیبائش اختیار کرنے کو پسند کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے سے منع کیا ہے' لیکن میں ایک بلند آواز والا شخص ہوں' میری آواز آپ سے اونچی ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ثابت! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جب تک تم زندہ رہو تو لائقِ تعریف رہو اور جب قتل ہو جائے' تو شہید کے طور پر مرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

شرح: اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ منقول ہے۔

اس واقعہ کے ذریعے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے ادب و احترام کا بھرپور خیال رکھتے تھے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

(اجمالی تعارف)

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:
ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امراء القیس۔
آپ کی والدہ کا تعلق قبیلہ طے سے تھا۔
آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔ محمد آپ کے صاحبزادے کا نام تھا۔ بعض حضرات نے آپ کی کنیت "ابوعبدالرحمٰن" نقل کی ہے۔
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی خطیب شمار ہوتے تھے جس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہونے کا شرف حاصل تھا۔
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں جنگ یمامہ کے دوران آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

بَابُ صِفَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 49: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

947-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِىْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَيْسَ بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشَرَ سِنِيْنَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَّلَيْسَ فِىْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرًا بَيْضَاءَ

قَبْرُالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَايُسْتَحَبُّ مِنْ ذٰلِكَ

✧✧ ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی لمبے قد کے مالک نہیں تھے اور نہ ہی بالکل چھوٹے قد کے مالک تھے' آپ کا رنگ چونے کی طرح تیز سفید نہیں تھا اور مکمل طور پر گندمی بھی نہیں تھا' آپ کے بال بالکل گھنگھریالے بھی نہیں تھے اور بالکل سیدھے بھی نہیں تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا (یعنی آپ نے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کیا)۔
اُس کے بعد آپ دس برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور دس برس تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور پھر ساٹھ برس کی عمر میں آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے' اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک کے بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

شرح: اس حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کتنے سال کی عمر میں ہوا؟ اس بارے میں تین طرح کی روایات منقول ہیں۔

بعض روایات کے مطابق آپ کا وصال ۶۰ برس کی عمر میں ہوا' جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول مذکورہ بالا روایت میں یہی بات مذکور ہے' بعض روایات کے مطابق آپ کا وصال ۶۵ برس کی عمر میں ہوا' لیکن محققین نے ساٹھ یا پینسٹھ برس سے متعلق روایات کو ترجیح نہیں دی ہے' بلکہ اکثر محققین نے ۶۳ برس سے متعلق روایات کو ترجیح دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کس تاریخ کو ہوئی؟ اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں' تاہم جمہور اہل اسلام نے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ والی روایت کو ترجیح دی ہے اور اسی تاریخ کو تمام عالم اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جشنِ ولادت اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے' صرف سعودی عرب میں مذہبی مناصب پر ایک مخصوص خاندان اور مخصوص مکتبہ فکر کے افراد کا تسلط ہے' جن کے نزدیک جشنِ ولادت منانا درست نہیں ہے' اس لیے وہاں سرکاری سطح پر اہتمام کے ساتھ جشنِ ولادت نہیں منایا جاتا لیکن حجاز میں آلِ سعود کی حکومت قائم ہونے سے پہلے اور آلِ نجدی کے مذہبی تسلط سے پہلے' مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جشنِ ولادت دیگر عالم اسلام کی طرح اہتمام سے منایا جاتا تھا۔

عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جشنِ ولادت منانا اگر کوئی نیکی کا کام ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ایسا کرتے' کیونکہ آپ نیکی کے کام اہتمام سے کیا کرتے تھے یا کم از کم صحابہ کرام ایسا کرتے تھے کیونکہ وہ سب سے زیادہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا کرتے تھے یا کم از کم تابعین ہی ایسا کر لیتے جو ''خیر القرون'' کے آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں: ''شارع'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے' کوئی صحابی یا کوئی تابعی ''شارع'' نہیں ہو سکتا' کیونکہ نبی پر وحی نازل ہوتی تھی' لیکن کسی صحابی یا تابعی پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی' نبی معصوم ہوتا ہے' لیکن کوئی صحابی یا کوئی تابعی معصوم نہیں ہے۔

اب کوئی نیا کام کرنا اگر مطلق طور پر ممنوع ہو' تو پھر صحابہ کرام اور تابعین عظام کے لیے بھی اسی طرح ممنوع ہونا چاہیے' جس طرح ہمارے لیے منع ہے' کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام پر نہ تو وحی نازل ہوتی تھی اور نہ ہی وہ حضرات معصوم تھے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے زمانے کو ''خیر القرون'' قرار دیا ہے' تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ان کے زمانے میں ہونے والے' ہر کام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درست ہونے کا سرٹیفکیٹ عطاء کر دیا ہے۔

''خیر القرون'' میں کسی عمل کے ''ثابت ہونے'' کو اگر درست ہونے کا معیار قرار دیا جائے' تو اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے' تو کیا ہمارے ناقدین محض اس بنیاد پر رفع یدین ترک کر دیں گے کہ ''خیر القرون'' سے اس کا ترک ثابت ہے؟

اس پر یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ رفع یدین کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے' اس لیے نبی کے عمل کے مقابلے میں صحابی کے عمل کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔

لیکن اس کا تو یہ مطلب نکلے گا کہ صحابہ کرام سنت کی پیروی کرنے کی بجائے (نعوذ باللہ) اپنے طریقے سے ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

بالفرض اگر نبی اکرم ﷺ نے نماز میں رفع یدین نہ کیا ہوتا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کرنا ثابت ہوتا تو پھر آپ کیا کرتے؟

لازمی طور پر آپ یہی جواب دیں گے کہ نبی اکرم ﷺ سے جو بات ثابت ہو اس پر عمل کیا جائے گا اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ عمل کے مقابلے میں کسی صحابی کے عمل کے بارے میں منقول روایت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

آپ اپنا یہ جواب سامنے رکھیں کہ اسلامی تعلیمات کا ماخذ ''اللہ کی کتاب'' ہے اور اس کے ''نبی کی سنت'' ہے' جہاں تک اللہ کی کتاب کا تعلق ہے' تو اس کے بارے میں احادیث میں یہ بات مذکور ہے کہ جب ایک جنگ میں بہت سے صحابہ کرام شہید ہو گئے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ قرآن ''مصحف'' کی شکل میں جمع کر دیں' اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہی کہا تھا کہ میں ایک ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں جو نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا؟

اب آپ ہی ہمیں بتائیں کہ قرآن کو ''مصحف'' کی شکل میں جمع کرنا اگر نیکی کا کام تھا تو خود نبی اکرم ﷺ نے کیوں نہیں کیا؟

آپ یہ کہیں گے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے''۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل لازم ہے۔

ہم اس کے جواب میں یہ گزارش کریں گے: چلیں اس سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ خلفائے راشدین کی مقرر کردہ سنت' نبی اکرم ﷺ کی سنت سے مختلف ہوتی ہے' ورنہ اسے خلفاء کی سنت قرار نہ دیا جاتا' بلکہ نبی کی سنت قرار دیا جاتا۔

اگر خلفائے راشدین کو نبی کی سنت سے مختلف سنت ''ایجاد کرنے'' کا حق حاصل ہے' تو یہ حق تو ہمیں بھی حاصل ہونا چاہیے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جو شخص اسلام میں کسی اچھی سنت کا آغاز کرتا ہے' تو اسے اس کا اجر ملتا ہے اور جو شخص اس پر عمل کرتا ہے' اس کا اجر بھی اس شخص کو ملتا ہے''۔

اسلامی احکام کا دوسرا بڑا ماخذ سنت ہے' سنت کا ماخذ کیا ہے؟ صحیح بخاری' صحیح مسلم یا صحاح ستہ کی بقیہ کتابیں۔

یہ کتابیں کب تالیف کی گئی ہیں؟

یہ کتابیں تیسری صدی ہجری کے آغاز میں تالیف کی گئی ہیں۔

یہ زمانہ ''خیر القرون'' کا زمانہ نہیں ہے۔

ہم احادیث کے ان تمام مجموعہ جات کو مستند سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اُمت مسلمہ میں ان مجموعہ جات کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی' ہمیں کسی فرشتے نے آ کر یہ نہیں بتایا تھا کہ احادیث کی یہ کتابیں مستند ہیں۔

اسی لیے اُمت کی اکثریت کی قبولیت ہی کو ترجیح دی جائے گی۔

اور اُمت کی اکثریت "بارہ ربیع الاوّل" کو اجتماعی طور پر نبی اکرم ﷺ کے یومِ ولادت کے طور پر اہتمام سے مناتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا وصال

عام طور پر جشنِ ولادت کے منکرین یہ بات بڑے زور و شور سے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بارہ ربیع الاوّل کو تو نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا تھا' اس دن صحابہ کرام انتہائی شدید غم کی کیفیت کا شکار تھے اور تم لوگ اس دن جشن منا رہے ہوتے ہو؟

ایک صاحب نے یہی بات ہمارے سامنے بیان کی تو ہم نے بڑی عاجزی اور انکساری سے ان سے دریافت کیا: "پھر آپ ہمیں کیا مشورہ دیتے ہیں؟ ہم گھوڑا نکالیں؟"۔ ہماری اس بات پر وہ بہت جز بز ہوئے اور بولے: یہ میں نے کب کہا ہے؟ ہم نے گزارش کی: شرعی حکم یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے انتقال پر صرف تین دن تک اس کا سوگ کیا جا سکتا ہے' البتہ بیوہ کے لیے حکم مختلف ہے' وہ اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک کرے گی' یہ ایک شرعی قانون ہے' اس اصول کے تحت ہم نبی اکرم ﷺ کے وصال پر سوگ نہیں کر سکتے ہیں۔

لیکن آپ کی آمد کی خوشی قیامت تک منائی جا سکتی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کو اپنا احسان قرار دیا ہے' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان اپنے نبی کو مبعوث کیا ہے"۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شریعت نے سوگ کے ایام کی حد بندی کی ہے' لیکن خوشی کے حوالے سے کوئی حد بندی نہیں کی' اس لیے اسے ممنوع قرار دینے کے لیے کوئی واضح دلیل پیش کی جانی چاہیے۔

یہ تمام بحث اس صورت میں ہوگی' جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال شریف ۱۲ ربیع الاوّل ہی کو ہوا تھا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے:

اس بات پر تمام راویوں کا اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال پیر کے دن ہوا تھا اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ۹ ذوالحجہ کو جب وقوفِ عرفہ کیا تھا' اس دن جمعہ کا دن تھا۔

حجۃ الوداع کے بعد نبی اکرم ﷺ کے وصال تک تین ماہ کا عرصہ ہے' یعنی ذوالحجہ کے بقیہ ۲۰ دن' محرم اور صفر کے دو مکمل مہینے اور ربیع الاوّل کے ابتدائی دس دن۔

اب آپ ذوالحجہ' محرم اور صفر میں سے تینوں کو ۲۹ دن کا مہینہ فرض کریں یا ۳۰ دن کا فرض کریں' ان میں سے کسی کو ۲۹ دن کا فرض کرلیں اور بقیہ کو ۳۰ دن کا فرض کریں' کسی بھی صورت میں پیر کے دن ۱۲ ربیع الاوّل کی تاریخ نہیں آ سکتی' پیر کا دن ۱۲ ربیع الاوّل سے دو ایک دن پہلے ہوگا یا دو ایک دن بعد ہوگا۔

بَابُ زِيَارَةُ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَسْتَحِبُّ مِنْ ذٰلِكَ

باب 50: نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا' اس حوالے سے کیا چیز مستحب ہے؟

948- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَوْقَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جَآءَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰكَذَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّفْعَلَهُ اِذَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ يَاْتِيْ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✦✦ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے تھے اور جب کسی سفر سے واپس آتے تھے' تو نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوتے تھے' آپ پر درود بھیجتے تھے' پھر دعا کرتے تھے' پھر وہاں سے اپنے گھر یا سفر پر جاتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا ہی کرنا مناسب ہے' جب آدمی مدینہ منورہ حاضر ہو' تو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر پہلے حاضر ہو۔

•••——•••——•••

شرح: اس بات پر تمام اہل ایمان کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیات کرنا مستحب ترین عمل ہے' صرف شیخ ابن تیمیہ نے مختلف رائے اختیار کی ہے' وہ اس بات کے قائل ہیں' کہ روضہ مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا درست نہیں ہے' ہمارے زمانے کے بعض مہربان بھی اسی فکر کے قائل ہیں اور اپنے مؤقف کو صحیح قرار دینے کی ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں' کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم بھی اسی بات کے قائل ہیں' کہ عام مسلمان جو حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد روضہ مبارک کی حاضری کے لیے جاتے ہیں' انہیں اس بات کی شکایت ہوتی ہے کہ جب وہ روضہ مبارک کی طرف رخ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے یا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں' تو فوراً شرک وبدعت کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔

ہم یہاں صرف یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں' کہ اگر روضہ مبارک کی طرف رخ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا' یا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں درود وسلام بھیجنا شرک ہے' یا روضہ مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا درست نہیں ہے اور سعودی عرب کے مفتی اعظم' مدینہ منورہ کے علماء' مسجد نبوی کی انتظامیہ کے افراد اسے غلط سمجھتے ہیں' تو پھر سربراہان حکومت کو اس کی اجازت کیوں دی جاتی ہے؟ ہر اسلامی ملک کا سربراہ مملکت یا سربراہ حکومت جب روضۂ مبارک پر حاضری دینے کے لیے آتا ہے' تو اس کے لیے جالیاں کھول دی جاتی ہیں' آخر وہ سربراہ حکومت اندر کیا کرنے جاتا ہے؟ کیونکہ اسلام میں تو قبروں کے اس نوعیت کے احترام کا' آپ کے بقول' سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

جو بات ایک عام مسلمان کے لیے شرک اور حرام ہے' وہ سربراہان حکومت کے لیے جائز کیسے ہو جاتی ہے؟ بلکہ پاکستانی سربراہان کی روضۂ مبارک پر حاضری کی رپورٹنگ میں تو یہ بات بھی ذکر کی جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنے ساتھ کسی بڑے نعت خواں کو لے کر

جاتے ہیں جو بطورِ خاص ہدیہ درود و سلام یہاں کے روایتی انداز میں پیش کرتا ہے۔

اگر یہ عمل ناجائز ہے تو اس کی سرکاری سرپرستی کیوں کی جاتی ہے اور اس غیر شرعی کام پر سعودی عرب کا مفتی اعظم مدینہ منورہ کے علماء اور مسجد نبوی کے کارکن کیوں خاموش رہتے ہیں؟

اور ان سب سے بڑھ کر ہمارے یہاں کے توحید کے ٹھیکیدار جنہیں ہر طرف شرک و بدعت کے گھٹاٹوپ اندھیرے دکھائی دیتے ہیں وہ اس کا کیا جواب دیں گے اور کیا جواز پیش کریں گے؟

بَابُ فَضْلُ الْحَيَآءِ

باب 51: حیاء کی فضیلت

949-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ يَرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰكَذَا يَنْبَغِيْ لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَكُوْنَ تَارِكًا لِمَا لَا يَعْنِيْهِ .

✧✧ ابن شہاب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ نوع روایت بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے اسلام کی خوبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کر دیتا ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان آدمی کے لیے یہی بات مناسب ہے کہ وہ ہر ایسی چیز کو ترک کر دے جو لایعنی ہوتی ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس باب میں حیاء سے متعلق روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

حیاء ایک جذبہ اور ایک نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے جو انسان کو کسی کام کے ارتکاب سے روک دیتی ہے۔

حیاء کی ایک قسم وہ ہے جو انسان کو بُری باتوں کے ارتکاب سے روکتی ہے اسی لیے یہ کہا گیا ہے:

"جب تم میں حیاء نہیں ہے تو تم جو چاہو کرو"۔

حیاء کی ایک قسم وہ ہے جو اچھے اخلاق کی وجہ سے انسان میں پیدا ہو جاتی ہے اور انسان اس کے نتیجے میں کسی شخص کے غیر مناسب طرزِ عمل پر ناگواری کا اظہار کرنے سے بھی گریز کرتا ہے جس طرح سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمے کے موقع پر کچھ لوگ کھانا کھانے کے بعد بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں بیٹھے رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ طرزِ عمل ناگوار گزرا لیکن آپ نے حیاء کی وجہ سے اپنی ناگواری کا اظہار نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

کیونکہ حیاء اچھے اخلاق کے حصول اور بُرے اخلاق سے اجتناب کا بنیادی جذبہ ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

تاہم یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حیاء کا تعلق شرعی احکام سیکھنے اپنے فرائض سرانجام دینے اپنے حق کو حاصل کرنے سے متعلق نہیں ہوگا یعنی کوئی شخص حیاء کو عذر بنا کر شرعی احکام سیکھنے یا اپنا فرض سرانجام دینے یا اپنے حق کے حصول سے باز رہنے کی کوشش نہیں کر سکتا۔

950-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ صَفْوَانَ الزُّرَقِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ طَلْحَةَ الرُّكَانِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ .

✧✧ حضرت یزید بن طلحہ رُکانی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہر دین کا کوئی مخصوص اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا مخصوص اخلاق حیاء ہے۔

951-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُخْبِرٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ .

✧✧ سالم بن عبداللہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے رہنے دو کیونکہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ

باب 52: شوہر کا بیوی پر حق (کیا ہے؟)

952-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنِيْ بَشِيْرُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّ حُصَيْنَ ابْنَ مُحْصَنٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمَّةً لَّهُ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهَا زَعَمَتْ اَنَّهُ قَالَ لَهَا اَذَاتُ زَوْجٍ اَنْتِ فَقَالَتْ نَعَمْ فَزَعَمَتْ اَنَّهُ قَالَ لَهَا كَيْفَ اَنْتِ لَهُ فَقَالَتْ مَا اٰلُوْهُ اِلَّا مَا عَجَزْتُ قَالَ فَانْظُرِيْ اَيْنَ اَنْتِ مِنْهُ فَاِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ اَوْ نَارُكِ .

✧✧ حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ان کی پھوپھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ خاتون بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: تمہارا (اپنے شوہر) کے ساتھ برتاؤ کیا ہے؟ تو اس خاتون نے عرض کی: جو کام میرے بس سے باہر ہو اس کے علاوہ ہر کام میں میں فرمانبرداری کرتی ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دھیان رکھنا کہ تمہارا طرز عمل کیا ہے کیونکہ وہی شوہر تمہاری جنت یا تمہاری جہنم ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو شوہر کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی ترغیب دی ہے جسے آپ نے ایک مختصر جملے میں سمو دیا ہے:

''وہ (یعنی تمہارا شوہر) تمہاری جنت ہے یا تمہاری جہنم ہے''۔

شادی شدہ زندگی انسان کی معاشرتی زندگی کا ایک اہم جزو ہے اسی لیے اسلام نے مردوں اور خواتین کو اس بات کی شدید تاکید کی ہے کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی میں دوسرے فریق کے حقوق کا مکمل خیال رکھیں یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خواتین کے ساتھ مردوں کو بھی اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کریں جیسا کہ آپ کا یہ فرمان کئی محدثین نے نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم میں سے زیادہ بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں زیادہ بہتر ہو''۔

بَابُ حَقِّ الضِّيَافَةِ

باب 53: مہمان نوازی کا حق

953- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِىْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّثْوِىَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ.

✦✦ حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے اس کی اہتمام کے ساتھ مہمان نوازی ایک دن ہوگی اور عام مہمان نوازی تین دن ہوگی اس کے بعد وہ جو کچھ خرچ کرے گا وہ صدقہ شمار ہوگا اور کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں اتنا عرصہ قیام کرے کہ اسے حرج میں مبتلا کر دے۔

شرح: اس حدیث کو سمجھنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی اس وقت کا ایک مخصوص معاشرتی اور سماجی پس منظر تھا لوگ صحراؤں میں چھوٹی چھوٹی آبادیوں کی شکل میں رہتے تھے اونٹوں پر طویل سفر کیا کرتے تھے اور اپنے اس سفر کے دوران وہ کسی چھوٹی سی آبادی میں پڑاؤ کر لیتے تھے جہاں ان کے رہنے کے لیے باقاعدہ طور پر کوئی ہوٹل یا سرائے موجود نہیں ہوتی تھی اس صحرائی آبادی کا کوئی باقاعدہ بازار نہیں ہوتا تھا ایسی صورت حال میں نبی اکرم ﷺ نے یہ ترغیب دی ہے کہ اگر کسی شخص کے ہاں مہمان آ جاتا ہے تو اسے چاہیے کہ ایک دن اور ایک رات تک اہتمام کے ساتھ مہمان کی خاطر مدارات کرے جبکہ عام کھانے پینے کا تین دن تک خیال رکھے اور اس زمانے کے مخصوص رواج اور لوگوں کی حیثیت کے مطابق آپ نے ایک دن کی پرتکلف اور تین دن کی عام مہمان نوازی کی ہدایت دینے کے بعد بنیادی اصول یہ بیان کیا کہ مہمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں اتنا قیام کرے کہ اسے تکلیف میں مبتلا کر دے۔

بَابُ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ

باب 54: چھینکنے والے کو جواب دینا

954-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ عَطَسَ فَشَمِّتْهُ ثُمَّ اِنْ عَطَسَ فَشَمِّتْهُ ثُمَّ اِنْ عَطَسَ فَشَمِّتْهُ ثُمَّ اِنْ عَطَسَ فَقُلْ لَهٗ اِنَّكَ مَضْنُوْكٌ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ لَّا اَدْرِیْ بَعْدَ الثَّالِثَةِ اَوِالرَّابِعَةِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا عَطَسَ فَشَمِّتْهُ ثُمَّ اِنْ عَطَسَ فَشَمِّتْهُ فَاِنْ لَّمْ تُشَمِّتْهُ حَتّٰى يَعْطِسَ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلٰثًا اَجْزَاكَ اَنْ تُشَمِّتَهٗ مَرَّةً وَّاحِدَةً .

✦✦ عبداللہ بن ابوبکر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کسی شخص کو چھینک آئے' تو تم اس کا جواب دو' پھر اگر اُسے چھینک آئے' تو تم اس کا جواب دو اور اگر پھر چھینک آئے' تو تم اسے کہہ دو: تمہیں زکام ہو گیا ہے۔

عبداللہ بن ابوبکر کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ یہ بات آپ نے تین مرتبہ کے بعد ارشاد فرمائی ہے یا چوتھی مرتبہ کے بعد ارشاد فرمائی ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کسی آدمی کو چھینک آئے' تو تم اسے جواب دو' پھر اگر اسے چھینک آئے' تو تم اسے جواب دو' اگر اسے دو یا تین مرتبہ چھینک آ جاتی ہے اور تم اسے جواب نہیں دیتے تو تمہارے لیے ایک مرتبہ جواب دینا ہی کافی ہوگا۔

•••——•••——•••

شرح: چھینک کا جواب دینا سنت ہے' لیکن یہ اس وقت ہے' جب کوئی شخص چھینکنے پر ''الحمدللہ'' کہے' تو سننے والا اس کے جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہے گا' یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اور اس کے لیے بھی حکم یہ ہے کہ تین مرتبہ چھینکنے پر جواب دیا جائے گا' چوتھی مرتبہ جواب نہیں دیا جائے گا' تاہم اگر کوئی شخص تین مرتبہ چھینکتا ہے اور اسے ایک مرتبہ جواب دیدیا جائے' تو یہ بھی کافی ہے۔

بَابُ الْفِرَارُ مِنَ الطَّاعُوْنِ

باب 55: طاعون سے فرار اختیار کرنا

955-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ عَامِرَ بْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الطَّاعُوْنَ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَوْ اُرْسِلَ عَلٰى بَنِیْ اِسْرَآءِيْلَ شَكَّ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ فِیْ اَيِّهِمَا قَالَ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ فِیْ اَرْضٍ فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا حَدِيْثٌ مَعْرُوْفٌ قَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ فَلَابَاْسَ اِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ اَنْ لَّا يَدْخُلَهَا اِجْتِنَابًا لَّهُ .

✦✦ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلے لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا (یہاں پر محمد بن منکدر نامی راوی کو شک ہے) کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا تو جب تم کسی علاقے کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون پھیل گیا ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اگر یہ اس علاقے میں آ جائے جہاں تم موجود ہو تو تم وہاں سے فرار اختیار کرتے ہوئے نہ نکلو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث معروف ہے اور کئی راویوں سے منقول ہے۔

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب کسی جگہ پر طاعون کی بیماری پھیل جاتی ہے تو کوئی آدمی طاعون سے بچنے کے لیے اس علاقے میں داخل نہ ہو۔

•••——•••——•••

شرح: طاعون ایک موذی مرض ہے عام طور پر اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ بغل کے نیچے ایک پھوڑا نکلتا ہے اور طاعون میں مبتلا ہونے والا شخص بہت جلد فوت ہو جاتا ہے عام طور پر یہ وبائی مرض کی شکل میں نمودار ہوتا ہے یعنی بہت سے افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ جب کسی علاقے میں طاعون کی وبا پھیل جائے تو وہاں رہنے والے شخص کو کسی دوسری جگہ منتقل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس صورت میں وہ وبا دوسرے علاقوں تک منتقل ہو جائے گی اسی طرح جو شخص وبائی علاقے میں نہ رہتا ہو ایسے وبائی علاقے میں جانا نہیں چاہیے کیونکہ اس صورت میں وہ بھی اس وبائی مرض کا شکار ہو سکتا ہے۔

بَابُ الْغِيْبَةِ وَالْبُهْتَانُ

باب 56: غیبت اور بہتان کا حکم

956- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَيَّادٍ اَنَّ الْمُطَّلِبَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَنْطَبِ الْمَخْزُوْمِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْغِيْبَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَذْكُرَ مِنَ الْمَرْءِ مَا يَكْرَهُ اَنْ يَّسْمَعَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ حَقًّا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قُلْتَ بَاطِلًا فَذٰلِكَ الْبُهْتَانُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّذْكُرَ لِاَخِيْهِ الْمُسْلِمِ الزَّلَّةَ تَكُوْنُ مِنْهُ مِمَّا يُكْرَهُ فَاَمَّا صَاحِبُ الْهَوٰى الْمُتَعَالِنُ بِهَوَاهُ الْمُتَعَرِّفُ وَالْفَاسِقُ الْمُتَعَالِنُ بِفِسْقِهٖ فَلَابَاْسَ اَنْ تَذْكُرَ هٰذَيْنِ بِفِعْلِهِمَا فَاِذَا ذَكَرْتَ مِنَ الْمُسْلِمِ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ الْبُهْتَانُ وَهُوَ الْكِذْبُ .

✦✦ ولید بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: مطلب بن عبداللہ مخزومی نے انہیں یہ بات بتائی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: غیبت کیا ہوتی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کہ آدمی کسی شخص کا تذکرہ ایسی کی صفات کے ساتھ

کرے جو سنتا اُسے ناپسند ہو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر وہ بات درست ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ باطل ہو تو یہ چیز بہتان ہوگی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا تذکرہ حقارت کے ساتھ کیا جائے' اس طرح کہ اسے ناپسند ہو' تاہم اگر کوئی ایسا شخص ہو جو خواہشِ نفس کا پیروکار ہو اور اپنی خواہش کی تکمیل کے حوالے سے مشہور ہو یا علانیہ فجور کا ارتکاب کرتا ہو اور اس کا فجور مشہور بھی ہو' تو اس طرح کے آدمی کا برائی کے ساتھ ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب آپ کسی مسلمان کا تذکرہ کسی ایسی چیز کے ساتھ کرتے ہیں جو اس میں نہ ہو تو وہ چیز بہتان ہوگی اور یہ بات جھوٹ ہوگی۔

شرح: غیبت کی مذمت کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور تم میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا کوئی شخص یہ بات پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تم اسے ناپسند کرو گے تو تم اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ تعالیٰ تو بہ بہت زیادہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔ (الحجرات: ۱۲)

احادیث میں بھی غیبت کی مذمت منقول ہے' جیسا کہ ایک روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم ﷺ کا گزر کچھ ایسے افراد کے پاس سے ہوا' جن کے ناخن تانبے کے بنے ہوئے تھے۔ اور وہ ان ناخنوں کے ذریعے اپنے چہرے اور اپنے گوشت کو نوچ رہے تھے' نبی اکرم ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی عزتوں پر حملے کیا کرتے تھے (یعنی ان کی کردار کشی کرتے تھے)۔

اسی طرح ایک روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے غیبت کرنے پر تنبیہ کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی:

''تم نے ایک ایسی بات کہی ہے اگر اسے سمندر میں ڈالا جائے' تو سمندر کے سارے پانی کا ذائقہ تبدیل ہو جائے''۔

غیبت کرنے کی طرح غیبت سننا بھی بہت بڑا جرم ہے' علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ جس طرح بات کرنے والے شخص پر غیبت کرنا حرام ہے' اسی طرح سننے والے پر غیبت کی بات سننا بھی حرام ہے۔

غیبت سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی ایسی خامی بیان کرے جو اس شخص میں موجود ہو' اس بات کی اتنی شدید مذمت کی گئی ہے' تو اسی کے ذریعے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب انسان کسی شخص کی کوئی جھوٹی اور فرضی خامی بیان کرے تو اس کا وبال کتنا شدید ہوگا۔

بَابُ النَّوَادِرِ

باب 57: مختلف النوع روایات

957- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْلِقُوا الْبَابَ وَاَوْكُوا السِّقَآءَ وَاَكْفِؤُا الْاِنَآءَ اَوْخَمِّرُوا الْاِنَآءَ وَاَطْفِؤُا الْمِصْبَاحَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَفْتَحُ غَلَقًا وَّلَا يَحِلُّ وِكَآءً وَّلَا يَكْشِفُ اِنَآءً وَّاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تَضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بُيُوْتَهُمْ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سوتے وقت دروازہ بند کر دیا کرو' مشکیزے کا منہ بند کر دیا کرو اور برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) برتن کا منہ بند کر دیا کرو۔ چراغ کو بجھا دیا کرو' کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا' بند مشکیزے کو نہیں کھولتا' برتن پر پڑی ہوئی چیز کو نہیں ہٹاتا اور بعض اوقات کوئی چوہا کسی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں رات سونے سے پہلے کی جانے والی کچھ احتیاطی تدابیر کا تذکرہ کیا گیا ہے' جس میں پہلی بات یہ ہے کہ دروازے کو بند کر دیا جائے' یعنی اس طرح سے بند کیا جائے کہ انسان کی نیند کے دوران اس کی بے خبری میں کوئی شخص گھر کے اندر داخل نہ ہو سکے' دوسرا حکم یہ ہے کہ مشکیزہ کے منہ کو بند کر دیا جائے' اس حکم کا اور برتنوں کو ڈھانپنے کے حکم کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ کوئی زہریلا کیڑا وغیرہ اس میں گر نہ جائے یا اس میں منہ نہ ڈال دے۔

کیونکہ اس صورت میں بعد میں اس برتن کو استعمال کرنے سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے' اگلا حکم یہ ہے کہ سوتے وقت چراغ بجھا دینا چاہیے' اس کی وجہ آپ نے یہ بیان کی ہے کہ بعض اوقات کوئی چوہا چراغ کی بتی کو لے کر بھاگتا ہے اور اس کے نتیجے میں پورے گھر کو آگ لگ جاتی ہے۔

ظاہری نوعیت کے ان نقصانات کے علاوہ اس کا ایک باطنی نقصان یہ بھی ہے کہ شیاطین ان صورتوں میں اپنے منہ برتن اور مشکیزہ میں نہیں ڈالتے ہیں' یا دروازے کو کھول کر اندر داخل نہیں ہوتے ہیں۔

حدیث 957: اخرجه مالك فی "المؤطا" بروایةیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' كتاب صفة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم' باب ما جاء فی صفة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم - حدیث: 1656 اخرجه البخاری فی "صحیحه"، كتاب المناقب' باب صفة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم - حدیث: 3376 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، كتاب الفضائل' باب فی صفة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم - حدیث: 4433 اخرجه الترمذی فی "سننه"، أبواب المناقب عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم - باب فی مبعث النبی صلی اللّٰه علیه وسلم' حدیث: 3641 اخرجه ابن حبان فی "صحیحه"، كتاب التاریخ' ذكر وصف سن المصطفیٰ صلی اللّٰه علیه وسلم - حدیث: 6478 اخرجه النسائی فی "سننه الكبریٰ"، كتاب الزینة' الجعد - حدیث: 9023 مسند أحمد بن حنبل' مسند أنس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه - حدیث: 13282

958- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَّالْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ

✦✦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث میں اہل ایمان کو کم کھانے کی ترغیب دی گئی ہے' اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات ارشاد فرمائی ہے کہ بندہ مسلم کی خوراک کفار کے مقابلے میں کئی گنا کم ہوتی ہے۔

انسان کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ جب وہ سیر ہو جاتا ہے' تو اس کا نفس کاہلی' کوتاہی اور گناہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے' اس کے برعکس بھوکا شخص کاہلی اور سستی کا شکار بھی نہیں ہوتا اور اس کا رجحان گناہ کی طرف بھی نہیں ہوتا' جیسا کہ احادیث میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان نوجوانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جو شخص نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو' وہ نکاح کر لے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو' وہ روزہ رکھا کرے کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کر دے گا۔

959- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ يَرْفَعُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ السَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالَّذِيْ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ كَالَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ .

✦✦ صفوان بن سلیم ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: بیوہ اور مسکین کے لیے کوشش کرنے والا شخص اُس شخص کی مانند ہے' جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اُس شخص کی مانند ہے' جو دن کے وقت روزہ رکھتا ہے اور رات کے وقت نوافل ادا کرتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیواؤں اور غرباء کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر بیوہ عورت کو اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے' کیونکہ وہ مردوں کی طرح کام کاج کر کے اخراجات پورے نہیں کر سکتی' اسی طرح غریب شخص کو اپنی بعض ضروریات کی تکمیل کے لیے مالی امداد کی ضرورت ہوتی ہے' تو جو شخص ان کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے' اسے نفلی نمازیں ادا کرنے' نفلی روزے رکھنے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا سا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔

دوسروں کی مدد کرنے کی ترغیب' بہت سی احادیث سے ثابت ہے' جیسا کہ ایک روایت میں یہ بات مذکور ہے' جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی کو ختم کر دے گا' اسی طرح ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ انسان جب تک اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے' اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے۔

960- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ ثَوْرُبْنُ زَيْدِ الدِّيْلِيُّ عَنْ اَبِی الْغَيْثِ مَوْلٰی اَبِیْ مُطِيْعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

961- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ اَبَاالْحُبَابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ جس بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث کا بنیادی مضمون یہ ہے کہ دنیا میں بندۂ مؤمن کو جن آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتی ہیں اگر کوئی شخص ان آزمائشوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کرنے کا اجر و ثواب عطاء کرے گا۔

آزمائش پر صبر کرنا اور اس پر ثواب کی اُمید رکھنا قرآن وسنت کی بہت سی نصوص سے ثابت ہے۔

962- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَّحَمْزَةَ اِبْنَیْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشُّوْمَ فِی الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ .قَالَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ الشُّوْمُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: نحوست عورت میں ہوتی ہے گھر میں ہوتی ہے یا گھوڑے میں ہوتی ہے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد رمائی ہے: اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو وہ گھر میں ہوتی عورت میں ہوتی یا گھوڑے میں ہوتی۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے فوراً بعد دوسری روایت نقل کر دی ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس حدیث کی تشریح کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ اس بارے میں منقول احادیث میں یہ بات مذکور ہے کہ کسی بھی چیز میں نحوست یا بدشگونی کی کوئی بات نہیں ہوتی ہے۔

963- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِالسُّوْقِ عِنْدَدَارِ خَالِدِ بْنِ عُقْبَةَ فَجَاءَ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يُّنَاجِيَهٗ وَلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ غَيْرِیْ وَغَيْرُ الرَّجُلِ الَّذِیْ يُرِيْدُ اَنْ يُّنَاجِيَهٗ فَدَعَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ

عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰی کُنَّا اَرْبَعَةً قَالَ فَقَالَ لِیْ وَلِلرَّجُلِ الَّذِیْ دَعَا اسْتَرْخِیَا شَیْئًا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ ۔

✦✦ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بازار میں خالد بن عقبہ کے گھر کے پاس موجود تھا' اسی دوران ایک شخص وہاں آیا جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی میں کوئی بات کرنا چاہتا تھا' اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں تھا یا وہ شخص تھا جو ان کے ساتھ سرگوشی میں بات کرنا چاہتا تھا' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اور شخص کو بلایا' یہاں تک کہ ہم چار ہو گئے' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اور اس شخص سے فرمایا جسے انہوں نے بلایا تھا: تم دونوں دور کھڑے ہو جاؤ' کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے سنا ہے: ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی میں بات نہ کریں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں بھی ایک اہم معاشرتی ادب کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ کہ جب کسی انسان نے کسی دوسرے شخص کے ساتھ کوئی راز کی بات کرنی ہو' تو وہ کسی تیسرے شخص کی موجودگی میں ایسا نہ کرے کیونکہ اس کے نتیجے میں اس تیسرے شخص کو تکلیف ہو گی۔

964- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرَةِ شَجَرَةً لَّایَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِیْ مَاهِیَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِیْ شَجَرِ الْبَوَادِیْ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْیَیْتُ قَالُوْا حَدِّثْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهِیَ قَالَ النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَحَدَّثْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بِالَّذِیْ وَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّكُوْنَ لِیْ كَذَا وَكَذَا

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں ہیں اور وہ مسلمان کی مانند ہے' تم مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: لوگ جنگل کے مختلف درختوں کے بارے میں سوچنے لگے میرے ذہن میں آیا' وہ کھجور کا درخت ہو سکتا ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لیکن مجھے شرم آ گئی لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی کہ اس وقت میرے دل میں یہی خیال آیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم اس وقت یہ بات کہہ دیتے تو یہ میرے نزدیک فلاں فلاں چیز ملنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔

965- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ .

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: غفار قبیلے کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اور اسلم قبیلے کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور عصیہ قبیلے نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں تین قبائل کا ذکر ہے' ایک بنو غفار' مشہور صحابی حضرت ابوذر کا تعلق اسی قبیلے سے تھا اور اسی نسبت کی وجہ سے انہیں ''غفاری'' کہا جاتا ہے' دوسرا قبیلہ اسلم ہے جس کے بارے میں علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس قبیلے نے جنگ و جدل کے بغیر اسلام قبول کرلیا تھا' اس قبیلے کے افراد اپنے نام کے ساتھ ''اسلمی'' کا اسم منسوب استعمال کرتے ہیں' تیسرا قبیلہ عصیہ ہے' اس کے بارے میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اس قبیلے کے لوگوں نے ان ستر افراد کو شہید کردیا تھا جو قرآن کے عالم تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس قبیلے کی طرف اسلام کی تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔

966- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا حِيْنَ نُبَايِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اطاعت اور فرمانبرداری کی بیعت کرتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ فرمادیتے تھے: تم یہ کہو کہ جہاں تک تمہاری استطاعت ہوگی۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ جب لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کرتے تھے' تو وہ اس عزم کا بھی اظہار کرتے تھے کہ وہ آپ کے احکام پر مکمل طور پر عمل پیرا ہوں گے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی آسانی اور سہولت کے لیے یہ کلمات ارشاد فرمادیتے تھے:

''تمہاری استطاعت کے وقت (ہی یہ عزم معتبر ہوگا)''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی گنجائش' وسعت اور طاقت سے زیادہ پابند نہیں کیا ہے اور کمی و کوتاہی انسانی فطرت کا حصہ ہے۔

967- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحٰبِ الْحِجْرِ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَاتَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَا اَصَابَهُمْ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اصحابِ حجر (یعنی حجر کے رہنے والے لوگوں) کے بارے میں یہ فرمایا تھا: تم جب اس قوم کے علاقے سے گزرو گے جن پر عذاب ہوا تھا تو تم روتے ہوئے گزرنا' اگر تم رونہ رہے ہو تو تم اس علاقے سے نہ گزرنا' کہیں ایسا نہ ہو جو عذاب ان پر بھی نازل ہوا تھا وہ تمہیں بھی اپنی لپیٹ میں لے۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں ''اصحاب حجر'' سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے جسے قوم ثمود بھی کہا جاتا ہے۔

قوم ثمود کا یہ علاقہ مدینہ منورہ سے شام جاتے ہوئے راستہ میں آتا ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ اس جگہ سے گزرے تھے اور آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی کہ عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے سے گزرتے ہوئے تم لوگ رونے کی کوشش کرو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ وہاں سے گزرتے ہوئے کچھ صحابہ کرام نے وہاں کے کنویں سے پانی حاصل کر کے ان کے ذریعے آٹا گوندھ لیا تھا تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت وہاں سے حاصل کیے جانے والا پانی اور اس پانی کے ذریعے گوندھا جانے والا آٹا ضائع کر دیا گیا تھا۔

968- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ اَبِىْ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ اَدْرَكْتُ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُوْنَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ الْمَعْلُوْمَةِ اَنْ تَرَى الرَّجُلَ يَدْخُلُ الْبَيْتَ لَايَشُكُّ مَنْ رَاٰهُ اَنْ يَّدْخُلَ لِسُوْءٍ غَيْرَ اَنَّ الْجُدُرَ تَوَارِيْهِ .

✧✧ ابومحیریز بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بہت سے اصحاب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: قیامت کی مشہور اور معروف نشانی یہ ہے کہ تم کسی شخص کو گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھو گے' اُسے دیکھنے والا کوئی بھی شخص یہ شک نہیں کرے گا کہ وہ کسی بُرے ارادے سے گھر میں داخل ہوا ہے' البتہ دیواریں اس کے لیے رکاوٹ بن جائیں گی (یا اس کو چھپا لیں گی)۔

•••———•••———•••

شرح: یہ روایت ''موقوف'' ہے' کیونکہ اس میں صحابہ کرام کی سوچ بیان کی گئی ہے' اس حدیث کی تشریح کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے' بُرے ارادے کے تحت گھر میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص معصیت کے ارتکاب یعنی زنا کرنے کے لیے یا چوری کرنے کے لیے گھر میں داخل ہوگا۔

969- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَمِّىْ اَبُوْسُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا كَانَ النَّاسُ عَلَيْهِ اِلَّا النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ .

✧✧ ابوسہیل بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: پہلے زمانے میں لوگ جن چیزوں پر کاربند تھے' ان میں سے صرف ایک ہی چیز باقی رہ گئی ہے وہ نماز کے لیے اذان ہے۔

شرح: اس حدیث کے راوی ابوسہیل کے والد کا نام مالک بن ابوعامر اصبحی ہے' یہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد ہیں اوران کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے کے معمولات میں سے اب صرف اذان اپنی اصل شکل وصورت میں باقی رہ گئی ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز کا طریقہ اس زمانے میں تبدیل ہوگیا تھا' بلکہ مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام نمازوں کو جن اوقات میں ادا کرتے تھے' اب نمازیں ان اوقات میں ادا نہیں کی جاتی ہیں' بلکہ انہیں تاخیر سے ادا کیا جاتا ہے۔

970- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِىْ مُخْبِرٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىْ اُنْسٰى لِاَسُنَّ .

✦✦ مُخبر بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مجھے (کوئی کام) بھلادیا جاتا ہے' تاکہ وہ چیز سنت بن جائے۔

شرح: اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علماء نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کا حکم کسی دوسرے فرد کے نسیان کی مانند نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری کیے جانے والے اس نسیان کے نتیجے میں اُمت کو بہت سے فوائد اور سہولیات نصیب ہوتی ہیں۔

علماء نے یہ اصول بھی بیان کیا ہے کہ اعتقادی مسائل میں اور جن اُمور کی تبلیغ لازم ہے' ان میں انبیائے کرام نسیان سے محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان اُمور میں بھی نسیان کے امکان کا احتمال تسلیم کرلیا جائے' تو اس کے نتیجے میں شرعی احکام میں فساد کا احتمال سامنے آجائے گا' کیونکہ یہ احتمال بھی سامنے آجائے گا کہ شاید قرآن کا کچھ حصہ یا کچھ دوسرے شرعی احکام میں نبی پر (نعوذ باللہ) نسیان طاری ہوگیا ہو۔

971- اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِىُّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ عُتْبَةَ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِى الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى .

✦✦ عبادہ بن تمیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پاؤں مبارک دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

شرح: صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے چت لیٹنے سے منع کیا ہے کہ انسان کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر ہو' جبکہ صحیح مسلم میں ہی اور یہاں مؤطا میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسا کیا ہے۔

اب ان دونوں طرح کی روایات میں تعارض پایا جاتا ہے' اس حوالے سے بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ

بات بیان کی ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس طرح سے چت لیٹنے کی ممانعت والی روایت منسوخ شمار ہوگی۔

جبکہ بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس طرح سے لیٹنے کے جواز کا حکم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے' لیکن یہ مؤقف درست نہیں ہوگا' کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایات منقول ہیں' کہ وہ حضرات اس طرح سے لیٹ جایا کرتے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے یہ بات تحریر کی ہے کہ اس طرح سے لیٹنے کی ممانعت کا حکم اس صورتِ حال پر محمول ہوگا' جب یوں لیٹنے سے بے پردگی کا اندیشہ ہو' لیکن اگر بے پردگی کا اندیشہ نہیں ہوتا تو پھر اس میں کوئی حرج یا کوئی کراہت نہیں ہے۔



972-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ كَانَا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ لَانَرٰى بِهٰذَا بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

973-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ لَوْ دُفِنْتِ مَعَهُمْ قَالَ قَالَتْ اِنِّىْ اِذًا لَاَنَا الْمُبْتَدِئَةُ بِعَمَلِىْ .

✧✧ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں' کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: اگر آپ بھی ان حضرات کے ساتھ دفن ہو جائیں تو یہ مناسب ہوگا۔ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر تو میں یہ کام کرنے والی پہلی عورت بن جاؤں گی۔



شرح: یہ اثر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا' مشہور صحابیِ رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی جبکہ آپ کے بھتیجوں اور بھانجوں عبداللہ بن زبیر' عروہ بن زبیر' عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے آپ کو قبر میں اتارا' آپ کے جنازے میں بہت سے افراد نے شرکت کی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ میں اس حوالے سے پہل کرنے والی بن جاؤں گی' اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے اور کسی نے بھی آپ کے روضہ مبارک میں دفن ہونے کی وصیت نہیں کی تھی۔



974-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ قَالَ سَلَمَةُ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ مَاشَانُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَمْ يُدْفَنْ مَعَهُمْ فَسَكَتَ ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ قَالَ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَوْمَئِذٍ مُتَشَاغِلِيْنَ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' کہ سلمہ نے عمر بن عبد اللہ سے کہا: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا کیا معاملہ ہے' انہیں ان حضرات کے ساتھ دفن کیوں نہیں کیا گیا؟ تو عمر بن عبد اللہ خاموش رہے' سلمہ نے دوبارہ یہ سوال کیا' تو وہ بولے: اس دن لوگ آزمائش کی وجہ سے مشغول تھے۔

•••——•••——•••

شرح: یہ اثر بھی موقوف ہے' جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئی تھیں' اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کیا گیا اور آپ نے کم وبیش ۱۲ برس تک خلافت کے فرائض سرانجام دیئے' آپ کے عہد خلافت کے آخری دور میں اسلامی سلطنت کے دور دراز کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے بعض افراد نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی تھی' لیکن آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر میں امن وامان برقرار رکھنے کے لیے خونریزی کی اجازت نہیں دی' آخر کار بلوائیوں نے آپ کے گھر میں داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیا' بلوائیوں کے اسی ہجوم اور مدینہ منورہ میں امن وامان کی بگڑی ہوئی صورت حال کی وجہ سے آپ کو خاموشی سے جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

975- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وُقِيَ شَرَّ اثْنَيْنِ وَلَجَ الْجَنَّةَ وَاَعَادَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مَنْ وُقِيَ شَرَّ اثْنَيْنِ وَلَجَ الْجَنَّةَ مَابَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَابَيْنَ رِجْلَيْهِ ۔

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس شخص کو دو چیزوں کے شر سے بچا لیا گیا' وہ جنت میں داخل ہوگا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی' جس شخص کو دو چیزوں کے شر کی وجہ سے بچا لیا گیا وہ جنت میں داخل ہوگا' وہ چیز جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور وہ چیز جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے' (یعنی زبان اور شرمگاہ)۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں جبڑوں کے درمیان موجود چیز سے مراد زبان ہے اور زبان کے شر سے مراد کفریہ کلمات کہنا' جھوٹ بولنا' گالی گلوچ کرنا' غیبت کرنا' چغلی کرنا' جھوٹی بات کہنا' بُری بات کہنا وغیرہ شامل ہیں' جبکہ دو ٹانگوں کے درمیان موجود چیز سے مراد شرمگاہ ہے اور شرمگاہ کے شر سے مراد زنا کا ارتکاب کرنا ہے' یعنی جو شخص ان سب اُمور سے بچتا رہتا ہے' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

976- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُوْلُ لَاتُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَتَقْسُوْا قُلُوْبُكُمْ فَاِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِيَ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ لَّاتَعْلَمُوْنَ وَلَاتَنْظُرُوْا فِيْ ذُنُوْبِ النَّاسِ كَاَنَّكُمْ اَرْبَابٌ وَانْظُرُوْا فِيْهَا كَاَنَّكُمْ عَبِيْدٌ فَاِنَّمَا النَّاسُ مُبْتَلًى وَّمُعَافًى فَارْحَمُوْا اَهْلَ الْبَلَاءِ وَاحْمَدُوا اللّٰهَ عَلَى الْعَافِيَةِ ۔

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام یہ کہا کرتے تھے: اللہ کے ذکر کے علاوہ اور کوئی کلام زیادہ نہ کیا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور ہوتا ہے لیکن تمہیں اس کا پتا بھی نہیں چلتا اور تم لوگوں کے گناہوں کی طرف توجہ نہ دو یوں کہ گویا تم ان کے مالک ہو ان کے بارے میں اس طرح دیکھو جس طرح تم غلام ہو کچھ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے اور کچھ لوگوں کو عافیت نصیب کی جاتی ہے تو جو لوگ آزمائش میں مبتلا ہوں تو ان پر رحم کرو اور عافیت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو۔

•••——•••——•••

شرح: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "بلاغ" کے طور پر نقل کیا ہے اور اس روایت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا فرمان موجود ہے جس میں اُنہوں نے بکثرت کلام کرنے سے منع کیا ہے اس سے مراد لغو کلام ہے اگر کوئی شخص حق بات واضح کرنے کے لیے تعلیم و تدریس کے لیے کلام کرتا ہے تو خواہ وہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو وہ اس میں شامل نہیں ہوگا اس کے برعکس جو شخص لغویات کرتے ہوئے طویل کلام کرتا ہے اس کی گفتگو میں جھوٹ غیبت چغلی وغیرہ کی آمیزش کا احتمال بڑھ جاتا ہے اور ان گناہوں کی وجہ سے انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے انسان کا دل اس اعتبار سے سخت ہو جاتا ہے کیونکہ بار بار ان گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے وہ ان گناہوں کی پرواہ نہیں کرتا ہے اور جو شخص گناہوں کی پرواہ نہیں کرتا اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو جاتا ہے تو ایسا شخص یقینی طور پر اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد دوسری نصیحت یہ کی گئی ہے کہ انسان کو دوسروں کی کوتاہیوں کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے کیونکہ یہ دوسرے فرد کا اور اس کے پروردگار کا معاملہ ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسے عذاب میں مبتلا کر دے گا اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا تمہیں صرف اپنی فکر کرنی چاہیے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان کسی گناہگار کو تبلیغ نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو خود کو پارسا اور دوسرے کو کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔

اس کے بعد تیسری نصیحت یہ کی گئی ہے کہ جو لوگ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں ان پر رحم کرنا چاہیے۔ یہ آزمائش جسمانی بھی ہو سکتی ہے یعنی بیماری کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے اور مالی بھی ہو سکتی ہے یعنی فقر و فاقہ یا کسی دوسری ضرورت کی شکل میں ہو سکتی ہے اور آزمائش کا شکار لوگوں پر رحم کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان اس آزمائش کے دوران عملی مالی اخلاقی اعتبار سے آزمائش کا شکار شخص کی مدد کرے اور اس کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے فضل سے انسان کو اس آزمائش سے محفوظ رکھا ہے۔

——✧——

977- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنِيْ سُمَيٌّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ . .

✦✦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' جو آدمی کو ٹھیک طرح سے سونے اور کھانے پینے سے روک دیتا ہے' تو جب کسی شخص کا کام پورا ہو جائے' تو وہ جلدی اپنے گھر واپس چلا جائے۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ انسان کو جب کسی کام کے لیے سفر پر جانا پڑے تو اسے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اپنا کام پورا کر لینے کے بعد اپنے وطن واپس چلا جائے' کیونکہ سفر کے دوران بے آرامی بھی ہوتی اور بے چینی بھی پائی جاتی ہے' جبکہ اپنے گھر واپس آ کر انسان پرسکون ہو جاتا ہے۔

978- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّ اَحَدًا اَقْوٰى عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ مِنِّىْ لَكَانَ اَنْ اُقَدَّمَ فَيُضْرَبُ عُنُقِىْ اَهْوَنَ عَلَىَّ فَمَنْ وَّلِىَ هٰذَا الْاَمْرَ بَعْدِىْ فَلْيَعْلَمْ اَنَّ سَيَرُدُّهُ عَنْهُ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاُقَاتِلُ النَّاسَ عَنْ نَفْسِىْ ۔

✦✦ سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اگر مجھے یہ علم ہو کہ کوئی شخص اس معاملے (یعنی حکومت) کے بارے میں مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا ہے اور پھر مجھے اس معاملے کے لیے آگے کیا جاتا تو یہ بات میرے نزدیک اس سے زیادہ مشکل ہوتی کہ میری گردن اُڑا دی جاتی' جو شخص میرے بعد حکومت کا نگران بنے گا' اُسے یہ بات جان لینی چاہیے کہ عنقریب اسے نزدیک اور دور تمام تر اعتراضات کا جواب دینا ہوگا۔ اور اللہ کی قسم! میں اپنی ذات کے حوالے سے لوگوں کے ساتھ بحث مباحثہ کرتا ہوں۔

•••——•••——•••

شرح: یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے' جس میں انہوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ خلافت کی ذمہ داریاں اُٹھانا کوئی آسان کام نہیں ہے' اگر کوئی شخص میرے کسی طرزِ عمل یا فیصلے پر اعتراض کرتا ہے' تو میں اسے اس کا بھرپور جواب دوں گا' یہاں قتال سے مراد بحث و مباحثہ کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ نامزد کیا تھا' اہلِ تشیع کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ''معاذ اللہ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کو غصب کر لیا تھا۔

ایک مرتبہ اس مکتبہ فکر کے ایک فرد نے ہمارے سامنے یہی بات کہی تو ہم نے اس سے دریافت کیا: بالفرض اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کو غصب کیا تھا تو اس کا انہیں کیا فائدہ ہوا؟ انہیں اور ان کے خاندان دونوں کو کیا فائدہ ہوا؟ کیونکہ اس بات پر مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی مسلم معاشرے کے ایک عام فرد کی طرح زندگی گزارتے تھے' بلکہ بعض ضروریات کی تکمیل کے اعتبار سے وہ معاشرے کے غریب ترین

افراد کی مانند تھے تو پھر انہیں کیا ضرورت تھی کہ وہ کسی دوسرے کے حق کو غصب کرتے؟

979- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ مُخْبِرٌ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ كَانَ النَّاسُ وَرَقًا لَا شَوْكَ فِيْهِ وَهُمُ الْيَوْمَ شَوْكٌ لَا وَرَقَ فِيْهِ اِنْ تَرَكْتَهُمْ لَمْ يَتْرُكُوْكَ وَاِنْ نَقَدْتَهُمْ نَقَدُوْكَ ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ ایسے پتے کی طرح ہوتے ہیں جس میں کوئی کانٹا نہیں ہوتا لیکن آج کل صرف وہ کانٹے ہیں اُن میں کوئی پتا نہیں ہے اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے اگر تم انہیں جانچنے کی کوشش کرو گے تو وہ تمہیں جانچیں گے (یعنی اگر تم انہیں ٹھیک کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ تمہیں ٹھیک کریں گے)۔

شرح: یہ روایت بھی موقوف ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے جو یہ فرماتے ہیں پہلے زمانے کے لوگ یعنی صحابہ کرام کی مثال ایسے درخت کی طرح تھی جس میں صرف پتے ہوتے تھے کوئی کانٹا نہیں ہوتا تھا یعنی وہ لوگ دینی اور دنیاوی دونوں حوالوں سے صرف لوگوں کو فائدہ پہنچاتے تھے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے لیکن آج کے زمانے میں لوگوں کی مثال ایسے درخت کی مانند ہے جن میں صرف کانٹے ہوتے ہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا یعنی آج کے لوگ صرف دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔

980- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ وَاَوَّلُ النَّاسِ اخْتَتَنَ وَاَوَّلُ النَّاسِ قَصَّ شَارِبَهٗ وَاَوَّلُ النَّاسِ رَاَى الشَّيْبَ فَقَالَ يَارَبِّ مَاهٰذَا فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَارٌ يَّا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ يَارَبِّ زِدْنِیْ وَقَارًا ۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کا آغاز کیا وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے ختنے کیے وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی مونچھیں چھوٹی کی تھیں وہ سب سے پہلے شخص ہیں جن کے بال سفید ہوئے انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! یہ کیا چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! یہ وقار ہے انہوں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میرے وقار میں اضافہ کردے۔

شرح: یہ روایت مشہور تابعی سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس میں انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعض خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ سب سے پہلے فرد ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کا آغاز کیا اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اس رسم کا آغاز کیا کہ وہ مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ختنہ کرنے کی رسم کا آغاز کیا بعض روایات کے مطابق حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے ۱۲۰ برس کی عمر میں خود اپنے ختنے کیے تھے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مونچھیں چھوٹی کرنے کا آغاز کیا۔

981- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يُحَدِّثُ عَنْ اِنْسَانٍ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَهْبِطُ مِنْ ثَنِيَّةِ هَرْشٰى مَاشِيًا عَلَيْهِ ثَوْبٌ اَسْوَدُ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: گویا میں اس وقت بھی حضرت موسیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں جو ہرشی کی پہاڑی سے اُتر رہے ہیں وہ چلتے ہوئے نیچے آ رہے ہیں انہوں نے سیاہ لباس پہن رکھا ہے۔

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس کے ذریعے انبیائے کرام کی حیات کا اثبات ہوتا ہے اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ انبیائے کرام حج کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنی قبر میں نماز پڑھنے کا واقعہ معراج سے متعلق حدیث میں مذکور ہے۔

982- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ لِيَقْطَعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ اِلَّا اَنْ يُقْطِعَ لِاِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ .

✧✧ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ انہیں بحرین کی زمین عطیے کے طور پر دیں تو انہوں نے عرض کی: نہیں! اللہ کی قسم! پہلے آپ ہمارے قریشی بھائیوں کو اسی کی مانند دیں (تو دو یا تین مرتبہ یہ تکرار ہوئی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے تم صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو جائے۔

شرح: اس روایت میں انصار کے ایثار وقربانی کا تذکرہ مذکور ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ ہم آپ کی عطاء کی ہوئی زمین اس وقت لیں گے جب ہمارے قریشی بھائیوں یعنی مہاجرین کو بھی اس طرح کے عطیات سے نوازا جائے گا۔

983- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِىُّ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ اَبِىْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَانَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِمْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ .

✧✧ علقمہ بن ابووقاص بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ فرماتے ہیں' کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے' آدمی جو نیت کرے گا' اس کے مطابق اُسے اجر ملے گا' جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی' اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی' جس شخص کی ہجرت دنیا کے حصول کے لیے ہوگی یا کسی عورت کے ساتھ شادی کے لیے ہوگی' تو اس کی ہجرت اُسی کی طرف شمار ہوگی جو نیت کر کے اُس نے ہجرت کی تھی۔

بَابُ الْفَارَةُ تَقَعُ فِى السَّمَنِ

باب 58: جب کوئی چوہا گھی میں گر جائے

984- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ وَّقَعَتْ فِىْ سَمَنٍ فَمَاتَتْ قَالَ خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا مِنَ السَّمَنِ فَاطْرَحُوْهُ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا كَانَ السَّمَنُ جَامِدًا اُخِذَتِ الْفَارَةُ وَمَا حَوْلَهَا مِنَ السَّمَنِ فَرُمِىَ بِهٖ وَاُكِلَ مَاسِوٰى ذٰلِكَ مِنَ السَّمَنِ وَاِنْ كَانَ ذَائِبًا لَايُؤْكَلُ مِنْهُ شَىْءٌ وَاسْتُصْبِحَ بِهٖ وَهُوَقَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے چوہے کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھی میں گر کر مر جاتا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس گھی کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال کر پھینک دو۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

جب گھی جما ہوا ہوگا' تو چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال کر پھینک دیا جائے گا اور بقیہ گھی کو کھا لیا جائے گا' اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو اُسے بالکل بھی نہیں کھایا جا سکتا' بلکہ اُسے چراغ جلانے کے لیے استعمال کر لیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

حدیث 984: اخرجہ مالك فی "المؤطا" بروایةیحیٰی بن یحیٰی المصمودی' کتاب قصر الصلاة فی السفر' باب ما جاء فی الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم - حدیث:402اخرجہ عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفہ"، کتاب الجنائز' باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم - حدیث:6512اخرجہ ابن ابی شیبة فی "مصنفہ"، کتاب الجنائز' من کان یأتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیسلم - حدیث:11590

بَابُ دِبَاغِ الْمَيْتَةِ

باب 59: مردار (کے چمڑے) کو دباغت کرنا

985-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ وَعْلَةَ الْمِصْرِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب چمڑے کی دباغت کرلی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔

986-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَنْ يُّسْتَمْتَعَ بِجُلُوْدِ الْمَيْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ .

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا تھا کہ مردہ جانور کے چمڑے کی دباغت کے بعد اس سے نفع حاصل کیا جائے۔

987-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ كَانَ اَعْطَاهَا مَوْلًى لِمَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْتَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ اِنَّمَا حُرِّمَ اَكْلُهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا دُبِغَ اِهَابُ الْمَيْتَةِ فَقَدْ طَهُرَ وَهُوَ ذَكَاتُهٗ وَلَا بَاْسَ بِالْاِنْتِفَاعِ بِهٖ وَلَا بَاْسَ بِبَيْعِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

✧✧ عبیداللہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے جو آپ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی کنیز کو عطاء کی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اس سے نفع حاصل کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ مردار ہے آپ نے فرمایا: اسے کھانا حرام ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں جب مردار کی کھال دباغت کرلی جائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے یہی چیز اُس کے پاک ہونے پر باعث ہے۔

اس سے نفع حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ كَسْبِ الْحَجَّامِ

باب 60: پچھنے لگانے والے کی آمدن

988-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَمَ اَبُوْطَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَاَمَرَ اَهْلَهُ اَنْ يُخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ .

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا بَاْسَ اَنْ يُعْطَى الْحَجَّامُ اَجْرًا عَلٰى حِجَامَتِهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطیبہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاوضے کے طور پر ایک صاع کھجوریں عطاء کی تھیں اور ان کے مالک کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اُن کے خراج میں کمی کر دے۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' یعنی پچھنے لگانے والے شخص کو معاوضہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے: اس بارے میں جمہور بھی اسی بات کے قائل ہیں (جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے) ان حضرات نے دلیل کے طور پر ان روایات کو پیش کیا ہے' جن میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوانے کے بعد ان کا معاوضہ عطاء کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مخصوص رگوں پر اور دو کندھوں کے درمیان پچھنے لگوائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے والے کو معاوضہ بھی عطاء کیا تھا' اگر یہ حرام ہوتا تو آپ اسے عطاء نہ کرتے۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل ترمذی میں نقل کیا ہے۔

بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ پچھنے لگانے والے کی آمدن حرام ہے' اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور سنن کے مؤلفین نے حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھنے لگانے کے معاوضے (کو استعمال کرنے) کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی ضرورت کا تذکرہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس (معاوضے) کے ذریعے اپنے اونٹ کو چارہ کھلا دو۔

(فاضل لکھنوی فرماتے ہیں:) اس روایت کو جمہور نے تنزیہی ممانعت پر محمول کیا ہے۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں' کہ جواز کی صورت اس وقت ہوگی جب معاوضہ طے شدہ ہو اور ممانعت سے متعلق روایت اس صورت پر محمول ہوگی' جب معاوضہ طے شدہ نہ ہو جبکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' کہ جواز سے متعلق روایت نے ممانعت سے متعلق روایت کو منسوخ کر دیا ہے' یہ تمام بحث ملا علی قاری رضی اللہ عنہ نے (جمع الوسائل شرح الشمائل) میں تحریر کی ہے۔

989- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ الْمَمْلُوْكُ وَمَالُهُ لِسَيِّدِهٖ لَايَصْلُحُ لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ يُّنْفِقَ مِنْ مَالِهٖ شَيْئًا بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ اِلَّا اَنْ يَّاْكُلَ اَوْيَكْتَسِيَ اَوْيُنْفِقَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِلَّا اَنَّهٗ يُرَخِّصُ لَهٗ فِي الطَّعَامِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ اَنْ يُّطْعِمَ مِنْهُ وَفِيْ عَارِيَةِ الدَّابَّةِ وَنَحْوِهَا فَاَمَّا هِبَةُ دِرْهَمٍ اَوْدِيْنَارٍ اَوْكِسْوَةٍ فَلَاوَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: غلام اور اس کا مال اس کے آقا کی ملکیت ہوتے ہیں' کسی بھی غلام کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے کوئی بھی چیز خرچ کردے' البتہ وہ کھا سکتا ہے' پہن سکتا ہے اور مناسب طور پر خرچ کرسکتا ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

تاہم انہوں نے اس غلام کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ کھانے کی کوئی چیز یا سواری کسی کو عارضی طور پر استعمال کے لیے دے سکتا ہے' البتہ وہ درہم و دینار اور پہننے والا کپڑا کسی کو نہیں دے سکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

•••———•••———•••

شرح: یہ روایت ''موقوف'' ہے اور اس میں غلام کے احکام بیان کیے گئے ہیں' اس بارے میں پہلا اصول یہ ہے کہ غلام اگر محنت مزدوری کرکے یا تجارت کرکے کوئی مال حاصل کرتا ہے' تو وہ مال اس کے آقا کی ملکیت ہوگا اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس مال میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کرسکتا' تاہم وہ اپنی ذاتی خوراک' لباس یا دیگر بنیادی ضروریات کے لیے آقا سے باقاعدہ اجازت لیے بغیر اس میں سے خرچ کرسکتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقوف اثر کو نقل کرنے کے بعد یہ جزئی بیان کی ہے' جو خوراک غلام کو کھانے کے لیے دی جاتی ہے' وہ اس میں سے کچھ خوراک کسی دوسرے شخص کو دے سکتا ہے' اسی طرح وہ جانور یا اس جیسی کوئی اور چیز بھی دے سکتا ہے' لیکن نقدی کی شکل میں ادھار یعنی سونے یا چاندی کے دینار یا درہم کو یا کپڑے کو وہ غلام کسی شخص کو ہبہ نہیں کرسکتا۔

990- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَتْ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تِسْعُ صِحَافٍ يَّبْعَثُ بِهَا اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَتِ الطُّرْفَةُ اَوِ الْفَاكِهَةُ اَوِ الْقَسْمُ وَكَانَتْ يَبْعَثُ بِاٰخِرِهِنَّ صَحْفَةً اِلٰى حَفْصَةَ فَاِنْ كَانَ قِلَّةٌ اَوْنُقْصَانٌ كَانَ بِهَا ۔

✧✧ زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نو پیالے تھے جن میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو چیزیں بھجوایا کرتے تھے' جو تحفہ یا پھل یا گوشت وغیرہ آیا کرتا تھا وہ ان پیالوں میں ڈال کر انہیں بھجوادیا کرتے تھے۔

آپ ان میں سے سب سے آخری پیالہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھجوایا کرتے تھے تاکہ اگر کوئی چیز کم ہو جائے' تو وہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئے۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں تحائف بھجوایا کرتے تھے' اس زمانے کے زیادہ تر تحائف کھانے پینے کی چیزیں ہوا کرتی تھیں' اس تقسیم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ دیگر تمام ازواج مطہرات کو تحائف بھجوانے کے بعد آخر میں اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے طور پر تحفہ بھجواتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اشیاء اور تحائف تقسیم کرتے ہوئے اگر کوئی کمی رہ جائے' تو وہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آ جائے' کیونکہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں' اس اعتبار سے ان کے حصے کی کمی نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے طور پر نہیں ہوگی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی صاحبزادی کے حصے کے طور پر ہوگی۔

—•—

991-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ يَعْنِيْ فِتْنَةَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ اَهْلِ الْبَدْرِ اَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتْ فِتْنَةُ الْحَرَّةِ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ اَحَدٌ فَاِنْ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ لَمْ يَبْقَ بِالنَّاسِ طَبَاخٌ .

✧✧ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ جب فتنہ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا فتنہ آیا' اس وقت اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا' پھر جب حُرہ کا فتنہ پیش آیا' تو اس وقت حدیبیہ میں شرکت کرنے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ اب اگر تیسری مرتبہ کوئی فتنہ آ گیا تو کوئی بھی عقل مند شخص زندہ نہیں رہے گا۔

•••——•••——•••

شرح: یہ روایت مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے' جس میں انہوں نے دو جملوں میں اسلامی تاریخ میں پیش آنے والے فتنوں اور ان کے نتائج کا ذکر کر دیا ہے۔

اس میں سب سے پہلے انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف رکھنے والے بہت سے صحابہ کرام تھوڑے ہی عرصے میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے' پھر جب یزید کے عہد حکومت میں واقعہ حرہ پیش آیا' تو صلح حدیبیہ میں شرکت کا شرف رکھنے والے بہت سے افراد اس کے قریب ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے' اس سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جو مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے' ورنہ دیگر علاقوں میں رہنے والے بہت سے صحابہ کرام پہلی صدی ہجری کے آخر تک زندہ رہے تھے۔

—•—

992-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاَمِيْرُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ

عَلٰی اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَامْرَاَةُ الرَّجُلِ رَاعِيَةٌ عَلٰی مَالِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم میں سے ہر شخص نگران ہے' تم میں سے ہر ایک سے اس کی نگرانی کے بارے میں حساب لیا جائے گا' حکمران لوگوں کا نگران ہوتا ہے اُس سے لوگوں کے بارے میں حساب لیا جائے گا' آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہوتا ہے اس سے ان کے بارے میں حساب لیا جائے گا' عورت اپنے شوہر کے مال کی نگران ہوتی ہے اس سے اس کا حساب لیا جائے گا' آدمی اپنے آقا کے مال کا نگران ہوتا ہے اُس سے اس کا حساب لیا جائے گا' تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی نگرانی کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔

شرح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک اہم معاشرتی اصول کی حیثیت رکھتا ہے' کیونکہ ہر شخص اپنی زندگی میں مختلف حیثیتوں سے فرائض سرانجام دیتا ہے' اس لیے ہر شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی ہر ایک حیثیت کے حوالے سے اس سے حساب لیا جائے گا۔

993-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْغَادِرَ يَقُوْمُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَآءٌ فَيُقَالُ هٰذِهٖ غُدْرَةُ فُلَانٍ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: غداری کرنے والا شخص قیامت کے دن اُٹھے گا' تو اس کے لیے جھنڈا نصب کیا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی غداری ہے۔

شرح: اس روایت میں بدعہدی کے انجام کا تذکرہ کیا گیا ہے' کیونکہ بدعہدی کرنے والے شخص کو قیامت کے دن الگ شناخت کے لیے ایک جھنڈا دیا جائے گا تاکہ تمام اہلِ محشر یہ بات جان لیں کہ یہ شخص دنیا میں بدعہدی کا مرتکب ہوا تھا' اس عمل کی مذمت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ بدعہدی کے نتیجے میں معاشرتی اور ریاستی سطح پر بہت نقصان دہ صورتِ حال سامنے آجاتی ہے۔

994-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

حدیث 993: اخرجه البخاری فی "صحیحه"، کتاب الأدب' باب ما یدعی الناس بآبائهم - حدیث: 5832 اخرجه المسلم فی "صحیحه"، کتاب الجهاد والسیر' باب تحریم الغدر - حدیث: 3353 اخرجه الدارمی فی "سننه"، ومن کتاب البیوع' باب: فی الغدر - حدیث: 2499 اخرجه ابو داؤد فی "سننه"، کتاب الجهاد' باب فی الوفاء بالعهد - حدیث: 2390 اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، کتاب الجهاد' باب الوفاء بالبیعة - حدیث: 2870

✧✧ نافع' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کی بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس حدیث میں گھوڑے سے مراد جہاد کا آلہ ہے' یعنی جو لوگ جہاد کی تیاری کرتے ہیں' ان کے اس عمل میں اور جو سامان انہوں نے تیار کیا ہے' اس میں قیامت تک برکت رکھ دی گئی ہے' اس کا عملی مشاہدہ آج یوں کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں آج بھی طاقتور ترین اقوام وہ سمجھی جاتی ہیں جو آلاتِ حرب تیار کرنے کے حوالے سے نمایاں حیثیت کی مالک ہیں۔

995- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ رَاٰهُ يَبُوْلُ قَائِمًا ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ لَّاَبَاْسَ بِذٰلِكَ وَالْبَوْلُ جَالِسًا اَفْضَلُ ۔

✧✧ عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں' کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' تاہم بیٹھ کر پیشاب کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "موقوف" روایت نقل کی ہے' جبکہ دیگر محدثین نے "مرفوع" روایت کے طور پر بھی یہ بات ذکر کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا' اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں' کہ کسی ضرورت یا مجبوری کے علاوہ بیٹھ کر پیشاب کرنا بہتر ہے' کیونکہ اس صورت میں پیشاب کے چھینٹے کپڑوں پر پڑنے کا اندیشہ نہیں ہوتا' لیکن اگر بیٹھ کر پیشاب کرنے کے نتیجے میں نجاست لگ جانے کا اندیشہ ہو تو کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے۔

996- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَرُوْنِىْ مَاتَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ فَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ ۔

حديث 994: اخرجه مالك في "المؤطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب الجهاد' باب ما جاء في الخيل والمسابقة بينها - حديث: 1001 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب الجهاد والسير' باب: الخيل معقود في نواصيها الخير إلى يوم القيامة - حديث: 2714 اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب الإمارة' باب الخيل في نواصيها الخير إلى يوم القيامة - حديث: 3568 اخرجه ابن ماجة في "سننه"، كتاب الجهاد' باب ارتباط الخيل في سبيل الله - حديث: 2784 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الخيل' باب: فتل ناصية الفرس - حديث: 3535 اخرجه النسائي في "سننه الكبرى"، كتاب الخيل' فتل ناصية الفرس - حديث: 4283 مسند أحمد بن حنبل' مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 4677 اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار"، كتاب السير' باب إنزاء الحمير على الخيل - حديث: 3457 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب قسم الفيء والغنيمة' جماع أبواب تفريق القسم - باب الإسهام للفرس دون غيره من الدواب' حديث: 12053

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو چیز میں تمہارے سامنے بیان نہیں کرتا اس کے حوالے سے مجھے یوں ہی رہنے دو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء سے سوالات کرنے کی وجہ سے اور اُن سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوئے تھے میں تمہیں جس چیز سے منع کر دیتا ہوں اس سے اجتناب کیا کرو۔

•••——•••——•••

شرح: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو شرعی احکام کی تبلیغ کے لیے مبعوث کیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''رسول تمہیں جو دے اسے حاصل کر لو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے رُک جاؤ''۔

اصول یہ ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہر کام جائز ہوتا ہے کسی بھی کام کا ارتکاب حرام یا واجب نہیں ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی مسئلے کی جزئی کے بارے میں کوئی سوال کر لے تو اس کے جواب میں اگر نبی اکرم ﷺ کسی کام سے منع کر دیں تو اب وہ کام کرنا حرام ہوگا اگر نبی اکرم ﷺ کسی کام کو کرنے کا حکم دیں تو اب وہ کام کرنا لازم ہوگا پہلے انبیاء کرام کے امتی اپنے انبیاء سے اسی نوعیت کے بے جا سوالات کیا کرتے تھے جس کے نتیجے میں شرعی حکم نازل ہو جاتا تو وہ اس کی پاسداری نہیں کر پاتے تھے اور اسی حوالے سے ہلاکت کا شکار ہو جاتے تھے۔

997- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ ابْنَ اَبِىْ قُحَافَةَ نَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِىْ نَزْعِهٖ ضُعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ قَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میں نے ابن ابو قحافہ کو دیکھا انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے ان کے ڈول نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے پھر عمر بن خطاب کھڑے ہوئے تو وہ ڈول ایک بڑا ڈول بن گیا میں نے اس طرح سے محنت کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا وہ پانی نکالتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی سیراب کر لیا۔

حديث 996: اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة' باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم - حديث: 6879اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، باب الإمامة والجماعة' فصل فی فضل الجماعة - ذكر خبر ثان يصرح بصحة ما أومأنا إليه' حديث: 2131اخرجه ابن ماجة فی "سننه"، المقدمة' باب اتباع سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم - حديث:2مسند أحمد بن حنبل' مسند أبی هريرة رضی اللّٰه عنه - حديث:9590

حديث 997: اخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب المناقب' باب قول النبی صلى اللّٰه عليه وسلم : "لو كنت - حديث 3485اخرجه المسلم فی "صحيحه"، كتاب فضائل الصحابة رضی اللّٰه تعالى عنهم' باب من فضائل عمر رضی اللّٰه تعالى عنه - حديث: 4511اخرجه ابن حبان فی "صحيحه"، كتاب إخباره صلى اللّٰه عليه وسلم عن مناقب الصحابة' ذكر الخبر الدال على أن الخليفة بعد أبی بكر كان عمر - حديث: 7008اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، كتاب التعبير' نزع الذنوب والذنوبين - حديث: 7383ذكره البيهقی فی "سننه الكبرى"، كتاب القسامة' كتاب قتال أهل البغی - باب ما جاء فی تنبيه الإمام على من يراد شلا للخلافة' حديث: 15437

شرح: اس حدیث کا مرکزی مضمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اظہار ہے جو عملی طور پر اس طرح سامنے آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جس قدر فتوحات ہوئی تھیں اسلامی ریاست جتنی زیادہ پھیل گئی تھی اسلامی ریاست کے افراد کو جس قدر زیادہ خوشحالی نصیب ہوئی تھی اتنی زیادہ خوشحالی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں نصیب نہیں ہوئی لوگوں کو سیراب کرنے سے مراد یہی خوشحالی ہے۔

اَلتَّفْسِيْرُ

باب 61: تفسیر کا بیان

998-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ اَبِىْ يَرْبُوْعٍ الْمَخْزُوْمِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُوْلُ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الظُّهْرِ .

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: درمیانی نماز سے مراد ظہر کی نماز ہے۔

شرح: لفظ "تفسیر" لفظ "فسر" سے ماخوذ ہے جس کا لغوی معنی گھوڑے کی پشت سے زین کو ہٹانا ہے۔

علماء کی اصطلاح میں علم تفسیر سے مراد قرآن کی آیات کے الفاظ کے معانی بیان کرنا' آیات میں موجود ربط ظاہر کرنا' آیات کے شانِ نزول کی وضاحت کرنا' آیات کے الفاظ سے ثابت ہونے والے اعتقادی اور عملی احکام کی وضاحت کرنا' آیات میں ذکر ہونے والے مضامین کی جزئیات کی وضاحت کرنا علم تفسیر ہے۔

یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی بعض آیات اور بعض الفاظ کی وضاحت کی ہے۔

اس روایت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے' جو قرآن مجید میں سورۃ البقرہ: ۲۳۸ کے ایک لفظ "الوسطیٰ" کی تفسیر کے بارے میں ہے' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں' کہ اس سے مراد ظہر کی نماز ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل لکھنوی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ یہاں "الوسطیٰ" سے مراد کون سی نماز ہے' اس کی تفسیر میں صحابہ کرام اور بعد کے زمانوں کے اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فجر کی نماز ہے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اور یہ روایت امام بیہقی' امام ابن جریر طبری' امام عبدالرزاق' امام ابن ابی شیبہ' امام عبد بن حمید' امام ابن المنذر' امام سعید بن منصور

حدیث 998: اخرجه مالك فى "الموطا" بروايةيحيى بن يحيى المصمودى' كتاب صلاة الجماعة' باب الصلاة الوسطى - حديث: 318اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، كتاب صلاة التطوع والإمامة وأبواب متفرقة' فى قوله تعالى : حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى - حديث: 8482ذكره البيهقى فى "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب صلاة الوسطى وقول من قال : هى الظهر' حديث: 2002 .

رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کی ہے۔ امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اسحاق بن راہویہ ابن منذر عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اسی کی مانند روایات عطاء بن ابی رباح' جابر بن زید طاؤس اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں منقول ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ظہر کی نماز ہے' یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے' جسے امام بخاری' امام ابوداؤد' ابن جریر' امام طحاوی' ابویعلیٰ' طبرانی' بیہقی' ابن ابی حاتم' امام احمد بن حنبل' ابن منیع' ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی بات منقول ہے۔

جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عصر کی نماز ہے' پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ اس سے مراد صبح کی نماز ہے' لیکن جب انہوں نے غزوۂ خندق کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا: ''اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں درمیانی نماز یعنی عصر کی نماز ادا نہیں کرنے دی' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا اور اب ان کا قول یہی ہے۔

اس بات کو امام عبدالرزاق' امام ابن ابی شیبہ' امام مسلم' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر طبری' امام طحاوی' عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہم کے بیان کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی بات کے قائل ہیں' جبکہ بعض دیگر محدثین نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت نقل کی ہے۔

بعض محدثین نے اُم المؤمنین سیّدہ اُم سلمہ' اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ اور اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہن کے بارے میں اسی کی مانند روایات نقل کی ہیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مغرب کی نماز ہے اور یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے فاضل لکھنوی فرماتے ہیں: اس بارے میں بعض دیگر اقوال بھی ہیں جو ''فتح الباری'' میں تفصیل سے منقول ہیں' جبکہ مذکورہ بالا تمام آثار ''الدر المنثور'' میں تفصیل سے منقول ہیں۔

فاضل لکھنوی مزید تحریر کرتے ہیں: تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ اس بارے میں تیسرا قول درست ہے (یعنی یہاں مراد عصر کی نماز ہے) کیونکہ یہ قول صحیح ''مرفوع'' احادیث کے مطابق ہے' اکثر صحابہ کرام اور جمہور تابعین اسی کے قائل ہیں۔

احناف اور حنابلہ کے نزدیک یہی قول درست ہے' اکثر شوافع اور بعض مالکیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے' ان کے نزدیک اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔

مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں اس روایت کے بعد آنے والی اگلی دو روایات سے بھی اسی مؤقف کی تائید ہو جاتی ہے۔

999-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ رَافِعٍ اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ اَكْتُبُ مُصْحَفًا لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَاٰذِنِّيْ فَلَمَّا بَلَغْتُهَا اٰذَنْتُهَا فَقَالَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ .

✧✧ عمرو بن رافع بیان کرتے ہیں: میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے قرآن مجید لکھ رہا تھا' انہوں نے فرمایا: جب تم اس آیت پر پہنچو گے' تو مجھے بتا دینا' جب میں اس آیت پر پہنچا' تو میں نے انہیں بتایا' انہوں نے فرمایا کہ تم یہ لکھو:

''اور تم لوگ نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی حفاظت کرو اور عصر کی نماز کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ کھڑے رہو''۔

1000-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْ يُوْنُسَ مَوْلٰى عَائِشَةَ قَالَ اَمَرَتْنِيْ اَنْ اَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا قَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَاٰذِنِّيْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ ابویونس' جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں' بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے ہدایت کی کہ میں ان کے لیے قرآن مجید لکھ دوں' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تم اس آیت پر پہنچو گے تو مجھے بتا دینا: ''تم نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نمازوں کی بھی'' جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے انہیں بتایا' تو انہوں نے مجھے یہ املاء کروایا: ''تم نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور عصر کی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ کھڑے رہو''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

1001-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عُمَارَةُ ابْنُ صَيَّادٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ فِي الْبَاقِيَاتِ الصّٰلِحٰتِ

حدیث 999: اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب صلاة الجماعة' باب الصلاة الوسطى . حديث: 317 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الصلاة' ذكر جماع أبواب الأذان والإقامة - باب من قال : هي الصبح' حديث: 2017

حدیث 1000: اخرجه المسلم في "صحيحه"، كتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى هي صلاة العصر - حديث: 1032 اخرجه مالك في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى المصمودي' كتاب صلاة الجماعة' باب الصلاة الوسطى . حديث [illegible] اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب : ومن سورة البقرة' حديث: 2971 اخرجه ابو داؤد في "سننه"، كتاب الصلاة' باب في وقت صلاة العصر - حديث: 351 اخرجه النسائي في "سننه"، كتاب الصلاة' باب المحافظة على صلاة العصر حديث: 471 اخرجه النسائي في "سنه الكبرى"، كتاب الصلاة' الأمر بالمحافظة على الصلوات حديث: 360 اخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار"، باب بيان مشكل ما روى عن عائشة , وحفصة , زوجي حديث: 1744 مسند أحمد بن حنبل - مسند الأنصار' الملحق المستدرك من مسند الأنصار - حديث السيدة عائشة رضي الله عنها' حديث: 24907

قَوْلُ الْعَبْدِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ .

عمارہ بن صیاد بیان کرتے ہیں: انہوں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''باقی رہ جانے والی نیکیاں''۔

سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھے۔

•••———•••———•••

شرح: اس روایت میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیری قول نقل کیا گیا ہے' جو قرآن مجید میں سورۃ الکہف: ۴۶ کے دو الفاظ ''باقی رہ جانے والی نیکیوں'' کے بارے میں ہے' سعید کہتے ہیں' کہ اس سے مراد یہ کلمہ ہے۔

کلمے کے یہ الفاظ ہمارے زمانے میں لفظی تقدیم و تاخیر کے ساتھ تیسرے کلمے کے طور پر رائج ہیں۔

اس بارے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض موقوف اور بعض ''مرفوع'' روایات بھی ذکر کی ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الباقیات الصالحات کی کثرت کرو! عرض کی گئی: یارسول اللہ! اس سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ' سُبْحَانَ اللّٰهِ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنا ہے۔

———

1002- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ وَسُئِلَ عَنِ الْمُحْصَنَاتِ مِنَ النِّسَاءِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُوْلُ هُنَّ ذَوَاتُ الْاَزْوَاجِ وَيَرْجِعُ ذٰلِكَ اِلٰى اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الزِّنَا .

ابن شہاب سے محصن عورتوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو وہ بولے: میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اس سے مراد شادی شدہ عورتیں ہیں' یہ مفہوم اس بات کی طرف لوٹتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔

•••———•••———•••

شرح: اس اثر میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید میں سورۃ النساء کے الفاظ ''والمحصنت'' کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے' اس سے مراد شوہر والی عورتیں ہیں' یعنی شادی شدہ عورتیں اور اس تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کے ارتکاب کو حرام قرار دیا ہے۔

———

1003- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ مَارَاَيْتُ مِثْلَ مَارَغِبَتْ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَنْ هٰذِهِ

الْاٰیَةِ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ ۔

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں' کہ میرے علم کے مطابق اس اُمت نے سب سے زیادہ روگردانی اس آیت کے ساتھ کی ہے: ''اگر مسلمانوں کے دوگروہ آپس میں لڑنے لگیں تو تم ان کے درمیان صلح کرادو! اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو تم اس کے ساتھ جنگ کرو' جس نے بغاوت کی ہو' یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے' اگر وہ رجوع کر لے تو تم ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کروادو''۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر ان کے دوگروہ ایک دوسرے کے مقابلے میں آجاتے ہیں تو ان کے درمیان صلح کروانے کی کوشش کرنی چاہیے' اگر کوئی ایک گروہ بغاوت پر اتر آتا ہے' تو جس کے خلاف بغاوت کی گئی ہے' اس کی حمایت کرتے ہوئے باغیوں کے ساتھ لڑنا چاہیے' لیکن آج کے زمانے میں مسلمانوں نے اس آیت کے حکم کی طرف توجہ نہیں دی۔ شاید سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کے گروہ آپس میں برسرپیکار ہوگئے تھے۔

——

1004-اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلزَّانِیْ لَایَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْمُشْرِكَةً وَالزَّانِیَةُ لَایَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ بِالَّتِیْ بَعْدَهَا ثُمَّ قَرَاَوَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَآمَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا لَابَاْسَ بِتَزَوُّجِ الْمَرْاَةِ وَاِنْ كَانَتْ قَدْ فَجَرَتْ وَاِنْ یَّتَزَوَّجَهَا مَنْ لَّمْ یَفْجُرْ ۔

✧✧ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''زنا کرنے والا مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت کے ساتھ شادی کرے' اور زانیہ عورت کے ساتھ صرف زانی مرد یا مشرک مرد شادی کریں''۔

سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: اس آیت کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کردیا ہے' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی (جس کا ترجمہ یہ ہے:)

''تم میں سے جو بیوہ عورتیں ہیں' اور جو تمہارے نیک غلام اور کنیزیں ہیں ان کی شادی کروادو''۔

❁❁ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں

اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لے جو پہلے فاحشہ رہ چکی ہو یا اُس عورت کے ساتھ کوئی ایسا شخص شادی کرے جو بدکردار نہ ہو۔

•••——•••——•••

شرح: اس روایت میں سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن مجید کی جس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ زنا کرنے والا مرد صرف زنا کرنے والی عورت یا مشرک عورت کے ساتھ ہی نکاح کر سکتا ہے جبکہ زنا کرنے والی عورت کے ساتھ صرف زنا کرنے والا یا مشرک مرد ہی شادی کر سکتے ہیں' سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ حکم منسوخ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید کے اس قول کی تائید کی ہے اور اس حکم کے منسوخ ہونے کے قول کی تائید امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں کی ہے' یعنی زنا کرنے والی عورت کے ساتھ ایسا شخص شادی کر سکتا ہے' جو اس جرم کا مرتکب نہ ہوتا ہو۔

1005- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْاَكْنَنْتُمْ فِيْ اَنْفُسِكُمْ قَالَ اَنْ يَّقُوْلَ لِلْمَرْاَةِ وَهِيَ فِيْ عِدَّتِهَا مِنْ وَّفَاةِ زَوْجِهَا اِنَّكِ عَلَيَّ كَرِيْمَةٌ وَاِنِّيْ فِيْكِ لَرَاغِبٌ وَاَنَّ اللّٰهَ سَائِقٌ اِلَيْكِ رِزْقًا وَّنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْقَوْلِ.

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے:) ''تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم اشارے کے طور پر نکاح کا پیغام بھیجتے ہو' یا اپنے دل میں کچھ سوچتے ہو''۔

قاسم کہتے ہیں: اس سے مراد یہ کہ آدمی کسی بیوہ عورت کی عدت کے دوران اُس سے یہ کہے کہ تم میرے نزدیک قابلِ احترام ہو' یا مجھے تم میں دلچسپی ہے' یا اللہ تعالیٰ تمہیں رزق نصیب کرے گا' یا اس طرح کی اور باتیں ہیں۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں نکاح کا پیغام دینے سے مراد اشارے کنایے میں اس بات کا ذکر کرنا ہے کہ آدمی اس عورت میں دلچسپی رکھتا ہے' کیونکہ عدت کے دوران صراحت کے ساتھ نکاح کا پیغام دینا منع ہے۔

1006- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ دُلُوْكُ الشَّمْسِ مَيْلُهَا.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''دلوک'' اس کا ڈھل جانا ہے۔

•••——•••——•••

شرح: یہاں سورۃ الاسراء: ۷۸ میں استعمال ہونے والے لفظ ''دلوک'' کی وضاحت کی گئی ہے' اس سے مراد' مغرب کی طرف' مائل ہونا ہے۔

1007- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ دُلُوْكُ الشَّمْسِ مَيْلُهَا

وَغَسَقِ اللَّيْلِ اجْتِمَاعُ اللَّيْلِ وَظُلْمَتِهِ ـ

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ دُلُوْكُهَا غُرُوْبُهَا وَكُلٌّ حَسَنٌ ـ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "دلوک" سے مراد اس کا ڈھل جانا ہے اور غسق اللیل سے مراد رات اور تاریکی کا اکٹھے ہو جاتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دلوک سے مراد اس کا غروب ہوتا ہے لیکن یہ تمام اقوال بہتر ہیں۔

شرح: یہاں بھی سورۃ الاسراء میں استعمال ہونے والے لفظ "دلوک" کی وضاحت کی گئی ہے اور یہ وہی وضاحت ہے جو سابقہ روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے تاہم یہاں اسی آیت میں استعمال ہونے والے دوسرے لفظ "غسق اللیل" کی یہ وضاحت کی گئی ہے: اس سے مراد رات اور تاریکی کا اکٹھے ہونا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے منقول روایات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہیں جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے مختلف ہے ان کے نزدیک "دلوک" سے مراد سورج کا غروب ہونا ہے۔

1008- اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْمَا خَلَا مِنَ الْاُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ

حديث 1008: اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل - حديث. 3290 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب التوحيد، باب في المشيئة والإرادة: وما تشاءون إلا أن يشاء الله - حديث: 7051 اخرجه البخاري في "صحيحه"، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: قل فأتوا بالتوراة فاتلوها - حديث: 7117 اخرجه الترمذي في "سننه"، أبواب الامثال عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - باب ما جاء في مثل ابن آدم وأجله وأمله، حديث: 2872 مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 367 4 مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 5862 مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما - حديث: 5965 اخرجة الطيالسي في "مسنده"، احاديث النساء، وما أسند عبد الله بن عمر بن الخطاب رحمه الله عن غيرها روى سالم بن عبد الله عن أبيه، حديث: 1918 اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر، حديث: 5324 اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر، حديث: [illegible] اخرجه ابويعلى في "مسنده"، مسند عبد الله بن عمر، حديث: [illegible] المعجم الأوسط للطبراني - باب الألف، من اسمه أحمد - حديث: 1635 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة، ذكر تمثيل المصطفى صلى الله عليه وسلم أجل هذه الأمة في - حديث: 7324 اخرجه ابن حبان في "صحيحه"، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة، ذكر إعطاء الله جل وعلا الثواب لهذه الأمة على يسير العمل - حديث: 7328 ذكره البيهقي في "سننه الكبرى"، كتاب الإجارة، باب جواز الإجارة - حديث: 10676

الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ قَالَ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلَى الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ. اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ.

قَالَ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ تَاْخِيْرَ الْعَصْرِ اَفْضَلُ مِنْ تَعْجِيْلِهَا اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ جَعَلَ مَابَيْنَ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ اَكْثَرَ مِمَّا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَنْ عَجَّلَ الْعَصْرَ كَانَ مَابَيْنَ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ اَقَلَّ مِمَّا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ فَهٰذَا الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى تَاْخِيْرِ الْعَصْرِ وَتَاْخِيْرُ الْعَصْرِ اَفْضَلُ مِنْ تَعْجِيْلِهَا مَادَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةً لَمْ تُخَالِطْهَا صُفْرَةٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَآئِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَجْمَعِيْنَ.

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تمہاری اُمت پہلے والی اُمتوں کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح عصر کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے کا وقت ہوتا ہے' تمہاری اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی کو مزدور رکھتا ہے اور کہتا ہے: کون شخص دوپہر تک میرے ایک قیراط کے عوض میں مزدوری کرے گا؟ تو یہودیوں نے وہ کام کیا' پھر اس شخص نے کہا: کون میرے لیے دوپہر سے لے کر عصر تک ایک قیراط کے عوض میں مزدوری کرے گا؟ عیسائیوں نے ایک قیراط کے عوض میں کام کر دیا' اس شخص نے کہا: کون میرے لیے عصر کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک دو دو قیراط کے عوض میں کام کرے گا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم وہ لوگ ہو جنہوں نے عصر سے لے کر سورج غروب ہونے تک دو قیراط کے عوض میں کام کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اس بات پر یہودیوں اور عیسائیوں کو بہت غصہ آیا اور وہ بولے: ہم نے زیادہ کام کیا ہے اور ہمیں تھوڑا معاوضہ ملا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہارے حق کے حوالے سے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جسے چاہوں عطاء کر دوں۔

✿✿ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عصر کی نماز کو جلدی ادا کرنے کے مقابلے میں اُسے تاخیر سے ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے لے کر عصر تک کے درمیانی وقت کو عصر سے لے کر مغرب کے درمیانی وقت سے زیادہ قرار دیا ہے۔

جیسا کہ اس حدیث میں ہے: جو شخص عصر کی نماز کو جلدی ادا کر لیتا ہے' تو اس صورت میں عصر تک کا وقت عصر سے لے کر مغرب تک کے وقت سے کم ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ حدیث اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ عصر کی نماز کو تاخیر سے ادا کیا جائے گا اور عصر کی نماز کو جلدی ادا کرنے کے مقابلے میں تاخیر سے ادا کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یعنی اُس وقت تک جب تک سورج صاف اور چمکدار ہو اس میں ابھی زردی نہ آئی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

*** ——— *** ——— ***

شرح: اس حدیث کا بنیادی مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: باقی اُمتوں کے افراد زیادہ عمل کر کے تھوڑا اجر وثواب حاصل کرتے تھے جبکہ اُمتِ محمدیہ کو یہ فضیلت دی گئی ہے کہ ان کے تھوڑے عمل کا زیادہ اجر وثواب انہیں دیا جاتا ہے اس روایت سے بالواسطہ طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ظہر کی نماز کے آخری وقت اور عصر کی نماز کے ابتدائی وقت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف درست ہے۔ دیگر ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کی نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے اس وقت ظہر کی نماز کا وقت ختم ہوتا ہے اور عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اگر ایک مثل ہونے پر ظہر کے وقت کو ختم تصور کیا جائے تو اس صورت میں ظہر کا وقت کم ہو جائے گا اور عصر کا وقت بڑھ جائے گا جبکہ اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیان کی ہے کہ عیسائیوں کی مثال اس مزدور کی طرح ہے جو ظہر سے لے کر عصر تک کام کرتا ہے اور اُمتِ محمدیہ کی مثال اس مزدور کی طرح ہے جو عصر سے لے کر مغرب تک کام کرتا ہے اور اس مزدور کا کام پہلے والے مزدور سے کم ہوتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ عصر کی نماز کا وقت ظہر کی نماز کے وقت سے کم ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا آخری وقت اور عصر کا ابتدائی وقت اس وقت کو قرار دیا جائے جب ہر چیز کا سایہ اس کے اصل سائے کے علاوہ دو مثل ہو جاتا ہے۔

اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

